جلد ششم

خلیفہ ہارون الرشید تا واثق باللہ

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ الامم والملوک

تاریخ طبری

جلد ششم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

ہارون الرشید اور اس کے جانشین

(۱۷۱ھ تا ۲۳۱ھ)

خلیفہ ہارون الرشید تا خلیفہ الواثق باللہ

خلافت عباسیہ کے تمدن آفرین اور درخشاں عہد کی مکمل تاریخ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

کے
اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت وطباعت دائمی
تصحیح وترتیب وتبویب

چوھدری طارق اقبال گاھندری

مالک نفیس اکیڈمی۔ اُردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: ______ تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک
مصنف: ______ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: ______ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ______ جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۴ء
ایڈیشن: ______ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلافتِ عباسیہ کا درخشاں عہد

از

محمد اقبال سلیم گاهندری

تاریخ ابوجعفر طبری المتوفی ۳۱۰ھ کو جو مقام اسلامی تاریخ کی کتابوں میں حاصل ہے وہ ہر صاحب علم پر روشن ہے یہ تاریخ قدیم ماخذوں میں سے سب سے بڑا ماخذ ہے اور سب سے زیادہ مفصل تاریخ ہے۔ اس سے پہلے کی جو تاریخیں مثلاً تاریخ یعقوبی وغیرہ ملتی ہیں بہت ہی مختصر اور تفصیلات سے بڑی حد تک خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طبری کے بعد آنے والے تمام مؤرخین نے اس کو بطور ماخذ وحوالہ استعمال کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بہت دن ہوئے کہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے سرکاری انتظام واہتمام کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ لیکن اب بہت ہی نایاب ہو گیا تھا۔ ہم نے ایک بہت بڑی مہم شروع کی کہ اس ضخیم اور عظیم الشان کتاب کو پھر سے مرتب کر کے اور فہرستوں اور عنوانوں کے اضافہ کے ساتھ شائع کر دیا اور جو حصے کسی مصلحت کے تحت جامعہ عثمانیہ نے شائع نہیں کیے تھے اس کا ترجمہ کرا کر شائع کیا اس طرح تاریخ طبری مکمل پیش کی جا رہی ہے۔

یہ ایک بہت بڑی مہم تھی اور کاغذ کی اس ہوش ربا گرانی میں تو یہ مہم واقعتاً جوئے شیر لانے کے برابر ہو گئی ہے۔ لیکن شکر ہے خدائے بزرگ و برتر کا کہ اس نے یہ کام ہم سے تقریباً تکمیل تک پہنچا دیا۔ یہ حصہ ہشتم پیش ہے اور باقی نہم ودہم بھی تیار ہو گئے ہیں۔ ہم نے ترتیب نو میں اس کتاب کو دس جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پوری کتاب دس حصوں میں ان شاءاللہ مکمل ہو جائے گی۔

تاریخ طبری کا جو حصہ اس وقت آپ کے سامنے ہے وہ ترتیب نو میں آٹھواں حصہ ہے جو خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے جانشین خلفاء امین الرشید' مامون الرشید' المعتصم باللہ اور خلیفہ الواثق باللہ کے عہد تک کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ نہایت تفصیل کے ساتھ اس دور کے حوادث وواقعات اس میں موجود ہیں۔

یہ زمانہ خلافت عباسیہ کا سب سے درخشاں دور ہے۔ حتیٰ کہ مشہور کتاب الف لیلہ میں جو اس کے بہت بعد کے زمانہ کی تالیف ہے فرضی قصے اور کہانیوں کی شکل میں اس دور کے بہت سے افسانے خوشحالی' فارغ البالی اور تمدن آفرینی کے نمونے

دکھاتے ہیں اور اس دور کو تمدن آفریں دور کہا جاتا ہے۔ مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے ترجمے سریانی' یونانی' فارسی اور سنسکرت زبانوں سے عربی میں کیے گئے۔ بہت سی صنعتیں اس دور میں پیدا ہوئیں اعلیٰ قسم کی عمارتیں تعمیر ہوئیں امدارس قائم ہوئے۔ غرض یہ کہ اس دور میں عباسیوں کے دارالخلافہ خلیفہ المنصور کے بنا کردہ شہر بغداد کو یہ مقام حاصل ہوا کہ اس وقت کی دنیا میں یہ شہر سب سے بڑا' سب سے زیادہ متمدن اور حقیقی معنوں میں رشک بلاد جہاں تھا۔ یہاں ہر فن کے ماہر موجود تھے۔ بہتر سے بہتر صناع یہاں بستے تھے۔ محدث ومفسر تھے تو بے مثال اور فقیہ وقاضی تھے تو لاثانی۔ یہی نہیں بلکہ ابن الندیم موصلی جیسا گویا۔ اور ابونواس جیسا شاعر اسی دور میں تھے اور خاص شہر بغداد میں رہتے تھے۔

غرض یہ کہ یہ دور عجیب دور تھا' اتنا اچھا۔ اس قدر خوشحال اتنا پرامن اور اس قدر علوم پرور اور عہد آفریں دور عراق وعرب نے پھر کبھی نہیں دیکھا اس وقت دنیا کے ہر گوشہ سے چلنے والے تجارتی قافلوں کی منزل مقصود بغداد تھی اور ہر گھر سے تلاش علم وہنر میں نکلنے والے طالب علم کی زمین تمنا بغداد تھی اسی بغداد کے متعلق حالی مرحوم نے کہا ہے:

وہ بلدہ جو رشک بلاد جہاد تھا!	ترو خشک پر جس کا سکہ رواں تھا
گڑا جس میں عباسیوں کا نشاں تھا	عراق وعرب جس سے رشک جہاں تھا

تاریخ طبری کا آٹھواں حصہ اسی رشک جہاں کی تصویر ہے جو آپ کے سامنے پیش ہے۔

و ما توفیقی الا باللہ

فہرست موضوعات

باب ۳

باب ۱۱

باب ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ا

خلیفہ ہارون الرشید

بیعت خلافت:

جس جمعے کی رات کو ان کے بھائی موسیٰ الہادی نے انتقال کیا اسی رات کو رشید بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے بیعت ہوئی۔ جس روز رشید منصب خلافت پر فائز ہوئے ان کی عمر بائیس (۲۲) سال کی تھی۔ اکیس سال بھی بیان کی گئی ہے۔ ان کی ماں یمن کے مقام جرش کی رہنے والی خیزران نام کی چھوکری تھی۔ یہ مقام رے میں جب کہ ۱۴۵ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے ختم میں تین راتیں باقی تھیں منصور کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔ برامکہ یہ کہتے ہیں کہ ہارون یکم محرم ۱۴۹ ہجری کو پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ فضل بن یحییٰ ان سے سات دن بڑا تھا اور وہ ۱۴۸ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے ختم پر جب کہ سات راتیں باقی تھی پیدا ہوا تھا۔ فضل کی ماں زینب بنت منیر رشید کے دودھ پلانے والی مقرر کی گئی۔ رشید نے فضل کے ساتھ زینب کا اور فضل نے رشید کے ساتھ خیزران کا دودھ پیا۔

یحییٰ بن خالد برمکی کی رہائی:

جس رات ہادی کا انتقال ہوا اسی رات کو ہرثمہ بن اعین نے ہارون الرشید کو باہر لا کر بیعت کے لیے دربار میں بٹھایا اور ہارون نے یحییٰ بن خالد بن برمک کو قید سے رہا کر کے اپنے پاس بلایا۔ یہی رات تھی جس میں ہادی نے یحییٰ اور ہارون کے قتل کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ یحییٰ حاضر ہوا اسے وزیر مقرر کیا گیا اس نے یوسف بن القاسم بن صبیح میر منشی کو طلب کر کے اسے فرامین لکھنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن صبح کو تمام فوجی عہدہ دار دربار میں حاضر ہوئے۔ یوسف نے کھڑے ہو کر تقریر کی اس میں حمد وثنا کے بعد نہایت خوبی سے ہادی کی موت' ہارون کی خلافت اور اس حکم کا جو انہوں نے لوگوں کو عطایا دینے کے متعلق دیا تھا اعلان کیا۔

یوسف بن القاسم کی تقریر:

اس موقع پر یوسف نے جو تقریر کی تھی وہ یہاں نقل کی جاتی ہے۔ تمام تعریفیں اللہ بزرگ و برتر کے لیے ہیں اور رحمت وسلامتی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو۔ اے اہل بیت نبوت خلافت اور رسالت اور اے اس حکومت کے انصار اور اعوان اور فرمان بردار جماعت (یاد رہے کہ اللہ نے اپنے فضل و احسان سے تم کو جو بے شمار نعمتیں ہمیشہ کے لیے عطا فرمائی ہیں) ان میں اس کا سب سے بڑا احسان

یہ ہے کہ اس نے تم کو اتحاد و اتفاق دیا تمہاری بات اونچی کر دی تمہارے باز و قوی کر دیئے تمہارے دشمن کو کمزور کر دیا اور اس تحریک کو جو حق و صداقت پر مبنی تھی غالب کیا اور تم سے اللہ نے یہ کام لے کر تمہاری عزت افزائی کی اور اللہ بے شک قوی اور غالب ہے۔ اس طرح تم اللہ کے برگزیدہ دین کے انصار بنے اور اللہ کی شمشیر برہنہ کے ذریعہ سے تم نے اہل بیت نبی کی حمایت کی اور تمہارے ذریعے سے اللہ نے ان کو ظالموں غداروں' قاتلوں اور مسلمانوں کے روپے کو غصب کر کے حرام کھانے والوں کے پنجے سے نجات دلائی ان نعمتوں کو یاد کر کے تم اللہ کا شکر ادا کرو اور اس بات سے آگاہ رہو کہ اگر تم نے اپنے طرز عمل کو بدلا اللہ بھی اپنے سلوک کو بدل دے گا اللہ نے اپنے خلیفہ موسیٰ الہادی کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور ان کے ولی عہد ستودہ صفات رشید اب تمہارے امیر المومنین ہیں جو بہت ہی مہربان اور رحیم ہیں وہ تمہارے نیک کردار کا صلہ دیں گے اور تمہارے خطاوار سے درگزر کریں گے۔ اللہ اپنی نعمتوں سے ان کو بہرہ اندوز کرتا رہے۔ اس منصب خلافت کی ان کے لیے حفاظت کرے اور ان کو اپنے دوستوں اور فرماں برداروں کی طرح دوست رکھے ہم اپنی طرف سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ شفقت اور نرمی برتیں گے۔ استحقاق کے مطابق تمہارے عطایا تم کو دیں گے اور ان مقررہ عطایا کے علاوہ وہ خلفاء کے حق کا جو روپیہ سرکاری خزانوں میں جمع ہے اس میں سے بطور مدد معاش اتنی رقم ماہانہ اضافہ دیں گے اس مدد معاش کی وجہ سے تمہاری مقررہ عطا میں کوئی کمی نہ کی جائے گی اور نہ یہ رقم اس میں سے آئندہ وضع ہو گی۔ اس کے بعد جو روپیہ بچ رہے گا اسے وہ ناگہانی حادثات اور فتنوں کے انسداد کے لیے جو اطراف و اکناف سلطنت میں مبادا پیش آئیں اس وقت تک جمع رکھیں گے۔ جب تک کہ توفیر آمدنی سے سلطنت کا مالیہ اپنی سابقہ خوش حالی پر عود کرے چونکہ اللہ عز و جل نے تمہارے متعلق امیر المومنین کے حسن رائے میں تجدید کی اور ان کو تمہارا خلیفہ بنا کر تم پر احسان عظیم کیا ہے اس لیے اب تم پھر اللہ کی حمد اور اس احسان عظیم پر اس کا شکر ادا کرو کیونکہ شکر از دیاد نعمت کا باعث ہوتا ہے اور اللہ سے امیر المومنین کی درازی عمر و اقبال کی دعا مانگو کہ تم ان سے بہرور ہو سکو اور اب خلوص نیت سے ان کی بیعت کے لیے اٹھو۔ اللہ ہر سمت سے تمہاری حفاظت اور اعانت کرے گا۔ اور تمہارے ذریعے سے (تمہارے ہاتھوں) تمام معاملات درست کرائے گا۔ اور وہ اپنے نیک بندوں کی طرح تم سے حسن سلوک کرے گا۔

ہارون الرشید کو موسیٰ کی وفات کی اطلاع:

محمد بن ہشام الخزرمی بیان کرتا ہے کہ موسیٰ کی وفات کے بعد یحییٰ بن خالد رشید کے پاس آیا وہ اس وقت بغیر ازار پہنے لحاف میں پڑے سو رہے تھے۔ یحییٰ نے امیر المومنین کہہ کر ان کو بیدار کیا رشید نے کہا تم کو ہر وقت میری خلافت کی سوجھتی ہے۔ کب تک اس طرح تم مجھے پریشان کرتے رہو گے۔ تم جانتے ہو کہ یہ شخص میرا کیسا دشمن ہے اگر اسے اس کی خبر ہو گئی تو بتاؤ کہ وہ میری کیا درگت کرے گا۔ یحییٰ نے کہا اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ دیکھو موسیٰ کا وزیر حرانی موجود ہے۔ اور یہ اس کی مہر خلافت ہے۔ یہ سن کر رشید اپنے بستر پر اٹھ بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ تم مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں۔

عبداللہ بن ہارون الرشید کی پیدائش:

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک دوسرا چوبدار حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ رشید نے کہا کہ میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا اور اب پھر انہوں نے یحییٰ سے کہا کہ مجھے مشورہ دو۔ یحییٰ نے کہا کہ آپ فوراً اس کے ارمنی گھوڑے پر سوار

ہو جائیں۔ رشید نے کہا میں نے یہ بات مانی اور میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ میں اس کی پشت پر صبح کی نماز عیسا باد میں پڑھوں گا اور ظہر کی نماز بغداد میں پڑھوں گا۔ نیز یہ کہ ابی عصمہ کا سر ابھی میرے سامنے پیش کیا جائے۔

ابوعصمہ کا قتل:

رشید فوراً بستر سے اٹھے کپڑے پہنے اور روانہ ہو گئے نماز صبح سواری پر پڑھی ابوعصمہ کو اپنے سامنے قتل کرا کے اس کے کاسہ سر کو ایک نیزے کے سرے پر بندھوایا اور اسے اسی طرح لیے ہوئے بغداد آئے اس قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن رشید اور جعفر بن موسیٰ الہادی گھوڑوں پر سوار سیر کے لیے جا رہے تھے۔ جب یہ عیسیٰ باد کے کسی پل کے قریب پہنچے تو ابوعصمہ نے مڑ کر ہارون سے کہا کہ تم ٹھہر واور ولی عہد بہادر کو پہلے گزر جانے دو۔ ہارون نے کہا کہ جناب والا نے جو حکم دیا ہے میں اس کی بجا آوری کرتا ہوں۔ ہارون اپنی جگہ ٹھہر گئے اور جعفر پہلے گزر گیا۔ چنانچہ یہی واقعہ ابوعصمہ کے قتل کا سبب ہوا۔

انگشتری کی تلاش:

بغداد آتے ہوئے جب ہارون پل کی کرسی پر آئے تو انہوں نے غوطہ زنوں کو طلب کیا اور یہ بات بیان کی کہ مہدی نے مجھے ایک انگوٹھی دی تھی جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی اور اسے جبل کہتے تھے اسے پہنے ہوئے میں ایک دن اپنے بھائی سے ملنے گیا۔ ان سے مل کر واپس جا رہا تھا کہ سلیم الاسود مجھ سے اسی مقام پر آ ملا اور اس نے کہا کہ امیرالمومنین آپ کو حکم دیتے ہیں کہ یہ انگوٹھی آپ میرے حوالے کریں میں نے اس کو اسی جگہ دریا میں پھینک دیا تھا۔

غوطہ زنوں نے اسے ڈھونڈ نکالا۔ اس کے ملنے پر ہارون بے حد مسرور ہوئے۔

جعفر کی ولی عہدی سے دست برداری:

ہادی نے رشید کو ولی عہدی سے علیحدہ کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنا لیا تھا۔ اس وقت عبداللہ بن مالک ہادی کا کوتوال تھا۔ ان کے مرنے کے بعد اسی رات خزیمہ بن خازم اپنے پانچ ہزار مسلح موالی کو لے کر جعفر پر چڑھ دوڑا اور اس نے جعفر کو اس کے بستر پر ہی جا دبایا اور کہا کہ یا تو اپنی ولی عہدی سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ ابھی کام تمام کیے دیتے ہیں۔ دوسرے دن علی الصباح تمام لوگ جعفر کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ خزیمہ اسے لے کر سامنے آیا اور اس نے اسے محل کے پھاٹک کے بالا خانے پر کھڑا کیا۔ اس وقت تک تمام دروازے بند تھے جعفر نے سب کے سامنے آ کر اعلان کیا کہ اے مسلمانو! جس کی گردن پر میری بیعت کی ذمہ داری ہے۔ میں اسے اس سے بری الذمہ قرار دیتا ہوں خلافت میرے چچا ہارون کا حق ہے میرا اس میں کوئی حق نہیں۔

عبداللہ بن مالک کا کفارہ:

عبداللہ بن مالک کے نمدوں پر حج کے لیے پیادہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ جب اس نے اس حلف کے کفارے کے متعلق جو اس نے جعفر کی بیعت کر کے اپنے اوپر عائد کیا تھا فقہا سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تمام دوسری قسموں کا کفارہ یہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے عہدہ برآ ہونے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ پیادہ حج کیا جائے۔ اسی بنا پر وہ پیادہ حج کرنے گیا۔

رشید ابراہیم الحرانی اور سلام الابرش کی گرفتاری:

خزیمہ کی اس کارروائی سے رشید کے دل میں اس کی وقعت پیدا ہو گئی۔ اور اسے بڑا رسوخ حاصل ہو گیا۔ موسیٰ کے انتقال

کے دن چونکہ رشید ابراہیم الحرانی اور سلام الابرش سے ناراض تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان دونوں کو قید کر دیا جائے اور ان کی تمام جائداد ضبط کر لی جائے ابراہیم یحییٰ بن خالد کے پاس اسی کے گھر میں قید تھا محمد بن سلیمان نے ہارون سے اس کی سفارش کی کہ آپ اس کی خطا معاف کر دیں اور اسے رہا کر دیں اور میں اسے اپنے ساتھ بصرے لیے جاتا ہوں۔ ہارون نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

عمر بن عبدالعزیز العمری کی برطرفی:

اس سال رشید نے عمر بن عبدالعزیز العمری کو مدینہ رسول اللہ ﷺ کی ولایت سے برطرف کر کے اس کی جگہ اسحٰق بن سلیمان بن علی کو مقرر کر دیا۔

یحییٰ بن خالد کی وزارت:

اس سال محمد بن ہارون الرشید پیدا ہوا۔ یہ اس سنہ کے ماہ شوال کے ختم ہونے میں ابھی تیرہ راتیں باقی تھیں کہ جمعہ کے دن پیدا ہوا۔ مامون اس سے پہلے اسی سال نصف ماہ ربیع الاوّل میں جمعہ کی رات کو پیدا ہوا تھا۔ اس سال رشید نے یحییٰ بن خالد کو وزیر مقرر کیا اور کہا کہ میں اپنے اوپر سے اس ذمہ داری کو اتار کر تمام رعایا کے معاملات تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم اپنی سوابدید پر کام کرنا۔ جسے مناسب سمجھنا مقرر کرنا جسے مناسب سمجھنا برطرف کر دینا اور اپنی رائے سے تمام امور سلطنت طے کرنا انہوں نے اپنی مہر بھی اس کے حوالے کر دی چنانچہ خیزران تمام امور کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ یحییٰ تمام معاملات اس کے سامنے پیش کرتا اور اسی کی رائے کے مطابق حکم نافذ کرتا۔

بنی ہاشم میں وراثت کی مساویانہ تقسیم:

اس سال ہارون نے حکم دیا کہ ذوی القربیٰ کے سہام مشخص کیے جائیں اور پھر ان کے مطابق انہوں نے وراثت کو بھی بنی ہاشم میں برابر برابر تقسیم کیا۔ نیز اس سال انہوں نے ان سب لوگوں کو جو کسی خطا کی وجہ سے بھاگے ہوئے یا روپوش تھے۔ عام معافی دی۔ البتہ زندیقوں کو جن میں یونس بن فروہ اور یزید بن الفیض تھے۔ معاف نہیں کیا طالبین میں سے طباطبا ظاہر ہوئے۔ ابراہیم بن اسماعیل اور علی بن الحسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن الحسن ہیں اس سال رشید نے سرحدوں کو جزیرہ اور قنسرین کی ماتحتی سے علیحدہ کر کے ان کو ایک آزاد ادارہ بنایا اور اس کا نام عواصم رکھا۔ اس سال ابوسلیم فرج ایک ترک خادم کے ذریعہ سے طرسوس آباد کیا گیا اور لوگ اس میں جا بسے۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال خود ہارون الرشید مدینۃ السلام سے حج کرنے گئے انہیں کی امارت میں حج ہوا۔ انہوں نے اہل حرمین کو بہت کچھ دیا اور وہاں بے شمار روپیہ تقسیم کیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ اس سال حج کے ساتھ وہ جہاد کے لیے بھی گئے تھے۔ اس سال سلیمان بن عبداللہ البکائی کی امارت میں موسم گرما کا جہاد ہوا۔

اس سال اسحٰق بن سلیمان الہاشمی مدینۃ کا والی تھا۔ عبیداللہ بن قثم مکہ اور طائف کا عامل تھا موسیٰ بن عیسیٰ کوفہ کا والی تھا۔ اور اس کی طرف سے اس کا بیٹا عباس بن موسیٰ کوفہ پر اس کا نائب تھا بصرہ' بحرین' عمان' فرض' یمامہ اور اضلاع اہواز اور فارس کا والی محمد بن سلیمان بن علی تھا۔

۱۷۱ھ کے واقعات

مہر خلافت کی یحییٰ بن خالد کو سپردگی:

اس سال ابو العباس الفضل بن سلیمان الطوسی خراسان سے مدینۃ السلام واپس آیا۔ جس وقت یہ مدینۃ السلام واپس آیا ہے اس وقت مہر خلافت جعفر بن محمد بن الاشعث کے پاس رہتی تھی۔ اب رشید نے اسے جعفر سے لے کر ابو العباس کے سپرد کر دیا۔ مگر کچھ ہی مدت کے بعد ابو العباس نے وفات پائی۔ رشید نے مہر خلافت یحییٰ بن خالد کے سپرد کر دی۔ اسی طرح دو وزارتیں یحییٰ کو تفویض ہو گئیں۔

ابو ہریرہ محمد بن فروخ کا قتل:

اس سال رشید نے ابو ہریرہ محمد بن فروخ کو قتل کر دیا یہ جزیرہ کا والی تھا۔ ہارون نے ابو حنیفہ حرب بن قیس کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا وہ اسے ہارون کے پاس مدینۃ السلام لے آیا اور قصر الخلد میں اس کی گردن مار دی گئی۔

طالبین کا مدینۃ السلام سے اخراج:

اس سال ہارون کے حکم سے طالبین مدینۃ السلام سے خارج البلد کر کے مدینۃ الرسول بھیج دیے گئے۔ البتہ عباس بن حسن بن عبداللہ بن علی بن طالب رضی اللہ عنہ کو رہنے دیا گیا۔ اس کا باپ حسن بن عبداللہ بھی مخرجین میں تھا اس سال فضل بن سعید الحروری نے خروج کیا۔ ابو الخالد المروروذی نے اسے قتل کر دیا۔ اس سال روح بن حاتم افریقیا آیا۔

امیر حج عبدالصمد بن علی:

اس سال ماہ رمضان میں خیزران حج کے ارادے سے مکہ گئی اور اس نے حج کے زمانے تک وہیں قیام کیا۔ اور پھر فریضہ حج ادا کیا اس سال عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن العباس کی امارت میں حج ہوا۔

۱۷۲ھ کے واقعات

ہارون الرشید کی مرج القلعہ سے مراجعت:

اس سال رشید مرج القلعہ اس خیال سے گئے کہ وہاں کسی عمدہ جگہ کو اپنی فرودگاہ کے لیے انتخاب کریں یہ خیال اس لیے پیدا ہوا کہ مدینۃ السلام کی آب و ہوا اب ان کے ناموافق مزاج ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے وہ مدینۃ السلام کو بخار کہنے لگے تھے' وہ مرج القلعہ جا کر بیمار پڑ گئے اور واپس چلے آئے۔

امارت ارمینیا پر عبیداللہ بن المہدی کا تقرر:

اس سال رشید نے یزید بن مزید کو ارمینیا کی ولایت سے علیحدہ کر کے اس کی جگہ عبیداللہ بن المہدی کو مقرر کیا۔

امیر حج یعقوب بن ابی جعفر:

اس سال سلیمان بن علی کی قیادت میں موسم گرما کا جہاد ہوا اور یعقوب بن ابی جعفر المنصور کی امارت میں حج ہوا۔ اس سال ہارون نے اس عشر کو جو اہل سواد سے نصف پیداوار لینے کے بعد لیا جاتا تھا معاف کر دیا۔

۱۷۳ھ کے واقعات

محمد بن سلیمان کی وفات:

اس سال محمد بن سلیمان نے بصرہ میں جمادی الآخر کی بالکل آخری تاریخوں میں انتقال کیا۔ اس کے مرنے کے ساتھ ہی رشید نے اس کے تمام مال متروکہ پر قبضہ کرنے کے لیے سرکاری عمال بھیج دیئے۔ چنانچہ نقد روپے پر قبضہ کرنے کے لیے خود ان کے مہتمم خزانہ کی طرف سے ایک شخص بھیجا گیا۔ اسی طرح لباس' فرش' غلہ' چوپائے یعنی گھوڑے اور اونٹ عطریات' جواہرات اور دوسرے اسباب اور سامان معیشت پر قبضہ کرنے کے لیے اس شعبے کا ایک ایک عہدہ دار مدینۃ السلام سے بصرے بھیجا گیا۔

محمد بن سلیمان کی املاک کی ضبطی:

ان عہدیداروں نے بصرے آ کر اپنے اپنے شعبے کی ہر اس شے پر جو محمد نے بطور ترکہ چھوڑی تھی اور جو خلافت کے لیے زیبا تھی' قبضہ کر لیا۔ انہوں نے صرف کاٹھ کباڑ چھوڑ دیا۔ چھ کروڑ نقد ملے۔ دوسرے اشیاء کے ساتھ یہ رقم بھی کشتیوں پر بار کی گئی۔ جب ان کشتیوں کی آمد کی اطلاع رشید کو ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ زر نقد کے علاوہ اور تمام دوسری چیزیں سرکاری توشہ خانہ میں داخل کر دی جائیں روپے کے متعلق انہوں نے یہ کیا کہ اپنے مصاحبین اور ندیموں کو بڑی بڑی رقموں کے چک لکھوا کر دیئے۔ گویوں کو بھی چک دیئے مگر وہ اتنی چھوٹی رقموں کے متعلق تھے کہ سیاہیہ میں ان کا اندراج نہیں کیا گیا۔ ان چکوں کو انہوں نے اپنی رائے سے لوگوں کو دے دیا انہوں نے اپنے اپنے وکیل بھیج کر چکوں کے مطابق وہ تمام روپیہ نقد وصول کر لیا۔ اور اس میں سے ایک دینار یا درہم بھی سرکاری خزانہ میں داخل نہیں ہوا۔ اسی طرح انہوں نے محمد کی اس جائداد غیر منقولہ رشید نام کو جو اہواز میں واقع اور بہت سیر حاصل تھی اپنے صرف خاص میں شامل کر لیا۔ اس کے توشے خانے میں اس کے عہد طفولیت کے کپڑوں سے لے کر (جبکہ وہ لکھنا سیکھتا تھا اور جس کی وجہ سے ان پر سیاہی کے دھبے موجود تھے' جو دو سال کے تھے) اس کے زمانہ وفات تک کے کپڑے موجود تھے۔ جو تحائف علاقہ سندھ' مکران' کرمان' فارس' اہواز' یمامہ' رے اور عمان سے اس کے پاس آئے تھے' جن میں ہر قسم کا خشک میوہ' روغنیات' مچھلیاں' غلے' پنیر وغیرہ شامل تھے۔ اس کے ہاں سے برآمد ہوئے ان میں سے اکثر خراب ہو چکے تھے۔ جعفر اور محمد کے مکان سے پانسو مرتبان سڑی ہوئی چیزوں سے بھرے ہوئے راستے پر پھینک دیئے گئے تھے جو سب کے لیے ایک مصیبت ہو گئے تھے۔ کہ ان کی بدبو کی وجہ سے کوئی شخص مربد سے گزر نہیں سکتا تھا۔

خیزران کی وفات و تدفین:

اس سال ہارون اور ہادی کی ماں خیزران نے وفات پائی۔ یحییٰ بن حسن اپنے باپ کی روایت بیان کرتا ہے کہ جس روز خیزران نے انتقال کیا یہ ۱۷۳ھ کا واقعہ ہے میں نے رشید کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ایک سعید یہ جبہ پہنے ہوئے اوپر سے ایک پرانی نیلگوں طیسان اوڑھے تھے جو ان کی کمر سے بندھی ہوئی تھی اور ننگے پاؤں تابوت کا پایہ پکڑے کیچڑ اور مٹی میں چلے جا رہے تھے۔ اسی طرح وہ قریش کی ہڑواڑ آئے۔ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر موزہ پہن کر اس کی نماز جنازہ پڑھی اور قبر میں اترے۔

مہر خلافت کی فضل بن ربیع کو حوالگی:

جب مقبرے سے باہر آ گئے تب ان کے لیے کرسی رکھی گئی۔ جس پر وہ بیٹھ گئے۔ فضل بن ربیع کو بلایا اور مہدی کے حق کی قسم (جسے وہ بہت ہی خاص وقت پر ذکر کرتے تھے) کھا کر کہا کہ میں ہر شب ارادہ کرتا تھا کہ تم کو کوئی اہم منصب دوں یا تمہارے ساتھ کچھ اور سلوک کروں مگر میری ماں مجھے اس سے روکتی تھی اور میں اس کے امتثال امر میں چپ ہو جاتا تھا۔ اب میں مہر خلافت تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ تم اسے جعفر سے لے لو۔

فضل بن ربیع اسماعیل بن صبیح سے کہنے لگا۔ چونکہ میں ابوالفضل کی عزت کرتا ہوں اس لیے اس بارے میں اسے خود لکھنا اور اس طرح تو مہر لینا مناسب نہیں سمجھتا۔ کیا بہتر ہوتا کہ وہ خود بھیج دیتے۔

فضل نفقات عامہ اور خاصہ کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ نیز بادوربا اور کوفہ کے پانچوں پرگنے اس کے تفویض کر دیئے گئے ۱۸۷ھ تک اس کا عروج برابر بڑھتا رہا۔

امارت خراسان پر عباس بن جعفر کا تقرر:

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن سلیمان اور خیزران کا ایک ہی دن انتقال ہوا تھا۔ اس سال رشید نے جعفر بن محمد بن الاشعث کو خراسان سے واپس طلب کر کے اس کی جگہ اس کے بیٹے عباس بن جعفر بن محمد بن الاشعث کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال ہارون کی امارت میں حج ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے مدینۃ الاسلام سے احرام باندھ لیا تھا۔

۱۷۴ھ کے واقعات

امارت سندھ پر اسحٰق بن سلیمان کا تقرر:

اس سال شام میں فرقہ وارانہ ہنگامہ برپا ہوا رشید نے اسحٰق بن سلیمان الہاشمی کو سندھ اور مکوان کا والی مقرر کیا اور امام یوسف بن ابی یوسف کو قاضی مقرر کیا۔ اس وقت ان کے باپ بقید حیات تھے۔ اس سال روح بن حاتم نے انتقال کیا۔ رشید بافردی اور بازبدی گئے۔ بافردی میں انھوں نے ایک قصر تعمیر کیا۔ عبدالملک بن صالح کی قیادت میں موسم گرما کا جہاد ہوا۔

امیر حج ہارون الرشید:

ہارون الرشید کی امارت میں حج ہوا۔ یہ پہلے مدینہ گئے وہاں انہوں نے بہت سا روپیہ تقسیم کیا۔ چونکہ اس سال مکہ میں ہیضہ ہو گیا تھا اس لیے وہ مکہ میں آٹھویں ذی الحجہ کو پہنچے اور سعی اور طواف کر کے چلے آئے وہاں قیام پذیر نہیں ہوئے۔

۱۷۵ھ کے واقعات

رشید نے اپنے بیٹے محمد کو مدینۃ السلام میں اپنے بعد اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اس کے لیے تمام عہدے داروں اور فوج سے باقاعدہ بیعت لی۔ امین نام رکھا۔ اس وقت امین کی عمر پانچ سال تھی۔

عیسیٰ بن جعفر کی فضل بن یحییٰ سے درخواست:

فضل بن یحییٰ بن خالد کا مولیٰ روح بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ عیسیٰ بن جعفر فضل بن یحییٰ کے پاس آیا۔ عیسیٰ نے اس سے کہا میں تم سے خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ تم میرے بھانجے یعنی محمد بن زبیدہ بنت جعفر بن المنصور کی ولی عہدی کے لیے بیعت کرالو۔ وہ تمہاری اولاد کے برابر ہے اس کی خلافت تمہاری خلافت ہے۔ فضل نے اس کا وعدہ کر لیا اور اب اس نے اس معاملہ پر توجہ شروع کی چونکہ اب تک رشید کا کوئی ولی عہد نہ تھا اس وجہ سے بنی عباس کے کچھ لوگ خلافت پر نظر رکھتے تھے اسی وجہ سے جب رشید نے امین کے لیے بیعت لی تو ان لوگوں نے امین کی کم سنی کی وجہ سے اس تجویز کو ناپسند کیا۔

امین کی ولی عہدی کی بیعت:

مگر محمد بن الحسین بن مصعب نے یہ بیان کیا ہے کہ جب فضل بن یحییٰ خراسان گیا تو اس نے وہاں بہت سا روپیہ تقسیم کیا اور فوج کو متواتر کئی تنخواہیں دیں اس کے بعد اس نے محمد بن رشید کی بیعت کا لوگوں پر اظہار کیا سب نے اس کی بیعت کی اور امین اس کا نام قرار دیا۔ جب رشید کو اس کی اطلاع ہوئی اور تمام مشرق نے اس کا بیعت کر لی تو اب انہوں نے بھی محمد کی۔ ولی عہدی کے لیے بیعت کر لی اور اس کے لیے تمام سلطنت میں احکام نافذ کیے جس کی بنا پر ہر جگہ بیعت ہوگئی۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال رشید نے عباس بن جعفر کو خراسان کی ولایت سے علیحدہ کر کے اس کی جگہ اپنے ماموں عظریف بن عطا کو مقرر کیا۔ اس سال یحییٰ بن عبداللہ بن حسن دیلم گیا اور وہاں اس نے شورش برپا کی۔ اس سال عبدالرحمٰن بن مالک بن صالح موسم گرما میں جہاد کے لیے گیا تھا۔ اس مہم میں شدت برفباری سے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے اس سال ہارون الرشید کی امارت میں حج ہوا۔

۱۷۶ھ کے واقعات

رشید نے فضل بن یحییٰ کو علاقہ جبال‘ طبرستان‘ دنباوند‘ قومس آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کیا۔ اس سال یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیلم میں خروج خروج کیا۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج:

ابوحفص الکرمانی نے بیان کیا کہ یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق پہلی اطلاع یہ ملی کہ اس نے دیلم میں خروج کیا ہے۔ اس کی طاقت اور شوکت بہت بڑھ گئی ہے۔ بہت سے اضلاع اور شہروں کے باشندے اس کی طرف جھک پڑے ہیں۔ اس خبر سے رشید بہت غمگین ہوئے۔ اس زمانے میں انہوں نے نبیذ بھی نہیں پی۔

فضل بن یحییٰ کی روانگی:

انہوں نے فضل بن یحییٰ کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ یحییٰ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ فضل کے ہمراہ تمام بڑے سپہ سالار تھے۔ نیز انہوں نے فضل کو اضلاع جبال‘ رے‘ جرجان‘ طبرستان‘ قومس‘ دنباوند اور رویان کا والی بھی مقرر کر دیا۔ اور بہت سا روپیہ اس کے ساتھ کر دیا۔ فضل نے ان اضلاع کو اپنے سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا اس نے مثنیٰ بن الحجاج بن قتیبہ بن مسلم کو طبرستان کا والی

مقرر کیا اور علی بن الحجاج الخزاعی کو جرجان کا والی بنایا۔ اسے پانچ لاکھ درہم دیئے اس نے نہر بین پر پڑاؤ ڈالا شعرا نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے۔ اس نے بیش بہا صلے اور انعام ان کو دیئے لوگوں نے شعر کے ذریعے اس تک رسائی حاصل کی۔ اس نے بھی ان کو خوب روپیہ دیا۔ اب خود فضل بن یحییٰ اس مہم پر روانہ ہوا۔ اس نے امیر المومنین کے آستانہ پر منصور بن زیاد کو اپنا نائب بنایا۔

منصور بن زیاد کی نیابت:

یہ فضل کی تمام عرضداشتیں رشید کی خدمت میں پیش کر کے ان کے جوابات اسے ارسال کر دیتا تھا۔ چونکہ منصور برامکہ کا پرانا دوست اور رفیق تھا۔ اس لیے وہ سب اپنے معاملات میں اس پر اور اس کے بیٹے پر پورا اعتماد رکھتے تھے۔ اب فضل اپنی چھاؤنی سے روانہ ہوا۔ رشید ہر خط میں اسے لطف و احسان اور انعام و اکرام کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔

فضل بن یحییٰ کی یحییٰ بن عبداللہ سے خط و کتابت:

فضل نے یحییٰ سے مراسلت شروع کی اپنے خطوط میں نہایت نرم لہجہ اختیار کیا۔ اس کی خوشامد کی اور اللہ کا واسطہ دیا۔ عواقب سے ڈرایا اور مشورہ دیا کہ تم اپنی معاندانہ روش کو ترک کر دو اور تمہارے ساتھ بہت حسن سلوک کیا جائے گا۔

فضل طالقان رے اور دستبیٰ کے علاقہ میں اشب نام ایک موضع میں فروکش ہو گیا وہاں نہایت شدید سردی پڑی اور برفباری ہوئی۔ یہ بغیر پیش قدمی کیے اسی مقام پر ٹھہرا رہا اور یہاں سے اس نے یحییٰ کو متواتر خطوط لکھے۔ نیز دیلم کے رئیس کو اس معاملہ میں لکھا کہ میں تم کو ایک کروڑ درہم دوں گا تم یحییٰ کو اپنے علاقہ سے خارج کر دو۔ بلکہ فضل نے یہ رقم اس کے پاس بھیج دی۔

یحییٰ بن عبداللہ کو ہارون الرشید کا امان نامہ:

یحییٰ نے مصالحت قبول کی۔ اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دینے پر اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ رشید اپنے ہاتھ سے ایک پرچہ پر وعدہ امان لکھ کر اسے بھیج دیں۔ فضل نے رشید کو لکھا اس سے رشید بہت خوش ہوئے اور ان کی نظر میں فضل کی عزت اور بڑھ گئی۔ انہوں نے یحییٰ بن عبداللہ کے لیے معافی نامہ لکھا اس پر تمام فقہا قضاۃ بنی ہاشم کے اعیان اور اکابر مثلاً عبدالصمد بن علی' عباس بن محمد' محمد بن ابراہیم' موسیٰ بن عیسیٰ اور ان کے ہم مرتبہ دوسرے عمائد کی شہادت ثبت کی نیز اس کے ساتھ بہت سے تحائف اور خلعت اور انعام جنس و نقد کی شکل میں بھیجے فضل نے یہ سب کچھ یحییٰ کے پاس بھیج دیا۔

یحییٰ بن عبداللہ سے حسن سلوک:

یحییٰ فضل کے پاس آ گیا۔ اور فضل اسے بغداد لے آیا۔ یہاں رشید اس سے بہت اچھی طرح پیش آئے۔ اس کی تعظیم و تکریم کی بہت سا روپیہ یکمشت اسے دیا۔ اور بڑی مقدار میں اس کی مدد معاش مقرر کر دی۔ چند روز تو اس نے یحییٰ بن خالد کے مکان میں بسر کیے اس کے بعد رشید نے ایک بہت پرتکلف مکان اس کے قیام کے لیے دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ یحییٰ کا انتظام کسی دوسرے کے سپرد کرتے خود رشید ہی اس کی ہر بات کے کفیل تھے۔

فضل بن یحییٰ کے اعزاز میں اضافہ:

یحییٰ کے مکان سے چلے جانے کے بعد انہوں نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی ملاقات اور سلام کے لیے اس کے پاس جائیں۔ اسی کے ساتھ رشید نے حد سے زیادہ فضل کا اعزاز اور اکرام کیا۔ مروان بن ابی حفصہ اور ابوثمامہ الخطیب نے اس سلسلہ میں

فضل کی تعریف میں قصیدے لکھے۔ فضل نے ابوعثامہ کو خلعت کے علاوہ ایک لاکھ درہم نقد دیئے۔ ابراہیم نے اس قصیدہ کو راگ میں بٹھا کر گایا۔

عبداللہ بن موسیٰ کا یحییٰ بن عبداللہ سے استفسار:

عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بیان کرتا ہے کہ جب یحییٰ بن عبداللہ دیلم سے آئے ہیں تو میں ان سے ملنے گیا وہ اس وقت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مکان میں مقیم تھے۔ میں نے ان سے کہا: اے چچا جان! نہ آپ کے بعد اب کوئی خبر دے گا اور نہ میرے بعد کوئی خبر سنے گا۔ بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے معاملے کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا بخدا! میری مثال حیی بن اخطب کے ان اشعار کے مصداق تھی:

لعمرك مالام ابن اخطب نفسه و لكنه من يخذل الله يخذل

يجاهد حتى ابلغ النفس حمدها و قلقل يبغى العز كل مقلقل

ترجمہ: ''تیری عمر کی قسم ابن اخطب نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو اس کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ مگر کیا کیا جائے جس کی مدد اللہ نہ کرے وہ بے یار و مددگار رہ جاتا ہے اس نے طلب...... عزت میں نہ کوئی کسر اٹھا رکھی اور نہ کوئی جتن باقی چھوڑا''۔

یحییٰ بن عبداللہ کی طلبی:

نوفلیوں کے ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم عیسیٰ بن جعفر سے ملنے گئے۔ وہ اس وقت تکیوں پر جو ایک دوسرے پر ان کے لیے رکھے گئے تھے ٹیک لگائے کھڑے تھے اور کسی بات کو یاد کر کے خود بخود ہنس رہے تھے۔ ہم نے اس کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے آج مجھے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ جو کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے کہا: اللہ جناب والا کی خوشی میں اور اضافہ کرے۔ کہنے لگے میں چاہتا ہوں مسند پر بیٹھے بغیر کھڑے ہوئے اس واقعہ کو بیان کروں۔ میں آج امیر المومنین رشید کی خدمت میں باریاب تھا۔ انہوں نے یحییٰ بن عبداللہ کو طلب کیا وہ فولادی بیڑیاں پہنے قید خانے سے حاضر کیا گیا۔ بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ بکار آل ابی طالب کا شدید دشمن تھا اور ہمیشہ ہارون سے ان کی شکایت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ہارون نے اسے مدینہ کا والی مقرر کر کے آل ابی طالب پر سختیاں کرنے کی ہدایت کی تھی۔

یحییٰ بن عبداللہ کا دعویٰ:

جب یحییٰ کو آواز دی گئی تو رشید نے ہنستے ہوئے اس سے کہا کہ آیئے آیئے یہ تو اس بات کا مدعی ہے کہ ہم نے اسے زہر دے دیا ہے یحییٰ نے کہا ادعا کے کیا معنی۔ یہ دیکھو میری زبان کا کیا حال ہے اس نے اپنی سبز شدہ زبان باہر نکالی جو آبلوں سے پر تھی اسے دیکھ کر رشید کا رنگ متغیر ہو گیا اور ان کا غضب اور بڑھ گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ کی ہارون الرشید سے درخواست:

اس رنگ کو دیکھ کر اب یحییٰ نے منت سماجت شروع کی اور کہا۔ امیر المومنین ہم آپ کے عزیز قریب ہیں۔ ترک یا دیلم نہیں ہیں۔ ہم اور آپ ایک ہی خاندان سے ہیں۔ میں آپ کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس قید اور عذاب سے مجھے رہا کریں یہ سن کر ہارون کا دل تو نرم ہوا مگر اس زبیری نے رشید سے بڑھ کر کہا۔ امیر المومنین اس

کی نرم اور عاجزانہ باتوں میں نہ آیئے۔ یہ باغی نافرمان ہے اور اس کی یہ تمام گفتگو مکر اور خبث نیت پر مبنی ہے اسی نے ہمارے شہر مدینہ میں بغاوت برپا کر کے اسے ہمارے رہنے کے قابل نہ رکھا۔

یحییٰ بن عبداللہ اور بکار میں تلخ کلامی:

اس گفتگو کو سن کر یحییٰ کو طیش آ گیا اس نے امیر المومنین سے اجازت لیے بغیر بکار سے کہا۔ اللہ تم کو سمجھے تم کون ہو تمہارے لیے میں نے مدینہ کو نا قابل سکونت بنا دیا۔ کیا خوب! زبیری نے کہا۔ امیر المومنین سن لیجیے جب آپ کے سامنے یہ گفتگو ہے تو آپ کے غیبت میں تو یہ کیا کچھ نہ کہے گا۔ ہماری اہانت کے لیے یہ کہتا ہے کہ تم کیا ہو۔ یحییٰ نے اسے خطاب کر کے کہا ہاں ٹھیک کہتا ہوں۔ تم کون ہو۔ اللہ مدینہ کو تم سے بچائے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ مہاجر تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہوتا کون ہے کہ کہہ سکے کہ ہمارے مدینہ کو ہمارے لیے نا قابل سکونت بنا دیا گیا۔ میرے آبا اور ان کے آبا کی وجہ سے تمہارا باپ ہجرت کر کے مدینہ آیا تھا۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خطاب:

اب اس نے رشید کو خطاب کر کے کہا۔ امیر المومنین اصل میں تو اہل عزت ہم اور آپ ہیں اگر ہم نے آپ کے خلاف خروج کیا تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم نے اپنا پیٹ بھر لیا اور ہمیں بھوکا چھوڑ دیا۔ تم نے تو کپڑے پہنے اور ہمیں ننگا رہنے دیا۔ تم سواریوں پر بیٹھ گئے اور ہمیں پیدل رہنے دیا۔ ہم آپ کے مقابلہ پر اپنے خروج کی یہ توجیہ کر سکتے ہیں اور آپ بھی ہمیں اس وجہ سے مورد الزام قرار دے سکتے ہیں تو یہ برابر کی چوٹیں ہیں۔ عوض معاوضہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ یقینی بات ہے کہ امیر المومنین ضرور اپنے قریبی اعزاز پر فضل و احسان کریں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ اور ان کے ایسے دوسرے فرومایہ اشخاص کو یہ کیسے جرأت ہوئی کہ وہ آپ کے اہل بیت پر زبان درازیاں کریں اور آپ سے چغل خوری کرتے ہیں۔ بخدا! یہ ہماری شکایت آپ کی خیر خواہی کی نیت سے نہیں کرتا ہے۔ بلکہ جس طرح یہ آپ سے ہماری چغل خوری کرتا ہے اسی طرح ہمارے پاس آ کر بغیر بھلائی کی نیت کے آپ کی چغل خوری ہم سے کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے آپ کے تعلقات خراب ہوں اور ہم میں سے جو بھی برباد ہو اسے بغلیں بجانے کا موقع ملے۔

بکار پر یحییٰ بن عبداللہ کا الزام:

امیر المومنین! خدا کی قسم جب میرا بھائی محمد بن عبداللہ مارا گیا تو یہ میرے پاس تعزیت کے لیے آیا۔ اور اس نے کہا کہ اس کے قاتل پر اللہ کی لعنت ہو نیز اس نے تقریباً بیس شعروں کا مرثیہ مجھے سنایا اور یہ بھی کہا کہ اگر خلافت کے لیے تم جدوجہد کرو تو میں سب سے پہلے تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں اور یہ کہ بصرہ کیوں نہیں چلتے ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں۔

محمد بن عبداللہ کا مرثیہ:

یہ سن کر زبیری کا رنگ متغیر ہو کر سیاہ پڑ گیا۔ ہارون نے کہا سنتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کا کیا جواب۔ اس نے کہا امیر المومنین یہ جھوٹا ہے میں نے ایک حرف بھی اس قسم کا اس سے نہیں کہا۔ ہارون نے یحییٰ بن عبداللہ سے کہا وہ مرثیہ سنا سکتے ہو جو اس نے محمد کا کہا تھا۔ اس نے کہا ابھی سن لیجیے اور سنا دیا۔ زبیری کہنے لگا۔ امیر المومنین اس خدائے واحد کی قسم جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جو کچھ اس نے کہا اس میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی اور نہ میں نے یہ قصیدہ لکھا۔ اپنے اس قول کی شہادت کے لیے اس نے ایک طویل جھوٹی قسم کھائی۔ ہارون نے یحییٰ سے کہا سنو۔ اس نے تو اپنے انکار پر قسم کھائی ہے۔ کیا ایسے گواہ ہیں جنہوں نے یہ مرثیہ

اس کی زبانی سنا ہے؟

یحییٰ بن عبداللہ کا حلف کا مطالبہ:

یحییٰ نے کہا: امیر المومنین ایسے گواہ تو نہیں ہیں مگر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں جس طرح چاہوں اس سے حلف لوں۔ ہارون نے کہا اچھا تم حلف لو۔ اس نے زبیری سے کہا یوں قسم کھاؤ اگر میں نے یہ مرثیہ کہا ہو تو میں اللہ کی طاقت اور قوت کی حمایت سے نکل کر اپنی طاقت اور قوت کے سپرد ہوتا ہوں۔ زبیری نے کہا: امیر المومنین یہ کیا حلف ہے جو مجھ سے یہ لینا چاہتا ہے میں پہلے ہی خدائے واحد کی قسم کھا چکا ہوں۔ اب یہ مجھ سے ایسے الفاظ ادا کرانا چاہتا ہے جس کے مفہوم ہی سے میں آگاہ نہیں ہوں۔

بکار کا انتقال:

یحییٰ بن عبداللہ کہنے لگا۔ امیر المومنین اگر یہ سچا ہے تو اسے اس طرح قسم کھانے میں کیوں تامل ہے۔ ہارون نے زبیری سے کہا' کیوں قسم نہیں کھاتے۔ حلف اٹھاؤ۔ زبیری نے کہا میں اللہ کی طاقت وقوت کی حمایت سے نکل کر اپنی طاقت اور قوت کے سپرد ہوتا ہوں۔ اتنا کہتے ہی وہ کانپنے لگا اور کہنے لگا امیر المومنین اس قسم کا کیا مطلب ہے۔ جو یہ مجھ سے ادا کرا رہا ہے میں تو پہلے ہی سب سے بڑی شے یعنی خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا چکا ہوں۔ ہارون نے کہا۔ اب تم کو اسی طرح قسم کھانا پڑے گی۔ ورنہ میں سمجھوں گا کہ وہ سچا ہے اور پھر تم کو اس کی سزا دوں گا۔ اب اس نے کہا کہ اگر میں نے محمد کا مرثیہ لکھا ہو تو میں اللہ کی طاقت اور قوت کی حمایت سے نکل کر اپنی قوت و طاقت کے سپرد ہوتا ہوں۔ یہ حلف اٹھا کر وہ ہارون کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ باہر نکلتے ہی اسے فالج ہوا اور اسی وقت وہ مر گیا۔ یہ واقعہ بیان کر کے عیسیٰ بن جعفر کہنے لگا کہ مجھے خوشی اس بات کی ہوئی کہ زبیری اور یحییٰ کے درمیان جو واقعہ پہلے پیش آ چکا تھا اسے یحییٰ نے بلا کم وکاست حرف بحرف صحیح بیان کر دیا۔

بکار کی موت کی دوسری روایت:

البتہ بنی زبیر بکار کی موت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی بیوی نے جو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھی اسے قتل کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ باوجودیکہ وہ اپنے خاوند کو چاہتی تھی۔ پھر بھی اس نے اس پر ایک جاریہ رکھ لی۔ اس وجہ سے وہ اس کی دشمن ہوگئی۔ اس نے بکار کے دو زنگی غلاموں سے کہا کہ یہ فاسق تم کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔ نیز اس نے ان کو کچھ دے کر ہموار کر لیا اور کہا کہ تم دونوں اس کے قتل کرنے میں میری مدد کرو۔ وہ راضی ہو گئے۔ بکار سو رہا تھا۔ یہ اس کے حجرے ان دونوں غلاموں کو لے کر گئی وہ دونوں اس کے منہ پر بیٹھ گئے اور دم گھٹنے کی وجہ سے وہ مر گیا۔ اس کے بعد اس عورت نے ان دونوں کو اتنی نبیذ پلائی کہ بستر کے پاس ہی ان کو تے ہوگئی۔ پھر اس نے ان کو باہر نکال دیا اور اپنے مقتول خاوند کے سرہانے ایک بوتل رکھ دی۔ صبح کو اس کے تمام اعزا جمع ہوئے تو اس کی بیوی نے کہا کہ نشہ سے اس کا دماغ متاثر ہوا۔ اس بے ہوشی میں اس کے حلق میں ایسا پھندا پڑا کہ سانس رک گئی اور وہ مر گیا۔ ان دونوں غلاموں کو پکڑ کر جب خوب پیٹا گیا تو انہوں نے اقرار کر لیا کہ ہم نے اس کی بیوی کے حکم سے اسے قتل کیا ہے۔ اس شہادت کے بعد اس کی بیوی کو گھر سے نکال دیا گیا۔ اور متوفی کے مال متروکہ میں سے اسے کوئی ورثہ نہیں دیا گیا۔

محمد بن الحسن کا عہد امان کے متعلق فتویٰ:

جس روز رشید نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کو اپنے سامنے بلایا اس روز قاضی ابوالبختری اور محمد بن الحسن ابو یوسف کے دوست

بھی وہاں موجود تھے۔ رشید نے وہ عہد امان منگوایا جو انہوں نے یحییٰ سے کیا تھا اور محمد بن الحسن سے پوچھا کہ اس عہد نامہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ آیا یہ صحیح ہے۔ محمد بن الحسن نے کہا بے شک یہ صحیح ہے۔ اس میں کوئی قانونی سقم نہیں ہے۔ رشید ان سے حجت کرنے لگے۔ محمد نے کہا یہ امان نامہ تو ایک طرف رہا۔ اگر وہ لڑا ہوتا اور پھر اس نے پیٹھ پھیری ہوتی تب بھی وہ مامون تھا۔ اس فتویٰ کی وجہ سے رشید محمد بن الحسن سے برداشتہ خاطر ہو گئے۔

عہدۂ قاضی القضاۃ پر ابوالبختری کا تقرر:

اس کے بعد انہوں نے ابوالبختری سے کہا کہ تم اس تحریر کو غور سے پڑھ کر اپنی رائے دو۔ اس نے کہا یہ عہد نامہ اس اور اس وجہ سے ناقص ہے۔ اسے سن کر رشید نے کہا میں نے تم کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ تم بے شک اس عہد نامہ کی قانونی حیثیت سے زیادہ واقف ہو۔ پھر انہوں نے اسے پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا۔ اور ابوالبختری نے اس پر تھوک دیا۔ بکار بن عبداللہ بن مصعب اس وقت دربار میں موجود تھا۔ اس نے یحییٰ بن عبداللہ کو مخاطب کر کے اس کے منہ پر کہا تو نے ہمارے اتحاد کو توڑ دیا۔ تو جماعت سے علیحدہ ہو گیا تو نے ہماری مشترکہ بات کی مخالفت کی۔ تو نے ہمارے خلیفہ کو برباد کرنے کا ارادہ کیا اور تو نے یہ کیا اور یہ کیا۔ یحییٰ نے کہا۔ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ تم ہوتے کون ہو۔ رشید اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا اور خوب ہنسے۔ یحییٰ کھڑا ہوا کہ پھر جیل جائے مگر رشید نے اس سے کہا کہ پلٹ آؤ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر کہا تم لوگ دیکھ رہے ہو اب تک علالت کے آثار اس میں موجود ہیں۔ اگر یہ مر جاتا تو سب لوگ یہی کہتے کہ ہم نے اسے زہر دے دیا۔ یحییٰ نے کہا بے شک میں تو جب سے قید ہوا ہوں مسلسل بیمار چلا آتا ہوں۔ اور اس قید سے پہلے بھی میں بیمار تھا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی یحییٰ نے انتقال کیا۔

عبداللہ بن عباس کا بیان:

عبداللہ بن العباس بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی جو خطیب مشہور تھا۔ بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں اور میرے باپ رشید سے ملنے کے لیے ان کے آستانے پر حاضر تھے۔ اس روز اس قدر سپاہی اور عہدہ دار وہاں تھے کہ ہم نے کسی دوسرے خلیفہ کی بارگاہ پر ان سے پہلے یا بعد اتنا مجمع نہیں دیکھا۔ اب فضل بن الربیع باہر آیا اور اس نے میرے باپ سے کہا کہ اندر چلئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آیا اور اب اس نے مجھ سے کہا کہ چلئے میں اندر گیا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک عورت سے باتیں کر رہے ہیں میرے باپ نے مجھے اشارے میں یہ بات کہی کہ وہ نہیں چاہتے کہ آج کوئی آئے مگر حاضرین دربار کی کثرت دیکھ کر میں نے بطور خاص تمہارے لیے اجازت لی تاکہ جب لوگ اس طرح اندر آتے تم کو دیکھیں گے ان کے دلوں میں تمہاری عزت اور وقعت ہو گی۔

عبداللہ بن مصعب کی ہارون الرشید سے ملاقات کی درخواست:

ہمیں دربار میں آئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ فضل بن الربیع نے اندر آ کر رشید سے عرض کیا کہ عبداللہ بن مصعب الزبیری حاضر اور اجازت کا خواستگار ہے۔ رشید نے کہا مگر میں تو آج کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتا۔ فضل نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں ایک خاص بات امیر المومنین سے کہنا چاہتا ہوں۔ رشید نے کہا تم اس سے جا کر کہو وہ تم سے کہہ دے۔ فضل نے کہا میں نے پہلے ہی۔ اس سے کہا تھا۔ مگر اس نے کہا کہ میں صرف امیر المومنین ہی سے بیان کروں گا۔

عبداللہ بن مصعب کی طلبی:

رشید نے کہا اچھا بلالو۔ فضل اسے بلانے گیا اور اب وہ پھر اس عورت سے باتیں کرنے لگے۔ میرے باپ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اسے کچھ کہنا نہیں ہے وہ صرف حاضرین آستانہ کو یہ جتانا چاہتا ہے کہ ہمیں امیر المومنین نے کسی خصوصیت کی وجہ سے نہیں بلایا بلکہ ہم بھی ان سے کچھ عرض کرنے آئے ہیں جس طرح کہ وہ اب آ رہا ہے۔

اتنے میں زبیری اندر آ گیا اور اس نے کہا امیر المومنین میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں انہوں نے کہا کہو۔ اس نے کہا وہ راز کی بات ہے۔ رشید نے کہا۔ عباس سے کوئی بات راز نہیں یہ سن کر میں دربار سے جانے کے لیے اٹھا۔ رشید نے کہا اے میرے دوست تم سے بھی کوئی بات راز نہیں۔ میں اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ کے خلاف شکایت:

رشید نے زبیری سے کہا۔ کہو کیا بات ہے۔ اس نے کہا امیر المومنین بخدا! مجھے آپ کے لیے آپ کی بیوی کی طرف سے آپ کی بیٹی سے آپ کی اس جاریہ سے جو آپ کے ساتھ سوتی ہے اور اس خدمت گار سے جو آپ کو کپڑے پہناتا ہے' اور ان عہدیداروں کی طرف سے جو دنیا کے مقابلہ میں آپ سے بہت ہی خاص تعلق رکھتے ہیں اور ان کی طرف سے جو آپ سے بہت دور کا واسطہ رکھتے ہیں خطرہ ہے میں نے دیکھا کہ رشید کا رنگ متغیر ہو گیا۔ انہوں نے کہا اچھا کہو پھر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ یحییٰ بن عبداللہ کی دعوت میرے پاس آئی ہے اور جب یہ تحریک باوجود میری اس کی مداوت کے مجھ تک پہنچی ہے تو ضرور آپ کے آستانے پر کوئی شخص ایسا باقی نہ ہوگا جو آپ کی مخالفت کے لیے اس کے ساتھ ہو گیا ہو۔ رشید نے کہا کیا یہ بات تم اس کے منہ پر کہہ سکتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں! رشید نے حکم دیا کہ یحییٰ کو حاضر کیا جائے وہ حاضر ہوا زبیری نے اس کے روبرو وہی بات دوبارہ بیان کی۔

یحییٰ بن عبداللہ کی مباہلہ کی پیشکش:

یحییٰ نے کہا امیر المومنین اگر یہ بات ایسے شخص کے متعلق کہی جاتی جو آپ سے بہت ہی کم مرتبہ کا ہوتا اور ایسے شخص کے بارے میں کہی جاتی جس کے اعوان و انصار میرے انصار کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتے ہیں تو بھی ایسی صورت میں کہ آپ مجھ پر پوری طرح قابو پا چکے ہیں۔ آپ کی دسترس سے بچ نہیں سکتا تھا۔ علاوہ اس کے کہ میں بالکل بے بس اور مجبور ہوں یوں بھی میں آپ کا عزیز قریب ہوں بہتر یہ ہے کہ آپ میرے معاملہ میں جلد بازی نہ فرمائیں بلکہ مہلت دیں۔ ممکن ہے کہ آپ کو میرے خلاف اپنے ہاتھ اور زبان سے کام ہی لینا نہ پڑے اور اس کے بغیر ہی آپ میرے معاملہ سے عہدہ برآ ہو جائیں نیز یہ ممکن ہے کہ یہ شخص ایسے طریقے پر جسے آپ نہیں جانتے آپ سے قطع رحم کرانا چاہتا ہو۔ تھوڑی دیر توقف فرمایئے میں آپ کے سامنے اس سے مباہلہ کرتا ہوں۔ رشید نے کہا۔ عبداللہ اگر تم مباہلہ کے لیے تیار ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھ لو۔

یحییٰ بن عبداللہ بن مصعب کا مباہلہ:

پہلے خود یحییٰ نے کھڑے ہو کر قبلہ رو جلد جلد دو رکعت نماز پڑھی۔ عبداللہ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر یحییٰ دو زانو بیٹھا اور عبداللہ سے کہا کہ تم بھی اسی طرح بیٹھو۔ پھر یحییٰ نے اپنا داہنا ہاتھ اس کے داہنے ہاتھ میں ڈال کر کہا اے بار الہٰ! اگر یہ بات تیرے علم میں آ چکی ہے۔ کہ میں نے عبداللہ بن مصعب کو اس شخص (اس نے اپنا ہاتھ رشید پر رکھا اور اشارہ بھی کیا) کی مخالفت میں دعوت دی ہے تو

مجھے اپنے عذاب سے ہلاک کر دے اور مجھے میری طاقت وقوت کے سپرد کر دے۔ ورنہ تو عبداللہ کو اس کی اپنی طاقت وقوت کے سپرد کر۔ اور اسے اپنے عذاب سے ہلاک کر دے۔ آمین اے رب العالمین۔ عبداللہ نے بھی کہا آمین اب یحییٰ بن عبداللہ نے عبداللہ بن مصعب سے کہا کہ جس طرح میں نے ان جملوں کو ادا کیا ہے اسی طرح تم کہو۔ چنانچہ عبداللہ نے کہا اے بار الہ اگر تیرے علم میں یہ بات آ چکی ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ نے مجھے اس شخص کی مخالفت میں شرکت کی دعوت نہیں دی تو مجھے تو میری طاقت وقوت کے سپرد کر دے اور اپنے عذاب سے مجھے ہلاک کر دے ورنہ تو اسے اس کی طاقت وقوت کے سپرد کر اور اپنے عذاب سے اسے ہلاک کر آمین یا رب العالمین۔

عبداللہ بن مصعب کی عباس بن حسن سے ملاقات کی درخواست:

اس گفتگو کے بعد دونوں علیحدہ ہو گئے۔ یحییٰ کو پھر قید خانہ لے جانے کا حکم دیا گیا۔ وہ قصر کے ایک سمت میں قید کر دیا گیا جب وہ اور عبداللہ بن مصعب دربار سے چلے گئے تو رشید نے میرے باپ سے کہا کہ میں نے اس کے ساتھ یہ کیا اور یہ کیا انہوں نے اپنے احسانات بتائے۔ اس پر میرے باپ نے اس کی سفارش میں خود اپنی جان کے خوف سے غیر موثر سے ایک دو جملے کہہ دیئے۔ رشید نے ہمیں دربار برخاست کا حکم دیا ہم پلٹ آئے۔ میں حسب عادت اپنے باپ کا سیاہ لباس اتارنے لگا۔ میں ان کا بکلوس کھول رہا تھا۔ غلام نے آ کر کہا عبداللہ بن مصعب کا آدمی حاضر ہے میرے باپ نے کہا بلالو۔ وہ اندر آیا۔ میرے والد نے پوچھا کیوں آئے۔ کہنے لگا میرے مالک نے خدا کے واسطے آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ آپ اسی وقت ان کے پاس آئیں میرے والد نے کہا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میں اس وقت تک امیر المومنین کی خدمت میں حاضر تھا۔ ابھی آیا ہوں خود آنے سے معذور ہوں۔ مگر میں اپنے بیٹے عبداللہ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ جو چاہو اس سے کہہ دو تم جاؤ یہ تمہارے پیچھے ہی آتا ہے۔

عباس بن حسن کا عبداللہ کی ملاقات سے گریز:

اس کے جانے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس نے مجھے اس لیے بلایا ہے کہ جو جھوٹا حلف اس نے کیا ہے اس میں میں اس کی کچھ مدد کروں۔ حالانکہ اگر میں ایسا کروں تو گویا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت کا کوئی لحاظ یا خیال نہیں رکھا اور اسے قطع کر دیا۔ اور اگر اس کی مخالفت کروں تو وہ میری امیر المومنین سے شکایت کرے گا۔ قاعدہ ہے (لوگ مصیبت کے وقت اپنی اولاد کو ذریعہ نجات بناتے ہیں) تم جاؤ اور جو بات وہ کہے اس کا صرف یہ جواب دو کہ میں اپنے والد سے جا کر کہتا ہوں۔ میں تم کو بھیج تو رہا ہوں مگر مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ضرور ہے۔

عباس بن حسن کا اندیشہ:

جب عبداللہ بن مصعب وغیرہ کے جانے کے بعد ہم دیر تک رشید کی خدمت میں رکے رہے۔ اور پھر پلٹ کر آنے لگے تو اس وقت میرے والد نے مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ کیا تم نے اس غلام کو نہیں دیکھا جو ایوان میں عقب سے نکل کر یکایک سامنے آ گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ میں سمجھتا ہوں کہ ہم ابھی ایوان سے باہر بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ اس نے یحییٰ کا کام تمام کر دیا ہوگا۔ اور عبداللہ بن مصعب کو اب ہماری بھی فکر ہوگی۔

عبداللہ بن مصعب کا انتقال:

میں اس آدمی کے ساتھ اپنے گھر سے چلا کچھ راستہ طے کرنے کے بعد جب کہ میں اپنے اس طرح اس کے پاس جانے پر

پریشان سا تھا۔ میں نے اس کے غلام سے پوچھا کہو تو اس کا خیال کیا ہے اور کیوں اس نے اس وقت میرے والد کو بلوایا ہے۔ اس نے کہا جب وہ ڈیوڑھی سے آئے تو اپنے گھوڑے سے اترتے ہی پیٹ پیٹ پکارنے لگے۔ میں نے اس کی اس بات پر مطلقاً کوئی توجہ نہیں کی اور اسے کوئی وقعت نہیں دی۔ جب ہم کوچہ کے سرے پر پہنچے یہ سر بند کوچہ تھا۔ غلام نے دونوں پھاٹک کھول دیئے وہاں پہنچتے ہی ہم نے دیکھا کہ عورتیں بال بکھیرے ڈوریوں سے گات باندھے اپنے منہ پیٹ رہی ہیں۔ اور واویلا کر رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مصعب ختم ہو چکا۔

عباس بن حسن کا اظہار اطمینان:

اس منظر کا میرے قلب پر خاص اثر پڑا اور میں نے اپنے گھوڑے کی باگ اپنے گھر کی طرف موڑی اور اس قدر تیزی سے کہ جس کا اتفاق مجھے آج تک اس دن سے پہلے یا بعد نہیں ہوا۔ اسے بھگاتا ہوا میں اپنے گھر آیا چونکہ میرے والد میری وجہ سے متفکر تھے۔ اس وجہ سے تمام غلام خدمت گار اور شاگرد پیشہ ڈیوڑھی پر میرے لیے چشم براہ تھے مجھے دیکھتے ہی وہ دوڑ کر میرے والد کے پاس گئے انہیں میرے آنے کی اطلاع کی وہ خود محض قمیص پہنے اور لنگی باندھے خوفزدہ مجھے لینے بڑھے۔ اور گھبرا کر بلند آواز میں پوچھا خیر ہے۔ میں نے کہا وہ مر گیا کہنے لگے اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے ہلاک کر دیا اور تم کو اور ہم کو اس کی طرف سے ہمیشہ کے لیے مطمئن کر دیا ہے۔

عباس بن حسن کی طلبی:

ابھی ان کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ رشید کے خدمت گار نے حاضر ہو کر کہا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ابھی آپ اور یہ دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب ہم رشید کی خدمت میں جا رہے تھے تو میرے باپ نے راستے میں مجھ سے کہا کہ یحییٰ پر اللہ کی رحمت ہو اگر اس کے اہل بیت اس کے نبی ہونے کا دعویٰ کریں تو یہ دعویٰ صحیح ہوگا اب تو وہ اللہ کے پاس ہوگا۔ کیونکہ بخدا! مجھے یقین ہے کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ کو عبداللہ بن مصعب کی موت کی اطلاع:

ہم رشید کے پاس آئے۔ دیکھتے ہی انہوں نے کہا اے عباس بن الحسن کچھ خبر ہے کہ کیا ہوا۔ میرے والد نے کہا امیر المومنین اسی خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے امیر المومنین کو قطع رحم کے ارتکاب سے بچا لیا اور اسے اس کی کذب بیانی کے پاداش میں ہلاک کر دیا۔ رشید کہنے لگے نہیں جی۔ بخدا! وہ تو زندہ اور سلامت ہے۔ سراپردہ اٹھایا گیا۔ یحییٰ اندر آیا اسے دیکھ کر میرے والد کھوئے گئے۔ دوسری طرف اسے دیکھتے ہی رشید نے للکارا اے ابو محمد تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے تمہارے سرکش دشمن کو ہلاک کر دیا۔ یحییٰ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے دشمن کے کذب کو امیر المومنین پر آشکار کر دیا اور قطع رحم سے بچا لیا۔ امیر المومنین بخدا! اگر حقیقت یہ ہوتی کہ میں خلافت کا طالب اس کا خواہش مند یا اس کے لیے ساعی ہوتا تو بھلا مجھ پر کیا گزرتی۔ میں درحقیقت نہ خلافت کا طالب ہوں نہ اس کا امیدوار۔ اگر مجھے یہ بات معلوم ہوتی کہ صرف عبداللہ بن مصعب کے ذریعہ میں اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں اور اس وقت ہم صرف تین آدمی میں وہ اور آپ ہی اس دنیا میں باقی ہوتے۔ تب بھی میں آپ کے خلاف اس کی مدد حاصل نہیں کرتا۔

یحییٰ بن عبداللہ کی اسیری وانعام:

اس کے بعد اس نے فضل بن الربیع کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ کی مصیبتوں میں ایک یہ ہے۔ اس شخص کا یہ حال ہے کہ اگر آپ اسے دس ہزار درہم دیں اور پھر اسے میرے ہمراہ صرف ایک کھجور زیادہ ملنے کی توقع ہو تو وہ ضرور آپ کو بیچ ڈالے۔ رشید کہنے لگے مگر اس عباسی کے حق میں سوائے خیر کے اور دوسری بات نہ کہنا۔ رشید نے اسے اس روز ایک لاکھ دینار دیئے وہ چند روز ہی قید رہا تھا۔

ابو یونس نے بیان کیا ہے کہ اس مرتبہ کی قید کو شامل کر کے رشید نے یحییٰ کو تین مرتبہ قید کیا تھا۔ اور چار لاکھ دینار اسے دیئے۔

اس سال شام میں نزاری اور یمانی قبائل عرب کے درمیان فرقہ ورانہ نزاع ہوئی۔ اس وقت ابو الہیذام نزاری عربوں کا سرغنہ تھا۔

نزاری اور یمانی عربوں میں فساد:

جس وقت شام میں یہ فتنہ رونما ہوا اس وقت موسیٰ بن علی حکومت کا عامل تھا۔ اس جھگڑے میں طرفین کے ہزارہا آدمی کام آ گئے رشید نے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد کو شام کی ولایت تفویض کی اور کئی فوجی اور ملکی عہدیدار مع باقاعدہ سپاہ کی ایک معقول جمعیت کے اس کے ساتھ کیے۔ موسیٰ کے شام آتے ہی فریقین نے اپنے معاملہ کو صالح بن علی الہاشمی کے تصفیہ پر موقوف کر دیا۔ موسیٰ شام میں فروکش ہو گیا اس نے اہل شام کے درمیان صلح وصفائی کرا دی اور فتنہ دب گیا۔ سب معاملات ٹھیک ہو گئے۔ اس کی اطلاع رشید کو مدینۃ السلام میں ہوئی رشید نے بانیان فساد کے معاملہ کو یحییٰ کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہے ان کے ساتھ کرے۔ مگر اس نے ان کو اور ان کی غیر آئینی کارروائیوں کو معاف کر دیا۔ اور انہیں بغداد بلایا۔

غطریف بن عطا کی معزولی:

اس سال رشید نے غطریف بن عطا کو خراسان کی ولایت سے علیحدہ کر دیا اور اس جگہ حمزہ بن مالک بن ہیثم الخزاعی کو مقرر کیا۔ عروسی حمزہ کا لقب تھا۔ نیز اس سال انہوں نے جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کو مصر کا والی مقرر کیا اور جعفر نے عمر بن مہران کو مصر کا والی بنایا۔

عمر بن مہران:

جب رشید کو معلوم ہوا کہ موسیٰ بن عیسیٰ عامل مصر بغاوت پر آمادہ ہے تو کہنے لگے بخدا! میں اپنے ایک سب سے زیادہ منحوس اور خسیس شخص کو مصر کا والی مقرر کروں گا۔ ایسا کوئی شخص ہمارے ہاں موجود ہو تو اس کی نشاندہی کی جائے۔ لوگوں نے عمر بن مہران کا نام لیا۔ یہ اس وقت تک خیزران کی سرکاری میں ایک منشی تھا۔ اس نے خیزران کے علاوہ کسی دوسری جگہ ملازمت ہی نہیں کی۔ یہ بھینگا نہایت بدشکل تھا۔ بہت ہی معمولی کپڑے پہنتا تھا۔ اس کی خست کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ اس کا چغہ جو اس کے لباس میں سب سے ارفع ہوتا وہ تیس درہم مالیت کا ہوتا تھا۔ اس کے تمام کپڑے کوتاہ اور تنگ ہوتے تھے۔ آستین بھی چھوٹی تھی۔ سواری میں ایک خچر تھا۔ جس کی ایک باگ ڈور تھی اور ایک فولادی لگام تھی۔ اپنے غلام کو اپنے پیچھے ہی بٹھا لیتا تھا۔

امارت مصر پر عمر بن مہران کا تقرر:

رشید نے اسے بلا کر مصر کا والی امور عامہ مقرر کر دیا اس نے کہا۔ امیر المومنین میں ایک شرط پر اس خدمت کو قبول کرتا ہوں۔

انہوں نے پوچھا وہ کیا اس نے کہا وہ یہ کہ اس عہدہ پر رہنا یا اس سے علیحدہ ہونا میرے اختیار میں رہے۔ تا کہ جب میں اس علاقہ کا انتظام درست کر دوں تو واپس چلا آؤں۔ رشید نے یہ شرط منظور کر لی اور اب وہ مصر روانہ ہو گیا۔

عمر بن مہران اور موسیٰ بن عیسیٰ کی ملاقات:

اس کے والی مصر ہونے کی خبر موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر میں ہو گئی وہ اس کا منتظر رہا۔ عمر بن مہران اس طرح مصر آیا کہ وہ خود ایک خچر پر سوار تھا اور سامان کے خچر پر اس کا غلام سوار تھا۔ مصر آتے ہی یہ سیدھا موسیٰ بن عیسیٰ کے قصر میں گیا۔ وہاں دربار لگا ہوا تھا۔ یہ سب کے آخر میں بیٹھ گیا۔ جب سب لوگ اٹھ گئے تو موسیٰ نے اس سے کہا اے شیخ کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں اللہ امیر کو شاد کام رکھے۔ پھر اس نے سرکاری مراسلے لے جا کر اس کے حوالے کیے موسیٰ نے کہا اچھا تو ابوحفص آتا ہے۔ اللہ اسے سلامت رکھے۔ عمر نے کہا میں ابوحفص ہوں۔ موسیٰ نے پوچھا تمہارا نام عمر بن مہران ہے اس نے کہا ہاں۔ موسیٰ نے کہا' فرعون پر اللہ کی لعنت ہو۔ کیا یہی مصر ہے۔ جس کی حکومت پر اسے ناز تھا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی خدمت کا جائزہ اس کے حوالے کر دیا اور مصر سے چلا گیا۔

عمر بن مہران کی تحائف کے متعلق ابودرہ کو ہدایت:

عمر بن مہران نے اپنے غلام ابودرہ کو ہدایت کر دی کہ سوائے ان تحائف کے جو تھیلوں میں رکھ سکیں اور کوئی ہدیہ سواری کا جانور' لونڈی یا غلام قبول نہ کرنا چنانچہ جب لوگ اسے تحائف بھیجتے تو وہ ہر قسم کی کھانے کی چیزوں اور خشک و تر میووں کو رد کر دیتا تھا البتہ نقد روپیہ اور کپڑے قبول کرتا اور ان کو عمر کی خدمت میں پیش کر دیتا عمر نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ ان نذرانوں پر ان کے داخل کرنے والوں کے نام لکھ کر ان کو محفوظ کر دیتا۔

مال گزاری کی وصولی:

اب اس نے مال گذاری کی وصولی شروع کی۔ مصر میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسے لوگوں کی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ بلا وجہ ادائی خراج میں التوا کرنے کے عادی تھے۔ نیز وہ کم بھی ادا کرنے لگے تھے۔ عمر نے ایک شخص سے ادائی خراج کا مطالبہ شروع کیا۔ اس نے فوری ادائی سے اپنی ناقابلیت کا ادعا کیا۔ عمر نے قسم کھا کر کہا کہ اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو اب تجھے تمام سرکاری مطالبہ مدینۃ السلام کے خزانہ عامرہ میں داخل کرنا پڑے گا۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میں یہیں داخل کرتا ہوں آپ اسے قبول کریں۔ اور مجھے اس مشقت سفر سے معافی دے دیں۔ عمر نے کہا مگر اب تو میں قسم کھا چکا ہوں اور اس کی خلاف ورزی کس طرح نہیں کروں گا۔

عمر بن مہران کا ہارون الرشید کے نام خط:

عمر نے اسے دو سپاہیوں کی نگرانی میں مدینۃ السلام روانہ کر دیا۔ چونکہ اس زمانے میں عمال ممالک براہ راست خلیفہ وقت سے مراسلت کرنے کے مجاز تھے۔ اس وجہ سے عمر نے ایک معروضہ بھی رشید کے نام اس مضمون کا کہ میں نے فلاں بن فلاں سے ادائی خراج کا مطالبہ کیا۔ اس نے مجھ سے التواء کی درخواست کی اور مہلت مانگی۔ میں نے اسے مہلت دے دی۔ اس کے بعد میں نے اس سے پھر مطالبہ کیا۔ اس مرتبہ اس نے مجھ سے حجت کی اور ٹالنے لگا۔ اس وقت میں نے قسم کھائی کہ اب تجھے اپنا تمام زرلگان مدینۃ السلام کے بیت المال میں داخل کرنا پڑے گا۔ اس پر اس قدر رقم واجب الادا ہے۔ میں اسے امیر المومنین کے سپاہیوں میں سے فلاں بن فلاں' فلاں بن فلاں کی قیادت میں بارگاہ سامی میں بھیجتا ہوں۔ مناسب ہو کہ امیر المومنین اس کی رسید سے مجھے مطلع فرمائیں۔

لکھ کر ان محافظ سپاہیوں کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیج دیا۔ اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ پھر کسی شخص نے ادائی خراج میں کوئی پیل وحجت اس سے نہیں کی۔ اس نے پہلی اور دوسری فصل کا خراج بلا عذر پورا وصول کر لیا۔ تیسری فصل پر جب اس نے مطالبہ کیا تو لوگوں نے اپنی ناقابلیت ادائی کا عذر کر کے التواء کی خواہش کی اس نے تمام مال گزاروں اور تاجروں کو طلب کر کے ان سے خود خراج کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اقتصادی مشکلات کی بنا پر ادائی خراج سے انکار کیا۔

اہل مصر کی ادائی خراج:

عمر نے حکم دیا کہ جو تحائف ان لوگوں نے ہمیں بھیجے تھے وہ سب لائے جائیں اس نے تھیلوں پر نظر کی اور صراف کو طلب کیا۔ اس نے تمام زر نقد تول لیا۔ عمر نے وہ رقم ان کے بھیجنے والوں کے حساب میں بطور زر لگان محسوب کر لی اس کے بعد اس نے کپڑوں کے پٹارے منگوائے ان کو ہراج کر کے خود اسے خرید لیا۔ اور ان کی قیمت بھی مطالبہ لگان میں محسوب کر لی۔ پھر اس نے کہا۔ صاحبو! جس طرح میں نے تمہارے مرسلہ تحائف کو تمہاری ضرورت کے وقت کے لیے بچا رکھا۔ اسی طرح تم ہمارا مطالبہ لگان بے باق کر دو۔ اہل مصر نے سارا خراج ادا کر دیا۔ اس طرح مصر کی آمدنی بہت بڑھ گئی اور جب وہ تمام انتظام ٹھیک کر چکا تو بغداد واپس چلا آیا۔ یہ بات معلوم نہیں کہ جس قدر آمدنی اس عمر کے زمانہ میں مصر سے ہوئی اتنی کسی اور شخص کے عہد حکومت میں وہاں سے وصول ہوئی ہو۔

عمر بن مہران کی مراجعت:

چونکہ اسے اختیار حاصل تھا کہ جب تک چاہے وہ مصر میں رہے اور جب چاہے واپس چلا آئے۔ اس اختیار کی وجہ سے وہ خود ہی وہاں سے چلا آیا۔ جب روانہ ہوا تو وہی شکل تھی کہ ایک خچر پر خود سوار تھا اور ایک دوسرے خچر پر اس کا غلام ابو درہ سوار تھا۔

اس سال عبدالرحمٰن بن عبدالملک موسم گرما میں جہاد کے لیے گیا اور اس نے ایک قلعہ فتح کیا۔

امیر حج سلیمان بن ابی جعفر:

اس سال سلیمان بن ابی جعفر المنصور کی امارت میں حج ہوا۔ واقدی کے بیان کے مطابق ہارون کی بیوی زبیدہ بھی اس سال حج کے لیے گئی تھی اس کے بھائی اس کے ساتھ تھے۔

۱۷۷ھ کے واقعات

اسحٰق بن سلیمان کی ولایت مصر:

اس سال رشید نے جعفر بن یحییٰ کو مصر کی ولایت سے علیحدہ کر کے اسحٰق بن سلیمان کو والی مصر مقرر کیا۔ اور حمزہ بن مالک کو خراسان کی ولایت سے علیحدہ کر کے خراسان کو بھی سجستان کے ساتھ شامل کر کے فضل بن یحییٰ کی ولایت میں دے دیا۔ اس سال عبدالرزاق بن عبدالحمید الربعی کی قیادت میں موسم گرما کی مہم نے جہاد کیا۔

واقدی کا سرخ آندھی کے متعلق بیان:

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال شب یکشنبہ میں جب کہ ماہ محرم کے ختم میں چار راتیں باقی تھیں۔ نہایت شدید سیاہ اور سرخ رنگ کی آندھی چلی۔ پھر شب چہارشنبہ کو جب کہ ماہ محرم کے ختم میں دو راتیں باقی تھیں تمام فضا میں شفق پھیل گئی اور یکم صفر جمعہ

کے دن پھر نہایت شدید سیاہ آندھی چلی۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال ہارون الرشید کی امارت میں حج ہوا۔

۱۷۸ھ کے واقعات

اسحق بن سلیمان کے خلاف:

اس سال بنی قیس وقضاعہ وغیرہ حوفیوں نے مصر میں ہارون کے عامل مصر اسحق بن سلیمان کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور اس سے لڑے۔ رشید نے ہرثمہ بن اعین کو کئی سرداران عساکر کے ساتھ اسحق بن سلیمان کی مدد کے لیے مصر بھیجا۔ اہل حوف نے امان کی درخواست کر کے اطاعت قبول کر لی اور تمام سرکاری مطالبات کو ادا کر دیا۔ اس زمانے میں ہرثمہ رشید کی طرف سے فلسطین کا عامل تھا۔ اس فتنہ کے ختم ہونے کے بعد ہارون نے سلیمان کو مصر سے واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ تقریباً ایک ماہ ہرثمہ والی رہا۔ اس کے بعد رشید نے اسے بھی واپس بلا لیا۔ اور عبدالملک بن صالح کو والی مقرر کیا۔

اہل افریقیہ کی بغاوت وسرکوبی:

اس سال اہل افریقیہ نے عبدویہ الانباری کی قیادت اور اس کے زیر قیادت با قاعدہ سپاہ کی معیت میں بغاوت کی فضل بن روح بن حاتم کو قتل کر دیا گیا۔ آل مہلب کے جو لوگ وہاں تھے ان سب کو خارج البلد کر دیا گیا۔ رشید نے ہرثمہ بن اعین کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اس کے جاتے ہی تمام باغی مطیع ومنقاد ہو گئے۔

عبدویہ الانباری کی اطاعت:

بیان کیا گیا ہے کہ جب اس عبدویہ نے افریقیہ پر قبضہ کر کے حکومت کے خلاف علانیہ بغاوت کی اور اپنی خود مختاری کا اعلان کیا تو اس کی شان وشوکت بہت بڑھ گئی۔ ہزار ہا آدمی اس کے تابع فرمان ہو گئے۔ اور اطراف واکناف ملک سے لوگ جوق در جوق اس کے پاس آ گئے۔ یحییٰ بن خالد بن برمک اس وقت رشید کا وزیر تھا اس نے یقطین بن موسیٰ اور منصور بن زیاد کو اس فتنہ کو دبانے کے لیے روانہ کیا نیز یحییٰ نے عبدویہ کو بہت سے مسلسل خط لکھے۔ ان میں اسے حکومت کی اطاعت قبول کرنے کی ترغیب دی گئی تھی اور انکار کی صورت میں تہدید کی گئی تھی نیز یہ وعدہ کیا گیا کہ تمہاری تمام خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔ تم کو امان دی جائے گی اور بہت کچھ انعام وصلہ دیا جائے گا اس وعدہ وعید کا اثر یہ ہوا کہ اس نے سر تسلیم خم کر کے حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ اور بغداد آیا۔ یحییٰ نے جو وعدے کیے تھے وہ سب کے سب اس نے پورے کیے۔ اس کی بہت خاطر ومدارات کی اور رشید سے بھی اس کے لیے معافی حاصل کی۔ اسے صلہ دیا اور ریاست دی۔

ولید بن طریف الشاری خارجی کا خروج:

اس سال رشید نے اپنے تمام معاملات یحییٰ بن برمک کو تفویض کر دیئے۔ اس سال ولید بن طریف الشاری خارجی نے جزیرہ میں خوارج کا شعار بلند کیا۔ اور وہ ابراہیم بن خازم بن خزیمہ کو نصیبین میں اچانک قتل کر کے جزیرہ ارمینا چلا گیا۔

امارت خراسان پر فضل بن یحییٰ کا تقرر:

اس سال فضل بن یحییٰ خراسان کے والی کی حیثیت سے خراسان آیا وہاں اس نے بڑی عمدہ حکومت کی بہت سی مساجد اور رباط بنائیں دریا پار کے علاقہ پر جہاد کیا۔ اشروسینہ کا بادشاہ خاراخرہ جو خلافت اسلامیہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر قلعہ بند تھا۔ فضل کے پاس آیا۔

عباسیہ فوج:

اس نے خراسان میں خالص عجمیوں کی ایک فوج تیار کی اس کا نام عباسیہ رکھا اور اس کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنے سردار خود منتخب کرے۔ اس فوج کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس میں سے بیس ہزار آدمی بغداد آئے اس جماعت کو بغداد میں کربنیہ کہتے تھے۔ ان کی باقی جماعت اپنے اپنے مختص ناموں اور دفاتر کے ساتھ خراسان ہی میں رہی۔

فضل بن یحییٰ کی سخاوت:

مروان بن ابی حفصہ شاعر نے اس موقع پر فضل کی عریف میں ایک قصیدہ کہا۔ خراسان جانے سے پہلے جب کہ فضل اپنی چھاؤنی میں فروکش تھا۔ اس وقت بھی اس شاعر نے اس کی سخاوت میں چند شعر کہے اور اسے سنائے۔ فضل نے لباس اور خچر کے علاوہ ایک لاکھ درہم اس مدح کے صلہ میں اسے دیئے خود مروان بن ابی حفصہ نے ایک مرتبہ یہ بات کہی کہ اس سفر میں مجھے سات لاکھ درہم انعام ملا۔ اس کے بعد پھر اس نے اور اسلم الخاسر نے فضل کی تعریف میں قصیدے لکھے۔

ابراہیم بن جبرئیل عامل سجستان:

فضل بن اسحق الہاشمی بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن جبرئیل فضل بن یحییٰ کے ساتھ خراسان روانہ ہوا۔ چونکہ یہ بادل ناخواستہ خراسان گیا تھا۔ اس وجہ سے فضل کے دل میں اس کی یہ بات بیٹھ گئی تھی۔

ابراہیم کہتا ہے کہ کچھ روز کا بھلاوا دے کر ایک دن فضل نے مجھے بلایا میں نے اس کے سامنے پہنچ کر اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج خیر نہیں فضل لیٹا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ اچھی طرح اٹھ بیٹھا۔ کہنے لگا ابراہیم ڈرو مت چونکہ تم پر میں قدرت رکھتا ہوں اسی وجہ سے میں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ اس کے بعد اس نے مجھے سجستان کا عامل مقرر کر دیا اور جب میں نے اپنے علاقہ کی آمدنی اس کے پاس بھیجی تو وہ سب اس نے مجھے عطا کر دی۔ نیز اس کے ماسوا پانچ لاکھ درہم اپنے پاس سے اور بھیجے۔

فضل بن اسحق کا بیان:

فضل بن اسحق کہتا ہے کہ ابراہیم فضل کا کوتوال اور محافظ دستہ کا افسر بھی تھا۔ فضل نے اسے کابل بھیجا۔ ابراہیم نے کابل کو فتح کیا۔ اور وہاں اسے ہر قسم کی بے شمار غنیمت ملی۔

ابراہیم کی فضل بن یحییٰ کی دعوت:

راوی کہتا ہے کہ مجھ سے فضل بن العباس بن جبرئیل نے جو اپنے چچا ابراہیم کے ہمراہ تھا۔ بیان کیا ہے کہ اس مہم میں ابراہیم کو سات کروڑ درہم وصول ہوئے۔ اس کے علاوہ چار کروڑ درہم زرخراج اس کے پاس تھے۔ جب یہ بغداد آیا اور بغین میں اس نے اپنا محل تعمیر کیا تو اس نے فضل سے درخواست کی کہ آپ میرے مکان آ کر میری عزت افزائی کریں اور جو احسان و اکرام آپ نے مجھ

پر کیا ہے اس کو خود دیکھیں۔ اس نے اس موقع پر فضل کی نذر کے لیے بہت سے تحائف قیمتی اشیاء اور سونے چاندی کے برتن مہیا کیے اور وہ چار کروڑ درہم بھی محل کے ایک گوشے میں رکھوا دیئے۔ جب فضل اس کے گھر آ کر بیٹھا اس نے وہ تمام چیزیں نذر میں پیش کیں۔ فضل نے ان کے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو صرف اس لیے آیا تھا۔ کہ تمہاری دل شکنی نہ ہو۔ ابراہیم نے کہا یہاں جو کچھ ہے یہ سب آپ کا احسان ہے۔ فضل نے کہا ہم اس سے زیادہ تمہارے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

ان تمام بیش بہا اشیاء میں سے اس نے سوائے ایک سنجری کوڑے کے کوئی چیز نہیں لی۔ البتہ وہ کوڑا لے لیا اور کہا کہ یہ شہسواروں کے کام کی چیز ہے۔ ابراہیم نے کہا یہ خراج کی رقم حاضر ہے فضل نے کہا یہ بھی تم لے لو۔ ابراہیم نے دوبارہ کہا کہ یہ سرکاری روپیہ تو لے لیجیے۔ فضل نے کہا۔ کیا تمہارے ہاں اس کے رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

فضل بن یحییٰ کا استقبال:

جب فضل بن یحییٰ خراسان سے عراق آیا تو خود رشید بستان ابی جعفر تک اس کے استقبال کو گئے اور وہیں تمام بنو ہاشم ملکی اور فوجی عہدہ دار اہل قلم اور اشراف و عمائد اس سے ملنے گئے اس نے ایک ایک کو دس دس اور پانچ پانچ لاکھ درہم دیئے۔ مروان بن ابی حفصہ شاعر نے اس موقع پر اس کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔

خالد بن عبداللہ القسری کے آزاد غلام رزام بن مسلم کے بھائی حفص بن مسلم نے بیان کیا ہے کہ جب فضل بن یحییٰ خراسان سے عراق آیا تو میں اس سے ملنے گیا۔ اس وقت بہت سی تھیلیاں اس کے سامنے رکھی تھیں اور وہ سر بمہر تقسیم کی جا رہی تھیں۔ اور ان میں سے ایک تھیلی بھی کھولی نہ گئی۔ اس پر میں نے یہ شعر پڑھا:

كفى الله بالفضل بن يحيىٰ بن خالد وجود يديه بخل كل بخيل

تَرجَمَہ: ''فضل بن یحییٰ بن خالد اور اس کے دونوں ہاتھوں کی سخاوت کے ذریعہ اللہ نے ہر بخیل کے بخل کی اذیت سے اپنے بندوں کو بچا لیا''۔

شعر سن کر مروان بن حفصہ نے مجھ سے کہا۔ کاش! کہ یہ شعر مجھے مل جاتا۔ کیونکہ مجھ پر دس ہزار درہم کا قرض ہے۔

امیر حج محمد بن ابراہیم:

اس سال معاویہ بن زفر بن عاصم کی قیادت میں موسم گرما کی مہم نے جہاد کیا۔ اور موسم سرما کی مہم نے سلیمان بن راشد کی قیادت میں جہاد کیا۔ اس کے ساتھ سسلی کا بطریق البید بھی شریک جہاد تھا۔ اس سال محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی عامل مکہ کی امارت میں حج ہوا۔

۱۷۹ھ کے واقعات

اس سال فضل بن یحییٰ خراسان پر عمرو بن شرجیل کو اپنا قائم مقام بنا کر بغداد آیا۔

حمزہ بن اترک خارجی کا خروج:

اس سال رشید نے منصور بن یزید بن منصور الحمیری کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ نیز اس سال خراسان میں حمزہ بن اترک

السجستانی خارجی نے خروج کیا۔ اس سال رشید نے محمد بن خالد بن برمک حاجب کو برطرف کر کے اس کی جگہ فضل بن الربیع کو اپنا حاجب مقرر کیا۔

ابن طریف انشاری خارجی کا قتل:

اس سال ولید بن طریف انشاری خارجی آرمینیا سے جزیرہ واپس آیا۔ اس کی طاقت وشوکت بہت بڑھ گئی۔ ہزار ہا آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ رشید نے یزید بن مزید الشیبانی کو اس کے مقابلے پر بھیجا۔ پہلے تو یزید اس کے مقابلہ پر سے لومڑی کی طرح کنائی کاٹ گیا۔ مگر پھر اس نے ولید کو ہیئت کے اوپر بے خبری میں جالیا۔ اور اسے اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ جو باقی بچے وتتر بتر ہو گئے۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس ولید کے مقابلہ میں اللہ نے جو کامیابی رشید کو عطا کی اس کے شکر میں انہوں نے اس سال کے ماہ رمضان میں عمرہ ادا کیا۔ اس کے بعد وہ مدینہ چلے آئے۔ اور موسم حج تک مدینہ میں اقامت گزیں رہے۔ پھر انہیں کی امارت میں حج ہوا۔ یہ مکہ سے منیٰ اور وہاں سے عرفات پیدل گئے اور پاپیادہ ہی انہوں نے تمام مناسک حج ادا کیے۔ حج کے بعد وہ براہ بصرہ مدینۃ السلام واپس آ گئے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ رشید عمرہ ادا کر کے موسم حج تک مکہ ہی میں مقیم رہے تھے۔

۱۸۰ھ کے واقعات

شام میں شورش:

اس سال شام میں عربوں کے قبائل میں فرقہ وارانہ فساد ہو گیا اور اس نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ اس کی اطلاع رشید کو ہوئی وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اس کے انتظام کے لیے جعفر بن یحییٰ کو شام کا والی مقرر کیا اور اس سے کہا کہ اس کام کے لیے یا تم جاؤ یا میں جاؤں۔ اس کے جواب میں جعفر نے کہا۔ میں آپ کی خاطر اپنی جان لڑاتا ہوں۔

جعفر بن یحییٰ کا حسن انتظام:

یہ بہت سے سپہ سالاروں، جانوروں اور ہتھیاروں سے مسلح شام روانہ ہوا۔ اس نے عباس بن محمد بن المسیب بن زہیر کو اپنا کوتوال مقرر کیا اور شبیب بن حمید بن قحطبہ کو اپنی فوج خاصہ کا افسر اعلیٰ بنایا۔ یہ فتنہ پردازوں کے پاس گیا اور ان میں مصالحت کرا دی۔ البتہ اس نے ان ڈاکوؤں اور ٹھگوں کو جو اس فتنہ میں شریک ہوئے قتل کر دیا نیز اس نے شام میں گھوڑا اور نیزہ باقی نہیں چھوڑا۔ سب ضبط کر لیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آتش فساد سرد ہو گئی۔ اور امن وامان بحال ہوا۔ اس کامیابی کے بعد جب جعفر شام سے روانہ ہوا تو منصور النمیری نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں اس کے کارنامے کو سراہا۔

جعفر بن یحییٰ کی مراجعت:

جعفر بن یحییٰ نے صالح بن سلیمان کو بلقا اور اس کے ملحقہ علاقہ کا والی مقرر کیا اور عیسیٰ بن مکی کو شام پر اپنا جانشین مقرر کیا اور خود عراق پلٹ آیا۔ رشید نے بیش از بیش اس کی عزت افزائی کی۔

جعفر بن یحییٰ کا ہارون سے خطاب:

جب یہ رشید کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے پہلے ان کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔ پھر سامنے کھڑے ہو کر دست بستہ عرض پرداز ہوا:

امیر المومنین اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے میری پریشانی کو اطمینان نصیب کیا۔ میری دعا قبول کی میری التجا پر رحم کیا۔ میری مدت عمر میں اتنا اضافہ کر دیا کہ مجھے اپنے آقا کی صورت دکھائی۔ ان کی ملاقات سے میری عزت بڑھائی۔ اور مجھ پر یہ احسان کیا کہ مجھے ان کے ہاتھ چومنے کا موقع دیا۔ مجھے ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر کر دیا۔ بخدا! جب میں جناب والا سے اپنی علیحدگی اور ان قدرتی اسباب کو جن کی وجہ سے مجھے جناب والا سے رخصت ہونا پڑا یاد کرتا تھا تو اسی وقت میرے دل میں یہ بات آجاتی تھی کہ یہ مجھے اپنے گناہوں اور سرتا پا خطاؤں کی سزا ملی ہے۔ امیر المومنین اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے' اگر مجھے کچھ اور دن آپ سے دور رہنا پڑتا تو مجھے اندیشہ تھا کہ آپ کے قرب کی تمنا اور آپ کے فراق کے غم میں میری عقل زائل ہو جاتی۔ اور میں خود بے تاب ہو کر آپ کے دیدار سے بہرہ ور ہونے کے لیے حاضری کی اجازت طلب کرتا۔

اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے اس ہیبت کے زمانے میں مجھے سلامتی اور عافیت دی میری دعا قبول کی اور اپنی اطاعت کی توفیق سے تھامے رہا۔ اور اس نے مجھے معصیت سے بچائے رکھا کہ اب میں آپ کے حکم اور اجازت سے شام چھوڑ کر حاضر خدمت ہوا ہوں اور موت نے مجھے اس حاضری سے باز نہیں رکھا۔ میں سب سے بڑی قسم یعنی خدا کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے وثوق کامل تھا کہ اگر تمام دنیا مجھے پیش کی جاتی تب بھی میں آپ کی قربت کو ترجیح دیتا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضری کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہ سمجھتا۔

اس کے بعد جعفر نے اسی موقع پر کہا:

اللہ ہمیشہ سے آپ پر آپ کی نیت کے مطابق احسان کرتا رہا ہے اور آپ کی انتہائی آرزو کے مطابق آپ کی رعایا کی اطاعت کو درست کرتا رہا ہے۔ وہ ان سب کی حالت کو آپ کے لیے درست کر دیتا ہے ان کے نظام کو یک جا کر دیتا ہے۔ ان کے افتراق کو متحد کر دیتا ہے۔ جن میں آپ کا اور ان کا دونوں کا فائدہ ہے۔ اور وہ اس طرح کہ وہ سب کے سب آپ کی اطاعت کو قبول کرتے ہیں اور آپ کی خوشنودی کو اختیار کرتے ہیں۔ اس احسان پر اللہ کا ہزار ہزار شکر واجب ہے امیر المومنین میں اہل شام کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ آپ کے بالکل مطیع و منقاد ہیں۔ اپنے کیے پر نادم ہیں۔ آپ کی ذات سے وابستہ ہیں آپ کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ سے معافی کے خواستگار ہیں آپ کے علم پر بھروسہ رکھتے ہیں آپ کے فضل کے امید وار ہیں۔ آپ کے جذبہ انتقام سے بے خوف ہیں۔ ان کی جو حالت اس ائتلاف کے وقت ہے وہی ان کے باہمی اختلاف کے وقت تھی۔ اور جو حال ان کا اس الفت کے زمانے میں ہے وہی حال ان کا رکاوٹ کے وقت تھا۔ امیر المومنین نے تو پہلے ہی ان کی معذرت کرنے اور معافی کی درخواست پر ان کو معاف کر دیا ہے۔ اور ان کی خطاؤں سے درگزر کیا ہے۔ اللہ نے جو کامیابی مجھے ان کے مقابلہ پر عطا فرمائی ہے کہ ان کی آتش غیظ کو اس نے بجھا دیا۔ ان میں جو شریر اور سرکش تھے۔ ان کو دور پھینک دیا اور دوسری جماعتوں میں مصالحت کرا دی۔ مجھے ان کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا کی اور ان کی مدد سے بہرہ ور کیا سب کچھ آپ کی برکت

نصیبے کی سعادت اور اقبال دائمی کی بدولت اور اس وجہ سے کہ وہ آپ سے ڈرتے بھی ہیں اور آپ کو اپنا امید گاہ بھی سمجھتے ہیں۔

بخدا! امیر المومنین میں نے ان کے مقابلہ میں اوّل سے لے کر آخر تک آپ ہی کی ہدایت پر عمل کیا اور جو حکم اور طرز عمل جناب والا نے میرے لیے ارشاد کیا تھا۔ اسی پر میں کاربند ہوا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے حکم کو سن کر سر تسلیم خم کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو کامیاب کرتا رہا ہے اور وہ آپ کی سطوت سے خائف ہیں۔

جو کچھ مجھ سے اس معاملہ میں بن پڑا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ اگرچہ میں نے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دی مگر مجھے محسوس ہوا کہ جس قدر آپ کے احسانات عظیمہ کا بار گراں میرے سر پر ہے۔ اسی قدر ان کے حق کی ادائی سے میں اپنے آپ کو معذور و مجبور پاتا ہوں اگرچہ اللہ کی جس قدر مخلوق آپ کی رعایا ہے ان میں آخری آدمی ہوں گا۔ جس کے دل میں یہ آرزو بھی پیدا ہو کہ وہ آپ کے احسانات کا کچھ بھی حق ادا کر سکے یہ جو کچھ میں نے کیا وہ صرف اس لیے کہ میں آپ کی فرمانبرداری میں اپنی جان اور ہر وہ شے جو آپ کے موافق مزاج ہو خرچ کروں ورنہ جو آپ کے احسانات میرے اوپر ہیں جو میرے علم میں کسی دوسرے کے ساتھ آپ نے نہیں کیے ان کے ہوتے ہوئے میں کیونکر آپ کے حق سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ آپ کی عنایتوں اور احسانات نے مجھے فرد روزگار بنا دیا ہے۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کر سکتا ہوں۔ یہ جرأت بھی محض آپ کے اس اکرام کی وجہ سے مجھے ہوتی ہے جو آپ کا میرے ساتھ ہے۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کر سکتا ہوں۔ آپ کے احسانات اس قدر ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے شمار ہی سے مجھے اس حق سے عہدہ برآ کرتا تو میں ان کی محض شمار سے بھی قاصر رہتا۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں۔ تمام عالم کو چھوڑ کر صرف آپ میری جائے پناہ ہیں۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں۔ آپ اتنی تکلیف بھی میرے لیے پسند نہیں کرتے جس قدر کہ میں خود پسند کر لیتا ہوں۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں۔ آپ ہر روز ایک ایسا احسان عظیم میرے اوپر کر دیتے ہیں کہ جو آپ کی تمام گزشتہ عنایتوں کو بے حقیقت کر دیتا ہے۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں آپ جو میرے ساتھ نیا احسان کرتے ہیں اپنے تمام پرانے احسان کو فراموش کر دیتے ہیں۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں۔ آپ اپنی زندگی کی درازی کے ساتھ ساتھ میرے مرتبہ کو میرے ہمسروں پر بڑھاتے رہتے ہیں۔ میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں۔ آپ میرے مالک ہیں میں کیونکر آپ کا شکر ادا کروں آپ میرے محسن ہیں ہاں البتہ میں اس اللہ سے جس نے مجھے بغیر کسی استحقاق ذاتی کے آپ کی ذات سے اس قدر متمتع اور مستفید کیا ہے۔ یہ درخواست کرتا ہوں کہ جب کہ میں آپ کے احسان کا عشر عشیر سے کم حق ادا نہیں کر سکتا تو وہ میرے اس عجز کی اپنی طرف سے اپنی قدرت اور اپنے وسعت ظرف کے مطابق آپ کو جزائے خیر دے اور میری طرف سے آپ کے حق اور احسان عظیم کا آپ کو عوض دے۔ یہ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی اسے کر سکتا ہے۔

مہر خلافت کی یحییٰ بن خالد کو سپردگی:

اس سال رشید نے مہر خلافت کو جعفر بن یحییٰ سے لے کر اسے اس کے باپ یحییٰ بن خالد کے سپرد کر دیا۔ اس سال جعفر بن یحییٰ خراسان اور سجستان کا والی مقرر کیا گیا اور جعفر نے محمد بن الحسن بن قحطبہ کو ان دونوں صوبوں پر اپنا عامل مقرر کیا۔

امارت خراسان پر عیسیٰ بن جعفر کا تقرر:

اس سال رشید رقہ آنے کے ارادہ سے بغداد سے براہ موصل شام روانہ ہوئے جب یہ بردان پہنچے تو انہوں نے عیسیٰ بن جعفر

کوخراسان کا والی مقرر کیا اور جعفر بن یحییٰ کو خراسان کی ولایت سے علیحدہ کر دیا۔ اس طرح جعفر کل بیس دن خراسان کا والی رہا۔ اس سال جعفر بن یحییٰ امیر المومنین کی فوج خاصہ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

موصل کی فصیل کا انہدام:

اس سال رشید نے موصل کی فصیل اس وجہ سے منہدم کرادی۔ کہ خارجیوں نے وہاں سے خروج کیا تھا۔ اس کے بعد وہ رقہ چلے گئے اور وہیں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

ہرثمہ بن اعین کی طلبی:

اس سال انہوں نے ہرثمہ بن اعین کو افریقیا کی ولایت سے علیحدہ کر کے اسے مدینۃ السلام بلا لیا۔ جعفر بن یحییٰ نے اسے فوج پر اپنا نائب مقرر کر لیا۔ اس سال مصر میں نہایت شدید زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے اسکندریہ کے مینار کی چوٹی گر پڑی۔

فراشتہ الشیبانی خارجی کا قتل:

اس سال فراشتہ الشیبانی خارجی نے جزیرہ میں خروج کیا مسلم بن بکار بن مسلم العقیلی نے اسے قتل کر دیا۔

عمر بن محمد العمر کا قتل:

اس سال محمرہ جماعت نے جرجان میں خروج کیا علی بن عیسیٰ بن ماہان نے اس ہنگامہ کے بارے میں بارگاہ خلافت میں یہ عرضداشت بھیجی کہ عمر بن محمد العمر کی شرانگیزیوں نے اس جماعت کو میرے خلاف آمادہ پیکار کیا ہے۔ اور یہ شخص زندیق ہے رشید نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ مرو میں اسے قتل کر دیا گیا۔

امارت طبرستان پر عبداللہ بن خازم کا تقرر:

اس سال فضل بن یحییٰ طبرستان اور رویان کی ولایت سے علیحدہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ان علاقوں پر عبداللہ بن خازم مقرر کیا گیا نیز فضل کو رے کی ولایت سے بھی علیحدہ کیا گیا۔ اور اس کی جگہ رے پر محمد بن الحارث بن شخیر والی رے مقرر ہوا۔ اور سعید بن سلمہ جزیرے کا والی مقرر ہوا۔ اس سال معاویہ بن زفر بن عاصم کی قیادت میں موسم گرما کی مہم نے جہاد کیا۔

ہارون الرشید کی مکہ سے مراجعت:

اس سال رشید مکہ سے واپسی میں بصرہ آئے یہ محرم میں بصرہ پہنچے چند روز محدثہ میں مقیم رہے پھر وہاں سے عیسیٰ بن جعفر کے قصر واقع خریبۃ میں چلے آئے۔ پھر یحییٰ بن خالد کی بنائی ہوئی نہر سیحان کو دیکھنے کے لیے کشتی میں گئے۔ اور انہوں نے نہر ابلہ اور نہر معقل کے دہانے بند کر دیئے اور اس طرح نہر سیحانی میں پانی کی بہم رسانی متقین ہوگئی۔ اس کے بعد جب کہ ماہ محرم کے ختم ہونے میں بارہ راتیں باقی تھیں وہ بصرے سے مدینۃ السلام روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر پھر حیرہ گئے اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔

ہارون الرشید کا حیرہ میں قیام:

حیرہ میں انہوں نے اپنی سکونت کے لیے مکانات بنوائے اپنے ساتھیوں کو بھی زمین کے قطعات تعمیر اکنہ کے لیے مفت دیئے۔ تقریباً چالیس روز ان کو قیام کو گزرے تھے کہ اہل کوفہ نے ان کے خلاف ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ اور ان کے اس ہمسائیگی کو پسند نہیں کیا اس بنا پر رشید پھر مدینۃ السلام چلے آئے۔ اور وہاں سے رقہ چلے گئے۔ رقہ جاتے وقت انہوں نے مدینۃ السلام پر اپنا

نائب بنایا اور دونوں عراقوں کا والی مقرر کیا۔

امیر حج موسیٰ بن عیسیٰ:

اس سال موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۸۱ھ کے واقعات

قلعہ صفصاف کی تسخیر:

اس سال رشید خود روم کے علاقہ میں جہاد کے لیے گئے اور انہوں نے قلعہ صفصاف کو بزور شمشیر مسخر کیا۔ نیز عبدالملک بن صالح بھی رومیوں سے لڑا اور بڑھتے ہوئے انگورا جا پہنچا اور شہر مطمورہ کو فتح کر لیا۔ اس سال حسن بن قحطبہ اور حمزہ بن مالک نے وفات پائی۔ اس سال محمرہ جماعت نے جرجان پر غلبہ حاصل کیا۔

اس سال رقہ میں فروکش ہو کر رشید نے پہلی مرتبہ اپنے مراسلات کی ابتداء میں محمد ﷺ پر درود اور سلامتی بھیجنے کا طریقہ جاری کیا۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال ہارون الرشید کی امارت میں حج ہوا۔ یہ حج ادا کر کے بہت جلد مکہ سے روانہ ہو گئے۔ یحییٰ بن خالد جو پیچھے رہ گیا تھا عمرہ میں ان سے آ کر ملا۔ اور اس نے اپنی خدمت سے استعفیٰ دے دیا۔ رشید نے اسے قبول کر لیا۔ یحییٰ نے مہر خلافت رشید کو واپس دے دی۔ اور مکہ میں قیام پذیر ہونے کی اجازت مانگی۔ رشید نے اس کی درخواست قبول کی اور یحییٰ مکہ پلٹ آیا۔

۱۸۲ھ کے واقعات

عبداللہ المامون کی ولی عہدی کی بیعت:

اس سال رشید مکہ سے واپس آ کر رقہ گئے اور وہاں انہوں نے اپنے بیٹے محمد الامین کے بعد اپنے بیٹے عبداللہ المامون کی ولی عہدی کے لیے تمام فوج سے بیعت لی اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کے سپرد کر کے اسے مدینۃ السلام بھیج دیا۔ ان کے اہل بیعت میں سے جعفر بن ابی جعفر المنصور اور عبدالملک بن صالح اور امرائے عساکر میں سے علی بن عیسیٰ مامون کے ساتھ تھے۔ مدینۃ السلام آنے کے بعد یہاں بھی اس کے لیے بیعت لی گئی اس کے باپ نے خراسان اور اس کے ملحقہ ہمدان تک علاقہ کا والی مقرر کیا اور مامون اس کا نام رکھا۔

بنت خاقان کا انتقال:

اس سال خزر کے بادشاہ خاقان کی لڑکی فضل بن یحییٰ کے پاس آنے کے لیے روانہ ہوئی۔ یہ برزعہ میں آ کر مر گئی۔ اس وقت سعید بن سلم بن قتیبہ الباہلی ارمینیا کا والی تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ان خزر سرداروں نے جو اس کے ہمراہ تھے اس کے

باپ سے جا کر یہ کہا کہ آپ کی بیٹی کو دھوکہ سے قتل کیا گیا ہے۔ اس سے اس کے دل میں کینہ بیٹھ گیا اور اب وہ مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کرنے لگا۔

قسطنطین بن الیون کا زوال:

اس سال یحیٰی بن خالد مدینۃ السلام واپس آ گیا۔ اس سال عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح کی قیادت میں موسم گرما کی مہم نے جہاد کیا اور وہ بڑھتا ہوا اصحاب الکہف کے شہر دفسوس تک جا پہنچا۔ اس سال رومیوں نے اپنے بادشاہ قسطنطین بن الیون کی دونوں آنکھیں اندھی کر دیں۔ اور اس کی ماں رینی کو اپنی ملکہ تسلیم کیا اس نے اغسط لقب اختیار کیا۔

امیر حج موسیٰ بن عیسیٰ:

اس سال موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۸۳ھ کے واقعات

خزر خاقان کا انتقامی حملہ:

اس سال خزر خاقان کی بیٹی کی موت کا بدلہ لینے کے لیے باب الابواب سے بڑھ کر وہاں کے مسلمانوں اور ذمیوں پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے تقریباً ایک لاکھ کو لونڈی غلام بنالیا۔ یہ اس قدر اہم واقعہ تھا کہ عہد اسلام میں اس سے پہلے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ رشید نے یزید بن مزید کو آذر بائیجان کے ساتھ ارمینیا کا والی مقرر کیا بہت سی باقاعدہ فوج اس کی امداد کو بھیجی اور خزیمہ بن خازم کو نصیبین پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تا کہ بوقت ضرورت یہ اہل آرمینیا کی مدد کر سکے۔

خزر کی آرمینیا پر یورش:

خزر کی آرمینیا پر یورش کی مذکورہ بالا توجیہ کے علاوہ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سعید بن سلم نے منجم سلمی کی تبر سے گردن مار دی۔ اس کے بیٹے نے خزر کے علاقہ میں جا کر انہیں سعید پر حملہ کرنے کی ترغیب وتحریص کی موقع کو غنیمت سمجھ کر قوم خزر نے شگاف کوہ سے گھس کر آرمینا پر حملہ کر دیا۔ سعید نے شکست کھائی۔ خزر نے زبردستی مسلمان عورتوں سے تمتع کیا اور تقریباً ستر دن تک وہ آرمینیا پر قابض رہے۔ پھر ہارون نے خزیمہ بن خازم اور یزید بن مزید کو آرمینیا بھیجا اور انہوں نے سعید کی بگاڑی ہوئی بات پھر درست کر لی خزر کو وہاں سے نکال دیا اور شگاف پھر بند کر دیا۔

علی بن عیسیٰ والی خراسان کی طلبی:

اس سال رشید نے علی بن عیسیٰ بن ماہان والی خراسان کو واپس طلب کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے متعلق رشید سے شکایت کی گئی کہ وہ حکومت کی مخالفت کے لیے بالکل آمادہ ہے۔ علی بن عیسیٰ اپنے بیٹے یحیٰی کو خراسان پر اپنا قائم مقام بنا کر جسے رشید نے بھی تسلیم کیا۔ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا اور اس نے بہت بڑی رقم رشید کو نذر دی۔ رشید نے اسے دوبارہ اپنے بیٹے مامون کی جانب سے ابوالخصیب کے مقابلہ پر خراسان بھیج دیا۔ اور وہ خراسان پلٹ آیا۔

اس سال ابوالخصیب وہیب بن عبداللہ النسائی حریش کے مولیٰ نے خراسان کے شہر النساء میں خروج کیا۔

موسیٰ بن جعفر کی وفات:

اس سال موسیٰ بن جعفر بن محمد نے بغداد میں وفات پائی اور محمد بن السماک القاضی نے بھی وفات پائی۔

امیر حج عباس بن موسیٰ:

اس سال عباس بن موسیٰ الہادی بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۸۴ھ کے واقعات

عمال کا عزل ونصب:

اس سال کے ماہ جمادی الآخر میں ہارون رقہ سے دریائے فرات میں کشتیوں کے ذریعہ سفر کر کے مدینۃ السلام واپس آئے۔ یہاں آ کر انہوں نے رعایا سے بقایا کی وصولیابی کا مطالبہ کیا۔ اور اس کام کے لیے عبداللہ بن ہیثم بن سام کو مقرر کیا۔ اور اسے قید کرنے اور مارنے پیٹنے کا بھی اختیار دیا۔ رشید نے حماد البربری کو مکہ اور یمن کے خراج کا محصل اور داؤد بن یزید بن حاتم المہلبی کو سندھ، یحییٰ الحرشی کو علاقہ جبل اور مہرویۃ الرازی کو طبرستان کا افسر خراج مقرر کیا۔ افریقیا کی حکومت ابراہیم بن الاغلب نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر رشید نے بھی اسی کو افریقیا کا والی مقرر کر دیا۔

ابوعمرو الشاری کا خروج:

اس سال ابوعمرو الشاری نے خروج کیا۔ رشید نے زہیر القصاب کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ زہیر نے شہرزور میں اسے قتل کر دیا۔ اس سال ابوالخصیب نے امان کی درخواست کی علی بن حسین نے امان دی۔ ابوالخصیب مرو میں اس کے پاس آیا۔ علی نے اس کی بڑی خاطر اور تکریم کی۔

امیر حج ابراہیم بن محمد:

اس سال ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۸۵ھ کے واقعات

حمزۃ الشاری کی شورش:

اس سال اہل طبرستان نے اپنے والی مہرویۃ الرازی کو قتل کر دیا۔ رشید نے اس کی جگہ عبداللہ بن سعید الحرشی کو طبرستان کا والی مقرر کیا۔ اس سال عبدالرحمٰن الانباری نے ابان بن قحطبۃ الخارجی کو مرج قلعہ میں قتل کر دیا۔ اس سال حمزۃ الشاری نے خراسان کے شہر باذغیس میں شورش برپا کر دی۔ عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ نے حمزہ کے دس ہزار ساتھیوں پر اچانک حملہ کر کے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اور وہ ان کا تعاقب کرتا ہوا کابل زابلستان اور قندھار جا پہنچا۔

ابوالخصیب کا خروج:

اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر پھر اس نے شکست کھائی اور وہ سرخس چلا گیا۔ یہاں اس کی طاقت وشوکت زیادہ ہوگئی۔

اس سال یزید بن مزید نے بزدعہ میں انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ اسد بن یزید مقرر کیا گیا۔

یقطین بن موسیٰ اور عبدالصمد بن علی کی وفات:

اس سال یقطین بن موسیٰ نے بغداد میں انتقال کیا۔ اس کا کوئی دانت آج تک نہیں گرا تھا۔ یہ اپنے دودھ کے دانتوں کے ساتھ قبر میں دفن ہوا۔

اس سال رشید موصل کے راستے سے رقہ آنے کے لیے مدینۃ السلام سے روانہ ہوئے۔

یحییٰ بن خالد کو عمرہ کی اجازت:

اس سال یحییٰ بن خالد نے رشید سے عمرہ اور جوار کی اجازت مانگی۔ رشید نے اسے اجازت دی۔ یہ شعبان میں روانہ ہوا اور ماہ رمضان کا عمرہ ادا کیا۔ پھر جدہ میں سب سے علیحدہ ہو کر حج کے موسم تک اقامت کی پھر حج کیا۔ اس سال مسجد حرام میں بجلی گری جس سے دو آدمی ہلاک ہو گئے۔

امیر حج منصور بن محمد:

اس سال منصور بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۸۶ھ کے واقعات

ابوالخصیب کا قتل:

اس سال علی بن عیسیٰ بن ماہان ابوالخصیب سے لڑنے مرو سے نساء گیا وہاں اس نے ابوالخصیب کو قتل کر دیا۔ اس کی بیوی بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا اور اب تمام خراسان میں امن وامان ہو گیا۔ جب رشید کو معلوم ہوا کہ احمد بن عیسیٰ بن یزید کے مقابلہ میں ثمامہ بن اشرس جھوٹ بول رہا ہے انہوں نے اسے قید کر دیا۔

جعفر بن ابی جعفر کی وفات:

اس سال جعفر بن ابی جعفر المنصور کا ہرثمہ کے پاس انتقال ہوا اور عباس بن محمد نے بغداد میں وفات پائی۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال ہارون الرشید کی امارت میں حج ہوا۔ یہ اس سال کے ماہ رمضان میں حج کے ارادے سے رقہ سے روانہ ہوئے۔ انبار سے گزرے مگر مدینۃ السلام نہیں آئے البتہ مدینۃ السلام سے سات فرسنگ کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے مقام الدرات پر انہوں نے پڑاؤ کیا تھا۔ وہ رقہ پر ابراہیم بن عثمان بن نہیک کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ آئے تھے۔

ہارون الرشید کی داد و دہش:

اس سفر میں ان کے دونوں بیٹے اور ولی عہد محمد الامین اور عبداللہ المامون ان کے ہمراہ تھے۔ یہ پہلے مدینہ آئے۔ اہل مدینہ کو

کے پاس جاتے وہ ان کو عطا دیتا۔ مدینہ سے فارغ ہو کر وہ مکہ آئے۔ یہاں بھی انہوں نے عطا دی۔ اس طرح دس لاکھ پچاس ہزار دینار خرچ ہوئے۔

ابراہیم بن محمد الحجی کے بیان کے مطابق رشید نے اپنے بیٹے محمد کو بروز پنجشنبہ ماہ شعبان ۱۷۳ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا اور امین اس کا لقب مقرر کیا تھا۔ ۱۷۵ ہجری میں انہوں نے شام اور عراق اسے دے دیئے۔ پھر ۱۸۳ھ میں رقہ میں انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ المامون کی ولی عہدی کے لیے بیعت لی اور ہمدان سے لے کر اقصائے ممالک محروسہ خلافت تک کا علاقہ اسے دے دیا۔

عبدالملک بن صالح کی قاسم کی سفارش:

قاسم بن الرشید عبدالملک بن صالح کے زیر تربیت تھا۔ جب رشید نے مامون کے لیے بیعت لی تو عبدالملک بن صالح نے ان کو یہ شعر لکھ کر بھیجے:

یا ایها الملك الذی	لو كان نجما كان سعداً
اعقد لقاسم بيعة	و اقدح لهر في الملك زنداً
الله فرداً واحدٌ	فاجعل ولاة العهد فرداً

ترجمہ: ''اے وہ بادشاہ کہ اگر وہ ستارہ ہوتا تو وہ ضرور مبارک ہوتا۔ آپ قاسم کے لیے بھی بیعت لیجیے اور اسے بھی ملک میں حصہ دیجیے۔ اللہ فرد واحد ہے۔ آپ اپنے ولی عہدوں کی تعداد بھی فرد رکھیے''۔

قاسم بن ہارون الرشید کا لقب:

انہیں اشعار نے سب سے پہلے قاسم کی ولی عہدی کا خیال رشید کے دل میں پیدا کیا۔ چنانچہ اب انہوں نے اس کے لیے بھی بیعت لی اور موتمن اس کا لقب قرار دیا۔ جزیرہ' سرحدات اور عواصم اس کے تفویض کیے۔

سلطنت کی تقسیم پر عوامی ردعمل:

جب انہوں نے سارے ملک کو اس طرح تقسیم کر دیا تو اس پر عوام میں مختلف خیال آرائیاں ہونے لگیں بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اس طرح انہوں نے سلطنت کے نظام کو مضبوط کر دیا ہے۔ دوسرے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ آپس میں لڑ مریں گے۔ اور اس تقسیم کے نتائج رعایا کے حق میں نہایت خوفناک ہوں گے۔ کسی نے اس پر شعر لکھے اور ان میں بھی اس اندیشہ کو ظاہر کیا گیا۔ ۱۸۶ ہجری میں ہارون نے مع محمد اور عبداللہ کے حج کیا۔ ان کے دوسرے امرائے عساکر وزراء اور قاضی ان کے ساتھ تھے رقہ میں انہوں نے اپنے حرم' خزانہ اموال اور فوج پر ابراہیم بن عثمان بن نہیک العکی کو اپنا قائم مقام بنا کر متعین کر دیا۔ اپنے بیٹے قاسم کو منبج بھیج دیا۔ اور اس کے ہمراہی امرائے عساکر اور سپاہ کے ساتھ اسے وہیں پڑاؤ ڈال دینے کا حکم دیا۔

عبداللہ المامون کے حق میں دو وثیقے:

مناسک حج ادا کرنے کے بعد انہوں نے عبداللہ المامون کے حق میں دو وثیقے لکھوائے۔ جن کے لکھنے میں فقیہوں اور قاضیوں نے اپنا تمام علم صرف کر دیا۔ ان میں سے ایک کے پورا کرنے کی ذمہ داری محمد پر تھی۔ جس میں اسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ اس

جواہرات اور مال اور اسباب عبداللہ کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ وہ اس کے حوالے کر دے گا۔ دوسرا وثیقہ وہ بیعت نامہ تھا جو انہوں نے اپنے عمائد خاص اور عوام الناس سے مع اس کی تمام شرطوں کے عبداللہ کے لیے لی تھی۔ اور جس کی بجا آوری محمد اور ان سب پر واجب قرار دی۔

عہد ناموں کی تکمیل:

رشید نے بیت اللہ میں ان عہد ناموں کے مطابق محمد سے بیعت لی اور اس پر ملائکہ اپنے لڑکوں عزیزوں موالیوں امیروں وزیروں کاتبوں اور دوسروں کو جو کعبہ میں حاضر تھے۔ اس بیعت پر شاہد بنایا اور اس طرح اس کی تکمیل کر کے وہ دونوں عہد نامے بیت اللہ میں محفوظ کرا دیئے اور بیت اللہ کے حاجیوں سے کہا کہ ان کو احتیاط سے رکھنا اور کسی کو باہر نہ لے جانے دینا۔

عہد نامہ کے متعلق بدشگونی:

عبداللہ بن محمد' محمد بن یزید التیمی اور ابراہیم الحجی بیان کرتے ہیں کہ رشید کعبہ میں حاضر ہوئے انہوں نے بنی ہاشم کے عمائد امرائے عساکر اور فقہا کو وہاں بلایا ان کے حکم سے وہ بیعت نامہ پڑھ کر عبداللہ اور محمد کو سنایا گیا۔ انہوں نے اس پر حاضرین کو شاہد بنایا۔ اور پھر حکم دیا کہ اسے کعبہ پر آویزاں کر دیا جائے۔ جب اسے آویزاں کرنے کے لیے اٹھانے لگے ہاتھ سے گر گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا یہ فال بد ہے۔ اس قرارداد پر عمل ہونے سے پہلے ہی یہ کالعدم ہو جائے گی۔

محمد الامین بن ہارون الرشید کا عہد نامہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ عہد نامہ امیر المومنین عبداللہ الہارون کے لیے محمد بن امیر المومنین ہارون نے صحت عقل میں اپنی خوشی سے بغیر جبر و اکراہ کے لکھا ہے۔ امیر المومنین نے اپنے بعد مجھے ولی عہد خلافت مقرر کیا ہے۔ اور اس کے لیے تمام مسلمانوں سے بیعت لی ہے۔ اور انہوں نے عبداللہ بن امیر المومنین ہارون کو میری رضامندی اور دلی خوشی سے بغیر جبر و اکراہ کے میرے بعد ولی عہد خلافت اور مسلمانوں کے تمام امور کا سربراہ بنایا ہے۔ اور اسے تمام خراسان اس کی سرحدوں' علاقوں' جنگوں' فوجوں' لگان حکومت ڈاک' خزانے' صدقات' عشر عشور اور اس سے متعلق تمام کاروبار کا اپنی زندگی میں اور اپنے بعد بھی خود مختار فرمانروا مقرر کیا ہے۔

میں نے اپنی دلی رضامندی سے امیر المومنین ہارون کے سامنے یہ عہد کیا ہے کہ انہوں نے میرے بھائی عبداللہ کے لیے جو عہد ولایت خلافت اور مسلمانوں کی حکمرانی کے لیے میرے بعد کے لیے کیا ہے میں اسے پورا کروں گا اور اسی طرح انہوں نے عبداللہ کو خراسان اور اس کے توابع کی جو حکومت کلی سپرد کی ہے یا امیر المومنین نے جو جاگیر اس کو دی ہو۔ کوئی آمدنی اس کے لیے لکھی ہو' اپنی جائداد میں سے کوئی جائیداد دی ہو' یا خرید کر کوئی جائداد یا آمدنی دی ہو' اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں زرنقد اسے دیا ہو زیورات ہوں' جواہرات ہوں۔ دوسرا سامان ہو' لباس ہو۔ مکان ہو' جانور ہوں۔ غرضیکہ کم یا زیادہ جو کچھ ہو گا وہ سب کا سب عبداللہ بن امیر المومنین ہارون کو دے دیا جائے گا اور میں اس ایک ایک شے سے واقف ہوں جو امیر المومنین نے عبداللہ کو دی ہیں اگر ابھی امیر المومنین پر حادثہ موت واقع ہو جائے اور خلافت محمد

بن امیر المومنین کو پہنچے تو محمد پر واجب ہے کہ وہ امیر المومنین کے اس حکم کو جوانہوں نے عبداللہ بن امیر المومنین ہارون کی ولایت خراسان اور سرحدات خراسان کا دیا ہے اور قرباسین میں اپنے اہل بیت میں سے جن جن لوگوں کو عبداللہ کے ساتھ کر دیا ہے۔ اس کی بجا آوری کرے اور عبداللہ بن امیر المومنین کو خراسان رے اور اس تمام علاقہ کا جس کی امیر المومنین نے تعیین کر دی ہے والی مقرر کر کے روانہ کر دے۔ چاہے عبداللہ بن امیر المومنین کی چھاؤنی اور سلطنت سے کتنے ہی دور دراز مقام پر ہو تب بھی اس حکم کی بجا آوری کی جائے گی۔

نیز ان تمام لوگوں کو جن کو امیر المومنین نے عبداللہ کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے متعلق عبداللہ کو اختیار ہے کہ وہ ان کو رے سے لے کر انتہائے سرحد خراسان تک جہاں چاہے متعین کرے محمد بن امیر المومنین کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی سردار سپاہی یا پیادہ کو جن کو امیر المومنین نے عبداللہ کے ساتھ کیا ہے اس کے پاس سے ہٹا کر دوسری جگہ تبدیل کر دے۔ یا خود عبداللہ بن امیر المومنین کو خراسان اس کے تمام توابع اور رے کے ہمدان سے متصلہ علاقہ سے لے کر خراسان کی انتہائی سرحد تک جس علاقہ کی فرمانروائی امیر المومنین ہارون نے اسے دی ہے جس میں اس کی سرحدیں تمام شہر اور ہر وہ علاقہ جو خراسان سے منسوب ہو سب داخل ہے بے دخل کیا جائے۔

محمد کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کو اپنی طرف سے ان علاقوں پر بھیجے یا عبداللہ کے ساتھیوں اور امراء میں سے کسی کو اس سے توڑے یا اس پر کسی کو والی مقرر کرنے یا اس پر اس کے کسی عامل اور والی پر کسی کو مفتش محاسب یا نگران مقرر کرے۔ نیز یہ کہ اس کے چھوٹے یا بڑے کسی کام میں خرابی نہ پیدا کرے۔ اور اس کی مطلق العنان فرمانروائی میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے اور امیر المومنین نے اپنے جن اعزا۔ مصاحبین' قضاۃ' عاملوں' کاتبوں' امراء' خادموں' موالیوں اور سپاہ کو عبداللہ کے ساتھ کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ کوئی ایسی کارروائی نہ کرے جس سے ان کی حالت میں خرابی پیدا ہو اور خود ان کے ساتھ یا ان کے رشتہ داروں' موالیوں اولاً اور دوسرے متعلقین کے ساتھ نہ ان کی جان کے بارے میں نہ مال و متاع املاک و زمین مکانات احاطے سامان غلہ۔ مویشی کے بارے میں چھوٹے ہوں یا بڑے خود کوئی نقصان ان کو پہنچائے گا اور نہ اپنے حکم۔ رائے خواہش اور اجازت سے کسی اور شخص کے ذریعہ ان امور میں ایسی مداخلت کرائے گا جس سے ان کو نقصان پہنچے۔ اور نہ ان معاملات میں کسی کے لیے مداہنت کو جائز رکھے گا۔

نیز بغیر عبداللہ بن امیر المومنین کی رائے اور اس کے قضاۃ کی رائے کے وہ ان لوگوں کے متعلق اس کے قاضیوں کے متعلق عاملوں کے متعلق یا ان لوگوں کے متعلق جو آئندہ اس کے حکم سے کسی سرکاری عہدے پر سرفراز ہوں گے اپنی طرف سے کوئی حکم دے گا۔ نیز اگر ان لوگوں میں سے جن کو امیر المومنین نے اپنے اعزاء میں سے مصاحبین میں سے امرا میں سے' عہدہ داروں میں سے' امراء میں سے منشیوں میں سے۔ خدمت گاروں میں سے۔ موالیوں میں سے اور سپاہ میں سے عبداللہ بن امیر المومنین کے ساتھ کر دیا ہے۔ کوئی شخص عبداللہ کی ملازمت اس کی چھاؤنی اس کی متعینہ جگہ کو عبداللہ کے حکم کے خلاف ورزی کر کے یا مخالفت پر آمادہ ہو کر چھوڑ کر محمد کے پاس چلا آئے گا تو محمد بن امیر المومنین پر لازم ہے کہ وہ اسے ذلت و حقارت کے ساتھ اپنے یہاں سے نکال دے اور عبداللہ کے پاس پہنچا دے تا کہ عبداللہ اپنی

رائے اور حکم سے اس کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔

اگر محمد بن امیر المومنین عبداللہ بن امیر المومنین کو اپنے بعد ولی عہدی سے علیحدہ کرنا چاہے یا خراسان' اس کی سرحد اس کے توابع اور اس علاقہ سے جس کی سرحد ہمدان سے مل گئی ہے۔ اور ان اضلاع کی ولایت سے جن کو امیر المومنین نے اپنے اس فرمان میں معین کر دیا ہے۔ برطرف کرنا چاہے یا ان امراء میں سے جو قرماسین میں موجود تھے اور جن کو امیر المومنین نے عبداللہ کے ساتھ کیا ہے کسی کو اس سے توڑنا چاہے جو اختیارات اور عطا امیر المومنین نے عبداللہ کو دی ہیں۔ کم ہوں یا زیادہ ان میں سے کسی توجیہ یا حیلہ سے کچھ بار بادہ کمی کرنا چاہے۔ تو امیر المومنین کے بعد عبداللہ بن امیر المومنین کو خلافت ملے وہ محمد بن امیر المومنین پر مقدم سمجھا جائے اور میرے امیر المومنین کے بعد وہی حکومت کا مالک ہوگا۔ اور امیر المومنین ہارون کے بعد وہی حکومت کا مالک ہوگا۔ اور امیر المومنین کے تمام خراسانی امراء منصب دار اور تمام چھاؤنیوں اور شہروں کے مسلمانوں پر عبداللہ کی اطاعت واجب ہوگی اور ان پر ضروری ہوگا کہ جب تک ان کی جان میں جان ہے وہ اس کا ساتھ دیں۔ اس کے مخالف سے لڑیں اس کی مدد کریں اور اس کی مدافعت کریں اور ان میں سے کسی شخص کے لیے چاہے وہ کہیں ہو یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ عبداللہ کی مخالفت کرے اس کے حکم سے سرتابی کرے یا اس کی اطاعت سے نکل سکے۔

اور اگر محمد بن امیر المومنین ہارون کو اپنے بعد ولی عہدی سے علیحدہ کر کے اس کے بجائے کسی دوسرے کو ولی عہد بنائے یا جو چیزیں امیر المومنین ہارون نے اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں عبداللہ کو دے دی ہیں جن کو انہوں نے تفصیل سے اپنے اس فرمان میں لکھ دیا ہے جو انہوں نے اس کے سامنے بیت الحرام میں لکھا ہے۔ اور نیز اس فرمان میں لکھا ہے ان میں سے کم کرنا چاہے تو کسی شخص کو بھی اس بارے میں محمد کی اطاعت نہ کرنا چاہئے اور اس وقت عبداللہ بن امیر المومنین کی بات قابل پذیرائی نہ ہوگی۔ نیز لوگوں نے جو بیعت محمد بن امیر المومنین ہارون کی ولی عہدی کی ہے' اگر وہ ان اشیاء میں جو امیر المومنین نے عبداللہ کے لیے مختص کر دی ہیں کچھ کمی کرے تو اس پر اس کی بیعت کی ذمہ داری باقی نہ رہے گی۔ اور وہ آزاد ہوں گے۔ اور اس وقت محمد بن امیر المومنین پر واجب ہوگا کہ وہ عبداللہ بن امیر المومنین ہارون کے آگے سر اطاعت خم کر دے اور خلافت اس کے سپرد کر دے۔

محمد بن امیر المومنین اور عبداللہ بن امیر المومنین کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ قاسم بن امیر المومنین ہارون کو ولایت عہد سے علیحدہ کر دیں یا اپنی اولاد اعزہ یا اغیار میں سے کسی کو بھی اس پر مقدم کر دیں۔ البتہ جب عبداللہ بن امیر المومنین خلیفہ ہو تو اسے قاسم کے متعلق یہ اختیار ہے کہ چاہے وہ اسے ولی عہدی سے علیحدہ کر کے اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو ولی عہد بنا لے۔ یا کسی اور کو قاسم پر مقدم کر کے قاسم کو اس کے بعد ولی عہد برقرار رکھے۔ اس معاملہ میں وہ اپنی صوابدید پر عمل کرنے کا مجاز و مختار ہے۔

اے مسلمانو! امیر المومنین نے اپنے اس فرمان میں عبداللہ کے متعلق جو احکام اور وصایا لکھے ہیں۔ ان سب کی بجا آوری تم پر واجب ہے۔ اور اس کے لیے تم سے اللہ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری پر وہ موثق عہد لیا جاتا ہے جو اللہ نے اپنے ملائکہ خاص اور انبیاء و مرسلین سے لیا ہے۔ اور جسے اس نے تمام مسلمانوں اور اہل ایمان سے لیا

ہے کہ تم عبداللہ بن امیر المومنین کے حق میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور محمد' عبداللہ اور قاسم امیر المومنین کے صاحبزادوں کے متعلق جو کچھ اس فرمان میں لکھا گیا ہے اور جس کی بجا آوری تم پر لازم قرار دی ہے اور جسے خود تم نے اپنے اوپر واجب کیا ہے۔ ضرور پورا کرو گے۔ اگر تم نے ان شرائط کی جو اس فرمان میں درج ہیں خلاف ورزی کی یا اسے بدل دیا تو تم اللہ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کے ذمہ سے خارج سمجھے جاؤ گے اور تم میں سے ہر شخص کے پاس آج جس قدر مال ہے یا آج سے پچاس سال آئندہ تک جو وہ کمائے گا وہ سب مساکین کے لیے صدقہ ہو جائے گا۔ اور تم میں سے ہر ایک کو بیت اللہ الحرام کے پچاس حج پیادہ پا نذر واجب کے طور پر کرنے پڑیں گے جس کے معاوضہ میں کوئی اور شے کفارہ نہیں ہو سکے گی۔ نیز تمہارے وہ تمام لونڈی غلام جو اب تمہارے قبضہ میں ہیں یا آج سے پچاس سال آئندہ تک تم کو ہمدست ہوں وہ سب آزاد ہوں گے۔ اس طرح تمہاری ہر بیوی پر تین طلاق بائن قطعی جس سے رجعت نہ ہو سکے واقع ہوں گی اس معاملہ میں اللہ تمہارے مقابلہ پر کفیل اور نگراں ہیں اور صرف اس کی نگرانی کافی ہے''۔

عبداللہ بن ہارون الرشید کا اقرار نامہ:

ذیل میں وہ اقرار نامہ درج کیا جاتا ہے جو عبداللہ بن امیر المومنین نے اپنے قلم سے کعبہ میں تحریر کیا۔

یہ تحریر پر عبداللہ ہارون امیر المومنین کے لیے عبداللہ بن امیر المومنین ہارون نے اپنی طرف سے خوشی و صحت عقل اور سلامتی شعور کے ساتھ اس لیے لکھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس میں اس کی اس کے اہل بیت کی' اور تمام مسلمانوں کی فلاں و بہبود مضمر ہے۔

''امیر المومنین ہارون نے میرے بھائی محمد بن ہارون کے بعد مجھے ولی عہد خلافت اور امیر المومنین مقرر کیا ہے نیز انہوں نے اپنی زندگی میں مجھے سرحد خراسان اس کے اضلاع اور تمام توابع اور ملحقات کا والی مقرر کیا ہے اور محمد بن ہارون سے یہ اقرار لیا ہے کہ انہوں نے اس کے بعد مجھے جو ولی عہد خلافت اور امیر المومنین مقرر کیا ہے اور خراسان اور اس کے توابع اور ملحقات کی جو ولایت مجھے دی ہے اسے وہ پورا کرے گا نیز امیر المومنین نے جو جاگیریں مجھے دی ہیں' جو جائداد خرید کر۔ مجھے دی ہے یا پٹے خرید کر دیئے ہیں یا مربعے دیئے ہیں یا جن کو خود میں نے خود خریدا ہے۔ نیز امیر المومنین نے جو مال' جواہرات' لباس' سامان معیشت' جانور' غلہ وغیرہ وغیرہ مجھے دیا ہے۔ ان میں محاسبہ کے لیے وہ مجھ سے اور نہ میرے کسی کارندے سے کوئی تعارض کرے گا۔ اور وہ نہ مجھے اور نہ میرے کسی آدمی کو تنگ کرے گا اور نہ میرے اور میرے آدمیوں کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرے گا۔ اور نہ ان لوگوں کے معاملہ میں جو میرے ہمراہ ہیں یا جن سے میں آئندہ خدمات لوں' ان کی جان و مال اعزاء و اقربا جانور اور دوسرے چھوٹے یا بڑے معاملات میں دخل دے کر ان کو نقصان پہنچائے گا۔

محمد نے ان سب باتوں کو مان لیا اس کے متعلق ایک اقرار نامہ لکھ دیا ہے جس میں اس نے اقرار واثق کیا ہے کہ وہ ان باتوں کو پورا کرے گا۔ امیر المومنین ہارون نے اس اقرار نامہ کو پسند کر کے منظور کر لیا ہے اور چونکہ امیر المومنین کو یقین ہے کہ محمد نے جو اقرار نامہ لکھا ہے وہ اس کے خلوص اور صدق نیت پر مبنی ہے اس وجہ سے میں نے امیر المومنین کے سامنے اس بات کا اقرار کیا ہے اور میں اپنے اوپر یہ عہد لازم کرتا ہوں کہ میں محمد کا مطیع و فرمان بردار رہوں گا۔ ان کی

مخالفت نہیں کروں گا۔ اس کے ساتھ خلوص برتوں گا۔ ان کو دھوکہ نہ دوں گا۔

میں نے اس کی خلافت کے لیے جو بیعت کی ہے اسے پورا کروں گا۔ اس کے ساتھ بے وفائی نہیں کروں گا۔ اس کی بیعت سے علیحدہ نہ ہوں گا۔ اس کے احکام کو نافذ کروں گا۔ حکومت کی ذمہ داریوں سے عہد برآ ہونے میں اس کے ساتھ مل کر کام کروں گا۔ اور اپنی سمت میں اس کے دشمن سے جہاد کروں گا۔ مگر یہ اسی وقت ہوگا جب کہ وہ بھی ان تمام باتوں کو جو امیر المومنین نے میرے لیے مختص کر دی ہیں۔ اور جن کو اس نے اپنے عہد نامے میں جو اس نے امیر المومنین کو لکھ کر دیا ہے۔ تصریح اور تفصیل کر دی ہے اور جسے امیر المومنین نے منظور کیا ہے۔ پورا کیا ہے اور کسی بات میں وہ مجھے تنگ نہ کرے اور نہ ان امور میں سے جن کے الفاظ کو امیر المومنین نے اس پر میرے لیے لازم قرار دیا ہے۔ کوئی کمی کرے۔

اگر محمد بن امیر المومنین کو فوج کی ضرورت ہوگی اور وہ مجھے حکم بھیجے گا کہ میں اسے اس کے پاس بھیج دوں یا کسی سمت کو جس کا اس نے حکم دیا ہوگا بھیج دوں گا۔ یا اس کے کسی ایسے دشمن کے مقابلہ پر جس نے اس کی مخالفت کی ہو یا اس کی یا میری اس حکومت میں سے جو امیر المومنین نے ہم دونوں کے سپرد کی ہے۔ وہ کسی حصہ کو علیحدہ کرنا چاہتا ہو تو مجھ پر فرض ہے کہ میں اس کے احکام کی بجا آوری کروں۔ اور نہ جس بات کے لیے وہ مجھے لکھے اس سے ذرا سی کوتاہی کروں۔

اگر محمد چاہے کہ وہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو میرے بعد خلیفہ اور امیر المومنین مقرر کرے تو اسے کا اسے اس وقت تک حق ہے جب تک وہ ان دو باتوں کو جن کو امیر المومنین نے میرے لیے مختص کر دیا ہے اور جس کے ایفا کے لیے انہوں نے اس سے میرے لیے عہد لیا ہے۔ جس کے ایفا کو خود اس نے میرے معاملہ میں اپنے اوپر لازم کیا ہے پورا کرے۔ اور اس وقت مجھ پر لازم ہوگا کہ میں اس کے اس قسم کے انتظام کو نافذ کروں۔ اسے تمام وکمال بجا لاؤں نہ اس میں کمی کروں نہ تبدیلی اور نہ اسے بدل کر اس پر اپنے کسی بیٹے کو مقدم کروں یا خلق خدا میں کسی دور یا قریب کے شخص کو اس پر مقدم کروں البتہ اگر خود امیر المومنین ہی میرے بعد اپنے کسی اور بیٹے کو ولی عہد مقرر کر دیں تو اس صورت میں مجھے اور محمد دونوں پر ان کے تقرر کی بجا آوری ضروری ہوگی۔

میں امیر المومنین اور محمد کے سامنے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ جب تک محمد ان تمام باتوں کو جو امیر المومنین نے میرے لیے بالتصریح مختص کر کے ان کے ایفا کا محمد سے اقرار واثق لیا ہے اور جسے اس نے اپنے مرقومہ عہد نامہ میں لکھ دیا ہے پورا کرے گا۔ میں ان تمام باتوں کو جن کو میں نے اپنے اس اقرار نامہ میں تسلیم کیا ہے پورا کروں گا اور اس کے لیے اپنے اوپر میں نے اللہ کا عہد و پیمان' امیر المومنین کا ذمہ اپنا ذمہ' اپنے اجداد کا ذمہ اور تمام اہل ایمان کا ذمہ اور جو سخت سے سخت عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے اجداد کا ذمہ اور تمام اہل ایمان کا ذمہ اور جو سخت سے سخت عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء و مرسلین سے لیا ہے اس کا ذمہ اور اس سخت حلف کا ذمہ جس کے ایفا کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جس کی خلاف ورزی کرنے یا بدلنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے اپنے سر لے کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ان باتوں میں جن کو میں نے تصریح کے ساتھ اپنے اس اقرار نامہ میں لکھ دیا ہے۔ ذرا سی کوتاہی کروں۔ الٹ دوں۔ بدل دوں' ان کی خلاف ورزی کروں یا بیوفائی

کروں تو میں اللہ عز وجل اس کی حفاظت' اس کے مذہب اور محمد ﷺ سے قطعی بے تعلق ہو جاؤں گا اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے کافر و مشرک ہو کر جاؤں گا۔ اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے میری ہر بیوی پر جو اس وقت میرے نکاح میں ہے۔ یا جسے میں آئندہ تیس سال میں اپنے نکاح میں لاؤں تین طلاق قطعی واقع ہوں گی۔ جس سے رجعت ممکن نہیں۔ نیز میرا ہر مملوک جو آج میرے قبضہ میں ہے یا جو آئندہ تیس سال میں مجھے ہدست ہو وہ سب اللہ کے لیے آزاد ہوں گے۔ اور مجھے بیت اللہ کے تیس حج پیادہ پا نذر واجب کے طور پر کرنے پڑیں گے۔ جن کا کفارہ نہیں۔ نیز میرا تمام مال جو اس وقت میرے پاس ہے یا جسے آئندہ تیس سال میں حاصل کروں وہ کعبہ کا ہدیہ ہو گا۔

جو کچھ میں نے امیر المومنین کے سامنے اقرار کیا ہے اور جسے پابند تحریر کیا ہے اس سب کا ایفا میرے لیے لازم ہے اور اس کا وہی مطلب ہے۔ جو ظاہر ہے کچھ اور نہیں''۔

یہ عہد نامہ ذی الحجہ ۱۸۶ھ میں لکھا گیا۔ اس پر سلیمان بن امیر المومنین اور فلاں فلاں کی شہادت ثبت ہے:

ہارون الرشید کا عمال کے نام فرمان:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''امابعد! اللہ امیر المومنین کا اور اس خلافت کا جو اللہ نے ان کے سپرد کی ہے محافظ ہے' اس نے اپنی خلافت اور سلطنت کے ذریعہ ان کی عزت افزائی کی ہے۔ اور ان کے تمام اگلے اور پچھلے معاملات کو بنایا ہے۔ مشرق و مغرب میں اپنی امداد اور تائید سے ان پر احسان کیا ہے' تمام مخلوقات کے مقابلہ میں وہی ان کا محافظ اور نگران ہے اس کی ان تمام نعمتوں پر میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور تعریف کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس احسان و اکرام کو پورا کرے اور مجھے ایسے اعمال کی توفیق عطا کرے جس کی وجہ سے میں اس کے فضل مزید کا مستوجب بنوں۔

مجھ پر تم پر اور تمام مسلمانوں پر اللہ کا یہ بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے امیر المومنین کے بیٹے محمد اور عبداللہ کو وہ مرتبہ عظمیٰ دیا جس کی تمام امت آرزومند تھی اور اللہ نے سب کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی۔ ان کی طرف میلان پیدا کر دیا اور ان پر اعتماد قائم کیا تاکہ امت کے دین کا استحکام ہو۔ اس کے معاملات درست رہیں اس میں اتحاد رہے۔ اس کی سیاست استوار رہے اور وہ اختلاف اور تفریق کے مہلک نتائج سے مامون و مصئون رہے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنی عنان حکومت ان کے سپرد کر دی۔ اور پکے عہد اور سخت قسموں کے ساتھ انہوں نے ان دونوں کی بیعت کر لی۔ یہ بیعت اللہ کے ارادے سے قائم ہوئی ہے۔ کسی کو اس سے انحراف کا اختیار نہیں۔ چونکہ یہ بیعت اللہ نے اپنی پسند' مشیت اور سابقہ علم کی وجہ سے نافذ کی ہے اس لیے اب اس کے کسی بندے کو اس کے نقض' ازالہ یا تبدیل کا حق نہیں رہا۔ اس معاملہ میں امیر المومنین اپنے لیے ان دونوں کے لیے اور تمام امت کے لیے اللہ سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسے انجام کو پہنچائے گا۔ اللہ کے حکم کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ پلٹ سکتا ہے۔ جب سے تمام امت نے محمد بن امیر المومنین اور اس کے بعد عبداللہ بن امیر المومنین کی ولی عہدی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔ امیر المومنین ایسی تدبیر پر غور و خوض کرتے رہے جس میں ان دونوں کی اور تمام رعایا کی صلاح اور فلاح ہو ان کی بات بنی رہے۔ اتفاق و اتحاد رہے۔ کفار و منافقین مفسدوں اور

فتنہ انگیزوں کی جو ہماری خوشحالی اور عزت وشوکت کے دشمن ہیں دراندازیوں اور معاندانہ کارروائی کے بارآور ہونے کا کوئی موقع نہ رہے۔ اور ان کی ان تمام امیدوں پر جو وہ ان دونوں کے حق کو دستبرد کرنے کے لیے موقع کی تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ پانی پھر جائے۔

امیر المومنین اس معاملہ میں اللہ سے طلب خیر کرتے ہیں اور اس کام کے کرنے کے لیے جس میں ان دونوں کی فلاح۔ تمام امت کی فلاح اور اللہ کے حق اور حکومت کی قوت وشوکت ان دونوں کے مفاد کا استحکام ان کی حالت کی درستی ہماری خوش حالی اور اقبال مندی کے مخالفین کی سازش سے بچاؤ ان کے حسد' نفاق اور عناد کی مدافعت اور اس فتنہ انگیز کوشش کی جو ان دونوں کے درمیان فساد پیدا کرنے کے ہو روک تھام ہے۔ اللہ سے عزم راسخ کی استدعا کرتے ہیں اور اس کام کے لیے وہ اللہ کے ارادے کی تائید سے ان دونوں کو لے کر بیت الحرام گئے وہاں انہوں نے ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کے حکم کی بلا چون و چرا بجا آوری کریں گے۔ اور اس کے لیے انہوں نے ان دونوں سے اپنے لیے اور ان کے لیے عہد نامے لکھوائے۔ جس میں انہوں نے پکے عہد و پیان اور سخت قسموں کے ساتھ ایک نے دوسرے کے لیے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ ان کے متعلق امیر المومنین نے جو کچھ طے کر دیا ہے اس پر وہ کاربند ہوں گے تاکہ ان میں الفت و دوستی رہے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ مدد دیں اور حفاظت کریں اس میں نہ صرف ان کی بھلائی ہے۔ بلکہ تمام رعایا کی۔ جس کی نگرانی اللہ نے امیر المومنین کے سپرد کی ہے۔

نیز اللہ عزوجل کے دین اس کی کتاب اس کے نبی ﷺ کی نسبت کا استحکام اور استقامت ہے اور صرف اسی طرح مسلمانوں کے دشمن سے چاہے وہ کوئی ہو اور کہیں ہو کامیابی سے جہاد کیا جا سکتا ہے۔ اور ظاہر و باطن' دشمن' منافق' مخالف اور گمراہ کن بندگان اغراض نفسانی کی ان امیدوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے جن کے اپنے مکر و فریب سے ان دونوں کے درمیان عداوت پیدا کر کے بارآور ہونے کی ان کو تمنا ہے اسی طرح اللہ کے دشمن اور اس کے دین کے دشمن امت اسلام کے آپس میں اختلاف پیدا کرنے اور اللہ کی سرزمین میں فساد برپا کرنے کی جو آرزو رکھتے ہیں اور بدعت و گمراہی کی طرف جو بلانا چاہتے ہیں ان کے تمام منصوبوں کا انسداد ہے۔ اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے اس میں امیر المومنین کو اپنے دین اپنی رعایا اور اپنے نبی ﷺ کی امت کی فلاح پیش نظر ہے۔ اللہ اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی متصور ہے۔ اور اسی طرح اللہ کی اس حکومت کی جو اس نے صرف امیر المومنین کو عطا فرمائی ہے۔ مدافعت ہو سکتی ہے اور اسی طرح ہر اس کام کے لیے جس سے اللہ کی قربت اس کی پسندیدگی حاصل ہو اور جو اس تک پہنچنے کا وسیلہ بن سکے۔ کوشش کی جا سکتی ہے۔

جب امیر المومنین مکہ آئے تو انہوں نے اپنی رائے سے محمد اور عبداللہ کو آگاہ کیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا اور اس کے ایفا کا حتمی وعدہ کیا اور بیت اللہ الحرام میں اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کے لیے ان کے اعزاء و امراء' مصاحبین اور قضاۃ کے سامنے جو حج میں شریک تھے اور خانہ کعبہ کے حاجبوں کے سامنے دو اقرار نامے جن پر ان کی شہادت ثبت ہے لکھ کر دیئے۔ امیر المومنین نے وہ دونوں اقرار نامے خدام کعبہ کے سپرد کر دیئے تاکہ وہ ان کو کعبہ کے اندر لٹکا دیں۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین نے اپنے قضاۃ اور دوسرے ان لوگوں کو جن کے سامنے اقرار نامے لکھے گئے

تھے۔ حکم دیا کہ وہ اس کی خبر تمام ان لوگوں کو جو بیت اللہ الحرام میں حج یا عمرہ کی نیت سے حاضر ہوں کر دیں اور ان تمام شرائط کو پڑھ کر سنا دیں جو ان کے سامنے ضبط تحریر میں آئی ہیں۔ تاکہ ان کے سننے والے ان کو اچھی طرح اپنے ذہن میں محفوظ کر کے اور سمجھ کر ان کو اپنے دوسرے بھائیوں اور ہموطنوں کو پہنچا دیں۔

چنانچہ میرے اس حکم کے مطابق میرے مقتین نے مسجد حرام میں سب کے سامنے وہ دونوں اقرار نامے پڑھ کر سنا دیئے۔ جس سے تمام حاضرین بیت اللہ واقف ہو گئے اور اس طرح وہ بھی اب اس پر شاہد بن گئے۔ اور ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ امیر المومنین نے جو کچھ کیا ہے وہ ان کی فلاح اور بہبودی کے لیے ہے تاکہ ان کا خون نہ بہے ان کی بات بنی رہے اللہ کے دشمن' اس کے دین کے دشمن اس کی کتاب اور تمام مسلمانوں کے دشمنوں کے منصوبوں پر پانی پھر جائے۔ اس لیے انہوں نے امیر المومنین کے لیے دعائے خیر کی اور ان کا شکر ادا کیا۔

ان دونوں اقرار ناموں کی جو ان کے بیٹے محمد اور عبداللہ نے کعبہ کے اندر لکھ کر امیر المومنین کو دیئے ہیں۔ نقلیں اس فرمان کے ذیل میں درج ہیں۔ تم اللہ عزوجل کی بے حد تعریف کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے امیر المومنین کے بیٹے محمد اور عبداللہ کو ولی عہد خلافت بنا کر امیر المومنین پر ان پر' تم پر اور تمام امت اسلام پر احسان عظیم کیا ہے۔ جو مسلمان وہاں ہوں ان کے سامنے میرا فرمان پڑھوا ان کو اس کا مطلب سمجھا دو۔ ان پر ان سے بیعت لے لو اور اسے اپنے دفتر میں نیز امیر المومنین کے دوسرے امرا اور رعایا کے دیوانوں میں جو وہاں ہوں ثبت کرا دو اور یہ سب کارروائی مکمل کر کے امیر المومنین کو اس کی اطلاع دو''۔

ماہ محرم ۱۸۶ھ کے ختم میں سات راتیں باقی تھیں۔ جب سنیچر کے دن اس فرمان کو اسماعیل بن صبیح نے لکھا۔ ہارون الرشید نے عبداللہ المامون کے لیے ایک لاکھ دینار کا حکم دیا جو رقہ سے لے جا کر بغداد میں اس کو دے دیئے گئے۔

علی بن عیسیٰ کے خلاف شکایت:

مقام عمر میں جعفر بن یحییٰ کے قتل کے بعد رشید رقہ چلے گئے پھر جب خراسان سے علی بن عیسیٰ بن ماہان کی مسلسل شکائتیں موصول ہوئیں اور ان کے ہاں بھی اکثر لوگوں نے اس کی شکایت کی تو اب انہوں نے اس کے برطرف کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس خیال سے کہ ایسے وقت میں ان کو خراسان کے قریب آ جانا چاہیے۔ وہ رقہ سے بغداد آئے۔

عبداللہ المامون کی تجدید بیعت:

ایک مدت تک بغداد میں قیام کے بعد وہ قرماسین آئے۔ یہ ۱۸۹ھ کا واقعہ ہے کہ اور کئی قاضیوں اور دوسرے لوگوں کو انہوں نے وہاں بلایا اور اس بات پر ان کو گواہ بنایا کہ ان کی چھاؤنی میں جو مال و متاع خزانے اسلحۂ جانور اور دوسری چیزیں موجود ہیں' وہ سب عبداللہ المامون کی ہیں' اب ان کو ان میں کم یا زیادہ کا کوئی حق نہیں نیز انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے عبداللہ المامون کے لیے تجدید بیعت کرائی اور اپنی فوج خاصہ کے سردار ہرثمہ بن اعین کو انہوں نے بغداد بھیجا اور وہاں جو لوگ موجود تھے اس نے اس عہد نامے کے بموجب جو رشید نے مکہ میں لیا تھا۔ محمد عبداللہ اور قاسم کے لیے دوبارہ بیعت لی۔ اس عہد نامہ میں قاسم کی ولی عہدی کے معاملہ کو عبداللہ پر محول کیا گیا تھا کہ جب وہ سربرآرائے خلافت ہو تو اسے اختیار رہے کہ چاہے وہ قاسم کو ولی عہد برقرار رکھے یا اسے علیحدہ کر دے۔

باب۲

زوال برامکہ

۱۸۷ھ کے واقعات:

اس سال رشید نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کر دیا اور وہ برامکہ کی تباہی کے درپے ہو گئے۔

ہارون الرشید کی جعفر بن خالد کے خلاف ناراضگی:

جس وجہ سے رشید نے جعفر سے ناراض ہو کر اسے قتل کر دیا اس میں اختلاف ہے۔ اس کے متعلق بختیشوع بن جبرئیل اپنے باپ کی روایت بیان کرتا ہے کہ میں رشید کے دربار میں حاضر تھا۔ اتنے میں یحییٰ بن خالد دربار میں حاضر ہوا اور بغیر اجازت باریابی اندر چلا آیا۔ رشید کے قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا۔ رشید نے بے التفاتی سے اس کو جواب دیا۔ جس سے یحییٰ فوراً سمجھ گیا کہ اب تک ان کی بات بگڑ گئی۔ رشید نے مجھ سے کہا جبرئیل کیا ایسا ہی ہوتا ہے کہ تم اپنے گھر میں ہو اور اس وقت کوئی شخص بے اجازت تمہارے پاس چلا آئے۔ میں نے کہا جناب والا ایسا تو نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص ایسا خیال کر سکتا ہے۔ کہ وہ بغیر اجازت اندر چلا آئے۔ رشید کہنے لگے تو ہماری حالت کس قدر افسوس ناک ہے کہ لوگ بغیر اجازت اندر چلے آتے ہیں۔ اس پر یحییٰ نے عرض کیا امیر المومنین اللہ نے مجھے جناب والا کی خدمت میں رسوخ عطا کیا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ میں اس طرح بغیر اجازت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں خود امیر المومنین نے اس امتیاز خاص سے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔ اور یہ بات مشہور ہو چکی ہے۔ مجھے امیر المومنین کی خدمت میں اس وقت بھی باریابی ہوئی ہے جب کہ وہ اپنے بستر پر بھی بالکل برہنہ اور کبھی صرف ازار میں ملبوس ہوتے تھے۔ اور کبھی یہ بات میرے علم میں نہیں آئی کہ امیر المومنین نے میری اس بے تکلفی کو برا سمجھا ہو۔ ورنہ اگر میرے آقا مجھے حکم دیں تو میں تو اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ درباریوں کے دوسرے کیا بلکہ تیسرے طبقہ میں شامل کیا جاؤں۔

ہارون الرشید کی معذرت:

یہ جواب سن کر ہارون الرشید شرمندہ ہو گئے۔ چونکہ تمام خلفا میں وہ سب سے زیادہ بامروت تھے۔ اس لیے اس گفتگو کے دوران میں وہ نظریں نیچی کیے زمین دیکھتے رہے اور اس کی طرف آنکھ نہیں اٹھائی۔ اور کہنے لگے اس بات سے میرا مقصد تمہاری دل آزاری نہ تھی۔ مگر لوگ ایسا کہتے ہیں۔ ان کے لب ولہجہ سے میں نے محسوس کیا کہ ان سے یحییٰ کا کوئی معقول جواب نہ پڑا۔ اس وجہ سے انہوں نے اس طرح بات بنا دی۔ پھر رشید خاموش ہو گئے اور یحییٰ دربار سے چلا گیا۔

محمد بن اللیث کی یحییٰ بن خالد کے خلاف شکایت:

ثمامہ بن اشرس نے یحییٰ بن خالد کے زوال کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ محمد بن اللیث نے ایک خط رشید کو لکھا اس میں ان کو پند و نصیحت کی اور لکھا کہ اللہ کے سامنے یحییٰ بن خالد تمہارے کسی کام میں نہیں آ سکتا۔ حالانکہ تم نے اسی کو اپنے اور اللہ کے درمیان حائل کر رکھا ہے۔ جب تم خدا کے سامنے اپنے اعمال کو جواب دہی کے لیے کھڑے ہو گے اور تم سے پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے اللہ کے بندوں اور علاقوں کے ساتھ کیا کیا۔ اور تم یہ جواب دو گے کہ خداوندا میں نے تیرے بندوں کے تمام معاملات یحییٰ کے سپرد کر دیئے

تھے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا یہ عذر اللہ کے یہاں مقبول ہوگا۔ اپنے خط میں محمد بن اللیث نے اسی طرح رشید کو خوب ڈرایا دھمکایا تھا۔

محمد بن اللیث کی اسیری:

رشید نے یحییٰ کو طلب کیا اس سے پہلے ہی یحییٰ کو اس خط کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی۔ رشید نے اس سے پوچھا۔ تم محمد بن اللیث کو جانتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں جانتا ہوں۔ رشید نے پوچھا وہ کیسا آدمی ہے۔ یحییٰ نے کہا اس کے مسلمان ہونے میں بھی شک ہے۔ رشید نے حکم دیا کہ اسے جیل خانے میں قید کر دیا جائے چنانچہ وہ ایک عرصہ دراز تک جیل میں مقید رہا۔

محمد بن اللیث کی رہائی:

جب رشید برامکہ سے ناراض ہوئے تو ان کو محمد بن اللیث یاد آیا حکم دیا کہ اس کو دربار میں حاضر کیا جائے جب وہ آ گیا تو ایک گفتگو کے بعد رشید نے اس سے کہا۔ محمد کیا تم مجھے دوست رکھتے ہو۔ اس نے کہا بخدا ہرگز نہیں رشید نے کہا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں میں سچ کہتا ہوں۔ آپ نے بغیر میرے جرم یا خطا کے محض ایک حاسد ملحد مسلمان اور اسلام کے دشمن کے مجرد کہنے پر مجھے بیڑیاں پہنا دیں۔ اور اپنے اہل وعیال سے جدا کر دیا۔ ایسی حالت میں کیونکر آپ کو دوست رکھ سکتا ہوں۔ رشید کہنے لگے بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اور اب انہوں نے محمد کو رہا کر دیا اور پھر پوچھا محمد کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو۔ اس نے کہا بخدا! امیر المومنین ہرگز نہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میرے قلب میں آپ کی طرف سے جو غم وغصہ تھا وہ نکل گیا ہے۔ رشید نے حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم اسے دیئے جائیں جب وہ روپیہ اسے دینے لگے تو اب رشید نے پھر پوچھا۔ محمد اب تو تم مجھ سے خوش ہو اور مجھے اچھا سمجھتے ہو گے۔ اس نے کہا جی ہاں اب کیوں نہیں۔ آپ نے مجھ پر احسان اور اکرام کیا ہے میں اب کیوں آپ کو اچھا نہ سمجھوں گا۔ رشید کہنے لگے۔ اللہ اس شخص سے تمہارا انتقام لے جس نے تم پر ظلم کیا ہے اور مجھے تمہارے خلاف بھڑکایا۔ اب دوسرے لوگوں نے بھی برامکہ کی بہت سی شکایتیں ان سے کیں۔ ان کے اقبال کے زوال کی یہ پہلی علامت تھی۔ جو ظاہر ہوئی۔

یحییٰ بن خالد کی اہانت:

اس واقعہ کے بعد جب یحییٰ رشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حسب عادت تمام غلام اس کے استقبال کو بڑھے۔ رشید نے اپنے خدمت گار مسرور سے کہا کہ غلاموں کو حکم دے دو کہ جب یحییٰ آئے تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوا کریں۔ چنانچہ جب یحییٰ اندر آیا تو کوئی غلام اس کی تعظیم کے لیے کھڑا نہ ہوا۔ یہ رنگ دیکھ کر اس کا رنگ زرد ہو گیا اور اب غلاموں اور دربانوں کا یہ شیوہ ہو گیا کہ یحییٰ کو دیکھ کر منہ پھیر لیتے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا کہ یحییٰ پینے کے لیے پانی وغیرہ مانگتا تو وہ اسے نہ پلاتے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرتے کہ جب وہ کئی مرتبہ مانگتا تب اسے پلا دیتے۔

جعفر بن یحییٰ اور یحییٰ بن عبداللہ:

ابو محمد الیزیدی جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس عہد کے حالات سے سب سے زیادہ واقف تھا۔ کہتا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ رشید نے جعفر بن یحییٰ کو بغیر یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کی وجہ سے قتل کیا تو اسے ہرگز باور نہ کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ رشید نے یحییٰ کو جعفر کے حوالے کر دیا تھا۔ اور جعفر نے اسے قید رکھا تھا۔ ایک رات جعفر نے یحییٰ کو اپنے پاس بلا کر اس کے معاملہ سے متعلق بات پوچھی۔ یحییٰ نے اس کا جواب دیا۔ اور کہا کہ تم میرے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور اس بات سے بچو کہ کل قیامت کے دن محمد ﷺ

میرے معاملہ میں تمہارے مدعی ہوں۔ کیونکہ بخدا نہ میں نے خود کوئی جرم کیا ہے اور نہ کسی مجرم کو پناہ دی ہے۔

یحییٰ بن عبداللہ سے جعفر کا حسن سلوک:

اس جواب سے جعفر اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے یحییٰ سے کہا کہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے جہاں چاہو چلے جاؤ۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ یحییٰ نے کہا کیسے جاؤں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کچھ روز کے بعد پھر گرفتار کر کے تمہارے پاس یا کسی دوسرے کے پاس قید کر دیا جاؤں گا جعفر نے اپنے خاص آدمی کو اس کے ساتھ بھیج دیا جو یحییٰ کو ایسے مقام تک پہنچا دے جہاں اب اسے کوئی خطرہ نہ تھا۔

یحییٰ بن عبداللہ کے متعلق فضل بن ربیع کی تحقیق:

اس واقعہ کی خبر فضل بن الربیع کو بھی اپنے ایک خاص مخبر کے ذریعہ ہوگئی اس نے پہلے تو اس کی تحقیق کی اور جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی اور اچھی طرح متحقق ہوگئی تو اس نے رشید سے اس کی جا کر اطلاع کی۔ رشید نے ظاہر تو یہ کیا کہ گویا ان کو اس خبر کی ذرا پروانہیں اور اس سے کہا کہ تم کو اس معاملہ سے کیا سروکار ہے۔ ممکن ہے کہ میرے حکم سے اس نے ایسا کیا ہو۔ اس بات کو سن کر فضل چپ سا ہو گیا۔

جعفر بن یحییٰ سے جواب طلبی:

جعفر ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے دن کا کھانا طلب کیا اور دونوں کھانے لگے۔ بلکہ رشید اپنے ہاتھ سے اسے کھلاتے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ آخر میں انہوں نے پوچھا۔ یحییٰ بن عبداللہ کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا وہ اسی طرح بیڑیاں پہنے ایک تنگ کوٹھڑی میں قید پڑا ہے۔ رشید نے کہا کیا میری جان کی قسم کھا کر تم کہہ سکتے ہو کہ ایسا ہی ہے۔ اب جعفر ذرا رکا یہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ ذہین اور سمجھدار آدمی تھا۔ فوراً تاڑ گیا کہ امیر المومنین کو اس معاملہ میں کچھ خبر ہوگئی ہے۔ کہنے لگا اے میرے آقا! آپ کی جان کی قسم ایسا نہیں ہے میں نے اسے یہ سمجھ کر کہ اب اس میں کچھ دم نہیں رہا۔ اور یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ خود رہا کر دیا ہے۔ رشید نے کہا تم نے ٹھیک کہا۔ ممکن ہے کہ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔

ہارون الرشید کا جعفر بن یحییٰ کے قتل کا ارادہ:

اس گفتگو کے بعد جب جعفر ان کے پاس سے اٹھا تو وہ اسے جب تک وہ نظر آتا رہا گھورتے رہے۔ جب وہ نظر سے اوجھل ہونے لگا تو کہنے لگے اگر میں اسے قتل نہ کر دوں تو اللہ تعالیٰ مجھے حالت کفر میں اسلام کی تلوار سے قتل کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے جعفر کو قتل کر دیا۔

ادریس بن بدر کا ایک مخبر کے متعلق بیان:

ادریس بن بدر بیان کرتا ہے کہ ایک شخص رشید کے سامنے نمودار ہوا۔ وہ اس وقت یحییٰ سے دو چار تھے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ امیر المومنین میں آپ کے فائدہ کی ایک بات بیان کرتا ہوں۔ رشید نے ہرثمہ کو حکم دیا کہ تم اس سے جا کر پوچھ لو ہرثمہ نے اس سے کہا کہو کیا بات ہے۔ اس نے بتانے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ایک راز ہے۔ جو صرف خلیفہ سے تعلق رکھتا ہے ہرثمہ نے رشید سے آ کر یہ بات کہہ دی۔ رشید نے کہا کہ اس سے کہو کہ وہ ڈیوڑھی پر حاضر رہے میں فرصت پا کر اس سے باتیں کروں گا۔ چنانچہ جب دوپہر کے وقت سب لوگ ان کے پاس سے چلے گئے انہوں نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا۔ اس نے کہا کہ میں تنہائی چاہتا ہوں۔

ہارون نے اپنے بیٹوں کو دیکھا اور کہا بچو اتم اب جاؤ۔ وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے صرف خاقان اور حسین وہاں بیٹھے رہے۔ اس شخص نے ان دونوں کی طرف غور سے دیکھا۔ رشید نے ان سے کہا کہ ذرا آپ بھی اس وقت ہٹ جائیں تو مناسب ہے۔ چنانچہ وہ دونوں بھی اٹھ گئے۔

یحییٰ بن عبداللہ کی ہارون الرشید کو اطلاع:

اب رشید نے اس شخص سے پوچھا۔ کہو کیا بات ہے اس نے کہا میں اس شرط سے بیان کرتا ہوں کہ آپ پہلے سے مجھ سے وعدہ امان کرلیں۔ رشید نے کہا ہاں ضرور میں وعدہ امان بھی کرتا ہوں اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو انعام دوں گا۔ اب اس شخص نے کہا کہ میں حلوان کی سرائے میں مقیم تھا وہاں میں نے یحییٰ بن عبداللہ کو دیکھا اس نے ایک موٹی صدری پہن رکھی تھی۔ اس پر ایک سبز رنگ کا موٹی جبہ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہمراہ ایک جماعت ہم سفر تھی۔ اگرچہ وہ لوگ اس کے ساتھ ہم سفر تھے مگر وہ اس سے علیحدہ رہتے تا کہ دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ ان سے اس سے کوئی شناسائی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اس کے یار و مددگار ہیں۔ ان میں سے ہر شخص کے پاس سرکاری پروانہ ہے کہ اگر کوئی ان سے باز پرس بھی کرے تو اس پروانے کی وجہ سے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

ہارون الرشید کا یحییٰ بن عبداللہ کے متعلق استفسار:

رشید نے کہا۔ کیا تم یحییٰ بن عبداللہ کو پہچانتے ہو۔ اس نے کہا۔ میں بہت عرصہ سے اس کو جانتا ہوں اور اسی قدیم شناسائی کی وجہ سے تو میں نے کل اس کو اچھی طرح پہچان لیا۔ رشید نے کہا۔ اچھا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔ اس نے کہا کہ وہ چوکور ہلکا سانولا ہے۔ کشادہ پیشانی ہے۔ اس کی آنکھیں بہت خوب صورت ہیں اور پیٹ بڑا ہے۔ رشید نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اچھا کچھ تم نے اس کی زبانی سنا۔ اس نے کہا میں نے اس کو کچھ کہتے تو نہیں سنا البتہ میں نے یہ دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا غلام جس کو میں ایک عرصہ سے جانتا ہوں سرائے کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب یحییٰ نماز پڑھ چکا تو غلام نے ایک موٹا سوتی رومال لا کر اسے دیا۔ جسے اس نے اپنی گردن پر لپیٹ لیا اور پشمینہ کا جبہ اتار لیا۔ زوال کے بعد اس نے دوسری نماز پڑھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ عصر کی ہوگی۔ میں اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پہلی دونوں رکعتیں بہت طویل کیں اور آخری قصیر۔ رشید کہنے لگے تم نے واقعہ کو خوب یاد رکھا ہے۔ بے شک یہ نماز عصر تھی۔ اور اسی وقت میں وہ لوگ نماز عصر پڑھا کرتے ہیں۔ اللہ تم کو اس کی جزائے خیر دے اور تمہاری سعی مشکور ہو۔ تم کون ہو۔ اس نے کہا میں آپ کی سلطنت کے متوسلین کی اولاد ہوں۔ میرا اصلی وطن تو مرہ ہے۔ مگر پیدائش مدینۃ السلام کی ہے۔ رشید نے پوچھا تم مدینۃ السلام میں رہتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں میرا مکان یہیں ہے۔

مخبر کو انعام وسزا:

رشید بہت دیر تک سر نیچا کیے ہوئے سوچتے رہے۔ پھر کہنے لگے۔ اگر میری خیر خواہی میں تم کو تکلیف برداشت کرنا پڑے تو کیا تم اسے خوشی سے برداشت کرلو گے۔ اس نے کہا جس طرح امیر المومنین چاہیں میں حاضر ہوں۔ رشید نے کہا اچھا یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ لپک کر اس کوٹھڑی میں گئے جو ان کی پشت پر واقع تھی۔ اور وہاں سے دو ہزار دینار کی ایک تھیلی نکال کر لائے۔ اس سے کہا کہ یہ لو اور چل دو۔ اور دیکھو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ اس شخص نے وہ تھیلی لے لی اور اسے اپنی چادر سے چھپا لیا۔ رشید نے غلام کو آواز دی خاقان اور حسین جواب میں حاضر ہوئے رشید نے کہا اس حرامزادے کو خوب تھپڑ مارو۔ چنانچہ ان

دونوں نے تقریباً سوتھپڑ اس کے مارے۔ پھر ان سے کہا کہ جو لوگ محل میں موجود ہوں ان سب کے سامنے اس کو اسی طرح لے جاؤ۔ اس وقت اس کا عمامہ اس کی گردن میں لپٹا ہوا تھا اور سب سے کہہ دو کہ جو شخص امیر المومنین کی اندرونی باتوں کا افشا کرے یا ان کے خالص دوست اور مددگاروں کی شکایت کرے گا اس کی یہی سزا ہے۔ ان دونوں نے حسب الحکم بجا آوری کی اور اس کا چرچا عام ہو گیا۔ مگر جب تک برامکہ پر رشید کا عتاب نازل نہیں ہوا کسی شخص کو اس شخص کا نہ حال معلوم ہوا اور نہ وہ بات معلوم ہوئی جو اس نے رشید سے کہی تھی۔

منصور بن زیاد کا جعفر بن یحییٰ کو مشورہ:

ابراہیم بن المہدی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ جعفر بن یحییٰ سے اس کے محل میں جسے اس نے خود بنایا ملنے گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ منصور بن زیاد بھی عجیب آدمی ہے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ جعفر نے کہا میں نے اس سے پوچھا تھا کہ تم کو میرے اس مکان میں کوئی عیب تو نظر نہیں آتا۔ اس نے کہا یہ عیب ہے کہ اس میں نہ اینٹ لگائی گئی ہے نہ لکڑی۔ اس پر میں نے کہا کہ میرے خیال میں تو اس میں صرف یہ عیب ہے کہ تم نے اس پر تقریباً بیس لاکھ درہم خرچ کیے ہیں اور یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ ضرور کوئی شخص اس وجہ سے امیر المومنین سے تمہاری شکایت کرے گا۔ جعفر نے کہا مگر وہ اس بات سے واقف ہیں کہ اس رقم سے بہت زیادہ بلکہ دو گنے کے قریب تو وہ مجھے خود عنایتاً دے چکے ہیں۔ میری تنخواہ اس کے علاوہ ہے۔ میں نے کہا کہ دشمن تم ان سے اس طرح شکایت کرے گا کہ امیر المومنین جب صرف ایک مکان پر جعفر نے بیس لاکھ درہم صرف کر دیئے ہیں تو دوسرے مصارف داد و دہش اور اخراجات پر کتنا صرف ہوتا ہوگا۔ امیر المومنین آپ کے خیال میں اتنی آمدنی کہاں سے اور کیونکر ہوتی ہوگی۔ یہ جملہ ایسا موثر ہے کہ فوراً ان کے دل میں اتر جائے گا اور تمہاری طرف سے وہ بدظن ہو جائیں گے۔ جعفر نے کہا اگر وہ میری بات سنیں گے تو میں عرض کروں گا کہ امیر المومنین نے بہت سے لوگوں کے ساتھ احسانات عظیم کیے اپنی داد و دہش سے ان کو مالا مال کر دیا۔ مگر یہ کفران نعمت ہے کہ انہوں نے اپنی دولت کو چھپایا یا بہت میں سے برائے نام ظاہر کی۔ مگر میں نے جب آپ کی نعمتوں کو دیکھا جس سے میں بہرہ مند ہوا ہوں تو میں نے اشاعت کے لیے ان کو پہاڑ کی چوٹی پر جما دیا۔ اور پھر لوگوں کو دعوت دی کہ آؤ اور دیکھو۔

جعفر بن یحییٰ کی ابراہیم بن مہدی کو ہدایت:

ابراہیم بن المہدی دوسرے سلسلہ روایت کے ساتھ بیان کرتا ہے' جعفر بن یحییٰ رشید کے دربار میں اس کا سرپرست تھا اور اسی نے ابراہیم کو رشید کے ہاں پیش کیا تھا کہ ایک دن جعفر نے مجھ سے کہا کہ مجھے یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ رشید کو وہ خلوص میرے ساتھ اب نہیں رہا ہے جو پہلے تھا مگر اسی کے ساتھ میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ ان کے سلوک کی یہ تبدیلی خود میرے خیالات کا پرتو ہو۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس کی جانچ کرے۔ تم اس کام کے اہل ہو۔ آج جب تم دربار میں شریک ہو تو ذرا غور سے ان کی ہر بات کو دیکھنا اور جس نتیجہ پر تم پہنچو اس سے مجھے اطلاع دینا۔

جعفر بن یحییٰ کی فراست و ذہانت:

میں نے اس روز دربار میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا۔ اور جب رشید دربار سے اٹھ گئے تو سب سے پہلے میں وہاں سے باہر نکل آیا اور ایک درخت کے نیچے جو ہمارے راستے میں واقع تھا اپنے ملازمین کے ساتھ چھپ کر ٹھہر گیا۔ نیز میں نے شمع بجھوا

دی۔ اب دوسرے درباری ایک ایک میرے پاس سے گزرنے شروع ہوئے۔ میں ان کو دیکھتا تھا مگر خود کھائی نہ دیتا تھا۔ جب سب چلے گئے تو اب جعفر آیا اور اس درخت سے بڑھتے ہی اس نے مجھے آواز دی۔ میں باہر نکل آیا اس نے پوچھا کہو کیا دیکھا۔ میں نے کہا یہ میں بعد میں بیان کروں گا۔ پہلے یہ کہو کہ تم کو میرے یہاں ہونے کا علم کیونکر ہوا۔ اس نے کہا۔ اس عنایت کی وجہ سے جو تم میرے حال پر کرتے ہو۔ مجھے یہ یقین تھا کہ تم بغیر مجھ سے ملے اور دربار کے رنگ سے آگاہ کیے چلے نہ جاؤ گے۔ نیز میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم اس وقت نمایاں جگہ میں ٹھہرنا کبھی پسند نہ کرو گے اور ہماری راہ میں اس جگہ سے بہتر چھپ کر ٹھہرنے کی کوئی دوسری جگہ نہ تھی۔ اسی بنا پر میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ تم ضرور یہاں ٹھہرے ہو گے۔ میں نے کہا بے شک تمہارا خیال صحیح ہے۔

جعفر کا ابراہیم بن مہدی کی رائے سے اتفاق:

اس نے کہا اچھا کہو تم نے کیا رنگ دیکھا۔ میں نے کہا میں نے یہ بات محسوس کی۔ جب تم متانت اور سنجیدگی سے کوئی بات کہتے تھے وہ اسے مذاق میں اڑا دیتے تھے اور جب تم مذاق میں کوئی بات کہتے تھے۔ وہ اسے خاص اہمیت دیتے تھے۔ اس نے کہا میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ میں چلا آیا۔

جعفر بن یحییٰ کی پیشین گوئی:

علی بن سلیمان کہتا ہے کہ میں نے ایک دن جعفر بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اس گھر میں کوئی عیب نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کا مالک اب زیادہ عرصہ زندہ رہنے والا نہیں۔ اس سے مراد وہ خود تھا۔

یحییٰ بن خالد کی خانہ کعبہ میں دعا:

موسیٰ بن یحییٰ کہتا ہے کہ جس سال میرے والد کا انتقال ہوا' وہ حج کے لیے گئے۔ ان کے تمام بیٹوں میں سے صرف میں ان کے ہمراہ تھا۔ وہ کعبہ کے پردوں کو پکڑے ہوئے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ خداوندا! میرے گناہ اتنے ہیں کہ جن کو صرف تو ہی شمار کر سکتا ہے اور تو ہی ان کو جان سکتا ہے۔ اے خداوندا! اگر تو مجھے ان کی پاداش دینے والا ہو تو اسی دنیا میں ان کی سزا دے دے۔ چاہے اس میں میری سماعت' بصارت دولت اور اولاد ہی جاتی رہے۔ تو مجھے معاف کر دے اور آخرت میں سزا نہ دے۔

احمد بن الحسن بن حرب بیان کرتا ہے کہ میں نے یحییٰ کو بیت اللہ کے مقابل کعبہ کے پردوں کو تھامے ہوئے یہ دعا مانگتے سنا کہ اے خداوندا! اگر تیری خوشنودی صرف اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ جو نعمتیں تو نے مجھے دی ہیں تو وہ تو مجھ سے چھین لے۔ یہاں تک کہ اگر تیری خوشنودی کے حاصل کرنے کے لیے میرے اہل وعیال اور اولاد بھی مجھ سے چھین لی جائے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ سوائے میرے بیٹے فضل کے اسے تو چھوڑ دے۔

یہ دعا کر کے وہ جانے لگا۔ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ تیزی سے دوبارہ پلٹ کر کعبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر چہ مجھ ایسے گنہ گار کو زیبا نہیں کہ وہ تیری رحمت کا امیدوار ہو اور تیری تعریف اور تقدیس کرے مگر خداوندا! میں فضل کو بھی قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔

یحییٰ بن خالد کی مکہ سے مراجعت:

یہ حج سے واپسی میں انبار میں فروکش ہوئے۔ رشید نے عمر میں منزل کی۔ ان کے ہمراہ ان کے دونوں ولی عہد امین اور

مامون بھی تھے۔ فضل امین کے ہمراہ اور جعفر مامون کے ہمراہ فروکش ہوا۔ یحیٰ اپنے کاتب خالد بن عیسیٰ کے ساتھ فروکش ہوا۔ محمد بن یحیٰ ابن نوح مہتمم توشکخانہ کے ساتھ فروکش ہوا۔ اور محمد بن خالد نے عمر مین رشید کے ساتھ مامون کے پاس قیام کیا۔

ایک رات رشید نے فضل کو تنہائی میں باریاب کیا پھر اسے خلعت سے سرفراز کر کے حکم دیا کہ تم محمد الامین کے ساتھ چلے جاؤ۔

موسیٰ بن یحیٰ سے ہارون الرشید کی بدظنی:

موسیٰ بن یحیٰ کو بلایا اور اس کا قصور معاف کر دیا یہ اس سفر کے ابتداء میں جب حیرہ آئے تھے' تو وہاں اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان نے خراسان کے متعلق رشید سے اس کی شکایت کی اور کہا کہ تمام خراسانی اس کے مطیع وفرمانبردار ہو گئے ہیں۔ اس سے محبت کرتے ہیں یہ ان سے خط و کتابت کے ذریعہ سازش کر رہا ہے کہ چپکے سے نکل کر خراسان چلا جائے اور پھر اہل خراسان کو لے کر بغاوت کر دے۔ یہ بات رشید کے دل میں بیٹھ گئی۔ اور وہ اس سے بدظن ہو گئے۔ چونکہ موسیٰ بڑا بہادر شہسوار تھا۔ اس وجہ سے جب علی بن عیسیٰ نے اس کی شکایت کی تو وہ فوراً رشید کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ مگر اس وقت تو انہوں نے معمولی طور پر اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد موسیٰ بہت مقروض ہو گیا اور اپنے قرض خواہوں سے روپوش ہو گیا رشید سمجھے کہ جیسا کہ ان سے کہا گیا تھا وہ ضرور خراسان چلا گیا ہے۔

موسیٰ بن یحیٰ کی نظر بندی ورہائی:

جب اس حج کے سفر میں وہ حیرہ آئے تو موسیٰ بغداد سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رشید نے اسے عباس بن موسیٰ کے پاس کوفہ میں نظر بند کر دیا۔ یہ پہلا نقصان تھا جو برامکہ کو پہنچا۔ فضل بن یحیٰ کی ماں جس کی بات کو رشید رد نہیں کرتے تھے ان کی خدمت میں ان کی سفارش کرنے کے لیے سفر طے کر کے حاضر ہوئی۔ رشید نے کہا چونکہ اس کی مجھ سے شکایت کی گئی ہے اس لیے اگر اس کا باپ اس کی ضمانت کرے تو میں اس کو رہا کر دوں گا۔ یحیٰ اس کا ضامن ہو گیا اور رشید نے موسیٰ کو یحیٰ کے حوالے کر دیا۔ پھر رشید اس سے خوش ہو گئے۔ انہوں نے اس کی خطا معاف کر دی اور خلعت سے سرفراز کیا۔

فضل بن یحیٰ سے ہارون الرشید کی ناراضگی:

چونکہ فضل بن یحیٰ نے ان کے ساتھ شراب پینا چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے رشید اس سے ناراض تھے اور ان پر اس کی موجودگی گراں تھی۔ اس پر فضل کہا کرتا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ محض پانی سے دیرینہ تعلقات اس طرح ختم ہو جاتے ہیں تو میں کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاتا۔ یہ گانے کا بھی شوقین تھا۔

یحیٰ بن خالد کی جعفر بن یحیٰ کو نصیحت:

جعفر رشید کی خلوت کی صحبت میں شریک ہوتا اور جیسا وہ کہتے اس پر آمادہ ہو جاتا۔ جب یحیٰ نے دیکھا کہ جعفر کسی طرح رشید کی محبت سے باز نہیں آتا اس نے جعفر کو لکھا۔ میں نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ اب کچھ نہیں کہوں گا۔ زمانہ خود تم کو سبق دے دے گا۔ اس وقت تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی تم کو اس مصیبت سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے تھا کہ جس کا کوئی مداوا نہیں۔

یحیٰ بن خالد کی ہارون الرشید سے درخواست:

یحیٰ نے خود رشید سے بھی یہ بات کہہ دی تھی کہ میں آپ کے ساتھ جعفر کی ہر وقت کی معیت کو اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس کی وجہ

سے مجھے آپ کی طرف سے خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اسے کسی اہم خدمت پر متعین کر کے بھیج دیں۔ اس طرح میں آپ کی طرف سے مامون ہو جاؤں گا۔ رشید نے اس کے جواب میں کہا۔ اے میرے باپ اس ترکیب سے تمہارا مقصد اپنی حفاظت نہیں ہے۔ بلکہ تم چاہتے ہو کہ فضل کو جعفر پر پیش کرو۔

عباسہ بنت المہدی کا واقعہ:

احمد بن زہیر اپنے چچا زاہر بن حرب کی روایت بیان کرتا ہے کہ جعفر اور برامکہ کی تباہی کی وجہ یہ ہوئی کہ رشید کو جعفر اور اپنی بہن عباسیہ بنت المہدی کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ جب وہ شراب پینے بیٹھتے تو ان دونوں کو بلاتے۔ جعفر کو بھی اس بات کا علم ہو چکا تھا۔ کہ وہ اس کے اور عباسیہ کے بغیر رہ نہیں سکتے رشید نے جعفر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ عباسیہ سے تمہاری شادی کر دوں تا کہ جب میں اسے اپنی صحبت میں بلواؤں تو تم آزادی سے اسے دیکھ سکو۔ مگر شرط یہ ہے کہ میاں بیوی کا تعلق قائم نہ کرنا۔

رشید نے عباسیہ سے اس کا نکاح کر دیا۔ اب جب وہ شراب پینے بیٹھتے تو دونوں کو طلب کرتے پھر خود مجلس سے اٹھ جاتے اور ان دونوں کو بالکل تنہا چھوڑ جاتے۔ چونکہ دونوں بالکل جوان تھے اور شراب کے نشہ میں مست ہوتے اس حالت میں جعفر اس سے مجامعت کر لیتا۔ عباسیہ حاملہ ہوئی اور اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اسے خوف ہوا کہ اگر رشید کو اس کا علم ہو گیا تو اس کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس نے اس بچے کو اپنی مملوک اناؤں کے ساتھ مکہ بھیج دیا۔ عرصہ تک یہ بات رشید کو معلوم نہ ہو سکی۔ مگر ایک مرتبہ عباسیہ نے اپنی کسی چھوکری کو مارا۔ اس نے رشید سے جا کر اس بچے کی ولادت اور دوسرے واقعات کی اطلاع دی۔ اور ان لونڈیوں کے جو اس بچے کے ہمراہ بھیجی گئی تھیں۔ نام ان کا پتہ اور وہ زیور جواہر جو عباسہ نے اس بچے کے ساتھ کر دیئے تھے۔ سب بتا دیئے۔

جب ہارون اس مرتبہ حج کے لیے مکہ گئے انہوں نے چھوکری کی نشاندہی کے مطابق اس بچے کو تلاش کیا وہ بچہ اور اس کے ساتھ والیاں حاضر ہوئیں۔ رشید نے ان سے واقعہ پوچھا۔ انہوں نے بھی اس کے متعلق اس چھوکری کے بیان کی تصدیق کر دی۔ جس نے عباسیہ کے خلاف رشید کو سارے واقعہ سے مطلع کیا۔ پہلے تو رشید کا ارادہ ہوا کہ اس کمسن بچے کو قتل کر دیں۔ مگر پھر خوف خدا سے وہ اس ارادے سے باز رہے۔ جعفر کا یہ دستور تھا کہ جب رشید حج سے واپس آتے تو وہ مقام عقان میں ان کی دعوت کرتا۔ اس سال بھی اس نے وہیں دعوت کا انتظام کیا۔ اور شرف ملاقات چاہا۔ رشید نے ناسازی طبیعت کا عذر کیا اور اس کی دعوت میں نہ گئے۔ جعفر برابر رشید کے ہمرکاب رہا۔ جب یہ اپنی انبار کی منزل میں فروکش ہوئے تو اس کے اور اس کے باپ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اسے ہم اب بیان کریں گے۔

جعفر بن یحییٰ کی گرفتاری:

فضل بن سلیمان بن علی کہتا ہے کہ رشید نے ۱۸۶ ہجری میں حج کیا وہ مکہ سے واپسی میں محرم ۱۸۷ھ میں حیرہ آئے۔ یہاں وہ عون العبادی کے قصر میں کئی روز مقیم رہے۔ پھر کشتیوں کے ذریعہ سفر کر کے عمر آئے جو انبار کے پہلو میں واقع ہے۔ ماہ محرم کے آخری دن سنیچر کی رات کو انہوں نے اپنے خدمت گار مسرور کو جعفر کے پاس بھیجا۔ اس کے ساتھ حماد بن سالم ابو عصمہ بھی با قاعدہ سپاہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا اس جماعت نے رات کے وقت جعفر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اب مسرور اس کے پاس گیا۔ اس وقت ابن بختیشوع طبیب اور مشہور گویا نابینا ابوزکار۔ الکلواذانی اس کے پاس بیٹھے تھے۔ اور وہ ونشاط میں مصروف تھا۔ مسرور اس کو دھکے دیتا

ہوا وہاں سے نکال کر اس مکان میں لایا جہاں رشید مقیم تھے۔ اور گدھے کی رسی سے باندھ کر اسے وہیں قید کر دیا۔ پھر رشید کو جا کر اطلاع کی کہ میں اسے گرفتار کر کے لے آیا ہوں۔ رشید نے اس کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ مسرور نے اسے قتل کر دیا۔

جعفر بن یحییٰ کی مسرور سے درخواست:

مسرور بیان کرتا ہے کہ جب رشید نے جعفر کے قتل کا عزم کر لیا انہوں نے مجھے اس کے پاس بھیجا۔ حسب الحکم میں اس کے پاس آیا۔ اس وقت مشہور نابینا گویا ابوزکا اس کے پاس تھا اور شعر گا کر اسے سنا رہا تھا:

فلا تبعدو کل فتی سیاتی علیہ الموت یطرق او ریغادی

ترجمہ: ''خدا کرے کہ تم ہمیشہ رہو ورنہ یوں تو ہر شخص پر صبح یا شام موت طاری ہونے والی ہے''۔

اس پر میں نے کہا اے ابوالفضل' دیکھو میں تمہارے لیے موت کا پیام لے کر آیا ہوں۔ امیر المومنین نے طلب کیا ہے۔ چلو اس نے میرے ہاتھ جوڑے میرے پاؤں پر گر گیا اور انہیں چوما اور درخواست کی کہ میں اسے اتنی مہلت دوں کہ گھر میں جا کر وصیت کر آئے۔ میں نے کہا اب اندر جانے کی تو اجازت نہیں دی جا سکتی البتہ جو تم کو اپنے بعد کے لیے کہنا ہے کہہ دو۔ چنانچہ وہ جو وصیت کرنا چاہتا تھا اس نے کر دی اور اپنے تمام مملوک آزاد کر دیئے۔

جعفر بن یحییٰ کے قتل کا حکم:

اتنے میں امیر المومنین کے دوسرے ہرکارے میرے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے کہا کہ اسے فوراً لے چلو۔ میں اسے لے کر ان کے پاس آیا اور اس کی میں نے ان کو اطلاع کی وہ اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے۔ وہیں انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اس کا سر لے کر آؤ۔ میں نے جعفر سے آ کر ان کا حکم بیان کیا۔ اس نے کہا اے ابو ہاشم! میں تم کو اللہ کو یاد دلاتا ہوں انہوں نے یہ حکم ضرور حالت نشہ میں دیا ہوگا۔ تم صبح تک تو میرے معاملہ کو ٹال دو۔ یا دوبارہ ان سے میرے متعلق حکم حاصل کرو۔

جعفر بن یحییٰ کا قتل:

میں اب پھر پلٹا کہ ان سے دوسری مرتبہ حکم لوں۔ میری آہٹ پا کر کہنے لگے حرامزادے جعفر کا سر لے کر آ۔ میں نے پھر جعفر سے آ کر کہا کہ یہ حکم ہوا ہے اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں تیسری مرتبہ اس کے بارے میں حکم حاصل کروں۔ میں پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس مرتبہ انہوں نے ڈنڈے سے میری خبر لی اور کہنے لگے کہ اگر اب تو اس کا سر لیے بغیر میرے پاس آیا تو مجھے مہدی کا بیٹا نہ سمجھنا اگر میں کسی دوسرے کو بھیج کر پہلے تیرا سر نہ اتر والوں اور تیرے بعد اس کا۔ اس تہدید کے بعد میں ان کے پاس سے نکلا اور پھر جعفر کا سر لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آل برامکہ پر عتاب:

نیز رشید نے اسی رات اپنے آدمی بھیج کر یحییٰ بن خالد' اس کے تمام لڑکوں موالیوں اور اس کے متعلقین میں دوسرے ان لوگوں کو جو بھاگ کر جا رہے تھے۔ گرفتار کرا لیا۔ اس طرح جو لوگ اس جگہ موجود تھے۔ ان میں سے ایک بھی بچ کر بھاگ نہ سکا۔ فضل بن یحییٰ اسی رات اپنے مقام سے ہٹا کر رشید کے ایک مکان میں قید کر دیا گیا۔ اور یحییٰ بن خالد کو اسی کے مکان میں قید کر دیا گیا۔ ان کی تمام املاک ضبط کر لی گئی۔ سپاہیوں نے ان میں سے کسی کو بھی مدینۃ السلام یا کسی دوسرے مقام کو جانے نہیں دیا۔ رشید نے اسی رات

اپنے خدمت گار رجاء کو رقہ بھیجا تا کہ وہ وہاں برامکہ کی جس قدر املاک نقد و جنس کی شکل میں ہوں اس کو ضبط اور ان کے تمام موالیوں اور ملازموں کو گرفتار کر کے ان کے ساتھ اپنی صوابدید کے مطابق سلوک کرے۔

املاک برامکہ کی ضبطی:

نیز انہوں نے اسی رات کو تمام اطراف و اکناف سلطنت میں اپنے عمال کے نام احکام بھیج دیئے کہ ان کے ماتحت علاقہ میں برامکہ کی جو جائیداد اور املاک ہوں ان کو ضبط کر لیں اور ان کے جو کارندے وہاں متعین ہوں ان کو گرفتار کر لیں۔

صبح کو رشید نے جعفر بن یحییٰ کا لاشہ شعبۃ الخفتانی' ہرثمہ بن اعین اور ابراہیم بن حمید المروذی کے ساتھ جن کے عقب میں انہوں نے اپنے دوسرے خدمت گاروں اور معتمدین کو جن میں مسرور بھی تھا بھیج دیا تھا۔ جعفر بن یحییٰ کے مکان کو بھیج دیا۔ ابراہیم بن حمید اور اپنے خدمت گار حسین کو فضل بن یحییٰ کے مکان پر بھیجا۔ یحییٰ بن عبدالرحمٰن اور اپنے خدمت گار رشید کو یحییٰ اور محمد بن یحییٰ کی قیام گاہ کو بھیجا اور ہرثمہ بن اعین کو بھی اس کے ساتھ کیا اور حکم دیا کہ ان کا تمام مال ضبط کر لیا جائے۔

جعفر بن یحییٰ کی لاش کی تشہیر کا حکم:

رشید نے سندی الحرشی کو حکم بھیجا کہ وہ جعفر کے لاشہ کو مدینۃ السلام لے جائے اس کے سر کو جسر الاوسط پر نصب کر دے اس کے جسد کو کاٹ کر اس کا ایک حصہ جسر الاعلیٰ پر اور دوسرا جسر الاسفل پر نصب کر دے سندی نے حسب الحکم جعفر کے جسد کو قطع کر کے مختلف مقامات میں نصب کرا دیا۔ نیز خدمت گاروں نے ان ہدایات کی جو ان کو دی گئی تھی۔ بجا آوری کی۔ فضل جعفر اور محمد کے چھوٹے بچے گرفتار کر کے رشید کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ رشید نے ان کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے یہ اعلان کرا دیا کہ برامکہ کے تمام حقوق ملکی بابت حفاظت جان و مال سلب کیے جاتے ہیں۔

محمد بن خالد کو امان:

البتہ انہوں نے محمد بن خالد اس کی اولاد اور ملازموں کو اس حکم سے مستثنیٰ اس لیے کر دیا کہ ان کو معلوم ہوا کہ صرف یہی ان میں ایسا شخص ہے جو ان کا سچا خیر خواہ رہا ہے اور وہ اس سازش میں شریک نہیں ہے جو دوسرے برامکہ ان کے خلاف کر رہے تھے۔ عمر سے روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے یحییٰ کو چھوڑ دیا۔ یحییٰ کے بیٹوں فضل' محمد اور موسیٰ ابوالمہدی۔ ان کے بہنوئی کو ہرثمہ بن اعین کی نگرانی میں دے دیا۔ یہ ان کو لے کر رقہ آیا۔

انس بن ابی الشیخ کا قتل:

جس روز رشید رقہ آئے اسی روز انہوں نے ابراہیم بن عثمان بن نہیک کو انس بن ابی الشیخ کے قتل کا حکم دیا۔ اور قتل کے بعد اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ یحییٰ بن خالد کو فضل اور محمد کے ساتھ دیر القایم میں قید کر دیا گیا۔ اور ان کی نگرانی کا ذمہ دار مسرور اور ہرثمہ بن اعین کو بنایا گیا رشید نے کچھ ملازم اور دوسری ضروریات زندگی ان کے ساتھ رہنے دیں۔

آل برامکہ پر تشدد:

فضل کی ماں زبیدہ بنت منیر اور دنانیر یحییٰ کی جاریہ اور کچھ اور خدمت گاروں اور لونڈیوں کو ان کے ساتھ رہنے کے لیے کر دیا گیا۔ ان لوگوں کو حالت قید میں کوئی تکلیف نہ تھی۔ البتہ جب رشید کا عبدالملک بن صالح پر عتاب ہوا اور اب لوگوں نے پھر اس کی

اور برامکہ کی رشید سے مزید شکایتیں کیں تو جس طرح عبدالملک کے ساتھ سختی کا سلوک کیا جانے لگا۔ اسی طرح برامکہ پر بھی اب سختیاں ہونے لگیں۔

انس بن ابی الشیخ کے قتل کی دوسری روایت:

جعفر بن الحسین اللہبی بیان کرتا ہے کہ جس رات کو رشید نے جعفر کو قتل کیا اس کی دوسری صبح کو انس بن ابی الشیخ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رشید کے اور اس کے درمیان کچھ مکالمہ ہوا رشید نے اپنی مسند کے نیچے سے ایک تلوار نکالی اور حکم دیا کہ ابھی اس سے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ اس وقت انہوں نے اپنی مثال میں یہ شعر پڑھا جو اس سے قبل انس کے قتل کے موقع پر کہا گیا تھا:

تلظ السیف من شوق الی انسٍ فالسیف بلحظ و الاندار تنتظر

ترجمہ: ''تلوار نے بے تابی سے انس کی جانب اپنی زبان دراز کی اب تلوار غور سے دیکھ رہی ہے اور موت منتظر ہے''۔

انس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل سے پہلے ہی تلوار پر خون دوڑ گیا تھا۔ رشید کہنے لگے اللہ عبداللہ بن مصعب پر رحم کرے۔ اس کی تلوار کیسی اچھی ہے۔ مگر تمام دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تلوار زبیر بن العوام کی تھی۔

انس بن الشیخ کے قتل کی وجہ:

بعض ارباب سیر نے یہ بات بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مصعب رشید کا جاسوس تھا۔ یہ تمام لوگوں کی خبریں ان سے جا کر بیان کرتا تھا۔ اس نے انس کے متعلق کہا تھا کہ یہ زندیق ہے۔ اسی وجہ سے رشید نے اسے قتل کر دیا یہ برامکہ کے دوستوں میں تھا۔

سندی بن شاہک کی طلبی:

سندی بن شاہک بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک ایک شاگرد پیشہ نے جو ڈاک کے ذریعہ سفر کر کے آیا تھا۔ ایک چھوٹا سا خط مجھے دیا۔ میں نے اس کی مہر توڑی تو دیکھا کہ وہ خط خود امیر المومنین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں تحریر ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اے سندی جب تم میرے اس خط کو پڑھو اگر بیٹھے ہو تو فوراً اٹھ کھڑے ہو اور اگر کھڑے ہو تو بغیر بیٹھے اسی وقت میرے پاس پہنچو''۔

میں نے سواری منگوائی اور اسی وقت ان کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ رشید اس وقت عمر میں تھے ان کو میرا سخت انتظار تھا۔ چنانچہ اس کے بعد عباس بن الفضل بن الربیع نے مجھ سے بیان کیا کہ امیر المومنین دریائے فرات میں ایک کشتی پر سوار تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک غبار اٹھا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ عباس یہ ضرور سندی اور اس کے ہمراہی ہوں گے۔ میں نے کہا بے شک امیر المومنین میرا بھی یہی خیال ہے۔ اتنے میں تم آ پہنچے۔

میں اپنی سواری سے اتر کر ٹھہر گیا۔ رشید نے مجھے پاس بلوایا۔ میں سامنے جا کر مؤدب خاموش کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے خدمت گاروں کو برخواست کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے اور اب وہاں صرف عباس بن الفضل اور میں رہ گئے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اب انہوں نے عباس سے کہا کہ تم بھی جاؤ اور حکم دیا کہ وہ تختے جو کشتی پر بچھائے گئے ہیں اٹھائے جائیں۔ عباس نے حکم کی بجا آوری کی۔

آل برامکہ کے مکانات کے محاصرہ کا حکم:

مجھ سے کہا قریب آؤ۔ میں ان کے قریب گیا۔ پوچھا جانتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے؟ میں نے اپنی قطعی لاعلمی ظاہر کی۔ کہنے لگے میں نے تم کو ایک ایسے کام کے لیے بلایا ہے۔ کہ اگر اس کی خبر میری قمیص کے بوتام کو ہو جائے تو میں اسے بھی فرات میں پھینک دوں۔ اچھا تمہارے خیال میں میرا سب سے معتمد علیہ امیر کون ہے۔ میں نے کہا: ہرثمہ' کہنے لگے ٹھیک کہتے ہو۔ اور میرا سب سے زیادہ معتمد علیہ خادم کون ہے۔ میں نے کہا مسرور الکبیر۔ کہنے لگے بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ اچھا تم اسی وقت جاؤ اور نہایت تیز گامی سے طبی مسافت کر کے مدینۃ السلام پہنچو۔ وہاں پہنچتے ہی اپنے بھروسہ کے آدمیوں اور فوجی دستوں کو جمع کر کے حکم دو کہ وہ اور ان کے شاگرد پیشہ کیل کانٹے سے درست رہیں۔ اور بگل کی آواز پر تم برامکہ کے مکانات جانا اور سب کی پہرہ بندی کرنا۔ ایک ایک ڈیوڑھی کی ناکہ بندی اپنے فوجی دستوں کے ایک سردار کے سپرد کر دینا۔ کسی شخص کو نہ اندر آنے دینا نہ باہر جانے دینا۔ البتہ محمد بن خالد کے ساتھ کوئی تعارض نہ کرنا اور یہ ناکہ بندی میرے حکم کے آنے تک برابر قائم رہے۔

جعفر بن یحییٰ کی لاش کی تشہیر:

اب تک انہوں نے برامکہ کو نہیں چھیڑا تھا۔ میں تیزی سے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا مدینۃ السلام آیا۔ میں نے اپنے تمام آدمی جمع کر کے ان کو حسب الحکم ہر کام کے لیے تیار کر لیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہرثمہ بن اعین' جعفر بن یحییٰ کا مقتول جسد ایک خچر پر بلا زین کے بار کیے ہوئے لے کر میرے پاس پہنچا اور امیر المومنین کا خط مجھے دیا۔ جس میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اس کے جسد کے دو ٹکڑے کر کے اس کو تین پلوں پر سولی پر لٹکا دوں۔ میں نے حسب الحکم بجا آوری کی۔

محمد بن اسحٰق کہتا ہے کہ جعفر کا جسد بہت دن تک اسی طرح مصلوب رہا۔ جب رشید خراسان جانے لگے تو میں بھی اس مقام سے گذرا اور میری نظر اس پر پڑی۔ جب وہ دریا کے شرقی کنارے پر خزیمہ بن خازم کے دروازے آئے تو انہوں نے ولید بن حشم الشاری کو جیل خانہ سے طلب کر کے احمد بن جنید الختلی اپنے مشہور تلوار یئے کو اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ احمد نے اسے قتل کر دیا۔ اس وقت انہوں نے سندی کو دیکھا اور کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے (یعنی جعفر) جلا دیا جائے۔ ان کے جانے کے بعد سندی نے کانٹے اور ایندھن جمع کر کے جعفر کی لاش جلا ڈالی۔

یحییٰ بن عبداللہ کی پیشین گوئی:

جب رشید نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کر دیا تو کسی نے یحییٰ سے کہا کہ امیر المومنین نے تمہارے بیٹے جعفر کو قتل کر دیا ہے اس نے کہا اسی طرح ان کا بیٹا قتل کیا جائے گا۔ پھر اس سے کہا گیا کہ تمہارے تمام مکان ویران و برباد کر دیئے گئے۔ یحییٰ نے کہا اسی طرح ان کے قصر و ایوان ویران ہو جائیں گے۔

ہارون الرشید کی جعفر بن یحییٰ سے آخری ملاقات:

بغار الترکی نے بیان کیا ہے کہ جس دن کے آخر میں رشید نے جعفر کو قتل کیا ہے اس روز وہ جب کہ عمر میں فروکش تھے شکار کے لیے گئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور صرف جعفر بن یحییٰ تنہا ان کے ہمراہ تھا۔ ان کے دونوں ولی عہد بیٹے بھی ساتھ نہ تھے۔ جعفر ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ چھوڑا تھا اور اس سے پہلے خود اپنے ہاتھ سے انہوں نے جعفر کو غالیہ ملا تھا۔

وہ اس تمام دن ایک لمحہ کی جدائی بغیر ان کے ہمراہ رہا۔ سرِ شام شکار سے واپس آئے جب رشید محل میں جانے لگے انہوں نے جعفر کو سینے سے لگا لیا اور کہنے لگے کہ اگر آج میری رات عورتوں کے لیے مخصوص نہ ہوتی تو میں تم کو جدا نہ کرتا۔ تم اپنی قیام گاہ جاؤ اور وہاں خوب دور شراب چلاؤ۔ اور عیش و طرب کی بزم مناؤ۔ تاکہ جو کیفیت میری ہو وہی لطف تم کو بھی حاصل ہو۔

جعفر نے کہا۔ بخدا میں ان چیزوں کا دل دادہ نہیں ہوں میں تو صرف آپ کی محبت میں ان چیزوں سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔

جعفر بن یحییٰ کو شراب نوشی کا حکم:

رشید کہنے لگے۔ تم کو میری جان کی قسم ہے۔ آج ضرور پینا یہ ان کے پاس سے اپنی قیام گاہ آیا۔ اس رات رشید کے خدمت گار گھنٹے گھنٹے کے بعد نقل‘ بخورات اور پھول لے کر اس کے پاس آتے رہے جب رات اچھی طرح بھیگ گئی انہوں نے مسرور کو اس کے پاس بھیجا۔ اور اسی کی نگرانی میں اس کو قید کر دیا گیا۔ اور پھر اس کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔ فضل‘ محمد اور موسیٰ بھی قید کر دیئے گئے سلام الابرش کو کسی کے دروازے پر متعین کیا گیا۔ البتہ محمد بن خالد یا اس کے بیٹوں اور ملازموں سے کوئی تعارض نہیں کیا گیا۔

سلام یہ کہتا ہے کہ اس وقت جب کہ یحییٰ کے مکان کے پردے کھول دیئے گئے تھے۔ اور اس کا تمام مال ضبط کر کے قلم بند کر لیا گیا تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ کہنے لگا اے ابوسلمہ قیامت اسی طرح آئے گی۔ جب میں پلٹ کر رشید کی خدمت میں آیا تو میں نے یحییٰ کی بات ان سے بیان کی۔ جسے سن کر وہ دیر تک سر نیچا کیے سوچتے رہے۔

یحییٰ بن خالد کے عروج و اقتدار کی آخری شام:

ایوب بن ہارون بن سلیمان بن علی بیان کرتا ہے کہ چونکہ میں یحییٰ سے خاص تعلق رکھتا تھا اس بناء پر جب وہ انبار آیا تو میں اس سے ملنے گیا۔ میں اس شام کو جو اس کے عروج و اقتدار کی آخری شام تھی۔ اس کے پاس موجود تھا۔ اپنی تباہ کن کشتی میں بیٹھ کر امیر المومنین کی خدمت میں گیا۔ اور فوج خاصہ کے سردار کے دروازے سے ان کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اس نے لوگوں کی ضروریات دوسرے مہمات سلطنت‘ سرحدوں کی اصلاح اور بحری لڑائی وغیرہ کے معاملات کو ان سے بیان کیا۔ اور ضروری احکام حاصل کیے۔ ان کے پاس سے نکل کر اس نے لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین نے تمہاری درخواستیں قبول کر لی ہیں۔ اور ان کے متعلق احکام دے دیئے ہیں۔ اس نے ابوصالح یحییٰ بن عبدالرحمٰن کو بلا کر حکم دیا کہ ان فرامین کو نافذ کر دو۔ پھر وہ ہم سے ابومسلم اور اس کے معاذ بن مسلم کو روانہ کر دینے کے واقعات بیان کرتا رہا۔ بعد مغرب وہ اپنے مکان میں چلا گیا۔ اسی رات کی صبح کو ہم کو جعفر کے قتل اور برامکہ کے زوال کی خبر ملی۔ میں نے اس کو جعفر کی تعزیت لکھی۔ اس کے جواب میں اس نے لکھا کہ ہم اللہ کے فیصلہ سے خوش ہیں اور جانتے ہیں کہ اس میں ہماری بھلائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں سے بغیر ان کے گناہوں کے مواخذہ نہیں کرتا اور تیرا رب ہرگز بھی اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر اوقات وہ معاف کر دیتا ہے اور اس پر اللہ کا شکر ہے۔

جعفر بن یحییٰ کی مدت وزارت:

جعفر شب شنبہ غرۂ ماہ صفر ۱۸۷ ہجری میں سینتیس سال کی عمر میں قتل کیا گیا۔ وزارت سترہ سال برامکہ میں رہی۔

جعفر بن یحییٰ کی ہارون الرشید سے ملاقات کی خواہش:

مسرور نے بیان کیا ہے کہ میں نے رشید سے عرض کیا کہ جعفر عرض پرداز ہے کہ صرف ایک مرتبہ آپ اسے دیکھ لیں کہنے لگے یہ نہیں ہوسکتا وہ جانتا ہے کہ اگر میری نظر اس پر پڑگئی تو پھر میں اسے قتل نہیں کروں گا۔

اکثر شعرائے عصر نے ان کے متعلق قصائد اور ان کے مرثیے لکھے۔

مصری اور یمانی عربوں میں فساد:

اس سال دمشق میں مصری اور یمانی عربوں میں فرقہ وارانہ مناقشہ پیدا ہوا۔ رشید نے محمد بن منصور بن زیاد کو دمشق بھیجا۔ اس نے ان کے درمیان مصالحت کرادی۔

عبدالسلام خارجی کا خروج وقتل:

اس سال مصیصہ میں زلزلہ آیا۔ جس سے شہر پناہ کا کچھ حصہ منہدم ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر رات میں آب رسانی کا سلسلہ مسدود ہوگیا۔ اس سال عبدالسلام خارجی نے آمد میں خروج کیا۔ یحییٰ بن سعید العقیلی نے اسے قتل کردیا۔ اس سال یعقوب بن داؤد نے رقہ میں وفات پائی۔

متفرق واقعات:

اس سال رشید نے اپنے بیٹے قاسم کو کفار سے جہاد کرنے موسم گرما میں بھیجا اور اسے اپنا ذریعہ تقرب بنانے کے لیے اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے بخش دیا اور اسے عواصم کا والی مقرر کردیا۔

اس سال عبدالملک بن صالح پر رشید کا عتاب نازل ہوا اور انہوں نے اسے قید کردیا۔

عبدالملک بن صالح کے خلاف شکایات:

احمد بن ابراہیم بن اسماعیل نے بیان کیا کہ عبدالملک بن صالح کا ایک بیٹا عبدالرحمٰن تھا۔ یہ سربرآوردہ آدمی تھا۔ عبدالملک اسی سے اپنی کنیت کرتا تھا۔ یہ عبدالرحمٰن اپنے باپ کی اکثر شکایت کرتا رہتا تھا۔ اس نے اور قمامہ نے رشید سے عبدالملک کی شکایت کی کہ وہ خلافت کا امیدوار ہے۔ رشید نے اسے پکڑ کر فضل بن الربیع کے پاس قید کردیا۔

عبدالملک کی گرفتاری وجواب طلبی:

بیان کیا گیا ہے کہ جب رشید عبدالملک سے ناراض ہوئے تو وہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رشید نے اس سے کہا۔ کیا جس قدر عظیم احسان میں نے تجھ پر کیے ہیں تو ان پر پانی پھیر رہا ہے اور ان نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔ عبدالملک نے کہا حقیقت حال یہ نہیں ہے۔ اگر میں ایسا کرتا تو مجھے ندامت سے دوچار ہونا پڑتا۔ اور سزا کا مستوجب ہوتا۔ یہ سب کچھ حاسدوں کی شرارت ہے۔ چونکہ مجھے آپ کی جناب میں قربت ودوستی اور دیرینہ نیازمندی حاصل ہے۔ اس وجہ سے لوگ مجھ سے جلتے ہیں آپ امت اسلام کے لیے رسول اللہ ﷺ کے جانشین اور ان کے خاندان کے لیے ان کے امین ہیں۔ امت پر آپ کی اطاعت اور خیر خواہی اور آپ پر اس کے معاملہ میں انصاف اتفاقیہ واقعات میں بردباری اور خطاؤں پر معافی فرض ہے۔ رشید نے کہا زبان سے اس طرح خوشامد کی باتیں بناتے ہو اور اپنے دل میں میرے خلاف منصوبے تیار کرتے ہو۔ یہ دیکھو تمہارا کاتب قمامہ موجود ہے۔ یہ تمہارے

دل کی کھوٹ اور فساد نیت کو تمہارے منہ پر بیان کرے گا۔ سنو وہ کیا کہتا ہے۔ عبدالملک نے کہا اس نے آپ سے بالکل خلاف واقعہ بات کہی ہے اور ممکن ہے کہ وہ میرے سامنے مجھ پر افترا اور بہتان لگادے۔

عبدالملک بن صالح کے خلاف قمامہ کی گواہی:

قمامہ طلب کیا گیا۔ رشید نے اس سے کہا۔ بغیر کسی خوف اور تردد کے صاف صاف بیان کرو۔ اس نے کہا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ یہ آپ سے عذر کرنے اور آپ کی مخالفت کے لیے کمربستہ ہے۔ عبدالملک نے کہا قمامہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا بے شک تم چاہتے ہو کہ امیر المومنین کو اچانک قتل کر دو۔ عبدالملک کہنے لگا جب یہ میرے منہ پر مجھ پر بہتان باندھ رہا ہے تو میرے عقب میں تو اس نے کیا کچھ میرے خلاف جھوٹی باتیں نہ کہی ہوں گی۔

عبدالرحمٰن بن عبدالملک کی گواہی:

رشید نے کہا اور یہ دیکھو تمہارا بیٹا عبدالرحمٰن موجود ہے اس نے مجھ سے تمہاری سرکشی اور فساد نیت کی شکایت کی ہے۔ اگر مجھے تمہارے خلاف کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت ہو تو ان دونوں سے زیادہ ثقہ و شاہد تمہارے معاملہ میں اور کون ہو سکتا ہے۔ ان کے بیان کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ عبدالملک نے کہا ان دو گواہوں میں سے ایک سرکاری مامور معلوم ہوتا ہے اور دوسرا وہ ہے جسے میں نے الفت پدری سے خارج کر دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ میری شکایت کرنے پر مجبور ہے۔ جو شخص اسی کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا ایسا میری نسبت کہنا درست ہے۔ اور اگر کہنے والا عاق ہے تو وہ پہلے ہی ناحق شناس اور ناشکر ہے۔ اللہ عزوجل نے خود اپنے کلام مبین میں ایسے شخص کی عداوت سے مطلع کر کے متنبہ کر دیا ہے:

﴿ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾

''بے شک تمہاری بیویاں اور اولاد میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں۔ تم ان سے متنبہ رہو''۔

عبدالملک بن صالح کی اسیری:

اس گفتگو کے بعد رشید دربار سے اٹھ کھڑے ہوئے کہنے لگے۔ اگرچہ تمہارا معاملہ بالکل واضح ہو چکا ہے۔ مگر جب تک مجھے تمہارے بارے میں اللہ کی مرضی کا علم نہ ہو۔ میں کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ اسی کو میں اپنے اور تمہارے درمیان حکم بناتا ہوں۔ عبدالملک نے کہا میں اس بات سے بالکل خوش ہوں اللہ حکم ہوا اور امیر المومنین حاکم۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ امیر المومنین اپنی خواہش اور ارادے پر اللہ کے حکم اور اس کی کتاب کو ترجیح دیں گے اور اسی کو اختیار کریں گے۔

عبدالملک بن صالح کی طلبی:

اس کے بعد رشید نے ایک دوسری مجلس اس معاملہ کے لیے منعقد کی عبدالملک نے دربار میں آ کر سلام کیا۔ رشید نے اس کا جواب نہیں دیا۔ عبدالملک نے کہا کہ آج تو اس معاملہ کے متعلق میں کوئی جواب دہی نہیں کرتا۔ رشید نے پوچھا کیوں۔ اس نے کہا اس وجہ سے کہ اس کی ابتدا ہی خلاف سنت ہوئی ہے تو اس کا انجام معلوم ہے۔ رشید نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کا جواب تک نہیں دیا۔ کم از کم آپ میرے ساتھ عوام کا سا برتاؤ تو کریں۔ رشید نے کہا سنت رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں عدل کے لیے اظہار ایثار میں اور اس لیے کہ سلام کی عادت رہے میں تم کو سلام کرتا ہوں السلام علیکم عبدالملک سے

خطاب کرتے کرتے اب انہوں نے سلیمان بن ابی جعفر کی طرف مڑ کر کہا:

''میں تو اس کی حیات چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کے درپے ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے کہا۔ بخدا! گویا اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں کہ خون کی نالیاں بہہ رہی ہیں۔ اور آتش جنگ مشتعل ہے۔ جس میں ہاتھ اور سر کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ ذرا دم لو۔ کچھ خبر ہے اللہ نے میرے ذریعے دشوار کو تمہارے لیے سہل کیا ہے۔ کدورت کو صاف کیا ہے اور تمام معاملات کو درست کیا ہے۔ اس مصیبت سے پہلے جس میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں کٹ جائیں گے۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں اور ڈراتا ہوں کہ اپنے آپ کو بچاؤ۔

عبدالملک بن صالح کی ہارون الرشید سے درخواست:

عبدالملک نے کہا امیر المومنین آپ اس خلافت کے معاملہ میں جو اللہ نے آپ کو دی ہے اور اس رعایا کے بارے میں جس کی نگرانی اللہ نے آپ کو سپرد کی ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہیں۔ شکرگزاری کے بجائے ناسپاس شناسی اختیار نہ کریں۔ صلہ کے بجائے سزا نہ دیں بخدا! میں نے ہمیشہ آپ کے ساتھ خلوص برتاؤ کیا ہے اور سچی اطاعت شعاری کی ہے۔ میں نے اپنے دونوں قوی بازوؤں کے زور سے جو یلملم کے دونوں ستونوں سے زیادہ سخت اور مضبوط ہیں۔ آپ کی حکومت کی چولیں مضبوط کی ہیں اور آپ کے دشمن کو تباہ و برباد کیا ہے۔ میں خدا کا واسطہ دے کر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ محض ایک جھوٹے مفتری کی شکایت اور ایک جانی دشمن کی چغلی کی بنا پر اپنے ایک عزیز قریب سے بدگمان نہ ہوں اور اس سے اپنا تعلق ختم نہ کریں۔ میں نے نہایت دشوار کاموں کو آپ کے لیے سہل کیا ہے۔ اور تمام امور سلطنت کو درست کیا ہے۔ میں نے آپ کی اطاعت کو لوگوں کے قلوب میں جانشین کیا ہے۔ کتنی راتیں مجھ پر ایسی گزری ہیں کہ ان میں میں نے آپ کی خاطر سخت تکلیف اٹھائی ہے۔ اور کتنے نازک موقع ایسے پیش آئے ہیں جہاں میں آپ کے لیے ثابت قدم رہا ہوں۔ ان مواقع پر میری مثال ان شعروں کی مصداق ہے:

و مقام صنیق فرحتہ ببنانی و لسانی و جدل

لو یقوم الفیل اوفیالہ زل عن مثل مقامی و زحل

ترجمہ: ''بہت سے ایسے مشکل مواقع پیش آئے کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھ' زبان اور طاقت سے سہل بنا دیا کہ اگر وہاں زبردست ہاتھی ہوتا تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ جاتا''۔

عبدالملک کے لیے عبداللہ بن مالک کی سفارش:

رشید نے کہا اگر میں بنی ہاشم پر مہربان نہ ہوتا تو ضرور تجھے قتل کرتا۔ زید بن علی بن الحسین العلوی بیان کرتا ہے کہ جب رشید نے عبدالملک بن صالح کو قید کیا تو عبداللہ بن مالک ان کا کوتوال حاضر ہوا اور اس نے کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہی رشید نے کہا کہو کیا ہے۔ اس نے کہا امیر المومنین خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ عبدالملک ہمیشہ سے آپ کا مخلص اور وفا شعار ہے۔ آپ نے اسے کیوں قید کر دیا۔ رشید نے کہا کیوں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ میرے خلاف سازش کر رہا ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ میرے ان دونوں بیٹوں امین اور مامون میں لڑائی کرا دے گا اگر تم یہ مناسب سمجھتے ہو کہ ہم اسے قید سے رہا کر دیں تو ہم تمہاری ذمہ داری پر اس کے لیے تیار ہیں چھوڑ دیں گے۔

عبدالملک بن صالح کی نظر بندی:

عبداللہ بن مالک نے کہا۔ اب جب کہ آپ نے اسے قید ہی کر دیا ہے تو میں یہ مناسب سمجھتا کہ فوراً اسے رہا کر دیا جائے البتہ یہ سمجھتا ہوں کہ اسے صرف نظر بند کر دیا جائے اور وہاں اس کا وہی اعزاز قائم رہے جو آپ کے اور اس کے شان شایان ہے۔ رشید نے کہا البتہ میں اسے کے لیے تیار ہوں۔ رشید نے فضل بن ربیع کو طلب کیا اور حکم دیا کہ تم عبدالملک بن صالح کے پاس اس کے قید خانے میں جاؤ اور کہو کہ تم کو حالت قید میں جن جن ضروریات کی ضرورت ہو اس کے متعلق حکم دے دو ان کو مہیا کر دیا جائے گا۔ فضل نے اس سے پوچھ کر اس کے مطالبات رشید سے بیان کیے۔

اسی سلسلہ میں ایک دن رشید نے عبدالملک بن صالح سے کہا کہ تو صالح کا بیٹا نہیں ہے اس نے کہا پھر میں کس کا ہوں۔ رشید نے کہا تو مروان الجوری کا بیٹا ہے۔ عبدالملک کہنے لگا۔ دونوں جوان مرد تھے۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں کسی کا بھی ہوں۔

عبدالملک بن صالح سے امین کا حسن سلوک:

رشید نے اسے فضل بن الربیع کی نگرانی میں قید کر دیا۔ یہ رشید کی زندگی میں مقید رہا۔ ان کی وفات کے بعد محمد نے اسے رہا کر کے شام کا صوبیدار مقرر کر دیا۔ اس نے رقہ کو اپنا مستقر بنایا اس نے محمد سے یہ بھی عہد کیا تھا کہ اگر تم مارے گئے اور میں اس وقت زندہ رہا تو بھی کبھی مامون کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا۔ مگر یہ محمد سے پہلے ہی مر گیا۔ اور سرکاری مکانات میں سے کسی جگہ دفن کیا گیا۔ جب مامون اپنے عہد خلافت میں روم جانے لگے تو انہوں نے عبدالملک کے کسی بیٹے کو حکم بھیجا کہ تم اپنے باپ کو میرے مکان میں سے نکال لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی ہڈیاں مدفن سے برآمد کر کے دوسری جگہ منتقل کی گئیں اس نے محمد سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر کبھی تم کو اپنی جان کا خوف ہو تم میرے پاس آ جانا۔ خدا کی قسم میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

عبدالملک کے متعلق یحییٰ بن خالد سے استفسار:

بیان کیا گیا ہے کہ اسی زمانے میں رشید نے یحییٰ بن خالد سے کہلا بھیجا کہ عبدالملک بن صالح میرے خلاف بغاوت کرنا چاہتا ہے تم اس سے باخبر ہو لہٰذا اس کے متعلق تم کو جو بات معلوم ہو اس سے اطلاع دو۔ اگر تم مجھ سے سچا واقعہ بیان کرو گے تو میں تم کو بحال کر دوں گا۔ یحییٰ نے کہا بخدا! امیر المومنین میں اس بات سے قطعی ناواقف ہوں۔ کہ عبدالملک نے کوئی ایسا منصوبہ باندھا ہو جو آپ کے خلاف ہو۔ اور اگر مجھے کوئی ایسی اطلاع ملتی ہے تو آپ نہیں بلکہ میں اس کا حریف ہوتا کیونکہ آپ کی حکومت تو اصل میں میری حکومت تھی اور اس کی نیکی اور بدی کا تمام تر اثر مجھ پر تھا۔ ایسی صورت میں عبدالملک کے لیے یہ بات کیونکر مناسب تھی کہ وہ اپنے منصوبے میں مجھے شامل کرنے کی آرزو کرتا۔ اور اگر میں اس کے ساتھ دینے کے لیے آمادہ بھی ہو جاتا تو مجھے اس بات کی امید ہرگز نہ ہوتی کہ جو مرتبہ اور عزت رسوخ اور اقتدار آپ نے مجھے دیا ہے۔ وہ مجھے دیتا۔ خدا کے لیے آپ میرے متعلق ایسا گمان ہرگز نہ کریں۔ بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ عبدالملک ایک معتمد اور ذمہ دار آدمی ہے۔ میری خوشی تو یہ ہے کہ ایسا آدمی آپ کے ساتھ رہے اور اس کی نیک چلنی عزت نفس اور بردباری کی وجہ سے جس کے آپ خود مداح تھے۔ آپ اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھیں۔

ہارون الرشید کی یحییٰ بن خالد کو دھمکی:

جب رشید کے پیامبر نے ان سے آ کر یحییٰ کا یہ جواب عرض کیا انہوں نے اسے دوبارہ اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس سے

جا کر کہہ دو کہ اگر وہ عبدالملک کی سازش کا پتہ نہ دے گا تو میں اس کے بیٹے فضل کو قتل کر دوں گا۔ یحییٰ نے کہا جا کر عرض کر دو کہ ہم آپ کے قبضے میں ہیں۔ آپ جو چاہیں کریں۔ بالفرض اگر اس واقعہ میں کوئی بھی اصلیت ہو تو اس کا مجرم میں ہوں نہ کہ فضل، فضل نے کیا کیا ہے کہ اسے اس کی سزا دی جائے۔

یحییٰ اور فضل بن یحییٰ کی علیحدگی:

پیامبر نے فضل سے کہا کہ چونکہ امیر المومنین کے حکم کی بجا آوری ضروری ہے لہٰذا موت کے لیے تیار رہو۔ فضل کو یقین ہو گیا۔ کہ میں اب مارا جانے والا ہوں۔ اس نے اپنے باپ سے آخری ملاقات کی اور رخصت ہوا۔ اس نے یحییٰ سے کہا۔ آپ مجھ سے خوش ہیں۔ یحییٰ نے کہا ہاں میں تم سے راضی ہوں اور اللہ بھی تم سے راضی ہو۔ تین دن تک باپ بیٹے ایک دوسرے سے علیحدہ رہے۔ مگر جب کوئی بات یحییٰ کے خلاف ثابت نہ ہوئی تو پھر ان دونوں کو حسب سابق یکجا کر دیا گیا۔ چونکہ اس زمانے میں برامکہ کے دشمن مسلسل رشید سے ان کی شکایتیں کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے رشید نے بہت سخت خط ان کو لکھے۔

یحییٰ بن خالد کی بددعا:

جب مسرور نے قتل کے لیے لے جانے کے لیے فضل کا ہاتھ پکڑا تو اس وقت یحییٰ سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے اپنے دل کا غبار نکالا۔ اور مسرور سے کہا کہ رشید سے جا کر کہہ دو کہ اسی طرح تمہارا بیٹا بھی مارا جائے گا۔

مسرور کہتا ہے کہ جب رشید کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا ہوا۔ میں نے یحییٰ کا قول اس سے بیان کیا کہنے لگے مجھے اس کے کہنے سے اندیشہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ مجھ سے کوئی بات آئندہ کے لیے کہی گئی ہو اور وہ اسی طرح پیش نہ آئی ہو۔

عبدالملک بن صالح کے خلاف شکایت:

ایک دن رشید سیر کے لیے جا رہے تھے۔ عبدالملک بن صالح بھی سواری میں ہمرکاب تھا۔ جب کہ وہ رشید کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ کہ ایک پہلو سے یکایک ایک شخص نے بلند آواز سے رشید سے کہا کہ امیر المومنین اس کی امیدوں کا خاتمہ کر دیجیے۔ اس کی آزادی سلب کر لیجیے اور اس کی مشکیں بندھوا دیجیے۔ اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ آپ کے خلاف بغاوت کرے گا۔

ہارون الرشید اور عبدالملک بن صالح کی گفتگو:

رشید نے عبدالملک کو دیکھا اور کہا سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا' یہ نافرمان' سازشی جاسوس اور حاسد ہے۔ رشید نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ دوسرے لوگ اپنی نااہلیت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور تم آگے بڑھ گئے اپنی کوتاہی اور نااہلیت کی وجہ سے ان کے دلوں میں حسد کی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں۔ اسی لیے وہ تمہاری شکایتیں کرتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا۔ خدا کرے کہ ان کے قلوب کی یہ آگ کبھی نہ بجھے۔ اور وہ اسی طرح جل جل کر مریں۔ تاکہ یہ تکلیف ان میں دواماً متوارث ہو جائے۔

ایک مرتبہ رشید منبج سے جو عبدالملک کا مستقر تھا گزرے اور اس کے مکان کو دیکھ کر پوچھا یہ تمہارا مکان ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ اصل میں تو یہ جناب والا کا ہے اور اسی نسبت سے میرا بھی ہے انہوں نے پوچھا مکان کیسا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میرے متعلقین کی عمارت سے نیچا ہے اور منبج کے دوسرے مکانوں سے بلند واقع ہوا ہے۔ رشید نے پوچھا رات کیسی ہوتی ہے۔ اس نے کہا

تمام رات گویا صبح ہے۔

قاسم بن الرشید کا جہاد:

اس سال ماہ شعبان میں قاسم بن الرشید روم کے علاقہ میں گھس گیا اور اس نے قرہ کا محاصرہ کرلیا۔ نیز اس نے عباس بن جعفر بن محمد بن الاشعث کو کسی دوسری سمت بھیجا۔ اس نے قلعہ سنان کا محاصرہ کرلیا۔ جب محصورین محاصرہ کی شدت سے عاجز آ گئے۔ تو اس نے مسلمانوں سے یہ درخواست کی کہ ہم ان تین سو بیس مسلمان قیدیوں کو جو ہمارے پاس ہیں رہا کر دیں گے۔ اگر تم ان دونوں مقامات کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ مسلمانوں نے یہ درخواست قبول کی اور قرۃ اور قلعہ سنان سے صلح کر کے واپس چلے گئے۔

علی بن عیسیٰ کی وفات:

اسی جہاد میں رومیوں کے علاقہ میں علی بن عیسیٰ بن موسیٰ نے وفات پائی۔ یہ قاسم کے ساتھ تھا۔

رومیوں کا نقض معاہدہ:

اس سال بادشاہ روم نے اس صلح کو توڑ دیا۔ جو اس سے قبل رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی۔ نیز اس نے زر ضمانت دینے سے انکار کر دیا۔

جس بنا پر مسلمانوں اور ملکہ روم ریٹی کے درمیان معاہدہ صلح طے پایا تھا' اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد رومیوں نے ملکہ کے خلاف بغاوت کر دی اسے تخت سے اتار دیا۔ اور اب اس کی جگہ قلعہ تقفور جس کے متعلق رومی یہ کہتے ہیں کہ وہ عرب کے قبیلہ غسان کے کسی جفتہ نام کی اولاد میں تھا۔ بادشاہ بن بیٹھا۔ اس سے پہلے وہ روم کا افسر خراج تھا۔ تخت سے علیحدگی کے پندرہ ماہ بعد ریٹی مر گئی۔

تقفور کا ہارون الرشید کے نام خط:

اب تقفور کا اقتدار اور اس کی حکومت استوار ہوگئی اور تمام رومی اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ اس نے رشید کو یہ خط لکھا:

''یہ خط تقفور بادشاہ روم کی طرف سے رشید بادشاہ عرب کو ارسال کیا جا رہا ہے:

امابعد! مجھ سے پہلے جو ملکہ تھی اس نے تم کو شطرنج کا رخ اور اپنے کو پیدل بنا لیا تھا۔ اور اسی کمزوری کا وہ تم کو زر فدیہ ادا کرتی تھی۔ حالانکہ سزاوار یہ تھا کہ تم اسے زر فدیہ دیتے۔ مگر عورتوں کی فطری کمزوری اور حماقت تھی جس کی وجہ سے اس نے یہ بے عزتی گوارا کی۔ میرے اس خط کو پڑھتے ہی تمام زر واصلات واپس کرو اور آیندہ کے لیے اپنی جان کی ضمانت کے لیے زر فدیہ ادا کرو ورنہ اب تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے''۔

ہارون الرشید کا تقفور کو جواب:

خط پڑھ کر رشید فرط غضب سے آگ ہو گئے۔ اس حالت میں کسی شخص کو کچھ کہنے کی تو کیا مجال تھی کوئی ان کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔ ان کے تمام مصاحبین اس خوف سے کہ مبادا ان کی کسی بات یا فعل سے وہ اور بھڑک اٹھیں دربار سے چلے گئے۔ خود وزیر سلطنت پریشان تھا کہ اس حالت میں کوئی مشورہ دے یا انہیں اپنی صوابدید پر کاربند ہونے دے۔

رشید نے دوات طلب کی اور خط کی پشت پر اپنے ہاتھ سے یہ جواب لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ خط امیر المومنین ہارون کی جانب سے روم کے کتے تقفور کے نام بھیجا جاتا ہے۔ اے کافر زادے میں نے تیرا خط پڑھا۔ اس کا جواب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ تجھے سننے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ والسلام''۔

ہرقلہ کا تاراج:

رشید اسی دن رومیوں سے نبرد آزما ہونے چل کھڑے ہوئے۔ وہ پیہم کوچ کرتے ہوئے ہرقلہ پہنچے اس کا محاصرہ کر لیا اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ انہوں نے بہت سے لونڈی غلام' اسیران جنگ اور مال غنیمت حاصل کیے۔ شہر کو برباد کر کے جلا ڈالا اب تقفور نے اس شرط پر کہ وہ سالانہ خراج ادا کرتا رہے گا۔ صلح کی درخواست کی رشید نے اسے منظور کر لیا۔

تقفور کی اطاعت:

وہ اس مہم سے واپس آ کر رقہ آئے تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ تقفور نے معاہدہ صلح کو توڑ کر اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ چونکہ سردی بہت شدید تھی۔ اس وجہ سے تقفور کو ان کے واپس آنے کی ہرگز امید نہ تھی۔ اسی اطمینان پر اس نے بدعہدی کی۔ اس کی اطلاع دارالخلافت آئی۔ اس اندیشہ سے کہ مکرر پیش قدمی سب کے لیے باعث خطر ہو گی کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ اس کی اطلاع بلا واسطہ ان کو دے۔ اہل جندہ کے ایک شاعر ابو محمد عبداللہ بن یوسف نے جس کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حجاج بن یوسف التیمی ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع کرنے کے لیے اپنے اشعار کو ذریعہ ارسال بنایا۔ عبداللہ بن یوسف اسماعیل بن ابوالقاسم ابوالعتاہید اور تیمی نے اس موضوع پر شعر کہے اور جب عبداللہ بن یوسف نے اپنے اشعار سنائے تو رشید کہنے لگے کیا خوب تقفور نے یہ کیا ہے۔ نیز ان کو اس بات کا بھی علم ہو گیا کہ ان کے وزراء نے ان تک اس خبر کو پہنچانے کی یہ ترکیب نکالی تھی۔ اسے سنتے ہی وہ نہایت سخت محنت اور کلفت سفر برداشت کرتے ہوئے پھر اس کے مقابلہ کے لیے پلٹے اور خود اس کے مرکز پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اپنی تمام شرائط منوا کر اور اپنے دلی منصوبوں کو پورا کر کے وہاں سے واپس آئے۔

ابراہیم بن عثمان کی معاندانہ روش:

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال ابراہیم بن عثمان بن نہیک قتل کیا گیا۔ واقدی کے علاوہ دوسرے ارباب سیر کہتے ہیں کہ ابراہیم ۱۸۸ھ میں قتل کیا گیا۔

ابراہیم بن عثمان اکثر جعفر بن یحییٰ اور برامکہ کا تذکرہ کرتا رہتا تھا۔ ان کی محبت میں اور ان کی بربادی میں اظہار غم کے لیے رویا کرتا۔ محض گریہ سے تجاوز کر کے وہ برامکہ کے بدلہ لینے والوں کے زمرہ میں شامل ہوا۔ یہ جب خلوت میں اپنی باندیوں کے ساتھ خوب شراب پی کر بدمست ہو جاتا۔ تو کہتا۔ غلام میری تلوار ذوالمنیۃ مجھے دے۔ اس نے اپنی تلوار کا نام ذوالمنیۃ رکھا تھا۔ غلام تلوار لا کر اسے دے دیتا۔ یہ اسے نیام سے نکال کر ہائے جعفر ہائے جعفر میرے آقا پکارتا اور کہتا کہ میں تمہارے قاتل کو قتل کر کے رہوں گا۔ اور تمہارے خون کا بدلہ ضرور لوں گا۔

ابراہیم بن عثمان کے خلاف تحقیقات:

جب اس کی یہ لے بہت بڑھ گئی اس کے بیٹے عثمان نے فضل بن الربیع سے آ کر تمام قصہ بیان کیا۔ فضل نے رشید کو اطلاع

دی۔ رشید نے عثمان کو بلایا اور پوچھا کہ یہ فضل نے کیا بات کی ہے۔ اس نے اپنے باپ کا تمام واقعہ بیان کیا۔ رشید نے اس سے پوچھا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور بھی شاہد ہے۔ اس نے کہا جی ہاں ان کا خدمت گار نوال۔ رشید نے بغیر کسی کی اطلاع کے نوال کو اپنے پاس بلا کر اس سے پوچھا اس نے کہا کہ ابراہیم نے یہ بات ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار کہی ہے۔ مگر پھر بھی رشید کہنے لگے کہ یہ بات نامناسب ہے کہ میں اپنے ایک خاص آدمی کو ایک نوعمر چھوکرے اور ایک خصی کے بیان پر قتل کر دوں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں نے اس کے خلاف اس لیے سازش کی ہو کہ لڑکا تو اپنے باپ کا عہدہ چاہتا ہو اور خدمت گار مدت دراز کی خدمت گزاری کی وجہ سے اس کا دشمن ہو گیا ہو۔

ابراہیم بن عثمان کا امتحان:

چند روز انہوں نے اس معاملہ میں کوئی مزید کارروائی نہیں کی خاموش رہے پھر انہوں نے خیال کیا کہ ابراہیم بن عثمان کا امتحان لینا چاہیے تاکہ اس کی طرف سے جو بدگمانی اور اندیشہ ان کے دل میں پیدا ہو گیا ہے وہ بھی نکل جائے۔ انہوں نے اس غرض کے لیے فضل بن الربیع کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ابراہیم بن عثمان کے بیٹے نے اس کی جو شکایت کی ہے اس کے متعلق ابراہیم کا امتحان لوں۔ جب دستر خوان اٹھا دیا جائے تم شراب منگوانا اور ابراہیم سے کہنا کہ چونکہ امیر المومنین کے دل میں متہاری خاص جگہ ہے اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ آج تم ان کے ساتھ شراب میں شرکت کرو انہوں نے تم کو دعوت دی ہے۔ حاضر رہو اور جب وہ اچھی طرح پی لے تم ہمیں تنہا چھوڑ کر باہر چلے جانا۔

ہارون الرشید اور ابراہیم بن عثمان کی گفتگو:

فضل نے حسبِ عمل کیا۔ پہلے تو ابراہیم شراب کے لیے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔ مگر جب فضل بن الربیع ایک دم جانے کے لیے کھڑا ہوا تو یہ بھی اٹھا۔ مگر رشید نے اسے حکم دیا کہ اپنی جگہ پر بیٹھو۔ جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا تو اب رشید نے غلاموں کو اشارہ کیا کہ چلے جائیں۔ وہ سب ہٹ گئے رشید نے اس سے کہا۔ ابراہیم اگر میں اپنا کوئی خاص راز تم سے بیان کر دوں تو کیا تم اس کی حفاظت کرو گے اس نے کہا میرے آقا میں تو آپ کے غلام خاص اور خادمان معتمد میں سے ہوں یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں آپ کے راز کو افشا کروں۔

رشید نے کہا بہت روز سے میرے دل میں ایک بات ہے میں چاہتا تھا کہ تم سے بیان کروں اب میرے سینے میں اتنی وسعت نہیں کہ اسے وہ سنبھال سکے اس کی وجہ سے میری راتیں بیداری میں گزرتی ہیں۔ ابراہیم نے کہا جناب والا ضرور مجھ سے بیان کریں۔ میں کبھی دوبارہ اسے آپ سے بھی بیان نہیں کروں گا۔ اور کبھی تنہائی میں بھی اسے اپنی زبان سے نہ نکالوں گا۔ رشید نے کہا۔ سنو! بات یہ ہے کہ جعفر بن یحییٰ کو قتل کر کے میں اس قدر نادم ہوں کہ اس ندامت کا اظہار بھی الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ کاش! میری سلطنت چلی جاتی وہ زندہ رہتا۔ اس کے قتل کے بعد سے نیند اور لطف زندگی میرے لیے حرام ہیں۔

ان الفاظ کو سنتے ہی ابراہیم کی آنکھوں سے بے اختیار اشک مسلسل رواں ہوئے اور وہ کہنے لگا۔ اللہ ابوالفضل پر اپنا رحم فرمائے اور اس کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ اے میرے مالک اس کے قتل میں آپ نے بڑی غلطی کی ہے اور اس کے معاملہ میں آپ سے لغزش ہوئی۔ دنیا میں ایسے آدمی کہاں نصیب ہیں وہ اس زمانے میں سب سے بڑا متقی تھا۔

ابراہیم بن عثمان کا قتل:

یہ سن کر رشید نے کہا حرامزادے تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ نکل یہاں سے۔ ابراہیم کھڑا ہوا۔ مگر یہ حالت تھی کہ زمین اس کے تلووں سے نکل گئی تھی۔ اس نے اپنی ماں سے آ کر کہا کہ اب میری جان گئی۔ اس نے کہا ان شاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔ اچھا تو کہو کیا ہوا۔ ابراہیم نے کہا ہوا یہ کہ رشید نے اس طرح میرا امتحان لیا ہے کہ اگر میری ہزار جانیں بھی ہوتیں تو بھی ان میں سے ایک نہ بچ سکتی۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد اس کے بیٹے نے آ کر اس کے تلوار ماری جس کے زخم سے وہ چند باتیں کر کے مر گیا۔

امیر حج عبیداللہ بن عباس:

اس سال عبیداللہ بن العباس بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۸۸ھ کے واقعات

اس سال ابراہیم بن جبرئیل موسم گرما میں رومیوں سے جہاد کے لیے گیا۔

ابراہیم بن جبرئیل کی رومیوں پر فوج کشی:

وہ درہ صفصاف سے رومیوں کے علاقہ میں آیا خود نقفور اس کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ مگر اس کے عقب میں کوئی اہم معاملہ ایسا اسے پیش آیا کہ وہ ابراہیم کے مقابلہ سے پسپا ہو کر پلٹ گیا۔ واپسی میں مسلمانوں کی ایک جماعت سے اس کا مقابلہ ہو گیا۔ اس طرح اسے تین مرتبہ جنگ کا صدمہ برداشت کرنا پڑا اس نے شکست کھائی۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان لڑائیوں میں چالیس ہزار سات سو رومی کام آئے ان کے چار ہزار جانور پکڑے گئے۔

امیر حج ہارون الرشید:

اس سال قاسم بن الرشید نے دابق میں جہاد کے لیے قیام کیا۔ اس سال رشید کی امارت میں حج ہوا۔ وہ پہلے مدینہ آئے یہاں انہوں نے اہل مدینہ کو نصف عطا دی۔ واقدی وغیرہ کے بیان کے مطابق یہ رشید کا آخری حج ہوا۔

۱۸۹ھ کے واقعات

اس سال امیر المومنین ہارون الرشید رے گئے۔

علی بن عیسیٰ کی امارت خراسان:

بیان کیا گیا ہے کہ علی بن عیسیٰ کو خراسان کا صوبہ دار مقرر کرنے کے لیے رشید نے یحییٰ بن خالد سے مشورہ کیا تھا۔ یحییٰ نے اس کے تقرر کی مخالفت کی اور کہا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ رشید نے اس مشورہ کو نہ مانا۔ اور علی بن عیسیٰ خراسان کا والی مقرر کر دیا گیا۔

علی بن عیسیٰ کے ہارون الرشید کو تحائف:

اس نے وہاں جا کر اہل خراسان پر بہت سختیاں اور مظالم کیے۔ اور بہت سی دولت جمع کر لی اور اس قدر گھوڑے اور اشیائے خورد و نوش، کپڑے مشک اور نقد رقم بطور ہدیہ رشید کی خدمت میں ارسال کی جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ ان کے معائنہ کے لیے

رشید شماسیہ میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھے وہ تمام ہدایا بالترتیب ان کے سامنے پیش کیے گئے۔ ان کو دیکھ کر رشید ششدر رہ گئے۔ یحییٰ پہلو میں کھڑا تھا۔ رشید نے اس سے کہا۔ ابو علی یہ اس شخص نے ہمیں تحفے بھیجے ہیں جس کے متعلق تم نے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں اسے خراسان کا والی نہ مقرر کروں۔ مگر ہم نے تمہاری بات نہ مانی اور مخالفت کی اور اس میں برکت ہوئی جس کا نتیجہ یہ سامنے موجود ہے۔ اس معاملہ میں دیکھ لو تمہاری رائے کیسی قاصر رہی اور ہماری رائے کیسی بارآور ثابت ہوئی۔

علی بن عیسیٰ کے خلاف جعفر بن یحییٰ کی شکایت:

یحییٰ نے کہا امیر المومنین اگر چہ میں چاہتا تو یہ ہوں کہ میری یہ رائے صائب ہو اور میرا یہ مشورہ قرین صواب ہو۔ مگر اس سے بڑھ کر میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امیر المومنین کی رائے زیادہ صائب ان کی فراست زیادہ کارگر اور ان کا علم اور معرفت میرے علم و معرفت سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہو۔ اگر مجھے اس بات کا قوی اندیشہ نہ ہوتا کہ اس کی ولایت کے عواقب اور نتائج برے ہوں گے۔ جن سے اللہ آپ کو محفوظ اور مامون رکھے۔ تو بے شک ان سب اشیاء کی خوبی اور کثرت قابل تحسین ہوتی۔

رشید نے پوچھا وہ کیا ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ علی بن عیسیٰ نے یہ تمام نوادر عمائد اور اشراف خراسان پر ظلم کر کے جمع کیے ہیں اور ان میں سے اکثر کو اس نے زبردستی حاصل کیا ہے اگر امیر المومنین مجھے حکم دیں تو میں ایک گھنٹہ میں اس سے دو چند کرخ کے تاجروں سے حاصل کر کے امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں۔

ہارون الرشید کی علی بن عیسیٰ سے بدظنی:

رشید نے پوچھا یہ کیونکر یحییٰ نے کہا عون جوہری جو ہمارے پاس جواہرات کا صندوق لایا تھا۔ ہم نے ستر لاکھ قیمت لگائی۔ اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ حکم ہو تو میں ابھی اپنے داروغہ کو اس کے پاس بھیج کر اس صندوق کو دوبارہ دیکھنے کے لیے منگواتا ہوں اور پھر صاف انکار کر دوں گا کہ میرے پاس وہ جواہرات نہیں آئے۔ اس طرح ہمیں ستر لاکھ کا یہ نفع حاصل ہوگا۔ اسی طرح میں بڑے بڑے تاجروں میں سے صرف دو کے ساتھ ایسا عمل کروں گا۔ اور یہ طریقہ اخفائے حال اور عواقب مضر سے زیادہ بچانے والا ہے بہ نسبت اس طریقہ کار کے جو علی بن عیسیٰ نے ان تحائف کے حاصل کرنے اور جمع کرنے میں اختیار کیا ہے۔ اس طرح میں تین گھنٹے میں امیر المومنین کے لیے ان تمام تحائف کی قیمت سے زیادہ کا مال جمع کیے دیتا ہوں اور یہ میرا طریقہ زیادہ سہل اور مامون بھی ہے۔ علی نے تو تین سال میں یہ جمع کیے ہیں۔

ہارون الرشید کا علی بن عیسیٰ کے متعلق یحییٰ سے مشورہ:

یحییٰ کی یہ بات رشید کے دل نشین ہوگئی اور اب انہوں نے پھر کبھی علی کا تذکرہ یحییٰ کے سامنے نہیں کیا۔ جب اس نے خراسان میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا وہاں کے عمائد اور اشراف کو اپنے مظالم سے اپنا دشمن بنا لیا اس کی جان و مال پر دست درازی کی تو وہاں کے سربرآوردہ عمائد نے رشید کو اس کی شکایت لکھی نیز تمام علاقہ خراسان کے لوگوں نے رشید کے اعزا اور مصاحبین کو اس کی شکایت میں مسلسل خط لکھے۔ جس میں اس کی زشت خوئی اور قابل اعتراض طریقہ ملاقات اور سلوک کی شکایتیں کی گئیں اور امیر المومنین سے یہ درخواست کی کہ آپ اس کے بجائے اپنے کسی خاص معتمد علیہ اور حامی سلطنت کو یہاں کا والی مقرر کر کے بھیج دیں۔ رشید نے یحییٰ بن خالد کو بلایا اور اس سے علی بن عیسیٰ کے برطرف کرنے میں مشورہ لیا اور کہا کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جو خرابیاں اس فاسق نے وہاں پیدا کر

دی ہیں وہ اس کی اصلاح کر سکے۔ یحییٰ نے یزید بن مزید کا نام تجویز کیا مگر رشید نے اسے نہ مانا۔

ہارون الرشید کی روانگی رے:

رشید سے کہا گیا کہ علی بن عیسیٰ آپ کی بغاوت پر آمادہ ہے اسی بنا پر مکہ سے واپس آ کر سیدھے رے روانہ ہوئے۔ جمادی الاوّل کے ختم میں ابھی تیرہ راتیں باقی تھیں کہ انہوں نے نہروان آ کر پڑاؤ کیا۔ ان کے ہمراہ ان کے دونوں بیٹے قاسم اور مامون بھی تھے۔ یہاں سے یہ رے چلے۔ جب قرماسین آئے۔ تو قاضیوں وغیرہ کی ایک جماعت یہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے ان سب کو اس بات پر شاہد مقرر کیا کہ میرے اس پڑاؤ میں جس قدر مال ومتاع جانور اسلحہ اور دوسری چیزیں موجود ہیں یہ سب میں عبداللہ المامون کو دیتا ہوں۔ اب ان میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔ نیز انہوں نے اپنے مصاحبین اور حاضرین دربار سے مامون کے لیے تجدید بیعت کرائی۔ ہرثمہ بن اعین اپنی فوج خاصہ کے افسر اعلیٰ کو بغداد بھیجا اور اب انہوں نے دربارہ اپنے دربار کے تمام حاضرین سے محمد بن ہارون الرشید۔ عبداللہ اور قاسم کے لیے ولایت عہد کی بیعت لی۔ البتہ قاسم کی ولی عہدی کی توثیق اور تنسیخ مامون کے حوالے کی کہ جب وہ خلیفہ ہو تو اسے اختیار ہے کہ چاہے اسے ولی عہد رکھے یا علیحدہ کر دے۔

علی بن عیسیٰ کی دربار خلافت میں باریابی:

جب ہرثمہ بغداد سے واپس آ گیا تو اب رشید رے روانہ ہوئے۔ تقریباً چار ماہ رے میں قیام پذیر رہے۔ علی بن عیسیٰ خراسان سے بہت سا روپیہ جانور۔ تحائف' سامان' مشک' سونے چاندی کے برتن' جواہر اور دوسری نوادر اشیاء لے کر حاضر دربار خلافت ہوا اور یہ سب چیزیں اس نے رشید کے نذر کیں اور اس کے بعد اس نے رشید کے ساتھ جو ان کے بیٹے' اعزاء' کاتب' خدمت گار اور امراء ہم سفر تھے۔ ان سب کو علیحدہ علیحدہ حسب مراتب' نذرانے اور تحائف پیش کیے۔

علی بن عیسیٰ کی امارت خراسان پر بحالی:

جب رشید نے دیکھا کہ اس کا طرز عمل اس اطلاع کے بالکل خلاف ہے جو اس کی شکایت میں ان کو موصول ہوئی تھی۔ وہ اس سے خوش ہو گئے اور اسے اس کی خدمت پر خراسان واپس بھیجا بلکہ خود بھی اس کی مشایعت کی۔

قاسم موتمن کی ولی عہدی کی بیعت:

بیان کیا گیا ہے کہ قاسم کے لیے اس وقت جو عہد ولایت لیا گیا وہ اس کے بھائی محمد اور عبداللہ کے عہد ولایت کے بعد لیا گیا۔ اور اب اس کا نام موتمن رکھا گیا۔ اور اس کے لیے ہارون نے ہرثمہ کو ماہ رجب ۱۸۹ ہجری کی گیارہ تاریخ کو سنیچر کے دن مدینۃ السلام بھیجا۔

شروین و مرزبان وغیرہ کو امان:

رے سے رشید نے اپنے خدمت گار حسین کو طبرستان بھیجا۔ اسے تین خط لکھ کر دیئے۔ ایک خط میں شروین ابی فارن کے بیٹے وعدہ امان لکھا تھا دوسرے میں وندا ہرمز مازیار کے دادا کے لیے وعدہ امان تھا۔ تیسرے میں مرزبان بن جستان شاہ دیلم کے لیے وعدہ امان تھا۔ شاہ دیلم رشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رشید نے اسے خلعت وانعام سے نوازا اور اسے اس کی ریاست کو بھیج دیا۔ سعید الحرشی چار سو طبرستانی بہادروں کو لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ ان سب نے رشید کو نذر دی اور بندگی عرض کی۔ وندا ہرمز بھی

رشید کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے وعدہ امان کو قبول کر کے ہمیشہ مطیع و فرمان بردار رہنے اور خراج ادا کرنے کا پختہ وعدہ کیا۔ نیز شروین کی طرف سے بھی اسی قسم کی ضمانت جسے رشید نے منظور کر لیا۔ اور اسے پھر اس کے علاقہ کو جانے کی اجازت دی۔ ہرثمہ بن اعین کو اس کے ہمراہ بھیجا۔ ہرثمہ نے اس کے اور شروین کے بیٹے کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لیا۔ خزیمہ بن خازم والی آرمینیا بھی رے میں رشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بہت سے تحفے نذر گزارے۔

اس سال رشید نے عبداللہ بن مالک کو طبرستان' رے' رویان' دنیاوند' قومس اور ہمدان کا والی مقرر کیا۔

امارت عمان پر عیسیٰ بن جعفر کا تقرر:

اسی سفر کے اثناء میں ہارون نے محمد بن الجنید کو ہمدان اور رے کے درمیانی راستے کا محافظ مقرر کیا۔ اور عیسیٰ بن جعفر بن سلیمان کو عمان کا والی بنایا۔ اس نے جزیرۂ ابن کاوان کی سمت سے سمندر کو عبور کر کے وہاں ایک قلعہ سر کیا۔ اور دوسرے کا محاصرہ کر لیا۔ ابن مخلد الازدی نے اس پر غارت گری کی۔ عیسیٰ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے لے کر ذی الحجہ میں عمان آ گیا۔

جعفر بن یحییٰ کی لاش کو جلانے کا حکم:

اس سال رشید علی ابن عیسیٰ کے رے سے خراسان واپس جانے کے چند روز بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ قربانی کا دن ان کو قصر اللصوص میں ہوا۔ یہاں انہوں نے قربانی کی اور وہ دوشنبہ کی رات کو جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم میں دو راتیں باقی تھیں مدینۃ السلام آئے۔ جب پل سے گزرنے لگے تو حکم دیا کہ جعفر بن یحییٰ کے لاشہ کو جلا دیا جائے۔ یہ بغداد کے کنارے کنارے گزر گئے۔ شہر کے اندر نہیں آئے نہ وہاں قیام کیا۔ بلکہ اسی وقت سیدھے رقہ جانے کے لیے چلے گئے۔ اور سلیحین آ کر انہوں نے منزل کی۔

ہارون الرشید کی نظر میں بغداد کی اہمیت:

رشید کے ایک امیر نے یہ بات بیان کی کہ جب رشید بغداد پہنچے تو کہنے لگے کہ میں اس شہر سے بغیر قیام کے گزر رہا ہوں حالانکہ شرق و غرب میں اس سے زیادہ مامون اور آرام دہ دوسرا شہر کوئی نہیں۔ یہ میرا اور میرے آباؤ کا وطن ہے۔ جب تک ہمارا خاندان باقی ہے اور وہ اس شہر کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ یہ بنی العباس کی حکومت کا پایہ تخت رہے گا۔ میرے بزرگوں کو آج تک اس شہر میں کوئی ایسا واقعہ یا حادثہ پیش نہیں آیا۔ کہ جو بداقبالی اور نحوست کا باعث ہو۔ باعتبار قیام گاہ کے بھی یہ اگرچہ بہترین مقام ہے۔ مگر میں ایسی جگہ رہنا چاہتا ہوں جہاں سے ہمارے دشمنوں' منافقوں اور ملعون خاندان بنی امیہ کے طرفداروں کی جن کے ساتھ دوسرے سازشی باغی چور ڈاکو اور رہزن مل گئے ہیں۔ اچھی طرح سرکوبی ہو سکے۔ اگر یہ بات پیش نظر نہ ہوتی تو میں اپنی مدت العمر کبھی بغداد سے باہر نہ جاتا۔

اس سال مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جذیہ کا معاہدہ طے پایا۔ جس کی رو سے رومی علاقہ میں اب کوئی مسلمان ایسا نہ رہا جو فدیہ دے کر رہا نہ کرایا گیا ہو۔

امیر حج عباس بن موسیٰ:

اس سال قاسم نے دابق میں جہاد کی نیت سے قیام کیا۔ اس سال عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ کی امارت میں حج ہوا۔

۱۹۰ھ کے واقعات

اس سال رافع بن لیث بن نصر بن سیار نے سمرقند میں ہارون کے خلاف بغاوت کی۔

رافع بن لیث کی بغاوت کی وجہ:

اس کی بغاوت کی وجہ یہ ہوئی کہ یحییٰ بن الاشعث بن یحییٰ الطائی نے اپنے چچا ابونعمان کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ یہ ایک خوش بیان اور مال دار عورت تھی۔ یحییٰ نے مدینۃ السلام میں اقامت اختیار کی اور اپنی بیوی کو سمرقند میں چھوڑ دیا۔ جب اسے مدینۃ السلام میں رہتے ہوئے زمانہ دراز گزر گیا اور اس کی بیوی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے شوہر نے کئی باندیاں رکھ چھوڑی ہیں جو صاحب اولاد بھی ہوگئی ہیں۔ تو اس نے اپنی گلوخلاصی چاہی۔ مگر اس کے شوہر نے اسے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ رافع کو اس عورت کا حال معلوم ہوا۔ اس کے دل میں اس عورت اور اس کے مال کا لالچ پیدا ہوا۔ اس نے کسی ذریعہ سے یہ کہلا کر بھیج دیا کہ ایک ہی صورت میں خلع ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ تم شرک اختیار کرو اور اس کے لیے کچھ معتبر لوگوں کو اپنے پاس بلاؤ اور ان کے سامنے اپنے بال کھول دو۔ اس کے بعد توبہ کر لینا تاکہ پھر تمہارے ساتھ میں نکاح کر سکوں۔ اس نے یہی طریقہ اختیار کیا۔

رافع بن لیث پر عتاب:

رافع نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس کی اطلاع یحییٰ بن الاشعث کو ہوئی اس نے رشید کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ رشید نے علی بن عیسیٰ کو حکم بھیجا کہ تم رافع اور اس کی بیوی میں افتراق کرو اور رافع کو سزا دو۔ اور اس پر حدِ زنا جاری کر کے اسے قید کر دو۔ اور بیڑیاں پہنا کر ایک گدھے پر سوار کر کے تمام سمرقند میں اس کی تشہیر کے لیے پھراؤ تاکہ تمام لوگوں کو عبرت ہو۔

رافع بن لیث کی اہانت واسیری:

سلیمان بن حمید الازدی نے حد سے تو بچا لیا البتہ بیڑیاں پہنا کر گدھے پر سوار تمام سمرقند میں اسے تشہیر کے لیے پھرایا۔ یہاں تک کہ رافع نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ تشہیر کے بعد اسے سمرقند جیل میں قید کر دیا گیا۔ وہ ایک رات کو حمید بن المسیح کوتوال سمرقند کی نگرانی سے بچ کر بھاگ گیا اور علی بن عیسیٰ کے پاس بلخ پہنچا اس سے امان چاہی مگر علی نے امان دینے سے انکار کر دیا بلکہ چاہا کہ اسے قتل کر دے مگر اس کے بیٹے عیسیٰ بن علی نے اس کی سفارش کی اور اس نے بھی دوبارہ اس عورت کو علی کے سامنے طلاق دی علی نے اسے سمرقند واپس جانے کی اجازت دے دی۔

رافع بن لیث کی بغاوت:

اس نے سمرقند آ کر علی بن عیسیٰ کے عامل سلیمان حمید الازدی پر اچانک حملہ کر کے اسے قتل کر دیا علی بن عیسیٰ نے اپنے بیٹے کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ مگر اس کے آنے سے پہلے ہی اہل سمرقند سباع بن مسعدہ کے پاس آئے انہوں نے اسے اپنا رئیس بنایا۔ اس نے رافع کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ مگر اب رافع کے طرفدار سباع پر چڑھ دوڑے اور انہوں نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور رافع کو اپنا رئیس بنایا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کی ماوراء النہر کے باشندے بھی اس شورش میں شرکت کے لیے اس کے پاس آئے۔ عیسیٰ بن علی سے اس کا مقابلہ ہوا۔ رافع نے اسے شکست دے کر بھگا یا۔ اب علی بن عیسیٰ فوج کی بھرتی اور لڑائی کی تیاری کرنے لگا۔

عبداللہ المامون کی قائم مقامی:

اس سال موسم گرما میں رشید نے جہاد کیا انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ المامون کو رقہ میں اپنا قائم مقام بنا کر متعین کیا تمام امور سلطنت اس کے تفویض کر دیئے۔ اور اس کے لیے تمام اطراف واکناف سلطنت میں فرمان نافذ کر دیا۔ کہ تمام عہدیدار مامون کے احکام کی بجا آوری کریں۔ نیز انہوں نے منصور کے مہر خلافت بھی جسے وہ بہت مبارک سمجھتے تھے۔ اور وہی مہر خلافت تھی۔ مامون کو دے دی اس پر منقوش تھا۔ (الله ثقنی منت به)

فضل بن سہل کا قبول اسلام:

اس سال فضل بن سہل مامون کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اس سال رومی عین زربیہ اور کنیسہ سودا آئے۔ غارت گری کی اور قیدی پکڑ کر لے گئے۔ مگر اہل مصیصہ نے قیدیوں کو ان سے چھڑا لیا۔

فتح ہرقلہ:

اس سال رشید نے ہرقلہ فتح کیا اور وہاں سے اپنی فوجیں روم کے علاقہ میں پھیلا دیں بیان کیا گیا ہے کہ اس مہم میں رشید کے ہمراہ ایک لاکھ پینتیس ہزار تو باقاعدہ تنخواہ یافتہ فوج تھی۔ رضا کار اور دوسرے وہ لوگ جن کا نام دیوان میں درج نہ تھا۔ اس کے علاوہ تھے۔ عبداللہ بن مالک نے ذی الکلاع پر دھاوا کیا۔ اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ رشید نے داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ کو ستر ہزار فوج کے ساتھ روم کے علاقہ میں گردآوری کے لیے بھیجا۔ شراحیل بن محسن بن زائدہ نے قلعہ صقالیہ اور دبستہ فتح کیے یزید بن مخلد نے صفصاف اور ملقوبیہ فتح کیے۔ رشید نے اس سال کے ماہ شوال میں ہرقلہ فتح کیا تھا۔ انہوں نے اسے بالکل ویران کر دیا۔ اس کی تمام آبادی کو لونڈی غلام بنالیا۔ رشید نے تیس دن تک ہرقلہ میں قیام کیا۔ انہوں نے حمید بن معیوف کو سواحل بحر شام کا مصر تک والی مقرر کیا۔ حمید قبرس پہنچا۔ وہاں اس نے شہر مسمار کیے۔ ان کو جلا دیا۔ اور سولہ ہزار لونڈی غلام پکڑ کر رافقہ لایا۔ ان کی فروخت قاضی ابوالبختری کے سپرد کی گئی۔ اسقف قبرس کی دو ہزار قیمت اٹھی۔ ماہ رجب کے ختم میں دس راتیں باقی تھیں۔

نقفور کی جزیہ وخراج کی ادائیگی:

جب رشید روم کے علاقہ میں جہاد کے لیے بڑھے تھے انہوں نے اس موقع کے لیے ایک ٹوپی بنوائی تھی جس پر لکھا تھا۔ مجاہد حاجی' اسی کو وہ اس موقع پر پہنا کرتے تھے۔ ہرقلہ سے رشید طوانہ گئے وہاں انہوں نے پڑاؤ کیا۔ پھر وہاں سے بڑھے اور اس مقام پر عقبہ بن جعفر کو اپنا قائم مقام بنایا اور اسے حکم دیا کہ وہاں ایک سرکاری قصر تعمیر کرے۔ نقفور نے خراج اور جزیہ اپنا اپنے ولی عہد اپنے رؤسا اور اپنے علاقہ کے تمام باشندوں کا جو بقدر پچاس ہزار دینار کے ہوتا تھا۔ رشید کی خدمت میں بھیج دیا اس نے اپنی ذات کا جزیہ چار دینار اور اپنے بیٹے استبراق کے دو دینار بھیجے تھے۔

نقفور کی ایک جاریہ کے متعلق درخواست:

نقفور نے اپنے دوست بڑے امیروں کے ہاتھ ایک خط جاریہ کے متعلق جو ہرقلہ میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی' رشید کو بھیجا وہ خط یہ ہے:

''یہ خط عبداللہ ہارون امیر المومنین کے نام نقفور بادشاہ روم کی طرف سے بھیجا جا رہا ہے۔ سلام علیک اے بادشاہ! مجھے

آپ کی جناب میں ایک ایسی ضرورت پیش آ گئی ہے کہ اگر اسے آپ پورا کر دیں تو اس میں آپ کا دینی یا دنیاوی کوئی ضرر نہیں۔ وہ معمولی بات ہے۔ ہرقلہ کی باندیوں میں ایک لڑکی میرے بیٹے کی مخطوبہ ہے اسے آپ براہ مہربانی میرے بیٹے کو مرحمت فرما دیجیے۔ میں اس عنایت کا نہایت شکرگزار رہوں گا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

خط میں اس نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ آپ مجھے خوشبودار مصالحہ اور اپنے خاص خیموں میں سے ایک خیمہ بطور تحفہ مرحمت فرمائیں۔ رشید نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو حاضر کیا جائے وہ پیش کی گئی اسے آراستہ کیا گیا اور وہ ایک تخت پر خود اس خیمہ میں جس میں رشید رہتے تھے بٹھائی گئی اور رشید نے اس لڑکی کو مع خیمہ اور اس کے تمام ظروف اور بیش قیمت سامان کے تقفور کے وکیل کے سپرد کر دیا اور جو دوسری چیزیں عطریات وغیرہ کی قسم سے اس نے مانگی تھیں وہ بھی بھیجیں۔ نیز کھجور' دوسرے خشک میوے' منقے اور تریاق بھیجا۔ رشید کے وکیل نے یہ تمام چیزیں تقفور کو دیں۔

تقفور کے تحائف:

تقفور نے اسے ایک کمیت گھوڑے کا بوجھ اسلامی درہم جن کی مقدار پچاس ہزار تھی۔ اسے دیئے نیز دیبا کے سوتھان بزیوں کے' بارہ شکاری باز' چار شکاری کتے اور تین سواری کے گھوڑے بطور خلعت اسے دیئے تقفور نے رشید سے یہ شرط کی تھی کہ وہ ذی الکلاع۔ سلہ اور قلعہ سنان کو برباد نہ کریں گے۔ رشید نے اس سے یہ اقرار لیا تھا کہ اب وہ ہرقلہ کو آباد نہ کرے گا۔ اور نیز یہ کہ وہ تین لاکھ دینار بطور تاوان جنگ رشید کو دے گا۔

سیف بن بکر خارجی کا قتل:

اس سال قبیلہ عبدالقیس کے ایک خارجی سیف بن بکر نے خروج کیا۔ رشید نے محمد بن یزید بن مزید کو اس کے مقابلہ پر بھیجا محمد نے اسے عین النورہ میں قتل کر دیا۔

امیر حج عیسیٰ بن موسیٰ:

اس سال اہل قبرص نے عہد نامہ صلح کی خلاف ورزی کر کے عذر کر دیا معیوف بن یحییٰ نے جہاد کیا۔ اور اس کے بہت سے باشندوں کو لونڈی غلام بنالیا۔

اس سال عیسیٰ بن موسیٰ الہادی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۹۱ھ کے واقعات

ثروان خارجی کا خروج:

اس سال ایک خارجی ثروان بن سیف نے حولایا کی سمت میں خروج کیا۔ یہ علاقہ سواد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا تھا۔ رشید نے طوق بن مالک کو اس کی سرزنش کے لیے بھیجا۔ طوق نے اسے شکست دی اور زخمی کر دیا۔ تقریباً اس کے تمام ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ طوق کو تو یہ بھی گمان تھا کہ اس نے ثروان کو قتل کر دیا ہے اس نے فتح کی خوشخبری رشید کو لکھی۔ ثروان زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

ابوالنداء کا خروج:

اس سال ابوالنداء نے شام میں خروج کیا۔ رشید نے اس کی تلاش کے لیے یحییٰ بن معاذ کو بھیجا۔ اور اسی کو شام کا والی مقرر کر دیا۔ اس سال مدینۃ السلام میں برفباری ہوئی۔

اس سال حماد البربری نے ہیصم الیمانی کو گرفتار کر لیا۔

اس سال رافع بن لیث کے معاملہ نے سمرقند میں نازک صورت اختیار کر لی۔

اہل نسف کی رافع سے امداد طلبی:

اہل نسف نے رافع کو لکھا کہ ہم آپ کے مطیع و منقاد ہیں آپ اپنے کسی شخص کو ہمارے پاس بھیج دیں جو عیسیٰ بن علی کے قتل میں ہماری امداد کرے۔ رافع نے رئیس شاش کو اس کے ترک سپاہیوں کے ساتھ اور اپنے ایک دوسرے امیر کو نسف بھیجا۔ انہوں نے آ کر عیسیٰ بن علی کا محاصرہ کر لیا اور قتل کر دیا۔ یہ ماہ ذی قعدہ کا واقعہ ہے۔ مگر اس جماعت نے عیسیٰ کے ساتھیوں سے کوئی تعارض نہیں کیا۔

یزید بن مخلد کا جہاد:

اس سال رشید نے اپنے خادم حمویہ کو خراسان کی ڈاک کا عامل مقرر کیا اس سال یزید بن مخلد الہبیری نے دس ہزار فوج کے ساتھ رومی علاقہ پر جہاد کیا۔ رومیوں نے انہیں ایک تنگ درہ میں گھیر کر طرسوس سے دو منزل فاصلہ پر مع پچاس آدمیوں کے قتل کر دیا۔ باقی بچ کر چلے گئے۔

رومیوں کی مرعش میں غارتگری:

رشید نے ہرثمہ بن اعین کو موسم گرما میں جہاد کے لیے بھیجا تیس ہزار خراسانی باقاعدہ فوج اس کے ساتھ کی۔ خدمت گار مسرور بھی اس کے ساتھ تھا۔ فوج کی سپہ سالاری کے علاوہ فوج کی تنخواہوں وغیرہ کی تقسیم اور دوسرے انتظامات اور اخراجات سب مسرور سے متعلق تھے۔ خود رشید بھی حدث کے درے میں آئے۔ یہاں انہوں نے عبداللہ بن مالک کو متعین کیا۔ سعید بن مسلم بن قتیبہ کو مرعش میں متعین کیا۔ رومیوں نے مرعش پر غارت گری کی۔ کچھ مسلمانوں کو قتل۔ اور بغیر نقصان اٹھائے واپس چلے گئے۔ حالانکہ سعید بن مسلم مرعش میں مقیم تھا۔ مگر وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

ذمیوں کو امتیازی لباس پہننے کا حکم:

رشید نے محمد بن یزید بن مزید کو طرسوس بھیجا۔ خود وہ ماہ رمضان میں تین دن تک درہ حدث میں قیام کر کے رقہ واپس چلے آئے۔ رشید نے حکم دیا کہ اسلامی سلطنت کی سرحدوں پر جو کنسے ہوں وہ منہدم کر دیئے جائیں نیز اس سال انہوں نے سندی بن شاہک کو لکھا کہ مدینۃ السلام میں جس قدر ذمی ہوں ان کو حکم دیا جائے کہ وہ اپنا لباس اور سواری مسلمانوں سے جدا اختیار کریں تا کہ ان میں امتیاز ہو سکے۔

اس سال رشید نے علی بن عیسیٰ کو خراسان کی ولایت سے برطرف کر کے اس کی جگہ ہرثمہ بن اعین کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

علی بن عیسیٰ کی بلخ سے روانگی:

ہم علی بن عیسیٰ کے بیٹے کے قتل کے واقعہ بیان کر چکے ہیں اس کے قتل کے بعد علی بلخ سے چل کر اس خوف سے مرو آیا۔ کہ مبادا رافع بن اللیث اس پر قبضہ کرے۔ اس کے بیٹے عیسیٰ نے بلخ میں اپنے پائیں باغ میں نہایت کثیر دولت جس کا اندازہ تین کروڑ کیا جاتا ہے دفن کر دی تھی۔ جس کی اطلاع خود علی بن عیسیٰ یا کسی شخص کو بھی نہ تھی۔ البتہ عیسیٰ کی ایک لونڈی اس مقام سے واقف تھی۔ جب علی بلخ سے روانہ ہو گیا تو اس باندی نے اس مدفون خزانہ کی اطلاع ایک خادم کو کر دی۔ اس کے ذریعہ یہ خبر شہرت پا گئی۔

علی بن عیسیٰ کی معزولی کا سبب:

چنانچہ بلخ کے قرا اور دوسرے عمائد اس باغ میں آئے اس تمام دولت پر انہوں نے قبضہ کر کے اس عوام میں تقسیم کر دیا رشید کو اس کی اطلاع ہوئی۔ کہنے لگے کہ ایک تو وہ میرے حکم کے بغیر بلخ سے چلا گیا دوسرے یہ کہ اتنی بڑی دولت وہاں اپنے بعد چھوڑ گیا۔ حالانکہ اس نے تو کہا تھا کہ رافع سے جنگ کرنے کے لیے اسے اپنی عورتوں کے زیوروں کو فروخت کرنا پڑا ہے۔ اس واقعہ کو معلوم کر کے رشید نے علی کو خراسان کی ولایت سے برطرف کر دیا۔ اور اس کی جگہ ہرثمہ بن اعین کو والی خراسان مقرر کیا۔ اور علی کی تمام جائداد پر قبضہ کر لیا۔ جس کی مالیت اکسٹھ کروڑ ہوئی۔

رشید کا ایک مولیٰ بیان کرتا ہے کہ جب رشید خراسان جانے کے ارادے سے جرجان آئے تو ہم ان کے ہمراہ تھے۔ یہاں ان کی خدمت میں علی بن موسیٰ کی وہ دولت جو ان کے حکم سے ضبط کی گئی تھی پیش ہوئی۔ یہ پندرہ سو اونٹوں پر بار تھی۔

علی بن عیسیٰ کی اشراف خراسان سے بدسلوکی:

علی کے خلاف مذکورۂ بالا لغزشوں کے علاوہ یہ بھی شکایت تھی کہ اس نے خراسان کے اشراف اور عمائد کی توہین اور تذلیل کی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن ہشام بن فرخسرو اور حسین بن مصعب اس سے ملنے آئے انہوں نے سلام کیا۔ علی بن عیسیٰ سے کہا اے ملحد اور ملحد کے بیٹے تجھ پر اللہ کی سلامتی نازل نہ ہو۔ تجھے اسلام سے جس قدر عداوت ہے میں اس سے واقف ہوں۔ اور تو ہمیشہ اسلام پر اعتراض کرتا ہے۔ تیرے قتل کے لیے مجھے صرف خلیفہ کے حکم کا انتظار ہے۔ ورنہ اللہ نے تو تیرا خون مباح کر ہی دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے ہاتھوں سے تیرا کام بہت جلد تمام کرائے گا۔ اور جلد ہی تجھے اپنے عذاب سے سزا دے گا۔ کیا شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر تو نے اسی میرے مکان میں میرے متعلق بری خبریں بیان نہیں کی ہیں۔ تو نے تو یہ کہا کہ مدینۃ السلام سے تیرے پاس میری برطرفی کی اطلاع آئی ہے۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ دور ہو یہاں سے۔ بہت جلد تجھ پر اللہ کی لعنت نازل ہو گی۔ حسین نے کہا۔ اللہ جناب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آپ کے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ کسی چغلخور یا بدمعاش کی شکایت کو باور کریں۔ مجھ پر جو الزام عائد کیا گیا ہے میں اس سے بری ہوں۔ علی نے کہا تو جھوٹا ہے۔ جو بات مجھے معلوم ہوئی۔ اس کی صحت ثابت ہو چکی ہے تو نے شراب پی اور اس کے نشے میں بے شک تو نے وہ بات کہی ہے کہ جس کی وجہ سے تو نہایت سخت تادیب کا مستوجب ہے اور شاید بہت ہی جلد اللہ تجھے سخت سزا دے دے۔ فوراً یہاں سے بغیر اجازت اور مصاحب کے نکل جا۔ چنانچہ حاجب نے آ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے دربار سے نکال دیا۔

ہشام بن فرخسرو کی اہانت:

ہشام بن فرخسرو سے علی نے کہا کہ تیرا گھر سازش گاہ ہے مجھے معلوم ہے کہ وہاں دنیا جہاں کے احمق تیرے پاس جمع ہوتے ہیں اور تو سرکاری عہدہ داروں کی برائیاں بیان کرتا ہے۔ اللہ مجھے قتل کر دے اگر میں تیرا کام تمام نہ کروں۔

ہشام نے کہا اللہ مجھے آپ پر سے فدا کر دے۔ میں نہایت ہی مظلوم اور قابل رحم ہوں۔ میری حالت تو یہ ہے کہ جناب کی تعریف کرتے کرتے میری زبان خشک ہوئی جاتی ہے اور آپ تک یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ میں آپ کی برائی کرتا ہوں۔ اس کا میں کیا علاج کر سکتا ہوں۔ علی نے کہا۔ خدا کرے تیری ماں مرجائے تو جھوٹ بولتا ہے ہمیں تیرے گھر والوں اور تیری اولاد سے پتہ چل گیا ہے کہ تیرے دل میں کیا منصوبے ہیں۔ نکل جا بہت جلد میں تیری طرف سے مطمئن ہو جاؤں گا۔

ہشام بن فرخسرو کی عالیہ کو ہدایت:

ہشام اٹھ کر چلا گیا۔ آخر شب میں اس نے اپنی بیٹی عالیہ کو جو اس کی اولاد میں سب بڑی تھی اس کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔ بی بی میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ وہ کسی پر ظاہر نہ ہو ورنہ میں مارا جاؤں گا۔ اب تم اپنے باپ کی موت یا زیست جو چاہو اختیار کرو۔ عالیہ نے کہا میں آپ پر قربان آپ بیان تو کریں۔ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ علی بن عیسیٰ میرے قتل کے درپے ہے۔ میں نے یہ سوچا ہے کہ ظاہر کروں کہ مجھے فالج ہو گیا ہے۔ جب صبح ہو تم اپنی باندیوں کو لے کر میرے بستر کے پاس آنا اور مجھے ہلانا۔ جب تم دیکھو کہ مجھ سے حرکت نہیں کی جاتی تم شور مچانا کہ ہیں یہ کیا ہوا۔ اور فوراً اپنے بھائیوں کو بلا کر ان کو میری علالت سے مطلع کرنا۔ مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کے لیے اپنے یا پرائے کسی سے یہ راز ظاہر مت کرنا کہ میں تندرست بیمار بنا ہوں۔

ہشام بن فرخسرو کی مصنوعی علالت:

اس کی بیٹی نے جو نہایت عقلمند اور محتاط تھی حسبہٖ عمل کیا۔ وہ کچھ عرصہ تک اپنے بستر پر بے حس و حرکت پڑا رہا۔ خود سے جنبش نہیں کرتا تھا دوسرے لوگ اٹھاتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل خراسان میں سے کسی دوسرے شخص کو ہشام کے علاوہ علی بن عیسیٰ کی برطرفی کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ اسے کس طرح گمان ہو گیا تھا کہ علی برطرف ہو گیا ہے اور اس کا یہ گمان پورا ہوا۔ اور جس روز ہرثمہ وہاں آیا یہ اس کے استقبال کے لیے اچھا خاصہ روانہ ہوا۔ راستہ میں علی کے کسی فوجی عہدیدار نے اسے یوں جاتا دیکھ کر ٹوکا بھی کہ آپ تو اب اچھے ہو گئے اس نے کہا میں اللہ کے فضل سے ہمیشہ سے تندرست ہوں۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ علی بن عیسیٰ نے اسے جاتے دیکھ کر پوچھا کہاں چلے اس نے کہا اپنے امیر ابو حاتم کے استقبال کے لیے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تم تو بیمار تھے۔ ہشام نے کہا ہاں اللہ نے مجھے ایک ہی رات میں صحت عاجل عطا فرمادی۔ اور ظالم سرکش والی کو برطرف کر دیا۔

علی بن عیسیٰ کی برطرفی کا فیصلہ:

اس ملاقات کے بعد حسین بن مصعب نے یہ کیا کہ وہ علی بن عیسیٰ کے شر سے رشید کی پناہ لینے کے لیے مکہ چلا آیا۔ رشید نے اسے پناہ دی۔

جب رشید نے علی کی برطرفی کا ارادہ کر لیا تو انہوں نے تخلیہ میں ہرثمہ بن اعین کو بلایا۔ اس سے کہا کہ میں نے تمہارے لیے

کسی دوسرے سے مشورہ نہیں لیا ہے۔ اور نہ اس بات سے کسی کو آگاہ کیا ہے کہ میں تم پر اس قدر اعتماد کرتا ہوں۔ میرے ممالک مشرقی کی حالت خراب ہے۔ وہاں کا انتظام درست نہیں رہا۔ چونکہ علی بن عیسیٰ نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کی ہے اس لیے اہل خراسان اس سے سخت ناراض ہیں اور اب اس کی بات بگڑ چکی ہے۔ اس نے مجھ سے امداد اور فوج مانگی ہے۔

ہارون الرشید کی ہرثمہ بن اعین کو ہدایات:

میں اسے لکھتا ہوں کہ میں تم کو اس کی مدد کے لیے اتنی فوج دولت' اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان کے ساتھ جسے پڑھ کر وہ بالکل مطمئن ہو جائے' بھیجتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر ایک دوسرا خط سر بمہر تم کو دوں گا اور تاوقتیکہ تم نیسا پور نہ پہنچ جاؤ اسے نہ خود تم کھولنا اور نہ کسی دوسرے کو اس سے آگاہ کرنا۔ وہاں پہنچ کر ہمارے اس فرمان کے مطابق عمل کرنا۔ جو ہدایت دی گئی ہو اس پر اسی طرح کار بند ہونا۔ اس سے سر مو تجاوز نہ کرنا۔ میں اپنے خدمت گار رجاء کو علی بن عیسیٰ کے نام کا اپنا ایک قلمی خط دے کر تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں۔ تا کہ جو کارروائی تم اس کے ساتھ کر دیا جو طرز عمل وہ تمہارے مقابلہ میں اختیار کرے رجاء اسے دیکھتا رہے مگر رجاء سے بھی یہ بات نہ کہنا کہ علی بن عیسیٰ سے کوئی خاص کام پیش آ گیا ہے۔ یا اس کے معاملہ نے کوئی اہمیت اختیار کی ہے۔ نیز اسے ہرگز یہ نہ بتانا کہ میں تم کو کیوں علی بن عیسیٰ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تم سفر کی تیاری کرو اور سب لوگوں سے چاہے وہ تمہارے خاص دوست ہوں یا عام ملاقاتی یہی کہو کہ میں تم کو علی بن عیسیٰ کی مدد کے لیے بطور کمک بھیج رہا ہوں۔

ہارون الرشید کا علی بن عیسیٰ کے نام خط:

رشید نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو جو خط اپنے ہاتھ سے لکھا تھا وہ یہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حرامزادے میں نے تجھے عزت اور شہرت دی۔ میں نے تجھے عرب کے سرداروں پر مقدم کیا۔ عجمی شہزادوں کو تیرے ماتحت کیا۔ مگر تو نے میرے اس احسان کا مجھے یہ بدلا دیا ہے کہ تو نے میرے حکم اور میری صریح ہدایات کی خلاف ورزی کی ہے اپنے علاقہ میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ میری رعایا پر تو نے ظلم کیا۔ اپنے طرز عمل کی خرابی بے جا حرص اور کھلی ہوئی خیانت مجرمانہ سے تو نے اللہ اور اس کے خلیفہ کو ناراض کر دیا۔ میں نے اپنے مولیٰ ہرثمہ بن اعین کو تمام خراسان کا والی مقرر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ تجھ سے تیری اولاد تیرے اہلکاروں اور عہدیداروں سے نہایت سخت مواخذہ کرے تمہارے پاس ایک درہم نہ چھوڑے اور جس مسلمان یا ذمی کا کوئی مطالبہ تمہارے ذمے واجب الادا ہو اس کو تم سے پورا کرائے اگر تم یا تیرے بیٹے یا تیرے مقرر کردہ عہدہ دار ادائی حق سے انکار کریں تو اس صورت میں میں نے ہرثمہ کو یہ اختیار اور حکم دیا ہے کہ وہ تم کو عذاب دے اور درے لگوائے اور تم پر وہ سزا عائد کرے جو خائن غدار بے ایمان ظالم سرکش اور بے رحم کو دی جاتی ہے تا کہ اس طرح پہلے تو اللہ کا حق ایفا ہو۔ اس کے بعد خلیفہ کا اور اس کے بعد مسلمانوں اور ذمیوں کا حق پورا ہو۔ لہٰذا تم اپنی جان اس سزا کے لیے پیش نہ کرو جس کا کوئی درمان نہ ہو سکے۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے بخوشی یا بجبوری عہدہ برآ ہو جاؤ''۔

امارت خراسان پر ہرثمہ کی تقرری کا فرمان:

رشید نے ہرثمہ کا جو فرمان تقرر اپنے ہاتھ سے لکھا تھا وہ یہ ہے:

''یہ فرمان ہارون الرشید امیر المومنین نے ہرثمہ بن اعین کو علاقہ خراسان کا والی عام مقرر کرتے وقت لکھا ہے اور اسے ہدایت کی ہے کہ وہ اللہ سے ہر وقت ڈرتا رہے اس کی اطاعت کرے اور اس کے احکام کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ جو معاملہ اسے پیش آئے اس میں وہ کلام اللہ کو اپنا راہنما بنائے جو باتیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حلال رکھے۔ جن کو حرام کیا ہے ان کو حرام قرار دے۔ اگر کسی مسئلہ کے تصفیہ میں اسے کلام اللہ سے کوئی صاف صاف حکم نہ مل سکے تو وہ توقف کرے اور شریعت الہیہ کے فقہا اور علماء کلام اللہ سے اس مسئلہ میں مشورہ کریں یا اس کے متعلق امام کو لکھ بھیجیں تا کہ اس طرح اللہ عزوجل اس معاملہ میں اپنے مقرر کردہ امام کے ذریعہ اپنی رائے اور ارادہ کو جو لازمی طور پر مناسب اور صحیح ہوگا ظاہر کر دے۔

میں نے ہرثمہ کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ علی بن عیسیٰ اس کے لڑکوں عہدیداروں اور اہلکاروں کو گرفتار کر لے۔ ان کو اچھی طرح سزا دے اور سرکاری مالیہ اور مسلمانوں کے حقوق کی جو رقم اس کے ذمہ ہو اسے وہ وصول کرے۔ جب اس سے اور اس کے متعلقین سے یہ مطالبات وصول ہو جائیں اس کے بعد دوسرے مسلمان اور ذمیوں کے مطالبات پر جو ان کے ذمے ہوں توجہ کرے اور جس کا جو حق ثابت ہو وہ اسے دلوائے۔

اگر امیر المومنین اور مسلمانوں کے مطالبات ان کے ذمہ ثابت ہونے کے بعد وہ اس سے انکار کریں یا اس کے ادا کرنے سے اعراض کریں' تو ہرثمہ کو اختیار ہے کہ وہ ان کو سخت عذاب دے۔ اور مار مار کر برا حال کر دے۔ چاہے اس میں ان کی جان ہی جاتی رہے۔ اور جب ان سے تمام مطالبات بے باق کرا لیے جائیں تب ان کو باغیوں کی طرح جانوروں کی ننگی پیٹھ پر سوار کر کے جرائم پیشہ لوگوں کی خوراک کھلا کر اور لباس پہنا کر اپنے خاص معتمد اصحاب کی نگرانی میں ہماری جناب میں روانہ کر دے۔ ابو حاتم' میں نے تم کو جو احکام اور ہدایات دی ہیں اسی پر تم عمل پیرا ہونا۔ میں نے اللہ اور اپنے دین کو اپنی ذاتی خواہش اور ارادے پر ترجیح دی ہے۔

میں چاہتا ہوں تمہارا طرز عمل بھی ایسا ہی رہے اور اسی طرح تم کاربند رہو۔ خراسان جاتے ہوئے اضلاع کے جن جن عہدہ داروں سے تمہاری ملاقات ہو ان سے اس طرح کا سلوک کرنا کہ وہ تم سے بھڑک نہ جائیں اور نہ ان کے دل میں تمہاری طرف سے کوئی شک یا خوف یا بدگمانی پیدا نہ ہونے پائے۔ خراسان پر پہنچ کر تم اہل خراسان کو بہت عمدہ طرز حکومت کی امید دلانا ان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کرنا اور ان کی خطاؤں کو معاف کرنا اس کے بعد مستقل طریقہ پر خراسان پر اس طرح حکومت کرنا جس سے اللہ اس کا خلیفہ اور رعایا سب خوش ہوں۔ یہ فرمان تقرر میں خود اپنے قلم سے لکھ رہے ہوں۔ میں اس پر اللہ اور اس کے ملائکہ' حاملان عرش اور ساکنان سماوات کو گواہ بناتا ہوں اور اللہ کی شہادت بالکل کافی ہے۔ اس فرمان کو خود امیر المومنین نے اپنے ہاتھ سے تنہائی میں جب کہ ان کے پاس سوائے اللہ اور ملائکہ کے کوئی دوسرا موجود نہ تھا لکھا ہے''۔

ہمویہ کے ہارون الرشید کے نام خطوط:

اس کے بعد رشید نے حکم دیا کہ ہرثمہ بن اعین کے خراسان جانے سے متعلق ایک مراسلہ علی بن عیسیٰ کو محکمہ انشاء سے لکھا جائے جس کا مضمون یہ ہو کہ ہرثمہ کو تمہاری اعانت اور مدد کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کا ایک مراسلہ لکھا گیا اور یہی بات

سرکاری طور پر ظاہر کی گئی کہ ہرثمہ کو علی کی مدد کے لیے بھیجا جارہا ہے اس اثناء میں ہمویہ کے مسلسل کئی خط ہارون کے پاس اس مضمون کے آئے کہ رافع نے آپ سے نہ بغاوت کی ہے اور نہ بنی عباس کی حمایت سے اس نے بے تعلقی ظاہر کی ہے اور نہ اس کے ہمراہی آپ کے مخالف ہیں بلکہ ان کے معاندانہ کارروائی کا مقصد صرف یہ ہے کہ علی بن عیسیٰ کو جس نے ان پر بڑی سختیاں اور ظلم کیے ہیں۔ برطرف کر دیا جائے۔

اس سال ہرثمہ بن اعین خراسان کا والی ہو کر خراسان روانہ ہوا۔

ہرثمہ بن اعین کی روانگی خراسان:

جس روز ہرثمہ کے لیے فرمان تقرر لکھا گیا ہے۔ اس کے چھٹے دن ہرثمہ خراسان کے لیے روانہ ہوا۔ خود رشید نے اس کی مشایعت کی اور حسب ضرورت اور ہدایتیں دیں۔ جس سے اس نے سرموتجاوز نہیں کیا علانیہ طور پر تو اس نے علی بن عیسیٰ کو مال اسلحہ۔ خلعت اور عطر بھیجے۔ البتہ جب یہ نیسا پور پہنچ گیا تو اس نے اپنے خاص تجربہ کار سن رسیدہ اور معتمد علیہ لوگوں کو طلب کر کے ان سے فرداً فرداً تنہائی میں ملاقات کی اور ان سے پکے عہد اور اقرار لیے کہ وہ اپنے معاملہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔ اس کو بالکل راز میں رکھیں گے۔ اس کے بعد اس نے ان میں ہر شخص کو اس کی مناسبت کے اعتبار سے خراسان کے مختلف اضلاع کا عامل مقرر کیا۔ اس طرح اس نے جرجان، نیسا پور، طبسین، نسا اور سرخس کے عامل مقرر کر دیئے ہر شخص کو فرمان تقرر دینے کے بعد حکم دیا کہ تم نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہو جاؤ۔ اور وہاں پہنچ کر بھی کسی کو اپنا حال نہ بتانا۔ بلکہ محض مسافروں کی طرح وقت گزارنا اور اس وقت تک (جو اس نے بتا دیا تھا) خاموش بیٹھے رہنا۔

ہرثمہ کی عمال کو ہدایات:

ہرثمہ نے رشید کی سفارش پر اسماعیل بن حفص بن مصعب کو جرجان کا عامل مقرر کیا۔ اور اب وہ نیسا پور سے آگے بڑھا۔ جب وہ مرو سے ایک منزل رہ گیا تو اس نے اپنے دوسرے معتمد علیہ امراء کو طلب کر کے ان سب کو ایک ایک رقعہ دیا۔ جس پر علی بن عیسیٰ کے لڑکوں عہدہ داروں اور اعزہ وغیرہ کے نام تھے۔ ان میں سے ہر شخص کو ایک نام کا رقعہ دیا۔ اور اس خوف سے کہ مبادا اس کی ولایت کے ظاہر ہونے کے بعد یہ لوگ بھاگ جائیں گے۔ اس نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ تم مرو پہنچتے ہی جس کے نام کا رقعہ تمہارے پاس ہو۔ اسے جا کر گرفتار کر لینا۔

ہرثمہ کا علی بن عیسیٰ کے نام خط:

اس انتظام کے بعد ہرثمہ نے علی بن عیسیٰ کو لکھا کہ اگر جناب والا مناسب خیال فرمائیں تو اپنے کچھ خاص معتمد لوگوں کو میرے پاس بھیج دیں تاکہ جو روپیہ میں آپ کے لیے لایا ہوں اسے وہ لے جائیں۔ کیونکہ جب روپیہ مجھ سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا تو اس سے آپ کی شوکت اور عظمت بڑھ جائے گی۔ اور آپ کے دشمنوں کے بازو کمزور ہو جائیں گے۔ نیز مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر اس مال کو میں اپنے پیچھے چھوڑ دوں گا تو بعض طامع اور حریص لوگ اس پر دندان آز تیز کریں گے اور ہمارے شہر میں داخلہ کے وقت کو فرصت سمجھ کر اسے لوٹ لے جائیں گے۔ علی بن عیسیٰ نے اپنے صراف اور مہتمم توشہ خانہ کو روپیہ لینے کے لیے بھیجا۔ ہرثمہ نے اپنے خزانچیوں سے کہہ دیا کہ آج رات تو ان کو باتوں میں مصروف رکھو اور روپیہ دینے میں کچھ اس طرح ان سے بہانے

کرو کہ ان کے دلوں میں طمع پیدا ہو جائے اور شک جاتا رہے۔ خزانچیوں نے حسب عمل کیا۔ انہوں نے علی کے طراف سے کہا کہ ہم ان جانوروں اور خچروں کے متعلق جن پر روپیہ بار ہو کر آیا ہے۔ ذرا ابو حاتم سے پوچھ لیں کہ ان کے متعلق کیا حکم ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ سب رقم تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔

ہرثمہ بن اعین کا مرو میں استقبال:

اس کے بعد ہرثمہ اس منزل سے اور مرو کی طرف آگے بڑھا۔ جب یہ شہر سے دو میل رہ گیا تو علی بن عیسیٰ اپنے لڑکوں' اعزہ اور امراء کے ساتھ بڑے تزک و احتشام سے ہرثمہ کے استقبال کو آیا اور اس نے اس کی شایان شان اس کا خیر مقدم بڑے تپاک سے کیا۔ جب ہرثمہ کی نگاہ اس پر پڑی اس نے گھوڑے سے اترنے کے لیے اپنا پاؤں دابا مگر علی نے بلند آواز سے للکارا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ بخدا! اگر آپ اتریں گے تو میں بھی اتر پڑوں گا۔ یہ سن کر ہرثمہ اپنی زین پر ہی جما رہا۔ اب وہ دونوں باہم قریب ہو کر بغلگیر ہوئے۔ اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ علی ہرثمہ سے رشید کا حال۔ کیفیت اور سیاست اور ان کے دوسرے خاص مصاحبین اور امرائے عساکر اور اعیان سلطنت کا حال پوچھتا جاتا تھا۔ ہرثمہ اس کو جواب دیتا جاتا تھا۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ کشتیوں کے پل پر آئے۔ پل اتنا تنگ تھا کہ اس پر ایک وقت میں ایک ہی سوار گزر سکتا تھا۔ ہرثمہ نے اپنے گھوڑے کی لگام روک لی اور علی سے کہا کہ آپ بڑھیں۔ علی نے کہا میں ہرگز نہیں بڑھوں گا۔ آپ پہلے بڑھیں ہرثمہ نے کہا یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کی موجودگی میں آگے بڑھوں۔ آپ امیر ہیں۔ اور میں وزیر کی حیثیت رکھتا ہوں۔

علی بن عیسیٰ پر عتاب:

علی بڑھا۔ اس کے پیچھے ہرثمہ چلا۔ دونوں مرو کے اندر آئے اور علی کے قصر پر پہنچے۔ رشید کا شاگرد پیشہ رجاء ہر وقت سایہ کی طرح ہرثمہ سے چمٹا ہوا تھا۔ دن ہو یا رات۔ سواری ہو یا نشست کسی حالت میں اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ علی نے ناشتہ طلب کیا دونوں نے بیٹھ کر اسے کھایا۔ رجاء نے بھی ان کے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ پہلے تو اس کی نیت یہ ہوئی تھی کہ ان کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو مگر ہرثمہ نے آنکھ کے اشارے سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر اس نے یہ بھی کہا کہ تم بھوکے ہو پہلے کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔ کیونکہ بھوکے کی اور اس شخص کی جس نے حقنہ لیا ہو۔ کوئی رائے صائب نہیں ہوتی۔ جب کھانا بڑھا دیا گیا تو علی نے ہرثمہ سے کہا۔ میں نے آپ کے قیام کے لیے کاشان پر جو محل ہے اسے خالی کرا دیا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں چلیں۔ ہرثمہ نے کہا مجھے اس قدر اہم کام درپیش ہیں کہ ان میں تاخیر نہیں کی جا سکتی پہلے میں ان سے فارغ ہو جاؤں۔ اب رجاء نے رشید کا خط اور سرکاری مراسلہ علی کو دیا علی نے اسے کھول کر پڑھا۔ پہلے ہی حرف پر اس کی نظر پڑی تھی کہ وہ خط ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور اسے معلوم ہو گیا کہ جس بات کا اندیشہ تھا۔ آخر وہ ہو کر رہی۔ اس کے بعد ہرثمہ نے اسے اس کے بیٹوں کاتبوں اور عاملوں کو قید کر لیا۔

ہرثمہ کی جامع مسجد میں تقریر:

اس سفر ہی میں ہرثمہ کے ساتھ بیڑیوں اور رسیوں کا ایک بوجھ تھا۔ اس کی طرف سے قطعی اطمینان ہو جانے کے بعد ہرثمہ جامع مسجد میں آیا۔ تقریر کی۔ اس میں لوگوں سے حسن سلوک کا وعدہ کیا اور بتایا کہ جب امیر المومنین کو اس بدکردار علی کی حرکتوں کا علم ہوا۔ انہوں نے اسے برطرف کر کے اس کے بجائے مجھے آپ علاقوں کا والی مقرر کیا ہے۔ اور اس کے عمال اور اس کے متعلقین کے

متعلق یہ احکام دیئے ہیں۔ عام اور خاص کوئی شخص ہو۔ اس کا جو حق یا مطالبہ علی کے ذمہ ہوگا۔ وہ پورا کرایا جائے گا۔ اور اس کے متعلق پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔

علی بن عیسیٰ سے سرکاری مطالبات کی طلبی:

اس کے بعد اس نے اپنے تقرر کے فرمان کو پڑھوایا۔ لوگوں نے اس پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور ان کی امیدیں وسیع ہوگئیں۔ ان کی توقعات بڑھ گئیں۔ سب نے خوشی میں نعرہ تکبیر اور تہلیل بلند کیا اور امیر المومنین کی زندگی اور جزائے خیر کی خوب دعائیں مانگیں اس کے بعد ہرثمہ مسجد سے قصر واپس آیا۔ اس نے علی بن عیسیٰ اس کے بیٹوں عاملوں اور کاتبوں کو طلب کر کے ان سے کہا بہتر یہ ہے کہ تم خود تمام سرکاری مطالبات ادا کرو۔ اور مجھے اس بات کا موقع نہ دو کہ میں تمہارے خلاف کوئی کارروائی کروں۔ نیز ہرثمہ نے ان کے ساہوکاروں میں یہ اعلان کر دیا کہ جس کے پاس علی بن عیسیٰ یا اس کے متعلقین کا روپیہ جمع ہو وہ لا کر حاضر کر دے۔ ورنہ سرکار اس سے بری الذمہ ہے۔ چنانچہ جس جس کے پاس ان کی امانتیں جمع تھیں وہ اس نے ہرثمہ کو لا کر دے دیں۔

علاء بن ماہان کی دیانت داری:

البتہ اہل مرو میں سے ایک شخص جو مجوسی الاصل تھا۔ برابر اس بات کی کوشش اور تاک میں لگا رہا کہ وہ کسی طرح علی بن عیسیٰ تک پہنچ جائے۔ چنانچہ کسی نہ کسی طریقے سے وہ اس مقصد میں کامیاب ہوا۔ اور علی کے پاس پہنچا اور اس سے خفیہ طور پر کہا کہ آپ کا کچھ مال میرے پاس جمع ہے اگر آپ کو اس کی ضرورت ہو تو پہلے میں اسے آپ کو پہنچا دوں۔ اس کے بعد میں مرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس سے میرا نام تو رہ جائے گا کہ میں نے امانت کا ایفا اس طرح کر دیا اور اگر آپ کو سردست اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے میں اپنے پاس جمع رکھتا ہوں تاکہ آئندہ جب آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے آپ اس سے کام لے سکیں۔

اس کی اس آمادگی اور دیانت سے علی حیرت زدہ ہو گیا کہنے لگا اگر میں نے تم ایسے ایک ہزار آدمیوں کو اپنا دوست بنا لیا ہوتا تو پھر کسی سلطان یا شیطان کو کبھی جرأت ہی نہیں ہوتی کہ وہ میرے خلاف کوئی کارروائی کرے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جو مال تمہارے پاس ہے اس کی کیا قیمت ہوگی اس ساہوکار نے کہا کہ آپ نے اپنے کچھ مال۔ کپڑے اور مشک میرے پاس امانت رکھوایا تھا۔ مجھے اس کی قیمت تو معلوم نہیں۔ مگر وہ اسی طرح سالم محفوظ ہے۔ اس میں سے کوئی چیز گئی نہیں۔ علی نے کہا اسے ابھی رہنے دو۔ اگر اس کا پتہ چل گیا تو تم اسے سرکار کو دے دینا۔ اور اپنے آپ کو بچا لینا۔ اگر وہ بچ گیا تو اس وقت میں اس کے متعلق کوئی رائے قائم کروں گا۔ نیز علی نے اس کی اس امانت اور مستحسن جرات پر اسے جزائے خیر کی دعا دی۔ اس کا بہت شکریہ ادا کیا اور اس نیکی پر اس کی بہت تعریف کی۔ بعد میں اس شخص کی ایمانداری ضرب المثل ہوگئی تھی۔ علاء بن ماہان اس کا نام تھا۔

علی بن عیسیٰ کی املاک کی ضبطی:

علی کا روپیہ جس جس کے پاس تھا ان سب کا پتہ ہرثمہ کو لگ گیا تھا۔ البتہ صرف علاء بن ماہان کی امانت کا حال اسے معلوم نہ ہوا ہرثمہ نے ان کی تمام املاک یہاں تک کہ ان کی عورتوں کے زیورات پر قبضہ کر لیا۔ قرق امین ان کے گھروں میں جا کر پہلے ہر قیمتی شے کو اپنے قبضے میں لے لیتے۔ صرف بے قیمت کاٹھ کباڑ چھوڑنے کے بعد عورتوں سے کہتے کہ تم اپنا زیور اتار کر دو۔ جب وہ زیور اتارنے عورت کے قریب پہنچتا تو وہ ڈانٹتی کہ اگر تو صالح اور نیک چلن ہے تو اپنی نگاہ میری طرف سے پھیر لے۔ کیونکہ بخدا جو زیور

میرے جسم پر تھا۔ جس کی تجھے تلاش تھی۔ وہ میں نے پہلے ہی اتار پھینکا ہے۔ اب ان میں سے جو خدا ترس لوگ عورت کے قریب جانے سے پرہیز کرتے۔ وہ اس کی التجا کو منظور کرتے۔ اور خود وہ عورت انگوٹھی پازیب یا کوئی دوسری چیز جس کی قیمت دس درہم بھی ہوتی' اتار کر اس کی طرف پھینک دیتی ان میں جو لوگ شریر یا بدنفس ہوتے وہ اس بات پر راضی نہ ہوتے۔ بلکہ یہ کہہ کر کہ ممکن ہے تو نے کوئی سونے کی چیز۔ موتی یا یاقوت چھپا رکھا ہو۔ خود جامہ تلاشی لینے پر اصرار کرتے۔ اور اپنے ہاتھ سے جسم کے مقعر مقامات کو ٹٹولتے۔ تاکہ اگر وہاں کوئی چیز چھپائی گئی ہو تو معلوم ہو جائے۔

علی بن عیسیٰ کی مرو سے روانگی:

جب ہرثمہ ان تمام کاموں سے فارغ ہو گیا تو اب اس نے علی کو بغیر گدے کے اونٹ کی ننگی پیٹھ پیر سوار کیا۔ اس کی گردن اور پیروں میں اس قدر وزنی بیڑیاں کہ وہ صرف اٹھ بیٹھ سکے۔ ڈالیں اور اسے رشید کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

علی بن عیسیٰ کے عمال سے سرکاری مطالبہ کی وصولی:

ایک شاہد عینی بیان کرتا ہے کہ جب ہرثمہ نے علی بن عیسیٰ' اس کے بیٹوں کاتبوں اور عاملوں سے سرکاری مطالبہ وصول کر لیا تو اب اس نے دوسرے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے حقوق اور مطالبات پیش کریں۔ جب کسی شخص کا حق اس کے یا اس کے کسی آدمی کے ذمے ثابت ہوتا۔ تو ہرثمہ اسے حکم دیتا کہ یا تو اس مطالبہ کو بے باق کر دو ورنہ میں اس کی سخت سزا دیتا ہوں علی اس کے جواب میں کہتا کہ جناب والا مجھے ایک دو دن کی مہلت عطا فرمائیں۔ ہرثمہ کہتا کہ میں تم کو مہلت نہیں دے سکتا۔ البتہ اس کا اختیار مدعی کو ہے وہ چاہے تو مہلت عطا فرمائیں۔ چنانچہ پھر ہرثمہ مدعی سے کہتا کہ اگر تم کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ان کو مہلت دے دو۔ اگر وہ اس کی آمادگی ظاہر کرتا تو ہرثمہ کہتا کہ اب جاؤ اور پھر اس کے پاس آ کر اپنا مطالبہ کرنا اس اثنا میں علی علاء بن ماہان سے کہلا بھیجتا کہ تم فلاں شخص کو اس کے اتنے مطالبہ کے متعلق یہ رقم ادا کر کے یا جیسا تم مناسب سمجھو میری طرف سے سمجھوتہ کر لو۔ علاء بن ماہان حسبہ اس کے دعویدار سے سمجھوتہ کرتا اور اس طرح اس کا معاہدہ روبراہ کر دیتا۔

علی بن عیسیٰ کی ہرثمہ سے شکایت:

ایک شخص نے ہرثمہ سے آ کر عرض کیا کہ اس بدمعاش نے میری نہایت بیش قیمت چمڑے کی ڈھال کہ اس جیسی کسی دوسرے کے پاس نہ تھی۔ مجھ سے زبردستی لے لی۔ میں تین ہزار درہم میں بھی اسے فروخت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے لے لینے کے بعد میں نے اس کے داروغہ سے آ کر اس کی قیمت طلب کی مگر اس نے ایک حبہ مجھے نہیں دیا۔ میں ایک سال تک اس ظالم کی سواری میں نکلنے کا منتظر رہا جب وہ ایک مرتبہ سراری میں برآمد ہوا تو میں نے سامنے آ کر دہائی دی کہ جناب والا میں اس زرہ کا مالک ہوں اور آج تک مجھے اس کی قیمت نہیں ملی ہے۔ اس نے مجھے ماں کی گالی دی اور میرا حق بھی مجھے نہیں دیا۔ اب آپ اس سے میری چیز کی قیمت وصول کریں اور اس نے میری ماں کو جو گالی دی ہے اس کی سزا دی جائے۔ ہرثمہ نے پوچھا تمہارے دعویٰ کا کیا ثبوت ہے اس نے کہا جی ہاں ہے اس وقت سینکڑوں آدمیوں نے اس کی گفتگو کو سنا تھا۔ وہ شاہد ہیں۔ ہرثمہ نے ان کو طلب کر کے اس کے دعوی پر شہادت لی اور اس کے بعد علی سے کہا کہ اب تم پر حد قذف لازم ہے۔ اس نے پوچھا کیوں؟ ہرثمہ نے کہا چونکہ تم نے اس کی ماں پر اتہام لگایا علی نے کہا تم کو کس احمق نے یہ بتایا ہے ہرثمہ نے کہا یہ مسلمانوں کا قانون ہے۔ علی نے کہا تو میں شہادت دیتا ہوں کہ امیر المومنین نے

ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بہت سی دفعہ تجھے ماں کی گالی دی ہے اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ خود تو نے بے شمار مرتبہ اپنے بیٹے حاتم کو اور ایک مرتبہ اپنے اعین کو ماں کی گالی دی ہے۔ کوئی ہے جو تم پر ان کی طرف سے یا تمہارے آقا پر تمہاری طرف سے حد جاری کرے۔ ہرثمہ نے زرہ کے مالک کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا کہ بھائی مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس شیطان سے محض اپنی زرہ یا اس کی قیمت کا مطالبہ کرو۔ گالی کا مواخذہ چھوڑ دو۔

ہرثمہ کا ہارون الرشید کے نام خط:

جب ہرثمہ نے علی کو رشید کی خدمت میں ارسال کیا تو حسب ذیل خط اپنی اس کارروائی کے بیان میں جو اس نے مرو آ کر علی کے مقابلہ میں کی تھی لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اللہ عز وجل ہمیشہ سے خلافت' اپنے بندوں اور علاقوں سے متعلقہ امور میں امیر المومنین کی حمایت اور مدد کرتا رہا ہے اور تمام معاملات حکومت کو چاہے وہ ان کے سامنے ہوں یا ان سے دور رہوں' خاص ہوں یا عام' بڑے ہوں یا چھوٹے امیر المومنین کی خواہشوں کے مطابق طے کرتا رہا ہے تا کہ ان پر احسان ہوتا کہ خلافت کی حفاظت ہو اور والیان خلافت اور اہل حق کی اس لیے عزت افزائی کرتا ہے تا کہ خود خلافت کا اعزاز قائم رہے۔ ہم اللہ کی جناب میں دست بدعا ہیں کہ وہ اپنی عادت حسنہ کو جس کا اس نے ہمیں حوادث کے موقع پر خوگر بنا دیا ہے۔ ہمیشہ برقرار رکھے اور ہم اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فرض کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس بات کی توفیق عطا کرے کہ ہم اس کے حکم اور رائے پر کاربند ہوں اور اس سے تجاوز نہ کریں۔

جب سے کہ میں نے جناب والا کی فرودگاہ کو خیر باد کہا آپ کی ہدایات کو اپنے لیے شمع ہدایت سمجھ کر تمام معاملات میں انہیں کے مطابق عملدرآمد کیا۔ اور چونکہ میں جانتا تھا کہ امتثال امر ہی میں سعادت و برکت ہے' اس وجہ سے میں نے ان سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ میں خراسان کے علاقہ میں داخل ہوا مگر اس تمام سفر کے اثنا میں امیر المومنین نے جو حکم دیا تھا اور جو راز میرے سپرد کیا تھا۔ اسے میں نے بغیر کسی سے بیان کیے قطعی راز میں رکھا۔ البتہ خراسان پہنچ کر میں نے اہل شاش اور فرغانہ سے مراسلت کر کے ان کو اس خائن سے توڑ لیا۔ اور اس طرح اس کی اور اس کے ساتھیوں کی ان توقعات کو جو ان کو ان علاقوں سے تھیں ہمیشہ کے لیے منقطع کر دیا۔ نیز میں نے ان لوگوں کو بھی جو بلخ میں تھے۔ اس مضمون کے خط لکھے جن کو میں پہلے وضاحت کے ساتھ امیر المومنین کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ نیساپور پہنچ کر میں نے اس علاقہ کا جس سے میں گزرا تھا۔ جیسے جوجان' نیساپور' عساء اور سرخس کا یہ انتظام کیا کہ وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے میں نے اپنے صوابدید سے وہاں کے جدید عامل مقرر کر دیئے اور ان کے انتخاب میں میں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا اور صرف اپنے ان معتمد علیہ لوگوں کو مقرر کیا ہے جن کی قابلیت' امانت' دیانت اور تقویٰ مسلم تھی میں نے بیعت کی قسم لے کر یہ عہد لیا کہ وہ اپنے تقرر کو بالکل راز میں رکھیں۔ یہ عہد لے کر میں نے احکام تقرر ان کے حوالے کیے اور حکم دیا کہ وہ اپنی حیثیت کو بالکل چھپائے ہوئے خاموشی سے اپنے اپنے اضلاع پر جائیں اور وقت معہود تک بالکل مسافروں کی طرح وہاں خاموش وقت گزاریں اور اس کے لیے میں نے وہ وقت متعین کیا تھا جب کہ میں مرو میں داخل

ہو جاؤں اور میری اور علی بن عیسیٰ کی ملاقات ہو جائے۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو ظاہر کر دیں۔ میں نے حسب اطلاع سابق اسمٰعیل بن حفص بن مصعب کو جرجان کا عامل مقرر کیا۔ ان تمام عاملوں نے میرے احکام کی بعینہ بجا آوری کی اور وقت مقررہ پر انہوں نے اپنے اپنے اضلاع کی حکومت کا جائزہ لے کر اس کا انتظام شروع کر دیا۔ اور اس طرح بغیر کسی پریشانی یا تردد کے پیش آئے اس تمام علاقہ کا انتظام درست ہو گیا۔

جب میں مرو سے صرف ایک منزل رہ گیا تو میں نے چند اپنے معتمدین خاص کو علی بن عیسیٰ کے بیٹوں' کاتبوں اور اس کے دوسرے متعلقین وغیرہ کے نام لکھ کر دے دیئے ایک ایک پرچہ پر ایک ایک نام لکھ کر ایک شخص کو دیا تا کہ میرے مرو میں داخل ہوتے ہی وہ شخص معنون کو گرفتار کر کے اپنی حفاظت میں لے لیں۔ اگر اس معاملہ میں کوتاہی یا تاخیر کرتا تو مجھے اندیشہ تھا کہ وہ لوگ میری ولایت کے شہرت پذیر ہوتے ہی روپوش ہو جائیں گے یا منتشر ہو جائیں گے اور اس وقت ان کی گرفتاری دشوار ہوگی۔ میرے معتمد علیہ اشخاص نے اس تجویز پر عمل کیا۔ میں اپنی قیام گاہ سے شہر مرو کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں وہاں سے دو میل رہ گیا تو علی بن عیسیٰ اپنے بیٹوں' اہل خاندان اور امراء کے ساتھ میرے استقبال کو آیا۔ میں اس کے ساتھ نہایت تواضع اور اخلاق سے پیش آیا اور میں نے اس سے اس طرح کا معاملہ کیا کہ وہ میری طرف سے بالکل مطمئن ہو گیا۔ نیز اس کی پاسداری اور اظہار تعظیم کے لیے میں نے یہاں تک مبالغہ کیا کہ اسے دیکھتے ہی میں گھوڑے سے اترنے لگا اس سے اس کا اطمینان اور اعتماد اور بڑھ گیا۔ نیز اپنے وہاں پہنچنے سے پہلے راستے میں جو خط میں نے اسے لکھے تھے ان میں میں نے اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا تھا کہ اسے خطاب کرتے ہوئے انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ اور نرم لہجہ اختیار کیا جائے تا کہ اس کے دل میں میری آمد کی وجہ سے کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو اور اس طرح امیر المومنین کی تجویز میں جس کی تکمیل انہوں نے میرے سپرد کی تھی۔ کوئی خلل واقع نہ ہو۔

اللہ نے یہ سب کام امیر المومنین کے لیے نہایت خیر و خوبی سے سرانجام کر دیا۔ اب وہ اور میں ایک جگہ آ کر بیٹھے وہاں میں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھ سے خواہش کی کہ آرام کرنے کے لیے اس مکان میں منتقل ہو جاؤں میں اس نے میرے ٹھہرنے کے لیے آراستہ کیا تھا۔ مگر میں نے کہا کہ جن اہم امور کا سر انجام میرے متعلق کیا گیا ہے ان میں کسی طرح تاخیر نہیں کی جا سکتی۔

اس کے بعد رجاء خدمت گار نے امیر المومنین کا خط اسے دیا اور زبانی پیام پہنچایا۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں اور اسے معلوم ہوا کہ وہ بات پیش آ گئی جو اس کے افعال و اعمال کا نتیجہ تھی۔ یعنی یہ کہ چونکہ اس نے امیر المومنین کے احکام' ہدایات اور ان کی ذاتی طرز حکمرانی کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنی حد سے تجاوز کیا ہے اس وجہ سے امیر المومنین اس سے ناراض ہو گئے ہیں اور اب ان کی رائے اس کے لیے بدل چکی ہے میں نے اسے گرفتار کر کے اپنے ایک شخص کے سپرد کر دیا اور پھر جامع مسجد گیا۔ وہاں میں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ اس میں ان سے حسن سلوک اور عادلانہ حکومت کا وعدہ کیا۔ اور امیر المومنین کا پیام ان کو سنایا۔ اور بتایا کہ جب امیر المومنین کو علی بن عیسیٰ کے مظالم اور تشدد کا علم ہوا ان کو اس سے بڑا رنج ہوا اور انہوں نے مجھ سے اس کے عہدے داروں اور متعلقین اور طرف داروں کے متعلق یہ یہ

ہدایات کی ہیں۔ اور جن جن اشخاص پر وہ عوام ہوں یا خواص' انہوں نے مظالم کیے ہوں یا ان کے ذمہ ان کے حقوق اور مطالبات ثابت ہوں میں ان کا پورا پورا انصاف کروں گا اور ان کے حقوق دلواؤں گا۔

اس کے بعد میں نے حکم دیا کہ میرا فرمان تقرر حاضرین کو سنایا جائے۔ جب وہ پڑھا جا چکا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ فرمان میرے لیے مثال اور رہبر ہے۔ میں حرف بحرف اس کی بجا آوری کروں گا اس پر کاربند رہوں گا۔ اگر ان ہدایات میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی کروں تو میں اپنے نفس پر بڑا ہی ظلم کروں گا۔ اور اس وقت میری وہ حالت ہو گیا جو امیر المومنین کی رائے اور حکم کے مخالف کی ہوتی ہے۔ میرے اس اعلان پر تمام لوگوں نے اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ ایک نے دوسرے کو مبارک باد دی اور نعرہ تکبیر و تہلیل سے ایک شور برپا کر دیا۔ اور امیر المومنین کو طول حیات اور حسن جزا کی بہت دعائیں دیں۔

اس سے فارغ ہو کر اب میں پھر اس جگہ آیا جہاں علی بن عیسیٰ تھا۔ میں نے اس کو اس کے بیٹوں خاندان والوں اور اہلکاروں اور عاملوں کو گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا دیں۔ اور حکم دیا کہ جس قدر سرکاری اور مسلمانوں کا روپیہ ان کے ذمہ ہے وہ سب ادا کر دیں تا کہ مجھے ان پر تشدد کرنے کی نوبت نہ آئے۔ میں نے ان کے امانت داروں میں اعلان کر دیا کہ جو روپیہ ان کا ہو وہ لے آئیں۔ انہوں نے سب لا کر مجھے دے دیا اس میں جس قدر دینار و درہم تھے۔ ان کی تفصیل میں پہلے امیر المومنین کو ارسال کر چکا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ کی مدد سے اور جو کچھ ان کے ذمہ ہو گا اسے میں وصول کر لوں گا۔

میں نے مرو آتے ہی رافع' اہل سمرقند اور ان لوگوں کو جو بلخ میں ہیں نہایت مفصل اور آخری خط لکھ دیئے ہیں۔ کیونکہ میں ان کے متعلق یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ وہ میری بات کو مان لیں گے۔ اور امیر المومنین کی اطاعت پر مضبوطی سے جم جائیں گے۔ ان خطوط میں میں نے ڈرانے سمجھانے بجھانے اور بتانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ جناب والا جب میرے پیامبر ان کا جواب لے کر واپس آئیں گے اور مجھے معلوم ہو گا کہ انہوں نے میری بات مانی یا رد کی ہے میں اقتضائے حال کے مناسب کارروائی کروں گا۔ اور امیر المومنین کو اصل واقعات سے راستبازی اور دیانت کے ساتھ اطلاع دوں گا اور مجھے یہ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی اعانت اور کفایت کی عادت جاریہ کے مطابق ان امور کو بھی بوجہ احسن سرانجام کرے گا۔ والسلام''۔

ہارون الرشید کا ہرثمہ کے نام فرمان:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''امیر المومنین کو تمہارا خط پہنچا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم کس دن اور کیونکر مرو پہنچے۔ اور مرو پہنچنے سے پہلے تم نے جو تدابیر اختیار کیں اور ان اضلاع کا جن کے نام تم نے اپنے خط میں لکھے ہیں۔ وہاں سے روانہ ہونے سے پیشتر تم نے جو انتظام کیا اور ان پر جن جن اشخاص کو والی مقرر کیا اور غدار علی بن عیسیٰ اس کے بیٹوں اور عزیزوں کے مقابلہ میں تم نے جو دانائی اور مصلحت اندیشی اختیار کی کہ ان کو تمہارے متعلق کوئی بدگمانی نہیں ہونے پائی کہ تم نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ اور اس تمام کارروائی میں تم نے امیر المومنین کے احکام اور ان کی ہدایات پر کلیتہً عمل کیا۔

جو کچھ تم نے لکھا ہے امیر المومنین اس کے مفہوم سے اچھی طرح آگاہ ہوئے۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے تمہارے تمام کام بنا دیئے۔ اور تمہاری اعانت کی۔ اور تم کو وہ توفیق دی جس سے تم نے امیر المومنین کے ارادے اور ان کے منشا کو پورا کر دیا اور تم نے نہایت خوبی سے امیر المومنین کے احکام کی جو ایسے معاملہ سے متعلق تھے۔ جن کی ان کو سخت فکر اور ان سے تعلق خاطر تھا۔ بجا آوری کی اور اس کارروائی کو سرانجام دینے میں پوری مستعدی اور کوشش صرف کی۔ تمہاری اس محنت اور خلوص پر وہ تم کو جزائے خیر کی دعا دیتے ہیں۔ اور اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ان امور میں جن کو انہوں نے تمہارے سپرد کیا اور جس کام کے لیے انہوں نے تم کو مقرر کر کے وہاں بھیجا ہے تمہاری اس قسم کی کارگذاری اور مستعدی کو باقی رکھے گا۔

امیر المومنین تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم غدار اور خائن علی بن عیسیٰ اس کی اولاد' اہلکار' عہدہ دار' وکلاء اور ساہوکاروں کے پاس جو روپیہ ہو اس کی تلاش میں بیش از بیش جدوجہد اور مستعدی کرو اور اس بات کی تحقیق کرو۔ کہ ان کے ذمے سرکاری مطالبات کتنے ہیں اور رعایا میں سے کن کن لوگوں کے حقوق اور مطالبات جو انہوں نے ظلم کر کے غصب کیے ہیں۔ ان کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ علی بن عیسیٰ وغیرہ کا جو مال جہاں ہو یا جن امانت داروں کے پاس انہوں نے رکھوایا ہو۔ ان سب کو برآمد کرو اور اس تمام کارروائی میں حسب ضرورت شدت اور نرمی اختیار کرو تا کہ وہ مطالبہ جو ان کے ذمہ ثابت ہو' وصول ہو سکے۔

اس معاملہ میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کے جو حقوق ان کے ذمہ ثابت ہوں یا جو مظالم انہوں نے ان پر کیے ہوں' ان سب کے معاملہ میں پوری حق پروہی منصف شعاری سے کام لینا تا کہ کوئی مظلوم یا متضرر ایسا نہ رہے جس کی دادرسی نہ ہو جائے۔ جب تم یہ تمام کام پوری طرح سرانجام دے چکو تب اس نمک حرام اور اس کے بیٹوں' عزیزوں' اہلکاروں اور عہدہ داروں کو بیڑیاں پہنا کر منہ کالا کر کے اس ذلت و خواری کے ساتھ جس کے وہ اپنے اعمال کی وجہ سے مستوجب ہیں۔ کیونکہ اللہ تو ہرگز بھی اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا امیر المومنین کی خدمت میں بھیج دینا۔

اس کے بعد ہمارے سابقہ حکم کے مطابق تم سمرقند جانا اور اس پست ہونے والے رافع اور علاقہ ماوراء النہر اور طخارستان کے ان لوگوں کو جو اس کی تحریک میں شریک ہو کر ہمارے مخالف ہو گئے ہیں۔ امیر المومنین کی اطاعت میں مراجعت اور واپسی کی دعوت دینا۔ اور اس امانت کو جو امیر المومنین نے تمہارے ساتھ کی ہے ان میں تقسیم کرنا۔ اگر وہ تمہاری دعوت کو قبول کر کے ہمارے حیطۂ اطاعت میں واپس آ جائیں اور اپنی جتھابندی چھوڑ دیں تو فہو المراد۔ ان میں سراسر ان کا فائدہ ہے۔ اور اس وقت امیر المومنین کی یہ خواہش ہے کہ تم ان کی گذشتہ خطاؤں کو معاف کر دو۔ کیونکہ بہر حال وہ ہماری رعایا ہیں۔ اور ہم پر لازم ہے کہ جب وہ ہمارا کہا مان لیں تو ہم بھی ان کو معاف کر دیں ان کو امان دے دیں اور جس شخص اور اس کی ظالمانہ حکمرانی کی وجہ سے انہوں نے یہ معاندانہ روش اختیار کی تھی اس سے ان کو مطمئن کر دیں۔ نیز ان کے حقوق اور دوسرے مطالبات میں ان کے ساتھ بھی پورا انصاف کیا جائے۔

اگر وہ تمہاری دعوت کو قبول نہ کریں اور امیر المومنین نے ان کے متعلق جو حسن ظن قائم کیا ہے یہ ان کے طرز عمل سے غلط ثابت ہو تو اب ان کا معاملہ اللہ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس وقت وہ نافرمان' باغی' سرکش' فتنہ پرور اور عافیت کے رد کرنے والے ہوں گے۔ اور چونکہ امیر المومنین پر جو فرض عاید تھا اس سے وہ اس شخص کو جس کی وجہ سے انہوں نے یہ معاندانہ روش اختیار کی ہے۔ برطرف اور ذلیل کر کے اور قبول اطاعت کی صورت میں عام معافی کا اعلان کر کے عہدہ برآ ہو چکے ہوں گے اس لیے اگر اب بھی وہ اپنی بغاوت اور سرکشی پر مصر ہوں گے تو اس وقت وہ اللہ کو ان کے خلاف شاہد بنائیں گے۔ اور صرف اس قسم کی طاقت اور قوت حاصل ہے اسی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ والسلام''۔

امیر حج فضل بن عباس:

اس مراسلہ کو اسمٰعیل بن صبیح نے امیر المومنین کے سامنے لکھا اس سال فضل بن العباس بن محمد بن علی والی مکہ کی امارت میں حج ہوا۔

اس سنہ کے بعد ۲۱۵ھ تک پھر مسلمانوں کی کوئی مہم موسم گرما میں جہاد کے لیے نہیں کی گئی۔

۱۹۲ھ کے واقعات

ہارون الرشید کی رافع پر فوج کشی:

اس سال ثابت بن نصر بن مالک کے ہاتھوں مسلمانوں اور رومیوں میں جنگی قیدیوں کا فدیہ سے تبادلہ ہوا اس سال رشید رافع سے لڑنے خراسان جاتے ہوئے رقہ سے کشتیوں کے ذریعہ مدینۃ السلام آئے۔ جمعہ کے دن ماہ ربیع الآخر کے ختم میں پانچ راتیں باقی تھیں۔ جب وہ بغداد آ گئے وہ رقہ میں اپنے بیٹے قاسم کو اپنا نائب مقرر کر آئے تھے۔ اور خزیمہ بن خازم کو اس کا مددگار بنا آئے تھے۔ پھر وہ پانچ شعبان کو نماز عصر کے بعد خیز رانیہ دروازے سے خراسان جانے کے لیے مدینۃ السلام سے روانہ ہوئے۔ رات انہوں نے بستان ابی جعفر میں بسر کی' صبح کو نہروان روانہ ہوئے اور وہاں منزل کی۔ یہاں سے انہوں نے حماء البربری کو نہروان کے مضافات اور توابع کا عامل مقرر کر کے بھیج دیا۔ اور اپنے بیٹے محمد کو مدینۃ السلام میں اپنا نائب مقرر کیا۔

ذوالریاستین کا مامون کو مشورہ:

ذوالریاستین کہتا ہے کہ جب رافع سے لڑنے رشید خراسان جانے لگے میں نے مامون سے کہا کہ جب کہ رشید خراسان جو تمہاری ولایت ہے جا رہے ہیں اور محمد ولی عہدی میں تم پر مقدم کیا گیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ کیا ہوگا۔ جب یہ مر جائیں گے اور تمہارے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک یہ ہوگا کہ تم کو محمد ولی عہدی سے علیحدہ کر دے گا۔ وہ زبیدہ کا بیٹا ہے۔ بنو ہاشم اس کے ماموں ہیں۔ اور زبیدہ اور اس کی دولت اس کی حمایت پر ہوگی۔ مناسب یہ ہے کہ تم ان سے درخواست کرو کہ وہ اس سفر میں تم کو اپنے ساتھ لے لیں مامون نے ساتھ چلنے کی اجازت مانگی رشید نے انکار کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم جا کر کہو کہ چونکہ آپ علیل ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت کروں۔ اس کے علاوہ میں اور کسی بات کی تکلیف آپ کو نہ دوں گا۔ جب مامون نے اس طرح اجازت مانگی۔ رشید نے

اجازت دی اور اب وہ بھی ان کے ساتھ خراسان روانہ ہوا۔

محمد بن الصباح کا بیان:

محمد بن الصباح الطبری کہتا ہے کہ جب رشید خراسان جانے لگے تو میرے باپ نہروان تک ان کی مشایعت کے لیے گئے اثنائے راہ میں رشید اس سے باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ صباح میرا خیال ہے کہ اب آیندہ کبھی میری اور تمہاری ملاقات نہ ہو گی۔ صباح نے کہا یہ جناب والا کیا فرماتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح وسالم بخیر و عافیت واپس لائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کو فتح ونصرت نصیب کی ہے اور دشمن کو آپ کے قابو میں دیا ہے۔ کہنے لگے جو میری حالت ہے اسے تم کیا جانو۔ اس نے کہا بے شک میں تو نہیں جانتا۔ کہنے لگے' آؤ میں تم کو دکھاؤں۔

ہارون الرشید اور صباح کی گفتگو:

رشید شاہراہ سے تقریباً سو گز علیحدہ چلے گئے اور ایک درخت کے سایہ میں ہو کر اپنے خاص خدمت گار کو ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سب ایک طرف کو ہٹ گئے۔ صباح سے کہا۔ یہ بات اللہ کی امانت ہے تم اس کی حفاظت کرنا کسی کو نہ بتانا۔ اس نے کہا میرے آقا آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور آپ مجھے اپنے بچوں کی طرح گفتگو فرما رہے ہیں۔ میں ہرگز اس راز کو کسی سے بھی بیان نہیں کروں گا۔ اب انہوں نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا۔ اس کے چاروں طرف حریر کی پٹیاں بندھی تھیں۔ کہنے لگے۔ یہ دیکھو یہ میری بیماری ہے۔ میں اس کا اظہار کسی سے نہیں کرتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ہر بیٹے کی طرف سے میرے اوپر ایک جاسوس متعین ہے۔ مسرور مامون کا جاسوس ہے۔ جبرئیل ابن بختیشوع امین کا جاسوس ہے۔ انہوں نے ایک تیسرا نام بھی لیا جسے صباح بھول گیا۔ ان میں ہر شخص میری سانس اور ایام زندگی گن رہا ہے۔ میری عمر ان کو اب بہت طویل معلوم ہو رہی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد میرا وقت آخر ہو۔ اگر تم خود اس کا امتحان چاہتے ہو تو ابھی اس کا مشاہدہ کر لو۔ میں گھوڑا منگواتا ہوں دیکھ لینا کہ کس طرح کا کمزور اور اڑنے والا گھوڑا میرے لیے آتا ہے۔ تاکہ میری بیماری میں اور زیادتی ہو اور کسی طرح میرا کام ختم ہو۔ صباح نے کہا اے میرے آقا اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ اور نہ میں ولی عہدوں کے متعلق کوئی بات کہنا چاہتا ہوں البتہ پر ضرور دعا کرتا ہوں کہ جن وانس ہوں یا قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے تعلق دار رکھنے والے جو آپ کا دشمن ہو اللہ اسے آپ پر سے قربان کر دے۔ اور آپ سے پہلے ان کا خاتمہ کر دے اور ہمیں کبھی آپ کے متعلق کسی بری بات کو نہ دکھائے۔ آپ کے ذریعہ اسلام کو ترقی دے اور آپ کی بقا سے اس کے ارکان مضبوطی سے جمائے اور دنیائے اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرے اور آپ کو اس مہم سے کامیاب اور فتح مند واپس لائے۔ آپ کے دشمن کو آپ کے قابو میں دے۔ اور آپ نے اپنے رب سے جو توقعات قائم کی ہیں ان کو وہ اسی طرح پورا کرے اس پر رشید نے کہا بہرحال جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم نے دونوں فریقوں سے اپنے کو بری کر لیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ تمہارا ان میں سے کسی سے تعلق نہیں ہے۔

اب انہوں نے گھوڑا طلب کیا۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی گھوڑا لوگ ان کے لیے لے کر آئے جیسا کہ وہ پہلے بیان کر چکے تھے۔ انہوں نے صباح کی طرف دیکھا اور سوار ہو گئے۔ اور اس سے کہا کہ چونکہ تم کو بہت سے کام ہیں اب واپس جاؤ۔ صباح نے ان کو خیر باد کہا اور یہی اس کی ان سے آخری ملاقات تھی۔

آذربائیجان میں شورش:

اس سال حزمیہ فرقہ نے نواح آذربائیجان میں شورش برپا کی رشید نے عبداللہ بن مالک کو دس ہزار شہ سواروں کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ عبدالملک نے ان کو قید کیا اور لونڈی غلام بنالیا اور ان کو لے کر وہ رشید سے قرماسین میں آملا۔ رشید کے حکم سے قیدی قتل اور لونڈی غلام فروخت کر دیئے گئے۔

متفرق واقعات:

اس سال قاضی علی بن ظبیان نے قصر اللصوص میں انتقال کیا۔ اس سال یحییٰ بن معاذ ابوالندا کو گرفتار کر کے رشید کی خدمت میں جبکہ وہ رقہ میں قیام پذیر تھے۔ لایا۔ رشید نے اسے قتل کر دیا۔ اس سال عجیف بن عسنبہ اور الاحوص بن مہاجر شیعوں کی اولاد کی ایک جماعت کے ساتھ رافع بن لیث کا ساتھ چھوڑ کر ہرثمہ کے پاس چلے آئے اس سال ابن عائشہ اطراف مصر کے کچھ لوگوں کے ساتھ گرفتار کر کے بارگاہ خلافت میں لایا گیا اس سال ثابت بن نہر بن مالک سرحدوں کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اس نے جہاد کیا اور مطمورہ فتح کیا۔ اس سال بدندوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔ اس سال شروان الحروری خارجی نے شورش برپا کی اور اس نے بصرہ کے صحرا میں سرکاری عامل کو قتل کر دیا۔

اس سال علی بن عیسیٰ کو گرفتار کر کے بغداد لایا گیا۔ اور اسے اسی کے مکان میں قید کر دیا گیا۔

امیر حج عباس بن عبداللہ:

اس سال عیسیٰ بن جعفر نے طرارستان میں جب کہ وہ رشید کے پاس جارہا تھا۔ انتقال کیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دسکرہ میں اس نے انتقال کیا۔

اس سال رشید نے ہیصم الیمانی کو قتل کر دیا۔

اس سال عباس بن عبداللہ بن جعفر بن ابی جعفر المنصور کی امارت میں حج ہوا۔

۱۹۳ھ کے واقعات

فضل بن یحییٰ کی وفات:

اس سال کے ماہ محرم میں فضل بن یحییٰ بن برمک نے حالت قید میں بمقام رقہ انتقال کیا۔ اس کی زبان میں زخم ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ شق ہوگئی تھی' وہ بیماری کی حالت میں کہا کرتا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ رشید ابھی نہ مریں لوگوں نے اس سے کہا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کے مرنے کے بعد تم اس قید کی مصیبت سے نجات پاجاؤ گے۔ مگر اس کا جواب وہ یہ دیتا کہ میرا وقت ان کے وقت سے قریب رہے۔ کئی ماہ کے مسلسل علاج کے بعد حالت درست ہوگئی اور وہ باتیں کرنے لگا۔ مگر پھر مرض نے شدت اختیار کی زبان اور آنکھیں بند ہوگئیں۔ اور اب وقت آخر ہوا۔ جمعرات اور جمعہ اسی حالت میں گزرے' سنیچر کے دن اذان صبح کے ساتھ رشید سے پانچ ماہ پیشتر پینتالیس سال کی عمر میں فضل نے انتقال کیا۔ اس کی موت سے لوگوں کو بہت صدمہ ہوا۔ قصر سے باہر لانے سے پہلے اس کے ان اعزاء نے جو قصر میں تھے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ پھر جب اس کی لاش باہر لائی گئی تو اور دوسرے

لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

ہارون الرشید کو ہرثمہ سے خدشہ:

اس سال سعید الطبری نے جو جوہری کے نام سے مشہور ہیں' انتقال کیا۔

اس سال ماہ صفر میں ہارون جرجان پہنچے۔ وہاں ان کی خدمت میں علی بن عیسیٰ کی دولت جو پندرہ سو اونٹوں پر بار تھی پیش کی گئی۔

یہ جرجان سے ماہ صفر ہی میں علالت کی حالت میں طوس چلے گئے۔ اور اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ ان کو ہرثمہ پر کچھ شبہ ہو گیا۔

مامون کی روانگی مرو:

اس وجہ سے انہوں نے اپنے مرنے سے تیس راتیں پیشتر اپنے بیٹے مامون کو مرو بھیج دیا۔ اور اس کے ساتھ عبداللہ بن مالک یحییٰ بن معاذ اسد بن یزید بن مزید' عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث سندی بن الحرشی اور نعیم بن حازم کو مرو بھیج دیا۔ مامون کا قلمدان وزارت اور انشا ایوب بن ابی شمیر کو تفویض کیا اس کے بعد ان کے مرض نے شدت اختیار کی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے۔

بشیر بن اللیث کی گرفتاری:

ہرثمہ اور رافع کے طرفداروں میں ایک جنگ ہوئی۔ جس میں ہرثمہ نے بخارا فتح کر لیا اور رافع کے بھائی بشیر بن اللیث کو پکڑ لیا۔ اور پھر اسے ہرثمہ نے رشید کی خدمت میں طوس بھیج دیا۔

جامع المروزی کا بیان:

جامع المروزی بیان کرتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو رافع کے بھائی کو لے کر رشید کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جب رافع کا بھائی ان کے سامنے آیا اس وقت وہ زمین سے ایک ہاتھ بلند ایک تخت پر متمکن تھے۔ اور اس پر ایک ہی ہاتھ آیا اس سے زیادہ موٹا گدا پڑا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں آئینہ تھا۔ جس میں وہ اپنی صورت دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور پھر رافع کے بھائی کی طرف دیکھا۔ کہنے لگے اے فاحشہ زادے۔ مجھے توقع ہے کہ وہ ذلیل (ان کی مراد اس سے رافع تھا) میری گرفت سے بچ نہ سکے گا۔ جس طرح کہ تو نہ بچ سکا۔

بشیر بن اللیث کی ہارون الرشید سے رحم کی درخواست:

اس نے کہا امیر المومنین بے شک میں نے آپ کے خلاف جنگ کی اور اللہ نے آپ کو فتح نصیب کی۔ اس کے شکریہ میں آپ میرے ساتھ ایسا سلوک کریں جس سے اللہ خوش ہو۔ اور میں آپ کا حامی اور جانثار ہو جاؤں اور اس طرح جب رافع کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ نے میرے ساتھ یہ احسان کیا ہے تو شاید اللہ اس کے قلب کو آپ کے لیے نرم کر دے اور وہ آپ کے مقابلہ سے باز آ جائیں اس پر رشید برہم ہو گئے اور انہوں نے کہا۔ بخدا اگر میری زندگی صرف اتنی باقی ہو کہ میں اس میں صرف ایک بات زبان سے کہہ سکوں تو میں یہی حکم دوں گا کہ اسے قتل کر دو۔

بشیر بن اللیث کا قتل:

رشید نے قصائی کو طلب کر کے اس سے کہا کہ تو اپنی چھری تیز بھی مت کر یوں ہی رہنے دے۔ اور فاسق اور فاسق زادے

کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اور جلد اس کام کو ختم کر۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میرا وقت آخر ہو۔ اس کے جسم کے دو عضو بھی سالم نہ رہنے پائیں۔ قصائی نے حسب الحکم اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے انہوں نے حکم دیا کہ ان کو شمار کیا جائے۔ میں نے شمار کیے تو وہ چودہ عضو بدن تھے۔ جو علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے آسمان کی طرف اٹھائے۔ اور عرض پرداز ہوئے۔ بار الٰہ کہ جس طرح تو نے اپنے دشمن کو میرے قبضہ میں دے کر اپنا بدلہ اس سے لیا ہے اسی طرح اس کے بھائی کو میرے قابو میں دے۔ یہ کہہ کر ان پر غشی طاری ہوگئی اور تمام حاضرین ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس سال ہارون الرشید نے وفات پائی۔

ہارون الرشید سے جبرئیل بن بختیشوع کی گفتگو:

جبرئیل بن بختیشوع کہتا ہے کہ میں رقہ میں رشید کے ساتھ تھا۔ روزانہ صبح کے وقت سب سے پہلے میں ان کی خدمت میں جاتا شب میں ان کی جو کیفیت رہتی اسے پوچھتا۔ اگر طبیعت ناساز ہوتی وہ مجھ سے بیان کر دیتے۔ اس کے بعد وہ آزادی کے ساتھ مجھ سے اپنی خلوت شب کی باتیں بیان کرتے' اپنی باندیوں کا ذکر کرتے اپنی تخلیہ کی صحبت میں جو کرتے جتنی پیتے' جتنی دیر صحبت کرتے سب بیان کرتے۔ اس کے بعد مجھ سے لوگوں کی خبریں اور حالات پوچھتے۔ حسب معمول ایک دن میں صبح کو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ مگر انہوں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بہت ہی منہ بنائے مغموم اور متفکر ہیں میں دن کے کافی عرصے تک اسی طرح ان کے سامنے مؤدب کھڑا رہا اور وہ اسی طرح چپ تھے۔ جب اس بات کو بہت دیر گزر گئی تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا اے میرے آقا! اللہ مجھے آپ پر نثار کر دے آپ کا یہ کیا حال ہے۔ اگر آپ بیمار ہیں تو مجھ سے کہیں۔ شاید میں اس کا مداوا کر سکوں۔ اور کسی اپنے عزیز قلبی کے متعلق کوئی حادثہ پیش آیا ہے تو اس میں سوائے صبر و تسلیم کے کوئی چارہ نہیں اور غم کرنے سے کیا مل جاتا ہے۔ اگر آپ کی سلطنت میں کوئی رخنہ پیدا ہو گیا ہے تو اس پر اس قدر حزن و ملال کی اس لیے ضرورت نہیں کہ تمام بادشاہوں پر اس قسم کے واقعات گزر چکے ہیں اور اس صورت میں سب سے زیادہ میں اس بات کا اہل ہوں کہ آپ مجھ سے بیان کر دیں۔ اور میرا مشورہ لیں۔

ہارون الرشید کا خواب:

رشید نے کہا جبرئیل جتنی باتیں تم نے بیان کی ہیں ان میں سے کوئی بات مجھے پیش نہیں آئی۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اس کی وجہ سے میں نہایت ہی متفکر اور پریشان خاطر ہوں میں نے عرض کیا آپ بیان فرمائیں یہ بالکل معمولی بات ہے۔ پھر میں نے ان کے پاس جا کر ان کے پاؤں چومے اور کہا کہ محض ایک خواب کی وجہ سے آپ اس قدر مغموم اور محزون ہیں۔ ممکن ہے کہ پریشان خیالات یا فتور ہضم کی وجہ سے بخارات فاسدہ کی وجہ سے یا سودا کے غلبہ سے آپ نے کوئی برا خواب دیکھ لیا ہو۔ ان اسباب میں سے جو سبب بھی ہوا ہو' یہ خواب نہیں بلکہ محض عکس ہے۔ رشید نے کہا اچھا میں بیان کیے دیتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ میں اپنے اسی بستر پر لیٹا ہوں کہ یکا یک میرے نیچے سے ایک ہاتھ نکلا جسے میں پہچانتا ہوں اور ہتھیلی نظر پڑی وہ بھی میری دیکھی ہوئی ہے مگر اس شخص کا نام میرے ذہن میں نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔ بہر حال میں نے دیکھا کہ اس ہتھیلی میں سرخ مٹی ہے۔ کوئی شخص جس کی آواز میں سن رہا ہوں مگر اس کی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ مٹی ہے جس میں تم دفن کیے جاؤ گے۔

میں نے پوچھا یہ مٹی کہاں ہے اس نے کہا طوس میں ۔ یہ کہہ کر وہ ہاتھ غائب ہو گیا اور بات ختم ہو گئی اور میں بیدار ہو گیا۔

ہارون الرشید کا طوس میں قیام:

میں نے کہا جناب والا ۔ یہ ایک نہایت الجھا ہوا خواب ہے۔ میں سمجھتا ہوں جب آپ اپنے بستر پر تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ خراسان اس کی جنگوں اور خراسان کے کچھ علاقے کے نکل جانے کی وجہ سے پریشان تھے اور ان امور پر غور فرما رہے تھے۔ کہنے لگے کہ ہوا تو ایسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی اسی پریشانی نے حالت خواب میں بخارات فاسدہ سے مل کر یہ خواب دکھایا ہے۔ آپ اس کی قطعی پروانہ کریں۔ نشاط و سرور اختیار کریں۔ پھر ایسا خواب نظر نہ آئے گا۔ میں بہت دیر تک مختلف ترکیبوں سے ان کو بہلاتا رہا یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو کر فارغ البال ہوئے اور حکم دیا کہ آج ہمارے عیش و نشاط کے لیے یہ انتظام کیا جائے اور روزانہ معمول سے آج فلاں فلاں سامان زیادہ کیا جائے اس کے بعد وہ بھی اس خواب کو بھول گئے ۔ اور ہم بھی بھول گئے ۔ کسی شخص کے دل میں بھی اس کا خیال نہیں آیا جب رافع نے خروج کیا۔ تو رشید خراسان چلے۔ اثنائے راہ سفر میں کسی جگہ ان کو مرض لاحق ہوا جو برابر بڑھتا گیا۔ طوس پہنچ کر ہم سب جنید بن عبدالرحمان کے قصر میں جو اس کے موضع سناباذ میں تھا۔ قیام پذیر ہوئے۔

ہارون الرشید کی علالت:

حالت مرض میں وہ اس قصر کے باغ میں تھے۔ یکا یک ان کو اپنا وہ خواب یاد آیا فوراً چونک پڑے اور بمشکل گرتے پڑتے اٹھے۔ ہم سب جھپٹ کر ان کے پاس آئے اور ہر شخص نے پریشان ہو کر پوچھا۔ جناب کا مزاج کیسا ہے اور اس وقت کیا نئی بات پیش آئی۔ کہنے لگے جبرئیل تم کو وہ خواب یاد ہے جو میں نے رقہ میں طوس کے متعلق دیکھا تھا یہ کہہ کر انہوں نے سر اٹھا کر مسرور کو دیکھا اور اس سے کہا: ذرا اس باغ کی مٹی تو لاؤ مسرور جا کر اپنی مٹھی میں مٹی لے کر آیا۔ اس وقت اس نے آستین چڑھا رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ ننگا تھا۔ اسے اس طرح دیکھ کر کہنے لگے بخدا! یہی ہاتھ اور بعینہ یہی مٹی ہے۔ جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ اور یہ سرخ مٹی ہے۔ کوئی بات غلط نہیں ہوئی۔ اس کے بعد وہ زار و قطار رونے لگے اور اس واقعہ کے تین دن بعد اسی باغ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور وہیں وہ دفن ہوئے۔

ہارون الرشید کا جبرئیل کو قتل کرنے کا ارادہ:

کسی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جس مرض میں رشید کا انتقال ہوا اس کے علاج میں جبرئیل نے غلطی کی جس کا علم رشید کو ہو گیا تھا۔ اور جس رات ان کا انتقال ہو گیا اسی رات وہ اسے قتل کر کے وافع کے بھائی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کرا دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے جبرئیل کو اسی غرض سے اپنے سامنے بلایا مگر جبرئیل نے عرض کیا امیر المومنین کل تک اور انتظار فرمائیں۔ کل آپ کی طبیعت سنبھل جائے گی۔ مگر اسی دن ان کا کام تمام ہو گیا۔

قبر کھودنے کا حکم:

حسن بن علی الربعی کا دادا جس کے پاس کرائے کے لیے سو اونٹ تھے اور وہی رشید کو اپنے اونٹوں پر طوس لے گیا تھا۔ بیان کرتا ہے۔ کہ رشید نے حکم دیا کہ قبل اس کے کہ میں مروں میری قبر کھود کر تیار کر لی جائے۔ چنانچہ ان کی قبر کھود لی گئی وہ اس کو دیکھنے گئے۔ میں ایک قبہ میں بٹھا کر آگے سے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے ان کو قبر پر لایا اسے دیکھ کر کہنے لگے۔ اے ابن آدم تیری جگہ یہ ہے۔

کسی شخص نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب مرض نے شدت اختیار کی تو انہوں نے قبر کی تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی محل میں جس میں فروکش تھے حمید بن ابی غانم الطائی کے احاطہ میں ایک مقام مثقب نام تھا وہیں ان کے لیے قبر کھودی گئی۔ اس کے بعد کئی آدمیوں نے اس میں اتر کر قرآن ختم کیا اتنی دیر تک وہ برابر قبر کے کنارے ایک محافہ میں بیٹھے رہے۔

ہارون الرشید کی حالت:

سہل بن صاعد نے بیان کیا کہ جس مکان میں رشید کا انتقال ہوا میں وہاں موجود تھا۔ جب سانس اکھڑی اور تنفس میں ان کو دقت پیش آنے لگی انہوں نے ایک موٹا لحاف منگوایا اور اسے ہر طرف سے لپیٹ لیا۔ اب ان کو نزع کی سخت تکلیف ہوئی۔ میں جانے کے لیے اٹھا مجھ سے کہا سہل بیٹھو میں بیٹھ گیا میں بہت دیر تک بیٹھا مگر اس اثناء میں نہ انہوں نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے ان سے کوئی بات کی۔ جب لحاف گرنے لگتا وہ اسے پھر چاروں طرف سے سنبھال کر لپیٹ لیتے جب اسی طرح بہت دیر گزر گئی تو اب میں پھر اٹھا مجھ سے کہا۔ سہل کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا امیر المومنین مجھ سے آپ کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ اگر آپ لیٹ جاتے تو شاید آپ کو کچھ آرام ملتا۔ اس پر خوب اچھی طرح ہنسے اور کہنے لگے۔ سہل میں اس حال میں کسی شاعر کا یہ شعر پڑھ رہا ہوں:

و انی من قوم کرام یذیدھم شماسا و صبرا شدۃ الحدثان

ترجمہ: ”بے شک میں ان شرفاء میں ہوں جن کو حوادث کی شدت زیادہ مستقل مزاج اور اپنی تکلیف سے بے پرواہ کر دیتی ہے“۔

کفن کے لیے کپڑے کا انتخاب:

مسرور نے بیان کیا ہے کہ جب رشید کو محسوس ہوا کہ ان کا وقت آخر آ پہنچا انہوں نے مجھے حکم دیا کہ توشہ خانہ کھول کر وہاں جو سب سے قیمتی اور اعلیٰ درجہ کا کپڑے کا تھان ہو لے آؤ۔ میں نے کوئی ایک تھان ایسا نہ پایا۔ جس میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں۔ دو تھان سب سے زیادہ قیمتی تھے۔ ایک کی قیمت دوسرے سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ البتہ یہ فرق تھا کہ ایک سرخ اور دوسرا سبز تھا میں ان دونوں کو ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے دونوں کو دیکھا۔ میں نے ان کی قیمت بیان کی کہنے لگے ان میں جو بہتر ہے اسے میرے کفن کے لیے رہنے دو۔ اور دوسرے کو پلٹا دو۔

ہارون الرشید کی وفات:

بیان کیا گیا ہے کہ حمید بن ابی غانم کے قصر میں ایک مقام مثقب نام میں انہوں نے سنیچر کی آدھی رات میں اس سال کے ماہ جمادی الآخر کی تیسری کو انتقال کیا۔ ان کے بیٹے صالح نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ فضل بن الربیع اور اسمٰعیل بن صبیح انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے۔ خدمت گاروں میں سے مسرور حسین اور رشید تھے۔ ۲۳ سال ۲ ماہ ۸ دن مدت خلافت ہوئی' اس کی ابتداء جمعہ کی رات جب کہ ۱۷۰ھ کے ماہ ربیع الاوّل کے ختم میں ۱۴ راتیں باقی تھیں ہوئی اور انتہا سنیچر کی رات جب کہ ۱۹۳ ہجری کے ماہ ربیع الآخر کے ختم ہونے میں تین راتیں باقی تھیں ہوئی۔

ہارون الرشید کی عمر:

ہشام بن محمد کہتے ہیں ابوجعفر الرشید ہارون بن محمد جمعہ کی رات کو ۱۴ ربیع الاوّل ۱۷۰ ہجری ۲۲ سال کی عمر میں خلیفہ ہوئے۔ اور سنیچر کی رات یکم جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس طرح وہ ۲۳ سال ایک ماہ اور ۱۶ دن خلیفہ رہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ وفات کے دن ان کی عمر ۴۷ سال ۵ ماہ اور ۵ دن تھی وہ ۱۴۵ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کے ختم میں جب کہ تین راتیں باقی تھیں پیدا ہوئے۔ اور ۶/ جمادی الآخر ۱۹۳ھ کو ان کا انتقال ہوا۔ بہت ہی گورے چٹے خوب صورت اور شاندار آدمی تھے۔ بال گھونگھر والے تھے جن پر سفیدی آ چکی تھی۔

ہارونی عہد کے والیان ممالک

مدینہ کے والی:

اسحٰق بن عیسیٰ بن علی' عبدالملک بن صالح بن علی' محمد بن عبداللہ' موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ' ابراہیم بن محمد بن ابراہیم' علی بن عیسیٰ بن موسیٰ' محمد بن ابراہیم' عبداللہ بن مصعب الزبیری' بکار بن عبداللہ بن مصعب ابوالبختری' وہب بن وہب العباس بن محمد بن ابراہیم' سلیمان بن جعفر بن سلیمان' موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم۔

مکہ کے والی:

عبداللہ بن قثم بن العباس' محمد بن ابراہیم' عبید بن قثم' عبداللہ بن محمد بن عمران' عبداللہ بن محمد بن ابراہیم العباس بن موسیٰ بن عیسیٰ' علی بن موسیٰ بن عیسیٰ' محمد بن عبداللہ العثمانی حماد البربری' سلیمان بن جعفر بن سلیمان' احمد بن اسمٰعیل بن الفضل بن العباس بن محمد' موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ۔

کوفہ کے والی:

یعقوب بن ابی جعفر' موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ' العباس بن عیسیٰ بن موسیٰ بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ۔

بصرہ کے والی:

محمد بن سلیمان بن علی' سلیمان بن ابی جعفر' عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر' خزیمہ بن خازم' عیسیٰ بن جعفر' جریر بن یزید' جعفر بن سلیمان' جعفر بن ابی جعفر' عبدالصمد بن علی' مالک بن علی الخزاعی' اسحٰق بن سلیمان بن علی' سلیمان بن ابی جعفر' عیسیٰ بن جعفر' الحسن بن جمیل امیرالمومنین کا مولیٰ' اسحٰق بن عیسیٰ بن علی۔

خراسان کے والی:

ابوالعباس الطوسی' جعفر بن محمد بن الاشعث' العباس بن جعفر الغطریف بن عطا' سلیمان بن راشد افسر مال گذاری' حمزہ بن مالک' الفضل بن یحیٰ' منصور بن یزید بن منصور' جعفر بن یحیٰ' مگر علی بن الحسن بن قحطبہ اس کے نائب کی حیثیت سے خراسان کا والی تھا۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان اور ہرثمہ بن اعین۔

باب ۳

خلیفہ ہارون الرشید کی سیرت وحالات

ایک سو رکعت نماز اور روزانہ زکوۃ وصدقہ:

عباس بیان کرتا ہے کہ بشرطیکہ کوئی خاص علت نہ پیش آ جائے۔ مرتے دم تک ان کا یہ دستور تھا کہ روزانہ سو رکعت نماز پڑھتے تھے اور اپنے ذاتی مال میں سے روزانہ زکوۃ نکالنے کے بعد ایک ہزار درہم صدقہ دیتے تھے۔ جب حج کے لیے جاتے تو سو فقہا اور ان کی اولاد ان کے ہمراہ ہوتی اور جس سال خود حج کے لیے نہ جاتے تو تین سو آدمیوں کو اپنے خرچ سے حج کے لیے بھیجتے ان کو پورے مصارف حج دیتے اور بہت عمدہ لباس بھی دیتے۔

ہارون الرشید کی سخاوت:

وہ ہمیشہ منصور کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے البتہ روپیہ خرچ کرنے میں وہ منصور سے بالکل مختلف تھے ان سے پہلے کسی خلیفہ نے اتنی سخاوت نہیں کی جتنی انہوں نے کی ان کے بعد بے شک مامون نے ایسی ہی فیاضی کی۔ جو شخص ان کے ساتھ احسان کرتا کبھی وہ احسان رائگاں نہ جاتا بلکہ پہلے ہی موقع پر اس کی جزاء دیتے۔ شعروشعرا کے عاشق تھے۔ ادباء اور فقہا کی بہت خاطر کرتے تھے۔ دین کے معاملہ میں شک وشبہ کو بہت برا جانتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس کا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا اور اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ اس سے ثواب نہیں ملے گا۔ اپنی تعریف کو خصوصاً خوش گو شاعر کی زبانی بہت پسند کرتے تھے۔ اور اس کا بیش بہا صلہ دیتے۔

مروان بن ابی حفصہ شاعر کو انعام:

مروان بن ابی حفصہ ۳/ رمضان ۱۸۱ ہجری اتوار کے دن ان کے ہاں باریاب ہوا۔ اور اس نے ان کی تعریف میں اپنا وہ مشہور قصیدہ سنایا جس کا مطلع یہ ہے:

وسدت بھا ردت الثغور فاحکمت　　　به من امور المسلمین المراتر

اس قصیدہ پر انہوں نے پانچ ہزار دینار اسی مجلس میں اسے دیئے اس کے علاوہ لباس اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ دس رومی غلام اور لونڈیاں عطا کیں۔ نیز اپنی سواری خاصہ کا ایک گھوڑا بھی دیا۔

ہارون الرشید اور ابن ابی مریم:

بیان کیا گیا ہے کہ ابن ابی مریم المدنی رشید کا مصاحب تھا۔ یہ ایک بڑا بولنے والا۔ ظریف' بذلہ سنج اور ہنسانے والا تھا رشید کو کسی وقت اس کے بغیر چین نہ آتا تھا۔ اور نہ وہ کبھی اس کی باتوں سے آزردہ ہوتے اس کے ساتھ ہی اسے اہل حجاز کے تمام واقعات' شرفا کے القاب اور ظرافت کے نکات یاد تھے یہ اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے رشید کا اس قدر مصاحب خاص بن گیا تھا کہ رشید نے اسے اپنے قصر ہی میں ایک مکان رہنے کے لیے دے دیا تھا۔ اور ان کی اجازت سے ان کی حرم محل کی دوسری عورتوں موالیوں اور

غلاموں سے بے تکلف ملتا جلتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو جب وہ سو رہا تھا' انہوں نے اس پر سے لحاف اتار لیا اور کہا کہو صبح کیسی ہوئی۔ اس نے کہا میری صبح اب تک نمودار نہیں ہوئی ہے۔ تم جاؤ اور اپنا کام کرو۔ رشید نے کہا چلو نماز پڑھو۔ اس نے کہا یہ ابوالجارود کی نماز کا وقت ہے اور ہم تو قاضی ابو یوسف کے متبعین میں سے ہیں۔ یہ جواب سن کر رشید اسے سوتا چھوڑ کر چلے گئے اور اب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔

ابن ابی مریم کا مذاق:

اس کے غلام نے آ کر اس سے کہا اٹھو امیر المومنین نماز کے لیے کھڑے ہو چکے ہیں۔ اب وہ اٹھا اور کپڑے پہن کر رشید کی طرف گیا۔ اس وقت وہ نماز صبح میں بلند آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ جب یہ ان کے پاس پہنچا تو وہ یہ آیت: وَمَا لِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ (اور میں کیوں نہ اس کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے) پڑھ رہے تھے۔ اسے سن کر ابی مریم المدنی نے کہا ہاں بے شک میں بھی نہیں جانتا تھا کہ آپ کیوں اپنے خالق کی عبادت کریں۔ رشید سے نماز میں ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔ وہ نیت توڑ کر اس کی طرف غضب آلود صورت بنائے پھرے اور کہنے لگے ابن ابی مریم تم نماز میں بھی مذاق سے نہیں چوکتے اس نے کہا جناب والا میں نے کیا کیا۔ رشید نے کہا تم نے میری نماز خراب کر دی اس نے کہا۔ بخدا میں نے یہ نہیں کیا۔ میں نے تو آپ کے منہ سے ایک بات سنی تھی۔ جس سے مجھے رنج ہوا۔ جب آپ نے یہ کہا۔ وَمَا لِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اس پر میں نے یہ کہا بخدا! میں بھی اس کی وجہ نہیں جانتا۔ اب رشید پھر ہنسے اور کہا دیکھو قرآن اور دین میں آئندہ مذاق نہ کرنا۔ ان دو کے علاوہ اور سب باتوں میں تم کو آزادی ہے۔

ہارون الرشید کو عباس بن محمد کا تحفہ:

ایک مرتبہ عباس بن محمد نے ایک غالیہ رشید کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا۔ بلکہ وہ خود اسے اپنے ساتھ لے کر رشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ امیر المومنین اللہ مجھے آپ پر نثار کر دے میں جناب کے لیے ایسا نادر غالیہ لایا ہوں جو کسی دوسرے کو میسر نہیں اس میں جو مشک ڈالا گیا ہے وہ تبت کے پرانے کتوں کی نافوں کا ہے۔ جو عنبر ہے وہ بحر عدن کا عنبر ہے اور بالچھڑ مدینہ کے فلاں شخص کی ہے۔ جو اپنی خاصیت عمل میں مشہور ہے اور اس کا ترکیب دینے والا ایک شخص ہے جو بصرہ میں رہتا ہے۔ جو اس کے بنانے کی ترکیب سے پوری طرح واقف ہے اگر امیر المومنین مناسب خیال فرمائیں تو اسے قبول کر کے مجھے ممنون فرمائیں۔ رشید نے اپنے خدمت گار خاقان کو جو ان کے سرہانے کھڑا تھا' کہا کہ اس غالیہ کو لے آؤ۔ خاقان اسے اندر لے کر حاضر ہوا۔ وہ چاندی کے ایک بڑے مرتبان میں رکھا ہوا تھا۔ اور اوپر سرپوش ڈھکا تھا۔ خاقان نے سرپوش ہٹایا۔

ابن ابی مریم کا غالیہ کے متعلق مذاق:

ابن ابی مریم المدنی بھی اس وقت حاضر تھا اس نے کہا امیر المومنین یہ مجھے عنایت کر دیجیے۔ انہوں نے فرمایا تم ہی لے جاؤ۔ اس پر عباس کو سخت رنج اور غصہ آیا اور اس نے کہا تو نے اسے لے لیا۔ ابن ابی مریم المدنی نے کہا ان کی فاحشہ ماں کی قسم یہ صرف اسے اپنے چوتڑوں پر ملیں گے۔ رشید ہنس پڑے اور ابن ابی مریم نے لپک کر اپنی قمیص کا دامن ان کے سر پر ڈالا اور پھر اس مرتبان میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے مٹھی بھر کر ایک مرتبہ ان کے چوتڑ میں ملا اور دوسری مرتبہ ان کے جڈوں اور بغل میں ملا پھر اس سے ان کا منہ' سر اور ہاتھ پاؤں سیاہ کر دیئے۔ اسی طرح اس نے ان کے تمام اعضائے جسم پر وہ غالیہ لگا دیا اور خاقان سے کہا کہ ذرا میرے

غلام کو یہاں بلالاؤ۔ رشید نے بھی جو ہنسی کی وجہ سے اپنے قابو میں نہ تھے' خاقان سے کہا کہ اس کے غلام کو یہاں بلالو۔ خاقان نے اسے آواز دی۔ ابن ابی مریم نے اس سے کہا کہ جس قدر غالیہ بچ گیا ہے یہ تم رشید کی فلاں بیوی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ اسے اپنی فرج میں لگالو اور ابھی تمہارے ساتھ مجامعت کرنے آتا ہوں غلام اسے لے کر چلا گیا اب رشید کا ہنسی سے یہ حال تھا کہ وہ بالکل اپنے آپے میں نہ تھے اور بالکل بے قابو ہو چکے تھے۔

ابن ابی مریم کی عباس بن محمد سے گفتگو:

اس کے بعد ابن مریم نے عباس سے مخاطب ہو کر کہا۔ بخدا! تم بھی بالکل سٹھیا گئے ہو۔ تم کو یہ خیال نہیں آیا کہ تم خلیفہ اللہ کی خدمت میں آ کر ایک معمولی غالیہ کی تعریف کر رہے ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو شے آسمان سے ٹپکتی ہے یا زمین سے نکلتی ہے اور ہر شے جو دنیا میں موجود ہے وہ ان کے قبضہ قدرت میں اور زیر نگیں ہے اور سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ ملک الموت سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ جو تم سے کہا جارہا ہے۔ اسے یاد رکھو اور حسبہ عمل کرو۔ بھلا کہیں اس طرح غالیہ کی تعریف کرنا اور اس کے بیان میں اتنی طویل تقریر کرنا امیر المومنین کی جناب میں تم کو زیب دیتا ہے کیا تم نے کوئی بقال عطار یا کھجور فروش سمجھا ہے۔ ابن ابی مریم کی اس گفتگو پر رشید کو اس قدر ہنسی آئی کہ قریب تھا کہ ہنستے ہنستے وہ ہلاک ہو جائیں۔ انہوں نے اس روز ایک لاکھ درہم ابن ابی مریم کو انعام دیا۔

ابن ابی مریم کی ایک روز کی کمائی:

ایک روز رشید کا ارادہ کسی دوا کے استعمال کا ہوا ابن ابی مریم نے ان سے کہا کہ کل جب آپ دوا لگائیں تو مجھے اپنا حاجب بنائیں اور جس قدر میں کماؤں وہ میں اور آپ تقسیم کر لیں گے۔ رشید نے کہا اچھا انہوں نے اس حاجب کو جس کی نوبت کل تھی' حکم دیا کہ کل تم اپنے گھر آرام کرو۔ میں نے ابن مریم کو کل کے لیے حاجب مقرر کیا ہے۔ علی الصباح ابن ابی مریم بارگاہ خلافت پر حاضر ہو گیا اور ایک کرسی اس کے لیے رکھ دی گئی۔ رشید نے دوا لگائی۔ اس کی خبر محل میں پہنچی۔ ام جعفر کا پیامبر امیر المومنین کی مزاج پرسی کرنے اور اس دوا کے استعمال کی وجہ پوچھنے حاضر ہوا۔ ابن ابی مریم نے اسے رشید کی خدمت میں جانے کی اجازت دی اور اس کے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ وہ جواب لے کر واپس ہوا ابن مریم نے اس سے کہا کہ سیدہ سے جا کر یہ بات ضرور کہہ دینا کہ سب سے پہلے میں نے آپ کے آدمی کو باریاب کیا ہے۔ اس نے جا کر ام جعفر سے یہ بات بیان کی۔ اس نے بہت سا مال ابن مریم کو اس صلہ میں بھیجا۔ اس کے بعد یحییٰ بن خالد کا فرستادہ آیا۔ ابن ابی مریم نے اس کے ساتھ بھی وہ سلوک کیا۔ پھر جعفر اور فضل کے فرستادے آئے اس نے ان کے ساتھ بھی یہی کیا۔ چنانچہ ہر برمکی نے بہت سا مال آ سے اس صلہ میں بھیجا۔ اس کے بعد فضل بن الربیع کا پیامبر آیا۔ ابن ابی مریم نے اسے بغیر باریاب کیے پلٹا دیا۔ دوسرے تمام امراء اور اکابر کے آدمی خیریت پوچھنے آئے ان میں سے جس جس کے آدمی کو اس نے سہولت سے باریاب کیا اس نے ابن ابی مریم کو اس کا بڑا بھاری صلہ عطا کیا۔ عصر کے وقت ساٹھ ہزار دینار اس کے پاس جمع ہو گئے۔ جب رشید اس دوا کو دھو کر اور غسل کر کے فارغ ہوئے اور باہر آئے تو انہوں نے ابن ابی مریم سے پوچھا کہو آج کیا کیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے ساٹھ ہزار دینار کمائے ہیں۔ رشید کو یہ رقم بہت معلوم ہوئی انہوں نے کہا ہمارا حصہ کہاں ہے اس نے کہا وہ علیحدہ موجود ہے۔ رشید نے کہا ہم نے اپنا حصہ بھی تمہیں دیا اس کے معاوضہ میں دس ہزار سیب تم ہمیں لادو۔ اس نے وہ سیب لا کر داخل کر دیئے اور اس طرح یہ تمام لوگوں میں جنہوں نے رشید سے معاملہ کیا فائدہ میں رہا۔

اسمٰعیل بن صبیح کا شیرہ کے متعلق بیان:

اسمٰعیل بن صبیح کہتا ہے میں رشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وقت ایک باندی اس کے سراہنے کھڑی تھی' جس کے ایک ہاتھ میں ایک بڑا پیالہ اور دوسرے میں ایک چمچہ تھا اور وہ ان کو ایک ایک چمچہ اس پیالہ میں سے چٹا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید رقیق شے ہے مگر میں سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا ہے وہ اس بات کو تاڑ گئے کہ میں اس کی ماہیت دریافت کرنا چاہتا ہوں مجھے آواز دی میں نے کہا۔حاضر' کیا ارشاد ہوتا ہے۔پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے۔میں نے کہا جی نہیں۔کہنے لگے یہ ماش اور گیہوں کا شیرہ ہے۔جس میں پھٹے ہوئے دودھ کا پانی شریک کیا گیا ہے۔یہ کج شدہ ہاتھ پاؤں کو سیدھا کرنے اور اعصاب کے تشنج کو دور کرنے کے لیے نہایت مفید ہے۔اس سے رنگ صاف ہوتا ہے اضمحلال دور ہوتا ہے' یہ جسم کو فربہ اور میل کو دور کرتا ہے۔میں نے گھر آتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باورچی کو بلا کر حکم دیا کہ علی الصباح اس قسم کا شیرہ تیار کر کے لاؤ اس نے پوچھا وہ کیسے بنایا جائے۔میں نے اس کے اجزا اور ترکیب بیان کی اس نے کہا کہ آپ تین دن اس کا استعمال نہ کر سکیں گے اور تنگ آ جائیں گے۔چنانچہ پہلے دن تو وہ مجھے بہت خوشگوار معلوم ہوا۔دوسرے دن اس سے کم اور تیسرے دن جب میرا باورچی اسے تیار کر کے میرے پاس لایا تو میں نے کہہ دیا کہ مت لاؤ۔

ہندوستانی طبیب منکہ:

ایک مرتبہ رشید کسی مرض میں بیمار ہوئے۔تمام طبیبوں نے ان کا علاج کیا۔مگر ان کو افاقہ نہ ہوا۔ابوعمر الاعجمی نے ان سے عرض کیا کہ ہندوستان میں منکہ نام ایک طبیب ہے جسے اہل ہند سب سے زیادہ حاذق سمجھتے ہیں اس کے علاوہ اس کا ہندوستان کے مشہور عابدوں اور فلاسفروں میں شمار ہے۔اگر امیر المومنین اسے بلائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے امیر المومنین کو شفا دے دے۔

منکہ کی بغداد میں طلبی:

رشید نے اس کے لانے کے لیے اپنا آدمی بھیجا اور اس کے ہاتھ طبیب کو زادراہ کے لیے کافی مال بھیجا۔منکہ رشید کے پاس آیا اس نے ان کا علاج کیا۔اس کے علاج سے ان کی بیماری جاتی رہی اس صلہ میں رشید نے علاوہ بڑی رقم انعام کے اس کا بیش بہا منصب بھی مقرر کر دیا۔

خلد کا ایک حکیم:

منکہ خلد سے گزر رہا تھا کہ وہاں اس نے مانی کے فرقہ کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنی چادر بچھا رکھی ہے اس پر بہت سی شیشیاں پڑی ہیں اور وہ اپنی دوا کی تعریف میں' جو کوئی معجون تھی' کھڑا ہوا تقریر کر رہا ہے۔اور کہہ رہا ہے کہ یہ ہر وقت رہنے والے بخار کی دوا ہے۔ایک دن بیچ آنے والے بخار کی دوا ہے یہ چوتھے دن آنے والے بخار کی دوا ہے۔پیٹ کے اور گھٹنوں کے درد کی دوا ہے۔بواسیر' ریاح' جوڑوں کے درد اور آنکھوں کے درد کی دوا ہے۔' پیٹھ کے درد' درد سر اور آدھے سر کے درد کی دوا ہے۔سلسل البول کی دوا ہے۔فالج اور رعشہ کی دوا ہے۔غرض کہ جسم انسان کی جتنی بیماریاں ہیں ان سب کے نام اس نے لیے اور کہا کہ بس یہ سب کے لیے اکسیر ہے۔منکہ نے اپنے ترجمان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے۔اس نے ہندی زبان میں ترجمہ کر کے اسے سمجھایا کہ اس

کے دعاوی یہ ہیں۔

منکہ کی خلد کے حکیم کے متعلق رائے:

منکہ ہنسا اور کہنے لگا کہ جو کچھ بھی ہو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ عرب جاہل آدمی ہے اور یہ اس لیے کہ اگر اس شخص کا دعویٰ صحیح ہے۔ تو پھر مجھے اپنے وطن اور اہل و عیال سے جدا کر کے اتنے طویل سفر کی زحمت دینے سے کیا فائدہ تھا۔ یہ ایسا باکمال تو یہیں ان کے پاس موجود تھا۔ اور اگر یہ اپنے دعاوی میں جھوٹا ہے تو اسے وہ قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ کیونکہ شریعت نے تو اس کا اور اس ایسے دوسرے دھوکہ بازوں کا خون مباح کر دیا ہے۔ کیونکہ اگر اسے قتل کر دیا جائے تو صرف ایک ہی جان جائے گی۔ مگر اس کی وجہ سے ہزاروں جانیں ہلاکت سے تو بچ جائیں گی اور اگر یہ جاہل اسی طرح چھوڑ دیا گیا تو روزانہ یہ ایک آدمی کو مار ڈالے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ روزانہ دو تین یا چار کا خاتمہ کر دے یہ تو بڑی بدانتظامی اور غیر آئینی بات ہے۔

سواد کے تحصیلدار کو ہدایت:

یحییٰ بن خالد برمک نے ایک شخص کو سواد کے کسی ایک تعلقہ کا تحصیلدار مقرر کیا وہ رخصت ہونے کے لیے رشید کے سلام کو حاضر ہوا۔ اس وقت یحییٰ اور جعفر بن یحییٰ دونوں حاضر تھے۔ رشید نے ان سے کہا کہ اسے کچھ ہدایت کر دیجیے۔ یحییٰ نے کہا دیکھو آمدنی بڑھانا اور علاقہ کو آباد کرنا۔ جعفر نے کہا جیسا برتاؤ تم اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے ساتھ روا رکھنا۔ رشید نے کہا عدل کرنا اور احسان کرنا۔

ہارون الرشید اور یزید بن مزید:

رشید کسی وجہ سے یزید بن مزید الشیبانی سے ناراض ہو گئے تھے۔ پھر خوش ہو گئے اور اسے دربار میں آنے کی اجازت دی۔ یزید نے ان کے سامنے پہنچ کر کہا۔ امیر المومنین تمام تعریفیں اس خدا کے لیے سزاوار ہیں جس نے آپ کی ملاقات سے ہمارے لیے خوشی اور اطمینان کا راستہ صاف کر دیا۔ اور آپ کی اس عنایت کی وجہ سے ہمارے رنج و اندوہ کو دور کر دیا۔ اللہ آپ کو اس بات کی جزائے نیک عطا فرمائے کہ آپ جس سے ناراض ہوتے ہیں۔ جب وہ معافی چاہتا ہے تو آپ اسے معاف کر دیتے ہیں اور جس سے خوش ہوتے ہیں اس پر مسلسل انعام و اکرام کر کے اسے اپنا زیر بار احسان بنا لیتے ہیں۔ اس بات پر اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ کی ایسی نیک سرشت بنائی ہے کہ آپ حالت غیظ و غضب میں معاف کر دیتے ہیں خطا کار سے درگزر کر جاتے ہیں اور اپنے احسانات اور اکرام سے گراں بار کر دیتے ہیں۔

ہارون الرشید کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق استفسار:

مصعب بن عبداللہ الزبیری اپنے باپ عبداللہ بن مصعب کا بیان نقل کرتا ہے کہ ایک دن رشید نے مجھ سے پوچھا کہ جن لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہا ہے ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہیں۔ میں نے کہا جناب والا ایک جماعت نے ان پر اعتراض کیا۔ اور ایک جماعت نے ان کا ساتھ دیا۔ جن لوگوں نے ان پر اعتراض کیے تھے وہ ان کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور انہیں میں شیعہ اہل بدعت اور خارجی ہیں اور جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا وہ آج تک اہل سنت والجماعت ہیں۔ رشید کہنے لگے کہ اس جواب کے بعد اب مجھے آئندہ کبھی اس معاملہ پر استفسار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مراتب:

ایک مرتبہ پوچھا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کیا تھا۔ میں نے کہا جو مرتبہ ان دونوں کا ان کی موت میں ہوا وہی مرتبہ ان کا ان کی زندگی میں تھا۔ رشید نے کہا تم نے میرے سوال کا جواب کافی دے دیا۔

ہارون الرشید کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عقیدت:

خدمت گاران خاص میں سے سلام یا رشید امیر المومنین رشید کی ذاتی املاک کا جو سرحدوں پر اور شام میں واقع تھی' مہتمم مقرر کیا گیا۔ چند روز کے بعد اس کے حسن اخلاق کی تعریف میں مسلسل خطوط ان کو موصول ہوئے۔ زبانی بھی لوگوں نے اس کی مدح کی۔ رشید نے حکم دیا کہ اس کا درجہ بڑھایا جائے اور اسے اس حسن کارگزاری کا صلہ دیا جائے اور ہماری جو املاک جزیرہ اور مصر میں ہیں ان میں اسے اختیار دیا جائے کہ وہ جس جس کو چاہے اپنی نگرانی میں لے لے۔ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت امیر المومنین بہی کھا رہے تھے جو بلخ سے ان کے لیے آئی تھی اسے چھیل چھیل کر کھاتے جاتے تھے' اسی حالت میں انہوں نے کہا۔ اے فلاں ہمیں تمہاری حسن کارگزاری کے متعلق بہت عمدہ اطلاعیں ملی ہیں۔ ہم تمہاری ہر درخواست کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور ہم نے تمہارے لیے اس انعام وصلہ کا حکم دیا ہے اور فلاں اور فلاں علاقے اور تمہارے تفویض کر دیئے ہیں۔ کچھ اور چاہتے ہو تو بخوشی بیان کرو۔ اب وہ اپنی کارگزاریاں بیان کرنے لگا۔ اور کہنے لگا امیر المومنین میں نے رعایا کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کیا ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بھول گئے۔ یہ سنتے ہی رشید کو سخت غصہ آ گیا۔ ایک بہی اٹھا کر اسے ماری اور فرمانے لگے حرامزادے عمر بن عمر بکتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے معاملہ میں تو ہم خاموش بھی ہو جائیں۔ مگر تو سمجھتا ہے کہ کیا ہم تیرے اس گستاخی کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں برداشت کر لیں گے۔

عبداللہ بن محمد کی روایت:

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما کہتا ہے کہ مجھ سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ مجھے ضحاک بن عبداللہ نے جو بہت عمدہ بزرگ تھے۔ یہ بیان کیا کہ ان سے عبداللہ بن عبدالعزیز کی اولاد میں سے کسی شخص نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ رشید کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس عمری کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ میں ان پر تعدی بھی نہیں کرنا چاہتا اور ان کے پیرووں کو بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے صحیح طور پر ان کا طریقہ اور مسلک معلوم ہو جائے۔ مگر مجھے کسی ایک شخص پر اتنا اعتماد نہیں کہ میں اسے ان کے پاس بھیجوں۔ عمر بن بزیع اور فضل بن الربیع نے کہا کہ امیر المومنین ہم دونوں اس کے لیے آمادہ ہیں۔ رشید نے کہا مناسب ہے تم دونوں جاؤ۔

عمر بن بزیع اور فضل بن الربیع کی عبداللہ عمری سے ملاقات:

یہ دونوں عرج سے خلص کے لیے جو صحرا میں واقع تھا روانہ ہوئے۔ عرج کے راہنما اپنے ساتھ لے لیے اور چاشت کے وقت اس مقام پر پہنچ گئے جہاں وہ عمری مقیم تھا۔ وہ اس وقت مسجد میں تھا۔ انہوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے اپنی سواریاں ایک جگہ بٹھا دیں اور وہ دونوں بادشاہوں کا سا لباس پہن کر عطر لگا کر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس کی خدمت میں مسجد میں آئے اور اس نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن ہم اپنی اہل مشرق کی جماعت کے وکیل ہیں۔ آپ کے متبعین کہتے ہیں کہ آپ اللہ سے ڈریں اور

جب چاہیں خروج کریں۔ اس نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔ کیا کہتے ہو اور کس سے کہتے ہو۔ ان دونوں نے کہا جناب سے۔ وہ کہنے لگا بخدا میں ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی ایک مسلمان کے خون کا وبال لیے ہوئے بھی خدا کے روبرو جاؤں۔ یہ قیامت تک نہیں ہوسکتا۔

عبداللہ بن عبدالعزیز عمری کو دولت کی پیشکش:

جب وہ دونوں اس کی طرف سے مایوس ہوئے کہ یہ اس طرح ہمارے جال میں نہیں آ سکتا تو اب انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ مال ہے آپ اسے اپنی ضروریات زندگی میں صرف کر سکتے ہیں اس نے کہا مجھے اس کی بھی ضروریات نہیں ہے۔ انہوں نے کہا جناب والا بیس ہزار دینار ہیں۔ اس نے کہا مجھے ان کی قطعی ضرورت نہیں۔ وہ کہنے لگے آپ خود نہیں لیتے تو کسی کو دے دیں اس نے کہا تم جسے چاہو دے دو میں کوئی تمہارا خدمت گار یا مددگار تو نہیں ہوں کہ نشان دہی کرتا پھروں۔

عمرو فضل کی مایوسی:

جب وہ دونوں اس کی طرف سے قطعی مایوس ہوگئے کہ یہ کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آ سکتا تو اپنا سامنہ لے کر اپنے کجاوے میں بیٹھ کر چلے۔ دوسرے دن صبح کو جانوروں کو پانی پلانے کے وقت دوسری منزل میں رشید سے آ ملے وہ ان کے منتظر دونوں ان کی خدمت میں اسی وقت باریاب ہوئے اور جو واقعہ گزرا تھا وہ پورا بیان کر دیا۔ سن کر رشید کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب اس کے بعد میں اس شخص کے ساتھ اور کیا سلوک کروں۔

عبداللہ عمری اور ہارون الرشید:

اسی سال عبداللہ حج کے لیے گیا۔ جب وہ دو کانداروں سے کچھ اشیاء اپنے بچوں کے لیے خرید رہا تھا۔ اس وقت ہارون سواری پر صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ عبداللہ سامنے آ گیا اس نے اشیا کی خریداری چھوڑ دی اور ان کے پاس آ کر ان کے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ سپاہی اور کوتوالی کے جوان اس کی طرف لپکے مگر ہارون نے ان کو حکم دیا کہ اس سے باز رہیں۔ اور اس سے کچھ باتیں کیں میں نے دیکھا کہ رشید کے آنسو گھوڑے کی گردن پر گر رہے ہیں۔ پھر وہ چلا گیا۔

ہارون الرشید کی خانہ کعبہ میں دعا:

لیث بن عبدالعزیز الجوز جانی۔ جو چالیس سال سے مکہ میں ہجرت کر کے مقیم تھا۔ بیان کرتا ہے کہ مجھ سے کعبہ کے ایک حاجب نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب رشید حج کرتے تو کعبہ کے اندر آ کر اپنی انگلیوں کے بل کھڑے ہوتے اور یہ دعا مانگتے۔ اے وہ ذات جو مانگنے والوں کی ضروریات کی مالک ہے جو خاموش رہنے والوں کے دل کی بات سے آگاہ ہے۔ تو ہر مانگنے والے کو فوراً جواب دیتا ہے تو ہر خاموش رہنے والے کی دلی آرزوؤں سے پورا پورا واقف ہے۔ تیرے تمام وعدے سچے' تیرے احسانات بے پایاں اور تیری رحمت وسیع ہے تو اپنی رحمت محمد ﷺ اور ان کی اولاد پر نازل فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ ہماری برائیوں کو دفع کر دے۔ اے وہ ذات مقدس جس کو بندوں کے گناہ کوئی ضرر نہیں پہنچاتے جس سے عیوب پوشیدہ نہیں۔ جس کو گناہوں کی مغفرت سے کوئی نقص نہیں پہنچتا اے وہ ذات جس نے زمین کو پانی پر جمایا ہے۔ جس نے فضا کو آسمان سے قائم کیا ہے اور خود اپنے لیے اسمائے حسنیٰ مقرر کیے ہیں محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور میرے تمام کاموں کو بخیر و خوبی سرانجام دے۔ اے وہ ذات! جس کی

جناب میں مختلف زبانوں میں سائل نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنی درخواستیں عرض کرتے ہیں۔ میری حاجت تجھ سے یہ ہے کہ جب تو مجھے اس دنیا سے اٹھائے اور میں لحد میں رکھا جاؤں اور میرے سب اپنے مجھے چھوڑ کر چلے جائیں اس وقت تو میرے گناہوں کو بخش دینا۔ الٰہی! جس طرح تو سب سے افضل و اعلیٰ ہے اسی طرح میں اعلیٰ سے افضل تیری حمد کرتا ہوں۔ الٰہی! محمد ﷺ پر ایسی رحمت اور سلامتی نازل فرما جو ان کو مرغوب طبع ہو۔ اور ان کے لیے باعث حفاظت ہو۔ خداوندا! تو ہمارے بدلے ان کو آخرت میں جزائے خیر عطا فرما۔ الٰہی! تو ہم کو نیک بخت جلا' شہداء کی موت دے اور ہم کو ویسا سعید بنا جن کو تیری طرف سے رزق پہنچے گا۔ اور ان بدبختوں میں شامل نہ کر جو تیری رحمت اور نعمت سے محروم رہیں گے۔

ابن ابی داؤد کی طلبی:

ایک مرتبہ رشید نے ابن ابی داؤد اور خادمان تربت حسین کو طلب کیا جب یہ سب دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حسن بن راشد کی نظر ابن ابی داؤد پر پڑی اس نے پوچھا کیسے آئے۔ ابن ابی داؤد نے کہا اس شخص نے طلب کیا ہے اور مجھے اس کی جانب سے اپنی جان کو خطرہ ہے۔ حسن بن راشد نے کہا کہ جب تم ان کے سامنے جاؤ اور وہ تم سے سوال کریں تو کہہ دینا کہ مجھے حسن بن راشد نے وہاں متعین کیا ہے۔

ابن ابی داؤد کی رہائی و بحالی:

ابن ابی داؤد رشید کے پاس آیا اور اس نے وہی بات کہہ دی رشید کہنے لگے میں نہیں سمجھتا کہ حسن بن راشد کی اس معاملہ میں شرکت ہے۔ اچھا اسے حاضر کرو۔ حسن حاضر ہوا۔ رشید نے پوچھا تم نے کیوں اس شخص کو حیر میں متعین کیا ہے۔ حسن نے کہا اللہ اس پر اپنا رحم کرے جس نے اسے حیر میں مقیم کیا ہے۔ مجھے ام موسیٰ نے حکم دیا تھا کہ میں اسے وہاں بھیج دوں۔ اور تیس درہم ماہانہ اس کو دے دوں۔ رشید نے کہا اچھا اسے حیر جانے دو اور جو ماہوار موسیٰ نے اس کے لیے مقرر کی تھی وہ جاری کر دو۔ یہ ام موسیٰ مہدی کی ماں اور یزید بن منصور کی بیٹی (رشید کی دادی) تھی۔

خس کے پردے استعمال کرنے سے اجتناب:

علی بن محمد کا باپ بیان کرتا ہے کہ میں ایک مرتبہ عون العبادی کے مکان میں رشید کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ وہ گرمی منا رہے ہیں۔ اور ایک ایسے ایوان میں جو چاروں طرف سے کھلا ہوا ہے' ایک چبوترہ پر جو مکان کے داہنے بازو میں واقع تھا' بیٹھے ہیں۔ اس میں کوئی فرش بھی نہیں ہے۔ ایک باریک کرتا زیب تن ہے اور رشیدی ازار چوڑے پائینچوں کی پہن رکھی ہے۔ جس ایوان میں وہ خود رہتے تھے اس میں وہ کبھی خس کے پردے اس وجہ سے کہ اس سے ان کو ضرر پہنچتا تھا نہیں ڈلواتے تھے۔ البتہ کسی طرح سے خس کی ٹھنڈک ان کو پہنچائی جاتی تھی' مگر وہ خود خس خانہ میں بیٹھتے نہ تھے۔ سب سے پہلے رشید ہی نے اس ایوان میں جہاں وہ موسم گرما میں دوپہر بسر کرتے گرمی کی حدت دور رکھنے کے لیے یہ ترکیب کی تھی کہ اس کی چھت کے نیچے ایک اور چھت بنوائی تھی۔ اور اس کی وجہ تحریک یہ بات ہوئی کہ ان کو معلوم ہوا کہ ایرانی بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے مکانوں کی چھت کو روزانہ مٹی سے لپواتے تھے۔ تاکہ آفتاب کی تمازت کو گیلی مٹی جذب کر لے۔ اور ان تک حرارت کا اثر نہ ہو۔ اس وجہ سے رشید نے یہ کیا کہ چھت کے نیچے ایک اور چھت اس ایوان کی بنوائی جہاں وہ موسم گرما میں دوپہر کا وقت گزارتے۔

ہارون الرشید کی دوپہر کی خواب گاہ:

مجھے بتایا گیا ہے کہ موسم گرما میں روزانہ یہ دستور تھا کہ عطار ان کے لیے ایک چاندی کے تغار میں گلاب' زعفران' خوشبودار مصالحے اور پھولوں سے ایک مرکب تیار کرتا تھا اور اسے ان کی دوپہر کی آرام گاہ میں لے جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ رشید یہ تراش کے سات لانبے زنانے کرتے لائے جاتے اور ان کو اس مصالحہ میں تر کیا جاتا اور روزانہ سات باندیاں حاضر کی جاتیں جن کے تمام کپڑے اتار دیے جاتے اور پھر ان کو یہ کرتے پہنائے جاتے۔ ان کو ایک ایسی کرسی پر جس کی نشست میں سوراخ ہوتا بٹھایا جاتا کرتے کے دامنوں کو کرسی کے چاروں طرف اس طرح لٹکایا جاتا کہ وہ اسی کرسی کو ہر طرف سے ڈھانک لیتے اور اب کرسی کے نیچے عنبر میں ملی ہوئی عود کو دھونی کے لیے سلگا دیتے اسی طرح اس کرتے کو باندی کے جسم پر اس دھونی سے خشک کرتے اس طرح ان کی دوپہر کی خوابگاہ خوشبو کی لپٹوں سے مہک اٹھتی۔

ہارون الرشید کی عباس بن حسن سے فرمائش:

عبداللہ بن عباس بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالب بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عباس بن الحسن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رشید نے مجھ سے کہا کہ تم اکثر ینبوع کی تعریف کرتے رہتے ہو۔ مختصر طور پر اس کا حال بیان کرو۔ میں نے کہا نظم میں نثر میں۔ انہوں نے کہا دونوں طریقے سے۔ میں نے عرض کیا وہ تمام نخلستان ہے جو اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ اس پر وہ مسکرائے اور اب میں نے یہ شعر پڑھے:

یاوادی القصر نعم القصر والوادی ۔۔۔ من منزل حاضر ان شئت اوبادی

تـری قـراقـیـره والـعـیـس واقفه ۔۔۔ والصفت والبنون والملاح و الحاری

ترجمہ: ''وادی القصر تیرا قصر اور وادی دونوں خوب ہیں۔ یہ شہری اور بدوی دونوں کا مسکن ہے۔ یہاں قرمرے' سفید اونٹنیاں' گوہ مچھلی' ملاح اور حدی خواں سب ہی کثرت سے موجود ہیں''۔

ابن السماک کی ہارون الرشید کو نصیحت:

ایک مرتبہ رشید نے ابن السماک کو طلب کر کے اس سے خواہش کی کہ تم مجھے کچھ نصیحت کرو۔ اس نے کہا امیر المومنین آپ خدائے واحد سے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر وقت ڈرتے رہیں اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ کل آپ اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے لیے کھڑے ہوں گے اور پھر دو ہی مقام جنت یا دوزخ آپ کا ٹھکانہ ہوگا۔

اسے سن کر ہارون زار و قطار رونے لگے کہ ان کی داڑھی اشکوں سے تر ہوگئی۔ فضل بن الربیع نے ابن السماک سے کہا۔ جناب والا آپ نے یہ کیا فرمایا۔ بھلا کسی شخص کو اس امر میں شبہ بھی ہوسکتا ہے کہ امیر المومنین جنت میں نہ جائیں گے وہ حق کو قائم کرتے ہیں اس کے بندوں میں عدل کرتے ہیں اور ان پر احسان کرتے ہیں مگر ابن السماک نے فضل کی بات پر اعتبار نہیں کیا۔ اور امیر المومنین کو مخاطب کر کے کہا کہ جناب والا بخدا! یہ فضل بن الربیع قیامت کے دن نہ آپ کے ساتھ ہوگا اور نہ آپ کے پاس ہوگا۔ آپ اس کی باتوں میں نہ آجائیے گا آپ اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہیں اور اپنا خیال رکھیں اس پر ہارون اس قدر روئے کہ سب کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اسی طرح جان دے دیں۔ اور فضل تو ایسا چپ ہوا کہ ایک حرف اس کی زبان سے نہ نکلا۔ اسی حالت میں دربار

برخاست ہوا۔

سلطنت کی قیمت:

ایک مرتبہ اور ابن السماک رشید سے ملنے آیا۔ اس وقت رشید نے پانی مانگا۔ پانی کا ایک کوزہ پیش کیا گیا۔ جب رشید پینے کے لیے اسے منہ سے لگانے لگے تو ابن السماک نے کہا۔ امیر المومنین میں آپ کو آپ کی رسول اللہ ﷺ سے قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ ذرا توقف فرمایئے اور اس بات کا جواب دیجیے کہ اگر اس وقت آپ کو پانی نہ پینے دیا جائے تو آپ اس کی کتنی قیمت دینے کے لیے تیار ہیں۔ رشید نے کہا اپنی آدھی سلطنت۔ اس نے کہا اب نوش فرمایئے۔ جب وہ پی چکے تو ابن السماک نے کہا میں آپ کو آپ کی رسول اللہ ﷺ سے قرابت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر اب آپ کا پیشاب روک دیا جائے تو اس کے اجرا کے لیے آپ کیا معاوضہ دیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی ساری سلطنت ابن سماک نے کہا وہ ملک جس کا مول ایک پیاس پانی ہو۔ اس قابل نہیں کہ کوئی سمجھ دار آدمی اس کی آرزو کرے یہ سن کر ہارون رو پڑے۔ فضل بن الربیع نے ابن السماک کو اشارہ کیا کہ آپ چلے جائیں۔ وہ اٹھ گیا۔

عبداللہ بن عبدالعزیز العمری کی ہارون الرشید کو نصیحت:

ایک مرتبہ عبداللہ بن عبدالعزیز العمری نے رشید کو کچھ نصیحت کی۔ رشید نے اس کا یہ قول بنعم یا عم یاد رکھا۔ جب وہ جانے لگا تو انہوں نے دو ہزار دینار کی تھیلی امین اور مامون کے ہاتھ اسے بھیجی۔ اثنائے راہ میں وہ دونوں اس سے آ ملے انہوں نے کہا۔ چچا جان امیر المومنین فرماتے ہیں کہ یہ رقم آپ قبول کریں اسے خود خرچ کریں یا تقسیم کر دیں۔ عبداللہ نے کہا امیر المومنین میرے مقابلہ میں اس بات کو زیادہ جانتے ہیں کہ یہ رقم کن لوگوں کو دی جائے۔ پھر اس نے تھیلی میں سے صرف ایک دینار لے لیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے اسے برا سمجھا کہ سخت جواب بھی دوں اور بدتہذیبی بھی کروں اس لیے ایک دینار لیے لیتا ہوں۔

ایک نوعمر لڑکے کا عمری سے مباحثہ:

اس کے بعد وہ ان سے ملنے بغداد روانہ ہوئے رشید کو یہ بات مناسب معلوم نہ ہوئی کہ وہ بغداد آئے اور اس طرح دونوں عمری ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اسی اندیشہ سے وہ اس کے اعزا سے کہنے لگے کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ جب تک وہ حجاز میں رہا میں نے اسے برداشت کر لیا اور اس کے خلاف کسی کارروائی کی ضرورت نہ سمجھی مگر اب تو یہ میرے دارالسلطنت میں آ رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے طرفداروں کو بہکائے گا۔ تم لوگ اسے اس ارادے سے باز رکھو اور بغداد جانے سے روک دو۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہماری بات نہ مانے گا۔ رشید نے موسیٰ بن عیسیٰ کو لکھا کہ تم اس کے ساتھ کوئی ایسی چال کرو کہ وہ یہاں سے ٹل جائے موسیٰ نے ایک دس سال کے لڑکے کو جسے بہت سے مواعظ اور خطبات حفظ تھے بلا کر عبداللہ سے مقابلہ کرایا اس لڑکے نے اس سے بڑی بحث کی اور ایسے ایسے پند و نصائح سنائے جو عبداللہ نے کبھی نہ سنا تھا۔ نیز اس نے عبداللہ کو منع کیا کہ وہ امیر المومنین سے تعرض نہ کرے۔ عبداللہ نے اپنا جوتا بغل میں دبایا اور یہ کہتا ہوا:

﴿ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴾

''انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا لہٰذا ہلاک ہوں دوزخی''۔ مجلس سے چل دیا۔

ایک زاہد کی ہارون الرشید کو نصیحت:

ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ بغداد چھوڑ کر وہ رقہ میں رشید کے پاس مقیم تھا ایک دن وہ بھی رشید کے ساتھ شکار کو گیا کہ ایک سالک نے سامنے آ کر رشید سے کہا اے ہارون اللہ سے ڈرتے رہو۔ انہوں نے ابراہیم بن عثمان بن نہیک کو حکم دیا کہ میری واپسی تک اس شخص کو گرفتار رکھو۔ شکار سے واپس آ کر کھانا طلب کیا اور حکم دیا کہ اس شخص کو بھی ہمارے خاصہ میں سے کھانا کھلا دیا جائے جب وہ کھا پی چکا تو اب اسے اپنے سامنے بلایا اور اس سے کہا کہ خبردار جو بات ہم دریافت کریں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا۔ اس نے کہا کہ آپ کے حق کے مقابلہ میں بہت ہی کم بات ہے۔ ارشاد فرمایئے۔

ہارون الرشید اور زاہد کی گفتگو:

ہارون نے پوچھا میں براہوں یا فرعون۔ کہا فرعون جس نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اور وَمَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ رشید نے کہا تم نے سچ کہا اب تم بتاؤ کہ تم بہتر ہو یا موسیٰ بن عمران اس نے کہا موسیٰ بہتر تھے وہ اللہ کے کلیم اور مخلص تھے۔ اللہ نے ان کو اپنا بنایا۔ اپنی وحی ان پر نازل فرمائی اور تمام مخلوقات میں سے صرف اس سے باتیں کیں ہارون نے کہا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ اچھا کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ جب اللہ نے ان کو اور ان کے بھائی کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو یہ ہدایت کی قُوْلُوْ لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْیَخْشٰی تم اسے نرم لہجہ میں پیام پہنچانا۔ شاید وہ سمجھ لے اور ڈر جائے' مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بیان کیے ہیں اور اس سے صاف صاف نہیں بلکہ کنائے کے پیرائے میں باتیں کرنا اللہ نے یہ حکم اس شخص کے واسطے دیا ہے جو اپنے تکبر اور نخوت میں شہرہ آفاق تھا۔ تم خود بھی اس سے اچھی طرح واقف ہو۔ اب دیکھو تم میرے پاس آئے ہو۔ میرا یہ حال ہے کہ جس سے تم بھی واقف ہو کہ اللہ کے جو فرائض مجھ پر ہیں میں ان میں سے اکثر کو پورا کرتا ہوں۔ میں اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتا۔ اللہ کے حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ اس کے حکم اور ممانعت کی اتباع کرتا ہوں۔ باوجود اس کے تم نے مجھے بہت ہی سخت الفاظ اور درشت لہجہ میں نصیحت کی۔ نہ تم نے اللہ کی بتائی ہوئی تہذیب پر عمل کیا اور نہ نیکوں کے اخلاق کی اقتدا کی۔ تم نے خواہ مخواہ کے لیے اپنے آپ کو معرض خطر میں ڈالا۔ اب بتاؤ کہ تم میری گرفت سے کیونکر بچ سکتے ہو۔ اس زاہد نے کہا' امیر المومنین مجھ سے خطا ہوئی میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

ہارون الرشید کا زاہد سے حسن سلوک:

رشید نے کہا اللہ تم کو معاف کرے اس کے بعد انہوں نے حکم دیا کہ بیس ہزار درہم اس کو دیئے جائیں۔ اس نے ان کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں سیاح ہوں مجھے مال کی ضرورت نہیں۔ ہرثمہ نے اسے غصے سے گھورا اور ڈانٹا کہ تم جاہل ہو۔ امیر المومنین کے صلہ کو رد کرتے ہو۔ مگر رشید نے ہرثمہ سے کہا خاموش رہ۔ اور اس نے زاہد سے کہا کہ ہم نے تم کو یہ مال اس لیے نہیں دیا ہے کہ تم کو اس کی ضرورت تھی۔ بلکہ ہماری عادت ہے کہ دوست ہو یا دشمن جس شخص کو خلیفہ سے باتیں کرنے کا امتیاز حاصل ہوتا ہے اسے وہ ضرور صلہ اور عطا دیتے ہیں۔ ہمارے اس صلہ میں سے جس قدر چاہو لے لو اور جہاں چاہو خرچ کرو۔ اب اس زاہد نے اس میں سے دو ہزار درہم لے لیے۔ ان کو دربانوں اور حاضرین آستانہ مبارک میں تقسیم کر دیا۔

ہارون الرشید کی ازواج

زبیدہ ام جعفر بنت جعفر:

بیان کیا گیا ہے کہ رشید نے زبیدہ ام جعفر بن المنصور سے شادی کی اور ۱۶۵ ہجری میں مہدی کے عہد میں بغداد میں محمد بن سلیمان کے محل میں شب باشی کی۔ یہ محل بعد میں عباسہ کے قبضہ میں آیا اور پھر معتصم باللہ کے قبضہ میں چلا گیا۔ زبیدہ کے بطن سے رشید کا لڑکا محمد الامین پیدا ہوا اور زبیدہ نے ۲۱۶ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔ رشید نے امۃ العزیز موسیٰ الہادی کی ام ولد سے نکاح کیا اور اس سے علی بن الرشید پیدا ہوا۔

امۃ العزیز ام محمد صالح:

رشید نے ام محمد صالح المسکین کی بیٹی سے نکاح کیا اور ذی الحجہ ۱۸۷ھ میں اس سے رقہ میں شب باش ہوئے۔ اس کی ماں ام عبداللہ عیسیٰ بن علی کی بیٹی تھی۔ کرخ میں جو محل ام عبداللہ کے نام سے مشہور ہے وہ اسی کا تھا۔ جس میں شہد والے رہتے تھے۔ یہ مکان اسے ابراہیم بن المہدی سے ملا تھا۔ پھر اس نے اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اور اس کے بعد رشید نے اس سے نکاح کیا۔

عباسہ بنت سلیمان:

رشید نے سلیمان بن ابی جعفر کی بیٹی عباسہ سے شادی کی اور ذی الحجہ ۱۸۷ھ میں اس سے شب باش ہوئے۔ یہ اور صالح کی بیٹی ام محمد دونوں ان کی خدمت میں بھیجی گئی تھیں۔

عزیزہ بنت غطریف:

رشید نے عزیزہ غطریف کی بیٹی سے شادی کی۔ یہ پہلے سلیمان بن ابی جعفر کے نکاح میں تھی۔ سلیمان نے اسے طلاق دے دی پھر رشید نے اس سے نکاح کر لیا۔ یہ خیزران کی بھتیجی تھی۔

جرشیہ عثمانیہ:

رشید نے جرشیہ عثمانیہ سے شادی کی۔ یہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔ چونکہ وہ یمن کے مقام جرش میں پیدا ہوئی تھی اس لیے اسے جرشیہ کہتے تھے اس کی دادی فاطمہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھی اور اس کے باپ کا چچا عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھا۔ رشید کے انتقال کے بعد ان کی یہ چار بیویاں موجود تھیں ام جعفر' ام محمد صالح کی بیٹی' عباسہ سلیمان کی بیٹی اور عثمانیہ۔

ہارون الرشید کی اولاد ذکور:

محمد الاکبر' اس کی ماں زبیدہ تھی۔ عبداللہ المامون' اس کی ماں ام ولد تھی۔ جس کا نام مراجل تھا۔ القاسم المؤتمن۔ اس کی ماں ام ولد تھی۔ جس کا نام قصف تھا۔ محمد ابو اسحٰق المعتصم اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام ماردہ تھا۔ علی اس کی ماں امۃ العزیز تھی۔ صالح اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام رئم تھا۔ محمد ابو عیسیٰ اس کی ماں ام ولد تھی۔ جس کا نام عرابہ تھا۔ محمد ابو یعقوب اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام شذرہ تھا۔ محمد ابو العباس اس کی ماں ام ولد تھی۔ جس کا نام خبث تھا۔

محمد ابوسلیمان' اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام رواح تھا۔ محمد ابوعلی' اس کی ماں ام ولد تھی ۔جس کا نام دواج تھا۔ محمد ابواحمد' اس کی ماں ام ولد تھی ۔جس کا نام کتمان تھا۔

ہارون الرشید کی اولاد اناث:

سکینہ ۔اس کی ماں تصف تھی ۔ یہ قاسم کی بہن ہے۔ ام حبیب اس کی ماں مارو تھی ۔ اور یہ ابو اسحٰق المعتصم کی بہن ہے اروی' اس کی ماں حلوب تھی ۔ ام الحسن اس کی ماں کا نام عرابہ تھا ۔ ام محمد' یہ حمدونہ ہے۔ فاطمہ اس کی ماں غصص تھی اور اس کا نام مصفی تھا۔ ام بیہا اس کی ماں کا نام سکر تھا۔ ام سلمہ اس کی ماں کا نام رحق تھا۔ خدیجہ اس کی ماں شجر کروب کی بہن تھی ۔ ام القاسم' اس کی ماں خرق تھی ۔ رملہ ام جعفر اس کی ماں علی تھی ۔ ام علی اس کی ماں انیق تھی ۔ ام الغالیہ اس کی ماں سمندل تھی ۔ ربطہ اس کی ماں زتیہ تھی ۔

المفضل بن محمد کا بیان:

المفضل بن محمد الضبی کہتا ہے ۔ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا بھیجا ۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ وہ مسند لگائے بیٹھے تھے ۔ محمد بن زبیدہ ان کی بائیں جانب اور مامون ان کے داہنے جانب بیٹھا تھا ۔ میں نے سلام کیا انہوں نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا ۔ میں بیٹھ گیا ۔ انہوں نے پوچھا فَسَيَكْفِيكَهُمُ میں کتنے اسم ہیں ۔ میں نے کہا تین پوچھا کیسے ۔ میں نے کہا کاف رسول اللہ ﷺ کے لیے میم کفار کے لیے اور یا یہ اللہ عزوجل کے لیے ہے کہنے لگے تم نے ٹھیک جواب دیا ہے ۔ ہمارے اس شیخ یعنی کسائی نے ہمیں یہ ہی بتایا ہے ۔

ایک شعر کی تشریح:

اس کے بعد انہوں نے محمد سے کہا تم سمجھے؟ اس نے کہا جی ہاں ۔ کہنے لگے اچھا اسی طرح اس کا اعادہ کرو ۔ جس طرح مفضل نے بیان کیا ہے ۔ محمد نے اسی طرح بیان کر دیا ۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا اگر تم کو کچھ دریافت کرنا ہے تو تم ہم سے شیخ کے سامنے پوچھو میں نے کہا جی ہاں امیر المومنین میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے ۔ میں نے کہا فرزوق کا یہ شعر ۔

اخذنا باقاق السماء علیکم　　　لنا قمراها والنجوم الطوالع

کہنے لگے کیا دریافت کرتے ہو ۔ اس کا مطلب تو پہلے ہی ہمارے شیخ نے ہم سے بیان کر دیا ہے لنا قمراھا سے مراد آفتاب و ماہتاب ہیں اس کی مثال سنة العمرین یعنی طریقہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہے میں نے کہا میں کچھ اور بھی اس کے متعلق دریافت کروں ۔ کہنے لگے ہاں پوچھو ۔ میں نے کہا شعرا نے اس ترکیب و ترتیب کو کیوں مستحسن قرار دیا ہے ۔ کہنے لگے دو اسم ایک جنس کے جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک بولنے والوں کی زبان پر زیادہ چڑھ گیا ہو تو وہ اسی کو ترجیح دے کر اصل قرار دے دیتے ہیں اور دوسرے اسم کو اوّل میں شامل کر دیتے ہیں ۔ چونکہ عمر رضی اللہ عنہ کا عہد حکومت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد سے بہت زیادہ تھا ۔ ان کی فتوحات بھی بہت تھیں نیز ان کا نام بھی سہل تر تھا ۔ اس وجہ سے لوگوں نے ان کے نام کو ترجیح دے کر اصل قرار دے لیا ۔ اور اسی نام سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی معنون کر دیا ۔ اس کی دوسری مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول بعد المشرقین ہے ۔ یہاں مراد مشرق و مغرب ہیں ۔ میں نے کہا اس میں اب بھی ایک بات اور دریافت طلب ہے ۔ کہنے لگے ہاں اس مسئلہ میں لوگوں نے ہمارے اس بیان کے علاوہ دوسری تاویل بھی کی ہے ۔

کسائی نے کہا امیر المومنین نے جو معنی بیان کیے ہیں وہ ان تمام اقوال پر حاوی ہیں جو اس کی تاویل میں لوگوں نے کہے ہیں۔ اور اس کا پورا پورا مطلب تو صرف عرب جانتے ہیں۔ اب پھر انہوں نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ کوئی بات اور باقی ہے۔ میں نے کہا وہ غایت تو باقی رہ گئی۔ جس پر شاعر نے فخر کیا ہے۔ پوچھا وہ کیا ہے۔ میں نے کہا شاعر کی مراد آفتاب سے ابراہیم اور ماہتاب سے محمد اور نجوم سے وہ خلفائے راشدین مراد ہیں جو آپ کے نیک بزرگواروں میں سے ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر امیر المومنین نے گردن اٹھا کر دیکھا اور پھر فضل بن الربیع کو حکم دیا کہ وہ ایک لاکھ درہم میرے گھر پہنچا دے تاکہ اس سے میں اپنا قرضہ ادا کر سکوں۔

عمانی شاعر کی قاسم کی ولی عہدی کی سفارش:

نیز انہوں نے اسے یہ بھی حکم دیا کہ جو شاعر آستانہ پر حاضر ہوں ان کو باریاب کیا جائے۔ عمانی اور منصور النمری باریاب کیے گئے۔ رشید نے کہا ان کو میرے قریب لاؤ۔ عمانی یہ شعر پڑھتا ہوا آگے بڑھا:

وقل لامام المقتدی بانه ما قاسم دون مکرمی

ابـن امیــه فــقـد رضینــاه فـقیـم قَسَمــهُ

''اس امام سے جو ساری امت کا پیشوا ہے کہہ دو کہ قاسم کسی طرح بھی ابن ام (مامون) سے کم نہیں ہے۔ ہم نے اسے پسند کیا ہے اب آپ کھڑے ہوں اور اسے بھی ولایت کے عہد کے لیے نامزد کریں''۔

رشید نے کہا۔ تم چاہتے ہو کہ میں اپنی اسی نشست میں قبل اس کے کہ اٹھ جاؤں قاسم کے لیے بیعت لے لوں۔ عمانی نے کہا جی ہاں! قبل اس کے کہ آپ خود ارادتاً اٹھیں نہ یہ کہ آپ کو کسی ضرورت سے اٹھنا پڑ جائے۔ رشید نے حکم دیا کہ قاسم کو بلایا جائے۔ وہ حاضر ہوا اور اب عمانی آہستہ آہستہ اپنا قطعہ گنگنانے لگا۔ رشید نے قاسم سے کہا کہ اس شخص نے مجھے تمہاری ولی عہدی کے لیے بیعت لینے پر آمادہ کیا ہے اسے اس کا بہت بڑا صلہ دو۔ قاسم نے کہا امیر المومنین کا حکم بسر و چشم۔ کہنے لگے ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

نمیری کا قصیدہ:

نمیری آگے آ ؤ۔ وہ ان کے قریب آیا۔ اور اس نے اپنا یہ قصیدہ سنانا شروع کیا۔ ما تنقصی حسرة منا و لا جزع سناتے سناتے جب ان اشعار پر پہنچا:

مـا كـان احسن ایام الشباب وما	ابـغـی حـلاوة ذكـراه التی تدع
مـا كـنـت اوفی شبابی كنه عزته	حتـی مـضـی فـاذالـدنیـا لـه تبع

ترجمہ: ''عہد شباب کس قدر عمدہ تھا کہ جس کے ذکر میں اب تک حلاوت موجود ہے۔ شباب میں تم میں نے اس کا پورا لطف اٹھایا نہیں اور اسی طرح وہ زمانہ گذر گیا اور اب اس دنیا میں کچھ لطف نہیں رہا''۔

رشید کہنے لگے بے شک جب عہد شباب گذر جائے تو پھر دنیا میں کوئی لطف باقی نہیں رہتا۔

ایک اعرابی شاعر کی ملاقات کی درخواست:

ایک مرتبہ سعد بن سلمہ الباہلی رشید کے پاس آیا۔ اس نے ان کو سلام کیا۔ رشید نے اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گیا۔ سعید نے کہا امیر المومنین کے آستانے پر باہلہ کا ایک اعرابی شرف ملاقات کے لیے حاضر ہے۔ میں نے اس سے بہتر شاعر آج تک نہیں دیکھا۔

رشید نے کہا یہ دیکھو عمانی اور منصور النمری ایسے بڑے شاعر یہاں موجود ہیں' ان کی موجودگی میں کیونکر کسی دوسرے شاعر کو باریاب کیا جائے۔ البتہ اگر یہ منظور کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ سعید نے کہا آپ کی خاطر میری اس التجا کو یہ دونوں قبول کر لیں گے۔ آپ اس اعرابی کو بلا تو لیجیے۔

اعرابی شاعر سے ہارون الرشید کی فرمائش:

رشید نے اسے بلا لیا۔ اس وقت اس اعرابی نے ململ کا جبہ پہن رکھا تھا۔ اور یمنی چادر سے اپنی کمر باندھ رکھی تھی۔ اور پھر اسی کو پلٹا کر اپنے کاندھوں پر ڈال دیا تھا۔ نیز وہ عمامہ باندھے تھا۔ جس سے اس نے اپنے دونوں رخسار باندھ رکھے تھے۔ اور اس کا ایک سرا چھوڑ رکھا تھا۔ یہ اسی ہیئت کے ساتھ امیر المومنین کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔ کرسیاں ڈال دی گئی ان پر کسائی۔ مفضل ابن سلم اور فضل بن الربیع بیٹھ گئے ابن سلم نے اس اعرابی سے فرمائش کی امیر المومنین کی شان میں کچھ سناؤ۔ اس نے بے ساختہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔ امیر المومنین کہنے لگے تم نے بہت خوب شعر سنائے ہیں۔ اگر یہ شعر خود تمہاری تصنیف ہیں۔ تو اب تم ان دونوں یعنی امین اور مامون کی تعریف میں ہماری خاطر کچھ کہہ کر سناؤ۔ وہ دونوں اس وقت امیر المومنین کے دونوں جانب متمکن تھے۔ اعرابی کہنے لگا آپ نے میرے ذمے ایسا مشکل کام دیا ہے کہ جس کے لیے میں پہلے سے قطعاً تیار نہ تھا۔ علاوہ بریں آپ کا رعب فی البدیہ کہنے کا اضطراب اور قوافی کا نفور میری راہ میں حائل ہیں۔ مجھے جناب والا اتنی مہلت عطا فرمائیں کہ میں توانی کو سوچ لوں اور آپ کا رعب داب میرے قلب سے دور ہو۔ تو میں عرض کروں۔ رشید نے کہا ہم تم کو مہلت دیتے ہیں اور جس خوبی سے تم نے اپنی مشکلات بیان کی ہیں اسی کو تمہارا امتحان قرار دیتے ہیں۔ اعرابی نے کہا امیر المومنین اب میں نے سانس لے لیا ہے اور میدان مار لیا ہے۔ یہ شعر حاضر ہیں:

هما طنباها بارك اللّٰه فيهما	و انت امير المومنين عمودها
بنيت بعبد اللّٰه بعد محمد	ذرى قبة الاسلام فاهتر عمودها

ترجمہ: ''وہ دونوں خلافت کی دو کرسیاں ہیں۔ اللہ ان میں برکت دے اور آپ خلافت کی اصلی تھونی ہیں۔ آپ نے پہلے محمد اور اس کے بعد عبداللہ کو ولی عہد مقرر کر کے اسلام کے قبہ کو اس قدر سربلند کر دیا ہے کہ وہ شان کے ساتھ جھوم رہا ہے''۔

اعرابی شاعر پر عنایت:

رشید نے اشعار سن کر کہا تم نے بہت خوب کہا ہے اللہ تم کو برکت دے۔ اچھا جو چاہو مانگو۔ مگر یہ خیال رہے کہ جس قدر عمدہ شعر تم نے کہے ہیں اسی کے مناسب سوال بھی ہو۔ اعرابی نے کہا امیر المومنین سو۔ رشید مسکرائے اور حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم اور سات پارچے اسے دیئے جائیں۔

قاسم کا ہارون الرشید سے شکوہ:

بیان کیا گیا ہے کہ ولی عہد مقرر ہونے سے پہلے ایک مرتبہ قاسم رشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رشید نے اس سے کہا کہ اس معاملہ میں مامون تمہارا کچھ خیال رکھے گا۔ قاسم نے کہا اندیشہ یہ ہے کہ وہ بالکل ہی محروم کر دے گا اسی طرح ایک مرتبہ اور بھی رشید نے قاسم سے کہا تھا کہ میں نے تمہارے متعلق امین اور مامون کو وصیت کر دی ہے۔ قاسم نے کہا جناب والا ان کے لیے تو جناب نے

سارے انتظامات کر دیئے ہیں اور مجھے دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔

اہل مدینہ کے لیے وظائف وعطیات:

مصعب بن عبداللہ الزبیری کہتا ہے۔ رشید مدینۃ رسول ﷺ آئے ان کے دونوں بیٹے محمد الامین اور عبداللہ المامون ہمرکاب تھے۔ مدینہ میں انہوں نے سب کو عطا دی اور اس سال انہوں نے مدینہ کے مرد عورتوں میں تین عطائیں تقسیم کیں۔ جس کی مجموعی مقدار دس لاکھ پچاس ہزار دینار ہوئی۔ نیز انہوں نے اس سال مدینہ کے پانچ سو سر برآوردہ موالی کے وظائف مقرر کیے اور ان میں سے بعض، جیسے یحییٰ بن مسکین ابن عثمان اور مخراق بنی تمیم کے موالی کے جو مدینہ میں قرآن کا درس دیتا تھا مناصب مقرر کر دیئے۔

اسحٰق الموصلی بیان کرتا ہے کہ جب رشید نے اپنے بیٹوں کے لیے بیعت لی تو بیعت کرنے والوں میں عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ جب یہ بیعت کرنے بڑھا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

لا قصرا عنها ولا بلغتهما حتى يطول على يدلك طوالها

ترجمہ: ''جب تک کہ آپ کے ہاتھ میں عنان خلافت ہے۔ خدا نہ کرے کہ وہ دونوں اس سے محروم ہو جائیں یا وہ ان کو ہمدست ہو جائے''۔

رشید اس کی اس برمحل مثال کو سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کو بہت زیادہ صلہ دیا یہ شعر طرح بن اسمٰعیل کا ہے۔ جو اس نے ولید بن مزید اور اس کے دونوں بیٹوں کے متعلق کہا تھا۔ ابوالشیص اور ابونواس حسن بن ہانی نے رشید کے مرثیے لکھے، بیان کیا گیا ہے کہ ہارون کی موت کے وقت بیت المال میں نو کروڑ سے زیادہ تھے۔

باب ۴

خلیفہ محمد الامین

امین کی بیعت:

اس سال محمد الامین بن ہارون کی خلافت کے لیے رشید کے پڑاؤ میں بیعت لی گئی۔ اس وقت عبداللہ المامون بن ہارون مرو تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ مہدی کے مولیٰ حمویہ نے جو طوس میں عامل پٹہ تھا۔ ابومسلم اپنے مولیٰ کو جو بغداد میں اس کا نائب برید اور خبر رساں تھا۔ رشید کی موت کی اطلاع بھیجی۔ ابومسلم محمد کے پاس آیا اس نے رشید کی موت کی تعزیت کی۔ اور ان کو خلافت کی مبارکباد دی۔ سب سے پہلا شخص یہی تھا جس نے امین سے تعزیت کی۔ اور ان کو مبارکباد دی۔ اس کے بعد بدھ کے دن ۱۴/ جمادی الآخر کو رجاء خدمت گار جسے صالح بن الرشید نے امین کے پاس رشید کی خبر مرگ اور ان کی خلافت کی اطلاع دینے کے لیے بھیجا تھا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رجاء جمعرات کی شب میں ۱۵/ جمادی الآخر کو امین کی خدمت میں پہنچا تھا۔ جمعہ کے دن یہ خبر مشہور کی گئی۔ جمعرات کے سارے دن اور شب جمعہ اس خبر کو پوشیدہ رکھا گیا۔ تمام لوگ رجاء کے آنے کی وجہ کو ایک دوسرے سے پوچھتے رہے۔

امین کا خطبہ:

جس وقت صالح کا خط امین کو رجاء کے ہاتھ موصول ہوا۔ جس میں رشید کی وفات کی خبر درج تھی وہ اپنے خلد والے قصر میں قیام پذیر تھے۔ خط کے موصول ہوتے ہی وہ شہر کے اندر ابوجعفر کے قصر میں منتقل ہو گئے اور انہوں نے سب لوگوں کو جمعہ کے دن حاضری کا حکم دیا۔ تمام لوگ حاضر ہوئے۔ امین نے ان کو نماز پڑھائی۔ نماز پوری کرنے کے بعد وہ منبر پر بیٹھے اللہ کی حمد اور رسول اللہ کی ثنا کے بعد انہوں نے حاضرین کو رشید کی خبر مرگ سنائی اور اپنے آپ کو اور تمام لوگوں کو صبر کرنے کی تلقین کی۔ ان سے حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ ان کو بڑی بڑی امیدیں دلائیں اور سب کالے اور گوروں کو عام معافی دی۔ ان کے اکثر اہل خاندان۔ مقربین خاص موالی اور فوجی اور ملکی امراء اور سرداروں نے اسی وقت ان کی بیعت کر لی۔ جو لوگ بیعت نہ کر سکے۔ ان سے بیعت لینے کے لیے انہوں نے اپنے باپ کے چچا سلیمان بن ابی جعفر کو مقرر کر دیا اور بقیہ تمام حاضرین نے ان کے لیے سلیمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ انہوں نے سندی کو حکم دیا کہ وہ تمام دوسرے فوجی عہدیداروں اور فوج سے بیعت لے لے اور اس باقاعدہ سپاہ کے لیے جو مدینۃ السلام میں موجود تھی، حکم دیا کہ ان کو دو سال کے لیے معاش ایک دم دے دی جائے۔ نیز اپنے خاص آدمیوں کو بھی انہوں نے دو سال کی معاش یکمشت عطا کی۔

اس سال امین اور مامون میں اختلاف کی ابتداء ہوئی اور باوجود اس عہد و پیمان کے، جو ان کے باپ نے دونوں سے ایک دوسرے کے متعلق لیا تھا۔ جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔

امین و مامون کی کشیدگی:

ہم پہلے اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ جب رشید خراسان کے لیے روانہ ہوئے تو انہوں نے ان تمام امراء اور دوسرے

لوگوں کو جو اس سفر میں ان کے ساتھ تھے مامون کے لیے جدید بیعت لی۔ نیز اس بات کا فیصلہ کیا کہ جس قدر با قاعدہ سپاہ ان کے ساتھ ہے وہ سب مامون کے ساتھ کر دی جائے اور جس قدر مال و متاع اسلحہ اور دوسرا سامان ان کے ساتھ ہے وہ بھی سب مامون کا ہے۔

امین کی بکر بن المعتمر کو ہدایات:

جب امین کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کے باپ کے مرض نے شدید صورت اختیار کر لی ہے اور وہ اس سے جانبر نہ ہو سکیں گے۔ اس نے روزانہ ان کی کیفیت مزاج سے اطلاع دینے کے لیے ایک ایک شخص کو ان کے پاس بھیج دیا۔ اس کام کے لیے اس نے بکر بن المعتمر کو رشید کے پاس بھیجا اور اسے کئی خط متعدد لوگوں کے نام لکھ کر دیئے۔ ان خطوں کو اس نے صندوقوں کے کھوکھلے پایوں کے اندر رکھ کر اوپر سے گائے کی کھال منڈھ دی۔ اور اسے حکم دیا کہ جب تک امیر المومنین کا انتقال نہ ہو جائے۔ وہ نہ اپنے آنے کی غرض بیان کرے اور نہ ان خطوط کی اطلاع کسی شخص کو بھی دے۔ چاہے وہ خود امیر المومنین ہوں یا ان کے پڑاؤ کا کوئی دوسرا شخص ہو چاہے اس میں اس کی جان ہی جاتی رہے۔ البتہ جب ان کا انتقال ہو جائے تب وہ ہر شخص کے نام کا خط اس کے حوالے کر دے۔

بکر بن المعتمر کی اسیری:

بکر طوس آیا۔ رشید کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے اس کو بلا کر آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا مجھے محمد نے اس لیے بھیجا ہے کہ میں روزانہ آپ کی کیفیت مزاج سے ان کو اطلاع دیتا رہوں۔ رشید نے پوچھا۔ تمہارے پاس کوئی خط ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ رشید نے حکم دیا اس کے تمام سامان کی تلاشی لی جائے۔ مگر تلاشی کے بعد بھی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ رشید نے کہا سیدھے سیدھے بتا دو۔ ورنہ خوب پٹواؤں گا۔ اس پر بھی اس نے کسی بات کا اقرار نہیں کیا۔ اب انہوں نے اسے قید کر دیا۔

بکر بن المعتمر کے قتل کا حکم:

جس رات کو ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے فضل بن الربیع کو حکم دیا کہ تم بکر بن المعتمر کے پاس جاؤ۔ اور اس سے دریافت کرو۔ اگر وہ اقرار کرے تو خیر ورنہ اس کی گردن مار دو۔ فضل اس کے پاس آیا۔ اس نے پھر اس سے اقرار لینا چاہا۔ مگر اس نے کسی بات کا اقرار نہیں کیا۔ اتنے میں ہارون پر غشی طاری ہوئی۔ جس کی وجہ سے عورتوں نے نالہ و شیون شروع کر دیا۔ فضل نے اس گریہ کو سن کر بکر کے قتل سے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اور جلدی سے ہارون کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد ان کو افاقہ ہو گیا۔ مگر اب وہ اس قدر ضعیف ہو گئے تھے اور موت کا احساس طاری ہو چکا تھا۔ کہ وہ بکر وغیرہ سب کو بھول چکے تھے اس کے بعد دوبارہ ان پر ایسی غفلت طاری ہوئی کہ سب نے خیال کیا کہ اب وہ ختم ہو گئے گریہ کا ایک شور برپا ہو گیا۔

بکر بن المعتمر کی فضل بن الربیع سے درخواست:

اسے سن کر بکر بن المعتمر نے عبداللہ بن ابی نعیم کے ہاتھ اپنا ایک رقعہ فضل بن الربیع کو بھیجا اور اس سے درخواست کی کہ تم اس معاملہ میں عجلت نہ کرو۔ میں تم کو بتاتا ہوں کہ میرے پاس ایسی چیزیں ہیں جن کے علم کی تم کو ابھی ضرورت پیش آئے گی۔ بکر حسین خدمت گار کے پاس قید تھا۔ جس وقت رشید کا انتقال ہو گیا فضل نے اسی وقت بکر بن المعتمر کو بلا بھیجا اور پوچھا کیا ہے اس نے اس اندیشہ سے کہ مبادا رشید زندہ ہوں راز کے ظاہر کرنے سے میری جان خطرہ میں پڑ جائے اب بھی انکار ہی کیا۔

بکر بن المعتمر کی رہائی:

البتہ جب اسے صحیح طور پر رشید کی موت کا علم ہو گیا اور خود اسے دکھایا گیا تب اس نے کہا میرے پاس امیر المومنین محمد کے متعدد خط ہیں۔ مگر جب تک میں حالت قید و بند میں ہوں میرے لیے ان کا نکالنا جائز نہیں حسین نے تو اس کے چھوڑنے سے انکار کر دیا مگر فضل نے اسے رہا کر دیا۔

امین کے امراء کے نام خطوط:

تب اس نے وہ خط لا کر ان کو دیئے۔ یہ خط پکانے کے برتنوں کے صندوقوں کے پایوں میں جن پر گائے کی کھال منڈھی تھی' بحفاظت رکھے تھے۔ اس نے ہر شخص کے نام کا خط اس کو دے دیا۔ اسی میں ایک خط خود امین کا قلمی حسین خدمت گار کے نام تھا۔ جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ بکر بن المعتمر کو رہا کر دے۔ بکر نے وہ خط حسین کو دے دیا۔ ایک خط عبداللہ المامون کے نام تھا جسے بکر نے اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ تاکہ اسے مامون کے پاس مرو بھیج دے۔ اب سب نے صالح کو بلانے کے لیے قاصد بھیجا۔ یہ طوس میں اپنے باپ کے ساتھ اور رسید کے ان سب لڑکوں میں جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ سب سے بڑا تھا۔ وہ اسی وقت ان سب کے پاس آ گیا اس نے اپنے باپ کو دریافت کیا۔ لوگوں نے ان کے مرنے کی اسے اطلاع دی۔ سنتے ہی اس نے سخت جزع وفزع کا اظہار کیا۔ اب لوگوں نے اسے اس کے بھائی محمد کا وہ خط جو بکر لایا تھا دیا جو لوگ ان کی موت کے وقت ان کے پاس موجود تھے' انہیں نے ان کی تجہیز و تکفین کا سارا انتظام کیا۔ ان کے بیٹے صالح نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔

امین کا مامون کے نام خط:

جب تم کو میرا خط موصول ہو تم اس مصیبت پر جو امیر المومنین کی موت کی ہم پر پڑی ہے صبر کرنا۔ موت وہ ہے جو بہر حال سب کو آئے گی اور آئی ہے۔ اس وقت تمہارے مجھ سے دور ہونے کا مجھے قلق ہے چونکہ اللہ نے امیر المومنین کے لیے دنیا اور آخرت میں سے بہتر مقام آخرت کو پسند فرمایا اور ان کو دنیا و دین کا وافر حصہ دینا چاہا اس لیے اس نے ان کو پاک کر کے اس دنیا سے اٹھا لیا۔ ان شاء اللہ ان کی سعی کو مشکور کرے گا۔ اور ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ اب تم پوری دانائی اور ارادے کے ساتھ اپنی بات کے استحکام کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور فوراً اپنے بھائی کے لیے اپنے لیے اس کی حکومت کے لیے اور تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ ایسا ہرگز نہ ہونے دینا کہ امیر المومنین کی موت کے صدمہ سے تم مغلوب ہو جاؤ۔ کیونکہ اس سے اجر ساقط ہو جاتا ہے اور نتیجہ میں گرانی حاصل ہوتی ہے۔

میں زندگی اور موت ان کی دونوں حالتوں میں امیر المومنین کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ ہم اللہ کے لیے ہیں اور وہیں پلٹ کر جائیں گے وہاں جس قدر امراء فوج باقاعدہ اور خاص و عام لوگ ہوں اور ان سے اپنے بھائی کے لیے پھر اپنے لیے پھر قاسم بن امیر المومنین کے لیے اسی عہد کے مطابق جو امیر المومنین نے تمہارے لیے سب سے لے لیا ہے بیعت لے لو اور سب کو یہ بتا دو کہ میرا طرز عمل یہ رہے گا کہ ان کی بھلائی کے لیے کوشاں رہوں' ان کی ضروریات کو پورا کروں اور ان پر عطاء و اکرام کروں۔ بیعت لیتے وقت جس شخص کی اطاعت پر تم کو شبہ ہو اسے قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھیج دو اور اس کی کیفیت سے اطلاع دو۔ کسی ایسے شخص کو کبھی معاف نہ کرنا۔ کیونکہ اس کے لیے جہنم اس دنیا سے بہتر جگہ ہے۔

اپنے علاقوں کے تمام عمال کو اور اپنی سپاہ کے تمام سرداروں کو امیر المومنین کی موت کی اطلاع لکھ بھیجنا اور اس میں لکھ دینا کہ چونکہ اللہ نے ان کے لیے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ ان کے اعمال حسنہ کا اجر صرف دنیا میں دے۔ اس وجہ سے اللہ نے ان کو اپنی جنت اور آسائش و راحت سے بہرہ ور کرنے کے لیے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور ان شاء اللہ وہ اپنے تمام جانشینوں کو اپنی زیر قیادت جنت میں لے جائیں گے ان کو حکم دینا کہ وہ اپنی سپاہ اور خاص و عام لوگوں سے حسب ہدایت مذکورۃ الصدر بیعت لے لیں گے۔ ان کو تاکید کرنا کہ وہ اپنی سرحدوں کی پوری طرح حفاظت کریں اور دشمن کے لیے ہمیشہ تیار رہیں۔ میرے قلب کو ان کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ میں ان کی حاجت برآری اور ان کے ساتھ احسان و اکرام کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو کہ میں اپنی سپاہ اور اپنے مددگاروں کی تقویت میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔

جتنے مراسلے تم اپنے عاملوں کو ارسال کرو ان سب کا مضمون عام ہوتا کہ وہ علی الاعلان پڑھ دیا جائے اس طرح وہ مطمئن ہو جائیں گے اور ان کی توقعات بڑھ جائیں گی۔ اور میں تم کو حکم اور اختیار دیتا ہوں کہ تم اپنی سپاہ کے ساتھ عام اس سے کہ وہ تمہارے پاس ہو یا تم سے دور ہو۔ حسب ضرورت اپنی صوابدید پر جو چاہو سلوک کرو اور یہ اختیار تم کو اس لیے ہے کہ مجھ کو معلوم ہے کہ تم دور اندیش مصلحت بین اور صائب الرائے ہو۔ میں تم کو اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں اور اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تمہاری وجہ سے میرے بازو قوی کر دے اور میری بات بنا دے کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اس کے تمام اسباب موافق بھی خود ہی بہم پہنچاتا ہے۔

یہ خط بکر بن المعتمر نے شوال ۱۹۳ھ میں میرے سامنے اور میری املا کے مطابق لکھا۔

امین کا صالح کے نام خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے حکم اور علم کے مطابق اور اس قانون کے مطابق جو اس کے خلفاء اولیاء انبیاء مرسلین اور ملائکہ مقربین میں جاری ہے کہ کُلُّ شَیْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. اس کی ذات کے ماسوا ہر شے ہلاک ہونے والی ہے۔ اسی کو حکومت حاصل ہے اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ امیر المومنین کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا جب تم کو میرا یہ خط موصول ہو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا کہ اللہ نے اپنے ثواب عظیم سے بہرہ مند ہونے کے لیے اور اپنے انبیاء علیہم السلام کی مصاحبت اور رفاقت کے لیے امیر المومنین کو اپنے پاس بلا لیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کریم محمد ﷺ کی امت پر امیر المومنین کا صحیح جانشین مقرر کرے۔ امیر المومنین اپنی زندگی میں مسلمانوں کے جائے پناہ تھے۔ اور ان پر نہایت شفیق اور مہربان تھے۔ اب بغیر کسی تاخیر اور انتظار کے تم اپنی حکومت کے انتظام کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ چونکہ تمہارے بھائی نے تم کو اس کام کے لیے منتخب کیا ہے۔ تم کو چاہیے کہ تم اس انتخاب کو حق بجانب ثابت کرو۔ ہم اللہ سے توفیق طلب کرتے ہیں۔

امیر المومنین کے بیٹوں' اہل بیت' موالیوں اور دوسرے خاص و عام متعلقین میں سے جو لوگ وہاں ہوں ان سے معاہدہ کے مطابق جو امیر المومنین نے اپنی زندگی میں ترتیب دیا تھا محمد بن امیر المومنین' پھر عبداللہ بن امیر المومنین کے لیے اس کے بعد قاسم بن امیر المومنین کے لیے اس شرط پر کہ قاسم کے تقرر کا فسخ اور اثبات عبداللہ کے اختیار میں رہے بیعت لے لو ہم سب کے لیے سعادت و برکت اسی میں ہے کہ امیر المومنین کے عہد حکومت کے مطابق بیعت لی جائے اور تمام لوگوں کو یہ بتا دیا جائے کہ

میں ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں ان کی شکایات کو رفع کروں گا۔ ان کے حالات سے باخبر رہوں گا۔ ان کے یومیے اور عطا ان کو دوں گا اگر اس بارے میں کوئی مفسد فتنہ برپا کرے فوراً تم اس کو ایسی سخت سزا دینا جو دوسروں کے لیے عبرت ہو۔

امیر المومنین کی اولاد خادموں اور بیویوں کو فضل بن الربیع کی نگرانی میں دینا اور اسے حکم دینا کہ وہ اپنی فوج اور متعلقین کے ساتھ ان سب کو لے کر روانہ ہو جائے فرودگاہ کا تمام انتظام اور نگرانی عبداللہ بن مالک کے سپرد کرنا وہ ایسا شخص ہے کہ اس پر اس معاملہ میں پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ نیز سب لوگ اسے پسند کرتے ہیں۔ کوتوالی کی جو باقاعدہ جمعیت اور بے قاعدہ جمعیت وہاں ہو اس سب کو اس کے تحت کر دینا اور حکم دینا کہ وہ اس فرقہ کو پنی جمعیت کے ساتھ ملا لے اور دن اور رات میں ہروقت نہایت حزم اور مستعدی کے ساتھ فرودگاہ کی حفاظت کرتا رہے کیونکہ ہماری اس حکومت کے دشمن اور معانداس مصیبت کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر کہیں جارحانہ کارروائی نہ کریں۔

حاتم بن ہرثمہ کو اس کے موجودہ عہدہ پر برقرار رکھنا اور امیر المومنین کے محلوں کی نگرانی کا حکم دینا جس طرح اس کے باپ کی وفاداری اور اخلاص ہمیشہ خلفاء کی نگاہ محمود رہا ہے۔ اس طرح یہ بھی اپنے باپ کی طرح مطیع اور مرید ہے۔ تمام خدمت گاروں کو حکم دینا کہ وہ بھی اپنے اپنے متعلقین اور فرقوں کو اس موقع پر حا[ضر] رکھیں۔ تا کہ حسب ضرورت ان کی خدمات سے کام لیا جا سکے۔ اسد بن یزید بن مزید کو اپنے مقدمہ پر اور یحییٰ بن معاذ کو اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ ساقہ لشکر [پر] مقرر کرنا اور ان کو ہدایت کر دینا کہ وہ دونوں باری باری رات میں تمہاری خدمت میں حاضر ہوتے رہیں۔ ہمیشہ شاہراہ اعظم پر سفر کرنا جو منازل مقررہ ہیں۔ ان سے ہرگز تجاوز نہ کرنا اس میں تم کو آرام ملے گا اسد بن یزید سے کہنا کہ وہ اپنے خاندان یا فوجی عہدیداروں میں سے کسی ایک شخص کو منتخب کر کے اپنے آگے بھیج دے تا کہ وہ منزلوں کو اور حسب ضرورت راستے کی مرمت اور اصلاح کرتا رہے جن لوگوں کے نام میں نے لکھے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی وہاں موجود نہ ہو تو اس کی جگہ تم کسی دوسرے مناسب اور معتمد علیہ شخص کو مقرر کر لینا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی موزوں آدمی کے تقرر میں تم کو کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔ کوئی کام بغیر فضل بن الربیع کے مشورے کے ہرگز نہ کرنا۔ جس شخص کے پاس جو کچھ نقد و جنس اسلحہ اور سامان کی شکل میں ہو۔ اسے اسی طرح اس کے قبضے میں رہنے دینا اور تاوقتیکہ تم میرے پاس نہ پہنچ جاؤ۔ تم اس کے متعلق کسی سے کوئی تعرض نہ کرنا۔

میں نے بکر بن المعتمر کے ذریعہ جو ہدایات تم کو بھیجی ہیں وہ تم سے کہہ دے گا۔ ان ہدایات پر حسب مقتضا و ضرورت اپنی صوابدید پر عمل کرنا۔ اگر تم اہل لشکر کو یومیہ یا عطا دینا چاہو تو اس کی تقسیم فضل بن الربیع کی نگرانی میں کرنا۔ تا کہ وہ اپنی ضمانت اور ذمہ داری پر رقم تقسیم کرے۔ سیاہہ نویسوں کے سامنے ہر ایک رقم کا اندراج سیاہہ میں کرا دے۔ یہ کام فضل کے متعلق اس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے اسی قسم کے اہم اور ذمہ دارانہ فرائض کو انجام دیتا رہا ہے میرے اس خط کے پہنچتے ہی تم اسمٰعیل بن صبیح اور بکر بن المعتمر کو ڈاک کے ذریعہ میرے پاس روانہ کر دینا اور جہاں تم ہو میرے اس خط کے موصول ہوتے ہی بغیر کسی تاخیر اور مہلت کے تم اپنے تمام لشکر اور مال اور خزانوں کو لے کر میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہو جانا۔ اللہ ہر تکلیف کو تم سے دور رکھے اور تمہاری تائید کرے۔

اس خط کو بکر بن المعتمر نے میری املا کے مطابق میرے سامنے ماہ شوال ۱۹۲ھ میں لکھا۔

عصا و مہر خلافت کی روانگی بغداد:

ہارون کے دفن ہونے کے بعد رجاء خدمت گار عصائے خلافت' مہر خلافت اور چادر لے کر ان کی موت کی اطلاع دینے وہاں سے روانہ ہو کر جمعرات کی شب میں یا دوسرے بیان کے مطابق بدھ کے دن بغداد آیا اور جو کچھ بغداد آ کر اس نے کیا اسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اسحٰق بن عیسیٰ بن علی کی تقریر:

بیان کیا گیا ہے کہ جب ہارون کی خبر مرگ بغداد آئی' اسحٰق بن عیسیٰ بن علی منبر پر تقریر کرنے چڑھا۔ اس نے حمد وثنا کے بعد کہا۔ کہ اس وقت ہم کو نہایت سخت مصیبت پیش آئی ہے اور اس کا نہایت ہی بہتر عوض ملا ہے ہمیں ایسے شخص کی موت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے جس کی نظیر نہیں اور ان کے عوض میں ہمیں ایسا شخص ملا ہے کہ اس کی بھی مثال نہیں۔ اس کے بعد اس نے لوگوں کو ہارون کی موت کی اطلاع دی اور ان کو بیعت کے لیے ترغیب وتحریص کی۔

حسین بن مصعب اور فضل بن سہل کی گفتگو:

فضل بن سہل نے بیان کیا ہے کہ اس سفر میں خراسان کے عمائد ہارون کے استقبال کو آئے تھے۔ ان میں حسین بن مصعب بھی تھا۔ یہ مجھ سے بھی ملا اور اس نے کہا کہ ہارون تو دو ایک دن میں مر جائیں گے محمد بن رشید کی بات کمزور معلوم ہوتی ہے۔ البتہ تمہارے آقا کے لیے اچھا موقع ملا ہے۔ لاؤ ہاتھ پھیلاؤ۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اس نے مامون کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے چند روز کے بعد وہ پھر میرے پاس آیا اس وقت اس کے ہمراہ خلیل بن ہشام بھی تھا۔ حسین نے مجھ سے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اس پر تم پوری طرح اعتماد کر سکتے ہو اس سے بھی بیعت لے لو۔

مامون کی مراجعت مرو:

اس وقت مامون سمرقند کے ارادے سے مرو سے روانہ ہو کر خالد بن حماد کے قصر میں جو مرو سے ایک فرسنگ پر واقع ہے خود پہلے آ گیا تھا۔ اور اس نے عباس بن المسیب کو حکم دیا تھا کہ وہ تمام فوج کو لے کر اس کی فرودگاہ میں اس سے آ ملے۔ اسی اثناء میں خدمت گار اسحٰق ہارون کی خبر مرگ لے کر عباس کے پاس آیا۔ عباس کو اس کا اس وقت آنا ناگوار گزرا۔ اس نے مامون کو جا کر اس کے آنے کی اطلاع دی۔ مامون مرو واپس آیا اور ابو مسلم کے قصر میں جو بطور سرکاری محل کے استعمال ہوتا تھا' آ کر منبر پر اس نے رشید کی موت کی خبر سنائی۔ اپنے کپڑے چاک کر لیے اور پھر منبر سے اتر آیا۔ لوگوں میں مال بٹوایا۔ محمد کے لیے اور پھر اپنے لیے بیعت لی اور تمام فوج کو ایک سال کی تنخواہ عطیہ دی۔

امراد رسیاہ کی مراجعت بغداد:

جب ان امرائے سپاہ اور ہارون کے اولاد نے جو طوس میں تھے۔ اپنے اپنے نام کے خط جو محمد نے ان کو بھیجے تھے۔ پڑھے تو اب انہوں نے محمد کے ساتھ مل جانے کا باہمی مشورہ سے تصفیہ کیا۔ اس موقع پر فضل بن الربیع نے کہا کہ میں تو اس فرماں روا کو جو موجود ہے اس شخص کی خاطر جس کے متعلق معلوم نہیں کہ کیا ہوگا۔ نہیں چھوڑتا اور اب اس نے سب کو کوچ کا حکم دے دیا۔ تمام لوگ بغداد آنے پر صرف اس لیے آمادہ ہو گئے کہ وہ چاہتے تھے کہ اپنے اہل وعیال کے پاس چلے آئیں۔ اس وجہ سے انہوں نے ان عہود

کا مطلق لحاظ نہیں رکھا۔ جوان سے مامون کے لیے گئے تھے۔

اس کی اطلاع مرو میں مامون کو ہوئی۔ اس نے اپنے باپ کے ان امراء کو جوان کے ہمراہ تھے اپنے پاس بلایا ان میں عبداللہ بن مالک' یحییٰ بن معاذ' شبیب بن حمید بن قحطبہ' علا ہارون کا مولیٰ عباس بن المسیب بن زہیر' اس کا کوتوال' ایوب بن ابی سمیر اس کا میر منشی تھے۔ اس کے اعزا میں عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح اور ذوالریاستین تھے۔ مامون کی نظر میں اسی کی سب سے زیادہ عظمت اور وقعت تھی۔ اور وہی ان کا سب سے زیادہ معتبر اور خاص آدمی ۔۔ مون نے ان کو تمام واقعہ کی اطلاع دی اور مشورہ لیا۔

ذوالریاستین کی خط بھیجنے کی تجویز:

دوسرے سب لوگوں نے تو یہ مشورہ دیا کہ آپ خود دو ہزار شہ سواروں کو لے جائیں اور ان کو جالیں اور پلٹا لائیں۔ اس کے لیے ایک جماعت نامزد بھی ہوگئی۔ مگر ذوالریاستین نے مامون سے جا کر کہا کہ اگر آپ نے ان لوگوں کے مشورہ پر عمل کیا تو یہ سب کے سب محمد کے پاس چلے جائیں گے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کے نام ایک خط لکھیں اسے اپنے نامہ بر کے ہاتھ بھیج دیں اس خط میں ان کو ان کی بیعت کی ذمہ داری یاد دلائی جائے اور کہا جائے کہ وہ اس کا ایفا کریں۔ اور ان کو نقض بیعت کی اس ذمہ داری سے جوان پر اس دنیا و آخرت میں عائد ہوگی ڈرایا جائے۔

سہل بن سعد کی روانگی:

ذوالریاستین کہتا ہے' میں نے مامون سے کہا آپ کے خط اور نامہ بر کا وہی اثر ہوگا جو آپ کے جانے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح بہر حال ان کا عندیہ معلوم ہو جائے گا۔ اس کام کے لیے آپ سہل بن صاعد اپنے جمعدار کو' جسے آپ کی ذات سے بہت توقعات ہیں اور جن کے حاصل ہونے کی اسے امید بھی ہے بھیج دیجیے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ آپ کی خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہ کرے گا۔ نیز آپ خدمت گار نوفل امیر المومنین کے مولیٰ کو جو بڑا عقلمند ہے اس کام کے لیے بھیج دیں۔ چنانچہ مامون نے حسب مشورہ ایک خط لکھ کر ان دونوں کو دے کر روانہ کر دیا۔ یہ دونوں نیسا پور میں اس جماعت کے پاس جا پہنچے۔ انہوں نے ابھی صرف تین منزلیں طے کی تھیں۔

سہل بن سعد سے بدسلوکی:

سہل بن ساعد کہتا ہے۔ جب میں نے فضل بن الربیع کو مامون کا خط دیا تو وہ کہنے لگا میں تنہا تو نہیں ہوں میں بھی جماعت کا ایک فرد ہوں۔ عبدالرحمٰن بن جبلہ نے نیزہ تان کر اسے میرے پہلو میں چبھو دیا اور کہنے لگا کہ تم اپنے صاحب سے جا کر کہہ دو کہ اگر تم یہاں ہوتے تو میں تمہارے منہ میں نیزہ کر دیتا۔ یہ ہی میرا جواب ہے نیز اس نے مامون کے لیے سخت الفاظ بھی استعمال کیے۔ میں نے آ کر سارا واقعہ بیان کر دیا۔

فضل بن سہل اور مامون کی گفتگو:

اسے سن کر فضل بن سہل نے مامون سے کہا اچھا ہوا وہ لوگ چلے گئے۔ آپ کو ان کی طرف سے اطمینان ہو گیا لیکن ایک بات میں آپ کو کہتا ہوں اسے اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ اس سلطنت کی طاقت و شوکت منصور کے عہد سے بڑھ کر کسی عہد میں نہ تھی۔ مقنع نے جو اپنی ربوبیت کا مدعی تھا۔ یا جیسا کہ دوسروں نے بیان کیا ہے کہ وہ ابو مسلم کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہوا تھا' ان کے خلاف خروج کیا۔

چونکہ اس نے خراسان میں خروج کیا تھا۔ اس وجہ سے خود منصور کے قیام گاہ میں ہلچل پڑ گئی تھی مگر بہر حال اللہ نے اس فتنہ کو فرو کر دیا۔ اس کے بعد یوسف البرم نے جس کو بعض مسلمان کافر سمجھتے ہیں خروج کیا۔ اللہ نے اس کے فتنہ کو بھی فرو کر دیا۔ اس کے بعد استاذ سیس نے جو کفر کا داعی تھا خروج کیا اس کے مقابلہ کے لیے مہدی رے سے نیساپور تک آئے۔ مگر اللہ نے اس فتنہ سے سلطنت کو محفوظ رکھا۔ مگر اب جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں وہ بڑی بات ہے۔ اچھا یہ تو بتایئے کہ جب رافع کی بغاوت کی خبر دربار میں پہنچی تو لوگوں پر کیا اثر تھا۔ مامون نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس خبر سے سخت پریشان ہو گئے تھے۔

فضل بن سہل کا مامون کو مشورہ:

فضل نے کہا اب دیکھئے کہ اگر آپ خروج کر دیں اور آپ اپنے ننھیال میں ہیں اور آپ کی بیعت کی ذمہ داری بھی ان پر لازم ہے تو اہل بغداد کا کیا حال ہو۔ ذرا انتظار کیجیے اور اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آپ کی خلافت کی ضمانت کرتا ہوں۔ مامون نے کہا میں اس تجویز کو منظور کرتا ہوں۔ اور اس کے متعلق تمام کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اب تم اسے سرانجام دو۔ فضل بن سہل نے کہا میں آپ سے صحیح طور پر یہ بات کہتا ہوں جس میں کوئی دھوکہ نہیں ہے کہ اگر عبداللہ بن مالک یحییٰ بن معاذ اور دوسرے فلاں اور فلاں بڑے سپہ سالار آپ کے لیے اس معاملہ کو سرانجام دینے کے لیے کھڑے ہو جائیں تو وہ اپنی ذاتی ریاست اور فوجی طاقت کی وجہ سے میرے مقابلہ میں آپ کے لیے زیادہ سودمند ہوں گے۔ اور جو شخص بھی اس کام کے لیے کھڑا ہو گا۔ اور خدمت کے لیے کھڑا ہو گا۔ میں اس کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ اور جب آپ کا مقصود حاصل ہو جائے۔ اس وقت البتہ آپ چاہیں میرے ساتھ سلوک کریں۔ اس تجویز کے مطابق فضل نے ان سب امراء سے ان کے مکان پر جا کر ملاقات کی اور اس بیعت کو یاد دلایا۔ جس کی ذمہ داری اور جس کا ایفا ان پر واجب تھا۔ مگر سب نے اس تجویز کو نہایت ہی کراہیت سے دیکھا۔ کسی نے تو کہا یہ نہ ہو گا۔ کسی نے کہا وہ کون ہے جو امیر المومنین اور ان کے بھائی کے درمیان مداخلت کرے۔

فقہا کو دعوت حق:

فضل بن [illegible] کہتا ہے کہ میں نے آ کر مامون سے ساری سرگزشت بیان کی۔ اس نے کہا تم ہی اس معاملہ کو سرانجام دو۔ میں نے کہا آپ نے [illegible] پڑھا ہے حدیث سنی ہے۔ اور قانون شریعت میں بہت اچھی واقفیت حاصل کی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں جس قدر [illegible] ہوں [illegible] طلب کریں۔ ان کو دعوت حق دیں۔ اس کے عمل کی ترغیب و تحریص کریں سنت کا احیا [illegible] کریں۔ [illegible] پر بیٹھیں اور لوگوں کی شکایات [illegible] کر ان کو رفع کریں۔

امراء و اہل خراسان سے حسن سلوک:

اب ہم نے اس تجویز پر عمل کیا اور تمام فقہا کو دربار میں بلایا۔ امراء بادشاہوں اور شہزادوں کی تعظیم و تکریم کی۔ اگر کوئی تمیم ہوتا تو ہم کہتے کہ ہم تجھ کو موسیٰ بن کعب کی جگہ سمجھتے ہیں۔ ربعی سے کہتے کہ ہم تجھ کو ابو داؤد خالد بن ابراہیم کی جگہ سمجھتے ہیں۔ یمانی سے کہتے کہ ہم تجھ کو قحطبہ اور مالک بن الہیثم کی جگہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح ہم ہر قبیلہ کو اس کے کسی مشہور سردار سے نسبت دے کر پکارتے ہم نے خراسان کا ایک چوتھائی خراج کم کر دیا۔ اس سے تمام خراسان خوش ہو گیا اور اہل خراسان کہنے لگے۔ کیوں نہ ہو آخر یہ ہمارا بھانجہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا کا پوتا ہے۔

علی بن اسحٰق کہتا ہے کہ جب محمد خلیفہ ہو گئے اور بغداد میں بالکل سکون ہو گیا تو اپنی بیعت کے دوسرے ہی دن سنیچر کی صبح کو انہوں نے حکم دیا کہ شہر کے اندر ابو جعفر کا جو محل ہے اس کے گرد چوگان اور دوسرے کھیل تماشوں کے لیے ایک میدان بنایا جائے۔

ام جعفر کا بغداد میں استقبال:

اس سال ماہ شعبان میں ام جعفر رقہ سے ان تمام خزانوں کو لے کر جو وہاں اس کے پاس تھے بغداد روانہ ہوئی۔ اس کے بیٹے محمد الامین نے بغداد کے تمام عمائد اور اکابر کو لے کر انبار آ کر اس کا استقبال کیا۔

مامون کا اظہار اطاعت:

مامون خراسان اور اس کے توابع اور ملحقات کی امارت پر قائم رہا۔ رے تک کا علاقہ اس کے تحت تھا۔ اس نے امین کو اپنی اطاعت کا خط لکھا۔ اور بہت سے تحائف ان کو بھیجے۔ اس کے بعد بھی مامون کے مسلسل خط جن میں محمد کی تعظیم و تکریم ہوتی تھی ان کے پاس آتے رہے اور مامون نے خراسان کے تحفے جس میں جواہرات' ظروف مشک' جانور اور اسلحہ تھے۔ کثیر مقدار میں امین کو بھیجے۔

ہرثمہ کا سمرقند پر حملہ:

اس سال ہرثمہ سمرقند کی فصیل کے اندر گھس آیا اور رافع نے شہر کے اندرون میں پناہ لی۔ اس نے ترکوں سے امداد طلب کی۔ ترک مدد کے لیے آئے۔ اس طرح ہرثمہ ایک طرف رافع اور دوسری طرف ترکوں کے بیچ میں گھر گیا مگر پھر ترک پلٹ گئے اور اب رافع کمزور ہو گیا۔

شاہ روم نقفور کا خاتمہ:

اس سال نقفور شاہ روم برجان کی جنگ میں مارا گیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا عہد حکومت سات سال ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا استبراق اس کا جانشین ہوا۔ مگر چونکہ یہ زخمی تھا اس لیے دو ماہ ہی زندہ رہ کر مر گیا۔ اور اب اس کا بہنوئی میخائیل بن جور جس روم کا بادشاہ ہوا۔

امیر حج داؤد بن عیسیٰ و عمال:

اس سال داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی والی مکہ کی امارت میں حج ہوا۔

متفرق واقعات:

اس سال محمد بن ہارون نے اپنے بھائی قاسم کو جزیرہ کی ولایت پر جس پر اسے ہارون نے سرفراز کیا تھا بحال رکھا۔ البتہ خزیمہ بن خازم کو انہوں نے جزیرہ کا عامل مقرر کر دیا اور قنسرین اور سرحدی چھاؤنیوں پر بدستور قاسم کو برقرار رکھا۔

۱۹۴ھ کے واقعات

حمص میں شورش:

اس سال اہل حمص نے اپنے عامل اسحٰق بن سلیمان کی جسے محمد نے ان کا عامل مقرر کیا تھا مخالفت کی وہ ان سے خوف زدہ ہو کر سلمیہ منتقل ہو گیا۔ محمد نے اس کو واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ عبداللہ بن سعید الحرشی کو بھیجا۔ اس کے ساتھ عافیہ بن سلیمان بھی تھا۔

عبداللہ نے اہل حمص کے کئی سربرآوردہ لوگوں کو قید کر دیا۔ اور ان کے شہر میں اطراف سے آگ لگادی۔ اب اہل حمص نے امان کی درخواست کی عبداللہ نے اسے منظور کرلیا چند روز کے لیے وہاں امن وامان ہوگیا۔ مگر پھر انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ تب عبداللہ نے ان کے کئی آدمی قتل کر دیئے۔

قاسم کی برطرفی:

اس محمد نے اپنے بھائی قاسم کو اس تمام علاقہ شام' قنسرین' عواصم اور سرحدوں کی ولایت سے جس پر اس کے باپ نے اسے مقرر کیا تھا۔ برطرف کر دیا اور اس کی جگہ خزیمہ بن خازم کو مقرر کیا۔ اور قاسم کو حکم دیا کہ وہ مدینۃ السلام میں رہا کرے۔

اس سال محمد نے حکم دیا کہ تمام سلطنت میں منبروں پر اس کے بیٹے موسیٰ کے لیے اسے امیر کہہ کر دعا مانگی جائے۔

فضل بن الربیع کی ریشہ دوانی:

اس سال امین اور مامون نے باہم دوسرے سے معاندانہ چال چلی۔ جس سے ان کے تعلقات بگڑ گئے۔

باب ۵

امین و مامون کی جنگ

جب فضل بن الربیع طوس سے ان تمام عہد و پیمان کو پس پشت ڈال کر جو رشید نے اس سے مامون کے لیے تھے۔ امین کے پاس عراق آ گیا تو اب اسے فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر اس کی زندگی میں خلافت مامون کو مل گئی تو اسے وہ زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس اندیشہ سے اب اس نے محمد کو بہکانا شروع کیا کہ آپ ولایت عہد سے مامون کو علیحدہ کر کے اس کے بجائے اپنے فرزند موسیٰ کو ولی عہد بنائیں۔ حالانکہ خود امین کا ارادہ یہ نہ تھا۔ بلکہ اس کے برخلاف وہ چاہتا تھا کہ اس عہدہ پیمان کو جوان کے باپ نے اس سے اس کے بھائیوں عبداللہ اور قاسم کے لیے لیا ہے پوری طرح ایفا کرے۔

فضل بن ربیع کی سازش:

مگر فضل برابر مامون کی شان کو اس کی نظروں میں کم کرتا رہا اور اس کی علیحدگی کی سازش میں لگا رہا۔ ایک مرتبہ اس نے امین سے کہا کہ آپ اپنے بھائیوں کے معاملہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہیں الگ کیجیے اصل میں تو ان دونوں سے قبل آپ کے لیے بیعت ہو چکی تھی۔ وہ تو یوں ہی آپ کے بعد یکے بعد دیگرے اس آپ کی بیعت میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔ اس مشورہ میں علی بن عیسیٰ بن ماہان اور سندی وغیرہ بھی فضل کے ہمنوا ہو گئے اور ان سب نے مل کر محمد کو اس کی رائے سے پھیر دیا۔

موسیٰ بن امین کے لیے امیر کا لقب:

اس کے متعلق سب سے پہلی تدبیر جو فضل کے مشورہ سے امین نے کی وہ یہ تھی کہ اپنے تمام شہروں کے عاملوں کو یہ حکم بھیج دیا کہ آئندہ سے امیر المومنین کے لیے دعا کے بعد امیر کہہ کر موسیٰ کے لیے بھی دعا کی جایا کرے۔ اور اس کے بعد مامون اور قاسم بن الرشید کے لیے دعا ہو۔

قاسم کی علیحدگی کی مامون کو اطلاع:

فضل بن اسحٰق بن سلیمان کہتا ہے کہ جب مامون کو اس حکم کی اور اس بات کی کہ امین نے قاسم کو اس تمام علاقہ کی ولایت سے جس پر اس کے باپ نے اسے مقرر کیا تھا علیحدہ کر کے اسے مدینۃ السلام میں رہنے کا حکم دیا ہے اطلاع ہوئی تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ خود اس کی علیحدگی کی ابتدائی تدابیر ہیں اس نے محمد سے مراسلت بند کر دی اور فرامین سے اس کا نام خارج کر دیا۔

رافع بن اللیث کی امان کی درخواست:

اسی زمانہ میں رافع بن اللیث بن نصر بن سیار کو مامون کی حالت اس کی حسن سیرت رحم و کرم اور اپنی رعایا کے ساتھ احسان اور شفقت کا حال معلوم ہوا اس نے اپنے کچھ آدمی امان طلب کرنے کے لیے ارسال کیے۔ ہرثمہ نے اس کی درخواست فوراً منظور کر لی۔ رافع اپنی جائے پناہ سے نکل کر مامون کے پاس چلا آیا۔ ہرثمہ اس کے بعد سمرقند میں مقیم رہا۔

مامون کا رافع سے حسن سلوک:

مامون نے رافع کی خاطر مدارات کی۔ جب ہرثمہ نے رافع کا محاصرہ کیا تھا۔ اس وقت ہرثمہ کے ہمراہ طاہر بن حسین بھی تھا۔ رافع کی معافی کے بعد ہرثمہ نے مامون سے درخواست کی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے ترک مستقر کی اجازت مرحمت ہو۔ اجازت کے بعد دریائے بلخ کو جو اس وقت بالکل یخ بستہ تھا۔ اپنی فوج کے ساتھ عبور کر کے مرو آیا۔ عام طور پر اس کا استقبال ہوا۔ مامون نے اسے اپنی فوج خاصہ کا افسر مقرر کر لیا۔

عباس بن عبداللہ عامل رے کی برطرفی:

اس تمام کارروائی کو محمد نے بالکل ناپسند کیا اور اب مامون کے خلاف اس نے کارروائی شروع کی۔ سب سے پہلے یہ کیا کہ عباس بن عبداللہ بن مالک کو جو مامون کی جانب سے رے کا عامل تھا حکم بھیجا کہ تم رے کے نوادر درخت ہمارے پاس بھیج دو۔ اس براہ راست اسے حکم دینے سے منشا یہ تھا کہ اس طرح اس کا امتحان کر لیا جائے کہ وہ کس کا ساتھ دیتا ہے۔ عباس نے امین کے حکم کی بجا آوری کی اور اس بات کو مامون اور ذوالریاستین سے پوشیدہ رکھا۔ مگر مامون کو خبر ہوگئی اس نے حسن بن علی المامونی کو اور اس کے ہمراہ رستمی کو ڈاک کے ذریعے رے بھیجا۔ اور عباس بن عبداللہ بن مالک کو رے کے عمل سے برطرف کر دیا۔

امین کے سفراء کی مرو میں آمد:

رستمی نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے گھوڑے سے اترنے نہ پایا تھا' کہ رے کے ایک ہزار مرد میرے پاس جمع ہو گئے تھے۔ محمد نے مامون کے پاس تین آدمیوں کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ان میں ایک عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ تھا دوسرا صالح صاحب مصلیٰ اور تیسرا محمد بن عیسیٰ بن نہیک تھا۔ امین نے ان کے ہاتھ ایک خط بھی رے کے عامل کو بھیج دیا تھا۔ جس میں اسے حکم دیا تھا کہ وہ علانیہ طور پر فوج اور اسلحہ کے ساتھ ان کا استقبال کرے۔ انہوں نے قومس' نیساپور اور سرخس کے والیوں کو بھی اسی قسم کے مراسلے لکھے۔ اور ان سب نے امین کے احکام کی بجا آوری کی۔ اب وہ سفراء مرو آئے۔ ان کو ہر قسم کا ساز و سامان اور اسلحہ مہیا کر دیا گیا تھا یہ مامون کے پاس حاضر ہوئے اور اسے امین کا یہ پیغام پہنچا دیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے بیٹے موسیٰ کو اپنے پر مقدم کر دیں۔ اور یہ کہ انہوں نے ناطق بالحق موسیٰ کا لقب مقرر کیا ہے۔ اصل میں علی بن عیسیٰ نے امین کو اس بات کا مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ اہل خراسان اس کو مانتے ہیں۔ مامون نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔

عباس بن موسیٰ کی مامون سے گفتگو:

ذوالریاستین کہتا ہے کہ اس موقع پر عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ نے مامون سے کہا کہ آپ کو اس تجویز کے قبول کرنے میں کیا پس و پیش ہے میرے دادا عیسیٰ بن موسیٰ نے ولی عہدی سے علیحدگی اختیار کی۔ مگر اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس پر میں نے اسے ڈانٹا۔ خاموش رہ تیرا دادا ان کے ہاتھ میں قیدی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کی حالت بالکل مختلف ہے۔ یہ اس وقت اپنے ننھیال اور اپنے مریدین میں مقیم ہیں۔

ذوالریاستین کی عباس بن موسیٰ سے گفتگو:

اس گفتگو کے بعد یہ اشخاص دربار سے چلے گئے اور وہ تینوں علیحدہ علیحدہ فروکش کر دیئے گئے چونکہ عباس بن موسیٰ کی

ہوشیاری و ذکاوت کا مجھ پر خاص اثر پڑا تھا۔ میں نے تنہائی میں اس سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ آپ کی فراست اور بزرگی کا یہ اقتضا ہے کہ آپ امام سے بہرہ ور ہوں۔

اسی زمانہ میں مامون کو امام کہہ کر خطاب کیا جاتا تھا۔ مگر خلیفہ نہیں کہا جاتا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب اسے معلوم ہوا کہ محمد نے اسے ولایت عہد سے علیحدہ کر دیا ہے تو اس نے اپنا لقب امام مقرر کیا حالانکہ اس سے پہلے ہی محمد نے اپنے سفراء سے یہ بات کہہ دی تھی کہ مامون کا لقب امام مقرر کیا گیا ہے۔

عباس بن موسیٰ کی مامون سے بیعت:

اسی بنا پر عباس نے مجھ سے کہا کہ آپ حضرات نے اس کا لقب امام مقرر کیا ہے۔ میں نے کہا تو اس سے کیا ہوا۔ امام مسجد کا ہوتا ہے۔ اور قبیلہ کا بھی امام ہوتا ہے۔ اگر تم اپنے عہد کا ایفا کرو تو اس تبدیلی سے تم کو کوئی ضرر نہیں اور اگر بدعہدی کرو گے تو وہ امام ہیں۔ اس کے بعد میں نے عباس سے کہا کہ میں تم کو امیر حج مقرر کروں گا اس سے بڑھ کر معزز عہدہ اور کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ مصر میں جہاں کی حکومت چاہو تم کو دے دی جائے گی۔ تھوڑی ہی دیر میں میں نے اس سے مامون کی خلافت کے لیے بیعت لے لی۔ اور اس کے بعد وہ برابر دارالخلافت کی خبریں لکھتا رہا۔ اور ہماری تحریک میں مشورہ دیتا رہا۔

علی بن یحییٰ اور عباس بن موسیٰ کی ملاقات:

علی بن یحییٰ الرخسی بیان کرتا ہے کہ مرو جاتے ہوئے عباس بن موسیٰ سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس سے مامون کی حسن سیرت اور ذوالریاستین کی حسن سیاست اور موقع شناسی کی تعریف کی تھی' مگر اس نے میرے بیان کو باور نہیں کیا تھا۔ جب وہ مرو سے واپس ہوا تو پھر مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے پوچھا کیسا پایا۔ اس نے کہا ذوالریاستین اس سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ تم نے پہلی مرتبہ مجھ سے بیان کیا تھا۔ میں نے کہا۔ کیا تم نے امام سے مصافحہ کیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! میں نے کہا اچھا آپ اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیجیے۔

موسیٰ بن امین کی ولی عہدی کی بیعت:

وہ سفراء محمد کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان سے کہہ دیا کہ مامون نے آپ کی تجویز کو رد کر دیا ہے۔ فضل بن الربیع اور علی بن عیسیٰ نے امین پر سخت دباؤ ڈالا اور اصرار کیا کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے بیعت لے لیں اور مامون کو ولایت عہد سے علیحدہ کر دیں۔ فضل نے بہت سا مال بھی امین کو دیا آخر کار امین نے اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت لی الناطق بالحق اس کا نام رکھا۔ علی بن عیسیٰ کو اس کا اتالیق مقرر کیا اور اسے عراق کا والی مقرر کر دیا۔ سب سے پہلے بشیر بن السمیدع والی نے موسیٰ کی بیعت کی۔ اس کے بعد مکے اور مدینہ کے والیوں نے وہاں کے چند خاص خاص لوگوں سے موسیٰ کے لیے بیعت لی۔ عوام کو ابھی بے خبر رہنے دیا۔ اب فضل بن الربیع نے حکم دے دیا کہ منبروں پر عبداللہ اور قاسم کا کسی حیثیت سے بھی نہ نام لیا جائے' اور نہ ان کے لیے دعا کی جائے۔ بلکہ اس نے یہ بھی سازش کی کہ مامون کا ذکر برائی سے کیا جائے۔

عہد ناموں کا اتلاف:

فضل نے کعبہ کے ایک حاجب محمد بن عبداللہ بن عثمان بن طلحہ کے ہاتھ مکے ایک خط بھیجا۔ جس میں اسے حکم دیا گیا کہ وہ ان

دونوں تحریروں کو جن کو ہارون نے لکھا تھا۔ اور جس میں امین سے مامون کے لیے عہد وفا لیا تھا۔ اور اسے کعبہ میں محفوظ کر دیا تھا لے آئے۔ یہ شخص وہ دونوں معاہدے لے آیا۔ اگر چہ کعبہ کے دوسرے حاجیوں نے اس پر اعتراض بھی کیا۔ مگر اس نے ان کی بالکل پروانہ کی اور اب خود ان کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ امین نے وہ دونوں معاہدے اپنے قبضے میں کر لیے۔ لانے والے کو بیش بہا صلہ عطا کیا۔ اور معاہدوں کو چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا۔

امین کا مامون کو ایک ضلع سے دستبرداری کا حکم:

قبل اس کے کہ امین اور مامون میں علانیہ مخالفت ہو۔ امین نے مامون کو لکھا تھا کہ تم خراسان کے فلاں ضلع سے میرے حق میں دستبردار ہو جاؤ۔ اور میں اپنا عامل وہاں مقرر کر دوں گا۔ اور تم اس بات کو منظور کرو کہ میں کسی شخص کو عامل پٹہ مقرر کر کے تمہارے پاس متعین کر دوں بلکہ وہ تمہاری تمام خبریں مجھے لکھتا رہے۔

فضل بن سہل کا مامون کو مشورہ:

اس خط سے مامون بہت رنجیدہ ہوا اس نے فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن کو اس معاملہ میں مشورہ لینے کے لیے طلب کیا۔ فضل نے کہا یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ آپ کے راز دار پیرو اور اعزا یہاں موجود ہیں چونکہ وہی لوگ ہمیشہ مشاورت میں شرکت کرتے ہیں۔ اور ان کے بغیر کسی معاملہ کا تصفیہ ہوا تو یہ نہ صرف خلاف مصلحت ہوگا بلکہ اس سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ ان پر اعتماد نہیں کیا گیا۔ آئندہ جو رائے عالی ہو۔

حسن نے کہا مناسب یہ ہے کہ جن لوگوں کے خلوص پر آپ کو اعتماد ہو۔ ان سے آپ مشورہ لیجیے نیز ایسے دشمنوں کی برائی سے بھی جن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح حفاظت کی جاسکتی ہے کہ ان کو مشورہ میں شریک کر لیا جائے۔

مامون کی مجلس مشاورت:

مامون نے اپنے خاص امراء اور سرداروں کو طلب کیا اور ان کو امین کا خط پڑھ کر سنایا۔ سب نے کہا کہ خباب والا ایک نہایت اہم اور خطرناک معاملہ میں مشورہ طلب کرتے ہیں اس لئے ہم کو اس پر کافی غور و خوض کرنے کی مہلت عطا ہو مامون نے کہا تمہاری رائے صائب ہے۔ بے شک دور اندیشی اور احتیاط کا یہی تقاضا ہے۔ میں اس کے لیے تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ مہلت کے بعد وہ سب کے سب پھر جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا آپ دو مشکلوں میں گھر گئے ہیں۔ اگر آپ آئندہ کے خطرات سے بچنے کے لئے اس وقت کے مشورے کو گوارا کر لیں تو میں اسے غلطی نہ سمجھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ جب کہ معاملہ خطرناک ہو تو اس وقت مدعی مقابل کے مطالبہ کا ایک جزو تسلیم کر لینا اس سے زیادہ مناسب ہے کہ انکار کر کے کھلی ہوئی عداوت اپنے سر لی جائے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ جب آئندہ کے واقعات کا آپ کو علم نہیں ہے تو مناسب یہ ہے کہ جو چیز آج آپ کو میسر ہے اس کو اچھی طرح اپنے قبضہ اقتدار میں رکھیں کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر آج آپ کی بات بگڑ گئی تو کل اور زیادہ بگڑ جائے گی۔ ایک اور شخص نے کہا کہ اگر ان مطالبات کو تسلیم کرنے کی صورت میں آپ کو آئندہ کے لئے برے نتائج کا اندیشہ ہے تو اس میں کم از کم یہ بات تو ہے کہ ہم جماعت کی تفریق سے بچ جائیں گے ورنہ فساد ہو جائے گا اور اس کے نتائج اس سے کہیں زیادہ شدید ہوں گے اور ایک شخص نے کہا میں سلامتی کے طریقہ کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ شاید اسی صورت میں ہمیں اطمینان نصیب ہو جائے۔

حسن کا امراء کی آراء سے اختلاف:

حسن نے کہا میں اس بات کو تسلیم کرتا کہ آپ حضرات نے رائے زنی میں پورے تفکر اور تشخص سے کام لیا ہے۔ مگر میری رائے آپ کے مخالف ہے۔ مامون نے کہا تم ان سے مناظرہ کرو۔ حسن نے کہا جی ہاں اسی لئے تو یہ مجلس قائم کی گئی ہے۔

حسن کا امراء سے مناظرہ:

اب حسن نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔ کیا آپ حضرات اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ محمد نے جو مطالبہ کیا ہے۔ اس کا اسے حق نہیں ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں ہم اس بات کو جانتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس بات کا احتمال ہے کہ اگر مامون نے ان کی بات نہ مانی تو اس کو ضرر پہنچے گا۔ حسن نے کہا۔ کیا آپ لوگوں کو اس بات پر پورا اعتماد ہے کہ اگر امین کا یہ مطالبہ مان لیا جائے تو وہ آئندہ اس سے تجاوز کر کے کوئی دوسرا مطالبہ نہیں کرے گا۔ انہوں نے کہا اس بات کا اعتماد نہیں۔ البتہ ہمارا خیال ہے کہ شاید بات اسی پر ختم ہو جائے اور جو خطرہ اور اندیشہ تم کو ہے وہ وقوع پذیر نہ ہو۔ حسن نے کہا فرض کرو کہ اس بات کے بعد کوئی اور مطالبہ کرے تو کیا ہوگا۔ کیا آپ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے پہلے مطالبہ کو منظور کر کے مامون کی حیثیت کمزور ہو چکی ہوگی۔ انہوں نے کہا اگر اس تسلیم کے عواقب میں کوئی بات رونما ہوئی تو اس وقت ہم اس کا اس طرح مقابلہ اور مدافعت کریں گے۔ جس طرح تم اب ابتداء ہی میں کرنا چاہتے ہو۔ حسن نے کہا یہ بات گذشتہ حکما کے قول کے منافی ہے۔ انہوں نے کہا۔ جناب والا اس وقت تو یہی مناسب ہے کہ اگر آج کوئی بات آپ کے خلاف مرضی پیش آئے تو اسے آپ آئندہ کے خطرات سے بچنے کے لیے بادل ناخواستہ قبول ہی کر لیں۔ اور آج کے اطمینان کو کل کے لیے خطرات پیدا کر کے آلودہ نہ کریں۔

فضل بن سہل کی تجویز:

مامون نے فضل سے پوچھا کہ اس اختلاف رائے میں تمہارا مشورہ کیا ہے اس نے کہا۔ جناب والا! اللہ ہمیشہ آپ کو کامیاب کرے کیا محمد کی طرف سے اس بات کا اطمینان ہو سکتا ہے کہ اگر آپ اس وقت اس کے مطالبہ کو مان لیں۔ اپنی قوت سے دستبردار ہو کر اسے اور طاقتور کر دیں تو وہ اسی طاقت کو آپ کے مقابلہ میں بروئے کار نہ لائے گا۔ اور کیا محتاط اور دور اندیش آدمی ذرا سے موجودہ فائدہ کی خاطر اپنے مستقبل کو خطرہ میں ڈالتا ہے اس کے برخلاف ایسے مواقع پر حکما نے یہ مشورہ دیا ہے کہ موجودہ مصیبت کو آئندہ کی بہبودی کے لیے برداشت کر لینا چاہئے۔ مامون کہنے لگا۔ تم نے بالکل سچ کہا ہے۔ جن لوگوں نے نفع عاجل کو آئندہ کی فلاح پر ترجیح دی اور اسے اختیار کیا۔ انہیں کی عاقبت برباد گئی۔ چاہے وہ دنیا کا معاملہ ہو یا دین کا۔ اس پر دوسرے تمام لوگوں نے کہا۔ ہم نے اپنی عقل کے مطابق رائے دے دی ہے اور اللہ مناسب اور صحیح رائے سے جناب کی تائید کرے گا۔

مامون کا امین کے نام خط:

مامون نے فضل سے کہا۔ تم میری طرف سے امین کو جواب لکھو اس نے کہا مجھے امیر المومنین کا خط ملا:

''امیر المومنین نے اس میں مجھ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں بعض مقامات سے جن کے نام جناب نے لکھ دیئے اور جن کی حکومت صراحتہً رشید نے اپنے عہد نامے میں میرے تفویض کی ہے آپ کے لیے دستبردار ہو جاؤں۔ امیر المومنین نے جو حکم دیا ہے وہ تمام تر اس عہد نامے پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو علاقہ میرے پاس ہے۔ اس کے مفاد عامہ کو میں

اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس رکھتا ہوں۔ اگر یہ تمام باتیں اس عہد نامے اور میثاق میں صاف طور پر مذکور نہ ہوتیں اور مجھ پر ایک خطرناک دشمن کی نگہداشت' فتنہ پرواز عوام کی حفاظت اور ایسی فوج سے جس کی وفاداری پر بغیر مال خرچ کیے اور احسان و افضال کے اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہو سابقہ پڑتا تو اس وقت بھی مصالح عامہ اور اطراف سلطنت کے استحکام اور انضبار کے لیے امیر المومنین کے لیے لازمی ہوتا کہ وہ خود ہی ان مقاصد کے لیے بے دریغ دولت خرچ کرتے نہ یہ کہ الٹا وہ مجھ سے ایسا سوال کرتے ہیں جو صریحی میرا حق ہے۔ اور جس کے عہد نامے نے توثیق کر دی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر امیر المومنین کو یہاں کی اصل حالت کا علم ہوتا جس کا علم مجھے ہے تو وہ مجھ سے کبھی اس قسم کا سوال نہ کرتے پھر بھی مجھے یقین کامل ہے کہ ان شاء اللہ میرے اس بیان کے بعد وہ میرے اس عذر کو قبول کر لیں گے''۔

مامون کی خراسان کی ناکہ بندی:

مامون نے خراسان کی سرحد پر اپنے چوکیدار مقرر کر دیئے ان کی اجازت کے بغیر کوئی پیامبر عراق سے خراسان میں نہیں آ سکتا تھا۔ یہ عہدیدار مسافر کے ساتھ اپنے خاص معتمدین کو مقرر کر دیتے تا کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ اس طرح کسی شخص کو اس بات کا موقع نہ تھا کہ وہ یہاں کی کوئی خبر معلوم کرے یا اپنا کوئی اثر قائم کرے۔ یا ترغیب اور دھمکی سے کسی کو اپنے ساتھ ملا لے۔ یا کسی سے کوئی پیام کہے۔ یا خط دے سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان میں اس ناکہ بندی سے یہ موقع ہی نہیں ملا کہ ترغیب و تحریص یا دھمکی سے کسی کو بھی مامون کی مخالفت پر آمادہ کیا جاتا۔ تمام ناکوں پر معتمد علیہ چوکیدار مقرر کر دیئے گئے تھے۔ صرف ان لوگوں کو خراسان آنے کی اجازت ملتی جن کا چال چلن غیر مشتبہ ثابت ہوتا اور جو اس بات کی تصدیق اپنے پروانہ راہ داری سے کر دیئے کہ وہ اپنے گھر واپس آ رہے ہیں۔ یا کسی مشہور اور ایسے بے خطر تاجر کو اجازت مل جاتی جس کا رویہ اور مسلک مشتبہ نہ ہوتا۔ ان کے علاوہ اور دوسرے تمام لوگوں کو چاہے سامان تجارت ان کے ساتھ ہو یا محض اپنے کو مسافر اور راہ گیر بتائیں۔ سفر کرنے اور خراسان کے شہروں میں آنے جانے سے روک دیا گیا۔ نیز تمام خطوں کو کھول کر پڑھا جاتا تھا۔

امین کے سفرا کی روانگی:

مامون کے اس انکار کے بعد اتمام حجت کے لیے محمد نے ایک جماعت کو خراسان بھیجا تا کہ پہلے وہ خود وہاں کی حالت کا مشاہدہ کر لیں۔ اس کے بعد ان سے خواہش کی جائے کہ وہ اپنے طرفداروں میں عطا تقسیم کریں اور مخالفین کو محروم کر دیں۔ اور وہاں سے آ کر جو بات یہ جماعت بیان کرے وہ ان کے مقصد برآری میں حجت اور ذریعہ بنے جب یہ جماعت رے کی حد پر پہنچی وہاں انہوں نے ناکہ بندی اور روک تھام کے تمام انتظامات کو مکمل پایا۔ ناکہ داروں نے ہر طرف سے ان کو گھیر لیا۔ اور سفر اور اقامت دونوں حالتوں میں سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہے۔ کہ کسی طرح ان لوگوں کو یہ موقع ہمدست نہ ہو سکا کہ وہ خود کسی سے کچھ کہتے یا ان سے کوئی بات کرتا۔ ان کے آنے کی اطلاع مامون کو کی گئی۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان کو مروا لایا جائے۔ حالت نظر بندی میں وہ جماعت مرو لائی گئی مگر اس تمام سفر میں نہ کوئی خبر ان کو معلوم ہوئی اور نہ انہوں نے کسی سے کوئی بات کی۔

امین کی سفیروں کو ہدایات:

حالانکہ امین نے ان کو ہدایات کی تھیں کہ وہ تمام لوگوں میں مامون کی علیحدگی کی خبر شائع کر دیں۔ اور جس بنا پر ایسا کیا گیا ہے

وہ بھی ظاہر کر دیں۔ حکومت کے وفاداروں کو مامون کی مخالفت کی دعوت دیں۔ ان کو خوب روپیہ دیں بڑی بڑی حکومتوں' جاگیروں اور مکانات کے دینے کا ان سے پختہ وعدہ کریں۔ مگر یہاں آ کر دیکھا کہ ہر چیز پر قید و بند ہے کہ ان میں سے کسی بات کے سرانجام دینے کا ان کو موقع نہ مل سکا۔ اسی مجبوری کی حالت میں وہ آستانے پہنچ گئے۔

ان کے ہاتھ امین نے جو خط مامون کے نام بھیجا تھا وہ یہ ہے۔

امین کا مامون کے نام خط:

امابعد! اگر چہ امیر المومنین رشید نے وہ تمام علاقہ جس پر تم حکمران ہو صرف تم کو دیا ہے اور صوبہ جبل کو اسی لیے تمہارے تفویض کیا ہے کہ اس سے تمہاری حکومت کی تقویت ہو اور تمہاری سمت محفوظ رہے:

''مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس علاقہ کی وہ آمدنی جو اخراجات کے بعد فاضل بچے اسے بھی تم اپنے قبضہ میں رکھو۔ تمہارے علاقہ کی آمدنی وہاں کے اخراجات کے بعد فاضل بچے اسے بھی تم اپنے قبضہ میں رکھو۔ تمہارے علاقہ کی آمدنی وہاں کے اخراجات اور غیر معمولی واقعات کے لیے کافی ہے۔ مگر اس کے بعد بھی تم فاضل رقم کو لے لیتے ہو اس کے علاوہ ایک دوسرا نہایت ہی زرخیز اور سیر حاصل علاقہ تمہاری سمت میں شامل کیا گیا ہے۔ جس کی تم کو قطعی ضرورت نہ تھی' اس لیے مناسب یہ ہے کہ وہ علاقہ ہمیں واپس دے دیا جائے۔ میں نے اس معاملہ کے لیے تم کو خط لکھا تھا۔ اور اس میں یہ بھی خواہش کی تھی کہ تم ہمارے ایک پرچہ نویس کو اپنے ہاں رہنے دو تا کہ وہ ہمیں تمہاری سمت کی ضروری خبروں سے اطلاع دیتا رہے۔ مگر تم نے ہماری ان خواہشوں کو رد کر دیا۔ اب اگر تم کو اپنی رائے پر اصرار ہے تو ہم کو اس کا حق ہے کہ تم سے اس معاملہ میں باز پرس کریں۔ بہتر ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ اور تب ہم بھی تم سے مطالبہ نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ''۔

مامون کا امین کو جواب:

یہ خط پڑھ کر مامون نے اس کے جواب میں امین کو لکھا:

''مجھے امیر المومنین کا خط موصول ہوا۔ اگر وہ خط کسی نامعلوم بات کے متعلق ہوتا تو میں اس کو بتا دیتا۔ ایک غیر حق بات کا سوال ہی کیوں ہو۔ اس کے انکار سے مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جن لوگوں کو منصف ہونا چاہئے۔ جب وہ انصاف نہیں کرتے تو عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ دونوں حریف درجہ انصاف سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور جب وہ شخص جسے اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہو' دیدہ و دانستہ ارادتاً انصاف سے تجاوز کر جائے تو پھر کیا رہا۔ بھائی صاحب میں آپ کا مطیع اور فرمانبردار ہوں آپ کی خوشنودی کا خواہاں ہوں۔ اللہ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے اور جس حال میں مجھے رکھا ہے دونوں پر دل سے خوش ہوں۔ والسلام''۔

مامون کی امینی سفرا کو ہدایت:

خط لکھنے کے بعد مامون نے امین کے سفراء کو طلب کر کے ان سے کہا کہ امیر المومنین نے جس معاملہ کے متعلق مجھے خط لکھا تھا میں نے اس کا جواب لکھ دیا ہے۔ اسے تم ان کو دے دینا اور زبانی کہہ دینا کہ جب تک اپنے حق کی حفاظت کے لیے میں بالکل ہی

مجبور نہ ہو جاؤں گا برابر آپ کا مطیع و منقاد رہوں گا۔ جب وہ لوگ جانے لگے تو مامون نے پھر کہا۔ سا حبو جو بات آپ نے دیکھی اور سنی ہے امید ہے کہ آپ سے دیانت داری کے ساتھ اس کو پہنچا دیں گے۔ جو پیام آپ ان کے خط میں لائے ہیں اس سے مجھے اندیشہ ہے کہ شاید آپ ہمارے پیام کو صداقت کے ساتھ ان تک نہ پہنچائیں۔

امینی سفارت کی مراجعت عراق:

وہ لوگ پلٹ کر عراق آ گئے۔ مگر ان کو کوئی بات ایسی نہیں ملی جو وہ مامون کے خلاف امین سے کہہ سکتے۔ اور ان کو یہ محسوس ہوا کہ وہ دونوں پورے ارادے اور تفکر کے بعد اپنی دانست میں اپنے حق پر جمے ہوئے ہیں جب مامون کا جواب امین کو موصول ہوا' اسے پڑھ کر وہ فرط غضب سے بے قابو ہو گئے اور اب انہوں نے یہ حکم دیا جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مامون کے لیے اب نماز کے بعد دعا نہ مانگی جائے۔

امین کا مامون کے نام خط:

نیز انہوں نے یہ دوسرا خط مامون کو لکھا:

''امابعد! مجھے تمہارا خط مل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنی بے شمار نعمتیں جو تم پر نازل کی ہیں تم ان کو برباد کر دینا چاہتے ہو۔ اور اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں ڈال دینا چاہتے ہو۔ اس سے تو یہ بہتر ہوتا کہ تم میری اطاعت ہی کو چھوڑ دیتے۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس میں تمہارا ابھی نفع ہے۔ کیونکہ بہر حال اس فاضل رقم کا فائدہ تمہاری تمام رعایا پر یکساں مرتب ہوگا۔ اور اس سے بیشتر تمہاری سلامتی اور عافیت مقصود ہے۔ تم اپنی رائے سے اطلاع دو میں ان شاء اللہ اسی پر عمل کروں گا''۔

ذی الریاستین کا مامون کو مشورہ:

اسی زمانے میں مامون نے ذی الریاستین سے کہا کہ میرے تمام اہل و عیال اور وہ مال جو رشید نے صرف مجھ کو محمد کے سامنے عطا کیا ہے۔ جن کی مقدار ایک کروڑ ہے اور جس کی اب مجھے ضرورت ہے سب محمد کے ہاں ہے اب بتاؤ اس معاملہ میں کیا تدبیر کی جائے۔ کہ مجھے مل جائے۔ مامون نے اس بات کو کئی مرتبہ اس سے کہا۔ اس پر اس نے کہا بے شک آپ کو اس رقم کی ضرورت ہے۔ نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ آپ کے اہل و عیال آپ کے پاس ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگر آپ اس معاملہ کے متعلق ان کو تحکمانہ لہجہ میں کچھ لکھیں اور اسے وہ نہ مانیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ نے عہد کی خلاف ورزی کی اور تب مجبوراً آپ کو ان سے لڑنا پڑ جائے گا۔ اور میں اس بات کو کسی طرح پسند نہیں کرتا۔ کہ اختلاف کی ابتداء آپ کی جانب سے ہو۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ ان کو ایک خط لکھیں۔ اس میں اپنا حق مانگیں اور درخواست کریں کہ وہ آپ کے بیوی بچوں کو یہاں بھیج دیں۔ اس وقت ان کا اس خواہش سے انکار ان کی طرف سے عہد کی صریحی خلاف ورزی ہوگی۔ اگر وہ آپ کی درخواست مان لیں تو بہت اچھا ہے سب کی سلامتی اور عافیت اسی میں ہے اور اگر رد کر دیں تو اس وقت آپ پر یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ نے بلا وجہ لڑائی اپنے سر لی۔ اگر اجازت ہو تو یہی لکھ دوں۔

مامون کا امین کے نام خط:

چنانچہ اب اس نے مامون کی طرف سے یہ خط امین کو لکھا:

''امابعد! جب امیر المومنین کو اپنی رعایا کا اس قدر خیال ہے کہ وہ ان کے ساتھ نہ صرف انصاف کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ احسان و اکرام کرتے ہیں تو اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے۔ جس خطرناک سرحدی علاقہ میں مقیم ہوں۔ امیر المومنین اس سے بخوبی واقف ہیں۔ مجھے ایسی فوج سے سابقہ ہے جس کے متعلق یہ یقین ہے کہ جب وہ چاہے بدعہدی کر کے میری طاعت چھوڑ دے۔ میرے پاس خرچ بھی قلت سے ہے۔ میرے اہل وعیال اور مال سب امیر المومنین کے ہاں ہے اور اگر چہ میرے متعلقین امیر المومنین کی حفاظت وعنایت کے سایہ میں جوان کے لیے بمنزل باپ کے ہیں آرام سے ہیں۔ مگر پھر بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ میرے پاس اور میری نگرانی میں آجائیں۔ نیز مجھے یہاں کے انتظامات کے لیے مال کی ضرورت ہے میں نے اپنے آدمی اپنے متعلقین اور مال کو یہاں لانے کے لیے بھیج دیئے ہیں۔ امیر المومنین مناسب خیال فرمائیں تو فلاں شخص کو رقہ جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ تا کہ وہ میرا مال وہاں سے بھجوادے۔ نیز حکم صادر فرمائیں کہ اس کام میں سرکاری طور پر اس شخص کی مدد کی جائے اور اس کی راہ میں کوئی دشواری نہ پیدا کی جائے۔ اگر امیر المومنین میری اس درخواست کے خلاف بھی حکم صادر فرمائیں گے۔ تب بھی میں اسے برداشت کروں گا۔ والسلام''۔

امین کا مامون کو جواب:

محمد نے مامون کو لکھا:

''امابعد مجھے تمہارا خط ملا۔ اس میں تم نے ہمارے اس طرز عمل اور سلوک کا ذکر کیا ہے۔ جو ہم حق کے ماسوا اپنی رعایا اپنے اقربا اور بھائی کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ اور تم نے اپنے پر خطر سرحدی علاقہ میں قیام اور اس کی وجہ سے اپنی حکومت کی تقویت کے لیے اس مزید مال کی ضرورت ظاہر کی ہے۔ جو اللہ کے مال میں سے تمہارے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ اور اس کے اور اپنے اہل وعیال کے لیے جانے کے لیے جو ہمارے ہاں ہیں تم نے اپنے آدمی بھی بھیج دیئے ہیں۔ ہماری رعایا اور اپنوں کے ساتھ جس طرز عمل کا ذکر تم نے کیا ہے ہمیں اس سے انکار نہیں' مگر جس مال کے لیے تم نے لکھا ہے اس کی ہمیں مسلمانوں کے معاملات میں استحکام کے لیے خود ضرورت ہے۔ اور اس لیے اس کے برموقع خرچ کا ہمیں زیادہ حق ہے۔ اور چونکہ اس سے عام طور پر تمہاری رعایا مستفید ہوگی اس لیے بالواسطہ اس کا نفع تم کو بھی پہنچے گا۔ اپنے اہل و عیال کے بھیجنے کے متعلق جو تم نے خواہش کی ہے اس کے متعلق اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں گے تو تمہاری خواہش کو پورا کر دیں گے اگر چہ وہ خود اپنی قرابت اور تمہارے خطرات کو پیش نظر رکھ کر یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ ان کو اتنے طویل سفر کی زحمت دی جائے۔ کیونکہ اس طرح وہ ہم سے جدا ہو جائیں گے اگر ہماری رائے ہوئی تو ان شاء اللہ ہم خود ان کو اپنے معتمد علیہ لوگوں کے ساتھ تمہارے پاس بھیج دیں گے۔ والسلام''۔

امین کے طرز عمل پر مامون کی ناراضگی:

اس خط کو پڑھ کر مامون نے کہا وہ ہمارا حق غصب کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس طرح ہماری طاقت کو کمزور کر کے پھر وہ ہماری مخالفت پر علانیہ کمر بستہ ہو جائیں۔ ذوالریاستین نے اس سے کہا۔ کیا یہ بات سب کو معلوم نہیں ہے کہ رشید

نے یہ مال سب کے سامنے ان کے پاس جمع کر دیا تھا اور میں نے بھی اسے سب کے سامنے محض امانۃً کچھ مدت کے لیے اپنے قبضے میں لیا تھا اس صورت میں میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس پر قبضہ نہ کریں گے۔ اس لیے بھی اس بارے میں زیادہ اصرار نہ کریں۔ اور اس بات کی توقع رکھیں کہ وہ کوئی حرکت ایسی نہ کریں گے جس کی وجہ سے آپ علانیہ طور پر ان کے مخالف ہو جائیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اعتماد کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور جھگڑے کو مٹائیں اگر اس کے بعد بھی وہ اس کے لیے آمادہ ہوں تو اس کی ذمہ داری اللہ کے ہاں ان کے سر رہے گی۔ اور آپ چونکہ بے قصور ہوں گے اس لیے اللہ آپ کی مدد کرے گا۔

مامون کے اکابر بغداد کے نام خطوط:

اب مامون اور فضل کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ اس خط کے بعد امین ضرور کوئی ایسی بات کریں گے جس سے باخبر رہنا ان کے لیے ضروری ہے۔ اور اس کام کے لیے اپنے کسی معتمد علیہ کو مقرر کیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی سوچا کہ اس معاملہ میں اب جو کارروائی کریں گے اپنے ذی اثر اور باوجاہت طرفداروں اور ان لوگوں سے جنہوں نے بنی عباس کی حکومت کو قائم کرنے میں ابتداء میں خاص خدمات انجام دی ہیں۔ ضرور مشورہ لیں گے اور ان کی تائید حاصل کریں گے۔ اس کارروائی کو غیر مؤثر کرنے کے لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ اپنے خاص آدمی کے ہاتھ دارالخلافہ بغداد کے اعیان و اکابر کے نام ایک خط لکھا جائے تا کہ اگر محمد مامون کو ولی عہدی سے برطرف کرنے لگے تو وہ شخص اس خط کو ان لوگوں کو دے دے اور جو لوگ اس معاملہ میں امین کے ہمنوا ہوں ان کی اطلاع دے اور اگر امین اس معاملہ میں کوئی اور کارروائی نہ کریں تو وہ اس خط کو اپنے ڈبے میں محفوظ رکھے اور کسی کو نہ دے۔ مامون نے اس شخص سے کہا کہ تم جلدی بغداد پہنچ جاؤ۔ اور جاتے ہی یہ خط سب کو دے دینا۔

جو خط مامون نے اپنے قاصد کے ہاتھ بغداد بھیجا تھا۔ اس کا مضمون یہ ہے:

''امابعد! مسلمانوں کی مثال اعضائے بدن کی ہے۔ اگر کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے تمام اعضائے بدن متاثر ہو جاتے ہیں اسی طرح اگر کسی ایک مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا اثر تمام مسلمانوں پر پڑھے گا۔ خاص کر اگر کسی ایسے شخص کو جو ان کے قانون شریعت کو قائم کرتا ہے اور ان کو آخرت کے عواقب سے ڈرا کر اس کے لیے سعی کو لازم قرار دیتا ہے' کوئی تکلیف پہنچی تو اس کا اثر بدرجہ اولیٰ تمام مسلمانوں کو ہو گا چونکہ ائمہ کا مرتبہ تمام امت میں افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی تکلیف بھی سب پر اثر کرے گی۔ ہم نے ایسی خبر سنی ہے کہ اس کا اظہار خود تم پر عنقریب ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ دو شخصوں میں اختلاف رائے ہوا ان میں سے ایک نے دوسرے کے ساتھ بے وفائی کا عزم کر لیا ہے۔ البتہ اگر تمام مسلمان محض اللہ کے لیے اپنی اعانت اور تائید کو مخصوص کر دیں تو شاید وہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ تم کو اپنے قیام کی وجہ سے تمام باتوں کو خود دیکھنے اور سننے کا موقع ہے۔ اور پھر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میں آپ کی بات مانتا ہوں اور اگر علانیہ طور پر کسی اندیشہ کی وجہ سے تم کو ہماری حمایت کے اظہار کا موقع نہ ہو تو تم خاموش رہ جانا ہم تمہارے منشا کو سمجھ لیں گے۔ اس احسان کا ثواب اللہ کے یہاں سے بھی تم کو ملے گا اور ہم بھی اس کے حق کو اپنے اوپر ضروری سمجھیں گے اس طرح تم کو دنیا و آخرت دونوں جگہ حصہ ملے گا۔ اور اگر دونوں باتوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو کم از کم ایک کی ضرور نگہداشت کرنا۔ اور اس کے متعلق اپنی رائے ہمیں لکھ دینا یا زبانی طور پر ہمارے پیامبر

سے کہہ دینا وہ ہمیں لکھ دے گا''۔

مامون کے قاصد کی بغداد میں آمد:

مامون نے دارالخلافہ کے دوسرے عمائد اور اشراف کو اس مضمون کا خط لکھا تھا۔ جب یہ پیامبر بغداد پہنچا اسی زمانے میں امین نے جمعہ کے خطبہ میں مامون کے لیے دعا کرنے کی ممانعت کی تھی۔ مامون نے انہیں لوگوں کو خط لکھے تھے۔ جن پر اسے پورا اعتماد تھا۔ ان میں سے بعض نے تو قطعی کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ زبانی بھی جواب میں کچھ نہیں کہا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس کے خط کا جواب دیا ایک نے لکھا مجھے آپ کا خط ملا۔ حق اور صداقت کچھ ایسی حجت سے جو اپنی آپ دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص حق کو خیر باد کہے گا تو خود حق اس کے خلاف حجت بنے گا۔ جو شخص نفع عاجل کو عاقبت کے فائدہ پر ترجیح دے اس سے بڑھ کر خسارہ میں اور کون ہوسکتا ہے۔ وہ شخص بالکل کھلے ہوئے نقصان میں ہے جو عاقبت کے فائدہ کو یہاں بھی نکبت اور تکلیف وہ واقعات کو اختیار کر کے ضائع کر رہا ہے چونکہ میں اپنے آپ کو ہر طرف سے خطرات سے محصور پاتا ہوں اس لیے جناب والا سے میری استدعا ہے کہ جناب والا میری سلامتی سلامتی جان کی خاطر اب آئندہ اس معاملہ میں مجھ سے کوئی مزید خواہش نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

قاصد کی امین اور امرائے بغداد کے متعلق اطلاع:

اس پیامبر نے جو بغداد بھیجا گیا تھا مامون اور ذوالریاستین کو یہ خط وہاں کے واقعات کے متعلق لکھا:

''امابعد! میں بغداد آیا آپ کے بھائی نے آپ کی مخالفت کا اعلان کر دیا ہے میں نے وہ خط پہنچا دیئے میں نے محسوس کیا کہ اکثر آدمی اپنا دلی راز ظاہر نہیں کرنا چاہتے عام رعایا کی یہ کیفیت ہے کہ ان کو قبول کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لیے جو حکم ہوتا ہے اسے وہ برداشت کرتے ہیں۔ خود امین کا یہ حال ہے کہ اس کی اپنی ذاتی کوئی رائے نہیں ہے نہ اس میں اتنی ہمت ہے کہ وہ خود اس کارروائی کی مخالفت کرے اور نہ وہ خود شاید دل سے اسے پسند کرتا ہے۔ جو لوگ پس پردہ اس کارروائی کے روح رواں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے جلد ان کی کارروائی تکمیل کو پہنچ جائے۔ تاکہ اس فتنہ کی ناکامی کے خمیازہ سے وہ بچ جائیں۔ دشمن مستعد ہے اب انتظار نہ کیجیے''۔

امراء سے امین کا حسن سلوک:

جب سعید بن مالک بن قادم' عبداللہ بن حمید بن قحطبہ عباس بن لیث' امیر المومنین کا مولیٰ' منصور بن ابی مظہر اور کثیر بن قادرہ مامون کی فرودگاہ سے امین کے پاس آ گئے تو انہوں نے ان کے ساتھ بہت لطف و مہربانی برتی۔ ان کو اپنا تقرب عطا کیا۔ اور ان میں سے جس نے چھ ماہ کی عطا لے لی تھی۔ اسے بارہ ماہ کی عطا مزید دی اور خود عطا میں خاص اور عام سب کے لیے اضافہ کیا۔ اور جن لوگوں نے چھ ماہ کی عطا نہیں لی تھی ان کو اٹھارہ ماہ کی عطا دی۔

امین کی مامون کے متعلق یحییٰ بن سلیم سے گفتگو:

جب امین نے مامون کی علیحدگی کا ارادہ کیا تو انہوں نے یحییٰ بن سلیم کو اس معاملہ میں مشورہ لینے کے لیے طلب کیا۔ اس نے عرض کیا۔ جب کہ رشید نے اپنے عہد نامے میں اس کی ولایت عہد کے لیے نہایت راسخ اور پختہ عہد و پیمان سب سے لے لیے ہیں تو اس کی موجودگی میں یہ کام کیونکر ہوسکتا ہے۔ امین نے کہا مامون کے متعلق رشید نے جو رائے قائم کی وہ فوری تھی۔ یہ تو محض جعفر بن

یحییٰ نے اپنی خوشامد اور جادو بیانی سے ان کو ایسا موہ لیا کہ انہوں نے بغیر غور وفکر کے ہمارے لیے ایسا بڑا درخت بو دیا کہ جس کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑے بغیر اب نہ ہم اپنی حکومت سے نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہماری حکومت پائدار ہو سکتی ہے جب تک اسے صاف نہ کر دیا جائے مجھے اطمینان نہیں ہو سکتا۔

یحییٰ بن سلیم کی تجویز:

یحییٰ نے کہا اگر امیر المومنین اس بات کا تصفیہ کر چکے ہیں کہ اسے برطرف کر دیا جائے تو مہربانی فرما کر ابھی اس سے علانیہ اس طرح اظہار نہ کیجیے کہ لوگ اس کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں اور برا سمجھیں۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ ایک حصہ فوج اور ایک ایک سپہ سالار کو پہلے اپنے پاس بلائیے اسے انعام واکرام سے اپنا ہم خیال بنائیے۔ مامون کے جو خاص آدمی اور معتمدین ہیں ان کو کسی طرح اس سے جدا کیجیے ان کو مال اور حکومت کی ترغیب وتحریص کیجیے جب پہلے اس طرح آپ اس کی قوت کو توڑ دیں اور اس کے خاص آدمیوں کو علیحدہ کر لیں۔ پھر آپ اسے حکم دیں کہ وہ آپ سے آ کر ملے۔ اگر وہ آ جائے تو اس وقت جو آپ چاہتے ہیں اس کے ساتھ کریں اور اگر آنے سے انکار کرے تو اس وقت جب کہ اس کی طاقت کمزور ہو چکی ہو گی۔ اس کے بازو جھک گئے ہوں گے۔ اس کا پایہ کمزور ہو چکا ہو گا اس کی عزت جا چکی ہو گی۔ آپ اسے نہایت آسانی سے زیر کر لیں گے۔

یحییٰ کی تجویز سے امین کی مخالفت:

محمد نے کہا میں کوئی معاملہ اس طرح نہیں کرتا۔ جس طرح تمہاری زبان تلوار کی طرح چل رہی ہے۔ تم چرب زبان مقرر ہو صاحب رائے نہیں ہو۔ تم اس رائے سے باز آؤ اور ہمارے مخلص اور دانا بزرگ وزیر سے جا کر ملو۔ اور اپنی سیاہی اور قلم لے جاؤ تا کہ وہ تم سے کام لے سکے۔ یحییٰ نے کہا اگر میں اس کے پاس گیا تو البتہ صداقت اور خلوص اس کے سامنے آئے گا۔ ورنہ جس رائے کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاہل بھی ہے اور دھوکہ باز منافق بھی۔ کچھ روز کے بعد یحییٰ کو اپنی بات یاد آئی اور وہ فوراً اس کے پاس سے بھاگ گیا۔

فضل بن ربیع کی ایک سردار سے گفتگو:

سہل بن ہارون کہتا ہے کہ فضل بن سہل نے بغداد کے اپنے بعض خاص معتمد علیہ سرداروں اور عمائد سے یہ ساز باز کی کہ وہ روزانہ وہاں کی خبریں اسے لکھتے ہیں۔ چنانچہ جب امین نے مامون کو ولی عہدی سے برطرف کرنے کا عزم بالجزم کر لیا تو فضل بن الربیع نے ان لوگوں میں سے ایک شخص کو اس معاملہ میں مشورہ کے لیے اپنے پاس بلایا۔ اس نے کہا میں اس بات کو برا سمجھتا ہوں مامون کے ساتھ بے وفائی کروں اور اس کے لیے جو عہد میں نے کیا ہے اسے توڑ دوں۔ ایسا نہیں کروں گا فضل نے کہا تمہارا اعتراض معقول ہے مگر اب خود مامون نے ایسی حرکت کی ہے کہ اس سے رشید کا وہ عہد جو انہوں نے اس کے لیے لیا تھا۔ کالعدم ہو گیا۔ اس نے پوچھا کیا اس کا قصور اس معاملہ میں عوام کے نزدیک اسی طرح پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ جس طرح اس کی ولایت عہد کی بیعت جس کی تجدید کا حال سب کو معلوم ہے۔ فضل بن الربیع نے کہا ایسا تو نہیں اس شخص نے کہا فرض کرو کہ اسی نے خلاف معاہدہ کوئی بات کی ہے مگر جب تک اس کا علم عام نہ ہو جس کی وجہ سے نقض عہد ہو سکے۔ کیا اس صورت میں عوام کے نزدیک آپ کا نقض عہد کرنا ضروری سمجھا جائے گا۔ فضل بن الربیع نے کہا ہاں اس پر اس شخص نے بلند آواز سے کہا اللہ اللہ آج ایسا سابقہ مجھے کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ یہ وہی

مامون ہے جس کی عزت اور منزلت کے قیام اور استحکام میں آپ بھی مشیر تھے۔ آج آپ ہی اس کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔

فضل بن الربیع کی تجویز سے اختلاف:

فضل بن الربیع دیر تک سر نیچا کیے سوچتا رہا اور پھر اس نے سر اٹھا کر کہا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے اپنی سچی رائے مجھ سے بیان کر دی اور بہت خوبی کے ساتھ اپنی امانت سے عہدہ برآ ہوئے۔ مگر یہ بتاؤ کہ اگر ہم رائے عامہ کو کسی طرح سے اپنے ساتھ کر لیں اور ہمارے شیعہ اور ہماری فوجیں ہمارے ساتھ ہو جائیں تو پھر تمہاری رائے کیا ہے اس نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں جس طرح عوام نے مامون کے لیے بیعت کی ہے اسی طرح آپ کی فوجوں نے جو عوام ہی پر مشتمل ہے اس کے لیے بیعت کی ہے اور ان کے دلوں میں وہ عہد وفا راسخ ہو چکا ہے اگر وہ اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر میں اس معاملہ میں آپ کے ساتھ بھی ہو جائیں تب بھی ان کی وفاداری پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اطاعت وہی ہے جو ذاتی علم اور فہم پر مبنی ہو۔ فضل بن الربیع نے کہا اس تحریک کی کامیابی کی صورت میں جو منافع ان کو حاصل ہوں گے ان کی توضیح اور تشریح کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ اس نے کہا تب بھی اس وقت تو بادل نخواستہ وہ آپ کی بات مان لیں گے۔ مگر جب ان کے خلوص سے کام لینے کی ضرورت داعی ہو گی وہ آپ کا ساتھ چھوڑ یں گے۔

سردار کا فضل بن الربیع کو مشورہ:

فضل بن الربیع نے پوچھا۔ عبداللہ کی فوجوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے کہا وہ دل سے اس کے ساتھ ہیں اور اس کے لیے قولاً و فعلاً پہلے سے کوشش کی گئی ہے۔ فضل نے پوچھا اس کی عام رعایا کے متعلق تم کیا خیال رکھتے ہو؟ اس نے کہا ہمیشہ سے امتحان کے وقت اس کا طرز عمل ایسا رہا ہے کہ جس پر افسوس نہیں کیا جا سکتا۔ نیز اس بنا پر بھی ان کے خلاف کوئی بات نہیں کی جا سکتی کہ اس وقت تو وہ اپنے مال و متاع کے پاس ہیں اور ان کو یہ بھی توقع ہو گی کہ اس کی وجہ سے ان کو مال اور معیشت میں فراغت حاصل ہو گی۔ وہ اپنی موجودہ خوش حالی کی ضرور مدافعت کریں گے اور اس بات سے ضرور خائف ہوں گے کہ کہیں فتنہ و فساد کی وجہ سے ان پر مصیبت نازل نہ ہو۔ موجودہ حالات میں اس بات کی کامیابی کی کوئی توقع نہیں ہے کہ ہم اس کے علاقہ کے سر برآوردہ لوگوں کو اس کا مخالف بنا دیں۔ اور اس چال سے اس کا مقابلہ کریں۔ اس کے حسن انتظام اور معدلت گستری کی وجہ سے چونکہ وہاں کے تمام کمزور افسر اور رعایا اس سے محبت کرتے ہیں اس وجہ سے اس کا بھی موقع نہیں کہ علانیہ طور پر اس سے لڑنے کے لیے اس پر چڑھائی کی جائے۔ رہے طاقتور افراد ملک کو اس کے خلاف کوئی وجہ شکایت اور مخالفت نہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ رعایا کا سواد اعظم کمزور اور ناتواں افراد پر مشتمل ہوا کرتا ہے۔

فضل کہنے لگا۔ تم نے ایسی تقریر کی ہے جس سے کسی کارروائی کا موقع ہی نہیں رہا۔ تمہارے بیان کے مطابق نہ اس کی فوجوں کو اپنے ساتھ ملایا جا سکتا اور نہ یہاں سے اس کے مقابلہ پر کوئی فوج بھیجی جا سکتی ہے اس سے بڑھ کر تم نے یہ بات کہی ہے کہ اس کی مخالفت کے لیے ہماری فوج میں کمزوری ہے اور اس کی فوج طاقتور ہے۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں نہ امیر المومنین جس بات کو اپنا حق سمجھتے ہیں اس کے ترک کرنے پر آمادہ ہوں گے اور اب تک اس معاملہ میں جو کارروائی ہو چکی ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ میں خود اس بات پر آمادہ ہوں کہ اسے یہیں ختم کر دیا جائے۔ بسا اوقات معاملات کا ابتدائی رخ بھیانک اور پر خطر معلوم

ہوتا ہے مگر ان کا انجام نیک اور مفید نکلتا ہے۔اس کے بعد وہ دونوں جدا ہو گئے۔

مامون کے قاصد کا خط:

چونکہ فضل بن الربیع نے سرحد کی ناکہ بندی کر دی تھی تاکہ کوئی خط ادھر سے سرحد پار نہ جاسکے۔اس وجہ سے مامون کے فرستادہ قاصد نے ایک عورت کے ہاتھ اپنا خط روانہ کیا۔اس خط کو اس نے پالان کی ایک لکڑی میں سوراخ کر کے بحفاظت رکھ لیا۔ اور اپنے صاحب برید کو لکھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسے مامون کے پاس پہنچا دے وہ عورت امین کی سرحدی چوکیوں سے اس طرح گزرتی چلی گئی جس طرح کوئی راہ گیر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جاتا ہے۔اس کی ہیئت کی وجہ سے نہ کسی کو اس پر شبہ گزرا نہ اس کی جامہ تلاشی کی گئی اس طرح مامون کو دارالخلافہ کی جو اطلاع موصول ہوئی وہ ان اطلاعات کے بالکل موافق تھی جو اسے دوسرے خطوط کے ذریعہ سے مل چکی تھی۔جب ہر طرح اسے اپنی اطلاعات کی تصدیق ہو گئی تو اس نے ذوالریاستین سے کہا کہ ان اطلاعات سے حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ابتدائی آثار بعد میں آنے والے واقعات کا پتہ دیتے ہیں۔ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ ہم حق پر ہیں اور شاید اس تلخی کا ثمرہ ہمیں شیریں ملے۔

طاہر بن حسین کو رے جانے کا حکم:

جب مامون کے لیے دعا ترک کی گئی اور یہ بات صحیح طور پر معلوم ہو گئی کہ امین اسے علیحدہ کر دینا چاہتا ہے تو سب سے پہلے جو کام فضل بن سہل نے کیا یہ تھا کہ اس نے تمام سپاہیوں کہ جن کو اس نے پہلے سے رے کے چاروں طرف پھیلا رکھا تھا۔اس فوج کے ساتھ مل جانے کا حکم دیا جو باقاعدہ طور پر رے میں متعین تھی۔ان کثیر التعداد فوجوں کی موجودگی سے ان علاقوں میں قحط پڑ گیا۔ان کی سربراہی کے لیے اس نے ہر درہ اور ناکہ سے اس قدر سامان معیشت جانوروں پر بار کر کے ان کے پاس پہنچا دیا کہ ہر ضروری شے ان کو وہیں میسر آ گئی۔یہ تمام فوجیں سرحد پر پڑی رہیں۔اس سے آگے نہ بڑھیں۔مگر اپنے اس طویل قیام کے زمانے میں انہوں نے کسی مسافر یا دوسرے شخص کو مطلقاً نہ چھیڑا۔اور نہ ستایا۔اس کے بعد فضل بن سہل نے طاہر بن الحسین کو اس کے ماتحت سرداروں اور سپاہ کے ساتھ رے جانے کا حکم دیا۔طاہر مسلسل طے منازل کرتا ہوا رے پہنچا اور وہیں اس نے اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔اس نے رے کے اطراف میں اپنے آدمی متعین کر دیئے۔چوکیاں قائم کیں اور ہر طرف اپنے جاسوس اور مخبر پھیلا دیئے۔

عصمہ بن حماد کی روانگی ہمدان:

امین نے عصمہ بن حماد بن سالم کو ایک ہزار فوج کے ساتھ ہمدان بھیجا۔اسے حکم دیا کہ وہ وہیں مقام کر دے اور حسب ضرورت صوبہ جبل کی جنگی کارروائیوں میں وہی سپہ سالار ہے۔اسے یہ بھی ہدایت کی کہ وہ اپنے مقدمۃ الجیش کو سادہ بھیج دے۔ امین نے اس کے بھائی عبدالرحمٰن بن حماد کو اس کی جگہ اپنی فوج خاصہ کا افسر مقرر کر لیا۔

امین کے عمال:

اب فضل بن الربیع اور علی بن عیسیٰ امین کو اور زیادہ مامون کی علیحدگی اور اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت لے لینے پر بھڑکانے اور ابھارنے لگے چنانچہ اسی سال انہوں نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کر کے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو اس کا اتالیق اور داروغہ مقرر کیا۔محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو اس کی فوج خاصہ کا افسر مقرر کیا۔عبداللہ بن عبیدہ کو اس کا افسر خراج اور علی بن صالح صاحب المصلی کو اس کا میر منشی

مقرر کیا۔

میخائیل شاہ روم پر حملہ:

اس سال رومیوں نے میخائیل شاہ روم پر اچانک حملہ کر دیا اس نے بھاگ کر جان بچائی اور رہبانیت اختیار کر لی۔ اس نے دو سال حکومت کی اور اس کے بعد لیون القائد روم کا بادشاہ ہوا۔

امارت حمص پر عبداللہ بن سعید کا تقرر:

اس سال امین نے اسحق بن سلیمان کو حمص سے واپس بلا لیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن سعید الحرشی کو مقرر کیا۔ اس کے ہمراہ عافیہ بن سلیمان بھی تھا۔ عبداللہ نے وہاں کے بہت سے سربراہ لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور دوسروں کو قید کر دیا۔ اس نے چاروں طرف سے ان کے شہر میں آگ لگا دی اب انہوں نے امان کی درخواست کی۔ عبداللہ نے ان کی درخواست قبول کی۔ چند روز تو وہ لوگ امن و سکون سے بیٹھے مگر پھر شورش برپا کر دی۔ اس مرتبہ عبداللہ نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔

۱۹۵ھ کے واقعات

اس سال امین نے ان درہم و دینار کا چلن موقوف کر دیا۔ جو ۱۹۴ھ میں اس کے بھائی مامون کے لیے خراسان میں مضروب ہوئے تھے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مامون نے یہ حکم دے دیا تھا کہ اب ان میں امین کا نام ثبت نہ کیا جائے۔ ان سکوں کو رباعیہ کہتے تھے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ چلتے نہ تھے۔

مامون و قاسم کے لیے دعا کی ممانعت:

اس سال امین نے اپنی تمام سلطنت میں مامون اور قاسم کے لیے منبروں پر دعا بند کرا دی اور حکم دیا کہ خود ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کے لیے دعا کی جایا کرے۔ اس وقت موسیٰ بالکل صغیر سن تھا۔ ناطق بالحق اس کا نام تجویز کیا گیا۔ یہ سب باتیں فضل بن الربیع کے مشورہ سے ہوئیں۔ جب مامون کو اس کی اطلاع ملی اس نے امام الہدیٰ اپنا نام رکھ لیا اور یہی لقب اب تحریر میں بھی لکھا جانے لگا۔

علی بن عیسیٰ کی ولایت صوبہ جبل:

اس سال یکم ربیع الآخر کو امین نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو تمام صوبہ جبل کا جس میں نہاوند ہمدان، قم اور اصفہان شامل تھے۔ والی عام مقرر کر کے روانہ کیا۔ اس صوبہ کے تمام جنگی اور خراج کے معاملات سب اسی کے تفویض کیے اور بہت سے دوسرے فوجی امراء بھی اس کے ساتھ بھیجے۔ دو لاکھ دینار اسے اور پچاس ہزار اس کے بیٹوں کو دیئے۔ جو فوج ساتھ بھیجی تھی اسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ دو ہزار مرصع تلواریں اور چھ ہزار پارچے خلعت میں اسے دیئے۔

امین کے فرمان کا اعلان:

۸/ جمادی الآخر جمعہ کے دن انہوں نے اپنے تمام اہل بیت موالی اور دوسرے امراکو شماسیہ کے مقصورہ میں طلب کیا جمعہ کی نماز پڑھ کر مقصورہ میں آئے۔ اور اپنے بیٹے موسیٰ کو ان سب کے سامنے محراب میں بٹھایا۔ اس وقت ان کے ساتھ فضل بن الربیع اور

دوسرے تمام مدعو حاضرین موجود تھے۔ فضل نے امین کی طرف سے ایک فرمان پڑھ کر سنایا جس میں اپنی اس حسن رائے کا ذکر تھا جو وہ ان کے متعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ حق جتایا تھا جو خود ان کا ان پر ہے کیونکہ ابتداء میں صرف تنہا انہیں کے لیے بیعت لی گئی تھی۔ جس کا ایفا اب تک ان کے لیے ضروری ہے۔ نیز یہ بتایا گیا تھا کہ عبداللہ نے اپنا لقب امام مقرر کر کے اور اپنے لیے دعوت دے کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ اس نے ان سے سلسلہ مراسلت بھی بند کر دیا ہے اور سکوں اور فرامین سے ان کا نام تک خارج کر دیا ہے۔ اس نے جو کچھ کیا ہے یا جن شرائط کا مدعی ہے ان میں سے کسی کا بھی اسے حق نہ تھا۔ اس کے بعد اس فرمان میں ان کی اطاعت کرنے اور ان کی بیعت پر قائم رہنے کے لیے ترغیب وتحریص کی گئی تھی۔

سعید بن الفضل وفضل بن الربیع کی تقاریر:

جب وہ فرمان پڑھا جا چکا تو سعید بن الفضل خطیب نے کھڑے ہو کر اس کے فرمان کے مضمون کی تائید اور تصدیق کی۔ اس کے بعد فضل بن الربیع نے بیٹھے ہوئے ایک طول طویل تقریر کی جس میں اس نے یہ کہا کہ امیر المومنین محمد الامین کی موجودگی میں کسی دوسرے کو امامت یا خلافت کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اللہ نے عبداللہ وغیرہ کا اس میں کوئی حصہ نجرہ مقرر نہیں کیا ہے اس معاملہ میں نہ امین کے اہل بیت میں سے کسی شخص نے نہ اور دوسروں نے ایک لفظ زبان سے نکالا۔ البتہ محمد بن عیسیٰ بن نہیک اور فوج خاصہ کے بعض دوسرے سربراہ لوگوں نے کچھ کہا۔ اپنی اس تقریر کے دوران فضل بن الربیع نے یہ بھی اعلان کیا کہ اے اہل خراسان امیر موسیٰ بن امیر المومنین نے اپنے ذاتی مال میں سے تین کروڑ درہم تم میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد سب لوگ چلے گئے۔

علی بن عیسیٰ نے امین سے آ کر کہا کہ خراسانیوں نے مجھے لکھا ہے کہ اگر مامون کے خلاف جارحانہ کارروائی کروں تو وہ سب کے سب میرے ساتھ ہو جائیں گے۔

اس سال علی بن عیسیٰ مامون کے خلاف لڑنے کے لیے رے روانہ ہوا۔

علی بن عیسیٰ کی پیش قدمی:

۱۵/ جمادی الآخر ۱۹۵ھ جمعہ کے دن شام کو نماز جمعہ سے عصر تک علی بن عیسیٰ مدینۃ السلام سے اپنی اس فرودگاہ کو جو نہروان پر قائم کی گئی تھی روانہ ہو گیا۔ اور وہاں اس نے تقریباً چالیس ہزار فوج کے ساتھ قیام کیا۔ یہ اپنے ساتھ چاندی کی ایک زنجیر بھی لے گیا تھا۔ کیونکہ اسے یہ زعم تھا کہ وہ اس سے مامون کو قید کرے گا۔ سنیچر کے دن جب کہ ماہ جمادی الآخر کے ختم ہونے میں چھ راتیں باقی تھیں کہ خود امین علی بن عیسیٰ کے ساتھ نہروان تک آئے اور ان فوجوں کا جو علی بن موسیٰ کے ساتھ جا رہی تھیں باقاعدہ معائنہ کیا۔ اس دن کا بقیہ حصہ انہوں نے نہروان میں بسر کیا۔ اور پھر مدینۃ السلام واپس آ گئے۔

علی بن عیسیٰ کی ہمدان میں آمد:

علی تین دن تک نہروان میں ٹھہر کر اپنی منزل مقصود کی طرف نہروان سے روانہ اور مسلسل کوچ کرتا ہوا ہمدان پہنچا اور وہاں اس نے عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کو ہمدان کا والی مقرر کیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے عصمہ بن حماد کو یہ حکم بھیجا تھا کہ وہ خود تو اپنے کچھ خاص آدمیوں کے ساتھ واپس آ جائے اور اپنی بقیہ فوج اور دوسرے مال ومتاع اور اسلحہ کو علی بن عیسیٰ کے حوالے کر دے۔ انہوں نے ابودلف قاسم بن عیسیٰ کو بھی حکم بھیجا کہ وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ علی بن عیسیٰ سے جا ملے۔ انہوں نے ہلال بن عبداللہ الحضرمی کو اس کے ساتھ

کیا اور اس کا منصب مقرر کیا۔ اس کے بعد انہوں نے عبدالرحمن بن جبلۃ الانباری کو دینور کا والی مقرر کر کے حکم دیا کہ تم اپنی جمعیت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اور اسی کے ہمراہ انہوں نے وہ دو کروڑ درہم بھی بھیج دیئے۔ جو اس سے پہلے ہی اس کے پاس بھیج دیئے گئے تھے۔

علی بن عیسیٰ کی روانگی رے:

مگر علی عبدالرحمن کے اس کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی ہمدان سے رے روانہ ہو گیا۔ یہ پورے بندوبست کے ساتھ رے پہنچا۔ وہاں طاہر بن الحسین نے چار ہزار سے بھی کم فوج کے ساتھ جس کی کل تعداد تین ہزار آٹھ سو بیان کی گئی ہے اس کا مقابلہ کیا۔ طاہر کی چھاؤنی سے تین شخص علی بن عیسیٰ کا تقرب حاصل کرنے اس کے پاس چلے آئے۔ علی نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں کے باشندے ہو۔ ان میں سے ایک نے کہا میں آپ کے بیٹے عیسیٰ کی فوج کا جسے رافع نے قتل کر دیا ایک سپاہی ہوں۔ علی نے کہا: خوب تم تو میری ہی فوج کے ہو۔ اور پھر اس کے حکم سے دو سو کوڑے اس کے مارے گئے۔ اس کے علاوہ دوسرے دو شخصوں کے ساتھ بھی اس نے اہانت آمیز برتاؤ کیا۔ اس کے اس طرز عمل کی خبر طاہر کی تمام فوج میں پھیل گئی۔ جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ اس سے متنفر ہو گئے اور اب اس کے مقابلہ کے لیے زیادہ عزم سے تل گئے۔

مامون کی خلافت کی دعوت:

احمد بن ہشام طاہر کا صاحب شرط بیان کرتا ہے کہ ابھی ہمیں اس بات کی اطلاع نہیں ملی تھی کہ مامون نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا ہے کہ ہمارا علی بن عیسیٰ سے مقابلہ ہو گیا۔ میں نے طاہر سے کہا کہ جس تزک اور احتشام سے علی آیا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر ہم اس سے لڑنے سے برآمد ہوں اور وہ یہ کہے کہ میں امیر المومنین کا عامل ہوں اور ہم کو اس کا اقرار کرنا پڑے گا تب ہم کس منہ سے اس سے لڑ سکیں گے۔ طاہر نے کہا اس باب میں اب تک مجھے کوئی ہدایت موصول نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کہا اس معاملہ کو تم مجھ پر چھوڑ دو۔ طاہر نے کہا جو تمہاری سمجھ میں آئے کر لو۔ میں اسی وقت منبر پر چڑھا اور میں نے محمد کو خلافت سے برطرف کر کے مامون کی خلافت کی دعوت دی۔

طاہر بن حسین کا قسطانہ میں قیام:

اور اب ہم اسی دن یا دوسرے دن سنیچر ماہ شعبان ۱۹۵ھ کو وہاں سے چل کر قسطانہ آئے۔ یہ مقام رے سے عراق کی سمت میں پہلی منزل ہے۔ اس وقت علی بن عیسیٰ مشکوبہ نام ایک صحرا تک آ پہنچا تھا اور اب ہمارے اور اس کے درمیان سات فرسنگ کا فاصلہ تھا۔ ہم نے اپنے مقدمۃ الجیش کو اور آگے بڑھا دیا کہ اب وہ علی سے صرف دو فرسنگ پر رہ گیا تھا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ جب طاہر اسے دیکھے گا اسی وقت اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گا۔ مگر جب علی نے محسوس کیا کہ یہ تو واقعی جنگ پر تلا ہوا ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ تو بے آب و گیاہ صحرا ہے۔ یہاں پڑاؤ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ اس خیال سے وہ طاہر کی بائیں جانب ہو کر ایک ہاٹ میں جس کا نام بنی الزاری کا ہاٹ تھا' آ گیا۔ ہمارے ساتھ ترک تھے ہم ایک نہر کے کنارے اتر پڑے۔ علی بھی ہم سے قریب ہی فروکش ہوا۔ ہمارے اور اس کے درمیان ٹیلے اور پہاڑیاں واقع تھیں۔

علی بن عیسیٰ کی رے پر قبضہ کی افواہ:

لیا ہے۔ میں اسی شخص کے ساتھ شاہراہ پر آیا۔ اسے غور سے دیکھا۔ اور پھر میں نے کہا دشمن کا راستہ تو یہی ہے۔ مگر یہاں کسی جانور کا نشان قدم معلوم نہیں ہوتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس راہ سے اب تک کوئی گزرا نہیں ہے۔

طاہر بن حسین کا جنگ کی تیاریاں کرنے کا حکم:

میں نے طاہر کو آ کر بیدار کیا۔ اس سے کہا نماز پڑھ لو۔ اس نے کہا ہاں پڑھتا ہوں اس نے پانی منگوایا۔ اور نماز کی تیاری کرنے لگا۔ میں نے اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ صبح ہوگئی اس نے مجھ سے کہا سوار ہو کر چلو۔ اب ہم شاہراہ پر آئے اور ٹھہر گئے۔ طاہر نے کہا کیا تم ان ٹیلوں کے آگے جا سکتے ہو۔ ہم ٹیلوں پر سے ہوتے ہوئے ایسے مقام پر آئے جہاں سے علی بن عیسیٰ کی فرودگاہ ہمارے سامنے تھی' ہم نے دیکھا کہ اس کی فوج اسلحہ لگا رہی ہے۔ طاہر نے کہا کہ الٹے قدم واپس چلو ہم اپنی فرودگاہ آئے۔ اس نے خروج کا حکم دیا۔ میں نے فوراً امامونی حسن بن یونس الحاربی اور رسیہی کو بلا کر کہا کہ اب چلو وہ سب جنگ کے لیے برآمد ہوئے۔ ماموئی میمنہ پر تھا اور رسیہی اور محمد بن مصعب میسرہ پر تھے۔

علی بن عیسیٰ کا حملہ:

دوسری طرف سے علی بن عیسیٰ اپنی کثیر التعداد فوج کے ساتھ مقابلہ پر برآمد ہوا۔ اسلحہ اور سونے کی چمک سے تمام میدان سنہرا اور روپہلا ہو رہا تھا۔ اس کے میمنہ پر حسین بن علی تھا۔ جس کے ساتھ ابو ولف قاسم بن عیسیٰ بن ادریس متعین تھا اور اس کے میسرہ پر کوئی دوسرا سردار متعین تھا۔ اب انہوں نے ہم پر حملہ کیا اور ہمیں شکست دی یہاں تک کہ وہ ہمارے فرودگاہ میں گھس آئے۔ مگر اسی وقت طاہر نے اپنی فرودگاہ سے نکل کر ان پر حملہ کیا اور ان کو مار بھگایا۔

احمد بن ہشام کی حکمت عملی:

لڑائی سے قبل طاہر نے علی بن عیسیٰ کی فوج کی کثرت اور ساز و سامان کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ البتہ ہم ان سے خارجیوں کی طرح لڑتے ہیں۔ اس نے ارادہ کیا کہ علی کی فوج کے قلب پر حملہ کرے اور اس غرض سے اس نے سات سو خوارزمیوں کو جن میں میکائیل' سسل اور داؤ دسیاہ تھے۔ اکٹھا کیا۔ میں نے طاہر سے کہا کہ میں ایک چال چلتا ہوں۔ وہ یہ کہ علی بن عیسیٰ کو وہ بیعت یاد دلاتا ہوں جو خاص طور پر اس نے تمام اہل خراسان کی طرف سے ان کے نمائندہ کی حیثیت سے مامون کے لیے کی تھی۔ اس نے کہا اچھی بات ہے ضرور ایسا کرو۔ اب ہم دونوں نے معاہدے دو نیزوں کے پھلوں سے باندھے اور میں دونوں صفوں کے درمیان جا کر کھڑا ہوا۔ میں نے امان مانگی اور کہا تھوڑی دیر کے لیے ٹھیر جاؤ۔ نہ ہم تم کو ماریں اور نہ تم ہمیں مارو۔ علی بن عیسیٰ نے کہا۔ ہاں میں اس بات کو قبول کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔ اے علی بن عیسیٰ تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ کیا یہ وہ عہد نامہ نہیں ہے جس میں خاص طور پر تم نے مامون کی بیعت کی ہے۔ اللہ سے ڈرو اب تم قبر کے دروازے پر پہنچ گئے ہو۔ اس نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا احمد بن ہشام۔ چونکہ علی نے اس کے چار سو کوڑے لگوائے تھے۔ اس وجہ سے اس کا نام سنتے ہی اسے پھر غصہ آ گیا اور اس نے خراسانیوں کو للکارا کہ جو اسے پکڑ کر لائے اسے دو ہزار درہم دیئے جائیں گے۔

طاہر بن حسین کا حاتم پر حملہ:

لیتے ہیں۔اس کے بعد ہی اس کی فرودگاہ سے عباس بن اللیث مہدی کا مولیٰ اور جس کا نام حاتم الطائی تھا میدان جنگ میں نکل کر آئے طاہر نے اس پر حملہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے تلوار کے قبضے کو مضبوطی سے پکڑ کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اسے زمین پر گرا دیا۔داؤ دسیاہ نے علی بن عیسیٰ پر حملہ کیا۔اور اسے زمین پر گرادیا۔وہ علی کو پہچانتا نہ تھا اس روز وہ ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا جس کے پاؤں کمیت رنگ کے تھے۔یہ گھوڑا اسے امین نے دیا تھا۔حالانکہ جنگ میں ایسے گھوڑوں کو برا سمجھتے ہیں اور اسے شکست کی علامت خیال کرتے ہیں۔

علی بن عیسیٰ کا قتل:

علی کو زمین پر گرا کے داؤد نے کہا کہ کیوں نہ ہم اس کا کام تمام کردیں اس پر طاہر الصغیر نے جس کا نام طہر بن التاجی ہے اس سے پوچھا کیا تم علی بن عیسیٰ ہو علی نے اس خیال سے کہ یہ میرا نام سن کر مرعوب ہو جائے گا۔اور مجھ پر وار نہیں کرے گا۔کہہ دیا کہ ہاں میں علی بن عیسیٰ ہوں اتنا سنتے ہی طاہر بن الصغیر اس پر چڑھ بیٹھا اور اس نے تلوار سے اسے ذبح کر ڈالا محمد بن مقاتل بن صالح نے اس سے حجت یہ کی کہ سر میں لوں گا اس میں تو اسے کامیابی نہیں ہوئی مگر اس نے اس کی داڑھی کا ایک مٹھ نوچ لیا اور اس کو طاہر کے پاس لے آیا اور اس کے قتل کی اسے بشارت دی اصل میں طاہر کا پہلا وار فتح کا سبب ہوا۔اور چونکہ اس نے دونوں ہاتھوں سے تلوار پکڑی تھی اس وجہ سے اسے اسی دن ذوالیمینین کہنے لگے۔

علی بن عیسیٰ کی پسپائی:

علی کے تیرانداز ہم پر تیر چلانے کے لیے آمادہ ہوئے مجھے بھی اب تک اس کے قتل کا علم نہیں ہوا تھا۔اتنے میں شور مچا کہ سردار مارا گیا اب کیا تھا علی کی فوج بھاگی اور ہم نے دوفرسنگ تک اس کا تعاقب کیا۔بارہ مرتبہ وہ ہماری مقاومت کے لیے ٹھہرے مگر ہر مرتبہ ہم نے ان کو مار بھگایا۔طاہر بن التاجی علی بن عیسیٰ کا سر لیے ہوئے میرے قریب آیا میں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔کیونکہ علی کا ارادہ تھا کہ وہ میرے سر کو اس منبر پر نصب کرے جس پر امین کی خلافت سے علانیہ طور پر انکار کیا گیا تھا۔اس نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ رے میں اس کے لیے دن کا کھانا تیار کیا جائے۔میں شکست خوردہ فوج کے تعاقب سے پلٹ آیا۔علی کا ایک تھیلا مجھے ملا اس میں ایک نیم آستین ایک کرتا اور ایک جبہ تھا۔اس کو پہن کر میں نے دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ہمکو اس کی فرودگاہ میں سات سو تھیلیاں درہموں سے ملیں۔ہر تھیلی میں ایک ہزار درہم تھے۔

بخاری جماعت کی شراب نوشی:

ہم نے دیکھا کہ وہ بخاری جماعت جس کو اس نے گالیاں دی تھیں' کئی خچر جن پر صندوق بار تھے۔اسی خیال سے کہ ان میں مال ہوگا لیے ہوئے ہے۔انہوں نے وہ صندوق توڑے دیکھا کہ ان میں سوار کی شراب بھری ہوئی ہے۔اب انہوں نے شراب کے شیشے آپس میں تقسیم کر لیے اور کہنے لگے کہ چونکہ آج ہم نے بڑی محنت کی ہے آؤ شراب پئیں۔

علی بن عیسیٰ کی لاش کا حشر:

میں طاہر کے خیمے میں آیا وہ میری اس تاخیر سے مغموم تھا۔دیکھتے ہی کہنے لگا۔بشارت ہو۔یہ علی کا سر موجود ہے۔جتنے غلام

کے دونوں ہاتھوں کو پیروں سے باندھ دیا تھا۔ جس طرح کہ گدھے کو اٹھاتے ہیں طاہر کے پاس لائے۔ اس کے حکم سے اسے کمبل میں لپیٹ کر ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ طاہر نے اس فتح کی بشارت ذوالریاستین کو لکھ بھیجی۔ اگرچہ جہاں ہم تھے۔ وہاں سے مرو تقریباً دو سو پچاس فرسنگ کے فاصلہ پر تھا۔ مگر طاہر کا خط صرف جمعہ کی رات سنیچر کی رات اور اتوار کی رات کو چل کر اتوار کے دن مرو پہنچ گیا۔

مامون کی خلافت کا اعلان:

ذوالریاستین کہتا ہے کہ جس روز ہم کو اس فتح کی خوشخبری ملی ہے اسی دن ہم نے ہرثمہ کو پورے ساز و سامان کے ساتھ طاہر کی مدد کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ وہ اسی دن اپنے کام پر چلا گیا۔ خود مامون نے بھی کچھ دور اس کی مشایعت کی۔ میں نے مامون سے کہا کہ اب یہ بات بہت ضروری ہوگئی ہے کہ آپ کی خلافت کا اعلان کر دیا جائے۔ کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ عنقریب یہ تجویز آپ کے سامنے لائی جائے گی کہ دونوں بھائیوں میں مصالحت کرا دی جائے۔ البتہ جب آپ کے خلافت کا باقاعدہ اعلان ہو چکا ہوگا۔ اس وقت آپ کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ جو قدم آپ نے اس معاملہ میں بڑھا دیا ہے اسے واپس کر دیں۔ یہ کہہ کر میں ہرثمہ اور حسن بن سہل بڑھے اور ہم نے ان کو خلیفہ کہہ کر سلام کیا۔ اب کیا تھا ان کے تمام شیعوں نے ان کی فوراً بیعت کر لی۔

علی بن عیسیٰ کے قتل کی مامون کو اطلاع:

میں ہرثمہ کو چھوڑ کر اپنے گھر واپس آیا۔ چونکہ اس کے سامان سفر کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے میں تین دن سے سو نہ سکا تھا۔ اس لیے آج بہت ہی تھکا ماندہ تھا۔ اتنے میں میرے خدمت گار نے آ کر کہا کہ عبدالرحمٰن بن مدرک حاضر ہے۔ یہ عامل پٹہ تھا۔ ہم پہلے سے منتظر تھے کہ کوئی نہ کوئی خط آتا ہوگا چاہے اس میں جو خبر درج ہو وہ ہمارے موافق ہو یا مخالف۔ وہ کمرہ میں آ کر خاموش کھڑا رہا۔ میں نے کہا کیا ہے؟ اس نے کہا فتح کی بشارت آئی ہے۔ میں نے طاہر کا خط پڑھا۔ اس میں مرقوم تھا۔ اللہ آپ کی عمر میں برکت دے‘ آپ کے دشمنوں کو تباہ و برباد کرے۔ میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور علی بن عیسیٰ کا سر میرے سامنے پڑا ہے۔ اس کی انگوٹھی میری انگلی میں۔ والحمدلله رب العلمين.

میں فوراً تنہا امیر المومنین کے قصر کی طرف لپکا۔ میں قصر کے احاطہ میں پہنچ چکا تھا‘ تب میرا غلام میرے پاس پہنچا۔ میں نے مامون کو جا کر اس فتح کی بشارت دی اور وہ خط پڑھ کر سنایا۔

علی بن عیسیٰ کے سر کی تشہیر:

انہوں نے اسی وقت اپنے تمام اہل بیت‘ فوجی امراء اور دوسرے عمائد اور اکابر کو اپنے پاس طلب کیا۔ دربار میں پہنچ کر سب نے ان کو خلیفہ کہہ کر سلام کیا۔ منگل کے دن علی کا سر بھی آ گیا اور اسے خراسان میں گشت کرایا۔

علی بن عیسیٰ کے قتل کی امین کو اطلاع:

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جب علی بن عیسیٰ کے قتل کی خبر امین کو ملی جو اس وقت دریا کے کنارے مچھلی کے شکار میں منہمک تھے۔ انہوں نے خبر رساں سے کہا کہ اس کا ذکر ابھی مت کرو۔ کوثر نے دو مچھلیاں پکڑ لی ہیں اور میں نے ابھی ایک بھی نہیں پکڑی [illegible]

کے ساتھ عقیدت مندی کی وجہ سے طاہر اس کے سامنے ٹھہر بھی نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مارا گیا تو اب یہ بالکل کھو یا گیا اور کہنے لگا بخدا! طاہر ایسا جوانمرد ہے کہ اگر وہ صرف اکیلا ہو اور علی اپنی ساری فوج کے ساتھ بھی ہو وہ اس سے ضرور لڑے گا۔ یہاں تک کہ وہ غالب آ جائے یا مارا جائے۔

مامون کی املاک پر قبضہ:

علی کی فوج کے ایک شخص نے جو نہایت بہادر اور جری تھا اس کا مرثیہ کہا۔ جب اس کے قتل کی اطلاع امین کو اور فضل کو بغداد میں ہوئی' نے مامون کے خادم نوفل کو جو بغداد میں اس کا وکیل' خازن' اہل وعیال کا نگران اور تمام اس کی جائداد کا مختار عام تھا۔ امین کی طرف سے بلا بھیجا اور پھر اس سے وہ ایک کروڑ درہم جو رشید نے مامون کو عطا کیے تھے۔ لے لیے' نیز مامون کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد پر جو سواد میں تھی۔ قبضہ کر کے اس پر اپنے کارندے مقرر کر دیئے اور عبدالرحمٰن الانباری کو پوری طاقت اور ساز و سامان کے ساتھ طاہر کے مقابلہ کے لیے روانہ کر دیا۔ یہ بغداد سے روانہ ہو کر ہمدان آ گیا۔

امین کی حکمت عملی پر عبداللہ بن خازم کی تنقید:

اس موقع پر عبداللہ بن خازم نے یہ بات کہی کہ امین اپنی الٹی اور بے ہنگام تدبیروں سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹانا اور فوجوں کو ہزیمت دینا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ کبھی نہ ہوگا۔ اس پر پہلے کے کسی شاعر کی یہ بات صادق آتی ہے۔ جس گلہ کا چرواہا تو ہے وہ تو تباہ ہو کر رہے گا۔

امین کے متعلق ایک شاعر کے اشعار:

جب امین نے اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا ولی عہد خلافت بنایا اور علی بن عیسیٰ کو رے بھیجا تو بغداد کے کسی شاعر نے امین کے سراپا لہو ولعب میں انہماک' امور جہانبانی سے غفلت اور علی بن عیسیٰ اور فضل بن الربیع کے ان کے مزاج میں درخور اور اقتدار کو دیکھ کر یہ قصیدہ لکھا:

اضاع الخلافة غش الوزير و فسق الامام و جهل المشير

ترجمہ: ''وزیر کی نمک حرامی' مشیر کی نادانی اور امام وقت کے فسق و فجور میں انہماک نے خلافت کو تباہ کر دیا''۔

امین نے جب اپنے سفراء کے ذریعہ مامون کو وہ خط بھیجا جس میں اس سے کہا گیا تھا کہ تم میرے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت کر لو۔ تو مامون نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا:

''امابعد! مجھے امیر المومنین کا خط ملا۔ اس میں آپ نے میری اس منزلت سے انکار کیا ہے۔ جو میرے آباء کی دی ہوئی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں اس حق کی خلاف ورزی کروں جو سب کو معلوم ہے۔ اگر آپ انصاف سے کام لیتے اور اسے نہ چھوڑتے تو آپ کی بات اور ہوتی۔ اور اگر اس وقت میں آپ کی اطاعت سے سرتابی کرتا تو میری بات گر جاتی۔ مگر اب تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں بدستور آپ کا عقیدت کیش نیازمند ہوں۔ اور آپ حق اور انصاف کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ اپنے ذاتی اغراض سے اعراض کر کے حق اور انصاف پر کاربند ہوں اس کے بعد اگر میں حق پر قائم رہوں گا تو آپ کو میری طرف سے کوئی خطرہ نہ ہونا چاہیے اور اگر میں اس کے خلاف

ورزی کروں گا تو اس وقت آپ اپنی کارروائی میں حق بجانب ہوں گے۔ آپ نے اپنے خط میں اطاعت کی خوبی اور مخالفت کی برائی لکھی ہے۔ میں خود اس بات سے اچھی طرح واقف ہوں کہ حق کی مخالفت کر کے کوئی شخص نہ بچا۔ البتہ جو حق پر قائم ہے اسے کچھ اندیشہ نہیں۔ والسلام''۔

مامون کا علی بن عیسیٰ کے نام خط:

جب مامون کو معلوم ہوا کہ علی بن عیسیٰ بھی امین کے ساتھ ہو گیا ہے تو اس نے یہ خط اسے لکھا:

''امابعد! تم وہ ہو جس نے ہماری اس تحریک کو کامیاب بنایا ہے۔ تم اور تمہارے اسلاف ہمیشہ سے ہماری خلافت کی حفاظت اور تائید کرتے رہے ہیں۔ تم اس جاں نثاری کو اپنے اوپر ائمہ کا حق سمجھتے رہے ہو۔ تم نے ہمیشہ جماعت کے نظام کو برقرار رکھا ہے۔ اور طاعت میں جاں نثاری کی ہے۔ اپنے مخالفوں کو قتل کیا ہے۔ اپنے ساتھیوں کی مدد وحمایت کی ہے۔ اپنے ائمہ کو تم نے ہمیشہ اپنے آباء اور اپنی اولاد پر ترجیح دی ہے اور شدت اور راحت ہر حالت میں ان کے ساتھ دیا ہے۔ تم نے ہمیشہ اجتماع اور اتحاد کو اپنی فلاح او صلاح سمجھا اور افتراق کو اپنی تباہی اور بربادی' جس نے جماعت کا ساتھ چھوڑا اسے تم نے بھی گمراہ سمجھا۔ تم وہ لوگ ہو جن کے ذریعہ اللہ نے اپنا انتقام ہمارے دشمنوں سے لیا ہے۔ کتنے ہمارے دشمن ہیں جن کو تم نے قتل کر کے میدان میں بغیر خبر گیری کے درندوں کا لقمہ بنا دیا کہ اب ہوائیں ان پر افسوس کر رہی ہیں۔ تمہاری انہیں جان نثاریوں اور کارگزاریوں کی وجہ سے ائمہ نے تم کو وہ اعلیٰ اور اشراف درجہ اور مرتبہ عطا کیا۔ جس پر آج تم فائز ہو۔ نیز خلافت کے تمام معاملات میں وہ سب کے سب تم پر اعتماد کلی رکھتے اور تم کو ہر بات میں پیش پیش رکھتے تھے۔ اس وجہ سے امور خلافت میں جو اعتماد اور مرتبہ تم کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں بلکہ تم ہی اس کے سربراہ کار اور منصرم کلی ہو۔

تمام قوم میں تمہارا مرتبہ یہ ہے کہ اگر تم حکم دو کہ پاس آ و وہ پاس آ جائیں گے تم کہو آگے بڑھو وہ آگے بڑھ جائیں گے۔ تم رکو وہ بھی رک جائیں گے اور کھڑے رہیں گے۔ اسی خیر خواہی اور جان نثاری کی وجہ سے تمہاری عزت اور وقعت دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی رہی۔ اور اسی طرح ترقی کرتے کرتے تم آج اپنے اس موجودہ مرتبہ پر فائز ہو۔ تمہاری زندگی کا بیشتر حصہ گزر چکا ہے اور اب خاتمہ کا وہ زمانہ آیا ہے جس میں اس بات کا انتظار ہوتا ہے کہ یہ زمانہ بھی خیر وخوبی سے گذر جائے۔ تاکہ اس کی وجہ سے تمام گذشتہ کارگزاریاں مقبول اور معروف ہو جائیں۔ ورنہ اگر آخر زمانے میں کوئی لغزش ہو جاتی ہے' تو اس کی وجہ سے تمام عمر کی خدمات پر پانی پھر جاتا ہے۔ مگر اس وقت تم نے اپنے آقایان نعمت اور اراکین امامت کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ کہ جس عہد و پیمان کو تم نے خود دوسروں سے منعقد کرایا تھا خود تم اب اس کو توڑ رہے ہو۔ وہ عہد صرف خواص تک محدود نہ تھا۔ بلکہ عوام الناس سے بھی نہایت ہی راسخ وعدوں اور غلیظ قسموں کے ساتھ لیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری بات بگڑ جائے گی۔ تمام قوم میں تفریق پیدا ہو جائے گی۔ اس کی وجہ سے یہ نعمت خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور ہمارے اسلاف کی تمام محنت اور کاوش برباد ہو گی۔ پھر جب تمہارے اولیائے نعمت ہی برباد ہو جائیں گے تو ضرور ہے کہ ان کے زوال کا اثر خاص طور پر تم تک بھی ساری ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت خراب نہیں کرتا مگر اس وقت تک کہ خود وہ قوم اپنے کو بدل دے۔ جو شخص خلافت کی عزت کے محافظوں کی عام طور پر بربادی کے لیے جدوجہد کرتا ہے خود وہ اپنا کچھ کم دشمن نہیں۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سب کے سب مارے جائیں گے۔ تمہارا وہ مرتبہ ہے کہ اگر تم اس کارروائی کو مخالفت کرتے تو تمہاری رائے پر عمل ہوتا اور کسی طرح سے تمہاری اس رائے کو بدنیتی پر محمول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اولیائے حق تمہاری اس حق پرستی کی وجہ سے تمہارا خاص احترام کرتے۔ جو شخص نفع عاجل کی خاطر حق کو چھوڑتا ہے اور عاقبت میں خود کو تباہ کر لیتا ہے۔ وہ اس شخص کے برابر نہیں جو حق کی اعانت کرتا ہے۔ اس کی عاقبت بھی درست رہتی ہے اور اس دنیا میں بھی اسے بہت زیادہ نفع ملتا ہے۔

اور یہ بات کچھ ایسی نہیں ہے کہ اس کے لیے تم سے استدعا اور درخواست کی جائے بلکہ یہ تو حق ہے جس کا ایفا تمہاری عزت اور شرافت کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ نیز پھر اس کا ثواب اللہ کے یہاں سے بھی تم کو ملے گا اور وہ اہل امامت بھی جس کے حق کے استقرار کے لیے تم ایسا کرو گے تمہاری اس حق پرستی کا تم کو بہت زیادہ صلہ اور انعام دے گا۔ اگر تم وہاں اپنے قیام کی وجہ سے کوئی بات نہ کہہ سکتے ہو یا نہ کر سکتے ہو تو ایسے مقام پر چلے جاؤ جہاں تم بے خوف وخطر ہو کر آزادی سے اپنی کوئی رائے قائم کر سکو۔ یا اس شخص کے پاس آ جاؤ جو تمہاری کارگزاریوں کا اعتراف کرے اور جو عزت اور ثروت تم کو اب حاصل ہے۔ وہی یہاں بھی تم کو حاصل ہوگی۔

میں اس کے لیے تم سے اللہ کے سامنے وعدہ کرتا ہوں اور اس کو ضامن قرار دیتا ہوں۔ جس کی ضمانت بالکل کافی ہے۔ اگر اپنی جان کے خوف سے تم ایسا نہ کر سکتے ہو تو کم از کم یہ تو کرو کہ زبان سے اس تحریک میں جس کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ وہ تمہاری مرضی کے خلاف کی جا رہی ہے کوئی حصہ نہ لو۔ اس سے یہ تو ہوگا کہ دوسرے اشخاص بھی اس طرز عمل میں تمہاری اقتدا کریں گے۔ اور تمہاری علیحدگی سے خود بھی علیحدہ ہو جائیں گے۔ تم اپنی رائے سے مجھے مطلع کرو میں ان شاء اللہ اسے یاد رکھوں گا''۔

ذوالریاستین کا فضل بن الربیع کے مشیر خاص کو مشورہ:

علی نے یہ خط محمد کو لا کر دیا اب کیا تھا جس قدر اشخاص اس تحریک میں پیش پیش تھے انہوں نے امین کو اور جوش دلانا شروع کیا اور اس کی آتش غضب کو تیز کر دیا۔ خود اس کے مزاج کی افتاد نے ان کے منصوبوں میں ان کی مدد کی۔ مگر چونکہ فضل بن الربیع ہی تمام امور کا سربراہ کلی تھا اس وجہ سے طے یہ پایا کہ اس سے مشورہ لیا جائے' دوسری طرف ذوالریاستین نے اپنے اس خاص آدمی کو جو فضل کا مشیر خاص تھا لکھ دیا تھا کہ اگر آخر وہاں یہی طے ہو کہ ہم سے جنگ کی جائے تو تم یہ کوشش کرنا کہ ہمارے مقابلہ میں علی بن عیسیٰ کو امیر بنا کر بھیجا جائے۔ ذوالریاستین نے یہ تجویز اس لیے کی تھی کہ اسے معلوم تھا کہ اہل خراسان علی کو اس قدر برا سمجھتے ہیں کہ وہاں کے عوام تک اس سے لڑنے کے لیے تیار ہیں۔

فضل کے مشیر خاص کی تجویز:

فضل نے حسب عادت اس شخص سے مشورہ لیا اس نے کہا کہ اگر اس کام پر علی بن عیسیٰ کو مقرر کیا جائے تو نہایت ہی مفید اور

مناسب ہو کیونکہ ایک زمانہ تک وہاں کا والی مقرر ہونے کی وجہ سے تمام خراسان میں اس کا اثر قائم ہے اس کے علاوہ اس کی کریم النفسی اور احسانات کی وجہ سے تمام خراسان اسے مانتا ہے۔ اس سے بہتر آدمی اس کام کے لیے میسر نہیں۔ نیز وہ ان لوگوں میں ہے جنہوں نے صحیح معنوں میں بنی عباس کی تحریک خلافت کو کامیاب بنایا ہے اور سب سے پہلے جن لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے ان کی یادگار رہے۔ اس مشورہ کی بنا پر سب نے علی بن عیسیٰ کو اس کام کے لیے منتخب کیا اور جو کچھ اس کا نتیجہ ہوا وہ ظاہر ہے۔ علاوہ اس باقاعدہ فوج کے جو مامون کی حمایت میں علی سے لڑی۔ اہل خراسان کے بہت سے عوام محض علی کے ان مظالم کا انتقام لینے جو اس نے اپنے عہد ولایت میں ان پر کیے تھے۔ مامون کے ساتھ ہو گئے۔ سوائے چندان کمزور قلب اشخاص کے کہ خود جن کے ساتھ یا ان کے اسلاف کے ساتھ علی نے کوئی احسان کیا تھا۔ تمام اہل خراسان اس کی مخالفت میں ہم خیال تھے اور اسی وجہ سے اسے ہزیمت ہوئی اور وہ مارا گیا۔

امین اور عبداللہ بن خازم کی گفتگو:

امین کا مولیٰ عمر بن حفص کہتا ہے۔ چونکہ میں ان کے ملازمین خاص میں تھا۔ اس وجہ سے میں ہر وقت ان کی خدمت میں چلا جاتا تھا۔ ایسے اوقات میں بھی چلا جاتا تھا۔ جب کہ کوئی دوسرا ان کے پاس نہ جا سکتا اسی زمانہ میں ایک مرتبہ آدھی رات کو ان کی خدمت میں گیا۔ شمع سامنے رکھی تھی۔ اور وہ کسی فکر میں منہمک تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب بھی نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی اہم امر سلطنت کی تدبیر میں مشغول ہیں۔ میں خاموش ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ رات کا بیشتر حصہ اسی طرح گزر گیا۔ اب انہوں نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اور کہا عبداللہ بن خازم کو بلا لاؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اسی وقت اسے ان کی خدمت میں لے آیا۔ اب ان میں مناظرہ ہونے لگا۔ تمام رات اسی میں ختم ہو گئی۔ میں نے عبداللہ کو یہ کہتے سنا کہ امیر المومنین میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس الزام سے بچیں کہ سب سے پہلے خلفاء میں آپ ہی عہد شکنی کریں اور اپنی قسم کا کچھ لحاظ نہ رکھیں اور اپنے پیشرو خلیفہ کے فیصلہ کو کالعدم کر دیں۔ امین نے کہا خاموش رہو عبدالملک کی جو تم سے کہیں زیادہ سمجھدار دور اندیش اور صائب الرائے تھا یہ رائے تھی کہ دو نر ایک گلہ میں جمع نہیں رہ سکتے۔

امین کی مامون سے بیزاری:

امین فضل سے کہا کرتے تھے کہ عبداللہ کی موجودگی اور مخالفت میں زندگی کا کچھ لطف نہیں۔ اور اسے علیحدہ کیے بغیر چارہ نہیں۔ فضل ان کے اس خیال میں ان کی تائید کرتا تھا اور وعدہ کرتا تھا کہ وہ اس کام کو کر دے گا۔ امین کہتے تھے کب کرو گے جب مامون تمام خراسان اور اس کے ملحقہ علاقوں پر پوری طرح قابض اور متصرف ہو جائے گا کیا اس وقت کر سکو گے۔

خزیمہ بن خازم کی امین سے درخواست:

امین کا ایک اور خدمت گار بیان کرتا ہے۔ کہ جب انہوں نے مامون کی علیحدگی اور اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا تمام بڑے امراء جمع ہوئے انہوں نے ہر ایک سے فرداً فرداً اپنی خواہش ظاہر کی۔ اکثر نے اس کے ماننے سے انکار کیا۔ البتہ بعض لوگوں نے کبھی کبھی ان کی تائید بھی کی۔ اب انہوں نے خزیمہ بن خازم سے مشورہ کیا اس نے کہا: جناب والا جس نے آپ کو غلط باور

ہے کہ آپ اپنے امراء سے عساکر کو مامون کی علیحدگی کے لیے ترغیب نہ دیں کل یہی آپ کو علیحدہ کر دیں گے۔ آپ ان کو بدعہدی پر اغوا نہ کریں یہ ضرور آپ کے ساتھ بھی بے وفائی کریں گے۔ کیونکہ جو خود غدار ہوتا ہے۔ لوگ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جو خود بدعہدی کرتا ہے وہ ہمیشہ ناکام رہتا ہے اس کے بعد علی بن عیسیٰ بن ماہان بڑھا اسے دیکھ کر امین مسکرائے اور کہنے لگے مگر یہ ہمارے اس تحریک کے بانی مبانی اور اس سلطنت کے رکن رکین اپنے امام کے منشاء سے سرتابی نہیں کریں گے اور ان کی جاں نثاری میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اب انہوں نے علی کو اپنے تقرب کا وہ درجہ عطا کیا جو کسی دوسرے کو انہوں نے نہیں دیا تھا اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے مامون کی علیحدگی کے لیے امین کی رائے کا اتباع کیا اور ان کی حمایت کے لیے آمادگی ظاہر کی۔

امین کو مامون کی دل جوئی کا مشورہ:

ابو جعفر کہتے ہیں۔ جب امین نے مامون کی علیحدگی کا ارادہ کیا تو فضل بن الربیع نے ان سے کہا کہ آپ اس کو تنگ نہ کریں۔ ممکن ہے کہ وہ خود ہی بغیر کسی خدشے کے آپ کی اس خواہش کو مان لے اور اس طرح آپ اس کی مخالفت اور جنگ کی مشقت سے بچ جائیں۔ امین نے کہا میں کیا کروں۔ اس نے کہا آپ اسے ایک خط لکھیں اس میں اس کی دل جوئی کریں اور کوشش کریں کہ اس کی وحشت دور ہو۔ اس کے بعد اس سے درخواست کریں کہ وہ اپنے علاقہ سے آپ کے لیے دست کش ہو جائے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے خلاف بڑی فوجوں کے بھیجنے اور سازشیں کرنے سے یہ طریقہ زیادہ مؤثر اور مفید ہوگا۔ امین نے کہا بہتر ہے۔ تم اپنی صوابدید کے مطابق اس معاملہ میں جو مناسب سمجھو کرو۔

اسمٰعیل بن صبیح کی مامون کی طلبی کی تجویز:

مگر جب اسمٰعیل بن صبیح مامون کو خط لکھنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ سے یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کا اس سے یہ درخواست کرنا کہ وہ اپنے مقبوضات سے آپ کے لیے دستبردار ہو جائے۔ فوراً اس کے دل میں آپ کی طرف سے خطرہ اور بدگمانی پیدا کر دے گا۔ اور وہ آئندہ کے لیے متنبہ ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ بجائے اس کے آپ اسے یہ لکھیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس رہو تا کہ امور سلطنت میں تم سے مدد لیا کروں۔ اس لیے تم یہاں آ جاؤ یہ نہایت ہی موثر اور مفید طریقہ کار ہے۔ کیونکہ آپ کے حکم کی اطاعت میں اسے ضرور آپ کی خواہش کو ماننا پڑے گا۔ فضل نے کہا بے شک امیر المومنین یہی رائے نہایت مناسب ہے۔ امین نے کہا اچھا تو وہ اسی مضمون کا خط لکھ دے۔

مامون کی طلبی کا خط:

چنانچہ اسمٰعیل ابن صبیح نے امین کی طرف سے یہ خط مامون کو لکھا:

''امیر المومنین نے تمہارے معاملہ پر کافی غور و خوض کیا ہے' جس سرحدی مقام میں تم ہو اس کی اہمیت بھی ان کے پیش نظر ہے۔ مگر اب وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے پاس آ جاؤ۔ تا کہ امور خلافت میں وہ تم سے مدد لے سکیں۔ اگر چہ امیر المومنین رشید نے تم کو خراسان کا والی مقرر کر کے اس تمام علاقہ کو بلا شرکت غیرے خود مختارانہ حیثیت سے تمہارے تفویض کیا ہے۔ مگر پھر بھی امیر المومنین کو یہ توقع ہے۔ اگر تم وہاں سے چلے آ ؤ گے تو اس سے رشید کے منشا یا عہد میں کوئی سقم یا خرابی [illegible]

تمام مسلمانوں کو نفع ہوگا۔ لیکن اب امیر المومنین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہارے قیام خراسان کے مقابلہ میں جہاں کہ تم اپنے اہل بیت سے بالکل علیحدہ پڑ گئے ہو۔ اور امیر المومنین سے بھی دور ہو۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ تم ان کے پاس آ جاؤ۔ تمہارے پاس آ جانے سے سرحدوں کی زیادہ اچھی طرح حفاظت ہو سکے گی فوج کی حالت بھی درست رہے گی۔ خراج کے وصول ہونے میں بھی سہولت ہوگی اور عوام پر اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔ امیر المومنین یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ تم سے تمام امور سلطنت میں مشورہ اور مدد لیں ان کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ اپنے بیٹے موسیٰ کو تمہارے علاقوں پر تمہارا قائم مقام مقرر کر دیں۔ اس طرح کہ وہ ہر بات میں تمہارا ماتحت رہے اور تمہارے احکام نافذ کرے۔ تم اللہ کا نام لے کر نہایت اطمینان و دلجمعی و خوشی اور آیندہ کے متعلق اپنے لیے نہایت عمدہ توقعات کو دل میں لیے ہوئے ہمارے پاس چلے آؤ اور اطمینان رکھو کہ یہ کارروائی نہایت ہی مفید ہے۔ اور اس کا نتیجہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ کیونکہ تم ہی سب سے زیادہ اس بات کے اہل ہو کہ امیر المومنین اس سے امور سلطنت میں مشورہ اور مدد لیں۔ اور اپنی فرماں روائی میں اسے شریک کریں۔ اس لیے کہ اس میں ان کے خاندان اور ان کے منصب جلیلہ کی فلاں اور صلاح مضمر ہے۔ والسلام''۔

امین کے سفرا کی روانگی:

امین نے یہ خط عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی' عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر' محمد بن عیسیٰ بن نہیک اور صالح صاحب المصلی کو دیا اور حکم دیا کہ تم لوگ اس خط کو مامون کے پاس لے جاؤ اور ہمارے مقصد کے حاصل کرنے اور تمام معاملات کو روبراہ لانے کے لیے اس کے ساتھ نرمی اور تواضع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ ان میں سے ایک شخص کے ساتھ انہوں نے بہت سے تحائف' نقد مال اور دوسری قیمتی اشیا مامون کو بھیجیں یہ ۱۹۴ھ میں ہوا۔

عباس بن موسیٰ کی تقریر:

اس خط کو لے کر یہ جماعت خراسان روانہ ہوئی جب یہ وہاں پہنچی مامون نے اس کو باریاب کیا۔ اس نے امین کا خط اور دوسرے تحائف مامون کو دیئے۔ سب سے پہلے عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ نے تقریر شروع کی۔ خدا کی حمد و ثناء کے بعد اس نے مامون سے کہا۔ جناب والا آپ کے بھائی خلافت اور جہانبانی کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ اگر چہ ان کی نیت ہمیشہ بھلائی کی ہے۔ مگر ان کے وزراء اور دوسرے اعوان اور انصار دیانت اور صداقت کے ساتھ ان کو مدد نہیں دیتے ان کے علاوہ خود ان کے اہل بیت میں کوئی ایسا نہیں ہے جس سے مانوس ہوں۔ آپ البتہ ان کے بھائی ہیں وہ اس بات پر مجبور ہیں کہ آپ سے امور سلطنت میں مشورہ اور مدد لیں۔ اور آپ کو اپنی فرمانروائی میں شریک کریں۔ چونکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ ان کی مدد کرنے سے پہلو تہی نہیں کریں گے۔ اس وجہ سے ہم اس کام کے لیے آپ کو پھسلانا نہیں چاہتے اور نہ ہم اس خوف سے کہ آپ ان کے مخالف ہوں گے آپ کو طاعت کے لیے ترغیب دیتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر آپ ان کے پاس چلے جائیں گے تو اس سے آپ دونوں کی باہمی محبت کا اظہار ہوگا نیز اس سے ان کی دولت و سلطنت کو بڑا فائدہ پہنچے گا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے بھائی کی دعوت کو قبول فرمائیں۔ ان کی خواہش کو پورا کریں اور جس کام میں وہ آپ کی مدد طلب کریں اس میں آپ ان کی مدد کریں۔ اس طرح نہ صرف

آپ ایک حق پورا کریں گے بلکہ اس میں صلہ رحم ہے۔ سلطنت کی بھلائی ہے۔ اور خلافت کی عزت افزائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام کام بنائے اور اس معاملہ میں جو رائے آپ کی ہو۔ اس کے نتائج آپ کے لیے بہتر اور مفید ہوں۔

عیسیٰ بن جعفر کا خطاب:

عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر نے کہا۔ جس طرح اس معاملہ میں جناب والا کے سامنے طویل تقریر کرنا خلاف دانائی ہے اسی طرح امیر المومنین کے حق قرابت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کی تعریف میں کوتاہی کرنا قابل گرفت ہے اللہ آپ کی عزت افزائی کرے آپ امیر المومنین کے پاس نہیں ہیں۔ مگر ان کے دوسرے اہل بیت کی موجودگی نے ان کو آپ سے مستغنی نہیں کیا۔ وہ آپ کی ضرورت کو محسوس کرتے اور سمجھتے ہیں کہ کوئی دوسرا' ان کے پاس آپ کی جگہ نہیں لے سکتا اور بھائی ہونے کی وجہ سے ان کا آپ پر یہ حق ہے کہ آپ ان کے کام آئیں اور اپنے امام کی بات مانیں مناسب ہے کہ جناب والا امیر المومنین کے حسب منشاء عمل پیرا ہوں اور اس طرح ان کی خوشنودی تقرب اور محبت حاصل کریں۔ اگر آپ ان کے پاس چلیں گے تو یہ آپ کا احسان بھی ہوگا اور اس سے آپ کو نفع بھی بہت ہوگا اور اگر آپ نہ جائیں گے تو اس سے ہمارے مذہب اور تمام مسلمانوں کو نقصان ہوگا۔

محمد بن عیسیٰ کی مامون سے درخواست:

محمد بن عیسیٰ بن نہیک نے کہا۔ جناب والا تو خود ہی امیر المومنین کے حق اور مسلمانوں کے مفاد عامہ اچھی طرح سمجھتے ہیں اور ان کا احساس رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ طول طویل تقریروں اور خطبوں سے آپ کی نیت اور منشاء کو زیادہ سریع الحس کروں۔ چونکہ امیر المومنین کے پاس جو مشیر اور مصاحب ہیں۔ ان سے ان کا کام اب نہیں چلتا اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ تمام امور سلطنت میں آپ سے مدد اور مشورہ لیں۔ اگر آپ امیر المومنین کی اس خواہش کو منظور کرلیں گے تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہوگی۔ جس سے آپ کی تمام رعایا اور اہل بیت مستفید ہوں گے۔ اور اگر آپ کسی وجہ سے ایسا نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ امیر المومنین کے لیے کوئی دوسری صورت پیدا کردے گا۔ اور اس سے امیر المومنین کے آپ کے ساتھ حسن سلوک یا اس اعتماد میں جو ان کو آپ کی وفاداری اور خلوص پر ہے کوئی کمی نہیں ہوگی۔

صالح کی امین کے خط کی تائید میں تقریر:

صالح نے کہا جناب والا! خلافت کا بار نہایت گراں ہے اور مددگار بہت ہی کم ہیں۔ اور جو لوگ آپ کے خاندان اور آپ کی اس خلافت کے مخالف ہیں اور در پردہ سازشیں کرتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ آپ امیر المومنین کے اپنے بھائی ہیں اور چونکہ آپ ولی عہد اور ان کی حکومت اور سلطنت میں شریک اور سہیم ہیں اس وجہ سے امور سلطنت کی خوبی یا برائی کا اثر آپ دونوں پر یکساں مرتب ہوگا۔ اسی بنا پر چونکہ ان کو اس بات کا اعتماد کامل تھا کہ آپ امور خلافت میں ان کی مدد کریں گے انہوں نے آپ کو خط لکھا۔ اگر آپ ان کی بات مان کر ان کے پاس چلے جائیں گے تو اس سے خلافت کو عظیم الشان فائدہ پہنچے گا اور عام مسلمانوں اور ذمیوں کو اطمینان اور دلجمعی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جناب والا کے تمام کام بناتا رہے آپ کی خواہشوں کو بار آور کرے اور آپ کے لیے مفید کاموں کو سرانجام پہنچائے۔

مامون کا سفراء سے خطاب:

اب مامون نے تقریر شروع کی۔ خدا کی حمد وثنا کے بعد اس نے کہا۔ آپ حضرات نے امیر المومنین کا جو حق میرے سامنے وضاحت سے بیان کیا ہے میں اس سے انکار نہیں کرتا اور نہ ان کی اعانت کرنے اور ذمہ داریوں میں شرکت کرنے سے پہلوتہی کرتا ہوں میں خود چاہتا ہوں کہ امیر المومنین کے فرمان کی اطاعت کروں اور ان کی دلی خواہش کے مطابق ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مگر صحیح رائے کافی غور وفکر کے بعد ہی قائم کی جاسکتی ہے اور اس کی کوشش خلوص نیت پر شاہد ہوتی ہے امیر المومنین نے جو خواہش مجھ سے کی ہے۔ اس کی کوشش خلوص نیت پر شاہد ہوتی ہے۔ امیر المومنین نے جو خواہش مجھ سے کی ہے۔ اس سے اعراض کر کے میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا اور نہ فوراً بغیر سوچے سمجھے اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں مسلمانوں کے ایسے سرحدی علاقہ میں ہوں جس کا دشمن نہایت ضدی اور کڑوا ہے۔ اگر میں اس علاقہ کی حکومت کو بغیر انتظام کیے یوں ہی چھوڑ دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے فوج اور رعایا دونوں کو ضرر پہنچے گا۔ اور یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر یہیں رہ جاؤں اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکوں تو اس طرح میری اپنی خواہش جو امیر المومنین کا ہاتھ بٹانے' ان کی اعانت کرنے اور ان کے ارشاد کی بجا آوری کی ہے فوت ہو جاتی ہے۔ اس وقت تو آپ حضرات جایئے تاکہ میں اس معاملہ پر غور کروں اور ان شاء اللہ میں یہی رائے قائم کروں گا کہ ان کے پاس چلوں۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس وفد کو مہمان بنایا جائے اور اس کے ساتھ اکرام اور احسان کیا جائے۔

مامون کی پریشانی:

خط پڑھ کر مامون کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ وہ خط اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ فضل بن سہل کو بلا کر اسے خط سنایا اور پوچھا کہ اس معاملہ میں تمہاری رائے کیا ہے۔ اس نے کہا آپ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں اور ہمیں خطرہ میں نہ ڈالیں اور یہ آپ آسانی سے کر سکتے ہیں۔ مامون نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ میں اپنی جگہ بیٹھا رہوں اور امین کا مخالف ہو جاؤں۔ بیشتر فوجی سردار اور سپاہ ان کے ساتھ ہے۔ تمام روپیہ اور خزانہ ان کے قبضے میں ہیں انہوں نے روپے سے تمام بغداد کو اپنا کر لیا ہے۔ دنیا روپے کی ہے اس کے سامنے سب جھک جاتے ہیں اور اس کے سامنے کسی کو اپنے عہد و پیمان کے ایفا کا خیال نہیں رہتا۔

فضل کی بغداد جانے کی مخالفت:

فضل نے کہا جب تعلقات خراب ہو جائیں تو اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنی حفاظت کی تدابیر اختیار کی جائیں ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ امین آپ کے ساتھ بدعہدی کر کے آپ کو آپ کے ممالک سے بے دخل کر دے گا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی فوج اور اپنی رعایا میں قیام کریں تاکہ اس کی طرف سے آپ کی مخالفت میں کوئی بات رونما ہو تو آپ اس کے مقابلے کے لیے تیار ہوں۔ اب یا تو اللہ تعالیٰ آپ کی دیانت داری اور ایمانداری کے صلہ میں آپ کو فتح عطا فرمائے تو بہت ہی اچھا ورنہ یہ تو ہوگا کہ آپ عزت کی موت مریں گے اور اپنے ہاتھ اپنے کو دشمن کے حوالے نہ کریں گے۔ کہ وہ پھر جس طرح چاہے آپ کے متعلق فیصلہ کرے۔

مامون کا خاقان سے پناہ لینے کا ارادہ:

مامون نے کہا اگر یہ معاملہ مجھے ایسے وقت پیش آیا ہوتا کہ میرے پاس میری تمام فوج ہوتی اور اس ملک میں امن و امان ہوتا تو اس کا مقابلہ اور اس کی مدافعت میرے لیے بالکل سہل ہوتی۔ مگر اس وقت مشکل یہ ہے کہ خراسان میں عام بے چینی اور اضطراب پھیلا ہوا ہے جیغو یہ نے ہماری اطاعت سے انحراف کر دیا ہے۔ خاقان تبت نے خراج روک لیا ہے۔ شاہ کابل خراسان کے اس علاقہ پر جو اس کے ملک سے ملحق ہے غارت گری کے لیے تیار ہے۔ شاہ اترار بندہ نے مقررہ خراج کے دینے سے انکار کر دیا ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں ان معاملات میں کسی ایک کو بھی سیدھا رسکوں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ امین نے مجھے اسی لیے طلب کیا ہے کہ وہ میرے ساتھ بدعہدی کرنا چاہتا ہے۔ ان تمام مشکلات کا حل صرف یہی سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس سب کو چھوڑ کر سردست خاقان ملک الترک کے پاس چلا جاؤں اور اس کے پاس اس کے ملک میں پناہ گزیں ہو جاؤں۔ مجھے یہ توقع ہے کہ خاقان مجھ اماں دے دے گا۔ اور جو شخص مجھ پر جبر یا مجھ سے غدر کرے گا اس سے وہ مجھے بچائے گا۔

فضل بن سہل کی تجویز:

فضل نے کہا جناب والا بدعہدی کا نتیجہ بہت ہی برا ہوا کرتا ہے اسی طرح ظلم وزیادتی کے انجام بد سے بھی بے خوف نہیں رہنا چاہیے بسا اوقات کمزور اور مغلوب غالب اور طاقتور ہو گئے ہیں۔ کامیابی قلت وکثرت پر نہیں ہے۔ موت کی تکلیف ذلت کی تکلیف سے سہل تر ہے۔ میں اس بات کو ہرگز مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ اپنی سلطنت' تمام امرائے عساکر اور اپنی فوج کو چھوڑ کر تنہا سر بے جسد کی طرح محمد کے پاس جا کر اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیں۔ اور بغیر جدوجہد کیے اس کے مقابلہ پر جنگ میں داد مردانگی دیئے بغیر خود کو اس کے حوالے کر دیں۔ اس وقت آپ بھی منجملہ اور رعایا کے ایک شخص ہو جائیں گے کہ وہ آپ کے ساتھ جس طرح چاہے گا سلوک کرے گا۔ اس کے برخلاف میں یہ مناسب سمجھتا ہوں وہ آپ بھی جیغو یہ اور خاقان کو خط لکھیں۔ ان کو اپنی طرف سے ان کے ملکوں پر فرماں روا مقرر کر دیں اور وعدہ کریں کہ ان کے ہمسر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں آپ ان کی مدد بھی کریں گے شاہ کابل کو خراسان کے تحائف اور میوے بھیج دیجیے اور کہیے کہ مصالحت کرے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ خود خوشی سے اس بات کو قبول کرے گا۔ شاہ اترار بندہ کو لکھئے کہ اس سال کا خراج ہم اپنی طرف سے بطور صلہ تم کو معاف کیے دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنے تمام آدمیوں اور سپاہ کو جو پھیلی ہوئی ہے اپنے پاس جمع کر لیں۔ پھر رسالہ کا رسالہ سے اور پیدل کا پیدل سے مقابلہ کریں۔ اگر کامیابی ہوئی تو سبحان اللہ ورنہ اس وقت بھی آپ کے لیے یہ موقع رہے گا کہ آپ خاقان کے پاس چلے جائیں۔

فضل کی تجویز سے مامون کا اتفاق:

فضل کی تقریر کا مامون پر یہ اثر ہوا کہ اس نے اعتراف کیا کہ واقعی مصلحت یہی ہے جو تم کہتے ہو اور اس سے کہا کہ اب تم اپنی صوابدید کے مطابق اس معاملہ میں جو چاہو کرو۔ انہوں نے نافرمان بادشاہوں کے نام اسی مضمون کے خطوط بھیج دیئے۔ انہوں نے مامون کی تمام خواہشوں کو تسلیم کر لیا اور پھر اطاعت کا اقرار کیا۔ جس قدر فوجی سردار اور فوجیں مرو سے باہر پھیلی ہوئی تھیں ان سب کو مامون نے اپنے پاس بلا لیا اور طاہر بن الحسین کو جو مامون کی طرف سے رے کا عامل تھا حکم بھیجا کہ وہ اپنے علاقے کی اچھی طرح نگرانی اور حفاظت کرتا رہے۔ اپنی منتشر جماعتوں کو اپنے پاس جمع کر کے فوج اور اسلحہ کے ساتھ ہر وقت اچانک حملہ یا کسی

حادثہ کی مقاومت کے لیے تیار رہے اور اب مامون پوری طرح اس بات کے لیے مستعد ہو گیا کہ وہ امین کو خراسان میں مداخلت نہ کرنے دے۔

فضل بن سہل کی پیشین گوئی:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خط آنے کے بعد مامون نے فضل بن سہل کو بلایا اور امین کے معاملہ میں اس سے مشورہ لیا اس نے کہا آج آپ مجھے غور کرنے کی مہلت دیں۔ کل صبح اپنی رائے عرض کروں گا۔ رات بھر وہ سوچتا رہا۔ صبح آ کر کہا میں نے ستاروں کو دیکھا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی جیتیں گے۔ اور آخر میں آپ کو کامیابی ہوگی۔ اس پیشین گوئی نے مامون کو اپنی جگہ ٹھہرا دیا۔ اور اب وہ امین کے مقابلہ میں پورے عزم اور ارادے اور اطمینان قلب کے ساتھ آمادہ ہو گئے۔

مامون کا امین کو جواب:

خراسان کے تمام انتظام کو ٹھیک کر کے مامون نے امین کے خط کا یہ جواب لکھا:

''مجھے امیر المومنین کا خط موصول ہوا۔ دوسروں کی طرح میں بھی آپ کا ایک عامل اور مددگار ہوں۔ امیر المومنین رشید نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس سرحد پر قیام کروں اور امیر المومنین کا جو دشمن ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہے اس کی مدافعت کروں۔ میں اس کا یقین کامل رکھتا ہوں کہ میرا یہاں قیام رکھنا امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کے لیے اس بات سے کہیں زیادہ مفید ہے کہ میں خراسان چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ اگرچہ ذاتی طور پر میرا دل بھی یہی چاہتا ہے کہ میں آپ کی قربت سے مسرور ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں جناب کو عطا فرمائی ہیں۔ ان کو مشاہدہ کروں بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے یہیں رہنے دیں اور آنے سے معاف رکھیں''۔

اس خط کو لکھ کر انہوں نے امین کے وفد کو بلا کر اسے ان کے حوالے کیا۔ ان کو بیش بہا انعام اور خلعت سے سرفراز کیا۔ خود امین کو بھی خراسان کی بہت سی ہر قسم کی نادر اشیاء تحفۃً ان کے ساتھ بھیجیں اور کہا کہ آپ حضرات میرے معاملے کو بخوبی ان کے سامنے بیان کریں اور میری مجبوریاں بتا دیں۔

خراسان اور رے کے مابین ناکہ بندی:

مامون کا خط پڑھ کر امین نے سمجھ لیا کہ وہ کبھی ان کے پاس نہیں آئے گا۔ اس نے عصمہ بن حماد بن سالم اپنی فوج خاصہ کے سپہ سالار کو بلا کر حکم دیا کہ تم ہمدان اور رے کے درمیان جا کر ناکہ بندی کر دو۔ کسی تاجر کو کسی قسم کا اسباب معیشت خراسان نہ لے جانے دو۔ اور ہر شخص کی جامہ تلاشی لو تا کہ خط کے ذریعہ سے یہاں کی کوئی خبر مامون کو نہ مل سکے۔

خراسان پر فوج کشی:

یہ ۱۹۴ھ میں ہوا پہلے یہ انتظام کیا اس کے بعد اب انہوں نے خراسان پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان کو طلب کر کے اس کو پچاس ہزار فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ اس میں بغداد کے شہسوار اور پیادے دونوں طرح کے سپاہی تھے۔ فوج کا دیوان بھی اسی کے سپرد کر دیا گیا۔ اسے یہ اختیار دیا کہ وہ اپنی صوابدید پر جسے چاہے عہدہ کی ترقی دے۔ اور جسے چاہے اسی پانے والے والوں میں شامل کر دے۔ بے شمار اسلحہ اور کثیر روپیہ بھی اسے دیا۔ اور اب یہ فوج مامون کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئی۔

زبیدہ کی علی بن عیسیٰ کو ہدایات:

خراسان جاتے ہوئے علی ام جعفر کو سلام کے لیے حاضر ہوا۔ زبیدہ نے اس سے کہا۔ علی دیکھو! اگر چہ امیر المومنین میری اولاد ہیں مجھے عبداللہ کا بھی بہت خیال ہے۔ اور میں اس بات سے ڈرتی ہوں کہ مبادا اسے گزند پہنچے۔ میرا بیٹا بادشاہ ہے محض خواہشات نفسانی کی وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائی کی سلطنت پر بھی قبضہ کرے اور اسے چھین لینے کے لیے وہ اب عبداللہ پر حملہ کر رہا ہے۔ حالانکہ کریم خود تکلیف برداشت کرتا ہے دوسروں کو نہیں ستاتا۔ بلکہ دوسرے اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ تم عبداللہ کے ساتھ اس کے باپ اور بھائی کے مرتبہ کو پیش نظر رکھ کر برتاؤ کرنا۔ اس کے ساتھ سخت کلامی نہ کرنا۔ کیونکہ تم مرتبے میں اس کے برابر نہیں ہو۔ اس پر غلاموں ایسی سختی نہ کرنا۔ اسے نہ قید کرنا اور نہ تکلیف دینا۔ کسی چھوکری یا خادم کو اس کی خدمت سے علیحدہ نہ کرنا۔ اسے شتاب روی کی تاکید نہ کرنا۔ اس کے برابر نہ چلنا اس سے قبل گھوڑے پر سوار نہ ہونا بلکہ بغیر اس کی رکاب تھامے خود گھوڑے پر سوار نہ رہنا۔ اگر وہ تم کو گالیاں دے تو برداشت کر لینا۔ اگر وار بھی کرے تو اس کا جواب نہ دینا یہ کہہ کر زبیدہ نے اسے چاندی کی ایک ہتھکڑی دی اور کہا کہ اگر وہ تمہارے ہاتھ میں اسیر ہو جائے تو یہ ہتھکڑی ڈالی جائے۔ علی نے کہا جیسا آپ نے ارشاد فرمایا ہے میں پوری طرح اس کی بجا آوری کروں گا۔

مامون کی ولی عہدی کی برطرفی کا اعلان:

امین نے علانیہ طور پر مامون کو ولایت عہد سے برطرف کر کے اس کے بجائے اپنے بیٹے موسیٰ اور عبداللہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اس کے لیے خراسان کے علاوہ تمام سلطنت میں بیعت لے لی اور انہوں نے اس موقع پر اپنے بنی ہاشم دوسرے امراء اور فوج کو نقد و جنس کی شکل میں بیش بہا انعام اور صلے دیئے۔ موسیٰ کا لقب ناطق بالحق اور عبداللہ کا لقب القائم بالحق رکھا۔ اس کے بعد علی بن عیسیٰ ۷/شعبان ۱۹۵ھ کو بغداد سے روانہ ہو کر نہروان پر فروکش ہوا۔ خود امین نے اس کی مشایعت کی دوسرے امراء اور فوجیں سوار ہو کر چلیں۔ ان کے لیے بازار لگا دیئے گئے۔ مزدور اور معمار بھی ساتھ کیے گئے کہا جاتا ہے کہ علی کی فرودگاہ اپنے خیموں اور دوسرے لاؤ لشکر کی کثرت کی وجہ سے ایک فرسنگ کی تھی بغداد کے بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے کوئی ایسی چھاؤنی نہیں دیکھی جس میں اس قدر آدمی ہوں اتنے عمدہ جانور ہوں اس قدر اعلیٰ اسلحہ ہوں اور اس کا دوسرا ساز و سامان اس قدر مکمل اور بہتر ہو۔

امین کی علی بن عیسیٰ کو ہدایات:

بغداد کے باب خراسان سے گزر کر امین سواری سے اتر کر پیادہ ہو گئے اور اب انہوں نے علی بن عیسیٰ کو ہدایت دینا شروع کیں اس سے کہا اپنی فوج کو رعایا پر ظلم نہ کرنے دینا۔ دیہات کے لوگوں پر غارتگری نہ کرنے دینا۔ درخت نہ کاٹنے دینا۔ عورتوں کی عصمت دری نہ کرنے دینا۔ یحییٰ بن علی کو رے کا والی مقرر کر کے اس کے ساتھ زبردست فوج متعین کر دینا اور اسے حکم دینا کہ وہ رے کی آمدنی سے اپنی سپاہ کی معاش ادا کرتا رہے۔ جس جس ضلع سے تم آگے بڑھتے جاؤ وہاں اپنے کسی شخص کو عامل مقرر کرتے جانا۔ اہل خراسان کے جو سپاہی یا سردار تمہارے پاس آ جائیں ان کی بہت تعظیم و تکریم کرنا۔ ان کو خوب انعام دینا ایک بھائی کی خطا کا مواخذہ اس کے دوسرے بھائی سے نہ کرنا۔ اہل خراسان کا ایک چوتھائی خراج کم کر دینا۔ کسی ایسے شخص کو معافی نہ دینا جس نے تمہاری فوج پر تیر چلایا ہو۔ [illegible] وہاں قیام کی زیادہ سے زیادہ صرف تین

دن کی اجازت دینا اور جب اسے تم یہاں روانہ کرنا تو اپنے بہت ہی معتمد علیہ اشخاص کی نگرانی میں بھیجنا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ شیطان کے اغوا سے وہ تم سے سرکشی کر جائے۔ اس وقت تمہاری کوشش یہ ہو کہ تم اسے کسی طرح گرفتار کرلو۔ اگر وہ خراسان کے کسی علاقہ میں بھاگ کر چلا جائے تو تم خود اس کے لیے جانا۔ جو ہدایات میں نے تم کو دی ہیں تم اسے اچھی طرح سمجھ گئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں امیر المومنین۔ امین نے کہا اللہ کی برکت اور مدد تمہارے ساتھ رہے، جاؤ۔

علی بن عیسیٰ کو ایک منجم کا مشورہ:

بیان کیا گیا ہے کہ علی کے منجم نے اس سے آ کر کہا کہ بہتر ہوتا کہ آپ خراسان روانہ ہونے میں اتنا انتظار کرتے کہ چاند اچھے خانوں میں آ جاتا اس وقت چاند پر نحوست ہے اور سعادت نہیں ہے مگر علی نے اس بات کی بالکل پروا نہ کی۔ اپنے غلام سعید سے کہا کہ مقدمۃ الجیش کے سردار سے جا کر کہو کہ وہ کوچ کے لیے نقارہ پر چوب مارے۔ اور اپنا نشان آگے بڑھائے۔ ہم چاند کے سعد و نحس کو نہیں جانتے ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ جو ہم سے لڑے گا ہم اس سے لڑیں گے جو ہم سے صلح و آشتی کا خواہش مند ہوگا ہم اس سے صلح کر لیں گے۔ جو ہمارے مقابلے پر آئے گا اور لڑے گا ہم اس کے خون سے اپنی تلوار کو سیراب کریں گے۔ جب ہم نے جنگ میں پوری طرح ثابت قدم رہ کر دشمن کے مقابلہ کی ٹھان لی ہے تو چاند کی نحوست کو ہم کچھ نہیں جانتے۔

علی بن عیسیٰ کی نخوت و تکبر:

ایک وہ شخص جو اس مہم میں علی کے ہمراہ تھا۔ بیان کرتا ہے کہ جب وہ حلوان سے گزر گیا تو اسے خراسان سے آنے والے قافلے ملے۔ اس نے ان سے خراسان کی خبریں پوچھنا شروع کیں تا کہ اہل خراسان کی کچھ حالت معلوم ہو۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ طاہر رے میں فروکش ہے۔ اپنی فوج کی تعلیم و تربیت اور سامان جنگ کی اصلاح کر رہا ہے۔ یہ سن کر علی ہنسا اور کہنے لگا یہ طاہر ہے کیا۔ میری شاخ کی ایک ٹہنی اور میری آگ کا ایک شرارہ ہے۔ اسے فوج کی قیادت سے اور جنگوں سے کیا سروکار۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں سے مڑ کر کہا۔ جس وقت ہم نے ہمدان کی گھاٹی کو عبور کر لیا اور اسے اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اس طرح ہمارے سامنے سے اکھڑ جائے گا۔ جس طرح تیز آندھی کے جھونکے سے کوئی درخت اکھڑ جاتا ہے۔ بھیڑ کے بچے مینڈھے کی ٹکر نہیں سہار سکتے اور لومڑیاں شیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتیں۔ اور اگر ایسا ہی طاہر مرد بن کر اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو دیکھ لینا کہ سب سے پہلے وہی تلواروں کی دھاروں اور نیزوں کی انیوں کا نشانہ بنے گا۔

علی بن عیسیٰ کو طاہر کی جنگی تیاریوں کی اطلاع:

یزید بن الحارث کہتا ہے کہ جب علی ہمدان کی گھاٹی پر پہنچا تو یہاں بھی خراسان کا ایک قافلہ وہاں سے آتا ہوا اسے ملا۔ اس نے پوچھا کوئی خبر بیان کرو۔ انہوں نے کہا طاہر رے میں مقیم ہے اس نے جنگ کا سارا انتظام مکمل کر لیا ہے۔ وہ لڑائی کے لیے بالکل آمادہ ہے۔ خراسان اور اس کے متصلہ اضلاع سے برابر اس کے لیے کمک پہنچ رہی ہے۔ روزانہ اس کی طاقت اور سپاہ کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور تمام سپاہی یہی سمجھتے ہیں کہ وہی خراسان کے جیش کا مالک ہے علی نے پوچھا کیا کوئی اور نامی خراسانی بھی اس کے ساتھ لڑنے کے لیے آیا ہے؟ انہوں نے کہا اور تو کوئی نہیں آیا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہاں ایک عام بے چینی ہے اور سب لوگ خائف ہیں۔

علی بن عیسیٰ کے دیلم‘ طبرستان وغیرہ کے حکمرانوں کے نام خطوط وتحائف:

یہ سن کر علی نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ عجلت کے ساتھ طے منازل کرے کیونکہ معلوم ہوتا ہے ہمارے دشمن کا انتہائی مقام پیش قدمی رے ہے۔ اگر ہم رے کو اپنے پیچھے چھوڑ کر خراسان کی سمت ان سے آگے نکل گئے تو اس سے ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے ان کا سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اور ان کی تمام جماعت پراگندہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس نے دیلم‘ جبل‘ طبرستان اور اس سے ملحقہ ریاستوں کی فرماں رواؤں کو خط لکھے ان کو بہت کچھ انعام واکرام دینے کا وعدہ کیا۔ قیمتی تاج‘ کنگن اور مجلی اور مذہب تلواریں تحفہ میں بھیجیں اور حکم دیا کہ تم خراسان کے رستے مسدود کر دو۔ اور کسی کو طاہر کی مدد کے لیے اپنے علاقوں سے نہ گزرنے دو۔ ان بادشاہوں نے اس کی یہ بات مان لی۔

علی بن عیسیٰ کا سردار مقدمۃ الجیش کی رائے سے اختلاف:

اب علی بڑھتا ہوا رے کی سرحد میں داخل ہو گیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش کے سردار نے آ کر اس سے کہا کہ یہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب والا اپنے مخبر اس علاقے میں پھیلا دیں۔ طلائع مقرر کر لیں اور پڑاؤ کے لیے کسی مناسب مقام کا انتخاب کر کے وہاں فروکش ہوں اور اپنے پڑاؤں کے گرد خندق بنائیں تاکہ آپ کی فوج بے خوف وخطر فروکش ہو جائے۔ اور کسی قسم کا دغدغہ ان کو نہ رہے اس سے ان کو اطمینان اور دل جمعی حاصل ہو گی۔ جو نہایت ضروری ہوں۔ علی نے کہا کیا کہتے ہو طاہر ایسا جوانمرد نہیں کہ اس مقابلہ کے لیے یہ حفاظتی تدابیر ضروری ہوں۔ ان دو شکلوں میں سے ایک شکل ہو گی کہ یا تو وہ رے میں قلعہ بند ہو جائے گا۔ اس طرح خود اہل رے اسے بھگت لیں گے اور ہمیں اس کے مقابلہ پر کوئی کارروائی ہی نہیں کرنا پڑے گی اور اگر ہمارے رسالے اور ہماری فوجیں اس کے قریب جا پہنچیں تو وہ رے کو چھوڑ کر نو کدم بھاگ نکلے گا۔

یحییٰ بن علی کی تجاویز کی مخالفت:

یحییٰ بن علی نے اس سے آ کر کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمام پراگندہ جماعتوں کو اکٹھا کر لوں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ پر شب خون پڑے گا۔ اور آپ رسالہ کو جب تک کہ ان کی تعداد کافی نہ ہو اپنے پاس سے ادھر ادھر نہ بھیجیں فوجوں کا انتظام تساہل سے نہیں ہوتا۔ اور لڑائیاں فرصت اور موقع طلبی سے سر نہیں ہوا کرتیں۔ دوراندیشی یہ ہے کہ آپ ہر وقت چوکنے رہیں۔ اور یہ نہ کہیے کہ طاہر مجھ سے لڑنے آیا ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک چنگاری بھڑک کر شعلہ بن گئی ہے۔ اور ایک چھوٹے سے چشمہ سے جب غفلت اور بے اعتنائی کی گئی وہ ایک بڑا سمندر بن گیا۔ ہماری فوجیں طاہر کے قریب پہنچ چکی ہیں اگر وہ بھاگنے والا ہوتا تو اب تک کبھی کا بھاگ گیا ہوتا۔ علی نے کہا چپ رہو۔ جہاں تم سمجھتے ہو کہ طاہر موجود ہے وہاں وہ نہیں ہے جب جوانمردوں کا مقابلہ ان کے برابر والوں سے ہوتا ہے۔ تب وہ جوش میں آتے ہیں اور صرف اپنے ہمسروں کے مقابلہ پر جنگ میں مستعدی اور جدوجہد کیا کرتے ہیں۔ یہ ہے کیا۔ اس کے لیے میں کیا کروں۔

طاہر کو رے میں قیام کا مشورہ:

عبداللہ بن مجالد کہتا ہے کہ خراسان بڑھتے ہوئے علی رے سے دس فرسنگ فاصلہ پر آ کر فروکش ہوا۔ اس وقت طاہر رے میں تھا۔ جس کی اس نے [illegible]

ہونے کے بعد اس نے مصاحبین سے مشورہ لیا۔ کہ کس طرح علی کا مقابلہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا آپ شہر رے میں قیام کریں۔ اور یہیں سے حتی المقدور اس وقت اس سے کسی فیصلہ کن لڑائی سے بچتے رہیں۔ جب تک کہ خراسان سے مزید رسالہ آپ کی کمک کو آئے اور کوئی دوسرا سپہ سالار بھی آئے جسے آپ اپنی جگہ علی سے لڑنے کے لیے متعین کریں۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ شہر رے کے اندر قیام کرنے سے آپ کو اور آپ کی سپاہ کو بہت آرام ملے گا۔ یہاں رہ کر ہم سب کو تمام ضروریات زندگی بہت آسانی سے ہمدست ہو جائیں گی۔ نیز سردی کی تکلیف سے بھی حفاظت رہے گی اور اگر خود شہر میں ایک پر لڑائی آپڑی تو اس وقت ہم شہر کے مکانات کی حفاظت میں اپنا بچاؤ کر کے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ آپ کے پیچھے سے کوئی اور امدادی سپاہ آپ کے پاس پہنچ جائے۔

طاہر کی رے میں قیام کی مخالفت:

طاہر نے کہا: میری رائے تمہاری اس رائے سے بالکل مخالف ہے۔ اہل رے علی سے مرعوب ہیں۔ ان کے دلوں میں علی کی ہیبت وسطوت جاگزیں ہے۔ تم خود جانتے ہو اس کے ہمراہ عرب کے بدوی کوہستانوں کے لٹیرے اور دیہات کے اچکے ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ ہمارے قیام رے کی حالت میں یہیں ہم پر حملہ آور ہوا تو اس کے خوف سے خود یہاں کے باشندے ہم پر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اس کی حمایت میں ہم سے لڑنے لگیں گے۔

طاہر کی تجویز:

علاوہ بریں یہ بات بھی سمجھ لو کہ جو جماعت خود اپنے گھروں میں سہمی ہوئی ہو۔ اور خود اس کی فرودگاہ پر حملہ کیا جائے۔ وہ جماعت ضرور بزدل اور نکمی ہو جاتی ہے۔ اس کا وقار جاتا رہتا ہے۔ اور اس کا دشمن اس پر چیرہ دست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی بات مناسب نہیں کہ شہر رے کو اپنے عقب میں چھوڑ کر آگے بڑھ کر مقابلہ کریں۔ اگر اللہ نے ہمیں فتح دی تو خیر ورنہ اس وقت ہم پسپا ہو کر شہر میں چلے آئیں گے۔ اور اس کی گلی کوچوں میں لڑیں گے اور قلعہ بند ہو کر اس وقت تک اس کی مدافعت کرتے رہیں گے جب تک کہ خراسان سے ہماری مدد کے لیے اور فوج آئے۔

طاہر کی رے سے روانگی:

اس پر سب نے کہا بے شک یہی رائے مناسب ہے اب طاہر نے اسی فیصلے کے مطابق اپنی فوج میں کوچ کا اعلان کر دیا اور وہاں سے چل کر انہوں نے رے سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر کلواص نام ایک گاؤں میں آ کر پڑاؤ کیا یہاں محمد بن العلا نے اس سے آ کر کہا کہ جناب والا آپ کی فوج دشمن کی سپاہ سے مرعوب ہو گئی ہے ان کے دلوں میں اس کا خوف اور رعب جاگزین ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے پڑاؤ میں رہ کر دفاعی جنگ کریں۔ البتہ جب اس طرح آپ کے سپاہی ان کی خو بو سے واقف ہو کر ان کو پرکھ لیں۔ اور کوئی راہ ان کے خلاف پیش قدمی کی مل جائے۔ تب آپ خود ان پر جارحانہ کارروائی کر سکتے ہیں۔

طاہر کا فیصلہ کن جنگ کا ارادہ:

طاہر نے کہا میں کچھ کم تجربہ کار اور محتاط نہیں ہوں میری فوج کم ہے دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر میں فیصلہ کن لڑائی کو ٹالتا

تحریص سے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے گا۔ اور اس طرح میرے اکثر ساتھی مجھ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور جو ہمارے ساتھ پامرد اور دلیر ہیں وہ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میں تو اب یہ کرتا ہوں کہ اپنی پیدل سپاہ کو ان کی پیدل سپاہ سے' اپنے رسالہ کو ان کے رسالہ سے بھڑا دوں۔ اور اپنی فوج کی طاعت اور وفاداری پر پورا بھروسہ کر کے کامیابی یا شہادت کا استقلال کے ساتھ منتظر رہوں۔ اگر ہمیں فتح و کامیابی حاصل ہوئی تو فہو المراد اور اگر دوسری صورت پیش آئی تو میں کوئی پہلا ہی آدمی نہیں ہوں جو لڑا ہو اور مارا گیا ہو۔ اور پھر شہادت کا اجر جو اللہ کے یہاں ملے گا وہ بہت اعلیٰ اور افضل ہو گا۔

علی بن عیسیٰ کی فوجی ترتیب:

علی نے اپنی فوج سے کہا کہ تم فوراً دشمن پر حملہ کر دو۔ چونکہ وہ بہت کم ہیں۔ اس لیے اگر تم ایک دم ان پر دھاوا کر دو گے تو وہ تمہاری تلواروں کی مار اور نیزوں کے وار کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے۔ اب اس نے اپنی فوج کو جنگ کے لیے میمینہ اور میسرہ اور قلب میں تقسیم کر کے مرتب کیا۔ دس نشان بنائے۔ ہر نشان کے ساتھ ایک ہزار سپاہی متعین کیے ایک ایک نشان کو میدان جنگ میں بڑھایا۔ ہر نشان کے درمیان سوگز کا فاصلہ چھوڑا۔ ان جماعتوں کے سرداروں کو حکم دیا کہ جب اگلی جماعت سے دشمن کی جنگ ہو اور وہ دیر تک استقلال کے ساتھ دشمن سے لڑتے لڑتے گرم ہو جائے تو اس کے بجائے اس کی متصلہ دوسری جماعت آگے بڑھ کر دشمن سے لڑنے لگے اور اگلی کو ذرا دم لینے اور جنگ کے لیے دوبارہ تازہ دم ہونے کے لیے آرام کرنے کے لیے پیچھے ہٹا لائے۔ اس نے زرہ بکتر اور خود والوں کو نشانوں کے آگے متعین کیا۔ اور خود قلب فوج میں اپنے نہایت دلیر اور شجاع جوانمردوں کے جھرمٹ میں ٹھہر گیا۔

طاہر بن حسین کا فوج سے خطاب:

طاہر بن الحسین نے بھی اپنی فوج کو کئی دستوں میں تقسیم کر کے ان کے پرے جمائے پھر وہ ایک ایک سردار اور اس کی جماعت کے پاس آیا اور کہا۔ اے اللہ والو! اے وفا شعار شکر گزارو! تم ان غداروں اور بے ایمانوں کی طرح نہیں ہو جنہوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے جس کی تم نے اب تک حفاظت کی ہے۔ انہوں نے اس بات کو ذلیل کیا ہے جس کی تم نے تعظیم کی ہے۔ اور اس وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے جس کو تم نے پورا کیا ہے۔ ان کا مقصد باطل ہے۔ وہ بدعہدی اور جہالت کے لیے لڑ رہے ہیں یہ ضرور مارے اور لوٹے جائیں گے۔ اگر تم آنکھیں بند کر کے میدان جنگ میں ثابت قدم رہے تو مجھے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ نصرت پورا کرے گا اور عزت و نصرت کے تمام دروازے تمہارے لیے کھول دے گا۔ اس لیے تم ان باطل پرستوں اور دوزخ کے کندوں سے اپنے دین کی خاطر نہایت بہادری سے لڑو۔ ان کے باطل سے اپنے حق کو بچاؤ۔ یہ صرف ایک گھنٹہ کی بات ہے۔ پھر تو اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے گا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اب اس نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ اے صدق اور وفا کے حامیوں! خبردار ثابت قدم رہنا اور اپنی پوری غیرت اور حمیت کے ساتھ لڑنا۔

جنگ کا آغاز:

دونوں حریف ایک دوسرے کے مقابل بڑھے۔ اہل رے بھی ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے شہر کے دروازے بند کر

تمہارے عقب میں ہیں ساز باز نہ کر سکے۔اور اب صرف انتہائی جدو جہد اور جنگ میں ثابت قدمی تم کو بچا سکتی ہے۔دونوں حریق گتھم گتھا ہو گئے اور بڑے زور کی لڑائی ہونے لگی۔مگر دونوں فریق اپنی اپنی جگہ جمے رہے کسی کا قدم نہیں ڈگمگایا۔علی کے میمنہ نے طاہر کے میسرہ پر حملہ کر کے بری طرح پاش پاش کر دیا۔نیز اس کے میسرہ نے طاہر کے میمنہ پر حملہ کر کے اسے بھی اس جگہ سے ہٹا دیا۔اس پر طاہر نے اپنی فوج سے کہا کہ جس طرح ہو سکے اپنی انتہائی شجاعت اور بسالت کے ساتھ دشمن کے قلب والے دستوں پر حملہ کرو اگر ان میں سے ایک نشان کو بھی تم نے پسپا کر دیا تو اس کے آگے بڑھے ہوئی جماعتیں خود بخود عقبی جماعتوں کے پاس پلٹ کر آ جائیں گے۔

طاہر کا علی بن عیسیٰ کی فوج کے قلب پر حملہ:

چنانچہ طاہر کی سپاہ پہلے تو نہایت ہی ثابت قدمی اور پامردی سے حملہ آوروں کے سامنے ڈٹی رہی اور پھر اس نے خود علی کی فوج کے قلب کے آگے بڑھے ہوئے نشانوں پر حملہ کیا۔ان کو پسپا کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے۔اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ نشان ایک پر ایک پلٹے اور اس طرح علی کا میمنہ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔جب طاہر کے ہزیمت خوردہ میمنہ اور میسرۂ نے اپنے ساتھیوں کی یہ کارگزاری دیکھی وہ اپنے مقابل پر پلٹ پڑے اور ان کو مار بھگایا۔جب علی تک یہ نوبت پہنچی اس نے اپنے سورماؤں کو للکارنا شروع کیا۔کہاں ہیں تاج وکلاہ والے۔اے شریف زادو! میرے پاس آ کر ٹھہرو۔پسپائی کے بعد جوابی حملہ کرو۔جنگ میں کامیابی صرف استقلال اور پامردی سے ہوتی ہے۔

علی بن عیسیٰ کا خاتمہ:

اتنے میں طاہر کے کسی سپاہی نے اپنے تیر سے علی کو نشانہ بنایا اور اس کا کام تمام کر دیا۔اب کیا تھا۔طاہر کی فوج نے ان کو بے دریغ قتل اور اسیر کرنا شروع کر دیا۔یہاں تک کہ رات نے آ کر بھاگنے والوں اور پکڑنے والوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔

فاتحوں کو بے شمار دولت ملی۔طاہر نے علی کی سپاہ میں منادی کر دی جو ہتھیار ڈال دے گا۔وہ مامون ہے۔اس وعدہ معافی کے ساتھ انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔اور اپنے جانوروں سے اتر آئے۔طاہر شہر رے میں واپس آ گیا۔اور اس نے جنگی قیدی اور مقتولین کے سر مامون کے پاس بھیج دیئے۔

عبداللہ بن علی بن عیسیٰ کی مراجعت بغداد:

بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن علی بن عیسیٰ مقتولین کے درمیان جان کے خوف سے لیٹ گیا۔وہ زخموں سے چکنا چور تھا۔اس وجہ سے وہ اس دن اور ساری رات بے حس وحرکت مقتولین میں پڑا رہا۔جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب کوئی اسے نہ پکڑے گا اس وقت اٹھا اور اپنی شکست خوردہ جماعت میں مل کر بغداد چلا گیا۔یہ علی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔

سفیان بن محمد کا بیان:

سفیان بن محمد نے بیان کیا ہے جب علی خراسان روانہ ہوا تھا تو مامون نے اس سے لڑنے کے لیے فرداً فرداً اپنے تمام سرداروں سے استفسار کیا۔مگر چونکہ سب کے دلوں میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔اس لیے سب نے کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اس کے مقابلہ سے اپنی جان چھڑائی۔

پہلی فتح کی خوشخبری:

جب مامون کو اس فتح کی خوش خبری کا خط طاہر کی طرف سے موصول ہوا۔ انہوں نے دربار عام منعقد کیا۔ جہاں سب نے آ کر مبارک باد دی اور ان کی نصرت اور عزت کے لیے دعا کی۔ اور آج ہی کے دن انہوں نے تمام خراسان میں امین کی علیحدگی اور اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اس سے تمام اہل خراسان خوش ہوئے۔ ہر جگہ اس کے لیے مقررین نے تقریریں کیں اور شعراء نے قصیدے کہے۔

امین کی پشیمانی:

اس کے برعکس جب امین جب علی مارا گیا تو اہل بغداد نے بری بری خبریں بیان کرنا شروع کیں۔ خود امین اب اپنے کیے پر نادم ہوئے۔ اور اس دن جو کہ ۱۹۵ھ کے نصف ماہ شوال کا جمعرات کا دن تھا۔ امرائے عساکر صورت حال پر غور کرنے کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے گئے اور سب نے جمع ہو کر یہ بات کہی کہ علی تو مارا گیا اب ضرور امین کو اس بات کی ضرورت ہوگی کہ وہ ہماری خدمات سے استفادہ کرے اور یہ قاعدہ ہے کہ لوگوں کے قلوب ہی ان میں تحریک پیدا کرتے ہیں ان کی شجاعت اور دلیری ان کو رفعت دیتی ہے۔ اس لیے اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی فوجی جمعیت کو ہدایت کرے کہ وہ ہنگامہ برپا کریں۔ اپنی معاشی اور مزید انعام کا مطالبہ کریں۔ اس ترکیب سے ہمیں توقع ہے کہ موجودہ حالت میں ہم ان سے بہت کچھ مستفید ہوسکیں گے۔ اور اس طرح ہماری اور ہماری جمعیتوں کی معاشی حالت بہتر ہو جائے گی۔

بغداد میں فوج کی شورش:

اس رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ صبح کو سب باب الجسر پر آئے انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اپنی معاش اور انعام کا مطالبہ کیا۔ اس ہنگامہ کی اطلاع عبداللہ بن خازم کو ہوئی وہ اپنی جمعیت اور دوسرے عرب امراء کی جمعیت کو لے کر وہاں پہنچا تیر اندازی اور سنگباری کے بعد دونوں فریقوں میں خوب ہی تلوار چلی۔ محمد الامین نے جب تکبیر اور لڑائی کا شور سنا انہوں نے اپنے ایک خدمت گار کو اطلاع یابی کے لیے بھیجا۔ اس نے ان سے جا کر ساری کیفیت سنائی کہ تمام فوج جمع ہے اور اس نے معاش کے لیے ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ امین نے پوچھا کیا صرف معاش ہی چاہتے ہیں یا کچھ اور اس نے کہا جی ہاں صرف معاش کے خواستگار ہیں۔ امین نے کہا یہ تو بہت معمولی مطالبہ ہے اچھا تم عبداللہ بن خازم کے پاس اور ہماری طرف سے اس کو حکم دو کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلا آئے۔ اس کے بعد انہوں نے حکم دیا کہ تمام فوج کو چودہ ماہ کی معاش ایک وقت میں دے دی جائے۔ نیز جو سپاہی اسی سے کم پاتے ہیں ان کو بھی اسی مقرر کر دیے جائیں۔ اس کے علاوہ فوجی عہدہ داروں اور سرداروں کو بیش بہا صلے اور انعام دیئے۔

عبدالرحمٰن بن جبلہ کی سپہ سالاری:

اس سال امین نے عبدالرحمٰن بن جبلہ الانباری کو طاہر سے لڑنے کے لیے ہمدان بھیجا۔

امین اور احمد بن سلام کی گفتگو:

امین کو معلوم ہوا کہ علی بن عیسیٰ مارا گیا اور طاہر نے اس کے پڑاؤ کو لوٹ لیا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن الانباری کو ابناء کے بیس

روپیہ بطور صلہ اور انعام کے دیا۔ نیز اسے حلوان سے لے کر اس تمام علاقے پر جو وہ خراسان کا فتح کر لے والی مقرر کیا اور ابنا کے دوسرے مشہور صاحب شجاعت اور بسالت اور دلیر لوگوں کو اس مہم میں اس کے ساتھ کیا۔

امین کے عبدالرحمٰن کو احکامات:

اسے حکم دیا کہ وہ راستے میں بہت کم ٹھہرے اور آرام کرے اور طے منازل میں عجلت سے کام لے۔ اور اسی طرح مسلسل کوچ کرتا ہوا طاہر سے پہلے ہمدان جا پہنچے وہاں اپنے گرد خندق بنائے۔ تمام ضروریات زندگی مہیا کرے اور اس تمام بندوبست کے بعد دوسرے دن تڑکے ہی طاہر اور اس کی فوج سے لڑ پڑے۔ لوگوں کے ساتھ کشادہ دستی اختیار کرے اور جو ہدایات میں نے دی ہیں ان کو پوری طرح نافذ کرے حفاظت اور احتیاط کا پورا انتظام رکھے۔ اور علی کی طرح غفلت اور تساہل سے قطعی اجتناب کرے۔

عبدالرحمٰن کی ہمدان میں آمد:

عبدالرحمٰن اپنی مہم پر روانہ ہوا۔ ہمدان پہنچا۔ ناکہ بندی کی اس کی فصیل اور دروازوں کی قلعہ بندی کی شکستہ جگہوں کو درست کیا۔ مختلف ضروریات کے لیے بازار اور پیشہ ور لوگوں کو شہر کے اندر اکٹھا کر لیا اور ہر قسم کے آلات جنگ اور سامان خوراک کو جمع کر کے طاہر کے مقابلہ اور اس سے لڑنے کے لیے مستعد ہو گیا۔

یحییٰ بن علی کی امین سے امداد طلبی:

اپنے باپ کے قتل کے بعد یحییٰ بن علی اس کی مہزوم فوج کی ایک جماعت کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کر رے اور ہمدان کے درمیان ٹھہر گیا۔ اور اس کے باپ کی شکست خوردہ فوج کا جو شخص اس کے پاس سے گزرتا یہ اسے اپنے پاس روک لیتا۔ چونکہ اسے یہ خیال تھا کہ امین اسی کو اس کے باپ کی جگہ پر مقرر کر کے رسالے اور پیادے سے اس کی مدد کریں گے۔ اسی امید میں وہ اس ہزیمت خوردہ فوج کے سپاہیوں کو اپنے پاس جمع کرنے لگا۔ اس نے امین سے مدد مانگی۔ انہوں نے اسے لکھا کہ ہم نے عبدالرحمٰن لانباری کو بھیج دیا ہے۔ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ طاہر کا مقابلہ کرو۔ اگر مدد کی ضرورت ہو تو تم عبدالرحمٰن کو لکھنا۔ وہ تم کو ہر طرح کی کمک بھیج دے گا۔

یحییٰ بن علی کی روانگی ہمدان:

دوسری طرف طاہر کو تمام کیفیت معلوم ہوئی۔ عبدالرحمٰن کی طرف بڑھا۔ جب یحییٰ کے قریب پہنچا تو یحییٰ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ طاہر ہمارے قریب پہنچ گیا ہے۔ اس کے ہمراہ خراسان کے جو پامرد پیادے اور جوانمرد شہسوار ہیں' ان سے تم خوب واقف ہو چکے ہو۔ کل ہی تم سے اس کی لڑائی ہو چکی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے اگر میں اس ہزیمت خوردہ فوج کے ساتھ اس سے لڑا تو وہ ہمیں ایسا سخت صدمہ پہنچا دے گا۔ کہ اس کا اثر ہماری اس فوج پر بھی جو ہمارے عقب میں ہے پڑے گا۔ اور یہ ایک اچھا بہانہ عبدالرحمٰن کے ہاتھ آ جائے گا۔ وہ امیر المومنین سے میری بزدلی اور نکمے پن کی شکایت کرے گا۔ اگر میں اس سے امداد طلب کروں اور اس کے انتظار میں پڑا رہوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کو قتل سے بچانے اور آئندہ ان سے کام لینے کے لیے میری مدد نہیں کرے گا۔ ان دو شکلوں میں صرف یہ طریقہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہم تیزی کے ساتھ ہمدان کی طرف بڑھیں اور عبدالرحمٰن کے قریب

ضرورت ہوئی تو ہم اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑیں گے اس رائے کو سب نے پسند کیا۔ اب یحییٰ پلٹا۔ اور جب وہ ہمدان کے قریب پہنچ گیا تو یہاں اس کے اکثر وہ ساتھی جو اس کے پاس جمع ہوئے تھے۔ اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی اپنی راہ ہو لیے۔

طاہر اور عبدالرحمٰن کی جنگ:

طاہر ہمدان کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے جا پہنچا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی فوج میں لڑائی کے لیے آمادہ ہو جانے کا اعلان کیا اور اب وہ پوری طرح تیار ہو کر جنگی ترتیب کے ساتھ میدان کارزار میں مقابلہ کے لیے نکل آیا۔ جنگ شروع ہوئی جس میں دونوں فریق نہایت ہی ثابت قدمی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلہ پر جمے رہے۔ نہایت شدید خونریز جنگ ہوئی۔ طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے اور زخمی ہوئے۔

عبدالرحمٰن کی پسپائی:

اس کے بعد عبدالرحمٰن پسپا ہو کر شہر ہمدان میں چلا آیا۔ کئی دن اس نے وہاں قیام کیا۔ اس اثناء میں اس کی حالت سنبھل گئی۔ اور اس کے زخمی اچھے ہو گئے۔ اب پھر اس نے اپنی فوج کو لڑائی کے لیے مستعد ہو جانے کا حکم دیا اور پوری طرح تیار ہو کر شہر سے نکل کر طاہر پر حملہ آور ہوا۔

طاہر کی حکمت عملی:

جب طاہر کی نظر اس کے جھنڈوں اور اگلی جماعتوں پر پڑی اس نے اپنی سپاہ سے کہا کہ عبدالرحمٰن کی چال یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ صرف تم کو اپنی صورت دکھائے اور جب تم اس کے پاس پہنچ جاؤ وہ تم سے لڑے۔ اگر تم نے اسے مار بھگایا تو فوراً شہر کی طرف لپک کر اس میں گھس پڑے اور پھر وہاں شہر کی خندق پر تم سے مقابلہ کرے اور شہر کے دروازوں اور فصیل کی آڑ میں تم سے لڑے اگر اس کے برعکس اس نے تم کو شکست دے دی تو پھر تمہارا تعاقب کرنے اور جی کھول کر تم کو قتل کرنے کا اس کو وسیع میدان مل جائے گا۔ کہ تم میں سے جو بھاگے یا میدان سے پشت پھیرے وہ اسے قتل کر دے اس لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی خندق اور اپنی فرودگاہ کے قریب ہی ٹھہرے رہیں۔ تاکہ اگر وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے لڑیں گے اس طرح وہ تو اپنی خندق سے دور نکل آئے گا اور ہم اپنی خندق کے قریب ہی رہیں گے۔

عبدالرحمٰن کا طاہر کی فوج پر حملہ:

اس تجویز کے مطابق طاہر اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ عبدالرحمٰن نے یہ خیال کیا کہ میری ہیبت کی وجہ سے اس نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے سے پہلوتہی کی ہے۔ اس خیال خام کی وجہ سے وہ خود ہی اس سے لڑنے کے لیے جھپٹا۔ اب پھر نہایت شدید جنگ ہوئی۔ طاہر اپنی جگہ جما رہا اور اس نے عبدالرحمٰن کی سپاہ کو بری طرح قتل کیا۔ ان کے بہت سے آدمی کام آ گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر عبدالرحمٰن نے اپنی فوج کے حوصلے بڑھانے کے لیے ان کو للکارا۔ اے جماعت ابناء اے امرازادو اور تلوار کے مالکو یہ عجم ہیں یہ بہت دیر تک جم کر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم ثابت قدم رہو۔ اب وہ اپنے ہر نشان کے پاس آیا اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تلقین

[illegible]

جگری سے لڑنے لگا۔ اور اس نے متعدد حملے طاہر کی فوج پر ایسے سخت کیے کہ ہر حملہ میں طاہر کے بہت سے سپاہیوں کا صفایا کر دیا گیا۔ مگر باوجود اس قدر دلیری اور جرأت کے طاہر کی فوج کا کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ اور نہ ان میں کوئی اضطراب پیدا ہوا۔

عبدالرحمٰن کی شکست و پسپائی:

اس کے بعد طاہر کے ایک جوانمرد نے عبدالرحمٰن کے علم بردار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اب طاہر کی تمام فوج نے یکجان ہو کر عبدالرحمٰن کی فوج پر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کو ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیا عبدالرحمٰن کی فوج نے پشت پھیری اور طاہر کی فوج نے بے دریغ ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ اسی طرح مارتے اور قتل کرتے ہوئے ان کو ہمدان کے دروازے تک دھکیل لائے۔

ہمدان کا محاصرہ:

طاہر نے شہر کے دروازے پر ٹھہر کر عبدالرحمٰن اور اس کی فوج کا محاصرہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن روزانہ مقابلہ کے لیے شہر سے نکلتا اور شہر کے دروازوں ہی پر اس سے اور طاہر کی فوج سے لڑائی ہوا کرتی۔ عبدالرحمٰن کی سپاہ شہر کی فصیل پر سے طاہر کی فوج پر سنگ اندازی بھی کرتی۔

عبدالرحمٰن کی طاہر سے امان کی درخواست:

عبدالرحمٰن کی فوج محاصرہ کی شدت سے تنگ آ گئی خود اہل شہر کو بھی ان کی موجودگی سے تکلیف محسوس ہونے لگی اور خود بھی ان سے لڑنے اور مارنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ باہر سے طاہر نے ہر سمت سے سامان معیشت کی بہم رسانی مسدود کر دی۔ عبدالرحمٰن اور اس کی سپاہ نے اپنی ہلاکت اور قحط زدگی کے خطرہ کو محسوس کیا۔ نیز ان کو یہ بھی اندیشہ ہو گیا کہ خود اہل شہر ہی ان پر وار کر دیں گے اس نے طاہر کے پاس اپنے سفرا بھیج کر اپنے اور اپنی فوج کے لیے امان کی درخواست کی جسے اس نے منظور کر لیا اور اس کا ایفاء کیا۔ عبدالرحمٰن اپنے اور یحییٰ بن علی کے ساتھیوں کو لے کر جنگ سے کنارہ کش ہو گیا۔

طاہر بن حسین کو اعزاز و خطاب:

ہم اس لقب کی وجہ پہلے بیان کر چکے ہیں' جب طاہر نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کی فوج کو شکست دے دی اور علی مارا گیا تو اس نے فضل بن سہل کو یہ خط لکھا۔

اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کے دشمن کو برباد کرے۔ میں آپ کو یہ خط لکھتا ہوں اور علی بن عیسیٰ کا سر میری گود میں ہے۔ اور اس کی مہر میرے ہاتھ میں ہے اور اس پر اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے۔

خط پڑھ کر فضل اپنی جگہ سے فوراً اٹھ کر مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے امیر المومنین کہہ کر اسے سلام کیا۔ مامون نے طاہر کی امداد کے لیے مزید سپاہ اور سردار بھیجے ذوالیمینین اور صاحب حبل الدین اسے خطاب عطا کیا۔ اور اس کی فوج کے ان سپاہیوں کی جن کی تنخواہ اسی سے کم تھی ترقی دے کر اسی کر دی۔

سفیانی علی بن عبداللہ کی بغاوت:

اس سال ماہ ذی الحجہ میں سفیانی علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں علم بغاوت بلند کر کے اپنے لیے

[illegible]

کے مقابلہ سے نکل کر بھاگا۔ محمد المخلوع امین نے حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مگر یہ ان کے سامنے ہی نہیں آیا بلکہ رقہ پہنچ کر وہیں ٹھہر گیا۔

علاقہ جبال سے امینی عمال کا اخراج:

اس سال طاہر نے محمد کے عاملوں کو قزوین اور تمام علاقہ جبال سے نکال دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب وہ عبدالرحمٰن کے مقابلہ کے لیے بڑھا تو اسے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر وہ کثیر بن قادرہ کو جو قزوین میں محمد کا عامل تھا۔ اور جس کے ساتھ بہت بڑی فوج تھی' اپنے عقب میں یوں ہی رہنے دے گا تو ممکن ہے کہ وہ عقب سے اس پر حملہ کر دے۔ اس وجہ سے جب طاہر ہمدان کے قریب آ گیا اس نے اپنی فوج کو قیام کرنے کا حکم دیا وہ سب فروکش ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے ایک ہزار پیادے اور ایک ہزار شہسوار اپنے ساتھ لے کر کثیر بن قادر کا قاصد کیا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی کثیر اور اس کی سپاہ قزوین کو خالی کر کے بھاگ گئی۔ طاہر نے ایک زبردست جمعیت اپنے ایک سردار کی قیادت میں وہاں اس ہدایت کے ساتھ متعین کر دی۔ کہ عبدالرحمٰن الانباری وغیرہ کے ساتھیوں میں سے جو قزوین میں آنا چاہے۔ یہ اس سے لڑیں اور اسے روک دیں۔

عبدالرحمٰن کی بدعہدی:

اس سال عبدالرحمٰن الانباری اسراباد میں مارا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے جب محمد المخلوع نے عبدالرحمٰن الانباری کو ہمدان بھیجا تو اس کے پیچھے انہوں نے خرشی کے بیٹوں عبداللہ اور احمد کو بھی اہل بغداد کے ایک زبردست رسالے کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ قصر اللصوص میں جا کر پڑاؤ کر دیں۔ عبدالرحمٰن کے تمام احکام کی بجا آوری کریں اور اگر اسے ان کی ضرورت ہو تو وہ اس کی مدد کریں۔

عبدالرحمٰن کا طاہر کی فوج پر اچانک حملہ:

جب عبدالرحمٰن طاہر سے وعدہ امان لے کر شہر سے نکل کر اس کی طرف آیا اور مقیم ہو گیا تو اس نے طاہر اور اس کی فوج پر ظاہر یہی کیا کہ اب وہ بالکل امن پسند ہے اور ان کے وعدہ امان اور پیمان صلح پر دل سے راضی ہے۔ مگر جب کہ طاہر اور اس کی فوج اس کی طرف سے بالکل بے خطر ہو گئی اس نے اچانک موقع پا کر اپنے ساتھیوں کو لے کر ان پر دھاوا کر دیا۔ طاہر اور اس کی فوج کو ان کی اس حرکت کی صرف اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ وہ ان کے سروں پر آ گئے۔ عبدالرحمٰن نے بے دریغ اپنے دشمنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

طاہر کی فوج کی ثابت قدمی:

طاہر کی فوج کے پیادے اپنی تلواریں ڈھال اور تیر لے کر مقابلہ پر جمے رہے اور گھٹنوں کے بل ہو کر اس طرح لڑے جو لڑائی کا حق ہے۔ اور اس وقت تک ان کو روکے رکھا۔ جب تک کہ سوار تیار ہو کر مقابلہ کے لیے آئیں جب وہ بھی آ گئے تو اب نہایت ہی ثابت قدمی اور بے جگری سے ایسی شدید لڑائی ہوئی کہ تلواریں اور نیزے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

عبدالرحمٰن کا قتل:

اب عبدالرحمٰن کے ساتھی بھاگ گئے مگر وہ خود اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ میں گھوڑے سے اتر پڑا اور لڑتا لڑتا

اس میں اتنی ہمت اب نہیں ہے کہ تعاقب کی زحمت برداشت کرے۔ آپ بھاگ جائیں۔ مگر اس نے یہی کہا کہ اب میں شکست کھا کر واپس جانا نہیں چاہتا۔ اور نہ امیر المومنین کو اپنی صورت دکھاؤں گا۔ اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ اس کی فرودگاہ کو لوٹ لیا گیا بچے کھچے مصیبت کے مارے حرشی کے بیٹوں عبداللہ اور احمد کے پاس پہنچے۔ ان کے آنے کا یہ اثر ہوا کہ خود ان کی فوج میں اس قدر خوف اور دہشت پھیلی کہ بغیر اس بات کے کہ ایک دشمن بھی ان کے پاس آیا ہو یہ بے تحاشہ اپنے مقام سے بھاگے اور بغداد پہنچنے تک انہوں پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

طاہر بن حسین کا شلاشان میں قیام:

طاہر کے لیے اب میدان صاف تھا۔ وہ بلا مزاحمت عراق کی طرف بڑھا۔ ایک ایک شہر اور ضلع سے گزرتا ہوا حلوان کے ایک گاؤں شلاشان میں آ کر اس نے اپنا پڑاؤ کیا۔ اپنے گرد خندق بنائی ہر طرح سے اپنی فرودگاہ کو مستحکم کیا اور وہیں اپنی تمام فوجیں جمع کیں۔

امیر حج داؤد بن عیسیٰ وعمال:

اس سال امین کی طرف سے داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ عباس مکہ اور مدینہ کا عامل تھا اور اس سال اور اس سے دو سال پہلے یعنی ۱۹۲ھ میں اسی کی امارت میں حج ہوا تھا۔ عباس بن موسیٰ الہادی امین کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا اور منصور بن مہدی بصرہ کا عامل تھا۔ مامون خراسان میں فرمانروا تھا اور اس کا بھائی محمد بغداد میں حکمران تھا۔

۱۹۶ھ کے واقعات

اسد بن یزید کی طلبی:

اس سال محمد بن ہارون نے اسد بن یزید بن مزید کو قید کر دیا اور احمد بن مزید عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کو طاہر سے لڑنے کے لیے حلوان بھیجا۔

اسد بن یزید بن مزید نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن الانباری کے قتل کے بعد فضل بن الربیع نے مجھے بلا بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا وہ اس وقت اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جسے وہ پڑھ چکا تھا۔ اس کی دونوں آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں اور وہ سخت طیش کی حالت میں کہہ رہا تھا وہ تو خواب خرگوش میں ہے۔ نہ اسے حکومت کے جانے کی فکر ہو نہ وہ کسی مفید رائے اور تدبیر پر غور کرتا ہے۔ شراب و کباب نے اسے بدمست کر دیا ہے وہ تو عیش ونشاط میں منہمک ہے۔ اور زمانہ اس کی بربادی کا انتظام کر رہا ہے۔ عبداللہ اس کی مخالفت پر اب علانیہ طور پر مستعد ہو گیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ کے لیے اس نے اپنے سب سے بہتر آدمی کو مقرر کیا ہے جو اتنی دور سے گھوڑوں کی پشت پر نیزوں کی انیوں اور تلواروں کی دھاروں پر محمد کی یقینی ہلاکت اور موت کو لیے ہوئے بڑھا آ رہا ہے۔

اسد بن یزید کو طاہر کے مقابلہ کا حکم:

مخاطب ہو کر کہا۔ ابوالحارث میرے اور تمہارے سامنے ایک خاص مقصد ہے۔ جس کی طرف ہم جا رہے ہیں۔ اگر ہم سے اس کے حاصل کرنے میں کوتاہی ہوگئی تو ہم ہمیشہ کے لیے مذموم ہو جائیں گے اور اگر ہم نے اس کے لیے پوری مستعدی دکھائی تو ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ ہم ایک اصل کی شاخ ہیں اگر وہ مضبوط رہی تو ہم بھی قوی رہیں گے اور اگر اصل ہی کمزور ہوگئی تو ظاہر ہے کہ ہم بھی کمزور ہو جائیں گے۔ اس شخص نے تو اپنی حالت بالکل نادان چھوکریوں کی سی کر لی ہے۔ ہر وقت عورتیں اس کی مشیر ہیں۔ خواب کے اوپر اس کو پورا بھروسہ ہے اور اپنے ان تمام رند مشرب اور یاوہ گو مصاحبین کی بات کو غور سے سنتا اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ ان لوگوں نے اسے یہ طفل تسلی دی ہے کہ آخر میں اسی کی فتح اور کامیابی ہوگی۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ بربادی اس سرعت سے اس کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ جس سرعت کے ساتھ کہ سیلاب ریت کے ٹیلوں کی طرف بڑھتا ہے۔ بخدا مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ اس کی ہلاکت اور تباہی کے ساتھ ہم بھی تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ تم عرب کے مسلمہ جوانمرد ہو اور ایک جوانمرد کے بیٹے ہو۔ اس نے اس شخص کے مقابلہ کے لیے تم کو تاکا ہے۔ تمہاری سچی وفاداری اور حقیقی بہی خواہی نیز تمہاری انتہائی شجاعت اور اس کے ساتھ بختاوری نے تمہارے انتخاب میں رہبری کی ہے اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری ہر ضرورت کو پورا کروں۔ اور جس قدر روپیہ تم چاہو تم کو دے دوں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اقتصاد برکت اور سعادت کی کنجی ہے۔ بہر حال جو ضرورت تم کو ہو وہ پوری کرو۔ اور جلد سے جلد اپنے دشمن کی راہ لو۔ اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فتح کی عزت کا سہرا تمہارے ہی سر باندھے گا۔ تمہارے ہی ذریعہ اس خلافت اور حکومت کے رخنہ بھی پھر پابجائی کر دے گا۔

اسد بن یزید کے مطالبات و شرائط:

میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی اور امیر المومنین کی خدمت کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں اور خود اس بات کو چاہتا ہوں کہ آپ کے اور ان کے دشمن کو ذلیل اور مغلوب کروں۔ مگر نبرد آزما محض موقع کے بھروسہ پر کام نہیں کرتا۔ اور نہ جب تک فوج کے ساز و سامان میں کسی قسم کی بھی خرابی یا کمی ہو اسے کامیابی ہوتی ہے۔ جنگجو کا سرمایہ فوج اور فوج کا سرمایہ مال۔ امیر المومنین کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ جو سپاہی ان کی چھاؤنی میں موجود ہیں انہوں نے ان کے ہاتھ روپے سے بھر دیئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مستقل طور پر ان کو کثیر معاش مقرر کر دی اور ان کو بڑے بڑے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اگر میں اپنی فوج کو لے کر دشمن کے مقابلہ پر روانہ ہو جاؤں اور ان کے دل اپنے پیچھے رہنے والے متعلقین کی ضروریات میں الجھے رہیں تو ایسی پریشان خاطر فوج دشمن کے مقابلہ میں میرے کس کام آ سکتی ہے کیونکہ انہوں نے غیر مصافی لوگوں کو لڑنے والوں پر اور نقیبوں اور کڑلیتوں کو محنت اور مشقت برداشت کرنے پر فضیلت دی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ میری تمام فوج کو ایک سال کی معاش اب دیں۔ اور ایک سال کی معاش ساتھ کر دیں۔ نیز ان میں جو لوگ جنگ میں آزمودہ اور بہادر فن حرب سے واقف ہوں ان کی معاش خاص مقرر کریں۔ اور مجھے اختیار ہو کہ میں خود اپنی جمعیت کے اپاہج اور کمزور سپاہیوں کو بدل دوں۔ اور ان کے بجائے دوسرے سپاہیوں کو بھرتی کر لوں۔ اپنی جمعیت کے ایک ہزار آدمی کو گھوڑے دے دوں۔ نیز یہ کہ جو شہر اور علاقہ میں فتح کروں اس کا کوئی حساب مجھ سے نہ لیا جائے۔

اسد بن یزید کی اسیری:

ضرورت ہے۔ چنانچہ اب میں اور وہ امیر المومنین کی خدمت میں چلے۔ فضل مجھ سے پہلے ان کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اس کے بعد مجھے اجازت ملی۔ ان کے سامنے گیا۔ مجھ سے اور ان سے ابھی دو باتیں ہوئی تھیں کہ وہ برہم ہو گئے اور انہوں نے مجھے قید کرا دیا۔

اسد کا مامون کے فرزندوں کی حوالگی کا مطالبہ:

اس کے متعلق امین کا ایک خاص مصاحب بیان کرتا ہے کہ اسد نے ان سے یہ کہا کہ آپ مامون کے بیٹوں کو میرے حوالے کر دیجیے۔ تاکہ ان کو میں اپنے پاس نظر بند رکھوں۔ اگر مامون میری اطاعت قبول کر کے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے تو خیر ورنہ پھر مجھے اختیار ہو کہ میں اس کے لڑکوں کے ساتھ جو چاہوں سلوک کروں۔ اس پر امین نے کہا تو پاگل اعرابی ہے۔ یہ کیا سوال ہے۔ میں تجھے عرب اور عجم سپاہ کی قیادت اور تمام صوبہ جبال کی خراسان تک کی آمدنی کا مختار بناتا ہوں اور تیرے ہمسر جو دوسرے امراء اور رؤساء کے جانشین ہیں ان سے تیرا درجہ اور مرتبہ بڑھاتا ہوں اور تو مجھ سے اپنے بچوں کے قتل اور اپنے ہی گھر والوں کے خون کا خواستگار ہے۔ یہ سراسر حماقت اور غیر متعلق بات ہے۔

اس وقت بغداد میں مامون کے دو بیٹے اپنی ماں ام عیسیٰ بنت الہادی کے ساتھ مامون کے بغداد والے قصر میں مقیم تھے۔ جب بغداد پر مامون کا قبضہ ہو گیا تو یہ دونوں اپنی ماں کے ساتھ خراسان چلے گئے۔ اور وہیں رہے۔ اور پھر سب کے ساتھ بغداد آئے۔ یہ مامون کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔

احمد بن مزید کے متعلق سفارش:

جب امین نے اسد کو قید کر دیا تو مشیروں سے پوچھا کہ کیا اس کے خاندان میں کوئی اور ایسا شخص ہے کہ جس کو اس کے بجائے مقرر کیا جا سکے۔ کیونکہ ان کی دیرینہ خدمات اور وفا شعاری کی وجہ سے میں ان سے بگاڑنا نہیں چاہتا۔ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں! احمد بن مزید موجود ہے۔ وہ ان سب پر باعتبار اپنی نیک کرداری' جان نثاری اور اطاعت کے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ وہ نہایت بہادر جوانمرد فوجوں کے انتظام' ان سے کام لینے اور لڑائی میں نہایت ہوشیار اور مستعد ہے۔ امین نے اسی وقت ڈاک کا ہرکارہ اس کے پاس دوڑایا کہ وہ فوراً اسے لے کر آئے۔

احمد بن مزید کی طلبی:

احمد اسحاقیہ نام ایک گاؤں کو اپنے چند عزیزوں' موالیوں اور خدمت گاروں کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے نہریان عبور ہی کیا تھا کہ اس نے آدھی رات کو ڈاک کے ہرکارے کی آواز سنائی دی۔ کہنے لگا بھلا اس وقت اور اس مقام پر اس کے آنے کی کیا وجہ ہے۔ ضرور کوئی بات ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ہرکارہ ٹھہرا اور اس نے ملاح کو آواز دی اور کہا کہ کیا تمہارے پاس احمد بن مزید ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ سواری سے اترا اور اس نے امین کا خط احمد کو دیا۔ اس نے کہا میں اپنی زمین کے قریب آ پہنچا ہوں جو یہاں سے اب صرف ایک میل رہ گئی ہے۔ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں کھڑے کھڑے وہاں ہو آؤں اور جو ضروری کام ہے اس کے متعلق ہدایات دے آؤں۔ پھر تمہارے ساتھ تڑکے ہی چلا چلتا ہوں۔ اس نے کہا امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ بغیر ایک لمحہ کی

سن کر احمد اس کے ساتھ پلٹا اور کوفہ آیا۔ یہاں ایک دن اس نے قیام کیا۔ اور جب اس نے ذرا آرام اور رخت سفر مہیا کر لیا تو امین کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

احمد بن مزید اور فضل بن الربیع کی ملاقات:

احمد کہتا ہے جب میں بغداد آیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ سب سے پہلے فضل بن الربیع سے مل لینا چاہیے۔ تا کہ اس کے ساتھ اور اس کی موجودگی میں امین کی خدمت میں باریاب ہو جاؤں۔ جب مجھے اس کے پاس آنے کی اجازت ملی اور میں اس کے سامنے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن حمید بن قحطبہ اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ اس سے کہہ رہا ہے کہ تم طاہر کے مقابلہ کے لیے جاؤ اور عبداللہ اس بات پر مصر ہے کہ اسے بہت سا روپیہ دیا جائے اور بہت زیادہ فوجیں دی جائیں۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے مرحبا کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے برابر صدر مجلس میں جگہ دی اور عبداللہ کی طرف مخاطب ہو کر اس کا مذاق اڑانے لگا اور مزاح کرنے لگا۔ پھر اس کے منہ پر مسکرا کر اس نے ہم بنی شیبان کی تعریف میں دو شعر پڑھے۔ اس پر عبداللہ نے بھی کہا کہ واقعی وہ اس تعریف کے مستحق ہیں۔ وہی اس خرابی کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ وہی دشمن کو سزا دے سکتے ہیں اور باغیوں کے شر سے تمام فرمانبرداروں کو بچا سکتے ہیں۔ پھر فضل نے مجھ سے کہا کہ امیر المومنین نے تمہارا ذکر چھیڑا۔ میں نے تمہاری اطاعت شعاری فرماں برداری خلوص نیت باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری شدت اور فوری صائب رائے قائم کر کے اس پر عمل کرنے کی قابلیت کی تعریف کی۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ تم سے اپنی خاص اہم خدمات لی جائیں۔ تا کہ تمہاری شہرت اور عزت میں اضافہ ہو اور تم کو اس درجہ اور مرتبہ عالیہ پر فائز کیا جائے جس پر آج تک تمہارا کوئی خاندان والا نہیں سرفراز ہو سکا۔

احمد بن مزید کی سپہ سالاری:

اس کے بعد اس نے خدمت گار کو حکم دیا کہ میرے گھوڑوں پر زین کسواؤ۔ تھوڑی دیر میں اس کی سواری کے لیے گھوڑا تیار کر دیا گیا۔ اب وہ اور میں دونوں چلے۔ محمد کے پاس پہنچے۔ وہ اس وقت اپنے صحن محل میں بیٹھے تھے وہ مجھے اپنے قریب بلاتے گئے یہاں تک کہ میں ان کے بالکل ہی متصل پہنچ گیا۔ کہنے لگے تمہارے بھتیجے کے تمرد اور فساد نیت کی اکثر خبریں مجھے ملی تھیں۔ اور وہ عرصہ سے میری رائے کی مخالفت پر آمادہ رہتا ہے۔ اس کے اس طرز عمل سے میں اس کی طرف سے بدظن ہو گیا ہوں اور مجھے اس کی وفاداری پر بھروسہ نہیں رہا۔ اس کی اسی قابل اعتراض روش اور غداری کی وجہ سے میں نے اس کی تادیب کے لیے اسے قید کر دیا ہے۔ اگر چہ میں دل سے یہ بات چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ یہ کروں تمہاری مجھ سے بہت تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری قدر و منزلت بڑھاؤں اور تمہارے خاندان پر تم کو ترقی دوں۔ اور اس غرض کے لیے میں چاہتا ہوں کہ تم کو اس باغی غدار جماعت کے مقابلہ کے لیے سپہ سالار مقرر کروں تا کہ ان کے مقابلہ میں لڑ کر دنیا کے اجر اور آخرت کے ثواب دونوں کے حاصل کرنے کا تم کو موقع ملے۔ اب تم دیکھ لو کہ تم اس کام کو کس طرح انجام دے سکو گے۔ اپنی نیت کو درست رکھو۔ امیر المومنین نے اس کام کے لیے تم کو اختیار کیا ہے۔ تم ان کی مدد کرو۔ اور ان کے دشمن کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر کے ان کو خوش کر دو وہ بھی تم کو خوش کر دیں گے۔ اور تمہاری عزت افزائی کریں گے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا۔ اللہ آپ کی بات ہمیشہ در رکھے میں جناب والا کی خیر خواہی میں اپنی

ان شاء اللہ اسے پورا کروں گا۔

احمد بن مزید کو حلوان جانے کا حکم:

انہوں نے فضل سے کہا کہ اسد کی فوج کے دفاتر ان کے حوالے کر دو نیز ہماری چھاؤنی میں جو اعرابی اور جزیرہ کے سپاہی ہوں ان کو بھی ان کے ساتھ بھیج دو۔ پھر مجھ سے کہا۔ بہت جلد اپنا انتظام درست کر کے دشمن کے مقابلہ پر روانہ ہو جاؤ۔

میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ میں نے فوج کا انتخاب کیا۔ اور تمام دفاتر غور سے دیکھے جن کا اندراج صحیح ثابت ہوا ان کی تعداد بیس ہزار ہوگئی۔ میں ان سب کو لے کر حلوان روانہ ہو گیا۔

امین کی احمد بن مزید کو ہدایات:

حلوان جاتے ہوئے احمد بن مزید محمد کے پاس رخصت ہونے کے لیے آیا۔ اور درخواست کی کہ امیر المومنین مجھے کچھ ہدایات دیں۔ انہوں نے کہا۔ میں تم کو چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ ظلم و زیادتی سے بچنا۔ کیونکہ ظلم مانع نصرت ہے۔ قابلیت ذاتی اور حسن کارگزاری کے بغیر کسی شخص کو ترقی نہ دینا جواب دہی کا موقع دیئے بغیر کسی پر تلوار نہ اٹھانا۔ اور جب کوئی شخص تمہارے قبضہ میں آ جائے اور تم کو یہ موقع ہمدست ہو کر تم اس کے ساتھ نرمی کر سکو تو ایسے موقع پر شدت اور قساوت اختیار نہ کرنا۔ اپنی فوج کے آدمیوں سے بہت اچھا برتاؤ کرنا۔ روزانہ مجھے اپنی خبریں بھیجتے رہنا۔ اور اس بات کا خیال اپنے دل میں نہ لانا کہ تم کسی ایسے کام کو میرے پاس ذریعہ تقرب بناؤ کہ جب اس کا مرافعہ میرے پاس ہو تو وہ تمہارے خوف کا باعث ہو جائے۔ عبداللہ کے ساتھ ایک مخلص بھائی اور محسن مصاحب کا سا برتاؤ کرنا۔ جب وہ اور تم ایک جگہ جمع ہوں تو اپنے تعلقات خوشگوار رکھنا اگر وہ تم سے مدد مانگے تو نہ تم اس سے انکار کرنا اور نہ مدد دینے میں دیر لگانا۔ تم دونوں متحدہ اور متفقہ طور پر رائے قائم کر کے کارروائی کرنا۔ اچھا اب جو تم کو ضرورت ہو وہ کہو۔ اور جلد اپنے دشمن کے مقابلے پر چلے جاؤ۔ احمد نے ان کو دعا دی اور درخواست کی کہ آپ میری کامیابی کے لیے دعا مانگتے رہیں۔ میرے بارے میں کسی چغل خور کی بات نہ مانیں اور جب تک کہ آپ کو میرے فرض کی بجا آوری کا پورا تجربہ نہ ہو جائے آپ مجھے علیحدہ نہ کریں۔ اس کے بعد آپ اسد کو قید سے رہا کر کے آزاد کر دیجیے۔

احمد بن مزید اور عبداللہ بن حمید کو احکامات:

امین نے احمد بن مزید کو بیس ہزار عروب کے ساتھ اور عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کو انبار کے بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ طاہر کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا ان کو حکم دیا کہ تم حلوان جا کر قیام کرو۔ اور طاہر اور اس کی فوج سے اس کی مدافعت کرو۔ اگر طاہر شلاشان میں قیام رکھے تو وہ دونوں اپنی فوج کے ساتھ وہاں تک بڑھ کر اس کا مقابلہ کریں۔ اور اسے اس مقام سے بھی خارج کر دیں اور جم کر اس سے لڑیں۔ دونوں آپس میں اتحاد اور اتفاق رکھیں۔ اور طاعت میں ایک دوسرے کے دوست رہیں۔

طاہر بن حسین کی حکمتِ عملی:

وہ دونوں بغداد سے روانہ ہو کر حلوان کے قریب ایک مقام خانقین میں آ کر فروکش ہوئے۔ مگر طاہر بدستور اپنی فرودگاہ میں مقیم رہا۔ اس نے اپنی اور اپنی فوج کی حفاظت کے لیے خندق بنالی اور احمد اور عبداللہ کی چھاؤنیوں کا اپنے جاسوس اور مخبر بھیج دیئے۔

[illegible]

اتنی زیادہ عطا مقرر کی ہے۔ اور اس کے علاوہ ان کو اور مزید معاش دی ہے۔

احمد بن مزید اور عبداللہ میں نفاق:

اس طرح طاہر برابر اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ ان دونوں امراء میں نزاع اور اختلاف پیدا ہو جائے۔ آخر کار وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوا اور احمد اور عبداللہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ان کی یکجہتی ختم ہو گئی۔ وہ خود آپس ہی میں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے اور لڑ پڑے۔ پھر وہ خود بخود طاہر سے لڑے بھڑے بغیر خانقین کو چھوڑ کر پلٹ گئے۔

طاہر کا حلوان پر قبضہ:

طاہر نے بغیر کسی زحمت کے آگے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا۔ ابھی اسے یہاں آئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ہرثمہ بن اعین مامون اور فضل بن سہل کا مراسلہ لے کر ان کے پاس آیا۔ جس میں طاہر کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنے تمام مفتوحہ علاقہ کو اس کے تفویض کر دے اور خود اہواز روانہ ہو۔ طاہر نے حسب بجا آوری کی ہرثمہ حلوان میں اقامت گزیں ہو گیا اور اس نے اسے خوب مستحکم کر لیا اور اس کے تمام راستوں اور پہاڑوں میں اپنی جنگی چوکیوں اور پہرے قائم کر دیئے اور طاہر اہواز کی سمت روانہ ہو گیا۔

فضل بن سہل کا اعزاز و خطاب:

اس سال مامون نے فضل بن سہل کی قدر او منزلت اور بڑھائی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ جب مامون کو معلوم ہوا کہ طاہر نے علی بن عیسیٰ کو قتل کر کے اس کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا اور ان کو امیر المومنین کا لقب دے کر ان کی خلافت کا اعلان کر دیا اور خود فضل بن سہل نے بھی اسی لقب سے ان کو خطاب کیا اور اب ان کو صحیح طور پر یہ بھی اطلاع مل گئی کہ طاہر نے عبدالرحمٰن بن جبلۃ الانباری کو بھی قتل کر کے اس کی فرودگاہ پر قبضہ کر لیا ہے تو انہوں نے فضل بن سہل کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس سنہ کے ماہ رجب میں انہوں نے مشرق میں جبل ہمدان سے جبل سفیان اور تبت تک کا علاقہ طولاً اور بحر فارس اور بحر ہند سے لے کر بحر دیلم اور جرجان تک کا علاقہ عرضاً اس کے تفویض کر دیا۔ تیس لاکھ درہم اس کی تنخواہ مقرر کی اور گھاٹیوں والی چوٹی پر کھڑے ہو کر ایک پرچم اس کے لیے قائم کیا۔ اس کے علاوہ ایک نشان اور بھی اسے دیا اور ذوالریاستین کے خطاب سے سرفراز کیا۔

فضل بن سہل کی تلوار:

ایک شخص جس نے فضل کی تلوار حسن بن سہل کے پاس دیکھی تھی بیان کرتا ہے اس پر چاندی کے حروف میں ایک طرف ریاست الحرب اور دوسری طرف ریاست التدبیر منقوش تھا۔ فضل نے اپنا پرچم علی بن ہشام کو دیا اور نشان نعیم بن حازم کو دیا اور حسن بن سہل کو اپنا والی خراج مقرر کیا۔

اس سال محمد بن ہارون نے عبدالملک بن صالح بن علی کو شام کا والی مقرر کر کے شام جانے کا حکم دیا اور اسے اختیار دیا کہ وہ اہل شام کی اس قدر فوج جبراً بھرتی کر کے اس کے ساتھ طاہر اور ہرثمہ سے لڑے۔

عبدالملک بن صالح سے امین کا حسن سلوک:

جب طاہر کی قوت و شوکت بڑھ گئی اس کا بول بالا ہو گیا اور اس نے محمد کے امراء اور اس کی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیں تو عبدالملک بن صالح [illegible]

اسے معافی دی اور رہا کر دیا۔ اس احسان کا وہ ہمیشہ سے معترف تھا اور ان کی اطاعت ونصیحت کو اپنا فرض سمجھتا تھا۔

عبدالملک بن صالح کی امین سے درخواست:

اس نے عرض کیا امیر المومنین میں اس بات کو دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کو آپ کے بارے میں جسارت ہو گئی ہے اور وہ آپ کی ہلاکت کے آرزومند ہو گئے ہیں۔ دونوں جگہ لوگوں کا یہی ارادہ ہے کہ آپ کو تباہ کیا جائے۔ اب تک آپ نے ان کے ساتھ ایسی مروت برتی ہے کہ اگر آپ اسی نرم طرز عمل پر چندے اور قائم رہے تو وہ سرکش اور گستاخ ہو جائیں گے اور اگر آپ دیتے دیتے ہاتھ کھینچ لیں گے تو وہ آپ سے بگڑ جائیں گے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ جب تک روپیہ خرچ نہ کیا جائے تو پھر روپیہ باقی نہیں رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ مشکل آ پڑی ہے کہ پے درپے اور مسلسل ہزیمتوں اور جان کے نقصانات نے دشمن کا اس قدر رعب اور ہیبت ان کے قلوب میں پیدا کر دی ہے کہ اب وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے ہچکچاتے اور ڈرتے ہیں۔ اگر آپ ان کو طاہر کے مقابلہ پر روانہ کریں گے تو طاہر اپنے عزم راسخ کی قوت کی وجہ سے تھوڑی فوج کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کر لے گا۔ کیونکہ آپ کی فوج میں نہ جان ہے اور نہ وفا۔ ان کے مقابلہ میں اہل شام لڑائیوں اور شدائد کے برداشت کرنے کے عادی ہیں' ان میں کا بہت بڑا گروہ میرا مطیع و فرمانبردار ہے۔ اگر آپ مجھے شام بھیج دیں تو میں وہاں سے ایک ایسی زبردست فوج آپ کے لیے تیار کر لوں گا جو دشمن کے پرخچے اڑا دے گی۔ اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب جان نثاروں کی مدد کرے گا۔

عبدالملک بن صالح کی ولایت شام:

امین نے کہا۔ میں نے تم کو اس کام کے لیے مقرر کیا۔ اس مقصد کے لیے جس قدر سامان اور روپیہ درکار ہو وہ سب تم کو دیتا ہوں تم فوراً شام روانہ ہو جاؤ۔ اور وہاں جا کر اپنی صوابدید کے مطابق کارروائی شروع کر دو۔

امین نے اسے تمام شام اور جزیرہ کا والی مقرر کیا اور بہت جلد اپنے عمل پر جانے کی تاکید کی۔ انہوں نے فوج با قاعدہ کا ایک دستہ اور ابناء کی ایک جماعت اس کے ساتھ کر دی۔ اس سال عبدالملک بن صالح شام روانہ ہوا اور رقہ پہنچ کر وہیں ٹھہر گیا۔

عبدالملک کا رقہ میں قیام:

رقہ پہنچ کر عبدالملک وہیں فروکش ہوا۔ اور وہاں سے اس نے شام کی فوج جمعیتوں کے سرداروں اور اہل جزیرہ کے عمائد کے نام خطوط روانہ کیے۔ اپنے ان خطوط میں اس نے ہر شخص سے جس کے حسن خدمات کی توقع تھی' اور جس کی شجاعت اور کارروائی کی شہرت تھی' بڑے بڑے صلے اور انعام کا وعدہ کیا۔ اور امیدیں دلائیں۔ چنانچہ تمام رؤسا اور جمعیتیں یکے بعد دیگرے اس کے پاس آئیں اس نے ہر سردار کو جو اس سے ملنے آیا انعام خلعت اور سواری سے سرفراز کیا۔ شام کے لٹیرے اور اعرابی بھی پہاڑی دروں کو چھوڑ کر اس کے پاس آ گئے اس طرح اس کے پاس ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔

سپاہ اور لٹیروں میں لڑائی:

اسی اثناء میں ایک خراسانی سپاہی کی نظر ایک ایسے گھوڑے پر پڑی جو اس سے سلیمان بن ابی جعفر کی جنگ میں چھین لیا گیا تھا۔ اور وہ اس وقت ایک ڈاکو کی سواری میں تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ خراسانی اس گھوڑے سے لپٹ گیا تھا اس سے ایک نزاع پیدا ہوئی جو بڑھ کر کھلی ہوئی مخالفت ہو گئی۔ لٹیروں کی جماعت اکٹھا ہو گئی اور باقاعدہ سپاہ بھی ایک جا جمع ہو گئی اور اب ان میں گلخپ ہونے لگی۔

ہر فریق نے اپنے آدمی کی حمایت کی اور اب ان میں گھونسے اور مکے بازی ہونے لگی۔

محمد بن ابی خالد سے جماعت ابناء کی درخواست:

جماعت ابناء کے بعض لوگ آپس میں مشورہ کر کے محمد بن ابی خالد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں' ان لٹیروں نے جو دست درازی ہم پر کی ہے اس کی خبر آپ کو ہو چکی ہے۔ اب آپ ہماری قیادت کر کے ہماری بات بنائیں ورنہ ہم ذلیل ہو جائیں گے اور ہر شخص ہم کو کمزور سمجھ کر ہمیں دبانے کی کوشش کرے گا۔ اس غرض کے لیے وہ روزانہ اس کے پاس جانے لگے ایک دن اس نے کہا میں نہیں چاہتا کہ اس ہنگامہ میں خود شرکت کروں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کو اس ذلت کی حالت میں دیکھوں۔ یہ سن کر ابناء مستعد ہوئے اور انہوں نے لڑنے کا تہیہ کر لیا۔

ابناء کا لٹیروں پر اچانک حملہ:

اور جب لٹیروں کی وہ جماعت ادھر ادھر پھر رہی تھی انہوں نے بے خبری میں ان کو آ لیا۔ اور حملہ کر کے بے دریغ ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ بہت سوں کو میدان میں قتل کر دیا اور بہت سوں کو ان کی فرودگاہ میں ہی گھس کر ذبح کر ڈالا۔ اب لٹیروں نے اپنی جماعت کو للکارا کہ تیار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اسلحہ لگا کر باقاعدہ لڑنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ اور جنگ ہونے لگی۔ عبدالملک بن صالح کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے اپنا پیامبر ان کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو حکم دے کہ وہ لڑائی سے باز آ جائیں اور ہتھیار رکھ دیں مگر انہوں نے اس کے پتھر مارے اور اس تمام دن نہایت بے جگری سے لڑتے رہے۔ ابناء نے لٹیروں کی ایک جماعت کے بے شمار آدمی قتل کر دیئے۔

عبدالملک بن صالح کا اظہار تاسف:

عبدالملک کو جب معلوم ہوا کہ زواقیل کے اس قدر زیادہ آدمی مارے گئے تو اس نے جو اس وقت مریض اور کمزور تھا' اظہار تاسف میں ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ اس سے بڑھ کر ہماری ذلت کیا ہوگی کہ عرب اپنے ہی علاقہ اور گھر میں اس طرح مارے جا رہے ہیں۔

ایک شخص کا اہل حمص سے خطاب:

اس کے اس جملہ سے ان لوگوں کو بھی جواب تک اس ہنگامے سے الگ تھلگ رہے تھے۔ غصہ آ گیا اور اب بات بہت بڑھ گئی۔ حسن بن علی بن عیسیٰ بن ماہان نے ابناء کی قیادت سنبھال لی۔ دوسرے دن زواقیل رقہ میں جمع ہوئے اور ابناء اور اہل خراسان رافقہ میں جمع ہوئے۔ اہل حمص کے ایک شخص نے اپنے ابنائے وطن کو للکارا کہ بھاگنا ہلاکت سے سہل ہے اور مرنا ذلت سے آسان ہے۔ تم نے اپنا اپنا گھر بار اس لیے چھوڑا تھا کہ عسرت کے بعد فراغت اور ذلت کے بعد عزت نصیب ہوگی۔ مگر اب تو تم خود مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ اور موت کے احاطہ میں بیٹھ گئے ہو۔ مسودہ جماعت کی مونچھوں اور ٹوپیوں میں موت نمایاں ہے۔ اس لیے قبل اس کے کہ سفر کے تمام راستے بند ہو جائیں اور مصیبت آ پڑے بھاگ چلو۔

شامیوں کی روانگی:

اسی طرح بنی کلب کے ایک شخص نے اپنی اونٹنی کی رکاب پر کھڑے ہو کر اپنی قوم والوں کو لڑائی کی مصیبت سے ڈرایا اور کہا کہ

سیاہ جھنڈے کا اب تک ویسا ہی بول بالا ہے۔ اس کے اقبال میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ اہل خراسان کی تلواروں کے زخم اور ان کے نیزوں کے نشان تمہاری گردنوں اور سینوں میں اب تک باقی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ معاملہ اور بڑھے تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور قبل اس کے کہ جنگ کی آگ زیادہ روشن ہونے پائے تم اس سے گزر جاؤ۔ اپنے گھر چلو۔ فلسطین میں مرنا جزیرہ میں زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ میں تو جاتا ہوں اب جس کا جی چاہے میرے ساتھ ہو لے۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا۔ اس کے ساتھ اکثر شامی چلے گئے۔ زواقیل نے اس گھاس اور چارے میں جو تاجروں نے فوج کے لیے اکٹھا کیا تھا آگ لگا دی اور حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان اپنی خراسانی اور ابناء کی جماعت کے ساتھ طوق بن مالک کے خوف سے رافقہ میں ٹھہرا رہا۔

طوق بن مالک کی لڑائی سے علیحدگی:

بنی تغلب کے ایک شخص نے طرق سے آ کر کہا کیا تم نہیں جانتے کہ عربوں کو ان لوگوں کے ہاتھوں کیا کیا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ تمام اہل جزیرہ کی آنکھیں تم پر اٹھتی ہیں اور وہ تمہاری تائید اور مدد کی آس لگائے ہیں۔ اٹھو تھوڑا ایسا شخص اس معاملہ سے علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ اس نے کہا نہ میں قیسی ہوں نہ یمنیٰ نہ میں اس ہنگامہ کی ابتداء میں شریک تھا کہ لامحالہ مجھے اس کی انتہا میں شریک ہونا پڑے۔ علاوہ بریں میں ہرگز ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنی قوم یا خاندان کو محض چند بے عقل سپاہیوں اور قیس کے جاہلوں کی وجہ سے معرض خطر میں ڈالوں۔ سلامتی اسی میں ہے کہ میں الگ تھلگ رہوں۔

نصر بن شبث کا خراسانی سپاہ پر حملہ:

نصر بن شبث زواقیل کی جماعت کے ساتھ ایک کمیت چاند تارے والے گھوڑے پر سوار ایک سیاہ فولادی نصف زرہ پہنے جسے اس نے اپنی پشت سے کسی چیز سے باندھ رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے میں ڈھال سنبھالے ہوئے میدان مقابلہ میں رجز پڑھتا ہوا بڑھا اور آتے ہی اس نے اور اس کی جماعت نے اہل خراسان پر حملہ کر دیا۔ اور نہایت بے جگری سے لڑنے لگے سرکاری سپاہ اس کے مقابلہ پر جمی رہی۔ اور زواقیل کے بہت سے آدمی کام آئے۔ ابناء نے حملہ شروع کیا۔ اور ہر حملہ میں مقابل کے بہت سے آدمی قتل اور زخمی کیے۔ اس حملہ میں کثیر بن قادرہ ابوالفیل اور داؤد بن موسیٰ بن عیسیٰ الخراسانی نے نہایت ہی مردانگی دکھائی اور بہت آدمی مارے۔ زواقیل شکست کھا کر بھاگے۔ نصر بن شبث' عمرو السلمی اور عباس بن زفر اس روز ان کے آخر میں تھے۔ اور ان کو بچاتے جاتے تھے۔

عبدالملک بن صالح کی وفات:

اس سال عبدالملک بن صالح نے وفات پائی۔ نیز اس سال محمد بن ہارون خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اس کے بجائے اس کے بھائی عبداللہ المامون کے لیے بغداد میں بیعت لی گئی۔ محمد کو قصر ابی جعفر میں مع ام جعفر بنت بن ابی جعفر کے قید کر دیا گیا۔

باب ۶

خلیفہ امین کی معزولی

حسین بن علی کی مراجعت بغداد:

جب عبدالملک بن صالح نے رقہ میں وفات پائی تو حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان نے فوج میں کوچ کی منادی کر دی۔ اس نے پیادوں کو کشتی میں سواروں کو سواری پر بٹھایا۔ ان کو صلہ دیا۔ ان کے کمزوروں اور ناتوانوں کو قوی کر دیا اور پھر سب کو کسی نہ کسی چیز پر سوار کر کے رجب ۱۹۶ھ میں جزیرہ سے نکال لایا۔ جب یہ اپنی فوج لے کر بغداد آیا تو یہاں اپنا۔ اور دوسرے اہل بغداد نے بڑی تعظیم اور تکریم کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ اس کے لیے خیمے نصب کیے دوسرے امراء اور اشراف نے بھی اس کا استقبال کیا۔ یہ بڑی عزت کے ساتھ مطمئن اپنے گھر میں آ گیا۔

حسین بن علی کی طلبی:

ٹھیک آدھی رات کو امین نے اسے طلب کیا۔ اس نے ان کے فرستادے سے کہا۔ کہ میں نہ گویا ہوں نہ قصہ گو۔ اور نہ مسخرہ نہ آج تک میں نے ان کی کوئی ملازمت کی ہے۔ اور نہ میرے ہاتھوں ان کا روپیہ خراچ ہوا ہے۔ کہ اس کا حساب طلب ہو پھر وہ کیوں اس وقت مجھے طلب کرتے ہیں۔ تم اب چلے جاؤ۔ صبح کو ان شاء اللہ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

حسین بن علی کا ابناء سے خطاب:

امین کا آدمی اس وقت پلٹ گیا اور دوسری صبح کو حسین باب الجسر آیا یہاں بہت سے آدمی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس نے اس دروازہ کو جو عبیداللہ بن علی کے محل کی طرف کھلتا تھا۔ اور سوق یحییٰ کے دروازے کو بند کرا دیا۔ اور ابناء کو مخاطب کر کے کہا۔ خلافت الٰہی طیش اور خفت عقل کے ساتھ نہیں چلتی۔ اور نہ اللہ کی نعمتیں ظلم اور تکبر کے ساتھ باقی رہتی ہیں۔ محمد چاہتا ہے کہ تمہارے ضمیر کو ہضم کر جائے تمہاری بیعت کو توڑ دے۔ تمہارے اتحاد میں پھوٹ ڈال دے تمہاری عزت اوروں کو دے دے۔ کل کی بات ہے۔ کہ وہ زواقیل کا مربی اور سرپرست تھا۔ بخدا! اگر زمانے نے اس کی مساعدت کی اور اسے دوبارہ قوت حاصل ہوئی تو اس کا وبال تم پر پڑے گا۔ اور تمہاری دولت اور عزت کو ضرور نقصان پہنچے گا۔ اس لیے قبل اس کے کہ وہ ہمیں مٹائے۔ ہم خود اسے مٹا دیں اور قبل اس کے کہ وہ ہماری عزت برباد کرنے پائے۔ ہم اس کی عزت برباد کریں۔ یہ سمجھ لو کہ تم میں سے جو اس کی مدد کرے گا وہ بعد میں الگ کر دیا جائے گا۔ اور جو اس کی حفاظت کرے گا وہ خود قتل کر دیا جائے گا۔ اللہ کے یہاں کسی کے لیے چشم پوشی نہیں ہے۔ اور وہ کسی شخص کو جو اس کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرتا ہے بغیر سزا دیئے نہیں چھوڑتا۔

حسین بن علی اور امینی لشکر کی جنگ:

اس تقریر کے بعد اس نے اپنی جمعیت کو پل عبور کرنے کا حکم دیا۔ وہ اسے طے کر کے باب الخراسان والی سڑک پر آئے۔ یہاں جر بیہ اور باب الشام کے متصلہ چوک والے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ محمد کے رسالوں میں سے کچھ رسالے جن میں اعراب اور

دوسرے لوگ تھے۔ تیزی سے دوڑتے ہوئے حسین بن علی کے مقابل آئے اور اب ان میں نہایت خون ریز جنگ دن کے معتد بہ حصہ تک ہوتی رہی۔ حسین نے اپنے سرداروں اور خاص آدمیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑو۔ چنانچہ لوگ گھوڑوں سے اتر کر تلواریں اور نیزے لیے ہوئے امین کے رسالہ پر بڑھے اور اب پامردی اور جوانمردی سے لڑے کہ آخر کار ان کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا۔ یہاں تک وہ باب الخلد کو چھوڑ کر چل دیئے۔

امین کی خلافت سے برطرفی و اسیری:

حسین نے ۱۱/ رجب ۱۹۶ ہجری اتوار کے دن محمد کو خلافت سے برطرف کر دیا اور دوسرے دن دوشنبہ کو صبح سے لے کر شام تک عبداللہ المامون کے لیے بیعت لے لی۔ اس کے بعد منگل کے دن علی الصباح وہ امین کے پاس آیا۔ اس سے پہلے حسین اور امین کی فوجوں میں لڑائی ہونے کے بعد عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ الہاشمی نے امین پر اچانک دھاوا کر کے اسے قصر الخلد سے نکالا اور اسے قصر ابی جعفر میں لایا اور وہاں نماز ظہر سے پہلے اسے قید کر دیا۔ اس کے بعد عباس ام جعفر کے پاس آیا اور اسے حکم دیا کہ تم اپنے محل سے ابوجعفر کے ساتھ مدینہ چلو اس نے انکار کیا عباس نے ایک ڈولی منگوائی اور اسے حکم دیا کہ اس میں بیٹھو۔ نیز اس پر کوڑا اٹھایا۔ اس کے ساتھ بدتہذیبی اور سخت کلامی کی وہ مجبوراً اس میں بیٹھ گئی۔ اب اس نے حکم دیا کہ اسے اٹھایا جائے اور اس طرح وہ بھی اپنے بیٹے اور پوتوں کے ساتھ مدینہ ابوجعفر میں لے آئی گئی۔

محمد بن ابی خالد کی امین کی حمایت میں تقریر:

دوسرے دن صبح لوگوں نے حسین بن علی سے اپنی معاش کا مطالبہ کیا اور اس کے لیے ایک دوسرے سے مل کر صلاح و مشورہ کرنے لگے محمد بن ابی خالد باب الشام میں لوگوں کے سامنے تقریر کرنے لگا اور اس نے کہا حسین بن علی کو ہم پر حکومت کرنے اور ہماری موجودگی میں اس معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ نہ وہ باعتبار عمر کے ہم سے بڑا ہے نہ باعتبار اپنی شرافت اور مرتبہ کے ہم سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ ہم میں ایسے لوگ ہیں جو اس ادنیٰ حرکت کو پسند نہیں کرتے۔ اور نہ وہ اس چال سے اس کے مطیع بنائے جا سکتے ہیں۔ میں تم میں سب سے پہلے اس کے عہد کو توڑتا ہوں اور اس کے فعل کا انکار اور اس کی برائی کا اظہار کرتا ہوں جو اس باب میں میرا ہم رائے ہو وہ میرے ساتھ آ جائے۔ اسد الحربیہ نے کہا اے میری جماعت والو! آج کے بعد کل آنے والا ہے۔ تم بہت عرصہ سے سوتے پڑے ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم پیچھے رہ گئے۔ اور دوسرے آگے بڑھ گئے۔ دوسرے لوگوں نے محمد کی برطرفی اور قید کی شہرت کمائی ہے۔ تم کو چاہیے کہ تم ان کو رہائی دلانے اور آزاد کرانے کی نیک نامی حاصل کرو۔

ابناء کے ایک سردار کا فوج سے خطاب:

اتنے میں ابناء کا ایک بڑا مقتدر اور ذی اثر سردار گھوڑے پر سوار وہاں آیا اور اس نے لوگوں کو للکارا۔ ذرا خاموش رہو میری بات سن لو۔ سب خاموش ہو گئے۔ اس نے کہا یہ بتاؤ کہ تم محمد کی مخالفت پر کیوں آمادہ ہوئے ہو کیا اس نے تمہاری معاش روک دی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس نے تمہارے کسی امیر یا سردار کا تنزل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے علم میں کوئی ایسا واقعہ نہیں آیا۔ اس نے پوچھا کیا اس نے تمہارے کسی عہدیدار کو برطرف کیا ہے۔ انہوں نے کہا اس نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ اس نے پوچھا پھر بتاؤ کہ تم نے کیوں اس کا ساتھ چھوڑا اور اس کے ذلیل کرنے اور قید کرنے میں اس کے دشمن کی کیوں اعانت کی۔ کیا

اس بات کو بھول گئے کہ جس قوم نے اپنے حلیف کو قتل کیا اللہ نے اس کے قاتل کی تلوار کو اسی قوم پر مسلط کر دیا ہے اور ان کو بھی نہایت ظالمانہ موت مرنا پڑا ہے۔ ابھی اپنے خلیفہ کی حمایت کے لیے چلو۔ اسے چھڑاؤ۔ اور جو شخص اسے برطرف یا قتل کرنا چاہے اس سے لڑو۔

حسین بن علی کی گرفتاری:

اس شیخ کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ جماعت حربیہ اور اس کے ساتھ بیشتر بازار والے تلواریں علم کیے باقاعدہ فوجی ترتیب اور نظام کے ساتھ حسین بن علی کے مقابلہ کے لیے بڑھے اور اس سے اور اس کی فوج سے آفتاب کے بلند ہونے سے زوال تک نہایت بہادری سے لڑے۔ اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو زخمی کر دیا اور حسین بن علی گرفتار کر لیا گیا۔

امین کی رہائی:

اسد الحربی محمد کے پاس پہنچا اس نے ان کی بیڑیاں کاٹ دیں اور ان کو دربار خلافت میں لا کر بٹھایا۔ ان کی نظر بعض ایسے لوگوں پر پڑی جو نہ لڑائی کا لباس پہنے تھے اور نہ فوج کا لباس پہنے تھے۔ نہ ان کے پاس پورے اسلحہ تھے۔ ان کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ ان کو ہتھیار اور لباس دیا جائے۔ انہوں نے سرکاری ذخیروں سے اپنی ضرورت کے مطابق اسلحہ لے لیے امین نے ان سے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اور آئندہ کے لیے بھی توقعات دلائیں اس اجازت کی بنا پر عوام الناس نے بہت سے اسلحہ سوتی تھان اور دوسرا سامان سرکاری ذخائر سے لوٹ لیا۔

حسین بن علی کی بحالی:

حسین ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے اس کی بغاوت پر اسے ملامت کی اور کہا۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ میں نے تیرے باپ کو دوسرے تمام امرا پر ترقی دی۔ اسے سپہ سالار بنایا۔ جس قدر اس نے مانگا اتنا روپیہ اسے دیا۔ تمام خراسانیوں میں تمہارے عزت بڑھا دی اور تمہارے علاوہ دوسرے امرائے فوج کے مقابلہ میں تمہاری منزلت بلند کی۔ اس نے کہا بے شک جو کچھ آپ بیان کر رہے ہیں یہ سب بجا اور درست ہے۔ امین نے کہا پھر میں نے کیا برائی تمہارے ساتھ کی جس کی وجہ سے تم نے مجھ سے بے وفائی کی اور دوسرے لوگوں کو ورغلا کر مجھ سے لڑنے کے لیے میرے اوپر چڑھ آئے۔ اس نے کہا چونکہ مجھے یقین کامل ہے کہ امیر المومنین اپنی رحم دلی اور وسعت ظرف سے کام لے کر مجھے معاف کر دیں گے اس وجہ سے مجھے یہ جسارت ہوئی انہوں نے کہا اچھا تو ہم نے معاف کر دیا اور ہم تم کو یہ بھی اختیار دیتے ہیں کہ اس ہنگامہ میں تمہارے گھر والوں میں سے جو مارا گیا ہو تم اس کا بدلہ لے لو۔

اس کے بعد امین نے اس کے لیے خلعت منگوایا اور وہ اسے دیا گیا۔ سواریاں اسے دیں اور حکم دیا کہ تم حلوان جاؤ اور درے سے پار کا تمام علاقہ تمہاری ولایت میں دیا جاتا ہے۔

حسین بن علی کا فرار:

عثمان بن سعید الطائی کہتا ہے کہ حسین سے میرے بہت ہی خاص دوستانہ مراسم تھے۔ جب امین اس سے خوش ہو گئے اور

انہوں نے اس کے عہدہ اور رتبہ پر اسے دوبارہ بحال کر دیا تو میں مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس آیا۔ میں نے اسے باب الجسر پر کھڑا ہوا پایا۔ میں نے اسے مبارک باد دی۔ دعا دی اور پھر اس سے کہا کہ تم کس قدر خوش نصیب ہو کہ تم دو چھاؤنیوں کے سپہ سالار ہوئے اور امیر المومنین کے معتمد علیہ بنے اس سرفرازی پر اور معافی پر تم کو شکر گزار ہونا چاہیے اور مخلصانہ طریقہ پر ان کی خدمت کرنا چاہیے۔ اس کے بعد میں نے اس سے مزاح اور مذاق کیا اور کچھ اس کی مدح میں شعر پڑھ کر سنائے۔ اور اس میں سے ترغیب و تحریص دلائی کہ اب وہ اپنا بدلہ لے۔ اس پر وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر عمر نے مساعدت کی اور مجھے فتح و نصرت حاصل ہوئی تو میں ایسا نہیں کروں گا۔

حسین بن علی کا قتل:

حسین اس کے بعد وہ باب الجسر پر ٹھہر گیا۔ اور پھر اپنے چند خدمت گاروں اور موالیوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ امین نے فوراً لوگوں میں اس کے تعاقب کی منادی کرا دی اور ایک جماعت سوار ہو کر اس کو پکڑنے کے لیے دوڑی انہوں نے مسجد کوثر پر اسے جا لیا۔ جب اس نے رسالہ کو آتا ہوا دیکھا تو وہ گھوڑے پر سے اترا۔ اس نے اپنے گھوڑے کے پاؤں باندھ دیئے۔ دو رکعت نماز پڑھی احرام باندھا اور اب ان کے مقابلہ پر آ گیا اور خود اس نے اس جماعت پر متعدد حملے اس دلیری سے کیے کہ ہر حملہ میں ان کو پسپا کیا۔ اور قتل کیا مگر پھر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور حسین گر پڑا۔ لوگوں نے جھپٹ کر تلواروں اور نیزوں سے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کا سر کاٹ لیا۔

امین کی تجدید بیعت:

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امین نے اسے معافی دے کر اپنا وزیر مقرر کر لیا تھا اور اپنی مہر بھی اس کے سپرد کر دی تھی۔ حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان نصف رجب ۱۹۶ھ میں مسجد کوثر میں جو بغداد سے ایک فرسخ پر نہر بین کے راستے پر واقع ہے قتل کیا گیا۔ اسی سال کے رجب کی سولہ تاریخ کو جمعہ کے دن امین کی خلافت کے لیے تجدید بیعت ہوئی۔ حسین نے امین کو دو دن قصر ابوجعفر میں قید رکھا۔ حسین جس رات کو مارا گیا۔ اسی رات فضل بن الربیع بھاگ گیا۔

طاہر بن حسین کی روانگی اہواز:

اس سال ہرثمہ کے آ جانے کے بعد طاہر بن الحسین حلوان سے اہواز آیا اور اس نے امین کے عامل محمد بن المہلبی عامل اہواز کو قتل کر دیا۔ اور اس کے لیے طاہر نے اپنے آگے اہواز کو فوجیں بھیج دی تھیں جنہوں نے اس کے آنے سے پہلے ہی یہ کارروائی ختم کر دی۔

طاہر کو محمد بن یزید کی پیش قدمی کی اطلاع:

طاہر نے شلاشان میں فروکش ہو کر حسین بن عمر الرستمی کو اہواز روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ وہ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرے۔ بغیر طلائع کیے آگے نہ بڑھے ہمیشہ ایسے محفوظ مقام میں پڑاؤ کرے جہاں اس کی فوج کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس کے جانے کے بعد طاہر کو اس کے مخبروں نے آ کر یہ اطلاع دی کہ محمد بن یزید المہلبی جو امین کی جانب سے اہواز کا عامل ہے بڑی

زبردست جمعیت کے ساتھ ہمارے مقابلہ پر پیش قدمی کر رہا ہے۔ اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ جند سابور میں آ کر اپنا پڑاؤ ڈالے اور چونکہ یہ مقام اہواز اور جبل کے مابین حد فاصل ہے۔ یہاں ٹھہر کر وہ اہواز کی مدافعت کرے اور جو طاہر کی فوج اہواز کے علاقہ میں داخل ہونا چاہے اسے روک دے۔ اور اس کے پاس بہت عمدہ ساز و سامان اور فوج ہے۔

طاہر کے فوجی سرداروں کی روانگی اہواز:

طاہر نے اپنے چند سرداروں کو جن میں محمد بن طالوت محمد بن العلاء عباس بن نجار اخذہ حارث بن ہشام داؤد بن موسیٰ اور ہادی بن حفص تھے۔ اپنے پاس بلایا اور ان کو حکم دیا کہ تم بہت تیزی کے ساتھ اہواز چلے جاؤ اور یہ کوشش کرنا کہ تمہارا ہراول دستہ حسین بن عمر الرستمی کے ساقہ فوج سے اتصال قائم کرے۔ تاکہ اگر اسے امداد کی ضرورت ہو تم اس کی مدد کر سکو۔ اور اگر کسی فوج سے اس کا مقابلہ ہو جائے تو تم اس کی پشت پناہ رہو۔

طاہر نے ان سب جمعیتوں کو روانہ کر دیا۔ مگر اہواز کے سامنے پہنچنے تک اثنائے راہ میں ان کو کوئی نہ ملا۔

قریش بن شبل کی کمک:

دوسری طرف محمد بن یزید کو ان فوجوں کی پیش قدمی کا علم ہوا۔ اس نے اپنی فوج کا معائنہ کیا جو ان میں ضعیف تھے ان کو قوی کیا پیادوں کو خچروں پر سوار کیا۔ اور اب بڑھ کر سون عسکر مکرم پر اس نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ آبادی اور پانی کو اس نے اپنے پیچھے رکھا۔ طاہر کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں محمد بن یزید قبل از قبل اس کی فوجوں کو نہ آئے اس نے قریش بن شبل کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ اور اب خود وہ بھی اپنی فرودگاہ سے روانہ ہو کر ان کے قریب ہی آ گیا اور اس نے حسن بن علی المامون کو اپنے آگے روانہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ تم قریش بن شبل اور حسین بن عمر الرستمی کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

محمد بن یزید کی مراجعت:

یہ سب فوجیں بڑھتی ہوئی عسکر مکرم پر محمد بن یزید کے نزدیک آ گئیں۔ اس نے اپنی فوج سے پوچھا کیا رائے ہے آیا میں دشمن سے جنگ کو ٹالتا رہوں یا فوراً ایک فیصلہ کن لڑائی لڑوں چاہے مجھے کامیابی ہو یا میرے خلاف جنگ کا فیصلہ ہو۔ بخدا! میں خود یہ تو مناسب نہیں سمجھتا کہ اہواز واپس جاؤں اور وہاں قلعہ بند ہو کر طاہر سے عرصہ تک لڑتا رہوں اور بصرہ سے مدد طلب کروں۔ اس کے ہمراہی سرداروں میں سے ایک نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ اہواز واپس چلے جائیں وہاں جبری طور پر فوج بھرتی کریں اور جس پر آپ کا قابو چلے اسے اور اپنی قوم میں سے جو آپ کے ساتھ آخر دم تک لڑنے کے لیے آمادہ ہوں ان کو جنگ کے لیے آمادہ اور مستعد کریں۔ محمد نے اس مشورہ کو قبول کیا۔ خود اس کی قوم والوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور اب وہ وہاں سے پلٹ کر سوق اہواز میں آ رہا۔ طاہر نے قریش بن شبل کو حکم دیا کہ تم اس کا اس طرح تعاقب کرو۔ کہ قبل اس کے کہ وہ سوق اہواز میں قلعہ بند ہو سکے تم اسے جا ملو۔ نیز اس نے حسین بن علی الماموني اور حسین بن عمر الرستمی کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی قریش کے پیچھے ہی چل کھڑے ہوں تاکہ اگر اس کو ان کی امداد کی ضرورت پیش آئے تو اس کی مدد کر سکیں۔

محمد بن یزید کی اہواز میں آمد:

قریش بن شبل محمد کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ جس قریہ سے محمد رخت سفر اٹھاتا قریش وہاں پہنچ کر پڑاؤ کرتا اسی طرح طے منازل کرتے ہوئے سوق اہواز آئے مگر محمد بن یزید شہر میں اپنے حریف سے پہلے جا پہنچا۔ اس نے شہر کی آبادی کو اپنے پیچھے رکھا۔ اپنی فوج کو جنگ کے لیے مرتب کیا۔ اور اب اس نے دشمن سے لڑائی کی ٹھان لی۔ روپیہ طلب کیا اسے اپنے سامنے ڈھیر کرا دیا۔ اور اپنی فوج والوں سے کہا جسے انعام اور ترقی لینا ہو وہ اپنی کارگزاری آج مجھے دکھائے۔

قریش بن شبل کی فوجیوں کو ہدایت:

سامنے سے قریش بھی بڑھتا ہوا اس کے بالکل قریب آ پہنچا۔ اس نے اپنی فوج والوں سے کہا کہ تم آگے بڑھ کر حملہ نہ کرو بلکہ چپ چاپ آرام سے اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ میں چاہتا ہوں کہ پوری مستعدی کے ساتھ تم اس وقت لڑو جب کہ تم آرام لے کر تازہ دم ہو چکے ہو۔ اور اس وقت تم پورے نشا اور قوت کے ساتھ دشمن سے لڑنا۔ چنانچہ اس کے ہر ایک سپاہی نے اپنی سامنے حسب مقدور بہت سے پتھر جمع کر لیے اور جب تک محمد بن یزید میدان طے کر کے ان تک پہنچے۔ انہوں نے پتھروں اور تیروں سے اس کے بے شمار آدمیوں کو مضروب اور مجروح کر دیا۔

محمد بن یزید کا ابن شبل پر حملہ:

محمد بن یزید کی فوج کا ایک دستہ ان تمام مواقع کو ہٹاتا ہوا دشمن پر حملہ آور ہوا۔ قریش نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں سے اتر کر ان کی طرف بڑھے اور اسی طرح لڑے۔ حسب الحکم انہوں نے اتر کر ان کو روکا اور اس جوانمردی اور استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ حملہ آور پلٹ گئے اور اب دونوں حریف حملے اور جوابی حملے کرنے لگے۔

محمد بن یزید کی شجاعت:

محمد بن یزید نے اپنے ان چند موالیوں کی طرف مڑ کر دیکھا جو اس کے ساتھ تھے اور پوچھا کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا کس معاملہ میں؟ اس نے کہا میں اپنے ساتھیوں کو پسپا ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مجھے اب ان کی واپسی کی امید نہیں ہے۔ میں نے تو یہ عزم کر لیا ہے کہ میدان میں اتر پڑوں اور خود آخر دم تک لڑوں۔ جو اللہ چاہے گا وہ ہو جائے گا۔ جو تم میں سے جانا چاہے وہ بخوشی چلا جائے کیونکہ میں تمہاری بقا کو ہلاکت پر کہیں زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ ہماری نمک حرامی ہوگی۔ آپ نے ہمیں آزاد کیا۔ ذلت کے بدلے عزت دی غربت کے بدلے دولت دی اور اب اس وقت ہم آپ کا ساتھ چھوڑیں یہ کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ ہم آپ کے آگے بڑھیں گے اور آپ کی رکاب کے نیچے اپنی جانیں دیں گے۔ آپ کے بعد اس دنیا میں اور زندگی پر لعنت ہے۔ یہ ارادہ کر کے وہ سب کے سب گھوڑوں سے اتر گئے انہوں نے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں اور قریش کی فوج پر نہایت ہی سخت حملہ کیا اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا۔ اور بہت سوں کو پتھروں سے کچل ڈالا۔

محمد بن یزید کا قتل:

اسی اثنا میں طاہر کا ایک سپاہی کسی طرح محمد بن یزید تک جا پہنچا اس نے نیزے کے ایک وار سے اسے زمین پر گرا دیا۔ اس

کے گرتے ہی دوسروں نے لپک کر تلواروں اور نیزوں سے اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک بصری نے اس کا مرثیہ لکھا۔

ابن ابی اعیینہ شاعر کا مرثیہ:

ہیثم بن عدی کہتا ہے کہ جب ابن ابی اعیینہ طاہر کے پاس آیا اور اس نے اسے اپنا یہ قصیدہ سنایا:

من انسته البلاد لم یرم منها و من اوحشته لم یقم

ترجمہ: ''جس سے تمام علاقے مانوس ہوں وہ وہاں سے نہیں بھاگتا اور جس سے وہ متوحش ہوں وہ وہاں قیام نہیں کرتا''۔

اور سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچا:

ما ساءظنی الا لواحدة فی الصدر محصورة عن الکلم

ترجمہ: ''میری تمام امید صحیح ثابت ہوئیں البتہ صرف ایک بات ایسی ہے جو میرے دل میں ہے اور اسے میں زبان سے ادا نہیں کر سکتا''۔

طاہر مسکرایا اور کہنے لگا بخدا! اس بات کا مجھے بھی اسی قدر رنج والم ہے جس قدر تم کو ہے اور جو کچھ ہوا اسے میں خود پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر جو مقدر ہو چکا ہے وہ بہر حال پورا ہوتا ہے نیز خلافت کے استحکام اور ہمارے مخلصانہ طاعت کا یہ اقتضا ہے کہ اپنوں سے حسن سلوک کریں اور بیگانوں کو جدا کریں۔ راوی کہتا ہے کہ اب میں سمجھا کہ اس گفتگو سے محمد بن یزید بن حاتم مراد ہے۔

طاہر بن حسین کا اہواز پر قبضہ:

عمر بن اسد کہتا ہے کہ محمد کو قتل کر کے طاہر اہواز میں فروکش ہو گیا۔ اس کے تمام علاقہ میں اس نے اپنے عامل بھیج دیئے۔ یمامہ، بحرین اور عمان کے علاقہ پر اہواز سے لے کر بصرہ کی سرحد تک پر اپنا والی مقرر کر دیا پھر وہ خود خشکی کے راستے واسط کی طرف بڑھا۔ یہاں اس وقت سندی بن یحییٰ الحرشی اور خزیمہ بن خازم کا خلیفہ ہیثم مقیم تھے۔ طاہر کی پیش قدمی کی شہرت ہوتے ہی اس کے سامنے جس قدر جنگی چوکیاں اور عمال تھے وہ ایک ایک کر کے اپنے مستقر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب طاہر ان کے قریب پہنچتا وہ اپنا مقام چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اسی طرح بلا مزاحمت وہ واسط کے قریب پہنچ گیا۔

سندی بن یحییٰ اور ہیثم بن شعبہ کا فرار:

سندی بن یحییٰ اور ہیثم بن شعبہ نے اپنی اپنی جمعیتوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ وہ ان دونوں کے اس اکٹھا ہو گئیں۔ اور دونوں نے لڑنے کی ٹھانی۔ ہیثم نے اپنے مہتمم سواری کو حکم دیا کہ اس کے لیے اس کے گھوڑے پر زین تیار کی جائے۔ مہتمم نے ایک گھوڑا اس کے قریب کر دیا۔ وہ اپنے دامن کو برابر بناہوا بڑھا اتنے میں کچھ لوگ اس کی طرف بڑھے۔ مہتمم سواری نے دیکھا کہ اس کا رنگ متغیر ہو گیا ہے اور پریشانی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہیں۔ اس نے کہا اگر آپ بھاگنا چاہتے ہیں تو شوق سے بھاگ جایئے یہ جانور نہایت تیز رو اور دور دم ہے۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا مناسب ہے۔ بھاگنے والے گھوڑے کو میرے قریب لاؤ۔ ہمارا مقابلہ طاہر سے ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ اس کے مقابلہ سے بھاگنا پر عار نہیں۔ اور اب سندی اور وہ دونوں واسط کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

طاہر بن حسین کا واسط پر قبضہ:

طاہر واسط میں پہنچ گیا۔ اسے یہ اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے کہ ہیثم اور سندی فم الصلح پر پہلے پہنچ جائیں اور وہاں قلعہ بند ہو بیٹھیں۔ اس نے محمد بن طالوت کو حکم دیا کہ تم فوراً جاؤ اور ان سے پہلے فم الصلح پہنچ کر اس پر قبضہ کر لو۔ اور اگر وہ وہاں آنا چاہیں تو انہیں روک دو۔ اس نے اپنے ایک دوسرے سردار احمد بن المہلب کوفہ کی طرف روانہ کیا۔

عباس بن موسیٰ کی مامون کی اطاعت:

اس وقت عباس بن موسیٰ الہادی کوفہ کا والی تھا جب اسے احمد کی آمد کی اطلاع ملی اس نے امین سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کر دیا اور طاہر کو لکھ بھیجا کہ میں نے مامون کے لیے بیعت کر لی ہے اور میں آپ کا مطیع ہوں۔ طاہر نے نیل کے دہانے پر منزل کی۔ اب واسط اور کوفہ کا تمام درمیانی علاقہ طاہر کے قبضے میں آ گیا۔

منصور بن مہدی اور مطلب بن عبداللہ کی اطاعت:

منصور بن مہدی نے بھی جو امین کا بصرہ پر عامل تھا۔ طاہر کی اطاعت قبول کر لی۔ طاہر اپنی فرودگاہ سے روانہ ہو کر طرنایا آیا۔ یہاں وہ دو دن ٹھہرا مگر یہاں اسے کوئی ایسا موقع نظر نہ آیا جہاں وہ اپنا پڑاؤ ڈالتا۔ اس وجہ سے اس نے یہاں ایک پل بنوایا اور خندق بنائی اور عمال کو ان کے تقرر کے احکام لکھ کر ارسال کیے۔ منصور بن المہدی نے بصرہ میں اور عباس بن موسیٰ الہادی نے کوفہ میں اور مطلب بن عبداللہ بن مالک نے موصل میں مامون کے لیے بیعت لے لی اور رجب ۱۹۶ھ میں امین کو خلافت سے علیحدہ کر دیا۔

مامونی عمال کا تقرر:

بیان کیا گیا ہے کہ طاہر کی آمد کے وقت کوفہ پر امین کی طرف سے فضل بن عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ والی تھا۔ جب مذکور الصدر لوگوں نے طاہر کو لکھ کر بھیجا کہ ہم آپ کے مطیع ہیں۔ ہم نے امین سے قطع تعلق کر کے مامون کے لیے بیعت لے لی ہے تو اس نے سب لوگوں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔ طاہر نے داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن الہاشمی کو مکے اور مدینہ کا والی مقرر کیا۔ یزید بن جریر البجلی کو یمن کا والی مقرر کیا۔ اور اس نے حارث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ بھیجا۔ اس سال طاہر نے امین کی فوجوں سے مدائن لے لیا پھر وہاں سے صرصر چلا اور پل باندھ کر صرصر آ گیا۔

محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد کو شب خون مارنے کا حکم:

جب طاہر نے حارث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ روانہ کیا اور امین کو اپنے عامل کوفہ کی نمک حرامی بغاوت اور مامون کی بیعت کو لینے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے محمد بن سلیمان سپہ سالار اور محمد بن حماد البربری کو دشمن کے مقابلہ پر بھیجا اور حکم دیا کہ تم دونوں حارث اور داؤد پر قصر میں شب خون مارنا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ اگر اس غرض کے لیے تم نے شاہراہ اختیار کی تو تمہاری پیش قدمی کا حال ان سے چھپ نہیں سکتا۔ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ تم مختصر راستے سے فم الجامع پہنچ جاؤ۔ یہ مقام ایسا ہے کہ وہاں ہاٹ ہے اور چھاؤنی بھی ہے وہاں پہنچ کر فروکش ہو جانا۔ اور چونکہ وہاں سے تم ان دونوں سے قریب ہو جاؤ گے اس لیے اگر تم چاہو گے تو وہاں سے بآسانی تم ان پر شبخون مار سکتے ہو۔ اس مشورہ کے مطابق انہوں نے یا سریہ کی پیدل

فوج کو فم الجامع روانہ کیا۔ مگر حارث اور داؤد کو بھی ان کے اس ارادے کی خبر ہوگئی وہ دونوں تو صرف رسالہ کے ساتھ فوراً چل کھڑے ہوئے۔ اور پیدل سپاہ کے لانے کا بھی انتظام کر گئے اور ایک کشتی کے ذریعے گہرے مقام سے دریا کو عبور کر کے دشمن کے قریب جو دریا کے پہلو میں پڑا ہوا تھا۔ جا پہنچے اور آتے ہی ان پر نہایت شدید حملہ کر دیا۔

محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد کی حارث اور داؤد سے جنگ:

طاہر نے محمد بن زیاد اور نصیر بن الخطاب کو حارث اور داؤد کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ اب یہ سب فوجیں جامع میں جمع ہو گئیں اور یہاں سے وہ محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد کی طرف بڑھیں۔ نہر ورقیط اور جامع کے درمیان ان کا آمنا سامنا ہوا اور نہایت ہی شدید جنگ ہوئی۔ جس میں اہل بغداد کو شکست ہوئی۔ محمد بن سلیمان میدان جنگ سے بھاگ کر قریہ شاہی آیا۔ اس نے فرات کو عبور کیا اور خشکی کے راستے انبار چلا گیا اور محمد بن حماد بغداد چلا گیا۔

فضل بن موسیٰ کی روانگی کوفہ:

محمد بن عماد کے بغداد واپس آنے پر امین نے فضل بن موسیٰ بن عیسیٰ الہاشمی کو کوفہ کا والی مقرر کر کے کوفہ بھیجا۔ ابو السلاسل ایاس الجرابی اور جمہور البخاری کو اس کے ساتھ کیا اور فضل کو تیز رفتاری کی ہدایت کی فضل کرنے روانہ ہوا۔ اس نے نہر عیسیٰ کو عبور کیا تھا کہ اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور فضل گر پڑا۔ اس نے فوراً وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرا راستہ اختیار کیا اور اس واقعہ کو اس نے برا شگون سمجھا اور کہنے لگا اے اللہ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اس راستہ میں مجھے برکت دینا۔

فضل بن موسیٰ کی حکمت عملی:

طاہر کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی اس نے اس کے مقابلہ کے لیے محمد بن العلا کو روانہ کیا اور حارث اور داؤد کو اس کی اطاعت کا حکم دیا اعرابیوں کے ایک قریہ میں محمد اور فضل کا مقابل ہو گیا۔ فضل نے اس سے کہلا کر بھیجا کہ میں طاہر کا مطیع ومنقاد ہوں اور یہاں محض امین کو دکھانے اور دھوکہ دینے کے لیے آ گیا ہوں تم میری مزاحمت نہ کرو۔ مجھے جانے دو تا کہ میں طاہر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ محمد نے کہا میں تمہارے مطلب کو نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نہ تمہاری بات کو قبول کرتا ہوں نہ اسے رد کرتا ہوں۔ اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ تم امیر طاہر پر جا کر حملہ کر دو تو بہتر یہ ہے کہ پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ اور سیدھے سیدھے اپنے گھر کا راستہ لو۔

فضل بن موسیٰ کا محمد بن العلا پر اچانک حملہ:

وہ پلٹ گیا۔ مگر محمد نے اپنی فوج سے کہہ دیا کہ اس شخص سے احتیاط کرو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ہمارے ساتھ مکر و دغا کرے گا۔ اس گفتگو کے تھوڑی دیر کے بعد اس نے حملہ کے لیے تکبیر کہی۔ کیونکہ اسے تو یہ خیال تھا کہ محمد بن العلا اس کی طرف سے بالکل بے خوف وخطر اور مطمئن ہو گیا ہوگا۔ مگر جب وہ جنگ کے لیے بڑھا تو اس نے پہلے ہی سے محمد بن العلا کو ہر بات کے لیے پوری طرح مستعد اور آمادہ پایا۔ جنگ شروع ہو گئی اور اس قدر سخت ہوئی جس قدر ممکن تھی فضل کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ جس کی وجہ سے وہ گر پڑا۔ مگر ابو السلاسل اسے دشمن کے حملے سے اس وقت تک بچاتا رہا جب تک کہ وہ دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہو گیا۔ اس کی اس مدافعت پر فضل نے کہا کہ میں تمہاری اس کارگزاری کو امیر المومنین سے بیان کروں گا۔

طاہر کی مدائن کی جانب پیش قدمی:

محمد بن العلاء کی فوجوں نے فضل کی فوج پر عام حملہ کر دیا اور مار بھگایا۔ کوئی تک وہ ان کو قتل کرتے ہو چلے گئے۔ اس واقعہ میں اسمٰعیل بن محمد القرشی اور جمہور البخاری قید کر لیے گئے۔ اب طاہر نے مدائن کا رخ کیا۔ یہاں امین کی باقاعدہ فوج کا زبردست رسالہ برمکی کی قیادت میں موجود تھا یہاں برمکی قلعہ بند ہو کر مدافعت کے لیے تیار تھا۔ امین کے پاس سے روزانہ اسے کمک اور خلعت و انعام مل رہا تھا۔ جب طاہر مدائن کے قریب صرف دو فرسخ فاصلہ پر رہ گیا تو گھوڑے سے اتر کر اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور بہت دیر تک تسبیح پڑھتا رہا اور پھر دعاء مانگی کہ خداوندا تو اس وقت اسی طرح میری مدد کر جس طرح تو نے جنگ مدائن میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ یہاں سے اس نے حسن بن علی المامونی قریش بن شبل اور ہادی بن حفص کو اپنے مقدمہ پر روانہ کیا۔ اور خود بھی چلا۔

طاہر کا مدائن پر قبضہ:

جب برمکی نے اس کے نقاروں کی آواز سنی تو اپنے گھوڑوں پر زینیں کسیں اور اب جنگ کے لیے ترتیب قائم کرنے لگا۔ جو آگے بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو پیچھے بلا لیا۔ خود برمکی صفیں برابر کرنے لگا۔ مگر بے قاعدگی کا یہ حال تھا کہ ابھی وہ ایک صف درست کرتا اور اسی وقت وہ درہم برہم ہو جاتی۔ فوج کی اس بے قاعدگی کی وجہ سے وہ اس کا انتظام نہ کر سکا۔ اور پریشان ہو کر کہنے لگا۔ خداوندا میں فوج کی اس بزدلی اور نکمے پن سے تیری پناہ مانگتا ہو۔ اپنے ساقہ فوج کے افسر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بھاگنے کے لیے راستہ چھوڑو اس فوج سے بھلا کیا ہوگا۔ چنانچہ بغیر لڑائی کے تمام فوج نہایت سراسیمگی میں کہ ایک پر ایک چڑھا جاتا تھا۔ بغداد کی طرف بھاگی۔

طاہر بن حسین کا صرصر میں قیام:

طاہر نے مدائن پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے اس نے قریش بن شبل اور عباس بن بخارا خذہ کو درزیجان روانہ کیا۔ احمد بن سعید الحرشی اور نصر بن منصور بن نصر بن مالک نہر وبالی پر چھاؤنی ڈالے پڑے تھے۔ انہوں نے برمکی کی فوج کو بغداد کی طرف جانے سے روکا۔ اب طاہر خود بڑھ کر درزیجان ان دونوں کے سامنے آیا اور اپنی پیدل سپاہ ان سے لڑنے کے لیے آگے بڑھائی۔ مگر معمولی سی جھڑپ کے بعد ہی ان کی فوجیں میدان سے بھاگ گئیں۔ طاہر بائیں سمت سے صرصر میں آیا۔ اس پر اس نے پل باندھا اور وہیں اتر پڑا۔

داؤد بن عیسیٰ کی امین کی بیعت سے برأت:

اس سال داؤد بن عیسیٰ امین کے عامل مکہ اور مدینہ نے اس سے پہلے اپنی برأت کر کے مامون کے لیے خود بھی بیعت کی اور تمام دوسرے لوگوں سے بھی اس کے لیے بیعت لے لی اور اس کی اطلاع طاہر اور مامون کو لکھ بھیجی۔ اس کام کو ختم کر کے وہ خود مامون کی خدمت میں روانہ ہوا۔

داؤد بن عیسیٰ کو موسیٰ کی ولی عہدی کی بیعت لینے کا حکم:

جب امین خلیفہ ہوئے انہوں نے داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو مکے اور مدینہ بھیجا۔ انہوں نے

محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد المخزومی کو جو رشید کی جانب سے مکہ کا عامل تھا۔ برطرف کر دیا رشید کے زمانے میں اسے حجاز میں شرعی انتظامی اور عدالتی تمام اختیارات حاصل تھے۔ امین نے داؤد کو عامل مقرر کر کے اسے ولایت سے تو علیحدہ کر دیا مگر قضاء اسی کے پاس رہنے دی۔ داؤد نے اپنی خدمت کا جائزہ لے لیا اور ۱۹۳ھ ۱۹۴ھ میں اسی کی امارت میں حج ہوا۔ مگر جب ۱۹۶ھ آیا تو اسے معلوم ہوا کہ عبداللہ المامون نے اپنے بھائی سے قطع تعلق کر لیا ہے اور طاہر نے امین کے سپہ سالاروں کو بری طرح شکستیں دی ہیں۔ اس سے پہلے امین نے داؤد بن عیسیٰ کو لکھا تھا کہ تم عبداللہ المامون کو ولایت عہد سے علیحدہ کر کے میرے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت کر لو امین نے وہ دونوں معاہدے بھی جن کو رشید نے مرتب کر کے کعبہ میں لٹکا دیا تھا اپنا آدمی بھیج کر منگوا لیے تھے اور اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔

داؤد بن عیسیٰ کی امین کی عہد شکنی کی مذمت:

امین کی ان حرکتوں کی وجہ سے داؤد نے کعبہ کے تمام حاجیوں کو قریش اور فقہاء اور ان لوگوں کو جن کے سامنے وہ دونوں معاہدے لکھے گئے اور ان پر ان کی شہادتیں ہوئیں تھیں جن میں خود داؤد بھی تھا۔ جمع کیا اور ان سے کہا کہ آپ سب اس عہد و میثاق سے اچھی طرح واقف ہیں جو رشید نے بیت الحرام میں اپنے دونوں بیٹوں کے لیے بیعت لیتے وقت لیا ہے کہ ہم سے یہ اقرار لیا گیا ہے کہ ہم ان دونوں میں جو مظلوم ہو ظالم کے مقابلہ میں اس کا ساتھ دیں۔ جس پر زیادتی کی گئی ہو اس کا زیادتی کرنے والوں کے مقابلہ میں ساتھ دیں جس کے ساتھ بدعہدی کی گئی ہو اس کا بدعہدی کرنے والے کے مقابلہ میں ساتھ دیں اب ہمیں اور آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ امین نے اپنے دونوں بھائیوں عبداللہ المامون اور قاسم المؤتمن کے ساتھ ظلم زیادتی اور بدعہدی کی ابتداء کی ہے اور ان دونوں کو ولایت عہد سے برطرف کر کے اپنے بالکل شیر خوار بچے کے لیے بیعت لی ہے اور نہایت ہی مجرمانہ طریقہ پر رشید کے دونوں عہد ناموں کو کعبہ سے منگوا کر جلا ڈالا ہے۔ میں غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور میں نے اس کا اب عزم کر لیا ہے۔ کہ امین کی خلافت سے علیحدگی اختیار کر کے عبداللہ المامون کی خلافت کے لیے کیونکہ ان پر ظلم اور زیادتی ہوئی ہے بیعت کر لوں۔

داؤد بن عیسیٰ کی تجویز سے اہل مکہ کا اتفاق:

اہل مکہ نے اس سے کہا کہ ہم اس رائے میں بالکل آپ کے ساتھ ہیں اور ہم بھی امین سے برأت کرتے ہیں۔ داؤد نے ان سے کہا کہ ظہر کی نماز میں اس معاملہ پر میں آپ سے گفتگو کروں گا۔ اس نے مکے کی تمام گلی کوچوں میں اپنا نقیب بھیج دیا کہ وہ لوگوں کو نماز ظہر میں شرکت کے لیے کہہ آئے۔ ۲۷/ رجب ۱۹۶ بروز پنجشنبہ داؤد اپنے قصر سے حرم میں آیا اور اس نے نماز ظہر پڑھائی۔

داؤد بن عیسیٰ کا اہل مکہ سے خطاب:

اس کے بعد رکن اور مقام کے درمیان اس کے لیے ایک منبر رکھا گیا وہ اس پر چڑھ گیا اور تمام عمائد اور اشراف کو اس نے اپنے قریب بلا لیا۔ داؤد خوش بیان اور بلند آواز مقرر تھا جب سب جمع ہو گئے تو اب اس نے یہ تقریر کی:

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے سزاوار ہیں جو تمام سرزمین کا مالک ہے۔ جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ہر قسم کی بھلائی اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ میں اس کا اعلان کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' وہ عدل کا قائم کرنے والا ہے اور غالب اور دانا ہے۔ میں اس بات کا بھی اعلان کرتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جن کو اس نے اپنی شریعت دے کر دنیا میں مبعوث کیا۔ ان پر انبیاء کی بعثت کو ختم کر دیا۔ ان کو تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنایا۔ اللہ کی سلامتی اور رحمت ان پر ہمیشہ کے لیے نازل ہو۔ امابعد! اے اہل مکہ تم ہی خلافت کی اصل ہو اور فرع بھی تمہارا ہی خاندان اور قبیلہ ہے۔ تم ہی خلافت میں برابر کے شریک ہو۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو تمہارے شہر میں مبعوث کیا۔ تمام مسلمان تمہارے قبلے کی طرف رخ کرتے ہیں۔ تم اس عہد سے بخوبی واقف ہو جو ہارون الرشید (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے بیٹوں کے لیے بیعت لیتے وقت تمہارے سامنے تم سے لیا ہے۔ کہ تم ان دونوں میں جو مظلوم ہو اس کی ظالم کے مقابلے میں مدد کرو گے۔ اور جس پر زیادتی کی گئی ہو گی یا جس کے ساتھ بدعہدی کی جائے گی زیادتی اور بدعہدی کرنے والے کے مقابلے میں مدد کرو گے۔ اب ہم کو اور تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ محمد بن ہارون نے ظلم و زیادتی اور بدعہدی کی ابتداء کی ہے اور ان شرائط کی صریح خلاف ورزی کی ہے جن کا ایفا خود اس نے اسی بیت اللہ الحرام میں اپنے ذمے ضروری قرار دیا تھا اس بنا پر اب میرے اور آپ کے لیے قانونی طور پر یہ بات جائز ہو گئی ہے کہ ہم اسے خلافت سے معزول کر دیں اور اس کے بجائے اسے خلیفہ بنالیں جس پر ظلم اور زیادتی ہوئی ہے۔ آگاہ رہو کہ میں تمہارے سامنے محمد بن ہارون کو اس طرح خلافت سے علیحدہ کرتا ہوں جس طرح میں اپنی اس ٹوپی کو سر سے اتار کر پھینک دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنی ٹوپی سر سے اتار کر اپنے ایک خدمت گار کو جو اس کے قریب ہی منبر کے نیچے کھڑا تھا' دے دی۔ یہ سرخ کشیدے کے کام کی تھی۔ اب اسے ایک سیاہ ہاشمیہ ٹوپی لا کر دی گئی۔ جسے اس نے پہن لیا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ میں نے تو عبداللہ المامون امیر المومنین کی خلافت کے لیے بیعت کر لی ہے۔ اب آپ حضرات بھی کھڑے ہوں اور اپنے خلیفہ کے لیے بیعت کریں۔

اہل مکہ کی مامون کی بیعت:

عمائد کی ایک جماعت ایک ایک کر کے منبر کے قریب اس کے پاس آئی اور اس نے باری باری اس کے ہاتھ پر عبداللہ المامون کی خلافت اور امین کی علیحدگی پر بیعت کی۔ اس کے بعد داؤد منبر سے اتر آیا۔ اب نماز عصر کا وقت آ گیا اسی نے نماز عصر پڑھائی اور پھر وہ مسجد کے ایک سمت میں بیعت لینے کے لیے بیٹھ گیا۔ لوگ جوق در جوق آ کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ وہ ان کو بیعت نامہ پڑھ کر سنا دیتا تھا اور وہ اس کے ہاتھ کا مصافحہ کرتے تھے۔ چند روز تک اس نے اسی طرح بیعت لی۔

مدینہ منورہ میں مامون کی بیعت:

اس نے سلیمان بن داؤد بن عیسیٰ کو جو اس کی طرف سے مدینہ کا نائب تھا حکم بھیجا کہ تم اہل مدینہ سے بھی اسی طرح امین کی علیحدگی اور مامون کی خلافت کی بیعت لو۔ جس طرح میں نے اہل مکہ سے لی ہے۔ مکہ کے قیام ہی میں اسے مدینہ سے جواب آ گیا کہ اس کے حسب منشا سب معاملہ سرانجام پا گیا۔

داؤد بن عیسیٰ کی روانگی مرو:

اس جواب کے موصول ہوتے ہی وہ فوراً اپنے چند بیٹوں کو لے کر مامون کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بصرہ کی راہ مرو روانہ ہوا۔ بصرے سے فارس اور کرمان ہوتا ہوا مامون کے پاس مرو پہنچا۔ اور جس طرح اس نے ان کی بیعت لی اور امین کو علیحدہ کیا اور اہل حرمین نے جس خوشی سے اس سب کارروائی کو قبول کیا۔ وہ تمام کیفیت مامون سے بیان کی۔

امارت مکہ ومدینہ پر داؤد بن عیسیٰ کا تقرر:

اس سے مامون بہت خوش ہوئے اور سب سے پہلے اہل حرمین کے ان کو خلیفہ تسلیم کر لینے کو انہوں نے اپنے لیے بہت ہی باعث یمن و برکت سمجھا۔ ان کو ایک لطف آمیز خط لکھا۔ جس میں ان سے حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ اور ان کو توقعات دلائیں اور حکم دیا کہ داؤد کے لیے مکہ اور مدینہ کی ولایت کا فرمان تقرر لکھا جائے۔ امامت مظالم کی سماعت اور خراج کی وصولی بھی اسی کے متعلق رہے۔ نیز حرمین کے علاوہ مکہ کی ولایت بھی اس کے تفویض کی جائے۔ اس کے لیے تین نشان اسے دیئے اور والی رے کو حکم لکھا کہ پانچ لاکھ درہم بطور مدد کے اسے دیئے جائیں۔

داؤد بن عیسیٰ کی مراجعت مکہ:

ان کے احکام کو لے کر داؤد بن عیسیٰ تیزی کے ساتھ' تا کہ وہ حج میں شریک ہو سکے' جس کا زمانہ قریب تھا۔ مرو سے حجاز روانہ ہوا۔ اس سفر میں اس کا بھتیجا عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس بھی ساتھ تھا۔ مامون نے اس کو اس سال کے لیے امیر حج مقرر کیا تھا۔ وہ اور اس کا چچا داؤد خراسان سے روانہ ہو کر طاہر بن الحسین کے پاس بغداد ٹھہرے۔ طاہر نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کی کارگزاریوں کو خوب سراہا۔ اور ان کے ساتھ یزید بن جریر بن یزید بن خالد بن عبداللہ القسری کو جسے طاہر نے یمن کا والی مقرر کیا تھا بھیجا۔ اس کے ساتھ رسالے کی ایک بڑی جمعیت ساتھ کی اس یزید نے ان سے اس بات کا ذمہ کیا تھا' کہ میں اپنی قوم اور خاندان والوں کو جن میں یمن کے روساء اور اشراف ہیں امین کی علیحدگی اور مامون کی خلافت کے لیے اپنا ہم خیال بنا لوں گا۔ بغداد سے چل کر یہ سب کے سب مکے آئے۔ ان کو حج مل گیا۔ اور عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ کی امارت میں حج ہو گیا۔

اہل یمن کی مامون کی بیعت:

حج سے واپسی میں عباس طاہر کے پاس' جس نے اس وقت امین کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ چلا آیا۔ داؤد بن عیسیٰ حرمین میں اپنے کام پر ٹھہر گیا۔ اور یزید یمن آیا۔ یہاں اس نے اہل یمن کو امین کی علیحدگی اور مامون کی خلافت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی اور طاہر بن الحسین کا ایک خط بھی جو ان کے نام تھا اور جس میں ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا وعدہ اور مامون کی طاعت کے لیے ترغیب دی گئی تھی اور مامون کے اس عادلانہ طرز عمل کا بیان تھا جو انہوں نے اپنی رعایا کے لیے بے اختیار کیا تھا' پڑھ کر سنایا۔ اہل یمن نے اس دعوت کو بخوشی قبول کر کے مامون کے لیے بیعت کر لی۔ اور امین کو خلافت سے علیحدہ کر دیا یزید بن جریر بن یزید نے ان کے ساتھ بہت ہی نیک طرز عمل اختیار کیا اور بہت ہی عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ اور ان کی بیعت کی اطلاع مامون اور

طاہر کو لکھ بھیجی۔

ہرثمہ کا نہروان پر قبضہ:

اس سال ماہ رجب اور شعبان میں امین نے تقریباً چار سو نشان بہت سے فوجی سرداروں کو باندھ کر دیئے اور ان سب پر علی بن محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو امیر الامرا مقرر کیا۔ اور ان کو ہرثمہ بن اعین کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا یہ چلے اور ماہ رمضان میں نہروان سے چند میل کے فاصلہ پر مقام جلاتا میں ان کا ہرثمہ سے مقابلہ ہو گیا۔ جنگ ہوئی۔ ہرثمہ نے ان کو مار بھگایا۔ اور علی بن محمد بن عیسیٰ بن نہیک گرفتار ہوا۔ ہرثمہ نے اسے مامون کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور خود دھاوا کر کے نہروان پر قابض ہو گیا۔

طاہر کے خلاف فوجی بغاوت:

اس سال ایک بڑی جماعت نے طاہر کا ساتھ چھوڑ کر امین کے پاس پناہ لی۔ اور فوج باغی ہو گئی۔ امین نے اس جماعت میں بہت سارو پیہ تقسیم کیا۔ ان میں جو معمولی سپاہی تھے ان کو افسر بنا دیا اور ان کی داڑھیوں کو غالیہ لگایا۔ اسی وجہ سے یہ لوگ قواد الغالیہ مشہور ہوئے۔

یزید بن الحارث نے بیان کیا ہے کہ نہر صرصر آ کر طاہر نے وہیں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ اور امین اور اہل بغداد کے مقابلہ میں اب اس نے زیادہ چستی و چالاکی سے کام لینا شروع کیا جو فوج اس سے لڑنے آئی اس نے شکست دی مگر امین کی داد و دہش کا طاہر کی فوج پر اس قدر دباؤ پڑا کہ پانچ ہزار خراسانی اور دوسرے لوگ طاہر کی فرودگاہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ قدرتی طور پر امین اس واقعہ سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ان سے حسن سلوک کا وعدہ کیا اور عمدہ توقعات دلائیں اور ان سب کے نام اسی پانے والوں میں لکھ لیے۔ چند ماہ اسی طرح گزرے۔ امین نے حربیہ اور دوسرے لوگوں کی ایک جماعت کی جنہوں نے خود اپنے کو اس کے لیے پیش کیا اور خواہش کی۔ فوجی عہدے دیئے اور ایک نشان دے کر انہیں دسکرۃ الملک اور نہروان بھیج دیا۔ اور حبیب بن جہم النمری الاعرابی کو اس کی جمعیت کے ساتھ ان کا سپہ سالار مقرر کر کے بعد میں روانہ کیا۔ مگر فریقین میں کچھ زیادہ لڑائیاں نہ ہوئیں۔ امین نے بغداد کے فوجی امراء کو لڑائی کے لیے مدعو کیا اور اس کو یاسریہ۔ کوثریہ اور سفیانین بھیجا۔ ان کو خوراک بھیجی۔ معاش دی اور ان کو ان لوگوں کے بچاؤ کے لیے جو ان کے عقب میں تھے۔ بطور آڑ کے متعین کر دیا۔

طاہر کے فوجی سرداروں کے نام خفیہ خطوط:

انہوں نے اپنے بہت سے جاسوس طاہر کی فوج میں بھیج دیئے اور اس کی فوج کے سرداروں کے نام خفیہ خطوط لکھے۔ جن میں ان کو بہت کچھ لالچ اور ترغیب دی۔ وہ سردار طاہر سے بگڑ گئے اور ان میں سے اکثر امین کے پاس آ گئے۔ ان کے ہر دس آدمیوں کے ساتھ ایک طبل تھا۔ جس کی آواز سے انہوں نے تہلکہ برپا کر دیا۔ ہتھیاروں کی چمک دکھاتے ہوئے اور گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے۔

طاہر اور امینی لشکر کی جنگ:

یہ لوگ طاہر کے مقابلہ کے لیے نہر صرصر پر نمودار ہوئے طاہر نے اپنی فوج کو کئی دستوں میں تقسیم کیا۔ ہر دستے کے پاس آ کر کہا کہ تم اپنے مقابل کی کثرت سے مرعوب نہ ہونا۔ اور اس بات کی ہرگز پروانہ کرنا کہ انہوں نے امین کی امان حاصل کر لی ہے۔ ان

باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ کامیابی اور فتح خلوص اور ثابت قدمی سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چھوٹی جماعت ایک بڑی جماعت پر غالب آ گئی۔ اور بے شک اللہ مدد کرتا ہے ان کو جو ثابت قدم ہوتے ہیں اس کے بعد اس نے اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دے دیا وہ بڑھی اور کچھ دیر تک تلوار چلتی رہی مگر پھر اللہ نے بغداد والوں کو ذلیل کیا اور شکست کھا کر بھاگ گئے انہوں نے اپنی فوج کی قیام گاہ کو بھی چھوڑ دیا۔ طاہر کی فوج نے ان کی فرودگاہ کو اس میں جس قدر روپیہ اور ہتھیار تھے لوٹ لیا۔

قوادالغالیہ:

امین کو اس ہزیمت کی اطلاع ہوئی انہوں نے عطا کے لیے روپیہ طلب کیا۔ وہ ان کے سامنے لاکر ڈھیر کر دیا گیا۔ انہوں نے اپنے تمام خزانے اور ذخیرے نکلوائے اس میں سے صلے دیئے۔ مضافات والوں کو بلایا۔ خود ہی ہر شخص کا معائنہ کیا جو شخص ذرا تنومند اور شکیل سامنے آتا وہ اسے خلعت دیتے اور افسر بناتے۔ اور جس کو افسر مقرر کرتے اس کی داڑھی میں غالیہ لگواتے۔ اس وجہ سے یہ قوادالغالیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے اپنے ان نئے افسروں کو پان پان سو درہم انعام اور ایک شیشی غالیہ کی دی۔ مگر ان افسروں کے سپاہیوں اور ماتحتوں کو کچھ نہ دیا۔ اس کی اطلاع طاہر کے جاسوسوں اور مخبروں نے اسے آ کر دی۔ اس نے بھی خط و کتابت کے ذریعہ خفیہ ساز باز کی ترغیب و تحریص دی اور اپنے ساتھ ملالینے کی خوشامد کی اس طرح ادنیٰ سپاہی اپنے افسروں کے خلاف ہو گئے۔

امینی لشکر میں شورش:

چنانچہ انہوں نے ۶/ ذی الحجہ ۱۹۶ھ بروز چہارشنبہ خود امین کے خلاف شورش برپا کر دی۔ جب فوج نے ہنگامہ برپا کر دیا اور امین کے لیے صورت حال نازک ہوگئی۔ انہوں نے فوجی افسروں سے مشورہ لیا کہ اب کیا کیا جائے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان کا کسی نہ کسی طرح تدارک کیجیے اور اپنے معاملہ کو سنبھالیے۔ انہیں سے آپ کی حکومت قائم ہے۔ حسین کے زمانے میں اللہ کے بعد انہیں نے آپ سے حکومت چھینی اور پھر آپ کو واپس دی۔ آپ ان کی شجاعت اور بہادری سے بھی واقف ہو چکے ہیں۔

طاہر بن حسین اور تنوخی میں سمجھوتہ:

امین نے خاص طور پر ان کے معاملہ پر توجہ کی ان سے لڑنے کا حکم دے دیا۔ تنوخی وغیرہ پناہ گزینوں اور ان فوجوں کو جوان کے پاس تھیں ان سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ تنوخی نے مقابلہ ہوتے ہی لڑنا شروع کیا۔ طاہر اور ان کے درمیان مراسلت کے ذریعہ سمجھوتہ ہو گیا۔ جس کی رو سے اس نے ان کی اطاعت کی شرط پر ان کے یرغمال اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان کو امان دی اور بہت سا روپیہ بھی دیا۔

طاہر بن حسین کا باغ باب الانبار میں قیام:

اس کے بعد خود طاہر اپنے مقام سے بڑھ کر ۱۲/ ذی الحجہ منگل کے دن باب الانبار والے باغ میں آ گیا۔ اس باغ میں وہ مع اپنے افسروں باقاعدہ فوج اور دوسرے ہمراہیوں کے فروکش ہوا۔ اور امین کے جو پناہ گزیں افسر اور فوج طاہر سے آ ملی تھی وہ اس باغ

میں اور شہر کے مضافات میں مقیم ہوئی۔ طاہر نے ان سب سپاہیوں کی تنخواہ اسی درہم مقرر کر دی اور افسروں اور خاص امرا زادوں کی معاش دوچند کر دی اس کے علاوہ بھی ان کو اور ان کے بہت سے سپاہیوں کو یکمشت نقد انعام اور صلہ دیا۔

بغداد میں بدامنی:

قیدی جیل خانے توڑ کر نکل آئے۔ تمام لوگوں میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بدچلن اور آوارگرد امن پسندوں پر چڑھ دوڑے۔ فاجر غالب اور مومن ذلیل ہوئے اور نیک لوگ دھوکے سے قتل کیے گئے۔ لوگوں کی بڑی گت بنی۔ البتہ جو لوگ طاہر کے پڑاؤ میں تھے' وہ اس وجہ سے اس قتل و غارت گری سے محفوظ رہے کہ خود طاہر کی ان پر سخت نگرانی تھی اور اس نے ان اوباشوں اور بدمعاشوں کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ اسی حالت میں طاہر نے ان پر حملہ کر دیا اور صبح شام ان سے لڑنے لگا۔ آخر کار لڑتے لڑتے دونوں فریق تھک گئے اور آبادی برباد ہو گئی۔

امیر حج عباس بن موسیٰ:

اس سال عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی کی امارت میں جسے طاہر نے امیر حج مقرر کیا تھا۔ حج ہوا اور اس نے مامون کے لیے بحیثیت خلیفہ کے دعا مانگی یہ پہلا حج تھا۔ جب کہ حرمین میں خلیفہ کی حیثیت سے مامون کا نام دعا میں لیا گیا۔

۱۹۷ھ کے واقعات

اس سال قاسم بن ہارون الرشید اور منصور بن المہدی عراق سے مامون کے پاس چلے آئے مامون نے قاسم کو جرجان بھیج دیا۔ اس سال طاہر ہرثمہ اور زہیر بن المسیب نے بغداد میں امین کا محاصرہ کر لیا۔

زہیر بن المسیب کے مظالم:

محمد بن یزید التمیمی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ زہیر بن المسیب الضبی قصر رقہ کلواذی پر فروکش ہوا۔ اور اس نے منجنیقیں اور عرادے نصب کیے اور خندقیں کھودلیں۔ جن دنوں میں سرکاری باقاعدہ سپاہ طاہر سے لڑنے میں مصروف ہوئی۔ یہ آنے جانے والوں کو عرادوں سے پتھر مارتا۔ نیز اس نے تاجروں کے مال پر عشر لگایا۔ اور کشتیوں پر بھی خراج عاید کیا۔ اور لوگوں پر ہر قسم کے مظالم شروع کر دیئے۔ طاہر کو بھی اس کی ان حرکتوں کی اطلاع ہوئی۔ لوگوں نے اس سے آکر اپنے مصائب کی شکایت کی۔ اس بے آئینی اور فساد کا اثر ہرثمہ تک پہنچا۔ طاہر نے اس کی مدد کے لیے فوج بھیجی۔ قریب تھا کہ وہ گرفتار کر لیا جاتا مگر پھر لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔

ہرثمہ نہر بین پر فروکش ہوا اس نے دربار پر ایک دیوار اور خندق بنائی اور منجنیقیں اور عرادے مہیا کر لیے۔ عبیداللہ بن الوضاع کو اس نے شاسبہ پر فروکش کیا اور خود طاہر باب الانبار والے باغ میں مقیم ہوا۔

حسین الخلیع کا بیان:

حسین الخلیع بیان کرتا ہے کہ جب طاہر نے باب الانبار والے باغ پر قبضہ کر لیا تو اب امین کو طاہر کے بغداد میں داخل ہو

جانے کی وجہ سے سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ جس قدر روپیہ ان کے پاس تھا وہ سب انہوں نے تقسیم کر دیا۔ وہ بے بس اور مجبور ہو گئے خزانوں میں جس قدر اسباب و سامان تھا۔ اس سب کو انہوں نے فروخت کرا دیا۔ اور سونے اور چاندی کے جس قدر برتن تھے ان سب کے درہم و دینار مضروب کر کے اپنی فوج کو بھیجے اور خود اپنے صرف میں لائے۔ اسی مجبوری کی حالت میں انہوں نے حکم دیا کہ حربیہ پر منجنیقیں اور عرادے نصب کیے جائیں اور پیڑوں سے اس حصہ کو جلا دیا جائے تاکہ کوئی وہاں آنے جانے والا زندہ نہ بچے۔

سعید بن مالک کی نگرانی:

محمد بن منصور البادردی بیان کرتا ہے کہ جب امین کے مقابلہ میں طاہر کی شوکت بہت بڑھ گئی' طاہر نے ان کی سپاہ کو مار بھگایا اور ان کے سپہ سالاران کو چھوڑ گئے تو ان میں سے جن لوگوں نے طاہر کے یہاں پناہ لی' ان میں سعید بن مالک بن قادم بھی تھا۔ یہ طاہر سے جاملا اس نے بغبین کے محلّہ وہاں کے بازاروں اور اس سے متصل اور اس سے آگے دجلہ کے کنارے کو دجلہ کے پلوں تک اس کی نگرانی میں دے دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ جس مکانات اور راستوں پر تمہارا قبضہ ہو وہاں اپنی حفاظت اور مفتوحہ زمین کے استحکام کے لیے دیوار اور خندق ضرور بنالینا۔ طاہر نے بہت سارو پیہ اس کے مصارف کے لیے دیا۔ مزدور اور اسلحہ بھی دیئے۔ حربیہ جماعت کو ہدایت کی ضرورت کے وقت اس کی مدد کریں۔

باب الرقیق اور باب الشام پر افسران کا تقرر:

اسی طرح اس نے باب الرقیق کی سڑک اور باب الشام پر یکے بعد دیگرے اپنے افسر مقرر کر دیئے۔ اور ان کو بھی وہی ہدایات دیں جو اس نے سعید بن مالک کو دی تھیں خود اندرون شہر اس ہنگامہ آرائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف ویرانی اور بربادی رونما ہوئی۔ اور بغداد کے تمام محاسن مٹ گئے۔

بغداد میں طوائف الملوکی:

امین نے قصر صالح' قصر سلیمان بن ابی جعفر اور وہاں سے دجلہ کے اور اس کے ملحقہ علاقہ کو علی فراہمرداور اس کی جمعیت کے سپرد کیا اس نے ایک شخص سمرقندی نام کے زیر اہتمام جو خود بھی منجنیق چلاتا تھا۔ تمام مکانات اور بازاروں میں آگ لگا دی اور منجنیقوں اور عرادوں سے ان کو برباد کر دیا۔ اس کے جواب میں طاہر نے بھی شہر کے ساتھ یہی کیا۔ ان مضافات والوں کو جوانبار کے راستے پر اور کوفہ پر اور باب الکوفہ اور اسی کے قریب آباد تھے۔ اپنی اطاعت کی دعوت دی۔ جس سمت کے باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے ان کی حفاظت کے لیے وہاں خندق بنا دی۔ پہرہ چوکیاں قائم کر دیں اور اپنا جھنڈا بلند کر دیا۔ اور جن لوگوں نے اس کی بات نہ مانی وہ ان سے لڑا اور اس کے مکان کو جلا دیا۔ صبح و شام وہ اسی طرح اپنے امراء رسالہ اور پیدل سپاہ کے ساتھ مدت تک ان سے لڑتا رہا۔ جس سے تمام بغداد میں وحشت اور پریشانی پھیل گئی اور لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ تمام شہر کھنڈر ہو جائے گا۔

بنی ہاشم' فوجی امراء کی املاک کی ضبطی:

طاہر نے ان مضافات کو جن کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی اور مدینہ ابوجعفر شرقی کرخ کے بازار محلّہ خلد اور اس کے

ملحقہ علاقہ کو باغی علاقہ قرار دیا۔ اس نے ان بنی ہاشم‘ فوجی امراء اور موالیوں کی جو اس کی اطاعت قبول کر کے اس کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے ان تمام املاک اور پیداوار کو جو اس کے مفتوحہ علاقہ میں تھی‘ ضبط کر لیا۔ اس سے ان کی تمام عزت خاک ہوگئی۔ ان کے حوصلے پست سر نیچے ہوگئے اور انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ باقاعدہ فوج بھی بہت پست ہمت ہوگئی اور اس نے تھک کر لڑائی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اب صرف آوارہ گرد‘ اچکے‘ مفلس ننگے‘ مجرم‘ قیدی اوباش اور بازاری افراد اراذل مقابلہ پر رہ گئے۔ حاتم بن الصقر نے ان کو لوٹ کی اجازت دے رکھی تھی۔ اب ہرش اور افریقہ والے لڑنے کے لیے آئے۔ جن سے خود طاہر نہایت تن دہی سے اور جان فروشی کے ساتھ‘ بغیر کسی تقصیر اور تساہل کے لڑتا تھا۔ اس حالت کے بیان میں خزیمی نے بغداد کا ایک طویل شہر آشوب لکھا۔

اس سال ان لوگوں نے جن کو امین نے نصر صالح میں متعین کیا تھا۔ طاہر کی اطاعت قبول کی اور اسی سال قصر صالح میں وہ مشہور اور خونریز جنگ ہوئی جس میں طاہر کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

اہل بغداد کی اطاعت کی درخواست:

محمد بن الحسین بن مصعب نے بیان کیا ہے کہ طاہر امین اور اس کی فوج کے مقابلے میں ثابت قدمی کے ساتھ بہت روز تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اہل بغداد اس کی لڑائی سے تنگ آ گئے۔ علی فراہمرد نے جو صالح اور سلیمان بن ابی جعفر کے محلوں میں امین کی طرف سے متعین تھا۔ طاہر سے امان کی درخواست کی اور اس بات کا ذمہ لیا کہ وہ اس تمام علاقہ کو جو اس کی سمت میں دجلہ کے پلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اور ان تمام منجنیقوں اور عرادوں کے جو اس کے پاس ہیں‘ طاہر کے حوالے کر دے گا۔ طاہر نے اس کی درخواست قبول کی اور اپنے کوتوال‘ ابوالعباس یوسف بن یعقوب الباذغیسی کو اپنے ان فوجی سرداروں اور بہادر شہسواروں کے ساتھ جن کو اس نے اس کے ساتھ کر دیا۔ رات کے وقت علی کے پاس بھیجا۔ علی نے سنیچر کی رات نصف جمادی الآخر ۱۹۷ھ کو وہ تمام علاقہ جس پر امین نے اسے متعین کیا تھا اس کے سپرد کر دیا۔

کوتوال محمد بن عیسیٰ کی اطاعت:

خود امین کے کوتوال محمد بن عیسیٰ نے جو اہل افریقہ قیدیوں اور اوباشوں کے ساتھ نہایت ہی مستعدی اور خلوص کے ساتھ امین کی حمایت میں طاہر سے لڑ رہا تھا۔ اور جس سے لڑائی میں سب ڈرتے تھے۔ طاہر کی اطاعت کر لی۔

قصر صالح کا معرکہ:

جب یہ دونوں امین کے خاص سردار طاہر سے جا ملے تو اب ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ اور وہ اتنے مضطرب و پریشان ہوئے کہ اب انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور اپنی موت کے انتظار میں ام جعفر کے دروازے چلے آئے مگر اوباش عیاروں‘ آوارہ گردوں اور سپاہیوں نے بڑھ کر قصر صالح کے اندر اور باہر دن چڑھے تک دشمن سے خوب جنگ کی ابوالعباس یوسف بن یعقوب الباذغیسی اپنے ان چند امراء اور سرداروں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے‘ قصر کے اندر مارا گیا۔ اور علی فراہمرد اپنی جماعت کے ساتھ قصر کے باہر ان سے لڑا مگر اسے شکست ہوئی۔ اور وہ طاہر سے جا ملا۔ اس لڑائی سے پہلے یا بعد کوئی ایسی دوسری لڑائی اس تمام جنگ

میں ایسی نہیں پیش آئی جس میں طاہر اور اس کی فوج کو ایسی ذلت نصیب ہوئی ہو یا ان کے اس قدر آدمی مقتول و مجروح ہوئے ہوں۔ جس قدر اس واقعہ میں ہوئے۔ اس واقعے کے متعلق اکثر لوگوں نے شعر کہے جس میں جنگ کی شدت اور خونریزی کو بیان کیا گیا عوام نے بھی اس پر نظمیں کہیں۔

بنی ہاشم اور امرا کی مامون کی بیعت:

طاہر نے اپنے پیامبر دشمن کی فوج میں بھیج دیئے اور فوجی امراء اور بنی ہاشم وغیرہ کو ان کی جائداد اور پیداوار ضبط کر لینے کے بعد خط لکھے۔ اس میں ان سے خواہش کی کہ وہ امین سے برأت کر کے مامون کے لیے بیعت کر لیں۔ اور ہماری امان میں آ جائیں۔ چنانچہ ایک جماعت جس میں عبداللہ بن حمید قحطبۃ الطائی۔ اس کے بھائی حسن بن قحطبہ کے بیٹے یحییٰ بن علی بن ماہان اور محمد بن ابی العاص تھے۔ طاہر سے جا ملی۔ ان کے علاوہ بہت سے دوسرے امراء اور بنی ہاشم نے خفیہ طور پر طاہر سے مراسلت کی اور وہ دل سے اس کے ساتھ ہو گئے۔

اوباشوں اور چوروں کی لوٹ مار:

جب قصر صالح کا واقعہ ہوا تو اب پھر امین مطمئن ہو کر عیش و نشاط اور شراب میں مشغول ہو گئے اور انہوں نے اس تمام معاملے کو محمد بن عیسیٰ بن نہیک اور ہرش کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اپنے قریب کے جو شہر کے دروازے مضافات' گلی' کو چے کرخ کا بازار دجلہ کا مخصوص علاقہ باب الجول اور کناسہ تھا۔ ان پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں جس قدر چور بدمعاش اور بدچلن آدمی تھے۔ انہوں نے اس شخص کو جس پر ان کی دسترس ہوئی۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت' یا ضعیف العمر' مسلمان ہو یا ذمی لوٹ لیا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس کی نظیر کسی جنگ سے متاثرہ مقام میں کبھی نہیں سنی گئی۔

طاہر بن حسین کا حسن انتظام:

جب یہ حالت عرصہ تک رہی تو لوگوں کے لیے بغداد میں رہنا دوبھر ہو گیا جن میں استطاعت تھی وہ ان تمام ذلتوں اور مظالم و مصائب کو برداشت کر کے اور جان پر کھیل کر بغداد چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے برخلاف طاہر نے ہر مشتبہ چال وچلن والے شخص پر پوری نگرانی رکھی اور محمد بن ابی خالد کو حکم دیا کہ وہ کمزوروں اور عورتوں کی حفاظت کرے اور ان کو بحفاظت مامون جگہ میں پہنچا دے۔ جب کوئی مرد یا عورت ہرش کے آدمیوں سے چھٹکارا پا کر طاہر کی فوج میں آ جاتی تب اسے اطمینان ہوتا۔ اور یہاں آ کر عورتیں اپنے سونے چاندی یا دوسری قیمتی اشیاء اور کپڑوں کو ظاہر کرتیں یہاں تک کہ طاہر کی فوج کی نیک چلنی اور ہرش کے آدمیوں کی بدکرداری ان دونوں کی خصوصیات اور ان لوگوں کی مثال جو ہرش کے پنجے سے نجات پاتے۔ اس دیوار مثال سے منطبق ہوئی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾

بیرونی جانب عذاب ہے''۔

اس غیر آئینی حالت جنگ نے طول کھینچا جس کی وجہ سے اہل بغداد کو یہ مصائب اور مظالم سہنا پڑے اب ان کی حالت سقیم ہوگئی اور ان میں دم نہیں رہا۔

ایک خراسانی سردار کا نہتی جماعت سے جنگ کا واقعہ:

ایک مرتبہ طاہر کا ایک مشہور و معروف بہادر خراسانی سردار جنگ کے لیے میدان کارزار میں آیا۔اس کی نظر ایک نہتی جماعت پر پڑی۔جس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھے اس نے ان کی تحقیر و توہین کے لہجہ میں اپنے آدمیوں سے کہا یہ ہیں جو ہم سے لڑ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! یہی ہیں مگر یہ بلا ہیں۔اس نے کہا تم کو اس کے مقابلے میں کنائی کاٹتے شرم نہیں آتی۔تم ان سے منہ پھیرتے ہو۔تمہارے پاس اسلحہ اور ہر طرح کا ساز و سامان ہے۔تم قواعد بھی جانتے ہو اور جس قدر تم شجاع اور بہادر ہو اس سے بھی سب واقف ہیں۔پھر تمہاری ان کے سامنے کچھ پیش نہیں جاتی۔میں نہیں سمجھتا کہ جب کہ ان کے پاس ہتھیار ہی نہیں ساز و سامان اور لباس بھی نہیں۔حفاظت کے لیے ڈھال بھی نہیں۔تو وہ کیونکر ہم سے بازی لے جا سکتے ہیں۔یہ کہہ کر اس نے اپنی کمان تانی اور قدم آگے بڑھایا۔ان میں سے ایک کی نظر اس پر پڑی وہ فوراً تیر لگی ہوئی گوپھن لے کر اس کی طرف متوجہ ہوا اس کی بغل میں ایک جھولی تھی۔ جس میں پتھر بھرے تھے۔خراسانی نے اس پر تیراندازی شروع کی جو تیر یہ چلاتا عیار اس طرح اپنا بدن چرالیتا کہ وہ تیر اس کے نہ لگتا بلکہ اس کی گوپھن میں آ کر پیوست ہو جاتا۔یا اس کے قریب گر جاتا۔جسے وہ اٹھا کر اپنی گوپھن ہی میں کسی جگہ جسے اس نے اسی کام کے لیے بطور ترکش بنا رکھا تھا۔رکھ لیتا۔جو تیر آ کر گرتا وہ اٹھالیتا اور کہتا پیسہ لاؤ۔یعنی جو تیر اس نے جمع کیے ہیں ان کے ایک تیر کی قیمت ایک پیسہ ہے۔بہت دیر تک اس خراسانی اور عیار کی یہی کیفیت رہی۔جب خراسانی کے تمام تیر ختم ہوگئے تو اب وہ تلوار لے کر عیار پر حملہ آور ہوا۔عیار نے اپنی جھولی میں سے ایک پتھر نکالا اسے فلاخن میں رکھا اور خراسانی کے مارا جو ٹھیک اس کی آنکھ پر جا کر لگا۔اور پھر دوسرا پتھر بھی ٹھیک اسی نشانہ پر دوبارہ مارا۔اگر وہ اس کے سامنے سے ہٹ نہ جاتا۔تو قریب تھا کہ گھوڑے سے گر پڑے۔ خراسانی یہ کہتا ہوا کہ یہ انسان نہیں ہے پلٹ کر بھاگ آیا۔اس قصہ کو طاہر سے بیان کیا گیا وہ خوب ہنسا اور اب اس نے اس خراسانی سردار کو جنگ میں شریک ہونے سے معاف کر دیا۔

طاہر کی انتقامی کارروائی:

جب قصر صالح کی جنگ میں طاہر کے بے شمار آدمی قتل اور زخمی ہوئے تو اس واقعہ کا اس کے قلب پر اس وجہ سے بہت سخت اثر پڑا کہ اب تک جتنی لڑائیاں ہوئی تھیں ان سب میں طاہر ہی فتح یاب رہا تھا۔صرف یہ لڑائی ایسی ہوئی کہ اس میں اسے شکست ہوئی۔ اور اس کی وجہ سے وہ جوش انتقام میں آپے سے باہر ہوگیا۔اس نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی اور اس سے لڑے ان کے مکان جلا دیئے جائیں اور گرا دیئے جائیں۔یہ باغی علاقہ دجلہ اور دارالرقیق کے درمیان باب الشام باب الکوفہ سے لے کر صراۃ تک ابوجعفر کی چکیاں ربض حمید نہر کرفایہ اور کناسہ پر مشتمل تھا۔اس نے رات اور شام ہر وقت امین کی فوج سے لڑنا شروع کیا۔اور روزانہ ایک نہ ایک سمت اس کے قبضے میں آ جاتی تھی۔جس کے آگے وہ اپنی فوج کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے خندق بنا لیتا تھا اب امین کے آدمی بھی مکانوں کو توڑنے اور زیادہ خراب کرنے لگے طاہر کے آدمی تو مکان کو صرف منہدم کر کے چلے جاتے مگر

امین والے ان کے دروازے اور چھتیں بھی نکال کر لے جاتے اسی طرح ان کے طرفداروں کو طاہر کے آدمیوں کے مقابلہ میں خود ان کے ہاتھوں میں زیادہ تکلیف پہنچتی۔

بغداد کی تجارتی ناکہ بندی:

طاہر نے جب دیکھا کہ ان پر مارنے کا' گرانے اور جلانے کا کسی کا اثر ہی نہیں ہوتا تب اس نے تجارت کو مسدود کر دیا تاکہ کوئی چیز ان کو نہ مل سکے۔ اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے مدینہ ابوجعفر' شرقیہ اور کرخ تک جس قدر آٹا اور دوسری ضروریات زندگی ملیں سب پر قبضہ کر لیا جائے۔ بصرہ اور واسطہ سے جو کشتیاں بغداد آتیں تھیں ان کو اس نے طرنایا سے فرات میں منتقل کر دیا۔ اور وہاں سے وہ محول الکبیر اور صراۃ ہوتی ہوئی باب الاروالی خندق میں لے آئی جاتی تھیں۔ جو کشتی زہیر بن المسیب کے پاس سے گزرتی اور اس پر سامان بار ہوتا۔ وہ ایک کشتی سے اجازت کے لیے ایک ہزار دو ہزار تین ہزار اس سے بھی زیادہ یا کم درہم خراج لیتا۔ خود طاہر کے عاملوں اور سپاہیوں نے بغداد کے تمام راستوں پر یہی طریقہ عمل پذیر رکھا اور اب اور بھی سختی شروع کر دی۔ جس سے نرخ نہایت گراں ہو گئے اور بغداد والوں کو محاصرہ کی اس قدر تکلیف محسوس ہونے لگی کہ وہ اس بات سے قطعی مایوس ہو گئے کہ کبھی یہ مصیبت دور بھی ہو جائے گی۔ جو لوگ بغداد سے چلے آئے تھے وہ بہت خوش تھے اور جو وہیں رہ گئے وہ اپنے قیام پر بہت زیادہ متاسف تھے۔

جنگِ کناسہ:

اس سال ابن عائشہ نے جو امین کی حمایت میں کچھ مدت تک یاسریہ میں لڑ چکا تھا۔ طاہر سے امان طلب کی۔ اس سال طاہر نے اپنے ایک سردار کو نواح بغداد میں متعین کیا۔ اور اس نے علا بن وضاح الازدی کو اس کی جمعیت کے ساتھ محول الکبیر پر متعین کیا۔ نعیم بن الوضاح اس کے بھائی کو ان ترک وغیرہ کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھے صراط کے کنارے ربض ابی ایوب سے ملحقہ علاقہ پر متعین کیا۔ کئی ماہ تک طاہر صبح و شام دشمن سے لڑتا رہا۔ دونوں فریق مقابلہ پر جمے رہے۔ انہیں لڑائیوں میں کناسہ کی مشہور جنگ ہوئی۔ جس میں طاہر نے خود شرکت کی اور اس لڑائی میں امین کے بے شمار آدمی کام آئے۔

متمول اور تجار کا بغداد سے فرار:

امین نے اپنے غلام زریح کو حکم دیا کہ وہ لوگوں اور ساہوکاروں سے روپیہ طلب کرے۔ انہوں نے ہرش کو حکم دیا کہ وہ زریح کے احکام کی بجا آوری کرتا رہے۔ یہ دن و رات لوگوں کے مکانوں پر دھاوے کرتا اور کسی نہ کسی بہانے سے ان کے روپے پر قبضہ کر لیتا۔ اس طرح اس نے بہت سا روپیہ پیدا کر لیا اور لوگوں کو تباہ کر دیا۔ بہت سے لوگ حج کے بہانے سے بغداد چھوڑ کر چلے گئے۔ اور دولت مند بھاگ گئے۔ اسی اثناء میں درب الحجارۃ کا واقعہ پیش آیا۔ اس جنگ میں امین کی فوج کو طاہر کے مقابلہ میں فتح نصیب ہوئی۔ اور ہزارہا آدمی مارے گئے۔ اسی سلسلے میں باب الشماسیہ پر وہ مشہور جنگ ہوئی جس میں ہرثمہ گرفتار ہوا۔

باب الشماسیہ کی جنگ:

ہرثمہ نہربین پر فروکش تھا۔ وہاں اس نے ایک دیوار اور خندق بنالی تھی۔ اور جنگ کے لیے منجنیقیں اور عرادے نصب کیے تھے۔ عبیداللہ بن الوضاح شماسیہ پر متعین تھا۔ یہ کبھی کبھی اپنے حریف کی فوج سے ڈرتا ہوا جنگ سے بچتا ہوا اپنے مقام سے چل کر

باب الخراسان میں آ کر کھڑا ہوتا اور لوگوں کو اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دیتا لوگ اسے گالیاں دیتے اس کا مذاق اڑاتے ۔ یہ تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر پھر اپنے مقام کو پلٹ جاتا حاتم ابن الصقر امین کا سردار تھا' اس کی فوج اور شہر کے آوارہ گرد عیاروں سے یہ طے ہوا کہ وہ سب کے سب رات کے وقت عبید اللہ بن الوضاع کے مقابلہ پر جمع ہوں ۔ چنانچہ یہ سب اچانک اس کی بے خبری میں اس پر جا پڑے ۔ اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ عبید اللہ شکست کھا کر بھاگا ۔ اور اس کے کثیر التعداد گھوڑے اسلحہ اور دوسرا سامان حملہ آوروں کے ہاتھ لگا۔ حاتم بن الصقر نے شماسیہ پر قبضہ کر لیا۔

ہرثمہ کی گرفتاری:

اس کی اطلاع ہرثمہ کو ہوئی وہ اپنی فوج لے کر عبید اللہ کی مدد کو آیا۔ تاکہ وہ ان حملہ آوروں کو پھر ان کے مقام پر پسپا کر دے۔ امین کے آدمیوں سے ان کا مواجہ ہوا۔ جنگ شروع ہوئی۔ ایک اوباش نے ہرثمہ کو پکڑ لیا۔ مگر وہ اس کو جانتا نہ تھا۔ کہ یہ کون ہے اسی وقت ہرثمہ کے ایک سپاہی نے اس شخص پر حملہ کیا۔ اور اس کا ہاتھ قطع کر دیا اور اس طرح ہرثمہ کو اس کے ہاتھ سے چھڑایا اس کے بعد ہرثمہ مڑ کر بھاگا۔

ہرثمہ کی فوج کا فرار:

جب اس کے بھاگنے کی اطلاع اس کے پڑاؤ میں پہنچی تو وہاں کے لوگ فرودگاہ کو توڑ کر سیدھے حلوان چل دیئے ۔ رات ہو جانے کی وجہ سے امین کی سپاہ نے تعاقب نہیں کیا۔ ورنہ وہ اس کی فرودگاہ کو لوٹ لیتے اور سب کو پکڑ لیتے دو دن تک ہرثمہ کا پڑاؤ خالی رہا۔ اس کے بعد پھر اس کی فوج وہاں آ گئی۔

طاہر کا باب الشماسیہ پر قبضہ:

جب طاہر کو یہ معلوم ہوا کہ شہر کے اوباشوں اور حاتم بن الصقر نے عبید اللہ بن الوضاع اور ہرثمہ کو بری طرح شکست دی ہے۔ وہ بہت ہی متاثر اور متفکر ہوا۔ اس نے شماسیہ کے آگے دجلہ پر پل بنایا اور اپنی فوج کو پوری طرح مسلح کر کے خود ان کو لے کر پل تک آیا۔ یہاں سے اس کی فوج پل کو عبور کر کے دشمن سے دوچار ہوئی۔ اور نہایت بے جگری سے اس سے لڑی۔ طاہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان کو کمک بھیجتا رہا آخر کار انہوں نے امین کی سپاہ کو اپنے مقابلہ سے ہٹا دیا اور شماسیہ سے ان کو نکال باہر کیا۔ اس کے بعد عبید اللہ بن الوضاع اور ہرثمہ جو دونوں لڑائی کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ پھر اپنے اپنے مورچوں پر واپس آئے۔

خیزرانیہ کے محلات کی بربادی:

جب شہر کے اوباشوں کو فتح ہوئی تھی تو امین نے اپنے محلات اور مکانات کو جو خیزرانیہ میں تھے بیس لاکھ درہم کے عوض ان لوگوں کو دیا تھا تاکہ وہ ان کو توڑ کر یہ رقم وصول کر لیں۔ طاہر کی فوج نے ان سب کو جلا دیا ان کی چھتیں سونے کی تھیں اور ان میں سے بے شمار آدمیوں کو قتل کر دیا۔

عبد اللہ بن خازم کا بغداد سے فرار:

اس سال امین کی حالت بہت خراب ہو گئی ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس حالت میں عبد اللہ بن خازم بن خذیمہ بھی بغداد سے بھاگ کر مدائن چلا گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ امین اسے غدار سمجھنے لگے تھے انہوں نے اراذل و انفار کو اس پر اکسا دیا جب

اسے اپنی جان اور مال کا اندیشہ ہوا وہ اپنے بیوی بچوں کو رات کے وقت کشتیوں میں سوار کر کے مدائن لے آیا۔ وہیں مقیم ہو گیا اور پھر اس نے لڑائی میں کچھ حصہ نہیں لیا۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ طاہر نے خط کے ذریعہ اسے یہ دھمکی دی تھی کہ میں تمہاری تمام املاک کو ضبط کر لوں گا اور ان کو پامال و تاراج کر دوں گا اس خوف سے اس نے اس فتنہ سے قطعی کنارہ کش کر لی اور بچ گیا۔

کرخ کے تجار کا طاہر کو عرضداشت بھیجنے کا فیصلہ:

یہ بات سب میں مشہور ہو گئی کہ کرخ کے تمام تاجروں نے آپس میں مشورہ کر کے اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے طرز عمل کو طاہر پر صاف صاف ظاہر کر دیں اور بتا دیں کہ ہم اس کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرتے۔ چنانچہ سب نے مل کر اس مضمون کی ایک تحریر طاہر کو لکھ بھیجی کہ ہم نہ صرف آپ کے مطیع و منقاد ہیں بلکہ چونکہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ اللہ کے فرمانبردار اور حق و صداقت کے عامل اور بدچلن اشخاص پر روک تھام رکھتے ہیں۔ ہم آپ کو پسند کرتے ہیں۔ جنگ میں شرکت تو درکنار ہم تو اس جنگ کو اچھی نظر سے بھی نہیں دیکھتے کہ جو لوگ ہماری سمت سے آپ کا مقابلہ کریں ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ ہم میں سے ہوں گے مگر ہم فرمانبرداروں کے تمام راستے البتہ ان سے پر ہیں جس کی وجہ سے ہر طرف وہی نظر آتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا کوئی مکان یا دوسری جائداد کرخ میں ہو۔ یہ جیب کتروں' جلادوں' بدچلن اور قیدیوں کی جماعت ہے جو آپ سے برسر پیکار ان کے ٹھکانے حمام اور مساجد ہیں جو ان میں تاجر ہیں وہ ادنا درجے کے پھیری والے تاجر ہیں۔ یہاں بدامنی کی یہ حالت ہے کہ نہ کسی عورت کی عصمت محفوظ ہے اور نہ کسی ضعیف العمر کی عزت باقی ہے اچکے لوگوں کے ہاتھوں سے دن دہاڑے علی الاعلان تھیلیاں چھین لیتے ہیں اور کوئی باز پرس نہیں کرتا۔ ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اپنی حفاظت کر سکیں۔ چہ جائیکہ ان کی روک تھام ہم سے ہو سکے ہماری تو حالت ہے کہ اگر ہم راستے میں پتھر پڑا ہوا دیکھیں تو اسے بھی ہٹا دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں اس کا حکم آیا ہے اسی سے آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور ان بدمعاشوں کو جن کا راستے سے اٹھا دینا ہمیشہ کے لیے قید کر دینا جلاوطن کر دینا اور اس طرح ان کی حرکتوں سے محفوظ رہنے میں دین و دنیا کا فائدہ تھا۔ خود روکتے اور ہٹا دیتے یہ تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمارا کوئی آدمی آپ سے جنگ کرے۔

طاہر کو تحریر بھیجنے کی مخالفت:

انہوں نے اس مضمون کی طویل تحریر لکھی اور اسے ایک جماعت کو دیا کہ وہ اسے طاہر کے پاس لے جائے مگر ان میں بعض صائب الرائے اور محتاط لوگ تھے انہوں نے یہ بات کہی کہ آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ طاہر ان واقعات سے بے خبر ہے اس کے جاسوس ہر وقت آپ پر نگراں ہیں۔ ہم تو یہاں تک یقین رکھتے ہیں کہ وہ اتنا باخبر ہے کہ گویا اس وقت بھی ہمارے مشورہ میں موجود ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہ تحریر بھیج کر ہمیں منظر عام پر نہ آ جانا چاہیے کیونکہ ہمیں اس کا اندیشہ ہے کہ اگر کسی سفلے نے دیکھ لیا تو بس ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہماری تمام دولت تاراج ہو جائے گی۔ اور اس وقت طاہر کے ہاں اس کی صفائی پیش کرنے سے اس بات کا خطرہ اور زیادہ ہے کہ ہم ان کے ہاتھ پڑ جائیں۔ طاہر کی حالت تو یہ ہے کہ اگر ہم نے اس کے خلاف کوئی بھی بات کی ہو تو تب بھی اس بات کی زیادہ توقع تھی کہ وہ ہم کو معاف کر دے گا اور اس سے درگزر رہے گا اللہ پر بھی بروسہ رکھو اور خاموش رہو۔ اس تجویز کو

سب نے مانا اور چپ ہو رہے۔

معرکہ جزیرۃ العباس:

ہرش اپنے آوارہ گرد بازاریوں اوباشوں اور ان کے ساتھیوں کو لے کر جزیرۃ العباس آیا اس کے مقابلہ کے لیے طاہر کی ایک جماعت برآمد ہوئی اور دونوں میں نہایت خونریز اور شدید لڑائی ہوئی یہ مقام ایسا تھا جہاں اس سے پہلے اب تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ مگر اس لڑائی کے بعد اب یہ مقام باقاعدہ میدان کارزار بن گیا اور یہیں سے جنگ میں آخری فتح بھی ہوئی۔ پہلے دن کی لڑائی میں امین کے طرفدار طاہر کی فوج پر بھری رہے انہوں نے ان کو معرکہ سے پسپا کر دیا اور ان کو رگیدتے ہوئے ابویزید السروی کے مکان تک دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ ان نواح کے جو انبار کے راستے کے قریب تھے مضافات والے ڈرے کہ شاید لڑائی کا اثر ان تک بھی پہنچے مگر طاہر نے اس رنگ کو دیکھ کر اس نے اپنے ایک سردار کو جو پہلے سے کسی سمت سے امین کی فوج سے لڑائی میں مصروف تھا۔ اس طرف بھیجا۔ اس نے آتے ہی ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے پرخچے اڑا دیئے۔ ہزار ہا صراط میں ڈوب مرے۔ اور دوسرے مارے گئے۔

امین کو اپنی شکست کا احساس:

امین کے خزانوں میں لوٹ سے جو کچھ بچ رہا تھا۔ اب اس کی فروخت کا بھی انہوں نے حکم دیا۔ مگر جو لوگ اس کام پر متعین کیے گئے تھے۔ انہوں نے اس مال کو خود چرا لینے کے لیے چھپا دیا۔ اس سے ان کو بڑی مشکل پیش آئی۔ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ لوگوں نے معاش طلب کی۔ اسی حالت میں وہ بہت ہی پریشان تھے۔ ایک دن کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ اللہ ان دونوں فریقوں کو ہلاک کر دے۔ تاکہ میں اور دوسرے لوگ ان کی دست درازیوں سے نجات پائیں یہ دونوں میرے دشمن ہیں۔ ایک میرے مال کے درپے ہیں اور دوسرے میری جان کے جب ان کی فوج بھی منتشر ہو گئی اور خود ان کی قیام گاہ معرض خطر میں پڑ گئی تو اب ان کو طاہر کے غلبہ اور فتح کا یقین ہو گیا۔

امیر حج عباس بن موسیٰ:

اس سال عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ کی امارت میں جسے طاہر نے مامون کے حکم سے امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ حج ہوا۔ اس سال داؤد بن عیسیٰ مکہ کا والی تھا۔

۱۹۸ھ کے واقعات

طاہر بن حسین کا خزیمہ بن خازم کے نام خط:

اس سال خزیمہ بن خازم امین کا مخالف ہو گیا۔ اور اس نے ان کا ساتھ چھوڑ کر طاہر سے امان لے لی۔ اس سال ہرثمہ بغداد کے جانب شرقی میں گھس آیا۔

طاہر نے خزیمہ کو لکھ بھیجا کہ اگر اس معاملہ کا میرے اور امین کے درمیان ہی تصفیہ ہو گیا تو اس میں تم چاہے ان کی مدد کرو یا نہ کرو تم کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ خط ملتے ہی اس نے اپنے معتمد علیہ دوستوں اور خاندان والوں سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔

انہوں نے کہا ہم تو اب یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ طاہر نے ہمارے صاحب کی گدی دبا لی ہے۔ اب تم اپنے اور ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نکالو۔

خزیمہ بن خازم کی طاہر بن حسین سے امان کی درخواست:

خزیمہ نے طاہر کو لکھا کہ میں آپ کی اطاعت قبول کرتا ہوں اور اگر بجائے ہرثمہ کے شرقی جانب میں آپ خود ہوں تو میں ہر خطرہ کو برداشت کر کے کسی نہ کسی طرح آپ کی خدمت میں چلا آؤں گا۔ مگر چونکہ مجھے ہرثمہ پر بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے معاملہ کو آپ اس کے سپرد نہ کریں۔ بلکہ خود میری حفاظت کی ضمانت کر لیں اور ہرثمہ کو حکم دیں کہ وہ پلوں کو طے کر کے امین کے مقابلے پر بڑھے۔ اس کے بعد ہی میں آپ کے پاس چلا آؤں گا۔ اور اگر آپ اس بات کی ضمانت نہیں کرتے تو میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے آپ کو ان کمینوں اور انفار وارازل کے ہاتھ میں ڈال دوں۔ اور اس طرح تباہ اور برباد ہو جاؤں۔

طاہر بن حسین کا ہرثمہ کو حملہ کرنے کا حکم:

طاہر نے ہرثمہ کو لکھا کہ تم نہایت نکمے اور کمزور ثابت ہوئے ہو۔ میں نے تمہارے لیے اتنی بڑی فوج مہیا کی اس پر اس قدر روپیہ خرچ کیا اپنی اور امیر المومنین کی ضروریات کو روک کر تمہاری سربراہی کی حالانکہ خود مجھے اس کی شدید ضرورت تھی' تم ایک کمزور اور معمولی دشمن کے مقابلہ پر اس طرح رکے ہوئے ہو جس طرح خوفزدہ جھجکتا ہے۔ اور قانون جنگ میں یہ جرم ہے۔ لہٰذا اب تم شہر کے اندر بزور شمشیر داخل ہونے کے لیے پوری طرح مستعد ہو جاؤ۔ میں تم کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ تم اپنی فوج کو آگے بڑھاؤ اور پلوں کو عبور کرو۔ اور میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ اس معاملہ میں کوئی تمہاری مخالفت نہ کرے گا۔

خزیمہ و محمد بن علی کی امین کی بیعت سے برأت:

ہرثمہ نے اس کے جواب میں طاہر کو لکھا میں آپ کی رائے کی اصابت اور مشورہ کی سعادت سے باخبر ہوا۔ آپ جو حکم دیں گے میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ طاہر نے خزیمہ کو اس کی اطلاع دے دی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خزیمہ کو اطلاع دینے کے ساتھ اس نے محمد بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کو بھی اس کی اطلاع کر دی۔ چنانچہ چہارشنبہ کی رات میں جب کہ ماہ محرم ۱۹۸ ہجری کے ختم ہونے میں صرف آٹھ راتیں باقی تھیں۔ خزیمہ بن خازم اور محمد بن علی بن عیسیٰ نے دجلہ کے پل پر دھاوا کر کے اسے طے کیا۔ اس پر اپنا علم نصب کیا اور امین سے برأت کی اور مامون کے لیے دعوت دی۔ عسکر مہدی کے باشندے اس روز چپ چاپ اپنے گھروں اور بازاروں میں خاموش بیٹھے رہے مگر ہرثمہ ابھی اس علاقہ میں نہیں آیا۔ ان دونوں کے علاوہ اور چند فوجی سردار ہرثمہ کے پاس آئے اور انہوں نے حلفیہ اس سے یہ عہد کیا کہ ان کی جانب سے کوئی ناگوار واقعہ اسے پیش نہ آئے گا۔ اس وعدہ کو اس نے مانا۔ اور اب وہ شہر کے اندر داخل ہو گیا۔

طاہر بن حسین کا مدینہ شرقیہ پر حملہ:

جمعرات کے دن صبح کو طاہر نے مدینہ شرقیہ' اس کے مضافات کرخ اور اس کے بازاروں پر حملہ کر دیا اور صراط کے دونوں نئے اور پرانے پل توڑ ڈالے۔ ان پلوں پر نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ طاہر نے امین کی فوج پر حملہ کیا اور خود اس نے لڑائی میں حصہ لیا۔

دارالرفیق میں امین کے جو ساتھی تھے۔ طاہر ان سے بھی لڑا۔ اس نے امین کو پسپا کر کے کرخ تک دھکیل دیا۔ خود طاہر باب الکرخ اور قصر الوضاح پر لڑا اس نے امین کی فوج کو کامل ہزیمت دی اور ان کو مار بھگایا۔

طاہر بن حسین کا شہر میں داخلہ:

اب طاہر بغیر کہیں رکے سیدھا بڑھتا چلا گیا۔ اور بزور شمشیر وہ زبردستی شہر کے اندر داخل ہوا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اپنے گھر میں خاموش بیٹھے گا وہ مامون ہے۔ اس نے قصر الوضاح کرخ کے بازار اور اطراف میں حسب ضرورت تھوڑی فوج ایک افسر کے ماتحت متعین کر دی۔ اور خود وہ مدینہ ابوجعفر' قصر زبیدہ' قصر الخلد کا باب الجسر سے لے کر باب الخراسان تک' باب الشام' باب الکوفہ' باب البصرہ اور دریائے صراط کے کنارے کو اس کے دجلہ کے سنگم تک اپنے رسالہ اور پورے ساز و سامان اور اسلحہ کے ساتھ محاصرہ میں لے لیا۔ حاتم بن الصقر ہرش اور افریقی اب تک اس کے مقابلے پر جمے ہوئے تھے۔

قصر زبیدہ و قصر الخلد پر سنگباری:

اس نے فصیل کے عقب میں شہر کے برخلاف اور قصر زبیدہ اور قصر الخلد کے مقابلہ میں منجنیقیں نصب کر دیں۔ اور ان سے سنگباری کی۔ امین اپنی ماں اور اولاد کو لے کر مدینہ ابوجعفر چلے آئے اس وقت ان کی فوج کے بیشتر سپاہی' ان کے خواجہ سرا اور لونڈیاں ان کا ساتھ چھوڑ کر شہر کے گلی کوچوں میں اپنی اپنی راہ ہولیں۔ اوباش اور سفلے بھی ان کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے۔

عمر الوراق کے اشعار:

اس حالت کے بیان میں عمر الوراق نے کچھ اشعار کہے۔ علی بن یزید کہتا ہے کہ ایک دن میں اور کچھ اور لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر باب الکرخ پر طاہر کی لڑائی اور اس کے مقابلے سے لوگوں کی ہزیمت کی اطلاع دی۔ عمر کہنے لگا مجھے اس سے کیا۔ مجھے قدح شراب دو۔ وہی مرض ہے اور وہی دوا ہے ایک دوسرے شخص نے آ کر کہا کہ فلاں نے عیاروں کو اس قدر مارا' فلاں آگے بڑھا اور فلاں شخص لوٹ لیا گیا۔ اس پر اس نے چند شعر کہہ دیئے۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہمارا زمانہ نہایت برا ہے۔ جس میں اکابر تو مر گئے ہیں اور سفلے اور معمولی اوباشوں کو طاقت حاصل ہو گئی ہے۔ اب جو کچھ نہ ہو وہ تھوڑا ہے۔ خیر مجھے اس سے کیا مجھے شراب کافی ہے۔

امین کا محاصرہ:

امین اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ ابوجعفر میں قلعہ بند ہو گئے۔ طاہر نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ تمام دروازے مسدود کر دیئے اور آٹے اور پانی کی بہم رسانی ان کے اور اہل شہر کے لیے بند کر دی۔

طارق امین کا خاص خدمت گار بیان کرتا ہے کہ اس محاصرہ کے اثناء میں ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا کچھ کھلاؤ۔ میں باورچی خانہ آیا۔ وہاں مجھے کچھ نہ ملا۔ میں حمزہ عطارہ کے پاس جو جوہر کی باندی تھی آیا اور میں نے اس سے کہا کہ امیر المومنین بھوکے ہیں۔ تمارے پاس کچھ ہو تو دو۔ مجھے باورچی خانے میں تو کچھ نہیں ملا۔ اس نے اپنی چھوکری نبان سے پوچھا تیرے پاس کیا ہے وہ ایک مرغی اور روٹی لے کر آئی۔ میں نے وہ امین کو لا کر دیں۔ ان کو کھا کر انہوں نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ مگر آبدار خانے میں کوئی شے نہ مل سکے۔ سن کر چپ ہو گئے۔ وہ ہرثمہ کے مقابلہ کا عزم کر چکے تھے۔ اس لیے بغیر پانی پئے انہوں نے اس پر حملہ کر دیا۔

ابراہیم بن المہدی کی طلبی:

ابراہیم بن المہدی بیان کرتا ہے کہ جب طاہر نے امین کا محاصرہ کرلیا۔ میں مدینہ منصور میں ان کے قصر کے باب الذہب میں ان کے ہمراہ مقیم تھا۔ محاصرہ سے تنگ آ کر وہ ایک رات کو وسط رات میں اپنے قصر سے نکل کر قصر قرار میں آئے جو دریائے صراط کی فرن میں قصر الخلد سے زیرین میں واقع ہے مجھے بلا بھیجا۔ میں ان کے پاس آیا۔ کہنے لگا ابراہیم دیکھو یہ رات کیسی سہانی ہے۔ چاند کیسا بھلا معلوم ہو رہا ہے اور اس کا عکس پانی میں کیسا خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم اس وقت دجلہ کے کنارے میں ہیں کہو کچھ پی لیں میں نے عرض کیا۔ جناب کی خوشی۔ انہوں نے ایک رطل نبیذ منگوائی اسے پی گئے اس کے بعد مجھے بھی اسی قدر پلائی گئی۔

ضعف جاریہ سے گانے کی فرمائش:

چونکہ میں ان کی بدمزاجی سے واقف تھا اس لیے پیتے ہی میں نے گانا شروع کر دیا۔ اس بات کا بھی انتظار نہیں کیا کہ وہ مجھ سے اس کی خواہش کرے اور جو ان کے مرغوب طبع گانے مجھے یاد تھے وہ میں نے سنائے کہنے لگے کہو تو کسی دوسرے کو بلاؤں جو تمہارے ساتھ باری باری سے گائے میں نے کہا جی ہاں مجھے اس کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنی جاریہ ضعف نام کو جو ان کے ہاں بہت پیش پیش تھی بلا لیا۔ اس کے نام سے میں نے برا شگون لیا۔ کیونکہ ہم پہلے ہی محاصرہ میں تھے۔ جب وہ ان کے سامنے آئی تو انہوں نے گانے کا حکم دیا۔ اس نے نابغۃ الجعدی کا یہ شعر گایا:

كليب لعمری كان اكثر ناصرا   وایسر ذنبا منك ضرج بالدم

ترجمہ: ''میری جان کی قسم ہے کلیب کے مددگار بھی تجھ سے زیادہ تھے اور اس کا جرم بھی خفیف تھا مگر پھر بھی وہ قتل کر دیا گیا''۔

اس شعر کو سن کر وہ بہت پریشان ہوئے۔ اس کو انہوں نے بدشگون سمجھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اس کے علاوہ کچھ اور گا۔ اب اس نے یہ شعر گائے:

ابكى فراقهم عینی وارقها   ان التفرق لاحباب بكاء

مازال یعدو علیهم ریب دهرهم   حتی تفانوا و ریب الدهر عداء

ترجمہ: ''ان کی جدائی نے مجھے رلایا۔ کیونکہ احباب کی جدائی رلایا کرتی ہے۔ مدت سے زمانہ ان کے خلاف ہو رہا تھا۔ آخر کار وہ فنا ہو گئے اور زمانے کی انقلاب سے بھلا کون محفوظ رہتا ہے''۔

اسے سن کر امین کہنے لگے تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ کیا اس کے سوا اور کوئی راگ ہی تجھے نہیں آتا وہ جاریہ کہنے لگی اے میرے آقا! اپنی دانست میں تو میں نے وہی چیزیں آپ کو سنائی ہیں جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ آپ ان کو پسند کرتے ہیں۔ میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ کوئی ایسی چیز سناؤں جو آپ کو بری معلوم ہو اور یہ راگ خود بخود میرے دل میں آئے۔ اس کے بعد اس نے دوسرا راگ شروع کیا:

اما و رب السكون والحرك   ان المنایا كثیرة الشرك

ما اختلف اللیل والنهار و لا   دارت نجوم السماء فی الفلك

الا لنقل النعیم من ملك   عان یحب الدنیا الی الملك

و ملك ذی العرش دائم ابدا   لیس لفان و لا بمشترك

ترجمہ: ''قسم ہے مالک سکون وحرکت کی۔ مصائب تنہا نہیں آتے۔ دن اور رات اور ستاروں کی ہر گردش کے ساتھ ایک نہ ایک ایسے بادشاہ سے جو دنیا کی محبت میں سرشار ہوتا ہے دولت حکومت سلب کر کے دوسرے کو دے دی جاتی ہے اور صرف مالک عرش کی حکومت دائمی غیر فانی ہے۔ جس میں کسی کی شرکت نہیں۔

امین کی ضعف جاریہ سے خفگی:

امین نے کہا اللہ کا غضب تجھ پر ہو۔ کھڑی ہو۔ وہ کھڑی ہوئی ان کا ایک نہایت خوبصورت بنا ہوا بلور کا قدح تھا۔ جسے وہ زب ریاح کہتے تھے۔ وہ ان کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ جب وہ باندی جانے کے لیے اٹھی تو اس کا پاؤں اس جام پر پڑا جس سے وہ چکنا چور ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس جاریہ کے ساتھ شریک جلسہ ہونے کا ہمارے لیے یہ پہلا ہی اتفاق تھا اور صحبت میں تمام باتیں خلاف پسند ہی اس سے سرزد ہوئیں۔ امین نے مجھ سے کہا ابراہیم تم نے اس جاریہ کی حرکتیں اور جام کی شکست کو محسوس کیا۔ بخدا! میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت اب قریب آ گیا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے گا۔ آپ کی حکومت کو غلبہ اور قیام بخشے گا۔ آپ کے دشمن کو تباہ کر دے گا۔ ابھی یہ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ ہم نے دجلے کی سمت سے یہ آواز سنی قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ وہ بات پوری ہو گئی جس کے بارے میں وہ دونوں استفسار کرتے تھے' امین نے کہا ابراہیم تم نے بھی وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے۔ اگرچہ میں سن چکا تھا۔ مگر میں نے کہا۔ میں نے تو کچھ نہیں سنا کہنے لگے کچھ آہٹ محسوس کرتے ہو۔ میں دریا کے کنارے آیا مگر مجھے وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ اب ہم پھر باتوں میں مصروف ہو گئے دوبارہ وہی آواز آئی قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ سنتے ہی امین اپنی جگہ سے پریشان ہو کر اٹھے اور سواری پر بیٹھ کر پھر اپنے شہر کے مقام میں چلے آئے۔ اس واقعے کو ایک یا دو راتیں گزری تھیں کہ سنیچر کے دن ۴/ یا ۶/ صفر ۱۹۸ھ کو وہ قتل کر دیئے گئے۔

امین کا قصر الخلد سے فرار:

ابوالحسن المدائنی کہتا ہے جب ۱۹۸ ہجری کے ماہ محرم کے ختم ہونے میں سات دن باقی تھے۔ جمعہ کی رات کو امین اپنے قصر الخلد سے بھاگ کر مدینۃ السلام آئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ منجنیق سے جو سنگباری ہوتی تھی اس کے پتھر اب ان کے قصر تک پہنچنے لگے تھے۔ جانے سے پہلے انہوں نے اپنے تمام مکانات ایوانات اور وہاں کے فرش وفروش جلوا دیئے اور پھر مدینۃ السلام آ رہے اس وقت تک طاہر سے جنگ کو شروع ہوئے بارہ دن کم چودہ ماہ گزر رہے تھے۔ اس سال محمد بن ہارون امین قتل کیے گئے۔

باب ۷

خلیفہ امین کا قتل

امرائے عساکر کا امین کو مشورہ:

محمد بن عیسیٰ الجلودی بیان کرتا ہے کہ جب امین مدینہ منصور میں آ کر قیام پذیر ہوئے تو ان کے امرائے عساکر کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نہ خود امین میں اور نہ ان میں اب یہ تاب ہے کہ وہ محاصرہ کے شدائد کا مقابلہ کر سکیں اور ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ حاتم بن الصقر اور محمد بن ابراہیم بن الاقلب' الافریقی اور امین کے دوسرے سرداران کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض پرداز ہوئے کہ ہماری اور آپ کی جو حالت ہے وہ ظاہر ہے ہمارے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔ ہم اسے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ اس پر غور فرما کر پھر مستقل ارادہ کیجیے۔ ہمیں توقع ہے کہ جو بات ہم نے سوچی ہے ان شاء اللہ وہ ہمارے لیے مفید ہوگی۔ امین نے کہا کہو وہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا سب نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ دشمن نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے آپ کے رسالہ میں سے اب صرف ایک ہزار عمدہ اور تندرست گھوڑے آپ کے پاس رہ گئے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم ابنا کے سات سو ایسے اشخاص کا انتخاب کریں جن کو ہم جانتے ہوں کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں اور ان کو گھوڑوں پر سوار کر کے ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے رات کے وقت کہ وہی اس کام کے لیے سب سے بہتر وقت ہے یہاں سے نکل جائیں اس وقت کوئی ہمارے سامنے نہ ٹھہرے گا۔

بغداد سے روانگی کی تجویز:

اس طرح ہم محاصرہ سے نکل کر جزیرے اور شام چلے جائیں وہاں آپ جدید فوج بھرتی کریں اور مال گزاری وصول کریں۔ اس طرح آپ ایک وسیع سلطنت اور نئے ملک میں آ جائیں گے۔ وہاں خود بخود لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگیں گے اور یہ فوجیں بھی وہاں تک آپ کا تعاقب نہ کریں گی اور پھر ممکن ہے کہ زمانہ آپ کے موافق پلٹا کھائے۔ اور اللہ تعالیٰ کوئی کامیابی کی صورت پیدا کر دے۔ امین نے کہا تمہاری رائے بہت مناسب ہے۔ اور اب وہ اس کے لیے بالکل آمادہ ہو گئے۔

طاہر کا سلیمان اور محمد بن عیسیٰ کو انتباہ:

اس منصوبے کی اطلاع طاہر کو مل گئی۔ اس نے سلیمان بن ابی جعفر اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک اور سندی بن شاہک کو لکھا کہ اگر تم نے امین کو یہیں نہ روکا اور ان کو اس ارادے سے باز نہ رکھا تو میں تمہاری تمام جائداد پر قبضہ کر لوں گا اور پھر خود تمہارے درپے ہوں گا۔

سلیمان بن ابی جعفر اور محمد بن عیسیٰ کی امین سے درخواست:

یہ امین کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ارادہ یہاں سے چلے جانے کا ہے۔ ہم خدا کے واسطے آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں اس سے آپ کی جان معرض خطر میں پڑ جائے گی۔ آپ کے یہ صلاح کار لٹیرے ہیں۔ ہیں محاصرہ نے جو شدت اختیار کر لی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اب ان کے لیے مفر نہیں رہا۔ چونکہ اس جنگ میں

ان کی شرکت اور جدوجہد کی خبر عام ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے وہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بھائی طاہر اور ہرثمہ کوئی بھی ان کو اب امان دینے والا نہیں۔ اسی سے بچنے کے لیے انہوں نے یہ سوچا ہے کہ جب وہ آپ کو لے کر باہر نکل آئیں اور آپ ان کے ہاتھ میں ہوں تو وہ آپ کو قید کر لیں اور آپ کا سر کاٹ کر اس کو اپنے امان اور تقرب کا ذریعہ بنائیں اور اس طرح کی مثالیں اکثر پیش آ چکی ہیں کہ غداروں نے ایسا ہی کیا ہے۔

سلیمان و محمد بن عیسیٰ کے قتل کا ارادہ:

راوی کہتا ہے کہ جس کمرے میں امین سلیمان اور ان کے ساتھی باتیں کر رہے تھے اس کے برآمدے میں میرے باپ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے یہ گفتگو سنی اور یہ بھی محسوس کیا کہ ان لوگوں کے بیان کے مطابق انہوں نے اپنی رائے کے نتائج سے ڈر کر ان کی بات مان لی ہے تو ان سب کا یہ ارادہ ہوا کہ اندر جا کر سلیمان اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیں۔ مگر پھر یہ بات ان کے ذہن میں آئی کہ اس طرح تو اندر اور باہر ہر جگہ لڑائی ہو جائے گی۔ وہ اپنے ارادے سے رک گئے۔

امین کے ارادوں میں تبدیلی:

جب یہ بات پوری طرح امین کے دل میں بیٹھ گئی تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور اب اس بات پر آمادہ ہوئے کہ وعدہ معافی لے کر دشمن کے پاس چلے آئیں۔ اس طرح انہوں نے سلیمان' سندی اور محمد بن عیسیٰ کی خواہش کو منظور کر لیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اب آپ کی غرض یہی ہے کہ آپ سلامت رہیں اور رنگ رلیوں میں مزے اڑائیں۔ آپ کے بھائی اس بات کے لیے بالکل آمادہ ہیں کہ جہاں آپ پسند کریں وہیں وہ آپ کو رکھیں اور کسی مخصوص مقام میں آپ کی ضروریات زندگی اور تمام عیش ونشاط اور دلچسپیوں کا سامان فراہم کر دیں۔ آپ ان سے قطعی کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں امین اس رائے پر مائل ہوئے اور انہوں نے ہرثمہ کے پاس آنا منظور کر لیا۔

طاہر بن حسین کے پاس جانے کی تجویز:

مگر میرے باپ اور ان کے ساتھی اس وجہ سے ہرثمہ کے پاس جانے سے بچتے تھے کہ چونکہ یہ لوگ خود اس کی فوج میں رہے تھے۔ اس وجہ سے وہ اس کے طور وطریق سے واقف تھے اور خائف تھے کہ وہ ان کو اپنے سے علیحدہ کر دے گا۔ ان کے ساتھ خصوصیت نہ برتے گا اور نہ ان کو مراتب دے گا۔ اس اندیشہ سے یہ لوگ امین کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ جب آپ نے ہمارے مشورہ کو جو نہایت ہی صائب ہے رد کر دیا ہے اور منافقوں کی بات مان لی ہے تو اب ہماری یہ درخواست ہے کہ آپ کا طاہر کے پاس چلے جانا ہرثمہ کے پاس جانے سے آپ کے لیے زیادہ نافع ہے۔

امین کی طاہر سے نفرت:

امین نے کہا تم یہ کیا کہتے ہو۔ میں طاہر کو قطعی برا سمجھتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اینٹ کی ایک ایسی سر بفلک رفیع اور نہایت چوڑی مضبوط دیوار پر جس کی نظیر میری نظر سے نہیں گزری کھڑا ہوں۔ میں نے اپنا سیاہ لباس پہن رکھا ہے۔ پیٹی باندھ رکھی ہے تلوار بھی ہے۔ ٹوپی بھی ہے۔ اور موزے بھی پہن رکھے ہیں اور طاہر دیوار کی بنیاد میں کھڑا ہوا اسے ڈھا رہا ہے۔ یہاں تک کہ دیوار گر پڑی میں بھی گرا اور میری ٹوپی میرے سر سے گر گئی۔ اس وجہ سے میں طاہر کو اپنے لیے بہت ہی منحوس

خیال کرتا ہوں اس سے مجھے وحشت ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس کے پاس جاؤں۔ ہرثمہ ہمارا مولیٰ اور ہمارے والد کے برابر ہے اور میں اس سے نہ صرف بہت زیادہ مانوس ہوں بلکہ اس پر اعتماد کامل رکھتا ہوں۔

حفص بن ارمیائیل کا بیان:

حفص بن ارمیائیل بیان کرتا ہے کہ جب امین نے اپنے قرار والے مکان سے بستان کے مکان میں عبور کر کے آنا چاہا۔ جہاں ان کا پل بھی تھا تو حکم دیا کہ اس ایوان میں فرش بچھایا جائے اور وہاں خوشبودار نجورات کی دھونی دی جائے۔ اس کام کے لیے میں اور میرے مددگار ماتحت ساری رات پھول اور خوشبودار مصالح لیے ٹھہرے رہے۔ اور سیب انار اور ترنج کو تراش کر ان کو کمروں میں جماتے رہے۔ اس کام کی وجہ سے میں اور میرے ماتحت ساری رات جاگے۔

حفص کی ایک ضعیفہ کو ہدایت:

صبح کی نماز کے بعد میں نے ایک بڑھیا کو ایک کوزہ عنبر کے نجور کا دیا۔ جو خربزے کے مشابہ تھا۔ اور اس میں سو مثقال عنبر تھا۔ اور میں نے اس سے کہا کہ میں ساری رات جاگا ہوں۔ اب مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ ایک نیند لیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ جب تم دیکھو کہ امیر المومنین پل پر آ رہے ہیں تم اس عنبر کو آتش دان میں رکھ دینا۔ میں نے اسے چاندی کا ایک چھوٹا سا آتش دان بھی دیا۔ اس پر آگ بھی تھی' اور یہ ہدایت کی کہ عنبر ڈالتے ہی آگ پھونک دینا تاکہ وہ جل جائے۔ یہ کہہ کر میں تباہ کن کشتی میں جا کر سو رہا۔

امین کے ادبار کی پہلی علامت:

میں بے خبر سو رہا تھا کہ وہ بڑھیا بہت ہی گھبرائی ہوئی آئی اور اس نے مجھے بیدار کیا۔ اور کہا حفص اٹھو ائیں تو مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔ میں نے پوچھا خیر ہے۔ کیا ہوا۔ اس نے کہا میں نے ایک شخص کو تنہا پل پر آتے ہوئے دیکھا۔ اس کا جسم امیر المومنین کے جسم کے مشابہ تھا۔ ایک جماعت اس کے آگے تھی اور اور ایک پیچھے تھی۔ مجھ کو یقین آ گیا کہ امیر المومنین ہیں۔ میں نے اس عنبر کو جلا دیا۔ جب وہ شخص میرے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ عبداللہ بن موسیٰ ہے اور امیر المومنین اب آ رہے ہیں۔ میں نے خوب ڈانٹا اور سخت سست کہا اور اتنا ہی عنبر پھر اسے دیا تاکہ وہ اسے ان کے سامنے جلائے یہ ان کے ادبار کی پہلی علامت تھی۔

امین کو طاہر سے امان طلب کرنے کا مشورہ:

علی بن یزید کہتا ہے کہ جب امین کو محصور ہوئے ایک طویل مدت گزر گئی تو سلیمان بن ابی جعفر' ابراہیم بن المہدی اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک ان کا ساتھ چھوڑ کر عسکر مہدی چلے گئے وہ مدینہ منصور میں جمعرات جمعہ اور سنیچر کو محصور ہے انہوں نے اپنے دوستوں اور بقیہ لوگوں سے طلب امان کے متعلق مشورہ کیا۔ اور پوچھا کہ کس طرح طاہر سے چھٹکارا ہو۔ سندی نے کہا اے میرے آقا ہم پسند کریں یا نہ کریں مامون کو ضرور ہم پر فتح حاصل ہو گی اور ہرثمہ کے ہاں ہمیں امان مل سکتی ہے۔ امین کہنے لگے۔ مگر ہرثمہ تک پہنچنے کا ذریعہ کیا ہو۔ ہر طرف سے تو مجھے موت نے گھیر لیا ہے۔ دوسرے مصاحبین نے کہا۔ آپ طاہر کے پاس چلئے اگر آپ نے خلیفہ اس سے اس بات کا عہد واثق کر لیا کہ آپ اپنا ملک اس کے تفویض کر دیں گے تو ممکن ہے کہ وہ آپ کی طرف مائل ہو جائے۔

امین کی طاہر سے امان طلبی کی مخالفت:

امین نے کہا تمہاری رائے بالکل غلط ہے اور میں نے تم سے مشورہ کرنے میں غلطی کی۔ اگر میرا بھائی عبداللہ خود اپنے تمام

معاملات کو سرانجام دیتا تو جو کامیابی طاہر کے ذریعہ سے اسے ہوئی ہے اس کا دسواں حصہ بھی اسے خود نہ ہوتی۔ میں طاہر کو پہلے ہی ٹٹول چکا ہوں وہ کسی طرح عبداللہ کے ساتھ غداری کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ اور نہ اس کی جان نثاری کے سوا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے۔ اگر طاہر ہی میرا کہا مان کر میرے ساتھ ہو جاتا تو پھر اگر روئے زمین کے باشندے میری مخالفت کرتے تو مجھے ان کی کچھ پروا نہ ہوتی۔ میں تو چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہو جاتا تو میں اپنے تمام خزانے اسے دے دیتا اور اپنی تمام حکومت اس کے تفویض کر دیتا۔ اور محض اس کے سایہ عاطفت میں زندگی گزار دیتا مگر اس بات کی میں اس سے توقع بھی نہیں کر سکتا۔

ہرثمہ سے امان طلبی کی تجویز:

سندی نے کہا امیر المومنین آپ سچ کہتے ہیں آپ تو ہمیں لے کر فوراً ہرثمہ کے پاس چلئے۔ کیونکہ اس کا یہ خیال ہے کہ اگر آپ حکومت سے دست بردار ہو کر اپنے کو اس کے حوالے کر دیں گے تو پھر اسے آپ کے خلاف کسی کارروائی کے کرنے کا کوئی حق نہ رہے گا۔ اس نے مجھ سے تو یہ کہا ہے کہ اگر اس وقت عبداللہ آپ کو قتل کرنا چاہے گا تو وہ آپ کی مدافعت میں لڑ پڑے گا۔ رات کے وقت جب تمام لوگ سو چکے ہوں آپ نکل چلئے اس طرح مجھے امید ہے کہ ہماری اس تجویز کی لوگوں کو خبر نہ ہوگی۔

امین کی حوالگی کے متعلق طاہر بن حسین کا عزم:

ابوالحسن مدائنی نے بیان کیا ہے کہ جب امین نے ہرثمہ کے پاس آنا چاہا اور اس نے ان کی خواہش کو منظور کر لیا تو یہ بات طاہر کو شاق ہوئی۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اس شکار کو اس طرح ہاتھ سے نہ جانے دے گا۔ طاہر نے کہا وہ میرے علاقے اور میری سمت میں ہیں۔ میں نے لڑ کر اور محاصرہ کر کے ان کو اس نوبت پر پہنچایا ہے کہ اب وہ امان کی درخواست پر مجبور ہوئے۔ میں کبھی اس بات کو پسند نہ کروں گا کہ میرے ہوتے ہوئے وہ اپنے کو ہرثمہ کے حوالے کریں اور اس طرح فتح کا سہرا اس کے سر رہے۔

امرائے عساکر کا طاہر بن حسین کو مشورہ:

جب ہرثمہ اور دوسرے سرداروں نے یہ رنگ دیکھا وہ اس مسئلہ پر مشورہ کرنے کے لیے خزیمہ بن خازم کی قیام گاہ پر جمع ہوئے طاہر اور اس کے خاص خاص سردار بھی وہاں آئے۔ سلیمان بن منصور' محمد بن عیسیٰ بن نہیک اور سندی بن شاہک بھی شریک جلسہ ہوئے اور اب اس مسئلہ پر بحث و مباحثہ ہونے لگا۔ انہوں نے طاہر کو مطلع کیا کہ امین اس بات کے لیے تو کبھی تیار نہ ہوں گے کہ وہ تمہارے پاس آ کر پناہ لیں اور اگر تم ان کی خواہش کو نہ مانو گے تو ممکن ہے کہ ان کے اس معاملہ میں ویسا ہی فتنہ اور ہنگامہ پھر اٹھے جیسا کہ حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کے معاملہ میں ہو چکا ہے۔ چونکہ تم سے وہ مانوس نہیں ہیں اور ڈرتے ہیں اور ہرثمہ پر ان کو پورا اعتماد ہے اور اسے اپنے لیے مامن سمجھتے ہیں' اس سے وہ خود تو اس کے پاس پناہ لیں گے۔ البتہ مہر' عصا' اور چادر خلافت وہ تمہارے لیے حوالے کر دیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ جب اللہ نے اس معاملہ کو اس قدر سہل کر دیا ہے تو تم اسے نہ بگاڑو۔ بلکہ غنیمت سمجھو۔ طاہر نے بخوشی یہ تجویز مان لی۔

ہرش کی ریشہ دوانیاں:

اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ ہرش کو جب اس تصفیہ کی خبر ہوئی اس نے طاہر کے پاس تقرب حاصل کرنے کے لیے اسے اطلاع دی کہ جو بات تمہارے اور امین کے درمیان طے پائی ہے وہ سراسر مکر ہے۔ مہر خلافت عصا اور چادر امین کے ہمراہ ہرثمہ کے پاس

جائے گی۔ طاہر نے اس اطلاع پر یقین کر لیا اور اس سے وہ سخت طیش میں آ گیا اس نے قصر ام جعفر اور خلد کے محلوں کے گرد اپنے مسلح آدمی جن کے پاس گنڈا سے اور تیر تھے پوشیدہ مقامات پر متعین کر دیئے۔ یہ اتوار کی رات تھی جب کہ ماہ محرم ۱۹۸ھ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں اور سریانی تاریخ کے اعتبار سے ۱۸ ستمبر تھی۔

امین پر طاہر بن حسین کا حملہ:

خدمت گار طارق بیان کرتا ہے کہ جب امین ہرثمہ کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے تو پیاسے تھے۔ میں نے آبدار خانے میں ان کے لیے پانی تلاش کیا۔ مجھے نہ ملا۔ اس سے وہ مغموم ہوئے مگر پھر اس قرارداد کے مطابق جو ان کے اور ہرثمہ کے درمیان ہو چکی تھی وہ جلدی سے روانہ ہوئے انہوں نے خلافت کا لباس جامہ و نیمہ اور ایک لانبی ٹوپی پہنی۔ شمع سامنے تھی۔ جب ہم باب البصرہ کے نگہبان سپاہیوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ان سپاہیوں کی چھاگلوں میں پانی ہوگا وہ لا کر مجھے پلا دو۔ میں نے پانی کا ایک کوزہ لا کر ان کو دیا مگر اس کی بو کی وجہ سے انہوں نے اسے پیا نہیں اور پیاسے ہی ہرثمہ کی طرف بڑھ گئے۔ طاہر نے اچانک ان پر حملہ کیا۔ خود وہ بھی ان کی گھات میں خلد میں موجود تھا۔ جب وہ تباہ کن کشتی کے پاس آئے تو اب طاہر اور اس کے ساتھیوں نے گھات سے ایک دم نکل کر ان پر تیر اور پتھر برسائے۔ ان کی زد سے بچنے کے لیے سب لوگ پانی کی سمت جھک پڑے۔ کشتی الٹ گئی۔

امین کی گرفتاری:

ہرثمہ' امین اور دوسرے آدمی جو اس میں تھے پانی میں گر پڑے۔ امین تیر کر دریا کے دوسرے کنارے بستان موسیٰ پہنچے۔ طاہر نے یہ خیال کیا کہ اس میں ہرثمہ کی چال ہے وہ خود دجلہ کو عبور کر کے صراۃ کے قریب آ گیا۔ جو کسی کے لیے ابراہیم بن جعفر البلخی اور محمد بن حمید شکلہ ام ابراہیم بن المہدی کا بھتیجا جسے خود طاہر نے اس کام پر متعین کیا تھا۔ موجود تھے۔ طاہر کا یہ دستور تھا کہ جب وہ کسی خراسانی کو کوئی خدمت دیتا تھا تو خود ہی ایک جماعت کو اس کے ساتھ کر دیتا تھا۔ محمد بن حمید نے جو طاہری کے نام سے مشہور ہے اور جسے وہ دوسرے سرداروں سے پہلے اہم خدمات پر متعین کیا کرتا تھا۔ امین کو پہچان لیا اور اپنے سپاہیوں کو للکارا وہ وہیں اتر گئے۔ اور انہوں نے امین کو پکڑ لیا اور اس نے بڑھ کر ان کی زلفیں پکڑ لیں اور پھر ان کی پنڈلیاں پکڑ کر گرا دیا۔ اب ان کو ایک گھوڑے پر سوار کیا گیا اور سپاہیوں کی ایک معمولی بے بٹی چادر ان پر ڈال دی۔ ان کو ابراہیم بن جعفر البلخی کی قیام گاہ پر لائے۔ ابراہیم باب الکوفہ میں قیام کرتا تھا۔ اور قیدیوں کی طرح ان کے پیچھے ان کے ساتھ ایک اور شخص کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ تاکہ وہ گرنے نہ پائیں۔

طاہر کو امین کی گرفتاری کی اطلاع:

خطاب بن زیاد بیان کرتا ہے کہ جب امین اور ہرثمہ دریا میں گر پڑے تو طاہر اس خوف سے کہ کہیں ہرثمہ کی غرقابی کا الزام اس کے ذمے عائد نہ ہو اپنے پڑاؤ کی طرف لپکا جو باب الانبار کے مقابل بستان مونسہ میں تھا۔ جب طاہر باب الشام پہنچا ہم اس کے ہمراہ سواری میں تھے۔ حسن بن علی المامونی اور حسن الکبیر رشید کا خادم بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہاں محمد بن حمید ہمارے پاس آیا وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور طاہر کے پاس جا کر اس نے اس کی اطلاع دی کہ میں نے امین کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کو ابراہیم البلخی کی قیام گاہ باب الکوفہ بھیج دیا ہے۔ طاہر ہماری طرف ملتفت ہوا اور اس نے یہ خبر ہم سے بیان کی اور پوچھا کیا کہتے ہو۔ مامونی نے کہا نہ

کیجیے۔ یعنی حسین بن علی کا سا سلوک اس کے ساتھ نہ کیجیے۔ طاہر نے اپنے مولیٰ قریش الدنذانی کو بلا کر اس کو امین کے قتل کر دینے کا حکم دے دیا اور اس کے پیچھے خود طاہر بھی باب الکوفہ اس جگہ کو روانہ ہوا۔

ابو حاتم کی امین سے قصر میں قیام کی درخواست:

محمد بن عیسیٰ الجلودی مذکورہ واقعات کے سلسلے میں کہتا ہے اتوار کی رات میں عشا کے بعد وہ جانے کے لیے آمادہ ہوئے۔ قصر سے صحن قصر میں آکر کرسی پر بیٹھے۔ اس وقت انہوں نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس پر سیاہ عبا تھی۔ ہم ان کے پاس آئے اور گرز لیے ہوئے سامنے کھڑے ہو گئے۔ کہ خادم حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ ابو حاتم سلام عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگرچہ حسب وعدہ میں آپ کو لینے کے لیے حاضر ہوں مگر میری رائے یہ ہے کہ آج رات آپ برآمد نہ ہوں تو بہتر ہے۔ کیونکہ میں نے دجلہ کے کنارے کچھ ایسی آہٹ پائی ہے جس سے میں خوفزدہ ہو گیا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے زیر کر لیا جائے گا۔ اور آپ کو میرے ہاتھ سے چھڑا لیا جائے گا۔ یا آپ مارے جائیں گے۔ میری واپسی تک آپ ٹھہرے رہیں۔ میں کل سارا انتظام کر کے رات کو حاضر ہوں گا اور آپ کو لے چلوں گا اگر اس وقت کوئی میری مزاحمت کرے گا تو میں آپ کے لیے لڑوں گا اور اس کے لیے پہلے ہی تیار رہوں گا۔ امین نے اپنے خدمت گار سے کہا کہ جا کر کہہ دو کہ تم وہیں ٹھہرے رہو میں ابھی آتا ہوں اس کے بغیر چارہ نہیں اور میں کل تک ٹھہر نہیں سکتا۔

امین کی روانگی:

امین بہت پریشان ہوئے کہنے لگے تمام لوگ اور خود میرے موالی اور پہرہ دار مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر کہیں مجھے صبح ہو گئی تو میری تنہائی کی خبر طاہر کو ہو جائے گی اور وہ مجھے یہیں آکر گرفتار کرے گا۔ انہوں نے اپنا سیاہ بال تراشیدہ چاند تارے والا پچکلیاں گھوڑا زہری طلب کیا پھر اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کے گلے سے لگایا اور پیار کیا اور کہا کہ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جن کو انہوں نے اپنی آستین سے جذب کیا۔ کھڑے ہوئے اور تڑپ کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اب ہم ان کے آگے ہو کر قصر کے دروازے تک پیدل آئے اور پھر اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ صرف ایک شمع ان کے سامنے تھے۔ جب ہم باب الخراسان سے ملی ہوئی محرابوں کے پاس پہنچے تو ابو حاتم نے مجھ سے کہا تم اپنا ہاتھ ان کے اوپر کر لو تا کہ اگر کوئی ان پر تلوار کا وار کرے جس کا مجھے اندیشہ ہے تو اس کا وار تم روک لو اور وہ محفوظ رہیں۔ میں نے اپنے گھوڑے کی لگام زین کے ہرنے پر ڈال دی۔ اور اپنا ہاتھ ان پر پھیلا دیا۔ ہم باب الخراسان آئے ہمارے حکم سے وہ کھول دیا گیا۔ اب ہم گھاٹ پر آئے ہرثمہ کی آتش فشاں کشتی موجود تھی۔ امین اس کی طرف بڑھے۔ گھوڑے نے آگے بڑھنے میں پس و پیش کیا انہوں نے چابک مارا اور اسے پانی میں سے کشتی کے بالکل قریب لے آئے اور کشتی میں اتر گئے ہم گھوڑے کو لے کر پھر شہر کے اندر چلے گئے۔ اندر آکر ہم نے دروازہ بند کرا دیا۔ اب ہمیں شور سنائی دیا۔ ہم دروازے کے برج پر چڑھ کر اس شور کو سننے کھڑے ہو گئے۔

امین کا کشتی میں استقبال:

احمد بن سلام صاحب المظالم (ناظم فوجداری) بیان کرتا ہے کہ دوسرے سرداروں کے ساتھ میں بھی ہرثمہ کی کشتی میں موجود تھا۔ جب امین کشتی میں اترے تو ہم سب کے سب ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور خود ہرثمہ نے دوزانو ہو کر معذرت کی کہ

نقرس کی وجہ سے میں کھڑے ہونے سے مجبور ہوں اس نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں کو چومنے لگا اور کہتا جاتا تھا۔ اے میرے آقا! مالک اور میرے آقا مالک کے صاحبزادے امین ہم سب کو غور سے دیکھ رہے تھے عبید اللہ بن الوضاح سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں عبید اللہ بن الوضاح ہوں امین نے کہا میں نے پہچانا۔ اللہ تم کو جزائے خیر دے۔ تم نے برف کے معاملہ میں میرے ساتھ اس قدر مہربانی کی ہے کہ اگر اللہ اس کو سلامت رکھے اپنے بھائی سے میں ملا تو تمہارے اس احسان کا خاص طور پر ان سے ذکر کروں گا۔ اور درخواست کروں گا کہ وہ میری طرف سے تم کو اس کا عوض دیں۔

احمد بن سلام کی گرفتاری:

ہرثمہ نے حکم دیا کہ کشتی دھکیلی جائے۔ اسی وقت طاہر کے سپاہیوں نے جو سر بند اور تباہ کن کشتیوں میں سوار تھے ہم پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے ایک شور برپا کر دیا اور کشتی کے پنکھے سے لپٹ گئے۔ کچھ سپاہی اسے کاٹنے لگے اور بعض کشتی میں سوراخ کرنے لگے اور دوسرے ہم پر اینٹ اور تیر برسانے لگے کشتی میں سوراخ پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے اس میں پانی بھر آیا وہ غرق ہونے لگی۔ ہرثمہ پانی میں کود پڑا۔ ایک ملاح نے اسے دریا سے نکالا۔ اسی طرح ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی طرح پانی سے نکل آیا اس وقت میں نے امین کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے جسم پر اپنے کپڑے چاک کیے اور پانی میں کود پڑے جب میں کنارے پہنچا تو طاہر کا ایک سپاہی مجھ سے آ لپٹا اور وہ مجھے ایک شخص کے پاس لے کر آیا جو ام جعفر کے محل کی پشت پر دجلہ کے کنارے لوہے کی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے آگ روشن تھی۔ سپاہی نے فارسی میں اس سے کہا کہ یہ بھی ان کشتی والوں میں سے ہے جو پانی میں ڈوبے تھے اور اب یہ نکل آیا ہے۔ اس شخص نے جو کرسی پر متمکن تھا مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا ہرثمہ کے آدمیوں میں ہوں۔ احمد بن سلام میرا نام ہے اور امیر المومنین کے مولیٰ (ہرثمہ) کا صاحب شرط ہوں اس نے کہا تم نے جھوٹ بیان کیا ہے۔ مجھے صحیح پتہ دو۔ میں نے کہا جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس نے پوچھا امین پر کیا گزری۔ میں نے ان کو کپڑے چاک کر کے پانی میں کودتے ہوئے دیکھا تھا۔

احمد بن سلام کے قتل کا حکم:

یہ سن کر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا میرا گھوڑا لاؤ۔ وہ گھوڑا لائے اور وہ اس پر سوار ہو گیا۔ اور مجھے ساتھ ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ میرے گلے میں ایک ڈوری باندھ دی گئی اور میں اس کے ساتھ ہوا۔ جب وہ رشید یہ کوچہ سے ہوتا ہوا۔ اسد بن المرزبان کی مسجد کے پاس پہنچا تو چونکہ دوڑتے دوڑتے میں تھک گیا تھا۔ مجھ سے اب دوڑا نہ گیا جو سپاہی مجھ لیے جا رہا تھا اس نے کہا یہ شخص ٹھہر گیا ہے اور اب ساتھ نہیں دوڑتا۔ اس نے کہا پھر کیا دیکھتا ہے اتر کر سر اتار لے۔

احمد بن سلام کی پیشکش:

میں نے کہا میں آپ پر قربان آپ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں اللہ نے مجھے بہت کچھ دیا ہے اور چونکہ میں نے ناز و نعم میں زندگی بسر کی ہے اسی وجہ سے میں اب دوڑ نہ سکا۔ میں اپنی جان کے عوض دس ہزار درہم فدیہ دینے کے لیے آمادہ ہوں جب اس نے دس ہزار کا نام سن لیا تو اب میں نے کہا صبح تک آپ مجھے اپنے پاس رکھیں صبح کو مجھے ایک آدمی دیں میں اسے اپنے مختار کے پاس اپنے مکان عسکر مہدی بھیج دوں گا۔ اگر وہ دس ہزار نہ لادے تو آپ میری گردن مار دیں۔ اس نے کہا یہ بات ٹھیک ہے۔ اب اس نے

میرے متعلق حکم دیا کہ مجھے سوار کرلیا جائے۔ میں اس کے ساتھی سپاہیوں میں سے ایک کے پیچھے سوار ہو گیا وہ مجھے اپنے افسر اعلیٰ کے مکان میں جو ابو الصالح کاتب کے لیے تھا لے آیا۔ اس نے اپنے غلاموں کو میری نگرانی کا حکم دیا اور اس کے لیے ان کو سخت تاکید کر دی۔ پھر اس نے مجھ سے امین اور ان کے پانی میں گرنے کے واقعات کو اچھی طرح سمجھ کر سنا اور پھر طاہر کو اس واقعے کی اطلاع دینے چل دیا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ ابراہیم البلخی تھا۔

امین کی ایک حجرے میں اسیری:

اس کے غلاموں نے مجھے اس مکان کے ایک حجرے میں جس کا فرش ناہموار تھا اور دو تین تکیے پڑے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہاں لپٹی ہوئی چٹائیاں رکھی تھیں داخل کیا۔ انہوں نے ایک چراغ بھی وہاں لا کر رکھ دیا۔ میں اس حجرے میں بیٹھ گیا۔ اور وہ دروازہ کو بند کر کے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ایک گھڑی رات گزری تھی کہ رسالہ کی چاپ سنائی دی۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ ان کے لیے وا ہوا۔ اور وہ یہ کہتے ہوئے ''پسر زبیدہ'' اندر آ گئے۔ ایک برہنہ شخص جس نے صرف پائجامہ پہن رکھا تھا۔ اور عمامہ سے نقاب ڈال لی تھی' اور جس کے دوش پر ایک بوسیدہ خرقہ پڑا ہوا تھا میرے حجرے میں لایا گیا۔ لانے والوں نے محل کے ملازموں کو حکم دیا کہ اس کی پوری طرح نگرانی کی جائے۔ اس کام کے لیے انہوں نے خود اپنی جمعیت کے کچھ سپاہی اور وہاں متعین کر دیئے۔

امین اور احمد بن سلام کی گفتگو:

جب وہ میرے حجرے میں بیٹھ گیا تو اب اس نے اپنا منہ کھولا وہ امین تھے۔ ان کو دیکھ کر مجھے عبرت ہوئی اور میں نے اپنے اور ان کے حال کے تفاوت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ وہ مجھے غور سے دیکھنے لگے پوچھا کون؟ میں نے کہا آپ کا غلام کہا کیسے؟ میں نے کہا احمد بن سلام صاحب المظالم کہنے لگے ہاں اس نام کے بغیر بھی میں نے پہچانا۔ تم رقہ میں میرے پاس آیا کرتے تھے۔ میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے تم تو اکثر میرے پاس آتے اور دل خوش کرنے والی باتوں سے مجھے لطف اندوز کرتے تھے۔ میں تم کو خوب جانتا ہوں تم میرے مولا نہیں ہو۔ بلکہ میرے بھائی اور اپنے ہو۔

امین کو اختلاج قلب:

اس کے بعد انہوں نے مجھے آواز دی۔ احمد! میں نے کہا حاضر کہا میرے قریب آؤ۔ مجھے لپٹا لو۔ مجھے اس وقت سخت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ میں نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا دیکھا کہ ان کو سخت اختلاج قلب ہو رہا ہے دل اس طرح دھڑک رہا تھا کہ اب سینے سے نکل جائے۔ میں ان کو اپنے سینے سے لگائے رہا اور ان کو تسکین دیتا رہا۔ پوچھا احمد میرے بھائی کیسے ہیں' میں نے کہا وہ زندہ ہیں۔ کہنے لگے وہاں کا وقائع نویس بھی کس قدر جھوٹا ہے۔ غالباً اس لڑائی سے بری الذمہ ہونے کے لیے اس نے یہ خبر مشہور کر دی ہے۔ میں نے کہا آپ ان کے ڈاک والے کو کیا کوستے ہیں۔ اللہ آپ کے وزراء کا برا کرے جنہوں نے آپ کو اس حالت پر پہنچایا ہے کہنے لگے سوائے کلمہ خیر کے میرے وزرا کے متعلق کچھ نہ کہو۔ کامیابی بھی ہوتی ہے ناکامی بھی ہوتی ہے۔ میں ہی پہلا آدمی نہیں ہوں جس نے کسی بات کے حاصل کرنے میں کوشش کی اور وہ ناکام رہا۔ پھر کہنے لگے احمد تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ لوگ میرے ساتھ کیا کریں گے کیا مجھے قتل کر دیں گے یا اپنے وعدہ امان کو پورا کریں گے؟ میں نے کہا جناب والا میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ ایفائے عہد کریں گے۔ اب وہ اس خرقہ کو جوان کے شانوں پر پڑا تھا' سردی کی وجہ سے اپنے جسم سے لپٹنے لگے اور اسے داہنے بائیں اپنے

بازوؤں پر روکا۔ میں ایک صدری پہنے تھا میں نے اسے اتارا اور کہا اے میرے آقا! آپ اسے پہن لیں۔ کہنے لگے چھوڑو بھی اس کا ذکر کرتے ہو اللہ نے جس حال میں رکھا ہے اس میں بھی میرے لیے خیر ہوگی۔

امین کی شناخت:

ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور وہ کھولا گیا۔ ایک مسلح شخص ہمارے پاس آیا۔ اس نے امین کو اچھی طرح شناخت کر لینے کے لیے غور سے دیکھا اور جب شناخت کر لیا تو وہ واپس چلا گیا اور پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ یہ محمد بن حمید الطاہری تھا۔ اس کے اس وقت آنے کی وجہ سے میں تاڑ گیا کہ امین مارے گئے چونکہ اس رات میں نے اس وقت تک نماز وتر ادا نہیں کی تھی، مجھے اندیشہ ہوا کہ بغیر وتر ادا کیے کہیں میں بھی ان کے ساتھ نہ مارا جاؤں میں وتر پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگے احمد مجھ سے دور مت جاؤ۔ میرے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ مجھے بہت سخت وحشت ہو رہی ہے۔ میں ان سے بالکل لگ کر کھڑا ہو گیا۔

عجمی جماعت کی حجرے میں آمد:

جب نصف یا قریب نصف کے رات ہوئی تو میں نے رسالے کی چاپ سنی۔ اب پھر دروازہ کھٹکھٹایا اور وہ کھولا گیا عجمیوں کی ایک جماعت ننگی تلواریں لیے اندر گھس آئی ان کو دیکھ کر امین کھڑے ہو گئے اور انہوں نے انا اللہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہنے لگے بخدا! میری جان اللہ کی راہ میں جا رہی ہے۔ کیا بچنے کی کوئی تدبیر، کوئی فریاد رس یا شریف بہادر نہیں رہا۔ اتنے میں وہ لوگ خود ہمارے حجرے کی چوکھٹ پر آ موجود ہوئے۔ مگر پھر بھی ان کے مرتبے کی وجہ سے اس قدر مرعوب تھے کہ وہ وہیں ٹھٹک گئے اور اب ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ تو آگے بڑھ مگر وہ پیچھے ہٹ جاتا۔ میں کھڑا ہوا اور لپٹی ہوئی چٹائیوں کے پیچھے حجرے کے کونے میں چھپ گیا۔

امین کی قاتلین سے درخواست:

امین ایک تکیہ ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے اور کہتے جاتے تھے۔ تم کو کیا ہو گیا تم کس پر حملہ کر رہے ہو۔ میں رسول کے چچا کا پوتا ہوں ہارون کا بیٹا اور مامون کا بھائی ہوں۔ میرے خون کے معاملہ میں تم اللہ سے خوف کرو۔ ان میں سے طاہر کے مولیٰ قریش الدندانی کے غلام خمارد یہ نے آگے بڑھ کر ان پر تلوار کا وار کیا جوان کی پیشانی پر لگی۔ امین نے اس کے منہ پر تکیہ کھینچ مارا اور اس کو گرا کر اس پر چڑھ بیٹھے اور اس کی تلوار چھیننے لگے۔ اس نے فارسی میں چلا کر کہا مجھے مار ڈالا مار ڈالا۔ اس کی آواز پر ایک دم بہت سے آدمی امین پر چڑھ دوڑے۔ ایک نے ان کی کمر میں تلوار بھونک دی اور اب وہ ان پر سوار ہو گئے۔ اور گدی پر سے ان کو ذبح کر ڈالا۔ ان کا سر کاٹ لیا اسے وہ طاہر کے پاس لے گئے اور جسم کو وہیں ڈال دیا۔ صبح کو آ کر ان کے جسم کو ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر لا دلے گئے۔ جب صبح ہوتو مجھ سے دس ہزار کا مطالبہ ہوا۔ میں نے اپنے مختار کو بلا کر اس سے وہ رقم منگائی اور ادا کر دی۔ امین جمعرات کے دن مدینہ منصور میں داخل ہوئے اور اتوار کے دن دجلہ آئے۔

امین کی مدافعت:

یہی راوی اسی قصے کے سلسلے میں بیان کرتا ہے کہ جب امین اس حجرے میں میرے پاس آئے اور ان کو ذرا سکون ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ آپ کے وزیروں کا برا کرے۔ ان کی وجہ سے آپ کی یہ گت بنی ہے کہنے لگے اے بھائی اب یہ عتاب کا موقع

نہیں ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے مامون کو دریافت کیا اور پوچھا کہ وہ زندہ ہے میں نے کہا جی ہاں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو پھر یہ لڑائی کس کی خاطر ہو رہی ہے اس پر انہوں نے کہا مگر مجھے تو عامر بن اسمٰعیل بن عامر کے بھائی یحیٰی نے جو ہرثمہ کی چھاؤنی میں وقائع نویس تھا۔ یہ اطلاع دی کہ وہ مر گئے۔ میں نے کہا اس نے بالکل جھوٹ اطلاع دی ہے پھر میں نے کہا آپ کی ازار بہت موٹی ہے آپ یہ میری نرم ازار اور قمیص پہن لیں۔ کہنے لگے جو میرے حال میں ہوگا۔ اس کے لیے یہی بہت ہے۔ میں نے کہا آپ اللہ کو یاد کریں اور استغفار کریں وہ استغفار کرنے لگے۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایسا سخت شور سنائی دیا کہ جس سے زمین لرزہ براندام ہو گئی۔ طاہر کے سپاہی اس مکان میں داخل ہو چکے تھے اور اب وہ ہمارے حجرے کی طرف آ رہے تھے۔ اس کا دروازہ بہت تنگ تھا' امین کے پاس اس حجرے میں بھی ایک ڈھال تھی۔ پہلے تو وہ اس سے اپنی مدافعت کرتے رہے۔

امین کا قتل:

پھر ان کی پیچھے سے ایڑی کاٹ دی گئی اور بہت سے آدمی ان پر کود پڑے انہوں نے ان کا سر کاٹ لیا۔ اسے طاہر کے پاس لے گئے اور ان کے جسم کو لاد کر ان کی فرودگاہ واقع بستان مونسہ میں لے آئے۔ اس وقت عبدالسلام بن العلا ہرثمہ کی فوج خاصہ کا سردار وہاں سے آیا۔ یہ شماسیہ والے پل سے دریا کو عبور کر کے یہاں آیا تھا۔ طاہر نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اس نے کہا کہ آپ کے بھائی نے آپ کو سلام کہا ہے اور پوچھا ہے کہ کیا ہوا۔ طاہر نے اپنے غلام سے کہا کہ طشت لاؤ۔ وہ اسے اٹھا لایا۔ اس میں امین کا سر رکھا تھا۔ طاہر نے اس سے کہا دیکھ لو یہ میں نے کیا ہے۔ اور ان سے جا کر اس کی اطلاع کر دو۔ جب صبح ہوئی طاہر نے امین کے سر کو باب الانبار پر نصب کرا دیا۔ بغداد کی ایک خلقت عظیم جس کا شمار نہیں ہو سکتا اسے دیکھنے آئی طاہر بھی اس مقام پر آیا اور وہ سب سے کہتا تھا کہ یہ امین کا سر ہے۔

ایک مرتبہ امین نے اپنے کپڑوں میں جوں دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ایک چیز ہے جو عام طور پر لوگوں کے کپڑوں میں ہوا کرتی ہے۔ کہنے لگے میں زوال نعمت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس روز یہ واقعہ پیش آیا اسی روز وہ قتل کیے گئے۔

امین کا بریدہ سر:

حسن بن سعید کہتا ہے کہ ان کے قتل کے بعد دونوں فوجیں' طاہر کی اور بغداد کی ان کے قتل پر نادم ہوئیں۔ کیونکہ اس ہنگامے میں ان کو بہت سا روپیہ ملتا رہتا تھا۔ جس کوٹھری میں امین عیسیٰ بن ماہان اور ابوالسرایا کے سر محفوظ تھے وہ میری نگرانی میں تھی۔ میں نے امین کے سر کو دیکھا صرف ان کے چہرے پر ضرب کا نشان تھا۔ ان کے سر کے بال اور داڑھی صحیح و سالم تھی۔ ان میں کچھ قطع و برید نہیں ہوئی تھی۔ سر کے بالوں کا رنگ بھی اصلی حالت میں تھا۔

مامون کا سجدہ شکر:

طاہر نے امین کے سر کو چادر' عصا اور مصلے کے ساتھ جو کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ اپنے چچا زاد بھائی محمد بن الحسن بن مصعب کے ہاتھ مامون کے پاس بھیج دیا۔ مامون نے دس لاکھ درہم اسے مرحمت فرمائے۔ ذوالریاستین نے امین کے سر کو ایک ڈھال پر رکھ کر خود اپنے ہاتھ سے مامون کے سامنے پیش کیا۔ اسے دیکھ کر مامون نے سجدہ شکر ادا کیا۔

علی بن حمزہ کا بیان:

علی بن حمزہ العلوی سے روایت ہے کہ امین کے قتل کے بعد آل ابی طالب کی ایک جماعت طاہر کے پاس آئی جو اس وقت بستان میں تھا ہم بھی وہاں موجود تھے۔ طاہر نے ان کو صلہ دیا۔ اور ہمیں بھی صلہ دیا۔ پھر اس نے ہم سب کے لیے یا ہم میں سے بعض کے لیے مامون کو لکھا کہ میں نے ان کو آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت دی ہے ہم مرو آئے اور وہاں سے مدینہ واپس آ گئے۔ اہل مدینہ نے ہمارے مالا مال ہونے پر ہمیں مبارکباد دی اور وہ سب کے سب ہم سے ملنے آئے۔ ہم نے ان سے امین کے قتل کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا اور کہا کہ طاہر نے اپنے ایک مولیٰ قریش کو بلا کر امین کے قتل کا اسے حکم دیا تھا۔ یہ سن کر اہل مدینہ کے ایک شیخ نے ہم سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کہا۔ میں نے اسے پورا واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کیا خدا کی شان ہے۔ ہم سے یہ بات روایت کی گئی تھی کہ قریش امین کو قتل کرے گا۔ ہمارا گمان قبیلہ قریش پر گیا تھا۔ مگر اب تو خود قاتل کا نام اس روایت کے نام کے مطابق ہو گیا۔

ابراہیم بن المہدی کا مرثیہ:

ابراہیم بن المہدی کو جب امین کے قتل کا علم ہوا تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور بہت دیر تک رویا اس نے ان کے مرثیہ میں کچھ شعر کہے۔ جب مامون کو ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو یہ بات ان کو ناگوار گزری۔

طاہر بن حسین کا مامون کے نام خط:

طاہر نے اس فتح کی خوشخبری کے لیے حسب ذیل خط مامون کو لکھا:

''تمام تعریفیں اس اللہ بزرگ و برتر کے لیے ہیں جو عزت والا' جلال والا' ملک اور حکومت والا ہے۔ اس کی یہ شان ہے کہ جب کسی بات کے کرنے کا وہ ارادہ کرتا ہے تو صرف حکم دیتا ہوں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی ذات الوہیت نہیں ہے وہ بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

جو بات اللہ نے پہلے سے مقدر کی تھی وہ پوری ہوئی۔ امین معزول نے اپنے عہد و پیان کو توڑا۔ اس کی وجہ سے اللہ نے اسے ایک ایسے فتنے میں مبتلا کیا اور اس کے اعمال کی پاداش ہیں۔ کیونکہ خود اللہ تو ہرگز بھی اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اسے قتل کر دیا۔ میں امیر المومنین کو پہلے لکھ چکا ہوں کہ ہماری فوج نے مدینہ منصور اور خلد کا محاصرہ کر لیا۔ اور مدینۃ السلام کے تمام راستوں' ناکوں اور ان گلی کوچوں پر جو دجلہ پر نکلتے ہیں پہرے لگا دیئے اور ان کو چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دی۔ میں نے جنگی کشتیاں اور سربند کشتیوں میں عرادے اور جنگجو ملاح بٹھا کر ان کو خلد اور باب الخراسان کے مقابل ٹھہرا دیا۔ تاکہ معزول کی نگرانی ہو اور وہ کسی راستے سے نکل کر بھاگ نہ جائے۔ تاکہ پھر وہ باہر نکل کر اس محاصرہ اور ذلت کے بعد دوبارہ لوگوں کو اغوا کر کے آتش جنگ مشتعل نہ کرنے پائے۔

پیامبروں نے مجھ سے آ کر کہا کہ ہرثمہ کا ارادہ ہے کہ وہ امین کو اپنی پناہ میں لے اور مجھ سے اس کی یہ خواہش ہے کہ میں امین کو اس کے پاس آ جانے دوں اور ان کی مزاحمت نہ کروں۔ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے میں اور ہرثمہ یکجا جمع ہوئے۔ مگر چونکہ اللہ نے امین کو ذلیل کر دیا تھا۔ اور اپنے مفر کی کوئی امید اسے نہیں رہی تھی' دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود اس پر پانی تک بند تھا میں نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا۔ امین کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود اس کے نوکروں اور شہر

کے حامیوں نے اپنے بچاؤ کے لیے اس کے قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔
اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ میں پہلے امیر المومنین کو لکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ میری وہ تحریر ملاحظہ عالی میں گزر چکی ہوگی۔
میں نے ہرثمہ بن اعین کی اس تجویز پر جو اس نے امین کے لیے سوچی تھی' اور جس کا وہ اس سے وعدہ کر چکا تھا اچھی طرح غور کیا میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر اس بے بسی اور مجبوری کی حالت سے جس میں اللہ نے اسے ڈالا ہے۔ وہ کسی طرح نکل گیا تو اس سے اس فتنہ کا خاتمہ نہ ہوگا۔ بلکہ اطراف و اکناف کے خودغرض طامع اس کو اپنا آلہ کار بنا کر اور زیادہ خلفشار برپا کریں گے۔
میں نے ہرثمہ کو صاف طور پر اپنی اس رائے سے آگاہ کر دیا کہ میں ہرگز تمہاری تجویز کو پسند نہیں کرتا۔ مگر اس نے کہا کہ چونکہ میں وعدہ کر چکا ہوں اس سے کسی طرح انحراف ممکن نہیں۔ مجبوراً میں اب اس بات پر آمادہ ہوا کہ امین رسول اللہ ﷺ کی روائے مبارک تلوار اور عصا اپنے نکلنے سے پہلے میرے پاس بھیج دے تو میں پھر اس کی مزاحمت نہیں کروں گا۔ ہرثمہ کی اس تجویز سے میں نے محض اس لیے اتفاق کیا' تاکہ ہم میں اب تک جو اتحاد و اتفاق ہے اس میں اختلاف رونما نہ ہو کہ پھر ہمارے اعدا کو ہم پر جسارت کا موقع ملے۔ ہم دونوں نے یہ طے کیا کہ سنیچر کی رات حسب قرارداد دونوں یک جا ہوں گے۔
چنانچہ میں اپنے خاص مخلص اور بہادر معتمد علیہ اشخاص کے ساتھ خود موقع پر گیا۔ شہر اور خلد کی نگرانی کے لیے خشکی اور تری میں جو انتظامات کیے گئے تھے اور جو لوگ متعین تھے ان سب کا میں نے معائنہ کیا اس کے بعد میں باب الخراسان میں آپ میں نے پہلے سے تباہ کن اور دوسری کشتیاں مہیا کر رکھی تھیں۔ وہ اسلحہ اور انتظامات اس کے علاوہ تھے جو خود میں نے اپنے اور ہرثمہ کے درمیان طے شدہ وقت معینہ پر نکلنے کے لیے کیے تھے۔ میں اپنے خاص معتمد اور خدمت گاروں کے ساتھ باب الخراسان پر ٹھہر گیا اور اپنی جمعیت میں سے کچھ سوار اور پیادے میں نے باب الخراسان اور گھاٹ کے درمیان اور کچھ دریا کے کنارے متعین کر دیئے ہرثمہ بھی پوری طرح مسلح اور مستعد ہو کر باب الخراسان کے قریب آ گیا اس نے مجھے دھوکہ دے کر میرے علم کے بغیر امین کو نکل آنے کی دعوت لکھ بھیجی تھی کہ جب وہ گھاٹ پر آ جائے گا تو ہرثمہ اسے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لے گا اور اس طرح رداء عصاء اور تلوار میرے پاس نہ آ سکی۔ حالانکہ یہ بات اس قرار داد کے جو میرے اور ہرثمہ کے درمیان ہوئی تھی سراسر منافی اور مخالف تھی۔
چنانچہ جب امین وہاں آیا تو وہ لوگ جن کو میں نے باب الخراسان پر متعین کر دیا تھا' اس کے آتے ہی میرے حکم کی بجا آوری میں اس پر حملہ آور ہوئے میں نے ان کو حکم دیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر وہ کسی کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ امین ان سے بچنے کے لیے گھاٹ کی طرف لپکا ہرثمہ نے اپنی تباہ کن کشتی اس کے قریب کر دی اور وہ میرے آدمیوں سے پہلے کشتی میں پہنچ گیا۔ مگر اس کا خادم پیچھے رہ گیا۔ میرے غلام قریش نے اس کو پکڑ لیا۔ روا' عصا اور تلوار کوثر کے پاس تھی' قریش نے یہ اس سے لے لیں۔
جب امین کے ساتھیوں نے دیکھا کہ میرے آدمی امین کو جانے نہیں دیتے اور مزاحمت کر رہے ہیں ان میں سے کچھ

ہرثمہ کی تباہ کن کشتی میں دوڑ آئے۔ جس سے وہ جھک گئی اور پھر ڈوب گئی۔ ان میں سے کچھ لوگ تو شہر چلے آئے۔ امین کشتی میں سے دریا میں کود پڑا اور تیر کر کنارے آ گیا۔ اب وہ اپنے اس وقت برآمد ہونے پر نادم تھا۔ مگر نقص عہد قائم اور اپنا شعار کہہ رہا تھا چونکہ میں نے تو اس سے کسی قسم کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا اس وجہ سے اب میرے سپاہیوں نے جن کو میں نے گھاٹ اور باب الخراسان کے درمیان متعین کیا تھا' بڑھ کر جبراً اسے پکڑ لیا۔ اس وقت بھی اس نے اپنے شعار کو کہہ کر ان کو دعوت دی اور اپنے نقص عہد پر قائم رہا۔ بلکہ جواہرات کے سودانے جس کے ایک دانے کی قیمت ایک ایک لاکھ درہم بیان کی گئی ہے۔ ان کو پیش کیے مگر میرے آدمیوں نے اپنے خلیفہ کی وفاداری اپنی فرض شناسی اور بات قائم رکھنے کے شریفانہ خیال کو پیش نظر رکھ کر اس کی رشوت کو ٹھکرا دیا پھر کیا تھا سب کے سب اس سے چمٹ گئے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہی اسے قتل کر کے میرے سامنے سرخروئی حاصل کرے۔ انہوں نے اسے تلواروں پر رکھ لیا اور اس کا کام تمام کر کے اپنے اللہ' رسول ﷺ' دین اور خلیفہ کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ اس کا سر کاٹ لیا گیا۔

مجھے اس کی اطلاع ہوئی میں نے اس کے سر کو اپنے پاس منگوا لیا اور تمام سپاہ کو جن کو میں نے مدینہ منصور خلد اس کے اطراف اور تمام ناکوں پر متعین کیا تھا ہدایت بھیج دی کہ جب تک میرا دوسرا حکم ان کو موصول نہ ہو وہ اسی طرح اپنے اپنے ناکوں اور مقامات کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہیں۔ اس کے بعد میں اپنے مقام کو پلٹ آیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین اور اسلام پر فتح سے احسان عظیم کیا۔

صبح کو پھر لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہوا۔ امین معزول کے متعلق مختلف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ کوئی اس کی تکذیب کرتا تھا۔ کسی کو شبہ تھا کسی کو یقین تھا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس شبہ کو بالکل رفع کر دوں۔ میں اس سر کو لے کر ان کے پاس آیا تا کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اس طرح تمام بدنیت حیلہ جو اور فتنہ پرداز مفسدین کی بری توقعات کا خاتمہ ہو جائے۔ دن چڑھے میں شہر کے اندر گیا۔ سب نے سر تسلیم خم کر دیا اور امیر المومنین کی طاعت قبول کر لی۔

اس طرح شہر کا شرقی اور غربی حصہ اور اس کے تمام مضافات اور اطراف و جوانب نے امیر المومنین کی اطاعت قبول کر لی۔ جنگ ختم ہو گئی باشندوں نے سر تسلیم خم کر کے سلامتی پائی۔ اللہ نے فتنہ و فساد سے ان کو نکال دیا۔ اور امیر المومنین کی برکت سے ان کو امن و سکون راحت اور اطمینان عطا کر دیا۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اور اس پر اسی قدر اس کا شکر واجب ہے۔ میں امیر المومنین کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور اب کوئی مفسد اور شریر باقی نہیں ہے۔ سب کے سب آپ کے مطیع اور منقاد ہو چکے ہیں۔ امیر المومنین کی حکومت کی حلاوت سے اللہ نے ان کو شیریں دہن کر دیا ہے وہ اب بالکل اطمینان اور اس کے ساتھ صبح و شام تجارت اور کسب معاش میں مصروف ہیں۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اسی نے اس معاملہ کو ہمارے موافق پورا کیا ہے اور وہ اپنی رحمت سے اس میں اور اضافہ فرمائے گا۔

میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی اس نعمت فتح کو آپ کے لیے مبارک کرے اور اسی طرح ہمیشہ اپنے متواتر احسانات اور نعمتوں سے سرفراز فرماتا رہے تا کہ اس طرح دین دنیا کی بھلائیاں آپ کے لیے اور آپ کی خلافت کی

برکتوں سے آپ کے دوستوں اور مددگاروں کے لیے جمع ہو جائیں اور بے شک اللہ ہی اس بات کا سزاوار ہے کہ وہ ایسا کردے وہ سننے والا اور اپنے منشا کو پورا کرنے کے لیے تمام موافق اسباب و حالات کا مہیا کرنے والا ہے''۔

یہ خط اتوار کے دن جب کہ محرم ۱۹۸ھ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی ہیں لکھا گیا۔

قتل سے پہلے امین کا امراء اور سپاہ سے خطاب:

اپنے قتل سے پہلے جب امین مدینہ منصور میں چلے آئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اب حکومت ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور ان کے اعوان و انصار ان کا ساتھ چھوڑ کر طاہر کے پاس جا رہے ہیں۔ وہ ضلع میں آ کر جسے انہوں نے اس ہنگامے سے پہلے باب الذہب پر بنوایا تھا بیٹھے اور جو امراء اور سپاہ اب تک شہر میں ان کے ساتھ تھی' اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ سب لوگ صحن میں جمع ہوئے امین ان کے سامنے برآمد ہوئے اور تقریر کی جس میں انہوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے سزاوار ہیں جو رفعت دیتا ہے اور گرا دیتا ہے۔ جو عطا کرتا ہے اور روک لیتا ہے جو روکتا ہے اور دیتا ہے۔ وہی جائے بازگشت ہے۔ میں زمانے کے حوادث حامیوں کی علیحدگی۔ لوگوں کی تفریق' مال کی بربادی اور مصائب کی افتاد پر اس کی تعریف کرتا ہوں اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس حالت میں مجھے صبر دے گا۔ اور اس کا اجر عظیم عطا کرے گا۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں خود اس نے اور اس کے ملائکہ نے اسی توحید ذات کی شہادت دی ہے۔ اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے امین بندے اور رسول ہیں جو مسلمانوں کے لیے مبعوث فرمائے گئے اے تمام عالم کے پروردگار تو میری اس شہادت کو قبول فرما۔

امابعد! اے شریف زادو ور ہدایت یافتہ لوگو! میرے وزیر اور مشیر فضل بن الربیع کے عہد میں امور سلطنت کی طرف سے جو غفلت میں نے برتی اس سے تم بخوبی واقف ہو۔ میں نے خاص طور اور عام تمام امور سلطنت اسی کے حوالے کر دیئے تھے۔

بہت روز تک یہ آئین قائم رہا اور اس کی وجہ سے میں نادم ہوا۔ تم لوگوں نے مجھے خبردار کیا اور میں بیدار ہو گیا۔ اور تم نے ہر اس بات میں جس کو تم نے اپنے اور میرے لیے برا سمجھا۔ میری اعانت طلب کی اس کے لیے جس قدر دولت میرے پاس تھی چاہے وہ میری اندوختہ تھی یا مجھے اپنے اجداد سے ورثہ میں ملی تھی' میں نے اسے تمہارے لیے صرف کر دیا۔ میں نے ایسے لوگوں کو عہدے دیئے جو ناکارہ ثابت ہوئے ایسے لوگوں کی مدد کی جو بالکل نکمے نکلے۔

اللہ اس بات سے خوب واقف ہے کہ تمہاری رضا جوئی میں میں نے کوئی دقیقہ اپنی طرف سے اٹھا نہیں رکھا۔ اس کے برخلاف اللہ اس سے بھی خوب واقف ہے کہ تم نے میری برائی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی میں نے علی بن عیسیٰ کو جو تمہارا سردار تھا تمہارا بڑا بزرگ اور تمہارے ساتھ نہایت ہی مہربانی اور لطف سے پیش آتا تھا۔ اور تمہارا بہت زیادہ خیال رکھتا تھا۔ تمہارے پاس بھیجا۔ تم نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے ذکر کو طول دینے سے اب کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے تمہاری یہ خطا معاف کر دی۔ بلکہ اور انعام واکرام دیا اور صبر کیا۔ بلکہ جب مجھے بعض متفرق کامیابیوں کی اطلاع ملی تو میں نے پچھلے واقعات کو اپنے دل سے بھلا دیا۔

اس کے بعد میں نے تم کو عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کے ساتھ جو تمہاری اس دعوت عباسیہ کے ایسے رکن رکین کا بیٹا جس پر خود تم کو ناز تھا اور جس کی وجہ سے تم دل سے اس دعوت میں شریک ہوئے تھے درۂ حلوان کی نگرانی پر متعین کیا۔ مگر تم نے اسی کے برخلاف

ایسی ہنگامہ آرائی کی کہ اس کا تم پر قابو نہ رہا۔ اور وہ ایسی حالت میں اپنے مقام پر ٹھہر نہ سکا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر چہ تمہاری تعداد بیس ہزار تھی۔ مگر تمہارا ہی جیسا ایک آدمی تم کو دو سال تک رگیدتا رہا۔ یہاں تک کہ دشمن تمہارے سردار اور خلیفہ یعنی مجھ پر چڑھ آئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک اچھے آدمی کے احکام کو بدل و جان مانتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے اسی اثناء میں تم نے حسین کے ساتھ خود مجھ پر حملہ کر دیا۔ مجھے گالیاں دیں۔ مجھے لوٹا اور پکڑ کر قید کر دیا اور ایسی حرکتیں کیں کہ جن کا اس وقت ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ تمہارے قلوب کینہ دوز تھے اور اکثر و بیشتر تمہاری اطاعت نامعتبر ثابت ہوئی۔ چونکہ میں نے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے اور اس کے فیصلے پر راضی ہوں اس لیے میں ان تمام باتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں والسلام۔

بغداد میں عام معافی کا اعلان:

محمد کے قتل کے بعد جب ہنگامہ فرو ہوا۔ تمام کالے اور گوروں کو عام معافی دی گئی اور سب لوگ مطمئن ہو گئے۔ جمعہ کے دن طاہر شہر میں آیا۔ اس نے نماز جمعہ لوگوں کو پڑھائی اور ایک نہایت بلیغ تقریر کی جس میں زیادہ تر آیات قرآنی کو اس نے دہرایا۔ اسی تقریر میں اس نے کہا:

﴿ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ. مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

اس کے علاوہ اس نے کلام پاک کی اور بھی با موقع آیات یکے بعد دیگرے اپنی تقریر میں پڑھیں۔ اور تمام لوگوں کو حکومت کی اطاعت اور اتفاق پر قائم رہنے کی ترغیب و تحریص کی اور پھر اپنی فرودگاہ پلٹ آیا۔

طاہر بن حسین کا امرا اور بنی ہاشم سے خطاب:

بیان کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن طاہر نے منبر پر چڑھ کر جب کہ مسجد میں بنی ہاشم اور امراء وغیرہ کی ایک بڑی جماعت موجود تھی اپنی تقریر میں کہا:

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے سزاوار ہیں جو اس تمام ملک کا مالک ہے۔ جسے چاہتا ہے وہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ سب بھلائیاں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ فتنہ پردازوں کی کارروائیوں کو پروان نہیں چڑھاتا اور نہ وہ خائنوں کے مکر کامیاب ہونے دیتا۔ ہمارے ہاتھوں یا ہماری تدبیر سے ہمیں کامیابی نہیں ہوئی ہے بلکہ جو کچھ ہوا ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ کیونکہ اللہ نے خلافت کو اپنے دین کا ستون اور اپنے بندوں کا نظام بنایا تاکہ اطراف ملک کا انتظام اور سرحدوں کی حفاظت ہو۔ ضرورت کے لیے سامان مہیا کیا جائے۔ مال گزاری وصول کی جائے۔ حکم نافذ ہوا انصاف کو قائم کیا جائے اور بری باتوں کو اور مہلک شہوات کو مٹا کر اس تلذذ کو مٹا کر جس میں خلیفہ معزول ہر وقت منہمک تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ دنیا ہی میں ہمیشہ رہنا ہے جو دنیا کی فریب وہ آسائشوں اور دولت و اقتدار کی راحتوں کو اچھا سمجھ کر ان سے بہرہ ور ہو رہا تھا' اور دنیا کی ظاہری خوشنمائی پر دل و جان سے گرویدہ و فریفتہ تھا سنت کا احیاء کیا تم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے اپنے سرکش کو جب اس نے اپنے عہد و پیمان سے انحراف کر کے اللہ کی نافرمانی کی اس کے حکم سے سرتابی کی اور جس بات کی اللہ نے ممانعت فرمائی تھی اس کو بدل دیا تو اللہ نے حسب وعدہ اسے سخت سزا دی اور اس لیے اب تم اطاعت حکومت پر مضبوطی سے قائم رہو۔ جماعت کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے

جانے تہ دو اور ان مفسدہ پردازوں باغی سرکشوں کی راہ اختیار نہ کرو۔ جنہوں نے فتنہ کی آگ کو مشتعل کیا اور اتحاد و اتفاق کے مستحکم قلعہ کو پاش پاش کر دیا تو اللہ نے بھی ان کو دنیا میں ذلیل کیا اور ان کو نقصان ہی میں رکھا۔

طاہر بن حسین کا ابراہیم بن المہدی کے نام خط:

فتح بغداد کے بعد طاہر نے ابواسحق المعتصم کو یا دوسرے راویوں کے بیان کے مطابق ابراہیم بن المہدی کو یہ خط لکھا۔ مگر اکثر لوگوں کا بیان یہ ہے کہ یہ خط ابواسحق المعتصم کو طاہر نے لکھا تھا۔

امابعد! اگر چہ یہ بات مجھے ناگوار ہے کہ میں اہل بیت خلافت کے کسی فرد کو بغیر امیر کے خطاب کروں۔ لیکن چونکہ مجھے اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ تم امین معزول کے ہم خیال اور مؤید تھے اگر چہ واقعہ ہے تو اس سے پہلے میں بارہا تم کو امیر کہہ کر خطاب کر چکا ہوں۔ مگر اب بغیر القاب کے خط لکھتا ہوں اور اگر چہ یہ بات غلط ہے جو مجھے معلوم ہوئی ہے تو پھر فالسلام علیك ایھا الامیر و رحمة الله و برکاته. خط کے آخر میں طاہر نے یہ دو شعر بھی لکھ دیے۔

رکوبك الامر ما لم قبل فرصة	جهل ورايك بالعزيز تغرير
اقبح بدنيا الخطئون بها	حط المصيبين و المغرور مغرور

ترجمہ: ''تمہارا عواقب پر غور کیے بغیر کسی کام کا کرنا سراسر جہالت ہے اور کسی دوسرے کو آمادہ فساد کرنا خود دھوکے میں مبتلا ہونا ہے۔ دنیا کس قدر بری شے ہے کہ خطا کار کو یہاں دہری مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اور جو شخص مغرور ہوتا ہے وہ دراصل فریب خوردہ ہے''۔

طاہر کے خلاف فوجی بغاوت:

جب طاہر نے امین کو قتل کر دیا تو خود طاہر کی فوج نے اس کے برخلاف بغاوت کر دی۔ طاہر ان کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور چند روز تک روپوش رہا۔ جب فوج نے دوبارہ اطاعت قبول کی تو یہ اپنی جگہ واپس آیا۔

طاہر بن حسین کا فرار:

امین کے قتل کو پانچ روز گزر رہے تھے۔ فوج طاہر پر چڑھ آئی۔ اس وقت وہ بالکل خالی ہاتھ تھا۔ ان کا انتظام نہ کر سکا۔ وہ یہ سمجھا مضافات والے درپردہ اس ہنگامے میں شریک ہیں حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ ان میں سے کسی شخص نے جنبش تک نہیں کی تھی س کی فوج کا زور بہت بڑھ گیا اور اسے اپنی جان کا خطرہ ہوا وہ بستان سے بھاگ گیا۔ بلوائیوں نے ان کے کچھ سامان کو لوٹ لیا اور طاہر عاقرقوف چلا گیا مگر جانے سے پہلے اس نے یہ انتظام کیا تھا کہ شہر کے تمام دروازوں کی ناکہ بندی کر دی تھی' اور ام جعفر اور موسیٰ اور عبداللہ امین کے بیٹوں کو قصر میں نظر بند کر دیا تھا۔

موسیٰ اور عبداللہ کی روانگی خراسان:

اس کے بعد اس نے ان سب کو ابوجعفر کے قصر الخلد میں منتقل کر دیا۔ یہ جمعہ کی رات جب کہ ربیع الاوّل کی بارہ راتیں باقی تھیں قصر الخلد میں منتقل کیے گئے۔ اور پھر خود طاہر ان کو اسی رات ایک تباہ کن کشتی میں سوار کر کے اپنے ساتھ ہمیا جوزاب اعلیٰ کے مغربی کنارے پہ لے گیا۔ وہاں سے اس نے امین کے دونوں بیٹوں کو ان کے چچا مامون کے پاس اہواز اور فارس کے راستے سے

خراسان بھیج دیا۔

طاہر بن حسین سے فوج کی طلب معاش:

جب فوج نے طاہر کے خلاف بلوا کر دیا اور اپنی معاش طلب کی۔ انہوں نے باب الانبار کو جو خندق پر واقع تھا۔ اور باب البستان کو جلا دیا اور ہتھیار علم کر لیے۔ وہ دن اور دوسرا دن انہوں نے اسی طرح بسر کیے پھر انہوں نے موسیٰ یا منصور کا نعرہ بلند کر دیا۔ اس پر لوگوں نے محسوس کیا کہ طاہر نے موسیٰ اور عبداللہ کو شہر سے لے جانے میں بڑی دانائی برتی۔ اب طاہر اور وہ سردار جو اس کے ساتھ تھے پھر ایک جا جمع ہوئے اور بلوائیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

امرائے عساکر کی طاہر بن حسین سے معذرت:

جب اس کی اطلاع بلوائی سرداروں اور سرغنوں کو ہوئی وہ سب کے سب طاہر کے پاس آئے اور اس سے معذرت کی اور اس ہنگامے کی ذمہ داری اپنے کم فہم سپاہیوں اور بے قاعدہ سپاہیوں کے سر رکھی۔ اور طاہر سے درخواست کی کہ آپ ان سے درگزر کر دیں۔ ان کی معذرت کو قبول فرمائیں اور ان کو معاف کر دیں۔ انہوں نے اس بات کی ضمانت کی جب تک آپ ہم میں قیام کریں گے اب کوئی بات آئندہ آپ کے خلاف طبع رونما نہ ہوگی۔ طاہر نے کہا تھا میں تم سے علیحدہ ہو کر صرف اس وجہ سے یہاں چلا آیا ہوں کہ تلوار سے تمہاری خبر لوں۔ اگر اب آئندہ تم نے کوئی ناشائستہ حرکت کی تو پھر میں بھی اپنے ارادے کو پورا کر کے چھوڑوں گا۔ اور تم کو خوب سزا دوں گا۔ اس جواب سے اس نے ان کے حوصلے پست کر دیئے۔ طاہر نے ان کو چودہ ماہ کی معاش دلائی۔

امرائے عساکر کی طاہر کو یقین دہانی:

واقعہ مذکورہ کے متعلق مدائنی کہتا ہے۔ جب فوج نے بلوا کر دیا۔ اور طاہر ان کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا۔ سعید بن مالک بن خازم‘ محمد بن ابی خالد اور ہبیرہ بن خازم شہر کے مضافات اور محلوں کے بعض اور سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ طاہر کے پاس گئے اور مغلظہ قسمیں کھا کر انہوں نے اس ہنگامے سے اپنی قطعی برات ظاہر کی اور اپنے اپنے حلقوں کے آئندہ عمدہ طرز عمل کے لیے اس نے ضمانت کی اور اطمینان دلایا۔ کہ ہم اپنی اپنی سمت کا پورا انتظام رکھیں گے۔ اور اب کوئی بات آپ کے ناگوار خاطر ہماری سمت میں رونما نہ ہوگی۔ عمیرہ ابو شیخ بن عمیرہ الاسدی اور علی بن یزید بھی دوسری عمائد شرفا کو لے کر اس کے پاس آئے اور ابو خالد۔ سعید بن مالک اور ہبیرہ نے جو قیام امن کی ضمانت طاہر سے کی تھی اسی طرح کی ضمانت انہوں نے بھی کی۔ اور بتایا کہ ہمارے دوسرے بھائی بند آپ کے متعلق بہت عمدہ خیال رکھتے ہیں۔ آپ کے معترف ہیں۔ آپ کے دل سے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ کی فوج والوں نے بستان میں جو ہنگامہ برپا کیا اس میں انہوں نے قطعی کوئی حصہ نہیں لیا۔

طاہر بن حسین کی مراجعت:

ان بیانات سے طاہر مطمئن ہو گیا۔ مگر اس نے یہ کہا کہ بلوائی معاش کا مطالبہ کر رہے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے سعید بن مالک نے بیس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا اور یہ رقم طاہر کو بھیج دی جس سے طاہر خوش ہو گیا۔ اور اب پھر اپنے پڑاؤ میں بستان چلا آیا۔

سعید بن مالک کی طاہر کو مالی امداد:

طاہر نے سعید سے کہا کہ میں اس رقم کو صرف اس طرح قبول کرتا ہوں کہ یہ تمہارا قرض مجھ پر ہوگا۔ سعید نے کہا کہ اسے میں

نذر کرتا ہوں اور آپ کا جو حق ہم پر عاید ہے اس کے مدنظر میری طرف سے یہ بہت ہی حقیر شے ہے جو پیش کش کی جا رہی ہے۔ طاہر نے اس رقم کو بطور صلہ قبول کیا اور اپنی فوج کو چودہ ماہ کی معاش دلا دی۔ جس سے وہ مطمئن اور خاموش ہو گئے۔

سمرقندی کی روپوشی:

امین کے ہمراہ ایک شخص سمرقندی نام تھا جو ان منجنیقوں سے جو کشتیوں پر نصب تھیں۔ دجلہ کے اندر سے سنگ اندازی کیا کرتا تھا۔ جب کبھی مضافات والے اپنے مقابل امین کے ساتھیوں کو خندق میں بے بس کر دیتے تھے' ایسے نازک موقع پر اس کو طلب کیا جاتا اور وہ ان پر سنگ اندازی کر کے ان کو پیچھے ڈھکیل دیتا وہ ایسا قادر انداز تھا کہ اس کا کوئی پتھر خطا نہ کرتا مگر جہاں تک معلوم ہے اس روز اس نے پتھر سے کسی شخص کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ امین کے قتل کے بعد جب پل اکھیڑ دیئے گئے اور وہ منجنیقیں جو دجلہ میں تھیں اور جس سے یہ سنگ اندازی کیا کرتا تھا۔ جلا ڈالی گئیں تو اب اسے اپنی جان کا خطرہ ہوا کہ میرے ہاتھوں جو لوگ مارے گئے ہیں۔ ان کے بدلے میں اب میں مارا جاؤں گا اس خوف سے وہ روپوش ہو گیا۔

سمرقندی کی گرفتاری:

لوگوں نے اس کی تلاش شروع کر دی مگر اس نے ایک خچر کرایہ کر کے خراسان کی راہ لی اور ڈھونڈھنے والوں کی گرفت سے نکل گیا اثنائے راہ میں کسی جگہ ایک شخص سے اس کا مقابلہ ہوا اور اس نے اسے پہچانا۔ جب وہ آگے بڑھ گیا تو اس نے خچر کے مالک سے کہا کہ اس شخص کے ساتھ تو کہاں جا رہا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہے۔ بخدا اگر تو بھی اس کے ہمراہ پکڑ لیا گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ ورنہ کم از کم قید تو ضروری ہے۔ خچر والے نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہنے لگا اللہ اسے ہلاک کرے۔ مجھے تو اب اس کا کام اور اس کا نام معلوم ہوا۔ یہ شخص چپکے سے اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس یا فوج کی چوکی کو گیا وہاں جا کر اس نے اس کا پتا دیا۔ جو سپاہی یہاں متعین تھے وہ کندغوش کے جو ہرثمہ کی فوج میں تھا۔ بیڑے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے اسے گرفتار کر کے ہرثمہ کے پاس بھیج دیا۔

سمرقندی کا خاتمہ:

ہرثمہ نے اسے خزیمہ بن خازم کے پاس مدینۃ السلام بھیج دیا۔ خزیمہ نے اسے اس کے کسی مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا۔ اس شخص نے اسے جانب شرقی سے دجلہ کے کنارے لا کر زندہ سولی پر لٹکا دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ اسے سولی کے تختے پر باندھنے لگے تو ایک خلقت وہاں جمع ہو گئی اس نے اپنے مصلوب ہونے سے پیشتر ان سے کہا کہ اس سلوک پر تم کو شرم نہیں آتی۔ کل تک تم میری قادر اندازی پر میری تعریف کرتے تھے۔ اور مجھے دعائیں دیتے تھے اور آج تم نے مجھے نشانہ بنانے کے لیے پتھر اور تیر جمع کیے ہیں۔

سولی کا تختہ اٹھا دیا گیا۔ لوگوں نے پتھر اور تیر اور نیزوں سے اسے اپنا نشانہ بنانا شروع کیا۔ اسی طرح اس کا کام تمام ہوا۔ مگر مرنے کے بعد بھی انہوں نے اسے نہ چھوڑا۔ بلکہ اسے مارتے رہے۔ دوسرے دن اسے جلا دیا۔ پہلے تو آگ جب اس کے جلانے کے لیے لائے اور اسے مشتعل کرنے لگے تو وہ شعلہ پذیر نہ ہوئی پھر سرکنڈے نرسل اور ایندھن جمع کر کے ایک الاؤ روشن کیا اس سے اس کا کچھ حصہ جسم جل گیا باقی کو کتوں نے پھاڑ کھایا۔ یہ واقعہ سنیچر کے دن ۲/صفر کو ہوا۔

باب ۸

خلیفہ امین کی سیرت

محمد الامین بن ہارون کی مدتِ خلافت:

ہشام بن محمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ہارون ابو موسیٰ جمعرات کے دن جب کہ ماہ جمادی الاوّل ۱۹۳ھ کے ختم ہونے میں گیارہ راتیں تھیں خلیفہ ہوا اور اتوار کی رات جب کہ صفر ۱۹۸ھ کے ختم میں چھ راتیں رہ گئی تھیں قتل کیا گیا۔ اس کی ماں زبیدہ جعفر الاکبر بن ابی جعفر کی بیٹی تھی' اس طرح چار سال آٹھ ماہ پانچ دن اس کی مدت خلافت ہوئی بیان کیا گیا ہے کہ ابو عبداللہ اس کی کنیت تھی۔

داؤد بن عیسیٰ کی امارت میں حج:

محمد بن موسیٰ الخوارزمی کہتا ہے کہ نصف جمادی الآخر ۱۹۳ھ میں امین خلیفہ ہوا۔ اس کی ولایت کے سال داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ عامل مکہ کی امارت میں حج ہوا تھا۔ حالانکہ امیر حج ابوالبختری مقرر ہوا تھا۔ اس نے اپنی خلافت کے دس ماہ پانچ دن کے بعد عصمہ بن ابی عصمہ کو سادہ بھیجا اور ۳/ ربیع الاوّل کو اس نے اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد بنایا۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان اس کا صاحب شرط تھا۔

امیر حج علی بن الرشید:

۱۹۴ھ میں علی بن الرشید کی امارت میں حج ہوا۔ اس سال اسماعیل بن عباس بن محمد مدینہ کا عامل تھا۔ اور داؤد بن عیسیٰ مکہ کا عامل تھا۔ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کرنے اور ۱۹۵ھ میں علی بن عیسیٰ بن ماہان بن الحسین کے مقابلہ اور علیؒ کے قتل میں ایک سال تین مہینے اور ۱۹ دن گزرے تھے۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی کا بیان:

یہی راوی کہتا ہے کہ امین معزول اتوار کی رات میں جب کہ محرم کے ختم میں پانچ راتیں باقی تھیں' قتل کیا گیا۔ اس طرح اس کی پوری مدت حکومت جس میں اس فتنہ کا زمانہ بھی شامل ہے' چار سال سات ماہ اور تین دن ہوئی۔

قاسم بن ہارون الرشید کی ولی عہدی سے علیحدگی کا اعلان:

امین کے قتل کے بعد منگل کے دن ۱۲/ صفر ۱۹۸ھ کو طاہر کا خط مامون کو موصول ہوا جس میں امین کے قتل کی مفصل کیفیت درج تھی اسی وقت مامون نے اس خبر کو مشتہر کر دیا۔ اور دربار منعقد کیا۔ تمام امرا باریاب ہوئے۔ فضل بن سہل نے طاہر کا خط پڑھ کر سنایا۔ سب نے مامون کو دعائے خیر دی اور اس فتح پر مبارک باد دی۔ امین کے قتل کے بعد مامون نے طاہر اور ہرثمہ کو لکھ بھیجا کہ تم اب قاسم بن ہارون کو ولایت عہد سے علیحدہ کر دو۔ ان دونوں نے اس فرمان کو شائع کر دیا۔ اور حسب فرمان احکام نافذ کر دیئے۔ جمعہ کے دن جب کہ ماہ ربیع الاوّل ۱۹۸ھ کے ختم ہونے میں دو راتیں باقی تھیں قاسم کی برطرفی کا فرمان سب جگہ پڑھا گیا۔

امین کا حلیہ و عمر:

امین کی عمر ۲۸ سال ہوئی۔ امین بہت چوڑے چکلے تھے۔ کن پٹیوں پر بالکل بال نہ تھے۔ آنکھیں چھوٹی تھیں۔ چونچدار ناک تھی۔ خوب صورت تھے۔ بڑے سرین تھے دونوں میں بہت فاصلہ تھا۔ اور وہ رصافہ میں پیدا ہوئے تھے۔

طاہر بن حسین کے اشعار:

ان کے قتل کے بعد طاہر نے یہ شعر پڑھا:

قتلت الخليفة في داره
وانحبت بالسيف امواله

''میں نے خلیفہ کو اس کے گھر میں قتل کر دیا۔ اور بزور شمشیر اس کے مال کو لوٹ لیا''۔

اس موقع پر طاہر نے یہ دو شعر اور پڑھے:

ملكت الناس قسرا و اقتدارا — و قتلت الجبابره الكبارا
و وجهت الخلافته نحو مرو — الى المامون تبدرا ابتدارا

ترجمہ: ''میں بزور طاقت سب کا فرماں روا بن گیا۔ اور میں نے بڑے بڑے سرکشوں کو قتل کر دیا۔ میں نے خلافت کو مامون کے پاس مرو بھیج دیا ہے۔ اور وہ تیزی سے ادھر چلی جا رہی ہے''۔

لبابہ بنت علی کا مرثیہ:

امین کے قتل پر بہت سے لوگوں نے مرثیے لکھے۔ ایک شاعر نے ہجو بھی کہی۔ عمرو بن عبدالملک وراق نے بغداد کا شہر آشوب لکھا اس میں طاہر کی ہجو کی اور اس پر تعریض کی۔

لبابہ بنت علی بن المہدی کی بیٹی نے یہ شعر کہے:

ابكيك لا للنعيم و الانس — بل للمعالي و الرمح و الترس
ابكي على هالك فجعت به — ارملني قبل ليلة العرس

ترجمہ: ''میں تجھے اپنی کسی راحت یا الفت کی بنا پر نہیں روتی۔ بلکہ اعلیٰ کاموں نیزے اور ڈھال کی خاطر روتی ہوں میں اس مرنے والے پر جس کی جدائی کے صدمہ مجھے اٹھانا پڑا ہے۔ اس لیے روتی ہوں کہ اس نے مجھے شب عروس سے پہلے ہی بیوہ کر دیا''۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اشعار عیسیٰ بن جعفر کی بیٹی کے ہیں' جو امین کے ساتھ منسوب ہو چکی تھی۔

امین کے قتل پر شعرا کے مرثیے:

حسین بن الضحاک الاشقر بنی باہلہ کے مولیٰ نے جو امین کا خاص مصاحب اور ندیم تھا اور جسے اس کے قتل کا یقین ہی نہ آتا تھا' بلکہ وہ اس کی واپسی کا ہر وقت منتظر تھا اس کے کئی مرثیے لکھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی الہدایہ نے اس کے کئی مرثیے لکھے۔ مقدس بن صیفی نے مرثیہ لکھا۔ خزیمہ بن الحسین نے امین کا ایک مرثیہ ام جعفر کی زبان میں لکھا اور ایک مرثیہ خود اس نے لکھا۔

ذوالریاستین کا اظہار تاسف:

موصلی کہتا ہے۔ جب طاہر نے امین کا سر مامون کے پاس بھیجا ہے تو ذوالریاستین اسے دیکھ کر رونے لگا۔ اور اس نے کہا کہ طاہر نے امین کو قتل کر کے لوگوں کی تلواریں اور زبانیں ہم پر کھول دیں۔ ہم نے تو اسے یہ حکم دیا تھا کہ وہ امین کو اسیر کر کے یہاں بھیج دے۔ مگر اس نے ان کو ذبح کر کے بھیجا ہے۔ اس پر مامون کہنے لگے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب تم اس کے قتل کے الزام سے برات کی تدبیر کرو۔ اکثر لوگوں نے اس اعتذار کو لکھا ہے۔ اور اسے بہت طول دیا۔

احمد بن یوسف کا اعتذار:

احمد بن یوسف ایک بالشت کاغذ لیے ہوئے حاضر ہوا اور اس میں اس نے لکھا تھا:

''امابعد! امین معزول نسب وقرابت میں امیر المومنین کا شریک وسہیم تھا مگر اللہ نے آپ کے اور اس کے درمیان حکومت وقرابت دونوں رشتوں سے اس وجہ سے افتراق کر دیا کہ اس نے اس معاہدے کی جس پر تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا تھا۔ خلاف ورزی کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے میں فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ وہ تمہارا نہیں ہے اس لیے کہ وہ بدکار ہے۔ اس بیان سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ جو شخص اللہ کی معصیت کا ارتکاب کرے اس کی اطاعت ہرگز کسی پر لازم نہیں۔ اور جس نے اللہ کی بات کو قطع کر دیا ہو اس سے قطع تعلق کرنا مورد الزام نہیں میں امیر المومنین کو یہ عریضہ لکھ رہا ہوں جب کہ اللہ نے معزول کو قتل کر کے اس کی بدعہدی کی پوری سزا اسے دی ہے اور امیر المومنین کی حکومت کو راسخ کر دیا ہے اور اپنے حسن وعدہ کا ایفا کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کے وعدے کی صداقت کی وجہ سے اسی بات کا انتظار تھا آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے افتراق کے بعد الفت اور اختلاف امت کے بعد پھر اسے اتحاد نصیب ہوا ہے اور اسلام کی نشانیوں کو مٹ جانے کے بعد پھر نمایاں کر دیا ہے''۔

جرادتیہ وغرابیہ:

حمید بن سعید بیان کرتا ہے کہ جب امین خلیفہ ہوگئے اور مامون نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ انہوں نے ہیجڑے جمع کیے ان کو خریدا اور ان سے بہت زیادہ انس کیا۔ دن ہو یا رات وہ ہر وقت خلوت میں ان کے پاس رہتے امین کے نہ صرف کھانے پینے کا تمام انتظام انہیں کے سپرد تھا۔ بلکہ امور سلطنت میں وہی دخیل تھے' امین نے ان کی ایک علیحدہ جماعت مرتبہ کی تھی اس کا نام جرادتیہ رکھا۔ حبشیوں کی ایک جمعیت بنائی اس کا نام غرابیہ رکھا انہوں نے ان خواجہ سراؤں کی وجہ سے اپنی شریف بیبیوں اور لونڈیوں سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ سب ان سے نالاں تھیں۔ اور ان میں سے کسی ایک نے امین کی اس بے التفاتی کی شکایت میں کچھ شعر بھی کہے۔ جن میں زنانوں کے ساتھ ان کے اس قدر ارتباط پر تعریض بھی کی۔

مسخروں اور خواجہ سراؤں کے وظائف:

خلیفہ ہونے کے بعد ہی انہوں نے تمام سلطنت سے مسخروں کو طلب کر کے اپنے پاس جمع کیا ان کے وظائف مقرر کیے۔ بہتر سے بہتر گھوڑے خریدے اور بہت سے وحشی جانور درندے اور پرندے وغیرہ جمع کیے۔ اپنے بھائیوں' اعزا اور امرا سے ملنا چھوڑا۔ ان کی اہانت کی۔ جس قدر نقد خزانوں میں اور خود ان کے پاس جواہرات تھے وہ سب خواجہ سراؤں' مصاحبوں اور افسانہ

گویوں کو عطا کر دیئے۔ یہاں تک کہ رقہ میں بھی جس قدر جواہرات نقد اور اسلحہ تھے وہ سب اپنے پاس منگوائے اپنے لہو ولعب‘ عیش ونشاط اور تفریحی بزموں کے لیے‘ قصر الخلد‘ خیزرانیہ‘ بستان موسیٰ‘ قصر عبدویہ‘ قصر المعلیٰ‘ رقہ‘ کلواذی‘ باب الانبار‘ دیاری اور ہوب میں نشاط گاہیں بنوائیں شیر‘ ہاتھی‘ عقاب‘ سانپ اور گھوڑے کی شکل کی پانچ کشتیاں دجلہ میں تیار کرائیں اور ان پر بے شمار روپیہ خرچ کیا۔

حسین بن الضحاک کہتا ہے کہ امین نے ایک بڑی کشتی بنوائی جس پر تین لاکھ درہم لاگت آئی اس کے علاوہ انہوں نے سونس کی شکل کی ایک دوسری کشتی بنوائی۔

منصور خدمت گار کی عباس بن عبداللہ سے علیحدگی:

احمد بن اسحٰق بن برصو مشہور کوفی گویا بیان کرتا ہے کہ عباس بن عبداللہ بن جعفر بن ابی جعفر باعتبار اپنی شجاعت‘ فراست اور تعلیم وتربیت کے بنی ہاشم کے ممتاز لوگوں میں تھا‘ اس کے بہت سے خدمت گار تھے‘ ان میں منصور اس کا بہت ہی خاص اور محبوب خدمت گار تھا۔ وہ کسی بات پر اس سے ناراض ہوا کہ بھاگ کر امین کے پاس جو اس وقت ام جعفر کے قصر قرار میں تھا۔ چلا گیا۔ امین نے اسے بڑی خوشی سے اپنی ملازمت میں قبول کر لیا۔ اور اس نے بہت رسوخ ان کے ہاں پیدا کر لیا۔ ایک دن یہ خدمت گار امین کے اور خدمت گاروں کے ساتھ جن کی جماعت کا نام سابقہ تھا‘ سواری میں عباس بن عبداللہ کی ڈیوڑھی کے سامنے سے خاص طور پر اس لیے گزرا تاکہ عباس کے خادم اسے دیکھ لیں کہ اب اس کی کیا شان ہے۔

منصور خادم کی گرفتاری:

اس کی اطلاع عباس کو ہوئی۔ سنتے ہی وہ محض کرتا پہنے ہاتھ میں گرز لے جس پر کیمخت منڈھی تھی‘ باہر نکل آیا۔ عباس نے ابو الورد کے دریبہ میں اسے جالیا۔ اور اس کی لگام پکڑ لی دوسرے خدمت گاروں نے اس کی مزاحمت کی مگر عباس نے جس جس کے گرز مارا اسے نکما کر دیا۔ وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ عباس اپنے مفرور خدمت گار کی لگام پکڑے اسے کھینچتا ہوا اپنے گھر کے اندر لے آیا۔ امین کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ انہوں نے ایک بڑی جماعت اسے چھڑانے کے لیے بھیجی۔ یہ وہاں آ کر ٹھہر گئے۔ عباس نے ان کے مقابلہ کے لیے اپنے غلاموں اور موالیوں کو جن کے پاس ڈھالیں اور تیر تھے اپنے قصر کی فصیل پر متعین کر دیا۔

امین کی فوج کا عباس بن عبداللہ کا محاصرہ:

راوی کہتا ہے کہ چونکہ امین کی فوج کا یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ وہ عباس کے محل کو آگ لگا دے۔ اس لیے ہمیں یہ خوف ہوا کہ اس کے ساتھ ہمارے مکانات بھی جل جائیں گے اسی وقت رشید الہارونی اس سے آ کر ملا اور اس نے کہا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ کیا نہیں جانتے کہ اگر امین فوج کو حکم دیں تو محض نیزوں سے تمہارے اس سارے محل کو برباد کر دیں۔ کیا تم ان کے مطیع نہیں رہے۔ اس نے کہا میں ان کا بدستور مطیع ہوں۔ رشید نے کہا تو ابھی چل کھڑے ہو۔ وہ درباری سیاہ لباس پہن کر چلا۔ اپنے محل کے پھاٹک پر آ کر اس نے اپنے غلام سے کہا۔ گھوڑا لاؤ۔ رشید نے کہا تم سوار نہیں ہو سکتے۔ تم کو پاپیادہ چلنا پڑے گا۔ یہ اسی طرح آگے بڑھا۔ شارع عام پر پہنچ کر اس نے دیکھا۔ اس دنیا امڈی چلی آ رہی ہے۔ جلودی ہے۔ افریقی ہے ابو البطلہ ہے اور ہرش کی جمعیت بھی موجود ہے یہ ان کو غور سے دیکھنے لگا۔ میں وہاں موجود تھا میں نے دیکھا کہ وہ پیادہ چلا جا رہا ہے اور رشید گھوڑے پر سوار ہے۔

ام جعفر کی عباس بن عبداللہ کی سفارش:

ام جعفر کو اس کی اطلاع ہوئی وہ فوراً امین کے پاس گئی اور ان سے اس کی سفارش کی۔ امین نے کہا اگر میں اسے قتل نہ کر دوں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت میں نہ سمجھنا۔ ام جعفر اب اور زیادہ الحاح اور زاری کرنے لگے امین نے برہم ہو کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تم پر ہاتھ اٹھانا پڑے گا۔ یہ سنتے ہی اس نے اپنے بال کھول دیئے اور کہا کہ جانتے ہو جب میرا سر کھلا ہو اس حالت میں کون میرے پاس آ سکتا ہے۔

عباس بن عبداللہ کی نظر بندی:

ابھی یہی ردوقدح ہو رہی تھی اور ابھی عباس وہاں نہیں آیا تھا کہ صاعد خدمت گار نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کے قتل کی خبر ان سے بیان کی۔ اسے سن کر وہ اس کے عواقب و نتائج پر غور کرنے میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ عباس کو بالکل بھول گئے۔ وہ دس دن تک دہلیز میں نظر بند پڑا رہا۔ دس دن کے بعد وہ یاد آیا۔ حکم دیا کہ خود اس کے محل کے ایک حجرے میں اسے قید کر دیا جائے۔ اور اس کے صرف تین معمر موالی اس کی خدمت میں رہیں۔ اور تین الوان کھانا اس کا یومیہ وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

عباس بن عبداللہ کا بغداد سے فرار:

وہ حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کے خروج کرنے اس کی مامون کے لیے دعوت خلافت دینے اور امین کو قید کر دینے تک اسی طرح اپنے قصر میں قید رہا۔ اس ہنگامے میں اسحٰق بن عیسیٰ بن علی اور محمد بن المعبدی عباس کے پاس سے جو اس وقت بالا خانے پر تھا گزرے اور انہوں نے اسے للکارا کہ اب بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ حسین بن علی کے پاس چلے آؤ۔ یہ اپنی قید سے نکل کر حسین کے پاس آیا اور پھر باب الجسر پر ٹھہر کر اس نے ام جعفر کو ہزاروں گالیاں دیں۔ اسحٰق بن موسیٰ اس وقت لوگوں سے مامون کے لیے بیعت لے رہا تھا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد حسین مارا گیا۔ عباس بغداد سے بھاگ کر ہرثمہ کے پاس نہر بین چلا گیا۔

امین کا عباس کے محل پر قبضہ:

اس کا بیٹا فضل امین کے پاس آیا۔ اس نے اپنے باپ کی امین سے سخت شکایت کی امین نے اپنے آدمی بھیج کر عباس کے محل پر قبضہ کر لیا۔ اور اس ۱۹۸ھ میں اس نے حج کیا۔

عباس بن عبداللہ کا بیان:

اس واقعہ کے بعد عباس بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مامون کے محل میں ہم سب جمع ہوئے۔ سلیمان بن جعفر نے مجھ سے کہا۔ کیا تم نے اب تک اپنے بیٹے کو قتل نہیں کیا۔ میں نے کہا چچا جان میں آپ پر قربان کوئی اپنے بیٹے کو بھی قتل کرتا ہے۔ سلیمان نے کہا تم اسے قتل کر دو۔ اسی نے تمہاری شکایت کی تھی' اور تمہارے روپیہ کا پتہ دیا تھا۔ جس کی ضبطی کی وجہ سے تم محتاج ہو گئے۔

وضاح بن حبیب کی طلبی:

احمد بن اسحٰق بن برصوما بیان کرتا ہے کہ جب امین محصور ہو گئے اور اپنے معاملہ کو سنبھال نہ سکے' انہوں نے اپنے مصاحبین سے پوچھا۔ کیا ایسا شخص ہے جس سے مشورہ لے کر اطمینان حاصل کیا جا سکے۔ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں اہل کرخ میں ایک عرب وضاح بن حبیب بن بدیل التمیمی اس کا اہل ہے وہ گذشتہ نامور عربوں کی یادگار اور صائب الرائے شخص ہے امین نے کہا اسے بلا بھیجا جائے۔

وہ ہمارے پاس آیا اور پھر امین کی خدمت میں پیش ہوا۔ امین نے کہا مجھے تمہارے پختہ اخلاق اصابت رائے کی اطلاع ہوئی ہے تم میرے معاملہ میں کچھ مشورہ دو۔

وضاح بن حبیب کا امین کو مشورہ:

اس نے کہا جناب والا اب کسی مشورہ کا موقع نہیں رہا زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ جنگ کے متعلق اپنی کامیابی کی جھوٹی افواہیں مشہور کرادیا کریں۔ کیونکہ یہ بات بھی ایک مؤثر حربہ ہے۔ امین نے حسبہ بکیر بن المعتمر کو جو دجیل میں فروکش ہوتا تھا اس کام پر متعین کر دیا۔ چنانچہ جب امین کو کوئی حادثہ پیش آتا یا ان کو لڑائی میں ہزیمت ہوتی وہ اس سے کہتے کہ اس کے متعلق کوئی خبر تراش کر مشہور کرو۔ وہ جھوٹی خبریں مشہور کرتا۔ مگر جب خود لوگ ان کی تصدیق کرنے آتے تب ان پر اس کذب کی حقیقت منکشف ہوتی۔ یہ بکیر بن المعتمر جسے میں نے خود دیکھا ہے ایک تنومند آدمی تھا۔

قصر الخلد کے چبوترے کا انہدام:

کوثر کہتا ہے۔ ایک دن امین نے حکم دیا کہ قصر الخلد میں ایک چبوترے پر فرش کیا جائے۔ چنانچہ زرعی بساط بچھائی گئی اس پر قالین اور دوسرے فرش اس کے مشابہ بچھا دیئے گئے۔ چاندی سونے اور جواہرات کے بہت سے ظروف سجائے گئے۔ امین نے اپنی لونڈیوں کی مہتممہ کو حکم دیا کہ سولونڈیاں آراستہ پیراستہ کر کے تیار کی جائیں۔ اوران کا دس دس کا طائفہ اس طرح ہمارے سامنے بھیجا جائے کہ ان کے سب کے ہاتھ میں عود ہوں اور وہ سب مل کر ایک آواز سے گاتی ہوئی آئیں۔ پہلے مرحلے میں دس بھیجی گئیں جب وہ اس چبوترے پر چڑھ آئیں تو پھر ایک دم اچھل کر سامنے آئیں اور یہ شعر انہوں نے گایا:

هم قتلوه كي يكونوا مكانه   كما غذر رشيوما بكسرى مرازبه

ترجمہ: ''انہوں نے اس کی جگہ لینے کے لیے اسے قتل کر دیا۔ جس طرح کہ ایک دن کسریٰ کے مصاحبین نے دھوکہ سے اسے قتل کر دیا''۔

شعر سن کر امین نے غصے سے اف کہا۔ ان لونڈیوں اور ان کی مہتممہ دونوں پر لعنت بھیجی۔ اوران کو چبوترے سے اتر وا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے مہتممہ کو حکم دیا کہ دوسری دس پیش کی جائیں۔ اب وہ حسب سابق سامنے آئیں اور ایک آواز سے سب نے مل کر یہ شعر گائے:

من كان مسروراً بمقتل مالك   فليات نسوتنا برجه نهارا

يجد النساء حوا سرانبدبنه   يلطما من قبل نبيح الاسحار

ترجمہ: ''جو شخص کہ مالک کے قتل پر خوش ہوا سے چاہیے کہ وہ دن کے وقت ہماری عورتوں کا حال آ کر دیکھے کہ وہ ننگے سر اس پر نوحہ کر رہی ہوں گی۔ اور طلوع فجر سے پہلے وہ اس کے ماتم میں سر پیٹتی ہوں گی''۔

ان اشعار کو سن کر وہ بہت تلملائے اور اس جماعت کو اوّل کی طرح سامنے سے برخاست کرادیا پھر دیر تک سر نیچا کیے سوچتے رہے۔ اب پھر حکم دیا کہ دس اور حاضر کی جائیں۔ اس مرتبہ دوسری دس حسب سابق ایک آواز سے یہ شعر گاتی ہوئی سامنے آئیں:

كليب لعمري كان اكثر ناصرا   وَاليسرة نبا منك طرح بالدم

ترجمہ: ''قسم ہے میری جان کی باوجودیکہ تمہارے مقابلہ میں کلیب کا جرم بھی معمولی تھا اور اس کے مددگار بھی بہت زیادہ تھے۔ پھر بھی وہ ذبح کر دیا گیا''۔

اب تو ان کو تاب نہ رہی۔ فوراً مجلس اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس جگہ کو منحوس سمجھ کر اس کے انہدام کا حکم دے دیا۔

امین کا حزن وملال:

محمد بن دینار کہتا ہے کہ سخت محاصرے کی حالت میں ایک دن امین معزول بہت ہی پریشان اور رنجیدہ بیٹھے تھے' اس وقت دل بہلانے کے لیے انہوں نے اپنے ندیموں کو پاس بلایا اور شراب منگائی ان کی ایک منہ لگی چہیتی لونڈی تھی۔ اس سے کہا کچھ گا کر سنا۔ اور پھر پینے کے لیے شراب کا جام اٹھایا۔ اللہ نے اس کی زبان گنگ کر دی۔ اور صرف یہ شعر بے اختیار اس کی زبان سے نکلا:

کلیب لعمری کان اکثرنا صرا وایسرۃ نبا منك طرج بالدم

سنتے ہی جو پیالہ ان کے ہاتھ میں تھا وہی پھینک کر اس کے مارا اور اسے شیروں کے سامنے ڈالوا دیا۔ دوسرا جام اٹھایا اور دوسری لونڈی طلب کی اس نے یہ شعر گایا:

هم قتلوه كي يكونوا مكانه كما عذرت يوما بكسرى مرازبه

اس مرتبہ پھر انہوں پیالہ اس کے منہ پر پھینک مارا اور پھر دوسرا جام اٹھایا اور دوسری لونڈی کو گانے کا حکم دیا۔ اس نے یہ مصرعہ پڑھا:

قومی هم قتلوا امیم اخی

''میری ہی قوم نے میرے بھائی امیم کو قتل کیا ہے''۔

امین نے پھر وہ جام اس کے منہ پر مارا اور صینی کو لات ماردی اور جس طرح پہلے نہایت متفکر ومتردد تھے پھر ملول ومخزن سوچنے لگے۔ اس واقعہ کے کچھ ہی دن کے بعد وہ قتل کر دیئے گئے۔

فطیم کی وفات پر ام جعفر کی تعزیت:

● جب ان کی بیوی فطیم جوان کے بیٹے موسیٰ کی ماں تھی نے انتقال کیا تو ان کو اس کی موت کا بہت سخت صدمہ ہوا۔ ام جعفر کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے کہا مجھے امیر المومنین کے پاس لے چلو جب وہ ان کے پاس آئی امین نے اس کا استقبال کیا اور بہت ہی غمگین لہجے میں کہنے لگے۔ اماں جان فطیم مرگئی۔ ام جعفر نے یہ شعر پڑھے:

نفسی فداوك لایذهب بك اللهف ففی بقائك ممن قدمعی خلف

عرضت موسى فهانت كل مرزبة ما بعد موسى على مفقودة اسف

ترجمہ: ''میں تم پر قربان' رنج سے اپنے کو ہلاک نہ کرو۔ کیونکہ مرنے والی کے مقابلے میں تمہاری بقا زیادہ ضروری ہے۔ اس کے عوض میں تم کو موسیٰ مل گیا ہے۔ لہٰذا اس نعمت کے مقابلے میں اب کسی مرنے والے پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں''۔

اس کے علاوہ ام جعفر نے یہ بھی کہا۔ اللہ تم کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے صبر دے اور اس صبر کو آخرت میں تمہارے لیے ذخیرہ بنائے۔

ابونواس شاعر کے اشعار:

ابونواس نے رشید کی زندگی میں بنی مضر کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا۔ رشید نے اسے قید کر دیا یہ امین کے برسر ولایت آنے تک قید رہا۔ ان کے قید ہونے کے بعد اس نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا یہ ان کی امارت کے عہد میں بھی ان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس قصیدہ کو جس کا مطلع ہے:

تـذكـر امـيـن الـلـه والعهد بذكر　　　　مـقـامـي و انشاديك الناس حضر

ترجمہ: ''اللہ کے امین کو یاد کرو۔ اور ملاقات یاد رکھی جاتی ہے۔ اس حال میں کہ سب کی موجودگی میں یہاں کھڑا ہوا تم کو اپنے اشعار سنا رہا ہوں''۔

ایک لونڈی نے امین کے سامنے گا کر سنایا انہوں نے پوچھا یہ شعر کس کے ہیں۔ لوگوں نے کہا ابونواس کے کہنے لگے وہ کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا وہ قید میں پڑا ہوا ہے۔ امین نے کہا اب اسے ڈرنا نہ چاہیے اسحٰق بن فراشہ اور سعید بن جابر نے جو امین کے رضاعی بھائی تھے ابونواس سے کہلا کر بھیجا کہ شب گزشتہ امیر المومنین نے تمہارا ذکر کیا اور کہا کہ اب مطمئن رہنا چاہیے۔

ابونواس کی رہائی و اعزاز:

اتنا سن کر ابونواس نے ان کی مدح میں اور شعر لکھے اور ان کو امین کی خدمت میں بھیج دیا۔ جس میں ان کی مدح کے ساتھ قید سے رہائی کی درخواست تھی۔ امین نے ان کو پڑھوا کے سنا اور کہنے لگے۔ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ سچ ہے اسے میرے پاس لاؤ۔ رات کے وقت وہ امین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے اس کی بیڑیاں کٹوا دیں۔ وہ قید سے نکل کر جب ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت بھی اس نے ان کی مدح میں چند شعر پڑھے اس نے اسے خلعت سے سرفراز کیا رہائی دی اور مصاحبین میں شامل کر لیا۔

ابونواس کی طلبی:

احمد بن ابراہیم الفارسی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ابونواس نے شراب پی۔ امین کو ان کے عہد میں اس کی اطلاع کی گئی انہوں نے ابونواس کو قید کر دیا۔ فضل بن الربیع نے تین ماہ تک اسے قید رکھا۔ اس کے بعد امین نے اسے یاد کیا اور دربار میں طلب کیا۔ اس وقت بنو ہاشم وغیرہ دربار میں موجود تھے امین نے اس کے قتل کے لیے تلوار اور چمڑہ بھی طلب کیا۔ اور جب وہ آ گیا تو اب اسے قتل کی دھمکی دینے لگے۔

ابونواس کی رہائی:

ابونواس نے اپنا وہ قصیدہ جس کا مصرعہ اوّل تـذكـر امين الله والعهد بذكر ہے ان کو سنایا۔ امین نے کہا: اچھا اب تو میں معاف کرتا ہوں۔ مگر پھر پی تو؟ ابونواس نے کہا تب آپ کو میرا خون حلال ہے۔ امین نے اسے رہا کر دیا چنانچہ اس کے بعد پھر اس نے کبھی شراب نہیں پی۔ البتہ اسے سونگھ لیتا تھا۔ اور اسی طرف اس نے اپنے اس مصرع میں اشارہ کیا ہے: لا اذروق الـــمـــدام الا شميما میں شراب کو صرف سونگھ لیتا ہوں۔

ابونواس کی اسیری:

ابونواس کا غلام وحیم بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ شراب پینے کی وجہ سے امین اس سے ناراض ہو گئے اور اسے جیل میں ڈال

دیا۔ فضل بن الربیع کا ایک ماموں تھا' وہ قیدیوں کا مفتش تھا۔ اس وجہ سے اکثر ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور ان کے حال کی خبر رکھتا تھا۔ اس اثناء میں بہت سے زندیق قید کیے گئے۔ اس نے ابونواس کو بھی جیل میں ان کے ساتھ دیکھا۔ چونکہ یہ اسے پہچانتا نہ تھا' اس وجہ سے زندیق سمجھ کر اس سے پوچھا اے نوجوان! تو بھی زندیق ہے۔ ابونواس نے کہا: معاذ اللہ مجھے ان سے کیا واسطہ۔ اس نے پوچھا شاید مینڈھے کے پرستاروں میں ہو۔ ابونواس نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ میں تو مینڈھے کو اس کے پشم سمیت نگل جاتا ہوں اس نے کہا تو معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب پرست ہو۔ ابونواس نے کہا یہ بھی غلط ہے میں تو آفتاب سے اس قدر بغض رکھتا ہوں کہ کبھی دھوپ میں بیٹھا نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا تو پھر کس جرم کی پاداش میں تم قید ہو۔ ابونواس نے کہا مجھ پر بے بنیاد تہمت لگائی گئی ہے۔ حالانکہ میں اس سے قطعی بری ہوں اس نے کہا کیا واقعہ یہی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ ابونواس نے کہا بے شک جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ بالکل سچ ہے۔

ابونواس کا ترک شراب کا عہد:

اس نے فضل سے آ کر کہا' کہ اللہ کی بے شمار نعمتوں کا یہ کچھ اچھا شکر یہ نہیں ہے کہ لوگ محض تہمت پر قید کر دیئے جائیں۔ فضل نے پوچھا کیا ہوا اس کے ماموں نے واقعہ بیان کیا۔ فضل مسکرایا۔ اور امین سے آ کر اس کی اطلاع دی۔ امین نے اسے بلایا اور عہد لیا کہ اب وہ آئندہ کبھی شراب نہ پیے گا اور نہ کوئی اور نشہ کرے گا ابونواس نے اس کا اقرار کر لیا۔ امین نے کہا اللہ کے سامنے عہد کرتے ہو اس نے کہا ہاں میں اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اب شراب نہ پیوں گا۔ اسے رہا کر دیا گیا۔ قریش کے بعض شوقین نوجوانوں نے اسے اپنے ہاں بلایا مگر ابونواس نے کہا کہ میں پیوں گا نہیں۔ انہوں نے کہا اگر نہ پیو گے تو کیا ہرج ہے کم از کم اپنی باتوں سے تو ہمیں محفوظ کرو۔ اس کا اس نے اقرار کیا۔ اب ان میں شراب کا دور چلنے لگا۔ جب وہ خود سرشار ہو گئے تو اس سے کہنے لگے کیا اب بھی شراب کی لہک پیدا نہیں ہوئی۔ ابونواس نے کہا بخدا! اب یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے پیوں۔ اور کچھ شعر بھی پڑھے۔

ابونواس کی اسیری کی وجہ:

ابوالورد السبعی کہتا ہے کہ ہم ایک مرتبہ خراسان میں فضل بن سہل کے پاس تھے۔ وہاں امین کا ذکر آ گیا۔ فضل کہنے لگا۔ بھلا امین سے لڑنا کیونکر جائز نہ ہو جب کہ اس کا شاعر اس کے دربار میں یہ شعر کہتا ہو:

الاسقنی خمر اوقدلی هی الخمر و لا تسقنی سرا اذا امکن الجهر

ترجمہ: ''کھڑی ہو۔ مجھے شراب پلا اور یہ کہہ کر دے کہ یہ شراب ہے اور جب علانیہ پینا ممکن ہے تو پھر چھپے چوری سے مت پلا''۔

یہ قصہ امین کو معلوم ہوا۔ انہوں نے فضل بن الربیع کو حکم دیا کہ ابونواس کو پکڑ کر قید کر دو۔

ابونواس کا امین پر طنز:

ابونواس کے بعض دوستوں اور اس کے اشعار کے راویوں نے بیان کیا کہ اس نے کچھ شعر کہے اور آخر میں خود امین پر طنز کیا۔ امین نے اسے طلب کیا۔ اس وقت سلیمان بن ابی جعفر بھی ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب ابونواس ان کے سامنے پہنچا' انہوں نے اسے نہایت فحش ماں کی گالی دی اور کہا حرامزادے تو اپنے اشعار کے ذریعہ سے کمینوں کے ہاں گدائی کرتا پھرتا ہے اور اس پر تیرا یہ غرور کہ تو مجھ پر طنز کرتا ہے اور ہمارے مقابلے میں اپنی غنائے نفس کا مدعی ہے۔ اب آئندہ کبھی تجھے ہمارے ہاں سے کچھ نہیں ملے گا۔

ابونواس پر امین کا عتاب:

سلیمان بن ابی جعفر نے کہا امیر المومنین بخدا! یہ تو مذہب ثنویت کا بڑا رکن ہے۔ امین نے کہا اس کی کیا شہادت ہے۔ سلیمان نے بہت سے آدمیوں کو شہادت میں پیش کیا۔ ان میں سے بعض نے بے شک اس بات کی شہادت دی کہ اس نے ایک بارش کے دن شراب پی۔ اپنے قدح کو زیر سما رکھا۔ اس میں بارش کا ایک قطرہ گرا۔ ابونواس نے کہا کہ ثنویت کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر قطرہ آب کے ساتھ ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے لہٰذا دیکھو اس وقت میں ملائکہ کو پی رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے جام کی شراب پی لی۔ امین نے اسے قید کر دیا۔

اس موقع پر ابونواس نے کچھ شعر کہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے:

ابونواس کے امین کے متعلق طنزیہ اشعار:

یا رب ان القوم قد ظلمونی و بلا اقتراف قعطل جلسونی

ترجمہ: ''اے رب! میری قوم نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ کہ بغیر کسی قصور کے مجھے قید کر دیا''۔

اس کے آخر میں یہ شعر تھا:

ام الامین فلست ارجو رفعه عنی فمن لی الیوم بالمامون

ترجمہ: ''امین سے مجھے یہ توقع نہیں کہ وہ میری حمایت کرے۔ کاش آج مامون یہاں ہوتا''۔

مامون کو ان اشعار کا علم ہوا۔ کہنے لگے بخدا! اگر میں نے اسے پالیا تو میں اس کے ساتھ وہ کروں گا جس کی اسے توقع بھی نہ ہوگی۔ مگر ابونواس مامون کے بغداد آنے سے پہلے ہی مر گیا۔

دعامہ کہتا ہے کہ جب ابونواس کی قید کو زمانہ گزر گیا تو اس نے حالت قید میں یہ شعر کہے:

احمد واللہ جمیعا یا جمیع المسلمینا
ثم قولوا لا تملو ربنا ابق الامینا
صیر الخصیان حتی صیرا لتعنین الدنیا
فاقتدی الناس جمیعا بامیر المومنینا

ترجمہ: ''ہم تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ کی حمد کریں۔ پھر بلا تردد کہو کہ اے ہمارے رب! تو امین کو زندہ رکھ۔ اس نے اس قدر خصی بنائے ہیں کہ اب نامرد بنانے کا عام طریقہ رائج ہو گیا ہے اور اب تمام لوگوں نے اس باب میں امیر المومنین کی اقتداء کی ہے''۔

جب یہ اشعار خراسان میں مامون کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ توقع ہے کہ وہ میرے پاس بھاگ آئے گا۔

بزلہ سنج شاعر کی طلبی:

طاہر سے لڑائی کے اثناء میں ایک رات امین معزول رات کو دیر تک جاگتے رہے۔ انہوں نے آواز دی کوئی ہو تو ہم سے آ کر باتیں کرے ان کے حاشیہ کے لوگوں میں سے کوئی ان کے پاس نہیں گیا انہوں نے اپنے حاجب کو آواز دی اور اس سے کہا کہ میرے دل میں بہت سے خطرات آ رہے ہیں کسی بزلہ سنج شاعر کو میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ اس سے باتیں کر کے میں یہ بقیہ رات بسر کر دوں۔

امین کی ابونواس سے فرمائش:

حاجب نے ان کے پاس سے نکل کر سب سے قریب تر شخص کا رخ کیا۔ ابونواس مل گیا۔ اس نے اس سے کہا کہ امیر المومنین بلاتے ہیں۔ ابونواس نے کہا تم کو شاید مغالطہ ہوا ہے۔ کسی دوسرے شخص کو طلب کیا ہوگا حاجب نے کہا نہیں میں تم کو لینے آیا ہوں۔ غرض کہ ابونواس امین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امین نے پوچھا کون؟ اس نے کہا آپ کا خادم حسن بن الہانی جو کل تک آزاد تھا۔ امین نے کہا خوف مت کرو۔ اس وقت میرے قلب میں کچھ امثال آئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان کو اشعار میں نظم کر دو اگر تم نے اس کام کو کر دیا تو جو مانگو گے دوں گا۔ ابونواس نے کہا وہ کیا ہیں امین نے کہا: عفا الله عما سلف. و بئس و الله ماجری فرس. و اکسری عودا علی انفك اور و تمنعی اشهی لك. ابونواس نے کہا بہتر ہے۔ میرے لیے چار نہایت عمدہ جسم اور ساخت کی باندیاں منگوائیے۔ امین نے ان کے لانے کا حکم دیا۔

ابونواس کے اشعار:

ابونواس نے یہ شعر پڑھے:

فقدت طول اعتلالك و ما اریٰ فی مطالك
لقد اردت جفائی! و قد اردت وصالك
ماذا اردت بهذا تمنعی اشهی لك

ترجمہ: ''ایک مدت سے تو حیلے بہانے کر رہی ہے۔ تو چاہتی ہے کہ میں تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں اور میں تیرے وصال کا متمنی ہوں۔ اس انکار اور ٹالنے کا غالباً یہ مطلب ہے کہ تیرے اغراض سے تیری خواہش میں اضافہ ہو''۔

اشعار سنا کر ابونواس نے ایک باندی کا ہاتھ پکڑ کر اسے علیحدہ کر لیا اور پھر یہ شعر سنائے:

قد صحت الایمان من حلفك و صحت حتی مت من خلفك
بالله یا سننی احنثی مرة ثم اکسری عود اعلی انفك

ترجمہ: ''قسمیں تیرے حلف سے درست ہوئیں اور تیں تندرست ہو کر تیری وعدہ خلافی سے مر مٹا۔ اے بی بی خدا کے لیے ایک مرتبہ اپنی قسم کو توڑ دے اس کے بعد جو چاہے کر''۔

ابونواس نے دوسری باندی کا ہاتھ پکڑ کر اسے علیحدہ کر لیا۔ اور پھر یہ شعر پڑھے:

فدیتك ماذا الصلف واشتمك اهل الشرف

ترجمہ: ''میں تجھ پر قربان شرفا کے ساتھ تیرا یہ جور اور ان کو ملامت کرنا کیسا۔

صلی عاشقا مذنفا فداعتب مما اقترف

ترجمہ: تو اس عاشق بے تاب پر جو اپنی محبت کی وجہ سے معتوب ہے رحم کر۔

و لا تذکری ما مضی عفا الله عما سلف

ترجمہ: گذشتہ کو یاد مت کر کیونکہ گزری ہوئی بات کو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے۔

اس کے بعد اس نے تیسری باندی کو علیحدہ کیا اور پھر یہ شعر سنائے:

و باعثات الی فی الفلس ان ائتنا و احترس من العس

ترجمہ: ''بہت سی عورتیں مجھے ظلمت شب میں اپنے پاس بلاتی ہیں اور ہدایت کرتی ہیں کہ رات کے پہرے داروں سے بچوں۔

حتی اذا نوم العدلۃ و لم اخش رقیبا و لا منا قبس

ترجمہ: جب دشمن سو گئے اور مجھے کسی رقیب ماروشنی کا اندیشہ نہ رہا۔

رکبت مھری وقد طربت الی حور حسان نوا عمر لعس

ترجمہ: میں اپنے جوان گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت ہی شوق وطرب میں ایک نہایت خوبصورت حور لقا نرم اور گداز بدن محبوبہ کی طرف جس کے ہونٹوں پر مسی ملی ہوئی تھی لپکا۔

فجئت و الصبح قد نھص لہ فبئس و اللہ ماجری فرسی

ترجمہ: میں اس کے پاس اس وقت آیا جب کہ صبح نمودار ہو چکی تھی' اور اب میرے گھوڑے کی اس تک و دو کا کوئی فائدہ نہ ہوا''۔

امین نے کہا یہ سب باندیاں تم لے لو۔ اللہ تمہیں مبارک کرے۔

امین کا سرکاری فرش تلف کرنے کا حکم:

جب امین خلیفہ ہوئے تو رشید کے خدمت گار حسین نے ان کے ایک مکان میں جو دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ ایک نہایت ہی عمدہ اور بیش بہا سرکاری فرش بچھوا دیا اور امین سے کہا کہ آپ کے والد کے پاس جب دوسرے بادشاہ کے سفیر آتے تھے تو وہ اسی فرش کو اس موقع پر بچھوایا کرتے تھے اور اس سے بہتر ان کے پاس کوئی دوسرا فرش نہ تھا۔ اس وجہ سے میں نے آپ کے لیے اسی کو بچھوایا ہے امین کہنے لگے مگر میں تو چاہتا تھا کہ میری خلافت کے عہد میں سب سے پہلے مروراج (قدیم ایرانی دربار کا قالین) بچھایا جاتا۔ اس فرش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ چنانچہ خدمت گاروں نے اور فراشوں نے اس قیمتی فرش کی دھجیاں اڑا دیں۔

ابراہیم بن المہدی کے ایک شعر کی قیمت:

ابراہیم بن المہدی نے ایک دن یہ شعر امین کو گا کر سنایا:

ھجرتك حتی قیل لا یعرف الفلی و زرتك حتی قیل لیس لہ صبرٌ

ترجمہ: ''میں تجھ سے جدا ہوا تو کہا گیا کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ نفرت کیا ہوتی ہے۔ میں تیرے پاس آیا تو کہا گیا کہ تمہارے دیکھے بغیر اسے صبر نہیں''۔

شعر سن کر امین کو وجد آ گیا۔ اور انہوں نے حکم دیا کہ اس کی کشتی کو سونے سے بھر دیا جائے۔

مخارق کو جبوں کا عطیہ:

مخارق بیان کرتا ہے کہ میں ایک مرتبہ امین کے پاس تھا' اس روز بارش ہو رہی تھی' وہ صبح کی شراب پی رہے تھے' میں ان کے

قریب بیٹھا گا رہا تھا' اس وقت وہاں اور کوئی ان کے پاس نہ تھا وہ ایک نہایت عمدہ زرتار کا جبہ پہنے تھے۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت جبہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وجہ سے میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے یہ تم کو بہت پسند ہے۔ میں نے عرض کیا میرے آقا بے شک یہ بہت خوبصورت ہے مگر آپ کا چہرہ اس کے لیے باعث حسن ہے۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو نظر بد سے بچائے۔ امین نے غلام کو آواز دی وہ حاضر ہوا۔ انہوں نے ایک دوسرا جبہ طلب کیا۔ اسے خود پہن لیا اور جو پہلے پہنے ہوئے تھے۔ وہ مجھے عطا کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر میں ان کو غور سے دیکھنے لگا۔ انہوں نے مجھ سے وہی سوال کیا جو پہلے کر چکے تھے' میں نے بھی حسب سابق ان کو جواب دیا۔ انہوں نے اس جبے کو بھی مجھے دے دیا اسی طرح تین جبے انہوں نے مجھے اس جلسے میں عطا فرمائے۔

امین کی مخارق سے خفگی:

مگر جب انہوں نے ان جبوں کو میرے جسم پر دیکھا تو اب وہ اپنی عطا پر سخت نادم ہوئے۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ میر بکاول کو جا کر حکم دے کہ وہ ہمارے لیے گوشت بھون کر لائے اور اسے بڑی ترکیب سے تیار کرے اور ابھی لائے۔ غلام گیا اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ ایک خوان لے کر حاضر ہوا۔ یہ ایک چھوٹا سا خوان تھا جو بہت ہی نازک اور سبک بنا ہوا تھا۔ اس کے وسط میں بہت سا چکنا اور فربہ پکا ہوا گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا اور دو روٹیاں تھیں۔ یہ خوان ان کے سامنے رکھ دیا گیا۔ انہوں نے ایک لقمہ توڑا اور اسے کھانے کے لیے دستر خوان پر جھکے۔ مجھ سے کہا مخارق تم بھی کھاؤ۔ میں نے معافی چاہی۔ کہنے لگے نہیں تم کو کھانا پڑے گا۔ مجبوراً میں نے بھی ایک لقمہ توڑا۔ اور گوشت کا کچھ حصہ لے کر ہاتھ سے اپنے منہ میں رکھا۔ میری اس حرکت پر برہم ہو کر کہنے لگے تجھ پر اللہ کی مار تیری حرص نے میرا سارا مزا خراب کر دیا۔ کیوں تو نے اسے اپنا ہاتھ لگایا۔ یہ کہہ کر اب انہوں نے وہ کباب اپنے ہاتھ سے اٹھا کر میری گود میں پھینک دیا اور کہا کہ چل اٹھ جا میں کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کی تمام چکنائی اور روغن جبوں سے بہنے لگا۔ میں نے ان کو اتار کر اپنے گھر بھیج دیا اور پھر دھوبیوں اور زربافوں کو بلا کر اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ ان کے یہ داغ مٹ جائیں اور وہ جبے پھر اصلی حالت پر عود کریں مگر اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔

عبیداللہ بن ابی غسان کا بیان:

عبیداللہ بن ابی غسان بیان کرتا ہے کہ شدید سردی کے موسم میں ایک دن میں امین کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہ اس وقت اپنی ایک تنہا مجلس میں اکیلے بیٹھے تھے' اور اس قدر بیش قیمت اور اعلیٰ درجہ کا فرش وہاں بچھا ہوا تھا کہ اس کی نظیر میری نظر سے نہیں گزری تھی اور اس روز تین دن و رات گزر چکے تھے کہ میں نے نبیذ کے علاوہ کچھ نہ کھایا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھ سے بات بھی نہیں کی جاتی تھی اور نہ کچھ سمجھ میں آتا تھا۔ میں پیشاب کے بہانے اٹھا اور میں نے ایک خاصہ کے خدمت گار سے کہا کہ میں مر رہا ہوں کسی ترکیب سے مجھے کوئی ایسی چیز کھلاؤ کہ میرے کلیجے میں ٹھنڈک پڑے۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ دیکھو میں ابھی ایک بات بتاتا ہوں۔ دیکھو میں کیا کرتا ہوں تم صرف میرے قول کی تصدیق کر دینا۔

عبیداللہ بن ابی غسان کا خربوزہ کھانے کا واقعہ:

جب امین پھر مجلس میں آ کر متمکن ہوئے خدمت گار مجھے دیکھ کر مسکرا دیا۔ امین نے پوچھا کیوں مسکرائے۔ اس نے کہا کچھ

نہیں سرکار! امین برہم ہو گئے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ عبید اللہ بن ابی غسان بھی بڑے مزے کے آدمی ہیں کہ یہ خربوزے سے بہت ہی سخت گھبراتے ہیں۔ اس کی خوشبو تک انہیں گوارا نہیں۔ امین نے پوچھا کیا واقعی یہ بات ہے۔ عبید اللہ نے کہا جی ہاں سرکار مجھے خربوزہ سے بہت ہی نفرت ہے۔ کہنے لگے اس کے اس قدر خوش ذائقہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود تم اس سے اس قدر کراہت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کیا عرض کیا جائے۔ ہے تو یہی۔ امین کو بڑی حیرت ہوئی انہوں نے اسی وقت خربوزہ طلب کیا۔ متعدد پیش کیے گئے۔ ان کو دیکھتے ہی عبید اللہ کانپنے لگا اور ڈرتے ڈرتے دور ہٹنے لگا۔ امین نے حکم دیا کہ اس کو جانے نہ دو۔ پکڑلو۔ اور اس کے سامنے خربوزے رکھو اب عبید اللہ اور بھی زیادہ منہ بنانے لگا۔ اور ان کے کھانے سے تو بہ وتحاشی کرنے لگا۔ امین ہنسنے لگے۔ اس نے کہا ایک کھاؤ۔ عبید اللہ نے کہا سرکار آپ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ بخدا! اس کے کھاتے ہی میرے پیٹ میں جو کچھ ہوگا اس میں ہیجان پیدا ہوگا اور بہت سے امراض اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں اپنے بارے میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کر دیں کہنے لگے یہ خربوزہ کھالو اور میں اللہ کے سامنے اس بات کا عہد واثق کرتا ہوں کہ یہ تمام فرش تم کو دے دوں گا۔ میں نے کہا اس کے کھاتے ہی جب میں مر جاؤں گا تو یہ فرش میرے کس کام کا۔ غرضیکہ میں برابر انکار کرتا رہا اور وہ اصرار کرتے رہے۔ خدمت گار چھری لائے اور اسے تراش کر اس کی قاشیں میرے منہ میں ٹھونسنے لگے۔ دکھانے کے لیے تو میں شور مچا رہا تھا اور اپنی سخت بے چینی کا اظہار کرتا رہا۔ مگر اسی کے ساتھ مزے سے اس کی قاشیں نگلتا رہا اور امین پر یہ ظاہر کرتا رہا کہ بہت ہی جبر واکراہ سے کھا رہا ہوں۔ اسی حالت میں میں اپنا سر پیٹتا رہا اور چلاتا بھی رہا۔ وہ ہنستے رہے۔

عبید اللہ بن ابی غسان کو فرش کا عطیہ:

جب میں کھا چکا تو اس مجلس دوسری مجلس چلے گئے اور فراشوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ فرش میرے گھر لے جائیں اس دوسرے کمرے میں انہوں نے میرے ساتھ پھر وہی کیا۔ کہ یہاں بھی زبردستی ایک خربوزہ مجھے کھلایا اور اس کا فرش بھی عطا کر دیا۔ تیسرے کمرے میں گئے اور وہاں پھر مجھے بلا کر ایک خربوزہ کھلایا اور اس کا فرش بھی عطا کر دیا۔ اس طرح اس روز انہوں نے مجھے تین نہایت ہی بیش قیمت فرش عطا کیے اور تین خربوزے کھلائے اس ترکیب سے بخدا! میری حالت درست ہوگئی اور میری جان میں جان آ گئی۔ امین ہاتھ منہ دھونے چلے گئے۔

منصور بن المہدی جو امین کا بڑا خیر خواہ بنتا تھا میرے پاس آیا میں بھی اس بات کو سمجھتا تھا۔ کہ دینے کو تو امین نے یہ فرش دے دیئے ہیں مگر بعد میں ان کو سخت ندامت ہوگی چنانچہ ان کی غیبت میں منصور میرے پاس آیا۔ اسے امین کی اس فیاضی کی اطلاع ہو چکی تھی اور کہنے لگا اے فاحشہ زادے تو اس طرح دھوکہ دے کر امیر المومنین کے مال پر قبضہ کرتا ہے۔ دیکھ میں تجھے اس کی کیا سزا دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا جناب دراصل واقعہ اور سبب تو یہ ہے۔ اب آپ مجھے قتل کر کے گنہگار ہوں یا معاف کر کے احسان کریں۔ میں اب آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا۔ اس نے کہا اچھا ہم نے معاف کر دیا۔

منصور کا عبید اللہ بن ابی غسان سے مذاق:

منہ ہاتھ دھو کر امین پھر مجلس میں آئے حکم دیا کہ اس حوض پر فرش کیا جائے فرش بچھا دیا گیا۔ وہ اور ہم سب اس پر بیٹھ گئے۔ حوض پانی سے بھرا ہوا تھا۔ کہنے لگے چچا جان میں چاہتا ہوں کہ عبید اللہ کو اس حوض میں ڈال دوں اور پھر آپ اس کی حالت کو دیکھ کر

خوب ہنسیں۔ منصور نے کہا۔ جناب والا آپ ایسا نہ کریں۔ ایک تو آج سردی اس قدر شدید دوسرے پانی میں برف ہے۔ اگر آپ اسے پانی میں ڈال دیں گے تو گویا اس کو مار ڈالیں گے۔ میں اس سے بھی اچھی ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ وہ اس کے ساتھ کی جائے۔ امین نے پوچھا وہ کیا۔ منصور نے کہا وہ یہ کہ آپ اسے تخت سے باندھ کر غسل خانہ کے دروازے پر چھوڑ دیں تاکہ جو شخص پیشاب کرنے جائے وہ اس کے سر پر موتے کہنے لگے خوب بات بتائی۔ ایک چوکی طاب کی اس پر مجھے باندھا گیا اور پھر ان کے حکم سے خدمت گاروں نے مجھے لا کر غسل خانے کے دروازے پر ڈال دیا۔ اب خدمتگاروں نے آ کر اپنے کمر بند مجھ پر کھولے اور محض امین کو دکھانے کے لیے جھوٹ موٹ مجھ پر پیشاب کرنے لگے۔ میں دہائی دینے لگا وہ بہت دیر تک یہ تماشہ کراتے رہے اور ہنستے رہے۔ اس کے بعد مجھے کھول دیا گیا۔ میں ظاہر کرتا رہا کہ پیشاب کی بدبو سے گویا میں سخت پریشان ہوں۔ اس بنا پر میرے کپڑے بدلوائے گئے اور مجھے انعام بھی دیا گیا۔

امین کا سموسے تیار کرنے کا حکم:

فضل بن الربیع امین معزول کا حاجب بیان کرتا ہے۔ میں ایک دن ان کے سرہانے کھڑا تھا۔ دن کا کھانا پیش ہوا۔ اکیلے انہوں نے اسے کھالیا اور عجیب طریقہ سے کھایا۔ حالانکہ ان سے پہلے خلفاء کے کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ باورچی خانے میں جس قدر کھانے پکتے تھے وہ ان سب کو پہلے چکھ لیتے تھے۔ اور پھر بعد میں اپنا خاصہ تناول کرتے تھے۔ جب اس قدر کھا چکے تو سر اٹھا کر اپنی ماں کے خدمت گار ابوالعنبر کو حکم دیا کہ باورچی خانے جاؤ اور باورچیوں کو حکم دو کہ وہ میرے لیے سموسے تیار کریں اس طرح کہ آٹے کی لوئی تیار کر کے اسے لانبا کریں پھر اسے نہ توڑیں اور اس میں مرغ کی چربی۔ مکھن' پودینہ انڈے' پنیر' زیتون اور جوز بھر دیں اس قسم کے بہت سے سموسے تیار کر جلد لے آئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک چوکور خوان میں یہ سموسے اس طرح تلے اوپر رکھے ہوئے کہ وہ ایک مخروطی مینار سا بن گیا۔ امین کی خدمت میں پیش کیے گئے انہوں نے پہلے ایک اٹھا کر کھایا اس کے بعد دوسرا اور تیسرا۔ یہاں تک کہ اسی طرح ایک ایک کر کے وہ سب چٹ کر گئے۔

مخارق اور ابراہیم کی طلبی:

مخارق کہتا ہے کہ ایک رات مجھے ایسی بات پیش آئی کہ اس کی نظیر نہیں رات گئے میں اپنے گھر میں تھا کہ امین کا آدمی جب کہ وہ خلیفہ تھے مجھے بلانے آیا۔ اور وہ مجھے نہایت تیزی کے ساتھ ان کے قصر میں لایا۔ میں اندر آیا میں نے دیکھا کہ ابراہیم بن المہدی کو بھی میری طرح اسی وقت طلب کیا گیا ہے اور وہ اور میں ایک ساتھ آستانے پر حاضر ہوئے تھے وہ قصر کے صحن میں آنے والے دروازے پر آیا۔

امین کا رقص:

ہم نے دیکھا کہ تمام صحن میں بڑی بڑی شمعیں روشن ہیں اور ان کی روشنی سے رات دن بنی ہوئی ہے۔ خود امین ایک برجی میں جلوہ افروز ہیں اور تمام محل لونڈیوں اور خدمت گاروں سے بھرا ہوا ہے۔ بھانڈ نقل کر رہے ہیں اور امین اس برجی میں سب کے بیچ میں کھڑے ہوئے ناچ رہے ہیں۔ ہم سے خدمت گار نے آ کر کہا کہ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ تم اسی مقام پر اس دروازے میں صحن سے متصل کھڑے ہو جاؤ اور میری آواز کے ساتھ ملا کر شہنائی بجاؤ چنانچہ ہماری شہنائی لونڈیوں اور بھانڈوں کی آواز میں موسیقی کی یکسانی پیدا ہوگئی۔

یہ نظم تھی جو ہم سب گا رہے تھے:

هذی دنانیر فنسانی و اذکرها

''یہ دینار مجھے بھلا دیتے ہیں مگر میں ان کو یاد کرتا ہوں''۔

میں اور ابراہیم دونوں اپنے حلق پھاڑ پھاڑ کر اس نفیری کی گت کو صبح تک گاتے رہے اور امین اسی طرح بغیر کسی تعب اور محنت کے محسوس کیے اپنے دیوان میں ناچتے رہے۔ ناچتے ناچتے کبھی وہ ہمارے اتنے قریب آ جاتے تھے کہ ہم ان کو دیکھ لیتے اور کبھی ہمارے اور ان کے درمیان باندیاں اور خدمت گار حائل ہو جاتے تھے اسی طرح صبح ہو گئی۔

حسین بن فراس کے مولیٰ کا بیان:

حسین بن فراس بنی ہاشم کا مولیٰ بیان کرتا ہے کہ امین کے عہد میں مجاہد اس شرط پر کہ ان کو مال غنیمت کا خمس دیا جائے گا جہاد کے لیے گئے چنانچہ جب خمس تقسیم ہوا تو ایک ایک غازی کے حصے میں چھ چھ دینار آئے یہ اس زمانے کے اعتبار سے بڑی رقم تھی۔

فضل بن ربیع کی ابونواس کے لیے سفارش:

ابن الاعرابی کہتا ہے کہ جب حسن بن ہانی (ابونواس) فضل بن الربیع کے سامنے پیش ہوا میں وہاں موجود تھا۔ فضل نے کہا۔ امیر المومنین سے شکایت کی گئی ہے کہ تم زندیق ہو اور وہ اس الزام سے قسمیں کھا کھا کر اپنی برات کرنے لگا۔ مگر فضل بار بار اس سے کہتا جاتا تھا کہ میں کیا کروں امیر المومنین سے تمہاری اس قسم کی شکایت ہوئی ہے۔ ابونواس نے اس سے درخواست کی کہ آپ امیر المومنین سے میری سفارش کریں۔ فضل نے اس کی سفارش کی اور امین نے اسے رہا کر دیا۔ اس رہائی کے بعد اس نے فضل کی تعریف میں کچھ شعر کہے۔

ابونواس کی ابوحبیب سے درخواست:

مگر ابوحبیب الموشی کہتا ہے کہ ایک دن میں مونس بن عمران کے ہمراہ فضل کے پاس جا رہا تھا اثنائے راہ میں مونس نے مجھ سے کہا۔ چلو ذرا ابونواس سے ملتے چلیں۔ ہم دونوں جیل میں اس کے پاس آئے۔ اس نے مونس سے پوچھا اے ابوعمران کہاں کا قصد ہے۔ اس نے کہا میں ابوالعباس فضل بن الربیع کے پاس جا رہا ہوں۔ ابونواس نے کہا کیا میرا یہ رقعہ تم ان کو پہنچا دو گے۔ اس نے کہا ہاں! میں لے جاتا ہوں۔ ابونواس نے اس رقعہ میں چند شعر لکھ دیئے اور یہی اشعار اس کی رہائی کا سبب بنے۔

شراب کی تعریف میں ابونواس کے اشعار:

جب امین نے ابونواس کا یہ شعر:

الا سقنی خمراً — وَ قُلْ لِی هِیَ الخَمْرُ

سنا اور نیز دوسرے وہ اشعار جس میں اس نے شراب کی مدح اور آرزو کی تھی' سنے:

اسقینها یا ذفافه — مزة الطعم سلافه

ذل عندی من قلاها — لرجاء او ضحافه

مثل مازل رضاعت بعد هارون الخلافه

ترجمہ: ''اے ذفافہ! تو مجھے خالص تیز وتند اور تلخ شراب پلا۔ میرے نزدیک ہر وہ شخص جو کسی طمع یا خوف کی وجہ سے شراب کو برا نہ سمجھتا ہے۔ ایسا ہی ذلیل وخوار ہے جس طرح کہ ہارون کے بعد خلافت ذلیل وخوار ہوگئی ہے''۔

اور پھر یہ شعر سنا:

فجاء بها زينية ذهبية

فلو نستطع دون السجود لها صبرا

ترجمہ: ''وہ ایسی سنہرے رنگ کی دمکتی ہوئی شراب لایا کہ ہم کو مجبوراً اسے سجدہ کرنا ہی پڑا''۔

انہوں نے ابونواس کو قید کر دیا اور اس سے کہا کہ بلاشبہ تو کافر اور زندیق ہے اس موقع پر ابونواس نے فضل بن الربیع کو ایک منظوم درخواست لکھ کر بھیج دی اس میں اپنی برأت ظاہر کی اور اس کی خوشامد کی تاکہ وہ امین سے اس کی سفارش کرے۔

باب ۸

خلیفہ مامون عبداللہ

ہرش کی بغاوت:

اس سال جولڑائی امین و مامون کے درمیان ہو رہی تھی' بالکل ختم ہوگئی اور تمام مشرق' عراق اور حجاز نے مامون کی اطاعت قبول کر لی اس سال کے ماہ ذی الحجہ میں ہرش نے انفار ارازل اور بدیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حکومت کی خلاف علم بغاوت برپا کر دیا۔ اور اپنے زعم میں آل محمد میں سے کسی بہتر شخص کے انتخاب کے لیے دعوت دی یہ نیل آیا۔ وہاں اس نے مال گزاری وصول کی۔ تاجروں پر غارتگری کی' دیہات کو لوٹ لیا اور مویشی ہنکا لے گیا۔

حسن بن سہل کی ولایت:

امین کے قتل اور تمام لوگوں کے مطیع ہو جانے کے بعد اس سال مامون نے اس تمام جبال' فارس' اہواز' بصرے' کوفے' حجاز اور یمن کے علاقوں پر جن کو طاہر نے فتح کیا تھا۔ فضل بن سہل کے بھائی حسن بن سہل کو والی مقرر کیا۔

طاہر کو نصر بن شبث پر فوج کشی کا حکم:

اور طاہر کو جو اس وقت بغداد میں مقیم تھا۔ حکم بھیجا کہ وہ اپنے تمام زیر اقتدار علاقوں کو حسن بن سہل کے نائبوں کے حوالے کر دے۔ اور وہ خود رقہ جا کر نصر بن شبث سے لڑے اور اس کے بجائے ہم تم کو موصل جزیرہ شام اور تمام ممالک مغربی کا والی مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ حسن کا نائب علی بن سعید عراق کا والی خراج مقرر ہو کر عراق آ گیا۔ مگر جب طاہر نے فوج کی تمام معاش ادا نہ کر دی محکمہ خراج کو اس کے حوالے نہیں کیا۔ البتہ ادائی معاش کے بعد اس نے اسے جائزہ دے دیا۔

امیر حج عباس بن موسیٰ:

اس سال مامون نے ہرثمہ کو خراسان بلا بھیجا۔ اس سال عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۱۹۹ھ کے واقعات

اس سال حسن بن سہل عراق کا والی عام مقرر ہو کر بغداد آیا اور یہاں آ کر اس نے تمام اضلاع اور شہروں میں اپنے عامل اور عہدیدار مقرر کیے۔ اس سال جمادی الاولیٰ میں طاہر رقہ روانہ ہوا۔ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد بھی اس کے ہمراہ رقہ روانہ ہوا۔ اور اسی سال ہرثمہ خراسان روانہ ہوا۔ اس سال ازہر بن زہیر بن المسیبہ ہرش کے مقابلے کے لیے گیا اور اس نے ماہ محرم میں اسے قتل کر دیا۔

محمد بن ابراہیم ابن طباطبا:

اس سال محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جمعرات کے دن ۱۵/ جمادی الآخر کو کوفہ میں خروج کیا اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بہتر شخص کو خلیفہ منتخب کرنے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے

کی دعوت دی اسی کو ابن طباطبا کہا جاتا ہے۔ ابوالسرایا السری بن منصور جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہانی بن قبصیہ بن ہانی بن مسعود بن عامر بن عمرو بن ابی ربیعہ بن ذہل بن شیبان کی اولاد میں تھا۔ ابن طباطبا کی اس تحریک کا اصل کار پرداز اس کا وزیر با تدبیر اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔

مامون کی نظر بندی کی افواہ:

اس کے خروج کی وجہ میں ارباب سیر کا اختلاف ہے' بعضوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ ان علاقوں کی ولایت سے جن کو طاہر نے فتح کیا تھا۔ جب مامون نے اسے بدل دیا اور اس کی جگہ حسن بن سہیل کو مقرر کیا تو عراق میں یہ بات مشہور ہوئی کہ فضل بن سہل نے مامون پر بالکل قبضہ کر لیا ہے۔ نیز اس نے مامون کو ایک قصر میں نظر بند کر دیا اور کسی کو ان سے ملنے نہیں دیتا۔ چاہے عوام ہوں یا خالص امراء اور قریبی اعزا اور وہی بغیر ان کی رائے خواہش اور مشورہ کے تمام امور سلطنت کو اپنی استبداد نہ رائے سے سر انجام دے رہا ہے۔ اس خبر سے عراق کے بنی ہاشم اور دوسرے عمائد سے ایک جوش پیدا ہو گیا۔ اور انہوں نے فضل بن سہل کے اس طرح مامون پر قابو پایا جانے بہت ہی برا سمجھا۔ اسی وجہ سے یہ سب کے سب حسن بن سہل پر چیرہ دستی کرنے لگے عراق کے تمام شہروں میں فساد برپا ہو گیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ابن طباطبا نے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں کوفے میں خروج کیا۔

محمد بن ابراہیم کا کوفہ پر قبضہ:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوالسرایا ہرثمہ کے تحتانی عمال میں تھا اس نے اس کی معاش دینے میں دیر لگائی اور اسے مؤخر کر دیا۔ اس بنا پر ابوالسرایا ہرثمہ سے بگڑ کر کوفہ چلا آیا۔ یہاں اس نے محمد بن ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ تمام کوفہ والوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں مستقل اقامت اختیار کی۔ اطراف کوفہ کے رہنے والے اور بدوی وغیرہ اس کی حمایت کے لیے اس کے پاس آئے۔

زہیر بن میسّب کی کوفہ پر فوج کشی:

اس سال حسن بن سہل نے زہیر بن المسیب کو اس کی جمعیت کے ساتھ کوفہ روانہ کیا۔ جب ابن طباطبا کوفہ میں داخل ہوا ہے اس وقت سلیمان بن ابی جعفر المنصور' حسن بن سہل کی جانب سے وہاں کا عامل تھا۔ مگر وہ خود تو کوفہ میں تھا نہیں۔ البتہ اس کا نائب خالد بن مجمل الضبی اس کے بجائے کوفہ پر متعین تھا جب اس کی اطلاع حسن بن سہل کو ہوئی وہ سلیمان پر بہت ناراض ہوا اور بگڑا۔ حسن نے اسے بزدل ٹھہرایا اور اب اس نے زہیر بن المسیب کو دس ہزار فوج کے ساتھ جس میں سوار اور پیادہ دونوں کی طرح فوجیں تھیں کوفے بھیجا۔ جب یہ فوج کوفہ کی طرف بڑھی اور اس کی پیش قدمی کی خبر باغیوں کو ہوئی وہ پہلے تو کوفہ سے نکل کر مقابلے کے لیے آمادہ ہوئے مگر جب مقابلہ کی اپنے میں طاقت نہ پائی تو شہر ہی میں ٹھہرے رہے البتہ جب زہیر قریہ شاہی پہنچ گیا تو اب کوفہ والے بھی شہر سے نکل کر آگے بڑھے اور پھر ٹھہر گئے۔ قنطرہ پہنچ کر زہیر نے ان کے سامنے آ کر منگل کی شام کو صعب پر پڑاؤ کیا۔

زہیر بن میسّب کی شکست:

دوسری دن علی الصبح اس نے کوفہ والوں پر حملہ کر دیا۔ مگر انہوں نے اسے بری طرح شکست دی۔ اس کی فرودگاہ لوٹ لی اور

جس قدر روپیہ اسلحہ جانور اور دوسرا اسباب و سامان زہیر کے ساتھ تھا اس سب پر قبضہ کرلیا۔ یہ بدھ کے دن کا واقعہ ہے۔

ابن طباطبا کا انتقال:

اس کے دوسرے ہی دن یعنی جمعرات یکم رجب ۱۹۹ھ کو محمد بن ابراہیم ابن طباطبا نے یکا یک انتقال کیا۔

ابن طباطبا کی وفات کی وجہ:

اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ابوالسرایا نے اسے زہر دے دیا۔ اور اس زہر دینے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ابن طباطبا نے زہیر کی فرودگاہ کی ہر شے پر قبضہ کرلیا تو اس نے ابوالسرایا کو اس میں دخل و تصرف کی قطعی ممانعت کردی۔ تمام فوج ابن طباطبا کی مطیع تھی۔ اس طرز عمل سے ابوالسرایا پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن طباطبا کے ہوتے ہوئے اسے کچھ اختیار نہیں۔ اس نے ابن طباطبا کو زہر دے دیا۔

ابوالسرایا کی کارگزاری:

اس کے مرنے کے بعد ابوالسرایا نے ایک بے ریش و بے بروت لڑکے محمد بن محمد بن یزید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اس کی جگہ بٹھا دیا۔ اس طرح اب اس دعوت کا اصلی کارفرما اور مختار کل ابوالسرایا ہوگیا وہی احکام نافذ کرتا تھا وہی عزل و نصب کرتا اور سارے اختیارات اسی کو حاصل تھے۔

عبدوس بن محمد بن خالد المروذی کی کوفہ کی جانب پیش قدمی:

جس روز زہیر کو شکست ہوئی اسی دن وہ قصر ابن ہبیرہ واپس آ کر وہاں فروکش ہوگیا۔ اس کے کوفہ روانہ ہوجانے کے بعد ہی حسن بن سہل نے عبدوس بن خالد المروذی کو نیل بھیج دیا تھا۔ مگر زہیر کی ہزیمت کے بعد عبدوس حسن بن سہل کے حکم سے کوفے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ جب یہ اپنی فوج کے ساتھ جامع پہنچا اس وقت زہیر قصر میں موجود تھا۔

عبدوس بن محمد کا قتل:

خود ابوالسرایا عبدوس کی طرف بڑھا۔ اور اتوار کے دن جب کہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں تیرہ راتیں باقی تھیں۔ اس نے خود جامع پر پیش قدمی کرکے عبدوس پر حملہ کردیا۔ اسے قتل کردیا۔ ہارون بن محمد بن ابی خالد کو گرفتار کرلیا اور اس کی فردگاہ کو لوٹ لیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس موقع پر عبدوس کے ساتھ چار ہزار شہ سوار تھے' مگر ان میں سے کوئی بھی بچ کر بھاگ نہ سکا۔ یا مارے گئے یا گرفتار کرلیے گئے۔ اس کامیابی کے بعد طالبین تمام شہروں میں پھیل گئے۔ ابوالسرایا نے کوفہ میں درہم مسکوک کرائے۔ ان پر یہ آیت کندہ کی:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِهِ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص ﴾

ابوالسرایا کی روانگی بصرہ:

جب زہیر کو جو اس وقت قصر میں مقیم تھا معلوم ہوا کہ ابوالسرایا نے عبدوس کو قتل کردیا ہے۔ وہ اپنی تمام جماعت کو سمیٹ کر نہرالملک چلا آیا۔ اس کے بعد خود ابوالسرایا اپنے مقام سے بڑھ کر قصر ابن ہبیرہ میں اپنی فوج سمیت چلا آیا۔ اس کے طلائع کوثی اور نہرالملک تک دیکھ بھال کرنے آتے تھے۔ پھر ابوالسرایا نے اپنی فوجیں بصرے اور واسط روانہ کیں اور وہ ان میں داخل ہوگئیں۔

عبیداللہ بن سعید الحرشی جو حسن بن سہل کی جانب سے واسط کا عامل تھا۔ اس وقت نواح واسط میں کسی جگہ مقیم تھا۔ ابوالسرایا کے جیش نے واسط کے قریب اس کا مقابلہ کیا۔ اور اسے مار بھگایا۔ یہ بغداد پلٹ آیا۔ اس کی فوج کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہو گئے۔

حسن بن سہل کی ہرثمہ سے درخواست:

جب حسن بن سہل نے دیکھا کہ کسی شخص کی ابوالسرایا کے مقابلہ میں پیش نہیں جاتی جو فوج بھی اس کے مقابلہ پر گئی۔ اس نے اسے تباہ اور برباد کر دیا۔ اور اب کوئی سپہ سالار یہاں ایسا نہیں ہے جو کامیابی سے اس کا مقابلہ کرے۔ اس کی نظر نہایت بے تابی سے ہرثمہ پر گئی۔ مگر ہرثمہ پر یہ گذری تھی کہ جب حسن بن سہل مامون کی جانب سے عراق کا والی مقرر ہو کر آیا ہرثمہ نے اپنے تمام سرکاری کام اس کے حوالے کر دیئے اور خود حسن سے بگڑ کر خراسان چل دیا۔ یہ ابھی حلوان پہنچا تھا کہ حسن نے سندی اور صالح صاحب المصلی کو اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے ابوالسرایا سے لڑنے کے لیے بغداد واپس لے آئیں مگر ہرثمہ نے واپس آنے سے قطعی انکار کر دیا۔ حسن کے وکیل نے واپس آ کر اس کے انکار کی اسے اطلاع دی مگر اس نے دوبارہ سندی کو ایک نہایت لجاجت آمیز اور خوشامدانہ خط دے کر ہرثمہ کے پاس بھیجا۔

ہرثمہ کی کوفہ جانے کی تیاری:

اس خط کے پڑھنے کے بعد ہرثمہ اس سال کے ماہ شعبان میں بغداد چلا آیا۔ اور اب اس نے کوفہ جانے کی تیاری کی حسن بن سہل نے علی بن ابی سعید کو حکم دیا کہ تم مدائن واسط اور بصرہ کی سمت چلے جاؤ۔ یہ اس کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ابوالسرایا کو بھی جو اس وقت قصر ابن ہبیرہ میں مقیم تھا اس نقل و حرکت کی اطلاع ہوئی وہ خود مدائن کی طرف بڑھا اور رمضان میں اس کی فوجیں مدائن میں داخل ہو گئیں۔ البتہ وہ خود اپنی جمعیت کے ساتھ بڑھتا ہوا رمضان میں نہر صرصر پر کوفے کے راستے سے متصل فروکش ہوا۔

حسن بن سہل کی منصور بن المہدی کو ہدایت:

جب پہلی مرتبہ ہرثمہ نے حسن کے پاس جانے سے انکار کیا تو اس پر حسن نے منصور کو حکم دیا تھا کہ وہ فوج کے ساتھ بغداد سے چل کر ہرثمہ کے آنے تک یاسمرنبہ جا کر ٹھہرا رہے۔ منصور نے حسبہ اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد جب ہرثمہ آ گیا تو وہ بغداد سے چل کر سفینین آیا اور یہاں اس نے منصور کے سامنے پڑاؤ کیا۔ پھر یہاں سے بھی بڑھ کر اس نے نہر صرصر پر ابوسرایا کے مقابل پڑاؤ کیا۔ صرف یہ نہر ان دونوں کے درمیان تھی۔ علی بن ابی سعید اس وقت کلواذی میں مقیم تھا۔

ابن ابی سعید کا مدائن پر قبضہ:

عیدالفطر کے دوسرے دن منگل کو وہ اپنی فرودگاہ سے جنگ کے لیے برآمد ہوا۔ اس نے اپنے مقدمۃ الجیش کو مدائن بھیج دیا اور وہاں اس کی ابوالسرایا کی فوج سے جمعرات کے دن صبح سے شام تک نہایت شدید جنگ ہوئی دوسرے دن علی الصباح ہرثمہ اور اس کی فوج پھر جنگ کے لیے مستعد ہو کر میدان کارزار میں آئی اور جنگ شروع ہوئی ابوالسرایا کی فوج مقابلہ سے بھاگ گئی۔ ابن ابی سعید نے مدائن پر قبضہ کر لیا۔ اس کی اطلاع ابوالسرایا کو ہوئی۔ وہ ۵/شوال شب شنبہ میں اپنے نہر صرصر کے پڑاؤ سے پھر قصر ابن ہبیرہ میں واپس چلا آیا۔ اور وہیں اتر پڑا۔

ہرثمہ اور ابوالسرایا کی جنگ:

دوسرے دن ہرثمہ کو اس کے جانے کی اطلاع ہوئی وہ تیزی سے اس کے تعاقب میں چلا اور اثنائے راہ ہی میں ابوالسرایا کی فوج کی ایک بڑی جماعت اس کے ہاتھ لگ گئی۔ اس نے ان سب کو قتل کر کے ان کے سر حسن بن سہل کو بھیج دیئے۔ اس کے بعد ہرثمہ قصر ابن ہبیرہ پہنچا' اور وہاں اس کے اور ابوالسرایا کے درمیان ایک نہایت خونریز معرکہ پیش آیا۔ جس میں ابوالسرایا کے بے شمار آدمی کام آئے۔

ابوالسرایا کی مراجعت کوفہ:

وہاں سے ابوالسرایا چپکے سے نکل کر کوفے چلا گیا۔ کوفہ میں محمد بن محمد اور اس کے ساتھ شیعوں نے عباسیوں اور ان کے موالی اور شاگرد پیشہ لوگوں کے مکانات پر دفعتہً دھاوا کر کے ان کو تاخت و تاراج کر دیا۔ اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نہایت شقاوت قلبی اور ظالمانہ طریقہ پر خارج کر دیا۔ عباسیوں کا جو روپیہ اور مال لوگوں کے پاس امانت تھا اس کو دریافت کر کے ضبط کر لیا اس موقع پر ہرثمہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس نے لوگوں سے کہا کہ اس سال میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں اس بہانے سے خراسان جبال' جزیرہ اور بغداد وغیرہ کے جو حاجی حج کے لیے جاتے ہوئے اس کے پاس سے گزرتے وہ ان کو وہیں روک دیتا کیونکہ اسے توقع تھی کہ وہ بہت جلد کوفہ پر قبضہ کر لے گا۔ ابوالسرایا نے مکہ اور مدینہ پر قبضہ کرنے اور امارت حج کے لیے اپنے آدمیوں کو پہلے سے بھیج دیا تھا۔

محمد بن سلیمان کا مدینہ پر قبضہ:

اس وقت داؤد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس حرمین کا والی تھا۔ اس نے حسین بن حسین الافطس بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو مکے اور محمد بن سلیمان بن داؤد بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو مدینے بھیجا تھا۔ محمد بغیر کسی مزاحمت کے مدینہ میں داخل ہو گیا۔ اور حسین بن حسن مکے گیا۔

مسرور الکبیر کا داؤد بن عیسیٰ کو مقابلہ کرنے کا مشورہ:

مکے کے قریب پہنچ کر وہ اہل مکہ کی مزاحمت کی وجہ سے کچھ دیر وہاں رکا وجہ اس کی یہ تھی کہ جب داؤد بن عیسیٰ کو معلوم ہوا کہ ابوالسرایا نے حسین بن حسن کو امارت حج کے لیے مکہ بھیجا ہے اس نے بنی العباس کے موالیوں اور ان کے شاگرد پیشوں کو جمع کیا۔ اس سال ہارون کا مشہور خدمت گار مسرور الکبیر بھی اپنے دوسو شہ سواروں کے ساتھ حج میں شریک تھا۔ وہ اس بات کے لیے بالکل آمادہ ہو گیا کہ جو کوئی بھی زبردستی مکہ میں داخل ہوا' اس سے لڑے اور شہر کو طالبیین کے قبضے سے بچائے۔ اس نے داؤد بن عیسیٰ سے کہا کہ خود تم ورنہ تمہارا کوئی لڑکا میرے ساتھ آمادہ ہو جائے پھر میں دیکھ لیتا ہوں داؤد نے اس سے کہا کہ حرم میں کسی طرح قتال جائز نہیں۔ ایک راستے اگر وہ آئیں گے میں اس دوسرے راستے سے ان کو نکال دوں گا۔

داؤد بن عیسیٰ کا حسین بن حسن سے مقابلہ کرنے سے انکار:

مسرور نے کہا یہ تم کیا کرتے ہو۔ اپنی حکومت اور سلطنت اپنے ایسے دشمن کے سپرد کرنا چاہتے ہو کہ جو تمہارے مذہب تمہاری عزت اور مال کو تباہ و برباد کر دے گا اور اس بارے میں کسی معترض کے اعتراض کی بھی پروا نہیں کرے گا۔ داؤد نے کہا میری حکومت مجھے اس سے کیا۔ جب تک میں بالکل پیر فانی نہ ہو گیا میرے خاندان والوں نے کسی ملک کی ولایت مجھے نہیں دی۔ اب اس بڑھاپے میں البتہ انہوں نے اس حجاز کی مجھے حکومت دی ہے۔ جس سے میں صرف اپنا پیٹ پالتا ہوں یہاں اور کیا رکھا ہے۔ اصل میں تو اس حکومت کے مالک تم اور تمہارے ایسے اور اشخاص ہیں۔ تمہارا جی چاہے تم لڑو یا نہ لڑو۔

داؤد بن عیسیٰ کی روانگی عراق:

اب داؤد تو مکہ چھوڑ کر مشاش چلا آیا۔ اس نے اپنا سامان اونٹوں پر بار کر کے عراق روانہ کر دیا۔ اور مامون کی جانب سے ایک فرضی مراسلہ اپنے بیٹے محمد بن داؤد کے امارت میں حج پر تقرر کا لکھ کر اسے دے دیا۔ اور کہا کہ تم حج کرانے جاؤ۔ ظہر اور عصر کی نماز منیٰ میں پڑھانا پھر مغرب اور عشا کی نماز بھی وہیں پڑھا کر رات بسر کرنا۔ صبح کی نماز پڑھا کر سواریوں پر سوار ہونا اور وہاں سے چل کر مزدلفہ کے راستے میں اتر نا پڑنا وہاں سے اپنی بائیں جانب عمرو کے درے کے راستے مشاش کے رستے سے آنا۔ اور پھر بستان ابن عامر میں مجھ سے آملنا۔ اس کے بیٹے محمد نے اسی تجویز پر عمل کیا۔

مسرور الکبیر کی مراجعت عراق:

داؤد کی اس علیحدگی کی وجہ سے بنی عباس کے موالیوں شاگرد پیشوں کی جو جماعت مکے میں اس کے ساتھ تھی تتر بتر ہوگئی۔ خود مسرور کے حوصلے پست ہو گئے اسے یہ خوف ہوا کہ اگر اس نے دشمن کا مقابلہ کیا تو خود اس کے ساتھی اس سے جا ملیں گے اس اندیشے سے وہ بھی عراق واپس جانے کے ارادے سے داؤد کے پیچھے ہی چل کھڑا ہوا۔

احمد بن محمد کا امامت نماز سے انکار:

اب صرف حاجی عرفات میں رہ گئے۔ جب ظہر کا وقت آیا۔ بہت سے مکے والوں نے امامت سے پہلو تہی کی۔ احمد بن محمد بن ولید الرزمی نے جو مسجد حرام کے موذن' امام اور قاضی جماعت تھے دیکھا کہ والیوں میں سے کوئی موجود نہیں ہے۔ انہوں نے قاضی مکہ محمد بن عبدالرحمٰن المخزومی سے کہا کہ آپ قاضی شہر ہیں آپ آگے بڑھیں حج کا خطبہ پڑھیں اور دونوں نمازیں پڑھائیں۔ انہوں نے کہا کہ نائب امام بھاگ گیا۔ اور یہ باغی جماعت زبردستی مکہ میں داخل ہونے پر تلی ہوئی ہے۔ میں کسی کے نام کا خطبہ پڑھوں انہوں نے کہا دعا میں آپ کسی کا نام ہی نہ لیں۔ محمد نے کہا مناسب یہ ہے کہ آپ امامت کریں خطبہ پڑھیں اور نماز پڑھا دیں گے مگر انہوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔

حسین بن حسن کی مکہ میں آمد:

آخر کار سب نے مل کر اہل مکہ کے ایک باہر والے شخص کو آگے بڑھایا اور اس نے بغیر خطبہ ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد تمام حاجی وہاں سے چل کر عرفہ کے موقف میں آئے اور غروب آفتاب تک سب نے وہاں وقوف کیا بعد مغرب سب لوگ بغیر امام کے عرفہ سے مزدلفہ آئے اور یہاں بھی ایک باہر والے نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی۔ اس اثناء میں حسین بن حسن سرف میں اس خوف سے ٹھہرا ہوا تھا کہ اگر وہ مکہ میں داخل ہو گیا تو اس کی مزاحمت کی جائے گی اور لڑائی ہوگی۔ مگر جب کہ بعض لوگوں نے جو طالبین کی جانب مائل تھے اور عباسیوں سے ڈرتے تھے۔ اس سے جا کر کہا کہ مکہ' منیٰ اور عرفہ سلطنت کے والیوں سے خالی ہو گیا ہے۔ وہ سب کے سب ان مقامات کو چھوڑ کر عراق چلے گئے ہیں تو اب حسین بن حسن عرفہ کے دن مغرب سے پہلے مکہ میں داخل ہوا۔ اس وقت اس کے ہمراہ پورے دس آدمی بھی نہ تھے۔

حسین بن حسن کی امامت:

اس جماعت نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور رات میں عرفہ چلے گئے۔ وہاں کچھ رات

گئے تک وقوف کیا۔ پھر مزدلفہ آ کر حسین نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس نے قزح پر وقوف کیا وہاں سے وہ حاجیوں کو لے کر چلا۔ ایام حج میں اس نے منیٰ میں قیام کیا۔ بلکہ ۱۹۹ھ کے ختم ہونے تک وہ خود منیٰ ہی میں ٹھہرا رہا۔ محمد بن سلیمان بن داؤد طالبی بھی اس سال مدینے میں مقیم رہا۔ اب تمام حاجی اور وہ لوگ جو حج میں آئے تھے واپس چلے گئے۔ اس مرتبہ اتنی بات البتہ ہوئی تھی کہ حاجی عرفہ سے بغیر امام کے چلے آئے۔

ہرثمہ اور ابوالسرایا کی جنگ:

جب ہرثمہ کو جو قریہ شاہی میں فروکش تھا۔ خوف ہوا کہیں لیت ولعل میں تو اس سال کا حج جاتا رہے گا۔ اس نے ابوالسرایا اور اس کی فوج پر اسی مقام میں جہاں زہیر اس سے لڑا تھا۔ حملہ کر دیا۔ دن کے ابتدائی حصہ میں ہرثمہ کو ہزیمت ہوئی۔ مگر دن کے آخر میں ابوالسرایا کی فوج نے شکست کھائی۔ جب ہرثمہ نے محسوس کیا کہ وہ بات پوری نہ ہوسکی جو وہ چاہتا تھا وہ قریہ شاہی میں رہ پڑا۔ اس نے حاجیوں وغیرہ کو واپس بھیج دیا۔

ہرثمہ کی امرائے کوفہ سے مراسلت:

منصور بن المہدی کو اپنے پاس قریہ شاہی میں بلا بھیجا اس کے آنے کے بعد اس نے کوفے کے عمائد اور امراء سے مراسلت شروع کی اور علی بن ابی سعید مدائن پر قبضہ کر کے واسط آیا۔ اور اسے اپنے قبضہ میں لے کر بصرہ کی طرف بڑھا مگر اس سال وہ اس پر قبضہ نہ کر سکا اور ۱۹۹ھ ختم ہو گیا۔

۲۰۰ھ کے واقعات

ابوالسرایا کا کوفہ سے فرار:

اس سال ابوالسرایا کوفہ سے بھاگ گیا اور ہرثمہ وہاں داخل ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابوالسرایا اور اس کے ساتھی طالبیین اتوار کی رات جب کہ ماہ محرم ۲۰۰ھ کے ختم ہونے میں ۱۴/راتیں باقی تھیں کوفہ سے بھاگ کر قادسیہ آئے۔ اس رات کی صبح کو منصور بن المہدی اور ہرثمہ کوفہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے عام امان کا اعلان کر دیا۔ کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس دن عصر تک وہ کوفہ میں ٹھہر کر پھر اپنی فرودگاہ میں واپس آ گئے اور کوفہ میں انہوں نے اپنے ایک شخص غسان بن ابی الفرج ابو ابراہیم بن غسان والی خراسان کی فوج خاصہ سردار کو اپنا جانشین بنا دیا۔ یہ اس محل میں جس میں محمد بن محمد اور ابوالسرایا فروکش تھے۔ فروکش ہو گیا۔ ابوالسرایا اور اس کے ساتھی قادسیہ کو بھی چھوڑ کر واسط کی ایک سمت میں چلے آئے۔ اس وقت علی بن ابی سعید واسط میں موجود تھا۔ البتہ بصرہ اب تک علویوں کے قبضہ میں تھا' ابوالسرایا واسط سے نیچے دجلہ کو عبور کر کے عیدسیٰ آیا۔ یہاں ان کو بہت سا مال جو اہواز سے آیا تھا۔ ہاتھ لگ گیا۔ اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں سے چل کر سوس آیا۔ یہاں اس نے اور اس کی جماعت نے پڑاؤ کیا۔ چار دن وہ یہاں ٹھہرا وہ سوار کو ایک ہزار اور پیادے کو پانچ سو دینے لگا۔

حسن بن علی الباذ اور ابوالسرایا:

چوتھے دن حسن بن علی الباذغیی جو ماموںی کے نام سے مشہور تھا اس جماعت کے پاس آیا اور اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ میں تم

سے لڑنا نہیں چاہتا جہاں تم چاہو چلے جاؤ۔ جب تم میرے علاقہ سے نکل جاؤ گے تو پھر میں تمہارا تعاقب بھی نہیں کروں گا۔ مگر ابوالسرایا نے یہ بات نہ مانی اور لڑنے کے لیے اڑ گیا۔

ابوالسرایا کی شکست و گرفتاری:

حسن نے ان سے جنگ کی ان کو مار بھگایا ان کی فرودگاہ کو بالکل تاخت و تاراج کر دیا۔ اس لڑائی میں ابوالسرایا بہت سخت زخمی ہو گیا تھا۔ وہ بھاگا اور پھر وہ محمد بن محمد اور ابوالشوک اکٹھا ہو گئے۔ ان کے تمام دوسرے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر متفرق ہو گئے۔ صرف یہ تینوں جزیرہ کی راہ ابوالسرایا کے مکان راس العین آنے کے ارادے سے روانہ ہو گئے یہ بھاگتے بھاگتے جلولا پہنچے تھے۔ کہ ان کے گھوڑوں نے تھک کر ان کو گرا دیا۔ حماد الکندغوش وہاں پہنچ گیا۔ اور وہ ان کو گرفتار کر کے حسن بن سہل کے پاس جو نہروان میں حربیہ جماعت کا نکالا ہوا پڑا تھا لے آیا۔

ابوالسرایا کا قتل:

حسن نے سب سے پہلے ۱/ ربیع الاوّل جمعرات کے دن ابوالسرایا کی گردن ماردی بیان کیا ہے کہ اس کے قتل کے لیے ہارون بن محمد بن ابی خالد کو جو ابوالسرایا کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا تھا۔ متعین کیا گیا تھا اور اسی نے اس کو قتل کیا۔

ابوالسرایا کے سر کی تشہیر:

ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ قتل کے وقت جس قدر جزع فزع ابوالسرایا نے کیا۔ اس کی نظیر نہیں۔ قتل کے وقت اس نے بہت ہی بے چینی سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے اور چیخنے چلانے لگا۔ اس کے سر میں رسی باندھی گئی اب بھی وہ بہت ہی چلاتا ہاتھ پاؤں مارتا اور پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اسی حالت میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے سر کو حسن بن سہل کی چھاؤنی میں پھرایا گیا اور اس کا جسم بغداد بھیج دیا گیا وہاں اس کے دو حصے کر کے پل کے دونوں سروں پر ایک ایک حصہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ کوفے میں اس کے خروج پر اور پھر قتل میں دس ماہ کی مدت گزری تھی۔

زید النار کا بصرہ میں ظلم و تشدد:

جب ابوالسرایا نے دجلہ کو عبور کیا تھا۔ علی بن ابی سعید اس کی طرف بڑھا تھا۔ مگر جب وہ اس کی دسترس سے نکل گیا۔ تو علی بصرے آیا اس نے بصرے کو فتح کیا۔ طالبین میں سے بصرے میں زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ﷺ جسے زید النار کہتے تھے اپنے خاندان والوں کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا۔ زید النار اس کو اس لیے کہنے لگے کہ اس نے بنی عباس اور ان کے طرفداروں کے اکثر مکانات کو بصرہ میں جلا دیا تھا۔ نیز موجودہ جماعت کا جو شخص اس کے پاس پیش کیا جاتا اس کو وہ یہی سزا دیتا کہ آگ میں جلا ڈالتا۔

زید النار کی گرفتاری:

ان لوگوں نے بصرہ میں بہت سی دولت زبردستی جمع کی تھی علی بن ابی سعید نے زید النار کو زندہ گرفتار کر لیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نے علیؓ سے امان کی درخواست کی اور علی نے اس کو امان دے دی اس کے بعد علی نے اپنے ساتھ کے سپہ سالاروں میں سے عیسیٰ بن یزید الجلودی' ورقاء بن جمیل' حمدویہ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان اور ہارون بن المسیب کو مکے مدینہ اور یمن روانہ کیا۔ تاکہ وہ ان

طالبیین سے جو وہاں ہیں لڑیں۔

ابوالسرایا کو قتل کر کے حسن بن سہل نے محمد بن محمد کو مامون کے پاس خراسان بھیج دیا۔

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کا خروج:

اس سال ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یمن میں خروج کیا۔

یہ اپنے خاندان کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکے میں رہا کرتا تھا۔ جب اسے طالبیین کے لیے ابوالسرایا کے عراق میں خروج کرنے کی جسے ہم بیان کر آئے ہیں۔ اطلاع ہوئی یہ بھی اپنے خاندان والوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکے سے یمن کے ارادے سے روانہ ہوا۔ اس وقت مامون کی جانب سے اسحق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یمن کا والی تھا۔ جب اسے ابراہیم کی یمن کی جانب پیش قدمی اور صنعا کے قریب آ جانے کی اطلاع ہوئی وہ اپنی تمام سوار اور پیدل فوج کو لے کر یمن کو ابراہیم کے لیے خالی کر کے نجد یہ کی راہ پلٹ آیا۔ اور اس نے ابراہیم کے مقابلہ سے کنائی کاٹ لی۔ اس کے اس طرز عمل کی بڑی وجہ اس کے چچا داؤد بن عیسیٰ کا حرمین سے بغیر مقابلے چلے آنا ہوئی۔ اور اس نے بھی اسی کی اقتدا کی۔ یہ مکے کے ارادے سے مشاش آیا۔

اسحق بن موسیٰ کا مشاش میں قیام:

وہاں اس نے باقاعدہ چھاؤنی قائم کی۔ اور اب مکے میں داخل ہونا چاہا مگر ان علویوں نے جو مکے میں تھے اسے روک دیا۔ اس کی ماں مکے میں علویوں سے روپوش تھی وہ اس کی تلاش میں تھے۔ اس وجہ سے وہ ان سے روپوش ہوگئی تھی۔ اسحق بن موسیٰ بہت مدت تک مشاش میں فروکش رہا۔ اس اثناء میں عباس کے جو طرفدار مکہ میں چھپے ہوئے اقامت گزیں تھے وہ پہاڑوں کی چوٹی سے گزرتے ہوئے ایک ایک اس کے پاس آنے لگے۔ اور اسی طرح خفیہ طور پر وہ اسحق کی ماں کو بھی اس کے بیٹے کے پاس لے آئے اس ابراہیم بن موسیٰ کو جزار کہتے ہیں کیونکہ اس نے یمن میں ہزار ہا آدمیوں کو قتل کیا تھا ان کو لونڈی غلام بنایا تھا اور ان کے مال کو غصب کر لیا تھا۔

اس سال کی پہلی محرم کو جب کہ حاجی مکے سے چلے گئے۔ حسین بن حسن الافطس مقام کے عقب میں ایک گدے پر جسے دوہرا کر کے بچھایا گیا تھا بیٹھ گیا تھا اور اس نے غلاف کعبہ کے اتارنے کا حکم دیا۔

حسین بن اسحق کا غلافِ کعبہ کے اتارنے کا حکم:

چنانچہ کعبہ پر جس قدر غلاف تھے وہ سب اتار لیے گئے اور اب صرف ننگا پتھر رہ گیا۔ اس کے بعد حسین نے وہ ریشمی غلاف جن کو ابوالسرایا نے اس کے ہاتھ اسی لیے بھیجا تھا کعبہ پر چڑھا دیئے ان پر مرقوم تھا۔ یہ اصغر بن الاصغر ابوالسرایا داعی آل محمد ﷺ کے حکم سے بنائے گئے ہیں۔ تاکہ بیت اللہ الحرام پر ڈالے جائیں اور عباسیوں کا سیاہ غلاف کعبہ سے اتار دیا جائے تاکہ کعبہ ان کے غلاف سے پاک ہو جائے۔ یہ تحریر ۱۹۹ھ میں لکھی گئی۔

حسین کا عباسیوں کی اشیاء واملاک پر قبضہ:

جو غلاف اتارے گئے تھے ان کو حسین نے اپنے ہمراہی علویوں اور اپنے پیرووں میں ان کے مراتب کے مطابق تقسیم کرا دیا۔

کعبہ میں جس قدر روپیہ تھا اس سب پر قبضہ کر لیا۔ جس کسی کے متعلق اسے معلوم ہوا کہ اس کے پاس عباسیوں یا ان کے پیرووں کی کوئی امانت ہے اس نے اچانک اس کے مکان پر دھاوا کر دیا۔ اگر وہاں کوئی شے جس کی نشاندہی کی گئی تھی دستیاب ہو گئی تھی۔ حسین نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس امین کو کچھ سزا دے دی اور اگر کوئی چیز اس کے پاس سے برآمد نہ ہوئی تو حسین نے اسے قید کر کے سخت عذاب دینا شروع کیا۔ البتہ اس نے اپنی مقدرت کے مطابق اپنی جان کا فدیہ ادا کر دیا تو اس سے سب کے سامنے اس بات کا اقرار کر لیا کہ جو شے اس کے ہاں سے ملی ہے وہ اصل میں عباسیوں یا ان کے کسی دوسرے آدمی کی ہے اس قسم کی حرکت اس نے بہت سے لوگوں کے ساتھ کی۔

دار العذاب:

اس زبردستی تحصیل مال پر عذاب دینے کے لیے کوفے کا ایک شخص محمد بن مسلمہ حسین کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا یہ حناطبیب کے محلّہ میں خالصہ کے مکان میں قیام پذیر تھا۔ اس کی وجہ سے اس مکان کو لوگ دار العذاب کہتے تھے۔ اس کے مظالم اور تشدد سے تنگ آ کر اکثر خوش حال لوگ شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کی اس نے یہ سزا دی کہ ان کے مکان منہدم کرا دیئے۔

حرم اور مساجد کی بے حرمتی:

اس طرح حرم کی اس بے حرمتی اور شرفازادوں کی اس داروگیر سے ایک قیامت برپا ہو گئی۔ حسین کے ساتھیوں نے مسجد کے ستونوں کے سروں پر سونے کا جو ہلکا پتر چڑھا ہوا تھا' اسے نکالنا شروع کیا۔ بڑی کاوش ومحنت کے بعد بقدر ایک مثقال کے وہاں سے سونا دستیاب ہوتا تھا۔ مسجد کے اکثر ستونوں کا سونا اسی طرح اکھیڑ لیا گیا انہوں نے زمزم کی جالیوں پر جو فولاد چڑھا ہوا تھا اسے بھی نکال لیا۔ نیز ساگوان کی لکڑی بھی اتاری اور ان سب کو بہت ہی معمولی قیمت پر فروخت کر دیا۔

محمد بن جعفر بن محمد:

جب حسین بن حسن اور اس کے ہمراہی علویوں نے محسوس کیا کہ ہمارے ان مظالم سے تنگ آ کر لوگ ہمارے مخالف ہو گئے ہیں۔ اور ان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوالسرایا قتل کر دیا گیا ہے' کوفے' بصرے اور تمام صوبہ عراق میں جس قدر طالبین تھے' وہ سب محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ؓ کے پاس آئے۔ یہ ایک عابد وزاہد شیخ تھے۔ سب ان کی عزت کرتے تھے وہ اپنے خاندان والوں کے برے چلن سے قطعی متنفر اور علیحدہ تھے وہ ایک بڑے عالم دین تھے جس کو وہ اپنے گلوں سے روایت کرتے تھے اور پھر ان باتوں کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ حسین بن حسن اور اس کے دوسرے ہمراہی علویوں نے ان سے کہا کہ تمام لوگوں میں آپ کی جس قدر عظمت و وقعت ہے۔ اس سے آپ واقف ہیں۔ آپ برآمد ہوں۔ ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اگر آپ اس کے لیے آمادہ ہو گئے تو پھر کوئی شخص بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کرے گا۔ انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر ایک ان کے بیٹے علی بن محمد بن جعفر اور دوسرے حسین بن حسن الافطس نے اتنا اصرار کیا اور ان پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ آخر کار وہ اپنی رائے کے خلاف ان کے کہنے میں آ گئے اور خلافت قبول کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ۶/ ربیع الآخر جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد سب نے ان کو بیعت کے لیے کھڑا کیا۔ پہلے ان سب نے ان کی بیعت کی پھر تمام اہل مکہ اور مجاورین حرم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طوعاً وکرہاً ان کی بیعت کی۔ امیر المومنین ان کو خطاب دیا۔

علی حسین بن حسن کی بدکرداری:

چند ماہ اس طرح گزرے برائے نام وہ امیر المومنین تھے مگر دراصل ان کا بیٹا علی حسین بن حسن الافطس اور ان کے خاندان کی ایک جماعت جو نہایت ہی بداخلاق ظالم اور بدکردار تھی حکمران تھی ایک مرتبہ حسین بن حسن قریش کے خاندان بنی فہر کی ایک عورت پر جو ایک مخزومی کی بیوی اور نہایت ہی حسین وجمیل تھی فریفتہ ہوگیا۔ اس نے اس کو بلا بھیجا۔ مگر اس نے آنے سے انکار کیا حسین نے اس کے شوہر کو دھمکی دی اور اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ وہ روپوش ہوگیا۔ حسن نے رات کے وقت اپنی ایک جماعت اس کے گھر بھیجی۔ وہ دروازہ توڑ کر اس کے گھر میں در آئے اور زبردستی اس عورت کو حسین کے پاس لے آئے۔ یہ اس کے مکے سے چلے جانے کے قریب زمانے تک ان کے پاس رہی پھر موقع پا کر وہ بھاگی اور اپنے گھر چلی آئی یہ اس وقت ہوا جب کہ حسین وغیرہ مکے میں جنگ میں مصروف تھے۔

علی بن محمد کی ناشائستہ حرکت:

اسی طرح علی بن محمد بن جعفر ایک قریشی لڑکے پر جو قاضی مکہ کا نہایت ہی حسین وجمیل نوعمر لڑکا اسحاق بن محمد تھا فریفتہ ہوا اور روز روشن میں خود اس کے مکان میں جو صفا پر واقع اور مسعیٰ کے منظر پر تھا گھس گیا۔ اور پھر اپنے گھوڑے پر اس طرح سوار کر کے کہ اسے تو اس نے زین پر بٹھایا اور خود اس کے پیچھے گھوڑے کے پٹھے پر بیٹھ کر نہایت تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا بازاروں کو چیرتا ہوا بیرٔ میمون لے آیا۔ یہ خود داؤد بن عیسیٰ کے محل میں جو منیٰ کی راہ میں واقع تھا رہتا تھا۔

اہل مکہ کا محمد بن جعفر سے احتجاج:

ان ناشائستہ حرکتوں کو دیکھ کر تمام اہل مکہ اور مجاورین اپنے اپنے گھروں سے نکل کر مسجد حرام میں جمع ہوئے تمام دکانیں بند کر دی گئیں اور کعبہ کے گرد جو لوگ آباد تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہو کر محمد بن جعفر بن محمد کے پاس جو اس وقت داؤد کے محل میں موجود تھے آئے اور کہا کہ اس بچے کو جسے تمہارے صاحبزادے علی الاعلان بھگا لے گئے ہیں اس کو ہمارے حوالے کرو۔ ورنہ بخدا! ہم تم کو خلافت سے علیحدہ کر دیں گے اور قتل کر دیں گے ان کے اس ہجوم سے ڈر کر انہوں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور اس کھڑکی کی جالی سے جو مسجد کے راستے میں کھلتی تھی ان سے گفتگو کی اور کہا کہ بخدا میں اس واقعہ سے قطعی ناواقف ہوں۔ پھر انہوں نے حسین بن حسن کو بلا کر اس سے کہا کہ تم میرے بیٹے علی کے پاس ابھی جاؤ اور اس لڑکے کو جو اس کے پاس ہے لے آؤ۔ حسین نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میری آپ کے بیٹے پر کچھ نہیں چلتی۔ اگر میں اس کے پاس گیا بھی تو وہ اپنے آدمیوں سے میرا مقابلہ کرے گا اور مجھ سے لڑ پڑے گا۔ محمد نے اہل مکہ سے کہا آپ مجھے امان دیں۔ میں خود اس کے پاس جاتا ہوں اور اس لڑکے کو چھڑا لاتا ہوں۔ اہل مکہ نے ان کو جانے کی اجازت دی۔ وہ خود سوار ہو کر اپنے بیٹے کے پاس آئے اور اس لڑکے کو اس سے چھڑا کر اسے اس کے اولیا کے حوالے کر دیا۔

اسحٰق بن موسیٰ کی محمد بن جعفر سے جنگ:

اس واقعے کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ العباسی یمن سے مکے آنے کے لیے مشاش آ کر فروکش ہوا۔ تمام علوی محمد بن جعفر بن محمد کے پاس جمع ہوئے۔ اور انہوں نے اس سے کہا کہ امیر المومنین اسحٰق بن موسیٰ رسالہ اور پیدل کی

ایک زبردست جمعیت کے ساتھ ہماری طرف بڑھتا چلا آتا ہے۔ ہماری یہ رائے ہے کہ ہم اس کے بلند حصہ شہر میں خندق تیار کر کے اس کا مقابلہ کریں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ برآمد ہوں تاکہ تمام لوگ آپ کو دیکھ سکیں۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے مکے کے قرب وجوار کے بدویوں کو جنگ کے لیے اپنے پاس بلالیا۔ ان کی تنخواہیں مقرر کر دیں اور مکے کے آگے اسحٰق بن موسیٰ سے لڑنے کے لیے خندق بنالی چندروز تک وہ ان سے لڑتا رہا۔ مگر پھر وہ جنگ اور خونریزی کو برا سمجھ کر اپنے مقام کو خود چھوڑ کر عراق روانہ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ورقا بن جمیل خود اپنی جمعیت اور جلودی کے ان سپاہیوں کے ساتھ جو اب اس کے ہمراہ تھے اسحٰق سے ملا ان سب نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ مکے واپس چلو۔ ہم تمہاری حمایت میں لڑتے ہیں۔ اس بھروسہ پر اب اسحٰق ان کے ساتھ پلٹ آیا اور مکے آ کر ان سب نے پھر مشاش پر پڑاؤ کیا۔

معرکہ بیر میمون:

شہر کے عوام' سیاہ کے حبشی اور تنخواہ دار بدوی محمد بن جعفر کے پاس جمع ہوئے انہوں نے بیر میمون پر ان کو جنگ کے لیے مرتب کیا۔ اب اسحٰق بن موسیٰ اور ورقا بن جمیل اپنے دوسرے فوجی افسروں اور فوج کے ساتھ ان کے مقابل آئے۔ بیر میمون پر فریقین میں لڑائی ہوئی۔ جس میں ان کے بہت سے آدمی زخمی ہوئے اور کام آئے۔ اسحٰق اور ورقاء اپنی فرودگاہ کو واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کے ایک دن بعد وہ دونوں پھر لڑنے آئے لڑے اور اس مرتبہ محمد بن جعفر اور ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔

محمد بن جعفر کی امان طلبی:

اس ناکامی پر محمد بن جعفر نے قریش کے عمائد کو جن میں قاضی مکہ بھی تھے فاتحین کے پاس اپنے سب کے لیے اس وعدہ پر کہ ہم مکہ چھوڑ کر جہاں چاہیں چلے جاتے ہیں۔ امان کی درخواست کی۔ اسحٰق اور ورقا نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور تین دن کی علویوں کو مہلت دی۔ تیسرے دن جمادی الآخر میں وہ دونوں مکے میں داخل ہوئے۔ ورقا جلودی کے نائب کی حیثیت سے والی مکہ تھا۔ طالبیین نے مکہ چھوڑ دیا اور ہر جماعت اپنی اپنی راہ چل دی۔

محمد بن جعفر کی روانگی جدہ:

محمد بن جعفر نے جدہ کی راہ لی وہاں سے وہ جحفہ جانے لگے محمد بن حکیم بن مروان نے جو بنی عباس کے موالیوں میں سے تھا۔ جس کے مکان کو طالبیین نے تاخت وتاراج کر دیا تھا۔ جس پر نہایت سخت مظالم کیے تھے اور جو مکے میں بعض عباسیوں کی جائداد کا جو جعفر بن سلیمان کی اولاد میں تھے مختار تھا۔ عباسیوں کے غلاموں کی شاگرد پیشہ جماعت کو اپنے ساتھ لے کر محمد بن جعفر کا تعاقب کیا اور جدہ اور عسفان کے درمیان ان کو جالیا۔ جو کچھ وہ مکے سے لے کر نکلے تھے۔ اس سب کو لوٹ لیا۔ ان کے کپڑے تک اتار لیے صرف ایک پائجامہ رہنے دیا وہ تو چاہتا تھا کہ وہ قتل ہی کر دے مگر پھر سوچ کر اس نے قمیص' عمامہ' روا اور معدودے چند درہم زادراہ کے لیے ان کو بہت حقارت سے دے دیئے۔

محمد بن جعفر اور ہارون بن مسیّب کی جھڑپیں:

محمد بن جعفر ساحل سمندر پر بلاد جہینہ میں چلے آئے وہ موسم حج کے گزرنے تک وہاں مقیم رہے۔ اس دوران قیام میں انہوں نے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ شجرہ وغیرہ کے قریب ان کے اور ہارون بن مسیّب والی مدینہ کے درمیان کئی لڑائیاں اس وجہ سے

ہوئیں کہ ہارون نے اپنے آدمی ان کی گرفتاری کے لیے بھیجے۔ اس وجہ سے وہ اپنے ان لوگوں کے ساتھ جو وہاں ان کے پاس جمع ہو گئے تھے' ہارون کے مقابلہ کے لیے بڑھ کر شجرہ آئے ہارون نے ان کا مقابلہ کیا محمد بن جعفر کو شکست ہوئی۔ تیر سے ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ ان کے ساتھیوں میں سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ میدان جنگ سے پلٹ کر پھر وہ اپنے سابقہ مقام میں آ گئے۔ اور ٹھہر کر حج کے نتیجے کا انتظار کرنے لگے۔ مگر جنہوں نے ان کے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک بھی نہیں آیا۔

محمد بن جعفر کی جلودی اور رجاء سے امان کی درخواست:

اس بے وفائی کو انہوں نے محسوس کیا اور اسی وجہ سے جب حج کا زمانہ ختم ہو گیا انہوں جلودی اور فضل بن سہل کے چچیرے بھائی رجاء سے امان کی درخواست کی' رجاء نے مامون اور فضل بن سہل کی جانب سے اس بات کی ان سے ضمانت کی کہ اب ان کو نہ ستایا جائے گا۔ اور جو وعدہ امان ان سے کیا جاتا ہے اس کا ایفا کیا جائے گا۔ محمد نے اس وعدہ کو مان لیا اور ان کو بالکل اطمینان ہو گیا۔ اب ماہ آخر کے آٹھ روز بعد اتوار کے دن جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں دس راتیں باقی تھیں رجاء ان کو مکے میں لایا عیسیٰ بن یزید الجلودی اور جاء بن ضحاک اور فضل بن سہل کے عم زاد بھائی نے رکن اور مقام کے درمیان اسی جگہ جہاں محمد بن جعفر کے لیے بیعت لی گئی منبر رکھوایا' تمام قریشی وغیرہ پہلے سے جمع تھے' جلودی منبر کے سب سے اعلیٰ درجہ پر چڑھ گیا اور محمد بن جعفر اس سے ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے اس وقت وہ عباسیوں کا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ قبا بھی سیاہ تھی ٹوپی بھی سیاہ تھی۔ کوئی تلوار ان کے پاس نہ تھی۔ تاکہ اب وہ خود ہی اپنی خلافت سے علیحدگی کا اعلان کریں۔

محمد بن جعفر کا اہل مکہ سے خطاب:

محمد نے کھڑے ہو کر کہا۔ حضرات جو مجھے پہلے سے پہچانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں خود بتاتا ہوں کہ میں محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں۔ میں نے اپنی خوشی سے عبداللہ امیر المومنین کی اطاعت کا عہد و پیمان اپنے ذمے لیا تھا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جن کے سامنے ہارون الرشید نے اپنے دونوں بیٹوں محمد معزول اور عبداللہ المامون امیر المومنین کی اپنے بعد جانشینی کے لیے کعبہ میں عہد نامے مرتب کیے تھے۔ مگر بدقسمتی سے ایک ایسا عام فتنہ برپا ہو گیا کہ اس میں ہم اور دوسرے سب ہی شامل ہو گئے۔ بات یہ ہوئی کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین عبداللہ المامون کا انتقال ہو گیا ہے اس وجہ سے میں اس بات کے لیے آمادہ ہو گیا کہ خلافت کے لیے اپنے کو پیش کروں۔ سب نے میری بیعت کر لی اور اسی وجہ سے کہ عبداللہ الامام المامون کی اطاعت اور فرمانبرداری کا میں نے عہد واثق کیا تھا ان کے مرنے کی خبر کے بعد میں نے اپنی بیعت کو جائز قرار دیا۔ تم نے اور بہت سے دوسرے لوگوں نے میری بیعت کی مگر اب میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ بات مجھے صحیح طور پر معلوم ہوئی ہے کہ مامون زندہ اور تندرست ہیں۔ اب میں اللہ سے اپنی خلافت کی دعوت سے استغفار کرتا ہوں اور جو بیعت تم نے میری کی تھی اس سے اپنے کو اس طرح علیحدہ کرتا ہوں جس طرح کہ اس کی انگوٹھی کو میں اپنی انگلی سے اتار کر علیحدہ کر دیتا ہوں اب میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک فرد ہوں اب میری بیعت کی ذمہ داری ان کی گردنوں پر نہیں رہی اور خود میں نے اپنے کو اس سے قطعی خارج کر لیا۔ اب اللہ نے امیر المومنین عبداللہ المامون کا حق ان کو واپس دے دیا:

وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا الْمُسْلِمُوْنَ.

محمد بن جعفر کی روانگی عراق:

اس تقریر کے بعد وہ منبر سے اتر گئے۔عیسیٰ بن یزید الجلودی ان کو لے کر عراق روانہ ہوا اور اس نے اپنے بیٹے محمد بن عیسیٰ کو ۲۰۱ھ میں مکے پر اپنا قائم مقام بنا دیا۔عیسیٰ اور محمد بن جعفر عراق روانہ ہوئے۔عراق پہنچ کر عیسیٰ نے ان کو حسن بن سہل کے حوالے کر دیا اس نے ان کو رجاء بن ابی الضحاک کے ساتھ مامون کی خدمت میں مرو بھیج دیا۔

ایک عقیلی کی روانگی مکہ:

اس سال ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد الطالبی نے عقیل بن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک شخص کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ یمن سے مکہ بھیجا تاکہ یہ ہی حج میں امارت کرے۔مگر اس عقیلی سے جنگ کی گئی جس میں اسے شکست ہوئی اور وہ مکے میں داخل ہی نہ ہونے پایا۔

امیر حج ابواسحٰق ابن ہارون الرشید:

بیان کیا گیا ہے کہ ۲۰۰ھ میں ابواسحٰق بن ہارون الرشید کی امارت میں حج ہوا یہ عراق سے مکے آیا۔اس کے ہمراہ اس سفر میں بہت سے امرائے عساکر تھے۔جن میں حمدویہ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان بھی تھا۔جسے حسن بن سہل نے یمن کا والی مقرر کر کے بھیجا تھا۔ یہ تمام جماعت مکے آئی اس وقت جلودی اپنی فوج اور فوجی افسروں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد العلوی نے عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص کو یمن سے مکے بھیجا۔تاکہ اس سال اس کی امارت میں حج ہو۔جب یہ بستان ابن عامر آ گیا۔اسے معلوم ہوا کہ اس سال تو ابواسحٰق بن ہارون الرشید امیر حج مقرر ہو کر آیا ہے اور اس کے ہمراہ اس قدر فوج اور فوجی افسر ہیں کہ یہ ان میں سے کسی ایک کا بھی کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔

عقیلی کا حجاج وتجار پر حملہ:

اس افتاد کو محسوس کر کے وہ بستان ابن عامر ہی میں ٹھہر رہا وہاں سے حجاج اور تاجروں کا ایک قافلہ گزرا۔اس میں خانہ کعبہ کا غلاف اور خوشبودار چیزیں تھیں۔عقیلی نے تاجروں کے مال اور غلاف کعبہ وغیرہ ہر شئے کو لوٹ لیا اور اب حاجی اور تاجر لٹے لٹائے مکے پہنچے۔ابواسحٰق کو جو مکے میں شیش محل میں مقیم تھا۔اس واقعے کی اطلاع ہوئی تمام امراء مشورے کے لیے اس کے پاس آئے جلودی نے اس سے کہا یہ تردیہ سے دو یا تین دن پہلے کی بات ہے کب میں اس کی خبر لیتا ہوں آپ بالکل اطمینان رکھیں۔میں چاہتا ہوں کہ پچاس منتخب شہسواروں کہ میں اپنی فوج میں سے اور پچاس دوسرے تمام امراء کی فوج میں سے منتخب کر کے لے جاؤں اور پھر اسے سزا دوں۔سب نے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔

جلودی کا جماعت عقیلی پر حملہ:

اب جلودی صرف سو سوراموں کو لے کر چلا اور علی الصباح اس نے بستان ابن عامر آ کر عقیلی اور اس کی فوج پر چھاپہ مارا اور ہر طرف سے ان کو گھیر لیا۔ان میں سے اکثر کو اس نے پکڑ لیا اور بہت سے الٹے پاؤں بھاگ گئے اس نے پورے غلاف کعبہ پر قبضہ کر لیا۔البتہ اس میں سے ایک آدھ چیز نہیں ملی۔کیونکہ اس واقعہ سے ایک دن قبل کوئی شخص اسے لے کر بھاگ گیا تھا۔نیز اس نے خوشبودار مسالوں اور تاجروں اور حاجیوں کے مقبوضہ مال پر بھی قبضہ کر کے اسے مکے بھیج دیا۔اس کے بعد اس نے اسیران جنگ کو

طلب کر کے ہر شخص کے دس کوڑے لگوائے اور کہا۔ اے دوزخ کے کتو! جہاں چاہو اپنا منہ کالا کرو۔ نہ تمہارے قتل کرنے میں کچھ دشواری کہ مزا آئے اور نہ تم کو قید کرنے میں کوئی خوبی۔ جلودی نے ان سب کو رہا کر دیا۔ وہ راستے میں بھیک مانگتے ہوئے یمن چلے گئے۔ مگر بہت سے تو بھوک اور مشقت سفر کی وجہ سے راستے ہی میں ہلاک ہو گئے۔

حسن بن سہل اور ابن ابی سعید میں کشیدگی:

اس سال ابن ابی سعید حسن بن سہل کا مخالف ہو گیا جب مامون کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے اپنے خاص خدمت گار سراج کو عراق بھیجا۔ اور ہدایت کی اگر علی حسن سے صلح صفائی کر لے یا چپکے سے مرو روانہ ہو جائے۔ تو خیر ورنہ اسی وقت اس کی گردن مار دینا۔ علی ہرثمہ بن اعین کے ساتھ مرو چلا گیا۔ اس سال ماہ ربیع الاوّل میں ہرثمہ اپنی چھاؤنی سے مامون کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مرو روانہ ہوا۔

مامون کا ہرثمہ کو عراق جانے کا حکم:

ابو السرایا اور محمد بن محمد العلوی کے قضیے سے فارغ ہو کر ہرثمہ کوفے آیا۔ اور یہاں وہ اپنی چھاؤنی میں ربیع الاوّل تک مقیم رہا۔ ربیع الاوّل کا چاند دیکھ کر وہ اپنے مقام سے روانہ ہوا اور نہر صرصر آیا۔ لوگ یہ سمجھتے رہے کہ یہ حسن بن سہل کے پاس مدائن جا رہا ہے مگر نہر صرصر پہنچ کر وہ عقرقوف کی سمت ہو گیا وہاں سے بروان ہوتا ہوا نہروان آیا اور یہاں سے اس نے سیدھی خراسان کی راہ لی۔ ایک سے زیادہ اس کے پڑاؤ میں مامون کے کئی خط اسے موصول ہوئے۔ جن میں اس سے یہ خواہش کی گئی تھی کہ وہ عراق واپس چلا جائے۔ اور شام اور حجاز میں جس جگہ کو وہ پسند کرے وہاں کا اسے والی مقرر کر دیا جائے۔

ہرثمہ کا مامون سے ملنے پر اصرار:

مگر چونکہ ہرثمہ مامون اور ان کے آبا کا ہمیشہ سے سچا بہی خواہ رہا تھا اس وجہ سے اسے مامون پر ناز تھا۔ اس نے ان کی بات نہ مانی اور کہنے لگا کہ اب جب تک میں امیر المومنین سے مل نہ لوں گا واپس نہ جاؤں گا۔ اور اس بات پر وہ اس لیے مصر تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ ان کے علم اور منشا کے بغیر فضل بن سہل جس طرح حکومت کر رہا ہے اور جس طرح وہ خبروں کو ان تک پہنچنے نہیں دیتا اس سے ان کو آگاہ کرے۔ اس کا ارادہ یہ بھی تھا کہ جب تک وہ مامون کو بغداد جو ان کے آباواجداد کا دارالخلافہ اور دارالسلطنت ہے لے نہ آئے گا۔ تاکہ ان کی حکومت ایک وسطی مقام میں آ جائے۔ اور وہاں سے وہ تمام اطراف واکناف ملک پر آسانی سے نگرانی کر سکیں۔ ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

ہرثمہ کے خلاف فضل بن سہل کی مامون سے شکایت:

فضل کو اس کے ارادے کا علم ہو گیا اس نے مامون سے ہرثمہ کی شکایت کی کہ اس نے تمام ممالک اور رعایا میں آپ کے خلاف فتنہ وفساد برپا کیا ہے۔ اس نے آپ کے مقابلے میں آپ کے دشمن کی مدد کی ہے۔ اور یہ آپ کے دوستوں کا دشمن ہے۔ اس نے ابو السرایا کو شہ دے کر بغاوت پر آمادہ کیا۔ وہ اس کے فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا۔ اگر ہرثمہ چاہتا تو اسے بغاوت ہی نہیں کرنے دیتا۔ مگر جو کچھ ابو السرایا نے کیا ہے وہ سب اس کے اشارے سے کیا۔ جناب والا نے اسے کئی خط بھی لکھے۔ کہ وہ واپس چلا جائے اور اسے شام یا حجاز کی ولایت دے دی جاتی ہے مگر اس نے امیر المومنین کے حکم کو نہ مانا اور اب وہ امیر المومنین کی مرضی کے

خلاف اور ان کے حکم کو پس پشت ڈال کر امیر المومنین کے آستانے پر آیا ہے۔ وہ امیر المومنین کی شان میں بہت ہی بیہودہ الفاظ استعمال کرتا ہے اور دھمکی دیتا ہے کہ اگر اس کی بات نہ چلی تو عظیم الشان فتنہ برپا کر دے گا۔ جناب والا اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی گئی تو وہ ضرور کسی دوسرے کی خلافت کے لیے بہت بڑا فتنہ کھڑا کر دے گا۔

مامون کا ہرثمہ پر عتاب:

فضل کی اس گفتگو سے مامون کے دل میں ہرثمہ کی جانب سے گرہ بیٹھ گئی ہرثمہ نے بھی آنے میں دیر کی اور وہ ذیقعدہ تک خراسان نہ پہنچا۔ مرو پہنچ کر اسے اندیشہ ہوا کہ مامون کو اس کے آنے کی اطلاع ہی نہ دی جائے گی۔ اس نے اپنے وہاں پہنچ جانے کے لیے نقارے بجائے تاکہ مامون بھی سن لیں۔ نقارے کی آواز پر مامون نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہرثمہ اس جاہ و جلال کے ساتھ نقاروں کی آواز سے زمین و آسمان گونجتا ہوا آیا ہے۔ ہرثمہ کو اپنی جگہ یہ اعتماد تھا کہ جو بات وہ کہے گا مامون اسے بالکل صحیح سمجھ کر مان لیں گے۔ مامون نے اس کو باریابی کا حکم دیا۔ مگر ان کے قلب میں اس کی طرف سے پہلے ہی گرہ بیٹھ گئی تھی' کہنے لگے۔ تو نے اہل کوفہ اور علویوں سے سازش کی' تو نے ابوالسرایا کو بغاوت پر اغوا کیا۔ اور تیرے ہی اشارے سے اس نے یہ سب حرکتیں کیں۔ حالانکہ وہ تیری فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا۔ اگر تو چاہتا تو ان سب کو گرفتار کر لیتا۔ مگر تو نے ارادتاً ان کو بغاوت کرنے کا موقع دیا اور ان کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی۔

ہرثمہ کا قتل:

ہرثمہ ان الزاموں سے اپنی برات کرنے لگا۔ مگر انہوں نے اس کی ایک نہ مانی اسے پٹوایا۔ اس کی ناک پر گھونسے لگوائے اس کے پیٹ پر لوگوں کو کدوایا اور ان کے سامنے لوگ اسے گھسیٹ کر لے گئے۔ اس کے لیے چوبداروں وغیرہ کو پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ جب مامون حکم دیں تو خوب اسے مارنا اور ذلیل کرنا۔ اس مار کے بعد اسے قید کر دیا گیا۔ چند ہی روز وہ قید رہا پھر اس کے مخالفوں نے خفیہ طور پر اسے قتل کرا دیا اور ظاہر یہ کر دیا کہ وہ اپنی موت مرا ہے۔

اس سال بغداد میں حربیہ اور حسن بن سہل کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

باب ۹

شورشِ بغداد

حسن بن سہل کے خلاف حربیہ کی شورش:

بیان کیا گیا ہے کہ جب ہرثمہ بغداد سے روانہ ہوا اس وقت حسن بن سہل مدائن میں مقیم تھا۔ یہ بدستور یہیں مقیم تھا کہ اہل بغداد اور حربیہ کو اس حرکت کا علم ہوا جو خراسان میں ہرثمہ کے ساتھ کی گئی۔ اس سے ان میں بے چینی پیدا ہوئی۔ حسن نے علی بن ہشام اپنے والی بغداد سے کہلا بھیجا کہ حربیہ اور بغدادیوں کی جو سپاہ ہے اسے تم کچھ نہ دو۔ محض وعدے کرتے رہو۔ حالانکہ اس سے پہلے حسن نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی معاش ان کو دے گا۔ ہرثمہ کے خراسان جاتے ہی حربیہ نے ہنگامے برپا کر دیئے اور وہ کہنے لگے کہ تاوقتیکہ ہم حسن بن سہل کو بغداد سے نہ نکال دیں گے دم نہ لیں گے۔

حسن کے عمالوں کا بغداد سے اخراج:

اس وقت بغداد میں حسن کے عمالوں میں محمد بن ابی خالد اور اسد بن ابی الاسد موجود تھے حربیہ نے ان پر دھاوا کر کے ان کو بغداد سے نکال باہر کیا۔ اور اسحٰق بن موسیٰ بن المہدی کو مامون کے حلیف کی حیثیت سے بغداد پر امیر بنا لیا۔ اس بات پر بغداد کے دونوں سمت کے باشندوں نے اتفاق کیا اور سب نے اسحٰق کو اس منصب کے لیے پسند کیا۔ حسن بن سہل نے اپنے جاسوس ان کے پاس بھیجے اور ان کے امراء سے ساز باز کی۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت عسکر عہدی کی سمت سے ان کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئی۔ حسن اب فوج کو چھ ماہ تنخواہ بااقساط ادا کرنے لگا۔ حربیہ نے اسحٰق کو اپنے پاس منتقل کر کے اسے دجیل پر فروکش کیا۔

حربیہ کی کرخ میں آتش زنی:

دوسری جانب سے زہیر بن المسیب عسکر مہدی میں آ کر فروکش ہوا حسن نے علی بن ہشام کو بھی بغداد بھیج دیا یہ دوسرے جانب سے آ کر نہر صرصر پر اتر پڑا پھر محمد بن ابی خالد اور ان کے دوسرے سردار رات کے وقت بغداد میں آئے علی بن ہشام ۸/ شعبان کو عباس بن جعفر بن محمد بن الاشعث الخزاعی کے مکان میں باب المحول پر قیام پذیر ہوا۔ اس سے قبل کا یہ واقعہ ہوا کہ جب حربیہ کو معلوم ہوا کہ اہل کرخ زہیر اور علی بن ہشام کو اپنی سمت سے بغداد میں داخل کر دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے باب الکرخ پر حملہ کر کے اسے آگ لگا دی اور منگل کے دن کرخ کو قصر الوضاح کی حد سے لے کر اندرون کرخ میں کاغذیوں تک کے علاقہ کو تاخت و تاراج کر دیا۔ جس رات یہ واقعہ ہوا اس کی صبح کو علی بن ہشام بغداد میں گھس آیا۔ حربیہ تین دن تک اس سے صراط کے نئے اور پرانے پل اور پن چکیوں کے پاس لڑتے رہے۔

علی بن ہشام کا بغداد سے فرار:

اس کے بعد علی نے حربیہ سے وعدہ کیا کہ جب مال گزاری وصول ہو گی' میں تم کو چھ ماہ کی معاش یک مشت دے دوں گا انہوں نے کہا کہ چونکہ ماہ صیام سر پر آ رہا ہے اس لیے اس کے خرچ کے لیے پچاس درہم فی کس فوراً دے دیئے جائیں۔ علی نے اس درخواست کو مان لیا اور اب وہ ان کو یہ رقم دینے لگا۔ مگر ابھی تک وہ سب کو بے باق بھی نہ کرنے پایا تھا کہ زید بن موسیٰ بن محمد بن علی

بن حسین بن علی بن ابی طالب ؓ نے جو زید النار کے نام سے مشہور ہے بصرہ میں خروج کیا۔ یہ علی بن ابی سعید کی نگرانی میں قید تھا۔ اس قید سے کسی طرح نکل کر اس نے علانیہ بغاوت کر دی۔ اس نے ذیقعدہ ۲۰۰ھ میں ابناء کی ایک سمت میں خروج کیا تھا۔ ابو السرایا کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا۔ بغداد سے اس کی گرفتاری کے لیے فوجیں روانہ کی گئیں۔ وہ اسے علی بن ہشام کے پاس پکڑ لائے مگر علی صرف ایک جمعہ بغداد میں رہ سکا اس کے بعد وہ حربیہ کے پاس سے بھاگ کر نہر صرصر چلا آیا اس کے اس طرح بھاگ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک طرف تو اس نے پچاس درہم فی کس ادا کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں کیا اور اسی لیت ولعل میں رمضان پورا گزر کر ذی الحجہ آ گیا دوسرے یہ کہ اب حربیہ کو ہرثمہ کی اس درگت کی جو اس کے دشمنوں نے خراسان میں اس کی بنائی اطلاع ہوئی اس جوش میں انہوں نے علی پر دعویٰ کر کے اس شہر سے نکال دیا۔

محمد بن ابی خالد کی انتقامی کارروائی:

اس وقت اس تحریک اور لڑائی کا اصلی رکن محمد بن ابی خالد تھا۔ یہ اس لیے شریک ہوا تھا کہ بغداد میں آ جانے کے بعد علی بن ہشام اس کی شایان تعظیم وتوقیر نہیں کرتا تھا۔ اس بناء پر جب محمد بن ابی خالد اور زہیر بن مسیب میں کسی بات پر جھگڑا ہوا تو زہیر کو یہ جسارت ہوئی کہ اس نے محمد کو مارنے کے لیے کوڑا اٹھایا۔ محمد کو اس پر بہت غصہ آیا وہ ذی قعدہ میں حربیہ کے ساتھ شامل ہو کر اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لیے باقاعدہ میدان جنگ میں آ گیا۔ نہرار ہا آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ علی بن ہشام وغیرہ اس کا کچھ نہ کر سکے۔ محمد نے ان کو نہ صرف بغداد سے خارج کر دیا۔ بلکہ باہر نکل کر بھی اس کا تعاقب کیا اور نہر صرصر سے بھی ان کو مار بھگایا۔

آل عباس کی تعداد:

اس سال مامون نے رجاء بن ابی الضحاک اور اپنے خدمت گار فرتاس کو خراسان سے اس لیے بھیجا کہ وہ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد اور محمد بن جعفر کو ان کی خدمت میں لے کر آئیں۔ اس سال عباس کی اولاد کا شمار کیا گیا۔ ان کی اولاد ۳۳ ہزار ثابت ہوئی جس میں مرد اور عورتیں دونوں شریک تھے۔

لیون شاہ روم کا خاتمہ:

اس سال رومیوں نے اپنے بادشاہ لیون کو جس نے سات سال چھ ماہ ان پر بادشاہت کی تھی قتل کر کے دوسری مرتبہ میغائیل بن جورجس کو اپنا بادشاہ بنایا۔

یحییٰ بن عامر کا قتل:

اس سال یحییٰ بن عامر بن اسمٰعیل کو اس گستاخی کی پاداش میں کہ اس نے ان کے منہ پر امیر الکافرین کہا تھا۔ اپنے سامنے قتل کرا دیا۔ اس سال ابو اسحٰق بن الرشید کی امارت میں حج ہوا۔

۲۰۱ھ کے واقعات

منصور بن المہدی سے خلافت قبول کرنے کی درخواست:

اس سال اہل بغداد نے منصور بن المہدی کی خلافت قبول کرنے کے لیے بہت پھسلایا۔ مگر اس نے نہ مانا۔ جب خلیفہ بننے سے اس نے قطعی انکار کر دیا تو اب انہوں نے اس سے خواہش کی کہ آپ ہمارے امیر ہو جائیں اور خلیفہ مامون ہی کو تسلیم کریں اس تجویز کو البتہ اس نے مان لیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

ہم اہل بغداد کے علی بن ہشام کو بغداد سے نکالنے کا سبب بیان کر آئے ہیں۔ جب حسن بن سہل کو جو اس وقت مدائن میں تھا' اس واقعہ کی اطلاع ہوئی وہ خود بخود دوڑ کر ۲۰۱ھ کے شروع میں مدائن سے پسپا ہو کر واسط چلا گیا۔

محمد بن ابی خالد کی علانیہ مخالفت:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل بغداد نے علی بن ہشام کو اس وجہ سے بغداد سے نکالا ہے کہ جب ابوالسرایا کے قتل کے بعد حسن بن سہل نے محمد بن ابی خالد المروروزی کو بغداد بھیجا۔ محمد بن ابی خالد اس کا مخالف ہو گیا۔ حسن نے علی بن ہشام کو بغداد کی جانب غربی کا اور زہیر بن المسیب کو جانب شرقی کا والی مقرر کیا۔ اور خود وہ خیزانیہ میں مقیم رہا نیز اسی زمانے میں حسن نے عبداللہ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کو کوڑوں سے حد لگائی اس پر جماعت ابنا بگڑ گئی اور ساری فوج میں ہلڑ مچ گیا۔ حسن بھاگ کر برنجا آیا۔ پھر باسلاما پہنچا۔ اس نے حکم دیا کہ عسکر مہدی کے سپاہیوں کو تنخواہیں دے دی جائیں مگر اہل غربی کو نہ دی جائیں۔ اس وجہ سے دونوں سمت والے لڑ پڑے۔ محمد بن ابی خالد نے حربیہ جماعت کو بہت سارو پیہ دے کر اپنا کر لیا۔ علی بن ہشام مقابلہ سے بھاگا۔ اس کے بھاگنے کی وجہ سے خود حسن بن سہل بھی اپنے مقام سے بھاگ کر واسط چلا گیا۔ محمد بن ابی خالد بن الہدوان نے اس کے علانیہ مخالف کی طرح اس کا مقابلہ کیا۔ اور اب یہی اس باغی جماعت کا سرغنہ اور کارفرما ہو گیا تھا اس نے سعید بن الحسن بن قحطبہ کو بغداد کی جانب غربی کا قصر بن حمزہ بن مالک کو جانب شرقی کا والی مقرر کیا۔ منصور بن المہدی' خزیمہ بن خازم اور فضل بن الربیع بغداد میں اس کی حمایت کے لیے آمادہ ہو گئے۔

محمد بن ابی خالد اور زہیر بن میتب کی جنگ:

ان واقعات کے سلسلے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سال عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد جو طاہر بن الحسین کے ساتھ رقہ سے عراق آیا۔ اس نے اور اس کے باپ نے حسن سے لڑنے کی ٹھان لی۔ یہ بغداد سے حربیہ اور اہل بغداد کی فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ پر بڑھے۔ اور واسط کے قریب ابوقریش کے قریہ تک پہنچ گئے۔ ان کی شوکت کا یہ حال تھا کہ جس مقام پر حسن کی کوئی فوج متعین تھی اور یہ وہاں گئے اور ان کی اُس سے جنگ ہوئی۔ ہمیشہ حسن ہی کی فوج کو ہزیمت ہوئی۔ دیر عاقول پہنچ کر محمد بن ابی خالد نے تین دن یہاں قیام کیا۔ اس وقت زہیر بن المسیب جو حسن کی طرف سے جوخی کا عامل تھا۔ اپنے علاقہ میں بنی الجنید کے اسکاف میں ٹھہرا

ہوا تھا اور یہاں سے وہ بغداد کے امراء اور سرداروں سے خفیہ طور پر مراسلت کرتا تھا اس نے اپنے بیٹے ازہر کو بغداد بھیجا وہ اسکاف سے چل کر نہر نہروان پہنچا تھا کہ یہاں محمد بن ابی خالد سے اس کا مقابلہ ہو گیا۔ محمد اس کی طرف لپکا اور اس نے اسکاف جا کر اسے ہر طرف سے گھیر لیا پھر اسے امان دے کر قید کر لیا اور اسے اپنے دیر العاقول کے پڑاؤ میں لے آیا۔ محمد نے اس کے تمام مال و متاع پر اور ہر اس تھوڑی بہت چیز پر جو زہیر کی اسے ملی تھی' قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ خود واسطہ کی سمت بڑھا اور اس نے زہیر کو بغداد بھیج کر اپنے چند ھے بیٹے جعفر کے پاس قید کر دیا۔

حسن بن سہل کی روانگی واسط:

اب تک حسن جرجرایا میں ٹھہرا یا ہوا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ زہیر محمد بن ابی خالد کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا ہے وہ اپنے اس مقام سے اٹھ کر واسط آیا اور یہاں وہ صلح کے دہانے پر فروکش ہوا۔ محمد نے دیر العاقول سے اپنے بیٹے ہارون کو نیل بھیجا یہاں سعید بن الساجور الکوفی موجود تھا۔ ہارون نے اسے شکست دی اور اس کا تعاقب کرتا ہوا کوفہ میں گھس گیا اور اس پر قابض ہو گیا۔

فضل بن الربیع کی محمد بن ابی خالد سے امان کی درخواست:

اسی زمانے میں عیسیٰ بن یزید الجلودی محمد بن جعفر کو لے کر مکے سے کوفے آیا تھا ہارون کے قابض ہو جانے کی وجہ سے اب یہ سب کے سب خشکی کے راستے سے واسط چلے۔ ہارون بھی اپنے باپ کے پاس پلٹ گیا۔ اور وہ دونوں شہر واسط پر قبضہ کرنے کے لیے جہاں حسن بن سہل مقیم تھا قریہ ابو قریش میں پھر اکٹھا ہو گئے۔ ان کے مقابلے کے لیے خود حسن اپنے پڑاؤ سے چل کر واسط کے عقب میں اس کے اطراف میں کسی مقام پر فروکش ہوا۔ امین معزول کے قتل کے بعد سے فضل بن الربیع روپوش تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ محمد بن ابی خالد واسط پہنچ گیا ہے۔ اس نے محمد سے امان کی درخواست کی۔ محمد نے اسے امان دے دی اب وہ ظاہر ہو گیا۔

محمد بن ابی خالد اور حسن بن سہل کی جنگ:

اب محمد بن ابی خالد لڑائی کے لیے بالکل آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ اور اس کا بیٹا عیسیٰ اپنی فوجوں کو لے کر واسط سے صرف دو میل کے فاصلہ پر آ گئے۔ حسن نے اپنی فوج اور سرداروں کو ان کے مقابلے کے لیے آگے بڑھایا۔ شہر واسط کے مکانات کے قریب فریقین میں نہایت ہی شدید خونریز لڑائی ہوئی۔ عصر کے بعد غبار اور ہوا کا اس قدر شدید طوفان آیا کہ دونوں فریق ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئے محمد بن ابی خالد کی فوج کو شکست ہوئی صرف وہ تنہا مقابلہ پر جما رہا۔ جب بہت سخت زخمی ہو گیا تو وہ بھی بھاگا اور اب اس کی فوج کو نہایت بری طرح شکست ہوئی۔ حسن کی فوج نے یہ شکست اسے اتوار کے دن جب کہ ربیع الاوّل ۲۰۱ھ کے ختم ہونے میں باقی تھیں دی۔

محمد بن ابی خالد کی پسپائی:

محمد بھاگ کر جب صلح کے دہانے پر پہنچا۔ حسن کی فوج اس کے مقابلے کے لیے چلی۔ ان سے جنگ کرنے کے لیے محمد نے صف آراستہ کی۔ مگر رات ہوتے ہی وہ اپنی فوج کو لے کر مقابلہ سے ہٹ گیا۔ اور مبارک پہنچ کر اس نے پڑاؤ کیا۔ دوسرے دن صبح کو حسن کی فوجیں پھر سامنے آئیں۔ محمد نے ان کا مقابلہ کیا اور تمام دن لڑائی ہوتی رہی رات ہوتے ہی وہ یہاں سے بھی چل دیئے اور جبل آئے۔

محمد بن ابی خالد کا انتقال:

یہاں محمد نے قیام کیا اور اپنے بیٹے ہارون کو نیل بھیج دیا وہ نیل پہنچ کر ٹھہر گیا اور خود محمد جرجرایا میں فروکش ہوا۔ مگر جب اس کے زخم زیادہ خراب ہو گئے اس نے اپنے دوسرے سرداروں کو اپنے پڑاؤ میں چھوڑا اور اس کو اس کا بیٹا ابوزنبیل ۶/ ربیع الآخر دوشنبہ کی رات کو بغداد میں لے آیا۔ مگر اسی رات محمد بن ابی خالد نے اپنے زخموں کی وجہ سے بغداد میں انتقال کیا اور وہ اپنے ہی گھر میں خفیہ طور پر دفن کر دیا گیا۔

زہیر بن المسیب کا قتل:

زہیر بن المسیب جعفر بن محمد بن ابی خالد کے پاس قید تھا۔ بغداد آ کر ابوزنبیل دوشنبہ کے دن ۸/ ربیع الآخر کو خزیمہ بن خازم کے پاس آیا اور اس سے اپنے باپ کا واقعہ بیان کیا۔ خزیمہ نے بنی ہاشم اور دوسرے امرا کو بلا کر اس کی اطلاع دی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کا وہ خط پڑھ کر سنایا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اب اپنے باپ کے بجائے میں آپ کی حمایت میں آپ کے دشمنوں سے نبٹے لیتا ہوں۔ حاضرین نے اس کی امارت پسند کر لی۔ اور اب عیسیٰ اپنے باپ کی جگہ سپہ سالار ہو گیا۔ ابوزنبیل خزیمہ کے پاس سے پلٹ کر زہیر بن المسیب کے پاس آیا اور اسے قید خانے سے نکال کر قتل کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بہت ہی بے رحمی سے اسے ذبح کر کے اس کے سر کو کاٹ کر عیسیٰ کے پاس اس کی فرودگاہ میں بھیج دیا۔

زہیر بن المسیب کے سر کی تشہیر:

عیسیٰ نے اسے ایک بانس پر لٹکایا۔ لوگوں نے اس کے جسم کو لے کر اس کے دونوں پاؤں میں رسی باندھی اور پھر تمام بغداد میں اسے گشت کرایا۔ خود اس کے اور اس کے خاندان والوں کے مکانات پر جو باب الکوفہ میں تھے۔ اسے دکھانے کے لیے لائے۔ پھر کرخ میں اسے گشت کرایا۔ جب شام ہوئی تو اسے باب الشام واپس لے آئے اور اسی رات کو اس کے جسم کو دجلہ میں ڈال دیا۔ یہ واقعہ ۸/ ربیع الآخر دوشنبہ کے دن ہوا۔ اس کارروائی کے بعد ابوزنبیل پھر اپنے بھائی عیسیٰ کے پاس چلا آیا۔ عیسیٰ نے اسے صراط کے دہانے بھیج دیا۔

اہل نیل کی تاراجی:

حسن بن سہل کو محمد بن ابی خالد کے مرنے کی اطلاع ہوئی وہ واسط سے چل کر مبارک آیا اور یہاں ٹھہر گیا۔ جمادی الآخر میں اس نے حمید بن عبدالحمید الطوسی کو جس کے ہمراہ عرا کو الاعر کو الاعرابی' سعید بن انساجور' ابوالبط محمد بن ابراہیم الافریقی اور دوسرے کئی نامی شہسوار تھے۔ ابوزنبیل سے لڑنے بھیجا۔ صراط کے دہانے پر ان کی ابوزنبیل سے لڑائی ہوئی۔ انہوں نے اسے شکست دی۔ یہاں سے پسپا ہو کر وہ اپنے بھائی ہارون کے پاس نیل چلا آیا۔ مگر یہاں بھی حسن کی فوجوں نے اسے آلیا۔ اور نیل کے گھروں کے قریب ہی فریقین میں لڑائی ہونے لگی۔ تھوڑی دیر تک جم کر مقابلہ ہوتا رہا۔ مگر پھر ہارون اور ابوزنبیل کی فوجوں نے شکست کھائی اور وہ بھاگتے ہوئے مدائن آئے یہ جنگ دوشنبہ کے دن جبکہ ماہ جمادی الآخر کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں وقوع پذیر ہوئی حمید اور اس کے ساتھیوں نے نیل میں گھس کر تین دن اسے مسلسل خوب ہی لوٹا۔ اہل نیل کے تمام مال و متاع پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ نیز آس پاس کے گاؤں بھی تاراج کر دیے۔

منصور بن مہدی کی امارت بغداد:

محمد بن ابی خالد کے مرنے کے بعد بنو ہاشم اور امرائے بغداد نے خلافت کے مسئلہ پر بھی گفتگو کی تھی۔ ان کی رائے تھی کہ ہمارے آپس ہی میں سے ہم کیوں نہ کسی شخص کو خلیفہ بنالیں اور مامون کو خلافت سے علیحدہ کر دیں۔ ابھی وہ اس کے تصفیہ کے لیے ایک دوسرے کو تیار کر رہے تھے کہ ان کو ہارون اور ابوزنبیل کی شکست کی اطلاع ملی۔ اب انہوں نے منصور بن المہدی کی بہت خوشامد کی کہ تم خلیفہ ہو جاؤ۔ اس نے اس سے انکار کر دیا۔ مگر وہ لوگ برابر اس سے اصرار کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے اسے بغداد اور عراق کا امیر مامون کے نائب کی حیثیت سے بنا ہی لیا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ ہم مجوسی اور مجوسی زادے حسن بن سہل کی اطاعت ہرگز قبول نہیں کرتے۔ ہم اسے یہاں سے نکالے دیتے ہیں۔ وہ خراسان واپس جائے۔

حسن بن سہل کی عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو پیش کش:

بیان کیا گیا ہے کہ جب بغداد والے حسن بن سہل سے لڑنے کے لیے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کے ساتھ ہو گئے۔ حسن بن سہل کو محسوس ہوا کہ وہ اب عیسیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس نے وہب بن سعید الکاتب کو عیسیٰ کے پاس بھیجا اور کہلا کر بھیجا کہ میں تمہارے ہاں رشتہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ایک لاکھ دینار تم کو دوں گا۔ تمہارے خاندان والے اور اہل بغداد کو امان دوں گا اور جہاں کی ولایت پسند کرو وہ تم کو دے دی جائے گی۔ عیسیٰ نے اس کے جواب میں یہ مطالبہ کیا کہ ان مواعید کے لیے مامون کا اپنا لکھا ہوا خط بھیجا جائے۔ حسن نے وہب کو دوبارہ عیسیٰ کے پاس بھیجا اور اقرار کیا کہ میں تمہارے اس مطالبہ کو بھی تسلیم کرتا ہوں مگر وہب مبارک اور جبل کے درمیان ہی غرق ہو گیا۔

منصور بن مہدی کے عمال کا تقرر:

اس کے بعد عیسیٰ نے اہل بغداد کو لکھا کہ جنگ میں مصروفیت کی وجہ سے میں خراج وصول نہیں کر سکتا۔ تم بنی ہاشم کے کسی شخص کو والی بنالو۔ انہوں نے منصور بن المہدی کو اپنا والی مقرر کیا۔ اس نے کلواذئ میں اپنی چھاؤنی ڈالی اہل بغداد نے تو اس سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ خلافت قبول کرے مگر اسے اس نے نہ مانا اور کہا کہ میں امیر المومنین کا محض اس وقت تک کے لیے نائب ہوں جب تک کہ وہ خود تشریف لائیں یا کسی کو والی مقرر کر کے بھیجیں۔ بنو ہاشم امراء اور سپاہ اس بات ہی پر راضی ہو گئی۔ اس تمام معاملہ کو خزیمہ بن خازم نے سرانجام دیا۔ منصور نے ہر سمت اپنے عمال بھیج دیئے۔

غسان بن عباد کی گرفتاری:

عین اسی زمانے میں حمید الطوسی بنو محمد کی تلاش میں بغداد آتا ہوا مدائن پہنچا ایک دن وہاں قیام کر کے پھر وہ نیل کی طرف پلٹ گیا۔ اس کی پیش قدمی کی اطلاع منصور کو ہوئی وہ بغداد سے چل کر کلواذئ میں فروکش ہوا۔ اور یحییٰ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان مدائن کی طرف بڑھا۔ پھر منصور نے اسحٰق بن العباس بن محمد الہاشمی کو دوسری جانب روانہ کیا اس نے نہر صرصر پر پڑاؤ کیا اور غسان بن عباد بن ابی الفرج ابو ابراہیم بن غسان فرماں روائے خراسان کے صاحب حرس کو کوفے کی سمت روانہ کیا۔ یہ وہاں سے بڑھ کر قصر ابن ہبیرہ آ کر وہاں مقیم ہو گیا۔ جب اس کے آنے کی اطلاع حمید کو ہوئی اس نے دفعتہً غسان کی بے خبری میں وہاں پہنچ کر قصر کا محاصرہ کر لیا۔ غسان کو گرفتار کیا اس کی فوج کی وردی اور اسلحہ لے لیے اور بہت سوں کو قتل کر دیا۔ یہ ۴/ رجب دوشنبہ کا واقعہ ہے اس کے بعد

ہر جماعت اپنی اپنی فرودگاہ میں مقیم رہی۔ کسی نے کوئی حرکت نہیں کی۔

محمد بن یقطین اور حمید الطوسی کی جنگ:

البتہ محمد بن یقطین بن موسیٰ جواب تک حسن بن سہل کے ساتھ تھا۔ اس کے پاس سے بھاگ کر عیسیٰ سے جاملا۔ عیسیٰ نے اسے منصور کے پاس بھیج دیا۔ منصور نے اسے حمید کی سمت روانہ کر دیا۔ اس وقت خود حمید تو نیل میں مقیم تھا البتہ اس کا رسالہ قصر میں تھا۔ ابن یقطین ۲ شعبان سنیچر کے دن بغداد سے روانہ ہو کر کوتی آیا۔ حمید کو اس کی خبر ہوئی۔ اس نے اور اس کی فوج نے وہیں اسے بے خبری میں آلیا۔ حمید اس سے لڑ پڑا اور اس نے اسے مار بھگایا اس کے بہت سے سپاہیوں کو اس نے قتل کر دیا۔ اور اسیر کر لیا اس کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد غرق ہوگئی۔ حمید اور اس کی سپاہ نے کوفے کے قرب و جوار کے تمام دیہات تاخت و تاراج کر دیے۔ گائے' بکری' گدھوں کو لوٹ لیا اس کے علاوہ زیور اور ہر قسم کے دوسرے سامان کو جس پر دسترس ہو سکی لوٹ لیا۔ اس واقعہ کو ختم کر کے حمید پھر نیل چلا گیا اور ابن یقطین پسپا ہو کر نہر صرصر آ گیا۔

عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کی چھاؤنی کی مردم شماری:

عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد نے اپنی چھاؤنی کی مردم شماری کی ایک لاکھ پچیس ہزار فوج تھی۔ جس میں سوار اور پیادے دونوں شامل تھے۔ اس نے سوار کو چالیس اور پیادے کو بیس درہم کے حساب سے معاش دی۔

رضا کار جماعت:

اس سال بغداد کے فاسقوں کی سرکوبی کے لیے رضا کاروں کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ خالد ریوش اور ابو حاتم سہل بن سلامۃ الانصاری الخراسانی اس جماعت کے رئیس تھے۔

رضا کار جماعت کے خروج کا سبب:

اس جماعت کے خروج کا سبب یہ ہوا کہ حربیہ کے فساق اور بغداد اور کرخ کے شاطر دوسرے لوگوں کو بہت سخت ایذا دینے لگے وہ علانیہ طور پر بدکاری کرتے تھے۔ راہ گیروں کو لوٹ لیتے تھے اور سب کے سامنے راستوں پر سے عورتوں اور لونڈوں کو اٹھا لے جاتے تھے۔ وہ اتنے چیرہ دست ہو گئے تھے کہ جماعت بنا کر کسی کے پاس جاتے اور زبردستی اس کے بیٹے کو اٹھا لے جاتے اور وہ ان کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ لوگوں سے قرض اور صلے کے طور پر روپیہ طلب کرتے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ان کی جماعتیں دیہات جاتیں وہاں پہلے تو خوب دعوتیں کھاتے اور پھر جس قدر مال یا نقد پر ان کی دسترس ہوتی اس کو زبردستی وصول کر لیتے نہ حکومت ان کو روکتی تھی اور نہ اس کا ان پر کوئی زور ہی رہا تھا۔ کیونکہ اس وقت حکومت خود ان کی امداد پر جمی ہوئی تھی اور وہی اندرونی طور پر اس کے یار و مددگار تھے۔ اسی وجہ سے ان کی بری سے بری حرکت کو بھی وہ نہیں روک سکتی تھی۔ وہ تاجروں سے چاہے وہ شاہراہوں پر ہوں کشتیوں پر ہوں' سواریوں پر ہوں' لگان وصول کرتے تھے۔ یہ باغوں کی پاسبانی کرتے اور اس کا حصہ بٹاتے تھے' علانیہ ڈاکہ مارتے تھے' اور کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔ ان کی وجہ سے تمام مخلوق سخت مصیبت میں مبتلا تھی۔

قطربل کی تاراجی:

ان کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی کہ انہوں نے قطربل کو جا کر دن دہاڑے لوٹ لیا۔ مال و متاع' سونا چاندی بکریاں' گائے

اور گدھے وغیرہ لوٹ کر بغداد لائے اور یہاں تک کہ ان کو سر بازار بیچنا شروع کر دیا۔ اہل قطربل نے بغداد آ کر حکومت سے استغاثہ کیا۔ مگر کسی کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ ان مظلوموں کی مدد کرتا۔ نہ حکومت نے ان کے منصوبہ مال میں سے کوئی چیز ان کو واپس دلائی۔ واقعہ آخر شعبان میں ہوا۔ جب لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی کہ حکومت کو کوئی پروا نہیں اور بدمعاش لوگوں کا اس قدر مال لوٹ لا کر علانیہ بیچ رہے ہیں اور خود ان کے بازاروں میں یہ معاملہ ہو رہا ہے۔ اور انہوں نے تمام ملک میں فتنہ فساد جور و تعدی اور لوٹ مار مچا رکھی ہے اور اس کے باوجود حکومت ان سے کوئی باز پرس نہیں کرتی۔ ہر محلّہ کے صلحا اس کے سد باب کے لیے کھڑے ہوئے۔

مفسدوں کے خلاف کارروائی:

وہ ایک دوسرے سے جا کر ملے اور کہنے لگے کہ ہر کوچے میں ایک یا دو فاسق رہتے ہیں۔ ان کی تعداد دس تک ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس مٹھی بھر جماعت نے آپ لوگوں پر باوجودیکہ آپ ان سے کہیں زیادہ ہیں یہ چیرہ دستی کر رکھی ہے۔ اگر آپ لوگ سب پوری طرح اتفاق کر لیں اور پھر ان کا مقابلہ کریں تو آپ ان کا قلع قمع کر دیں گے اور پھر ان کی یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ آپ کے بیچ میں یہ ناشائستہ حرکت کریں۔ خالد ریوش جو انبار کی سڑک کی ایک سمت میں بودوباش رکھتا تھا کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے پڑوسیوں گھر والوں اور اہل محلّہ کو دعوت دی کہ آپ نیکی کی اشاعت اور برائی کے روکنے میں میری مدد کریں۔ ان لوگوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔ اب اس جماعت نے اپنے قریب کے فاسقوں اور شاطروں پر حملہ کر کے ان کو ان کی بدکرداریوں سے روکا۔ مگر وہ نہ مانے بلکہ اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے خالد ان سے لڑا اس نے ان کو مار بھگایا۔ اور بعض کو پکڑ کر خوب پیٹا اور پھر قید کر کے سرکار میں پیش کر دیا اس نے یہ سب کچھ تو کیا مگر اس سے حکومت کی مخالفت قطعی مقصود نہ تھی۔

ابوحاتم سہل ابن سلامہ:

اس کے بعد اہل حربیہ کا ایک شخص ابوحاتم سہل بن سلامۃ الانصاری خراسان کا باشندہ کھڑا ہوا اس نے بھی لوگوں کو نیکی کی تعلیم' بدی سے ممانعت اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے دعوت دی اپنے گلے میں کلام پاک لٹکایا پھر سب سے پہلے اپنے پڑوسی اور ہم محلّہ لوگوں کو پند و نصیحت شروع کی۔ انہوں نے اس کی بات مانی پھر اس نے تمام لوگوں کو شریف کمین بنی ہاشم اور ان کے ماسوا دوسرے تمام لوگوں کو اس مقصد کے لیے دعوت دی اس کے لیے ایک دیُوان بنایا۔ جو شخص اس مقصد کے لیے اس کے پاس آ کر اس کی بیعت کرتا اور اقرار کرتا کہ جو شخص چاہے اب ہو یا آئندہ اس کی یا اس کی تحریک کی مخالفت کرے گا میں اس سے لڑوں گا۔ اس کا نام اس دیوان میں ثبت کر لیا جاتا۔ ہزار ہا آدمیوں نے آ کر اس کی بیعت کی۔

ابوحاتم سہل کی کارگزاری:

اس نے تمام شہر بغداد میں اس کے بازاروں' مضافات اور شاہراہوں پر گشت کی اور ممانعت کر دی کہ اب آئندہ سے کوئی شخص ثمرہ کی تقسیم پر باغوں کی نگرانی اپنے ذمہ نہ لے۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ اسلام میں ناجائز ہے۔ اسی طرح کوئی شخص غلے کے تاجروں اور مسافروں سے کوئی لگان نہ لے اس نے کہا کہ خفارہ اسلام میں جائز نہیں۔ خفارہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص باغ کے مالک سے آ کر کہتا ہے کہ تیرا باغ نزول میں ہے۔ جو اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا میں اسے روک دوں گا۔ اور تم کو اس کے عوض میں ہر ماہ مجھے اس قدر درہم دینا پڑیں گے۔ چار و ناچار باغ والے کو یہ مطالبہ ماننا پڑتا تھا۔ سہل نے اس معاملہ کو بھی اپنے ذمے لیا تھا۔ مگر

دریوش نے سہل کی مخالفت کی اور اس نے کہا کہ میں حکومت پر کوئی الزام عائد نہیں کرسکتا' نہ میں اس سے کسی قسم کی باز پرس کروں گا نہ لڑوں گا۔ نہ کسی بات کا حکم دوں گا۔ اور نہ کسی بات سے روکوں گا۔ سہل نے کہا۔ مگر میں تو ہر اس شخص سے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی مخالفت کرے گا۔ چاہے وہ حکومت ہو یا کوئی اور ضرور لڑوں گا۔ حق سب کے لیے برابر ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کی حمایت بھی سب پر فرض ہے جو اس ارادے سے میرے ہاتھ پر بیعت کرے اسے میں قبول کروں گا۔ اور جو ان شرائط کو نہ ماننے میں اس سے بھی لڑوں گا۔ ۴/ رمضان ۲۰۱ھ جمعرات کے دن سہل اپنی اس دعوت کے اعلان کے لیے طاہر بن الحسین کی اس مسجد میں جسے اس نے حربیہ میں بنایا تھا' کھڑا ہوا۔ اس سے دو یا تین دن پہلے خالد الدریوش اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

منصور بن مہدی کی بغداد میں آمد:

اس زمانے میں منصور بن المہدی اپنی جبل کی چھاؤنی میں فروکش تھا۔ جب سہل بن سلامہ اور اس کے پیرو علانیہ کھڑے ہو گئے اور اس کی اطلاع منصور اور عیسیٰ کو ہوئی تو چونکہ ان کی فوجوں میں اکثر اسی قسم کے بدمعاش آوارہ گرد اور بدکار آدمی بھی ہوئے تھے۔ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ منصور بغداد چلا آیا۔

عیسیٰ بن محمد کی روانگی بغداد:

اور عیسیٰ بن جو پہلے سے حسن بن سہل سے مراسلت رکھتا تھا بغداد کے اس ہنگامے کی خبر پاتے ہی اس سے اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کے لیے امان کی درخواست کی اور یہ بھی شرط کی کہ جب حسن کو ہٹائی وصول ہوا اس کے ساتھیوں' اس کی سپاہ اور اہل بغداد کو چھ مہینے کی معاش دے۔ حسن نے یہ درخواست منظور کر لی۔ عیسیٰ اپنی چھاؤنی سے اٹھ کر ۱۳/ شوال دوشنبہ کے دن بغداد چلا آیا۔ اس کی تمام فوجیں ایک ایک کر کے چھاؤنی چھوڑ کر بغداد چلی آئیں۔

عیسیٰ بن محمد اور حسن بن سہل کی سازباز:

عیسیٰ نے ان کو بتا دیا کہ میں نے ان شرائط کے ساتھ سب کے لیے صلح کر لی ہے۔ اسے سب نے پسند کیا۔ اب وہ مدائن چلا آیا۔ یہاں یحییٰ بن عبداللہ حسن بن سہل کا چچیرا بھائی اس کے پاس آیا اور وہ دیر العاقول پر فروکش ہوا سب نے اسے سواد کا والی بنا لیا۔ مگر عیسیٰ کو بھی انہوں نے اس کی ولایت میں اس طرح شریک کر دیا کہ پرگنات اور بغداد کے علاقوں کو ان میں تقسیم کر دیا۔ کچھ ایک کے تحت اور کچھ دوسرے کے تحت کر دیئے گئے۔ جب عیسیٰ حسن بن سہل سے سازباز کر کے اس طرح اس کے ساتھ ہو گیا اور عسکر مہدی والے اس کے پہلے بھی مخالف تھے اب مطلب بن عبداللہ بن مالک الخزاعی سہل بن سلامۃ کے مقابل اٹھے اس نے مامون اور سہل کے بیٹے فضل اور حسن کے لیے دعوت دی سہل نے اسے اس سے روکا اور کہا کہ اس لیے تو تم نے میری بیعت نہیں کی تھی۔

سہل بن سلامہ اور مطلب کی جنگ:

منصور بن المہدی' خزیمہ بن خازم اور فضل بن الربیع شہر کے اندر چلے آئے اسی دن انہوں نے سہل بن سلامہ کی دعوت پر اس کی بیعت کی اور مطلب سے بھاگ کر حربیہ میں قیام پذیر ہوئے۔ سہل بن سلامہ حسن بن سہل کی طرف آیا۔ اس نے مطلب کو اپنے پاس بلا بھیجا اور کہا کہ تم نے اس لیے تو میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ مگر مطلب نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اور اس کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ دو یا تین دن تک سہل کی اس سے نہایت ہی سخت اور خونریز لڑائی ہوئی پھر عیسیٰ اور مطلب نے صلح کر لی اور

عیسیٰ نے سہل کو دھوکے سے قتل کرا دینے کے لیے اپنا ایک آدمی مقرر کیا۔ اس نے موقع پا کر تلوار کا وار کیا۔ سہل پر اس کی ضرب کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر اس کے بعد وہ اس قضیے کو چھوڑ کر اپنے مکان چلا آیا۔ اور اب صرف عیسیٰ اس جماعت کا کارفرما رہ گیا اور لوگ لڑائی سے رک گئے۔

حمید بن عبدالحمید کا قصر ابن ہبیرہ میں قیام:

اس زمانے میں حمید بن عبدالحمید نیل میں مقیم تھا۔ جب اسے اس ہنگامے کی خبر ملی وہ کوفے آ کر چند روز وہاں مقیم رہا۔ پھر کوفے سے قصر ابن ہبیرہ آ گیا اور یہیں اس نے اقامت اختیار کی مکان بنایا۔ اس کے گرد فصیل اور خندق بنائی یہ ذی قعدہ کے آخر کا واقعہ ہے۔

عیسیٰ بن محمد کی سہل بن سلامہ سے معذرت:

عیسیٰ بغداد میں قیام پذیر رہا اس اثناء میں وہ غلہ کے انتظار میں سپاہ کا معائنہ اور ان کی صحت کرتا رہا نیز اس نے پھر سہل بن سلامہ سے اپنے کیے کی معافی مانگی اور اس سے کہا کہ آپ پھر نکلیں اور حسب سابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ اس کے لیے میں آپ کا حامی اور مددگار رہوں۔ چنانچہ سہل اب پھر حسب سابق کتاب اور سنت پر عمل کی دعوت دینے لگا۔

باب ۱۰

علی الرضا کی ولی عہدی

علی الرضا کی ولی عہدی:

اس سال مامون نے علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کو مسلمانوں کا ولی عہد اور اپنے بعد ان کا خلیفہ مقرر کر دیا رضائے آل محمد ﷺ ان کا نام رکھا۔ فوج کو حکم دیا کہ وہ سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس اختیار کرے اس کے لیے انہوں نے تمام آفاق میں احکام نافذ کر دیئے۔

علی الرضا کی بیعت اور سبز لباس پہننے کا حکم:

عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد اپنی چھاؤنی سے بغداد آ کر اپنی سپاہ کے معائنہ ہی میں مصروف تھا کہ اس کے پاس حسن بن سہل کا خط آیا۔ جس میں اس نے عیسیٰ کو اطلاع دی تھی کہ امیر المومنین مامون نے علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد کو اپنے عبد اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے۔ اس انتخاب سے پہلے انہوں نے بنی عباس اور بنی علی کے ہر شخص پر غور کیا۔ مگر اس سے بہتر' زیادہ متقی پرہیز گار اور عالم دین ان کو دوسرا نظر نہیں آیا۔ انہوں نے رضائے آل محمد ﷺ اس کا لقب قرار دیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں سیاہ لباس ترک کر کے اب سبز لباس اختیار کر لوں۔ یہ خط عیسیٰ کو ۲/ رمضان ۲۰۱ھ منگل کے دن ملا۔ اپنے اس خط میں حسن بن سہل نے اسے یہ بھی حکم دیا کہ اپنے پاس والوں' سپاہ افسر اور بنی ہاشم کو حکم دے کہ وہ علی الرضا کے لیے بیعت کریں اور تمام پوشاک قبا' کلاہ اور عمامہ سبز پہنا کریں۔ تمام بغداد والوں سے اس حکم پر عمل کرایا جائے۔

بنی عباس کا ردعمل:

عیسیٰ نے اطلاع موصول ہوتے ہی اہل بغداد کو اس حکم کی بجا آوری کی ہدایت کی اور وعدہ کیا کہ ایک ماہ کی تنخواہ میں ابھی دے دیتا ہوں باقی غلہ آنے پر بے باق کر دی جائے گی۔ اس پر بعض تو عمل کرنے پر آمادہ ہوئے اور بعض نے اس حکم کے ماننے سے قطعی انکار کیا۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز حکومت کو بنی عباس سے نکلنے نہیں دیں گے اس میں فضل بن سہل کی گہری چال معلوم ہوتی ہے۔ چند روز اسی اختلاف میں گزرے۔ بنی عباس اس تجویز پر بہت برہم ہوئے۔ اور آپس میں مشورہ کر کے انہوں نے یہ طے کیا کہ ہم اپنے ہی میں سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بناتے ہیں۔ اور مامون کو خلافت سے علیحدہ کرتے ہیں۔ مہدی کے بیٹے ابراہیم اور منصور اس مخالفت میں سب سے زیادہ نمایاں تھے' چنانچہ اسی سال اہل بغداد نے مامون کو چھوڑ کر ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ بنالیا۔

بنی عباس کا ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ:

ہم بغداد کے عباسیوں کی مامون سے ناراضی کا سبب ابھی بیان کر چکے ہیں۔ اور ان لوگوں کا بھی ذکر کر چکے ہیں۔ جو حسن بن سہل سے لڑنے کے لیے آمادہ اور متحد ہو گئے جس کی بنا پر حسن بغداد چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد مامون نے علی الرضا کو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا اور لوگوں کو سبز لباس پہننے کا حکم دیا۔ اور حسن بن سہل نے اس کے متعلق عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو لکھا کہ وہ اہل بغداد سے اس حکم کی بجا آوری کرائے اس نے منگل کے دن جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں۔ اہل بغداد سے ان احکام

کی بجا آوری کروائی۔ اس موقع پر عباسیوں نے یہ ظاہر کیا کہ ہم نے تو ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ بنالیا ہے۔ ان کے بعد ان کے بھتیجے اسحٰق بن موسیٰ بن المہدی کو ولی عہد مقرر کرلیا ہے اور ہم نے مامون کو خلافت سے علیحدہ کردیا ہے۔ ہم آئندہ سال کی پہلی محرم کو ہر اس شخص کو جو ہمارے ساتھ ہوگا دس دینار دیں گے۔

بنی عباس کی سازش:

اس دعوت کو بعض لوگوں نے قبول کیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب تک ہمیں یہ رقم نہ مل جائے ہم اسے نہیں مانتے۔ جمعہ کے دن جب لوگ نماز کے لیے تیار ہوئے انہوں نے چاہا کہ خود مستقل خلیفہ تو نہیں البتہ منصور کے بجائے ابراہیم کو مامون کا نائب بنالیں۔ انہوں نے ایک شخص کو اس بات پر متعین کردیا ہے کہ جب موذن اذان دے چکے تو وہ اس بات کا اعلان کرے کہ ہم چاہتے ہیں کہ مامون کے لیے دعوت دیں اور اس کے بعد ابراہیم کو خلیفہ بنائیں۔ نیز عباسیوں نے یہ بھی سازش کی کہ ایک جماعت کو اس بات پر آمادہ کردیا کہ جب یہ شخص مامون کی دعوت کا ذکر کرے تو سب کھڑے ہو کر کہنا کہ ہم اس تجویز کو نہیں مانتے۔ ہونا یہ چاہیے کہ تم سب ابراہیم کی خلافت کے لیے بیعت کرو۔ اور ان کے بعد اسحٰق کے لیے اور مامون کو سرے سے خلافت سے علیحدہ کردو۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ وہ ہماری املاک کو اس طرح غضب کرے جس طرح منصور نے کہا۔ عباسیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ بس اس قدر کہہ کر تم اپنے گھروں میں خاموش بیٹھ جانا۔ اس کے آگے ہم دیکھ لیں گے۔

بنی عباس کی مامون کی مخالفت:

چنانچہ اذان کے بعد جب اس مقرر کردہ شخص نے مامون کی دعوت بیعت دی تو اس جماعت نے حسب قرارداد اس کو جواب دے دیا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس روز نماز جمعہ ہی غائب ہوگئی نہ خطبہ ہوا نہ نماز جمعہ البتہ سب نے ظہر کی نماز کے چار فرض پڑھے اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یہ اس جمعہ کا ذکر ہے کہ جب کہ ماہ ذی الحجہ ۲۰۱ھ کے ختم میں صرف دو راتیں باقی رہ گئی تھیں۔

اس سال عبداللہ بن خرداذبہ والی طبرستان نے دیلم کے شہر لارز اور شند کو فتح کر کے بلاد اسلام میں شامل کرلیا۔ اس نے طبرستان کے پہاڑ بھی مسخر کرلیے اور شہریار شروین کو اس کے پہاڑی مامن سے بے دخل کردیا۔ اس نے مازیار بن قارن کو سر تسلیم خم کرنے کے لیے مامون کی خدمت میں روانہ کیا اور ابولیلیٰ شاہ دیلم کو بغیر کسی عہد کے قید کرلیا۔

بابک الخرمی کی شورش:

اس سال ابوالسرایا کے صاحب محمد بن محمد نے انتقال کیا۔ اس سال بابک الخرمی نے جاویدانی بن سہل صاحب البذ کی جماعت جاویذانیہ کے ساتھ شورش برپا کی۔ بابک نے یہ دعویٰ کیا کہ جاویذانیہ کی روح اس میں حلول کر آئی ہے۔ اس نے ایک عام ہنگامہ اور فساد برپا کردیا۔ اس سال خراسان، رے اور اور اصبہان میں سخت قحط ہوا۔ اشیائے خوراک بہت ہی گراں ہوگئیں اور اموات ہوئیں۔

امیر حج اسحٰق بن موسیٰ:

اس سال اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۲۰۲ھ کے واقعات

بغداد میں ابراہیم بن المہدی کی بیعت:

اس سال اہل بغداد نے ابراہیم بن المہدی کو خلیفہ بنایا اور مبارک اس کا لقب قرار دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اہل بغداد نے اس سال کی پہلی محرم کو ابراہیم کی بیعت کی اور مامون سے علیحدگی اختیار کی۔ جمعے کے دن ابراہیم منبر پر چڑھا۔ سب سے پہلے عبیداللہ بن العباس بن محمد الہاشمی نے بیعت کی۔ اس کے بعد منصور بن المہدی نے اس کے بعد تمام بنی ہاشم نے پھر دوسرے فوجی امراء نے بیعت کی۔ بیعت لینے کا کام المطلب بن عبداللہ بن مالک کے سپرد تھا۔ اسی نے اس معاملہ میں بہت کوشش کی تھی۔ اسی کے ساتھ سندی صالح صاحب المصلی۔ منجاب اور نصیر خدمت گار اور دوسرے موالی بھی اس معاملہ میں شریک اور اس کے منصرم تھے مگر یہ تمام امراء اور روساء چونکہ مامون سے اس بات پر ناراض تھے کہ انہوں نے کیوں خلافت کا وارث اپنے بعد بنی عباس کے علاوہ دوسرے خاندان کو بنا دیا اور کیوں اپنے آباء کا سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس اختیار کیا۔ صرف اس لیے وہ بھی اس تحریک میں شریک اور ساعی ہو گئے تھے۔

ابراہیم بن مہدی کا کوفہ اور علاقہ سواد پر قبضہ:

بیعت ہو جانے کے بعد ابراہیم نے فوج سے چھ ماہ کی معاش دینے کا وعدہ کیا۔ وہ بہت روز تک ان کو یوں ہی ٹالتا رہا۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں دیتے وہ اس سے بگڑ گئے مجبوراً ابراہیم نے ہر سپاہی کو دو دو سو درہم نقد دیئے۔ اور بعضوں کو بقیہ مطالبہ کی پابجائی کے لیے پروانے لکھ کر دیئے۔ کہ سواد جا کر نقد واجب الادا کے معاوضہ میں اتنی قیمت کا گیہوں اور جو لے لیں۔ یہ لوگ پروانے لے کر وصولیابی کے لیے نکلے۔ جس چیز پر ان کو قابو ہوا اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس طرح انہوں نے زمینداروں سے دونوں حصے خود وطن داروں اور حکومت کے لے لیے۔ ابراہیم نے اہل بغداد کے ساتھ اہل کوفہ اور تمام سواد کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے مدائن پر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ عباس بن موسیٰ الہادی کو بغداد کی سمت شرقی اور اسحٰق بن موسیٰ الہادی کو سمت غربی کا والی مقرر کر دیا اس موقعہ پر اس نے یہ شعر کہا:

الم تعلموا یا آل فهر باننی   شربت بنفسی دونكم فی المهالك

ترجمہ: ''کیا آل فہر تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تم میں سے صرف میں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی ہے''۔

مہدی بن علوان خارجی کا خروج:

اس سال مہدی بن علوان الحروری نے بزرجابور میں خارجیوں کا شعار بلند کر کے خروج کیا۔ اس نے وہاں کے کئی پرگنوں نہر بوق اور راذاتین پر قبضہ کر لیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ۲۰۳ھ کے ماہ شوال میں خروج کیا تھا۔ بہر حال ابراہیم نے ابواسحٰق بن الرشید کو کئی سپہ سالاروں کے ساتھ جن میں ابوالبط اور سعید بن الساجور بھی تھے۔ مہدی سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ ابواسحٰق کے ساتھ اس مہم میں اس کے کئی ترک غلام بھی تھے۔ شبیل صاحب السلبہ نے بیان کیا ہے کہ میں اس وقت نوعمر تھا۔ اور ابواسحٰق کے ہمراہ تھا۔ خارجیوں سے ہمارا مقابلہ ہوا

ایک اعرابی نے ابواسحق کے نیزہ مارا مگر ایک ترک غلام نے اسے بچالیا۔ اور اس نے کہا اشناس مرا مجھے پہچانتے ہو۔ اسی روز سے ابواسحق نے اس کا نام ہی اشناس رکھ دیا۔ یہ ہی ابوجعفر اشناس ہے اس لڑائی میں مہدی شکست کھا کر حولایا کی طرف پسپا ہو گیا۔

المطلب کی شکست:

بعض ارباب سیر نے اس واقعہ کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ ابراہیم نے مہدی علوان بن الدھقان الحروری کے مقابلہ کے لیے المطلب کو بھیجا تھا۔ جب یہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے اقذی نام ایک خارجی کو جنگ سے کنارہ کش تھا۔ پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس کے انتقام کے لیے بہت سے بدوی جمع ہو گئے اور المطلب سے لڑے اسے شکست دی اور تعاقب کرتے ہوئے اسے بغداد میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

اس سال ابوالسرایا کے بھائی نے کوفے میں بغاوت کر دی اور سفید لباس اختیار کیا۔ ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ مگر ماہ رجب میں غسان بن ابی الفرج اس سے لڑا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو اس نے ابراہیم بن المہدی کے پاس بھیج دیا۔

مامون کا حسن بن سہل کے نام فرمان:

حسن بن سہل اپنی چھاؤنی واقع مبارک میں فروکش تھا۔ کہ اسے مامون کا حکم موصول ہوا۔ کہ تم سبز لباس اختیار کرو۔ اور ہمارے بعد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد کی ولایت عہد کے لیے بیعت کرو۔ اور بغداد جا کر اس کا محاصرہ کر لو۔ اس حکم کی بجا آوری کے لیے حسن اپنے مقام سے روانہ ہو کر سمرآیا اور حمید بن عبدالحمید کو لکھا کہ تم بغداد جا کر دوسری سمت سے اس کا محاصرہ کر لو۔ اور سبز لباس اختیار کرو۔ حمید نے اس حکم کی بجا آوری کی۔

حمید کے خلاف حسن بن سہل کو شکایات:

سعید بن الساجور' ابوالبط' غسان بن ابی الفرج محمد بن ابراہیم الافریقی اور حمید کے چند اور سرداروں نے ابراہیم بن المہدی سے اس وعدے پر ساز باز کر لیا تھا کہ وہ قصر ابن ہبیرہ کو اس کے لیے فتح کریں گے اور چونکہ ان کے اور حمید کے تعلقات بہت خراب تھے۔ اس وجہ سے اسی کے ساتھ وہ حسن بن سہل سے بھی مراسلت رکھتے تھے اور اسے یہ بتاتے رہتے کہ حمید اندرونی طور پر ابراہیم سے سازش کر رہا ہے۔ اس کے برعکس حمید حسن کو اسی قسم کی شکایت لکھا کرتا تھا۔

حمید کی طلبی:

حسن نے کئی مرتبہ حمید کو لکھا کہ تم میرے پاس آؤ۔ مگر وہ اس ڈر سے کہ میرے بعد میرے مخالف میری فرودگاہ پر قبضہ کر لیں گے۔ حسن کے پاس نہیں گیا۔ اس پر اس کے مخالفوں کو یہ لکھنے کا موقع مل گیا کہ وہ آپ کے پاس صرف اس وجہ سے نہیں آتا ہے کہ وہ آپ کا مخالف ہو چکا ہے۔ اس نے تو صراط اور سورا کے درمیان اور سواد میں جائداد خرید لی ہے۔ جب حسن نے زیادہ اصرار سے حمید کو بلایا تو آخر کار وہ ۵/ ربیع الآخر جمعرات کے دن اس کے پاس آنے کے لیے اپنی فرودگاہ سے روانہ ہوا۔

عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کا قصر ابن ہبیرہ پر قبضہ:

اس کے جاتے ہی سعید اور اس کے دوستوں نے ابراہیم کو اطلاع دے دی اور درخواست کی کہ آپ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو یہاں بھیج دیں تاکہ ہم قصر اور حمید کی فرودگاہ کو اس کے حوالے کر دیں ابراہیم منگل کے دن بغداد سے مدائن کے ارادے روانہ ہوا تھا

اور اس نے کلواذی میں مقام کیا تھا۔ جب اسے یہ خط ملا اس نے عیسیٰ کو اس کے پاس بھیج دیا۔ حمید کے پڑاؤ والوں کو جب کی اس پیش قدمی اور اس کے قصر سے ایک فرسخ قریۃ الاعراب پر آ کر فروکش ہو جانے کی اطلاع ہوئی انہوں نے بھاگنے کی تیاری کی۔ یہ منگل کے رات کا واقعہ ہے۔ ان کے اس ارادے کے ساتھ ہی سعید' ابوالبط اور فضل بن الصباح الکندی الکوفی نے حمید کی فرودگاہ پر اچانک دھاوا کر کے اسے بالکل تاخت و تاراج کر دیا۔ اس لوٹ میں ان کو خود حمید کی روپیہ کی سوتھلیاں اور دوسرا سب سامان ہاتھ لگا۔ حمید کا ایک لڑکا اور معاذ بن عبداللہ بچ کر بھاگ گئے۔ بعض نے کوفے کی سمت اختیار کی۔ دوسروں نے نیل کا رخ کیا۔ حمید کا لڑکا اپنے باپ کی باندیوں کو لے کر کوفہ آیا وہاں اس نے خچر کرایہ پر لیے اور پھر شاہراہ سے حسن کی چھاؤنی میں اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ سعید اور اس کے دوستوں نے قصر ابن ہبیرہ کو عیسیٰ کے حوالے کر دیا۔ عیسیٰ قصر میں داخل ہوا اور منگل کے دن ۱۰/ ربیع الآخر کو اس نے قصر کو ان سے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

حمید کی روانگی کوفہ:

حسن کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ حمید اس کے پاس تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے پہلے ہی آپ کو اس کی اطلاع کر دی تھی۔ مگر آپ نے میری بات نہ مانی اور اس طرح دھوکہ کھایا یہ کہہ کر وہ حسن کے پاس کوفہ آیا۔ یہاں اس کا جس قدر روپیہ اور دوسرا سامان و اسباب تھا۔ اسے اس نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اور عباس بن موسیٰ بن جعفر العلوی کو کوفے کا والی مقرر کیا اور حکم دیا کہ تم بھی سبز لباس پہنو۔ مامون کی خلافت اور ان کے بعد اپنے بھائی علی بن موسیٰ کی ولی عہدی کے لیے دعوت دی۔ حمید نے ایک لاکھ درہم سے اس کی اعانت کی اور کہا کہ اپنے بھائی کے حق کے لیے لڑو۔ چونکہ کوفے والے تمہاری بات مانتے ہیں اس لیے تم کو آسانی سے کامیابی ہوگی۔ اور یوں تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر رات ہوتے ہی حمید' عباس کو چھوڑ کر کوفے سے چل دیا۔

حکیم الحارثی اور عیسیٰ بن محمد کی جنگ:

اس ہنگامے کی اطلاع موصول ہوتے ہی حسن نے حکیم الحارثی کو نیل بھیج دیا تھا۔ جب عیسیٰ کو جو قصر میں تھا حکیم کی آنے کی اطلاع ہوئی وہ اپنی فوج کو لے کر اس کے مقابلے کے لیے نیل روانہ ہوا۔ سنیچر ۱۴/ ربیع الآخر کی رات میں آسمان پر ایک سرخی نمودار ہوئی بعد میں سرخی تو جاتی رہی۔ مگر دو سرخ عمود آخر شب تک بھی آسمان پر باقی رہے۔ سنیچر کے دن صبح عیسیٰ اپنی فوج کو لے کر قصر سے نکل کر نیل کی طرف بڑھا نیل پہنچ کر اس نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ ابھی جنگ ہو رہی تھی کہ اتنے میں عیسیٰ اور سعید حکیم پر آ پڑے وہ شکست کھا کر بھاگا۔ یہ نیل میں داخل ہو گئے۔

عباس بن موسیٰ کی کارروائی:

وہاں ان کو عباس بن موسیٰ بن جعفر العلوی کی کارروائی کی اطلاع ہوئی وہ تو یہ دعوت دے رہا ہے اور بہت سے لوگوں نے تو اس کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ اگر تم اس وقت مامون کی خلافت اور ان کے بعد اپنے بھائی کی ولایت عہد کے لیے دعوت دیتے ہو تو ہم کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہاں البتہ اگر تم اسی وقت اپنے بھائی یا اپنے کسی اور خاندان والے یا خود اپنی خلافت کے مدعی ہو۔ تو ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر عباس نے یہی کہا کہ میں اس وقت مامون کی خلافت اور ان کے بعد اپنے بھائی کے لیے دعوت دیتا ہوں اس پر جو غالی رافضی تھے ان سب نے اور شیعوں میں سے بھی اکثر نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

معرکہ قنطرہ:

عباس یہ ظاہر کرتا تھا کہ حمید میری مدد اور کمک کے لیے آتا ہے۔ اور حسن نے بھی میری مدد کے لیے بہت سے لوگوں کو بھیج دیا ہے۔ مگر ان میں کوئی بھی اس کے پاس نہ آیا۔ سعید اور ابوالبط نیل سے کوفے چلے۔ دیر الاعور پہنچ کر انہوں نے وہ راہ اختیار کی جو قریہ شاہی کے پاس ان کو ہرثمہ کی فرودگاہ میں پہنچا دے۔

جب عباس کی جمعیت جمع ہوگئی تو اب یہ لوگ ۲/ جمادی الاولی دوشنبے کے دن کوفہ سے دشمن کے مقابلہ کے لیے چلے۔ قنطرہ کے قریب آکر علی بن محمد بن جعفر العلوی جو مامون کے ولی عہد علی الرضا کا بیٹا مکے میں رہا کرتا تھا اور ابو السرایا کے بھائی ابوعبداللہ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ جسے اس کے چچا کے بیٹے عباس بن موسیٰ بن جعفر امیر کوفہ نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ دشمن کے مقابلہ کے میدان کارزار میں آئے۔ تھوڑی دیر ان سے لڑے۔ علی اور اس کی فوج کو شکست ہوئی وہ پسپا ہوکر کوفہ چلے آئے سعید اور اس کے ساتھی بڑھ کر حیرہ میں فروکش ہوئے۔ منگل کے دن علی الصباح یہ اپنے حریف سے لڑنے آئے عیسیٰ بن موسیٰ کے مکان کے قریب حریفوں میں جنگ شروع ہوئی۔ اس موقع پر کوفہ میں جو عباسی اور ان کے موالی تھے وہ بھی کوفہ سے نکل کر اپنے حامیوں کے پاس چلے آئے۔ رات تک دونوں فریق خوب لڑے عباسیوں کا شعار یا ابراھیم یا منصور لا طاعة للمامون اور وہ سیاہ پوش تھے۔ عباس اور اس کے کوفی سبز پوش تھے۔ بدھ کے دن اسی مقام پر پھر لڑائی ہونے لگی جس فریق کا جس مقام پر قبضہ ہوتا۔ وہ اسے جلا دیتا۔

اہل کوفہ کا عباس بن موسیٰ سے معاہدہ امان:

یہ دیکھ کر کوفہ کے رؤسا سعید اور اس کے دوستوں کے پاس آئے اور انہوں نے عباس بن موسیٰ بن جعفر اور اس کے طرفداروں کے لیے اس شرط پر کہ وہ کوفہ سے چلے جائیں گے امان کی درخواست کی ان لوگوں نے ان کی درخواست مان لی۔ اس کے بعد یہ لوگ عباس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ نہایت ادنیٰ درجہ کے عوام اور اراذل تمہارے ساتھ ہیں کوئی ثقہ ہے نہیں۔ اسی کے ساتھ تمہاری وجہ سے مخلوق خدا کو قتل و غارت اور آگ کی جو مصیبت ہو رہی ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں بہتر ہے کہ تم ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔

سعید کی مراجعت حیرہ:

عباس نے ان کی بات مان لی۔ اسے یہ بھی خوف ہوا کہ یہ مجھے دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ اس لیے وہ اپنے کناسہ کی قیامگاہ سے بھی اسی وقت دوسری جگہ منتقل ہوگیا۔ اس سمجھوتہ کی عباس نے اپنے ساتھیوں کو بھی اطلاع نہیں دی۔ سعید اپنی فوج کو لے کر حیرہ پلٹ آیا۔

عباس بن موسیٰ کی جماعت کی غارت گری:

اس کے جانے کے بعد عباس والوں نے سعید اور عیسیٰ بن موسیٰ العباسی کے ان موالیوں اور سپاہیوں پر جو معرکہ میں باقی رہ گئے تھے۔ حملہ کر دیا اور ان کو مار کر خندق تک دھکیل دیا انہوں نے عیسیٰ بن موسیٰ کے موضع کو لوٹ کر وہاں کے تمام گھروں کو جلا دیا۔ اور جو وہاں نمودار ہوا اسے قتل کر دیا۔ عباسیوں اور ان کے موالیوں نے اس واقعہ کی سعید کو خبر کی اور بتایا کہ عباس معاہدہ امان سے پھر گیا ہے سعید ابوالبط اور ان کے ساتھی عشا کے وقت کوفے آئے۔ جس کسی کو لوٹ مار کرتے دیکھا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور عباس

کے طرفداروں کی جس چیز پر ان کی دسترس ہوئی انہوں نے اسے جلا ڈالا۔ اسی طرح قتل کرتے اور جلاتے ہوئے یہ کناسہ آئے۔ ساری رات وہیں بسر کی۔ پھر رؤسائے کوفہ نے ان سے آ کر اصل حقیقت بتائی کہ یہ سب عوام کا کیا دھرا ہے۔ عباس اس سے قطعی بری الذمہ ہے۔ وہ ہرگز اپنے کسی وعدے سے نہیں پھرا ہے۔ اس اطمینان دلانے پر سعید وغیرہ وہاں سے چلے آئے۔

کوفہ میں عام معافی کا اعلان:

۵/ جمادی الاولیٰ جمعرات کے دن صبح کو سعید اور ابوالبط کوفہ میں داخل ہوئے۔ اور انہوں نے سفید پوش اور سیاہ پوش سب کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اور کسی شخص سے کوئی تعرض بجز بھلائی کے نہیں کیا۔ انہوں نے فضل بن الصباح کو جو کوفے کا باشندہ تھا۔ کوفے کا والی مقرر کیا۔ ابراہیم نے ان کو لکھا کہ تم واسط کی طرف بڑھو اور سعید کو یہ لکھا کہ چونکہ کندی اپنے شہر والوں سے میل کی وجہ سے ان کی جنبہ داری کرتا ہے۔ اس لیے تم کوفے پر اس کے علاوہ کسی اور کو والی مقرر کر دو۔ سعید نے غسان بن ابی الفرح کو کوفے کا والی مقرر کیا پھر ابوالسرایا کے بھائی ابوعبداللہ کو قتل کر دینے کے بعد اس نے غسان کو ولایت کوفہ سے برطرف کر کے اس کی جگہ اپنے بھتیجے ہول کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ یہ حمید بن عبدالحمید کے کوفہ آنے تک کوفہ کا والی رہا اس کے آنے کے بعد ہول کوفے سے بھاگ گیا۔

عیسیٰ بن محمد اور حسن کی جنگ:

ابراہیم بن المہدی نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو نیل کے راستے واسط جانے کا حکم دیا۔ اور اس نے ابن عائشۃ الہاشمی اور نعیم بن خازم کو حکم دیا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ جائیں۔ یہ دونوں حسب الحکم جوخی کے قریب سے بڑھ گئے یہ جماعت الاولیٰ کا واقعہ ہے۔ سعید ابوالبط اور افریقی بھی ان دونوں سے آ ملے ان سب نے واسط کے قریب صیادہ پر پڑاؤ ڈالا اور سب ایک ہی جگہ اکٹھا ہو گئے۔ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد ان سب کا سپہ سالار تھا۔ اپنے اس پڑاؤ سے یہ سب سردار جنگ کے لیے تیار ہو کر روزانہ حسن اور اس کی سپاہ کے مقابلہ کے لیے واسط آتے۔ مگر اس کی سپاہ میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ پر نہیں نکلتا۔ وہ سب واسط میں قلعہ بند ہو کر پڑے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک دن حسن نے اپنی فوج کو حصار سے نکل کر دشمن سے مقابلہ کا حکم دیا سنیچر کے دن ماہ رجب کے ختم ہونے میں چار راتیں باقی تھیں۔ حسن کی فوج واسط سے باہر نکل کر دشمن سے نبرد آزما ہوئی۔ ظہر کے قریب تک نہایت شدید معرکہ جدال وقتال گرم رہا۔ مگر اب عیسیٰ اور اس کے ہمراہیوں نے شکست کھائی اور وہ بھاگ کر طرنایا اور نیل چلے آئے۔ حسن کی فوجوں نے ان کے فرودگاہ میں جس قدر اسلحہ اور مویشی وغیرہ ان کو ہمدست ہوئے۔ ان پر قبضہ کر لیا۔

اہل بغداد کو سہل بن سلامہ کی دعوت حق:

اس سال ابراہیم بن المہدی نے سہل بن سلامۃ المطوعی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور اسے سزا دی۔

یہ بغداد میں مقیم تھا لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ بغداد کے اکثر باشندے اس کے پاس جمع ہو گئے تھے اور وہیں فروکش وہ لوگ جو بالکل اس کے ہم خیال اور ہم رائے تھے اور خود اسی کے مکان میں مقیم تھے وہ ان کے علاوہ تھے۔ مذکورہ بالا جنگ سے پہلے ہی ابراہیم نے سہل سے لڑنا چاہا تھا۔ مگر پھر وہ کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے ارادے سے رک گیا۔ مگر اس جنگ کے بعد جب عیسیٰ اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی تو اس نے سہل کے خلاف کارروائی شروع کی اور جن

لوگوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے اور خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرنے کی شرط پر اس کی بیعت کی تھی ان سے اس نے سازش کر لی جو شخص ان شرائط پر اس کی بیعت کر لیتا پھر وہ اپنے دروازے پر اینٹ اور گچ کا ایک برج بناتا اس پر کلام پاک اور اسلحہ لٹکا دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے متبعین بڑھتے بڑھتے باب الشام تک آ گئے۔ اہل کرخ اور دوسرے تمام لوگ ان کے علاوہ تھے۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ تو صرف وہ لوگ تھے جن کے مکانات پیہم ان کے مکان سے ملے چلے گئے تھے۔

عیسیٰ بن محمد اور سہل بن سلامہ کی جنگ:

جب عیسیٰ حسن کے مقابلہ سے شکست کھا کر بغداد آیا تو وہ اس کے بھائی اور کچھ ساتھی سہل بن سلامہ کی طرف بڑھے واقعہ یہ تھا کہ سہل عیسیٰ وغیرہ کی بہت برائیاں کرتا تھا۔ ہمیشہ ان کے نہایت ہی شنیع وقبیح افعال لوگوں کے سامنے بیان کرتا اور صرف فساق کے نام سے ان کو یاد کرتا یہ لوگ کئی دن اس سے لڑتے رہے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد نے ہی اس سے لڑنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ یہ جب سہل کی قریب والی گلیوں میں پہنچا تو اس نے ناکے والوں کو کہیں ایک اور کہیں دو ہزار درہم اس شرط پر دیئے کہ وہ اس کو راستہ دے دیں انہوں نے اس بات کو مان لیا اس رقم میں سے ان لوگوں کو ایک ایک شخص کے حصے میں ایک ایک درہم دو دو درہم یا اس کے قریب ہی آئے تھے۔

سہل بن سلامہ کی روپوشی:

سنیچر کے دن جب کہ ماہ شعبان کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں حملہ آوروں نے ہر سمت سے اسے آ گھیرا۔ ناکے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ حملہ آور بڑھتے ہوئے طاہر بن حسین کی مسجد اور اس کے مکان تک جو مسجد کے بالکل متصل ہی تھا پہنچ گئے۔ ان کے وہاں تک آنے کے ساتھ ہی سہل روپوش ہو گیا اس نے ہتھیار اتار دیئے۔ تماشائیوں میں مل گیا اور عورتوں میں جا ملا۔ حملہ آور اس کے مکان میں جا گھسے۔ مگر جب وہ نہ ملا تو انہوں نے اس پر خفیہ پولیس متعین کر دی۔

سہل بن سلامہ کی گرفتاری:

رات کو ان لوگوں نے اسے اس کے مکان کے قریب والی گلی میں پکڑ لیا اور اسے اسحٰق بن موسیٰ الہادی کے پاس جو اپنے چچا ابراہیم بن المہدی کے ولی عہد خلافت تھا اور اور وہی مدینۃ السلام میں موجود تھا۔ لے کر آئے اس نے اس خوف سے مباحثہ اور مکالمہ کیا اسحٰق نے اس کے سامنے اس کے متبعین کو دربار عام میں جمع کر کے اس سے کہا کہ تو نے ہماری حکومت پر عیب زنی کی اور لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکایا۔ سہل نے کہا میں نے بنی عباس سے بغاوت نہیں کی بلکہ میری دعوت انہیں کے لیے تھی۔ البتہ میں نے لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی ہے اور آج بھی اس دعوت پر قائم ہوں مگر بنی عباس نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ تم سب کے سامنے علی الاعلان اس بات کو کہو کہ جو دعوت میں تم کو دے رہا ہوں وہ بالکل باطل ہے۔

سہل بن سلامہ کی اسیری:

اس غرض کے لیے یہ لوگوں کے سامنے لایا گیا۔ مگر اس نے کہا کہ میں تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا رہا ہوں اور اب بھی میں تم کو اسی کی دعوت دیتا ہوں۔ جب اس نے لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی تو عباسیوں نے اس کی ناک اور منہ پر تھپڑ مارے۔ سہل نے اس موقع پر کہا اے حربیہ والو۔ تمہاری وجہ سے اس مغرور کو اس قدر جسارت ہوئی ہے۔ اسے پکڑ

کر پھر اسحٰق کے پاس لائے اسحٰق نے اسے قید کر دیا۔ یہ اتوار کے دن کا واقعہ ہے۔ دوشنبہ کی رات کو اسے ابراہیم کے پاس مدائن لے گئے۔ یہاں ابراہیم نے اس سے وہ سوال کیا جو اسحٰق نے کیا تھا۔ اور سہل نے بھی وہی جواب دیا جو اس نے اسحٰق کو دیا تھا۔

محمد الرواعی کا قتل:

اس سے پہلے عباسیوں نے سہل کے ایک پیرو محمد الرواعی کو گرفتار کر لیا تھا ابراہیم نے اسے خوب پٹوایا۔ اس کی داڑھی نچوا کر اسے بیڑیاں پہنائیں اور قید کر دیا تھا۔ جب سہل گرفتار ہوا تو اسے بھی انہوں نے قید کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ ہم نے تو اسے عیسیٰ کے حوالے کر دیا تھا۔ عیسیٰ نے اسے قتل کر دیا۔ یہ خبر اس وجہ سے شائع کی گئی کہ ان کو خوف تھا کہ اگر لوگوں کو اس کے مقام کا پتہ چل گیا تو وہ اسے چھڑا لے جائیں گے۔ سہل کے خروج سے گرفتاری اور قید تک بارہ ماہ گزرے تھے۔ اس سال مامون عراق آنے کے لیے مرو روانہ ہوئے۔

فضل بن سہل کے خلاف علی الرضا کی شکایت:

بیان کیا گیا ہے کہ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد العلوی نے مامون کو اس فتنہ وفساد اور جنگ وجدال سے مطلع کیا جس میں کہ سب لوگ ان کے بھائی امین کے قتل کے بعد سے اب تک مبتلا تھے اور یہ بھی کہا کہ فضل بن سہل نے کبھی آپ کو ملک کے اصلی حالات سے اطلاع نہیں دی بلکہ ہمیشہ ان کو آپ سے چھپایا ہے خود آپ کے خاندان والے بعض باتوں کی وجہ سے آپ سے ناراض ہیں۔ اور آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ مسحور اور مجنون ہو گئے ہیں آپ کی اس بے خبری کو دیکھ کر انہوں نے آپ کے چچا ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا ہے۔ مامون نے کہا جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے ابراہیم کو خلیفہ نہیں بلکہ حکومت چلانے اور انتظام قائم رکھنے کے لیے محض اپنا امیر بنا لیا ہے۔ فضل نے مجھ سے یہی بات کہی ہے علی الرضا نے کہا کہ فضل آپ سے جھوٹ بول رہا ہے اور اس نے آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ ابراہیم اور حسن بن سہل کے درمیان عرصہ سے لڑائی جاری ہے اور وہ لوگ آپ سے اسی وجہ سے ناراض ہیں کہ آپ نے فضل اور اس کے بھائی کو اتنا رسوخ اور معاملات سلطنت میں اتنا درخور کیوں دے رکھا ہے۔ نیز مجھ سے جو آپ کے خاص تعلقات ہیں اور آپ نے اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد بنایا ہے یہ بات بھی ان کو سخت ناگوار ہے۔

علی الرضا کی شکایت کی تصدیق:

مامون نے پوچھا میرے ہاں کے کن کن لوگوں کو ان واقعات کا علم ہے۔ انہوں نے کہا: یحییٰ بن معاذ' عبدالعزیز بن عمران اور چند اور فوجی امراء ان حالات سے واقف ہیں۔ مامون کہا آپ ان کو میرے پاس لے آئیں تاکہ میں ان سے وہ واقعات جو آپ نے بیان کیے ہیں دریافت کروں علی الرضا نے یحییٰ بن معاذ' عبدالعزیز بن عمران' موسیٰ' علی بن ابی سعید فضل کا بھانجا اور خلف المصری کو مامون کی خدمت میں پیش کیا۔

مامون نے ان سے علی الرضا کے بیان کی تصدیق چاہی انہوں نے کہا کہ جب تک ہم سے یہ وعدہ نہ کیا جائے کہ ہمیں اپنے بیان کی وجہ سے فضل کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا ہم ایک لفظ نہیں کہہ سکتے مامون نے اس بات کا اقرار کیا اور ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے وعدہ امان لکھ کر دے دیا۔ تب انہوں نے ان تمام فتنوں سے جو ملک میں برپا تھے' ان کو پوری طرح مطلع کیا اور بتایا کہ اس وجہ سے آپ کے خاندان والے' موالی اور دوسرے امراء آپ سے ناراض ہیں۔

مامون کو حقیقت حال کا علم:

ان لوگوں نے مامون کو بتایا کہ کس طرح فضل نے ہرثمہ کی جھوٹی بے بنیاد شکایت کر کے اسے نقصان پہنچایا اور ہرثمہ تو اصل میں آپ کو آپ کی بھلائی کے لیے مخلصانہ مشورہ دینے آیا تھا۔ اب اگر آپ نے ان حالات کا فوراً تدارک نہیں کیا تو یہ خلافت نہ صرف آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی بلکہ آپ کے خاندان ہی سے نکل جائے گی۔ فضل نے ہرثمہ کی شکایت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اسے خفیہ طور پر قتل کرا دیا۔ حالانکہ اس کا مقصد آپ کی بھلائی اور خیر خواہی تھی۔ اس کے علاوہ طاہر بن الحسین نے آپ کے لیے جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ سب پر ظاہر ہیں جو فتوح اس نے کیے اور جس طرح اس خلافت کو بالکل قابو میں کر کے وہ آپ کے پاس لے آیا اسے سب جانتے ہیں۔ مگر جب تمام معاملات درست ہو گئے تو اسے خلافت کے معاملات سے بالکل علیحدہ کر کے الگ تھلک رقہ کے ایک گوشہ میں ڈال دیا گیا روپیہ اسے نہیں بھیجا گیا۔ جس کی وجہ سے اس کی شوکت و طاقت کمزور ہو گئی خود اس کی سپاہ اس کے تابع فرمان نہیں رہی۔ اگر وہ بغداد میں آپ کی خلافت کے استحکام و انتظام کے لیے ہوتا تو وہ تمام ملک کو ہموار کر لیتا۔ اور کسی شخص کو اس کے خلاف ایسی جرأت نہ ہوتی جیسی کہ اب حسن بن سہل کے خلاف لوگوں کو ہو گئی ہے۔ تمام عالم میں ہر طرف ہنگامہ ہی ہنگامہ برپا ہے۔ محمد کے قتل کے بعد سے طاہر بن الحسین کو رقہ میں متعین کر کے اسے کئی سال سے بالکل بھلا ہی دیا گیا ہے۔ جو لڑائیاں اب ہو رہی ہیں ان میں کسی میں بھی اس سے کوئی مدد نہیں لی گئی ہے۔ حالانکہ جو اس سے کہیں ادنیٰ درجہ کے لوگ تھے ان کو شریک کیا گیا۔

امراء پر فضل بن سہل کا عتاب:

ان لوگوں نے مامون سے یہ بھی درخواست کی کہ آپ بغداد چلیں کیونکہ بنی ہاشم، موالی، امراء اور سپاہ جب آپ کی شان و شوکت کو دیکھیں گے وہ فوراً ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ اور آپ کی طاعت کے لیے سر تسلیم خم کریں گے جب ان سب باتوں کی مامون کو تحقیق ہو گئی۔ انہوں نے بغداد کے کوچ کا حکم دے دیا۔ فضل کو اس ملاقات کی کچھ خبر ہو گئی۔ اس نے ان لوگوں کی خوب خبر لی۔ بعضوں کو کوڑوں سے پٹوایا۔ بعض کو قید کر دیا۔ اور بعض کی داڑھی نچوائی۔ علی الرضا نے دوبارہ مامون سے ان کا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ آپ نے ان کو امان دی تھی۔ مامون نے کہا میں اس کا تدارک کر دوں گا۔

فضل بن سہل کا قتل:

جب مرو سے چل کر مامون سرخس آ گئے تو چند آدمیوں نے فضل بن سہل پر جب کہ وہ حمام میں تھا حملہ کر دیا۔ اور تلواروں سے مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ جمعہ ۲/شعبان ۲۰۲ھ کا واقعہ ہے۔ قاتل گرفتار کر لیے گئے۔ یہ چار آدمی غالب المسعودی الاسود قسطنطین الرومی فرج الدیلمی اور موفق الصقلبی خود مامون کے خدمت گار تھے۔ قتل کے وقت فضل کی عمر ساٹھ سال تھی۔ قاتل بھاگ گئے۔ مامون نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا اور دس ہزار دینار ان کے پکڑنے والے کا انعام مقرر کیا۔ عباس بن الہیثم بن بزرجمہر الدینوری ان کو گرفتار کر کے مامون کے پاس لایا قاتلوں نے مامون سے کہا کہ آپ ہی نے ہمیں اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مامون ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور ان کی گردنیں ماردی گئیں۔

فضل بن سہل کے قاتلوں کی گرفتاری و قتل:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فضل کے قاتل جب گرفتار کر کے لائے گئے اور مامون نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کیا تم ان میں

سے کسی نے یہ کہا کہ فضل کے بھانجے علی بن ابی سعید نے ہمیں مقرر کیا تھا۔ دوسروں نے اس سے انکار کیا۔ مامون کے حکم سے ان کو قتل کر دیا گیا۔ پھر مامون نے عبدالعزیز بن عمران' علی' موسیٰ اور خلف کو بلا کر ان سے پوچھا۔ انہوں نے اس واقعے سے اپنی قطعی برأت اور بے خبری ظاہر کی۔ مگر مامون نے ان کے انکار کو تسلیم نہیں کیا۔ اور ان کو بھی قتل کرا کے ان کے سر حسن بن سہل کے پاس واسط بھیج دیئے اور اسے لکھا کہ فضل کے قتل کی وجہ سے میں ایک بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ میں نے اب تم کو فضل کی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ مامون کا یہ خط حسن کو رمضان میں موصول ہوا۔ حسن اور اس کی فوج بدستور غلہ آنے اور خراج وصول ہونے تک واسط میں قیام پذیر رہی۔

المطلب بن عبداللہ کی مامون کی بیعت کی دعوت:

عیدالفطر کے دن مامون سرخس سے عراق چلے اس وقت ابراہیم بن المہدی مدائن میں تھا اور عیسیٰ' ابوالبط اور سعید نیل اور طرنایا میں فروکش تھے۔ اور یہ روزانہ صبح و شام اس سے لڑا کرتے تھے۔ المطلب بن عبداللہ بن مالک بن عبداللہ مدائن سے بغداد آ گیا تھا۔ مگر اس نے بہانہ کر دیا کہ میں علیل ہوں اور اس وجہ سے اس نے لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ اب اس نے خفیہ طور پر مامون کے لیے دعوت دینا شروع کی اور لوگوں کو بتایا کہ منصور بن المہدی عراق میں مامون کا نائب ہے۔ آپ ابراہیم کی خلافت سے علیحدہ ہو جائیں منصور خزیمہ بن خازم اور سمت شرقی کے بہت سے امرائے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ اس نے حمید اور علی بن ہشام کو لکھا کہ تم بغداد آؤ۔ حمید نہر صرصر پر آ کر فروکش ہوا اور علی النہروان پر۔

المطلب بن عبداللہ کا ابراہیم سے ملاقات کرنے سے انکار:

جب ابراہیم کو اس تحریک کی محقق خبر ہوئی وہ مدائن سے بغداد آنے کے لیے روانہ ہوا اور سنیچر کے دن ۱۴ صفر کو زندورد آ کر فروکش ہوا۔ اور اس نے المطلب منصور اور خزیمہ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ انہوں نے اسے ٹال دیا۔ اور نہ گئے۔ اب ابراہیم نے عیسیٰ بن محمد بن خالد اور اس کے بھائی کو ان کے پاس بھیجا ان میں سے منصور اور خزیمہ نے تو اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ مگر المطلب کے موالیوں اور جمعیت والوں نے اس کے مکان کی مدافعت کی اور لڑے مگر اب کثیر التعداد حملہ آور ان پر چڑھ آئے۔ ابراہیم نے منادی کرا دی کہ جو لوٹ میں شریک ہونا چاہے وہ المطلب کے گھر آ جائے۔ ظہر کے وقت ہزار ہا آدمی اس کے گھر پہنچے اور جو کچھ وہاں تھا اس سب کو لوٹ لیا۔ اس کے مکان کے علاوہ ان لوگوں نے اس کے خاندان والوں کے تمام مکانات بھی لوٹ لیے۔ اسے تلاش کیا۔ مگر وہ نہ ملا۔ یہ واقعہ منگل کے دن جب کہ ماہ صفر کے ختم ہونے میں تیرہ راتیں باقی تھیں پیش آیا۔

حمید کا مدائن پر قبضہ:

جب حمید اور علی بن ہشام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی حمید نے اپنے ایک سردار کو روانہ کیا اس نے مدائن پر قبضہ کر لیا اور پل کو توڑ ڈالا۔ اور پھر وہ مدائن ہی میں فروکش ہو گیا۔ علی بن ہشام نے اپنے ایک سردار کو بھیجا وہ مدائن میں فروکش ہو کر نہر دیالی آیا۔ اسے اس نے توڑ دیا۔ اب یہ سب مدائن میں مقیم ہو گئے پھر اپنی اس کارروائی پر جو ابراہیم نے المطلب کے ساتھ کی اسے ندامت ہوئی اور المطلب اس کے ہاتھ بھی نہیں آیا۔

مامون کی بوران سے شادی:

اس سال مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کی نیز انہوں نے اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی علی الرضا سے اور

دوسری بیٹی ام الفضل کی شادی محمد بن علی بن موسیٰ سے کی۔

امیر حج ابراہیم بن محمد:

اس سال ابراہیم بن محمد بن جعفر بن محمد کی امارت میں حج ہوا۔ اس نے مامون کے بعد اپنے بھائی کی ولایت عہد کے لیے دعوت دی۔ حسن بن سہل نے عیسیٰ بن یزید الجلودی کو جو بصرے میں تھا۔ حکم بھیجا تھا کہ اس سال وہ حج میں شریک ہو چنانچہ یہ اپنی جمعیت کے ساتھ مکہ آیا۔ اور حج میں شریک ہوا اور پھر اپنے مستقر واپس آ گیا۔ چونکہ حمدویہ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان نے یمن پر قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا' اس لیے حج کر کے ابراہیم بن موسیٰ مکے سے یمن چلا گیا۔

۲۰۳ھ کے واقعات

علی الرضا کی وفات:

سرخس سے روانہ ہو کر مامون طوس آئے یہاں آ کر اپنے باپ کی قبر پر چند روز قیام پذیر ہوئے۔ علی الرضا نے انگور کھائے۔ جس سے ان کو ہیضہ ہوا۔ اور دفعتہً ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ آخر ماہ صفر کا واقعہ ہے۔ مامون کے حکم سے وہ رشید کے قریب ہی دفن کیے گئے مامون نے ربیع الاوّل میں حسن بن سہل کو ان کی موت کی اطلاع دی اور اپنے انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا۔

اہل بغداد کو علی الرضا کے انتقال کی اطلاع:

مامون نے بنی العباس موالیوں اور اہل بغداد کو بھی علی الرضا کی موت کی اطلاع دی اور لکھا کہ آپ حضرات صرف ان کی ولی عہدی سے ناراض تھے۔ اب ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ میری اطاعت و فرمانبرداری کریں اس کے جواب میں انہوں نے مامون اور حسن کو ایسے سخت خطوط لکھے جو کسی کو نہ لکھے جائیں۔ مامون نے علی الرضا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مامون کی طوس سے روانگی:

اس سال وہ طوس سے بغداد آنے کے لیے روانہ ہو کر جب رے آئے تو یہاں انہوں نے اس رقم میں سے جو رے سے بارگاہ خلافت کے لیے سالانہ مقرر تھی' بیس لاکھ درہم کم کر دیئے۔

حسن بن سہل کی دیوانگی:

اس سال حسن بن سہل مرض سودا میں مبتلا ہوا اور مرض نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اس سے وہ بالکل دیوانہ ہو گیا۔ آخر کار زنجیروں میں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں اسے بند کر دیا گیا۔ اس کے عہدیداروں نے مامون کو اس کے ان حالات سے مطلع کیا۔ مامون نے جواب دیا کہ دینار بن عبداللہ اس کے بجائے چھاؤنی کا سپہ سالار مقرر کیا جاتا ہے۔ اور میں خود بہت جلد وہاں آتا ہوں۔

عیسیٰ' حسن اور حمید کا خفیہ معاہدہ:

اس سال ابراہیم بن المہدی نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو پٹوا کر قید کر دیا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:
بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد' حمید اور حسن سے محمد بن محمد المعبدی الہاشمی کے ذریعہ اندرونی طور پر مراسلت کرتا تھا۔ اور

ظاہر میں ابراہیم کا مطیع اور مخلص بنا ہوا تھا۔ مگر وہ نہ حمید سے لڑتا تھا اور نہ وہ اس کی کسی بات یا کام میں تعرض کرتا تھا۔ جب کبھی ابراہیم اس سے کہتا کہ حمید سے لڑنے جاؤ۔ وہ کبھی یہ بہانہ بنا دیتا کہ فوج اپنی معاش کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اور کبھی کہہ دیتا کہ غلہ آ جائے تو جاؤں۔ یہ اسی طرح کے حیلے بہانے کرتا رہا۔ البتہ جب اس کے اور حسن اور حمید کے درمیان اس کے اطمینان کے مطابق خفیہ قرار داد ہوگئی۔ تو وہ یہ اقرار کر کے کہ میں ابراہیم بن المہدی کو جمعہ کے دن جو شوال کا آخری دن ہوگا ان کے حوالے کر دوں گا۔ ان سے مل کر چلا آیا۔

عیسیٰ بن محمد کی سازش کا انکشاف:

اس سازش کی اطلاع ابراہیم کو بھی ہوگئی۔ جمعرات کے دن عیسیٰ باب الجسر آیا۔ اور اس نے لوگوں سے کہا کہ میں نے حمید سے صلح کر لی ہے اور اقرار کیا ہے کہ میں اس کے معاملہ میں دخل نہ دوں گا اور اس نے بھی یہ اقرار کیا ہے کہ وہ میرے کسی معاملہ میں دخل نہ دے گا۔

اب اس نے باب الجسر اور باب الشام پر خندق بنوائی۔ ان واقعات کی ابراہیم کو اطلاع ہوئی اس سے پہلے عیسیٰ نے ابراہیم سے کہا تھا کہ شہر میں جمعہ کی نماز آپ ہی پڑھائیں اس نے اس کا اقرار کر لیا تھا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ عیسیٰ نے اس کے متعلق ایسا خیال ظاہر کیا ہے اور وہ تو اسے گرفتار کر لینا چاہتے ہیں۔ ابراہیم ہوشیار ہو گیا۔ اور جمعہ کی نماز کے لیے نہیں گیا۔

عیسیٰ بن محمد کی گرفتاری:

بیان کیا گیا ہے کہ خود عیسیٰ کے بھائی ہارون نے ابراہیم کو عیسیٰ کے ارادوں اور منصوبوں کی اطلاع دی تھی۔ اس اطلاع کے بعد ابراہیم نے عیسیٰ کو اپنے پاس بلا بھیجا تا کہ بعض معاملات میں اس سے گفتگو کرے۔ مگر اس نے آنے کا کوئی بہانہ بنا دیا اور نہ آیا۔ ابراہیم نے مسلسل کئی آدمی اس کے بلانے کے لیے بھیجے۔ آخر کار مجبور ہو کر اسے آنا پڑا اور وہ ابراہیم سے ملنے اس کے رصافہ کے قصر آیا۔ اس کے پاس پہنچتے ہی تمام لوگ مجلس سے اٹھا دیئے گئے اور صرف ابراہیم اور عیسیٰ وہاں رہ گئے ابراہیم نے اس پر اپنا عتاب شروع کیا۔ عیسیٰ معذرت کرنے لگا کہ جس وجہ سے آپ مجھ پر عتاب کر رہے ہیں یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ ابراہیم کوئی الزام اس پر لگاتا وہ اس کی تردید کر دیتا۔ مگر جب بعض باتوں کا اس نے اس سے اقرار ہی کر لیا تو اب اس کے حکم سے عیسیٰ کو پیٹا گیا۔ پھر اسے قید کر دیا گیا۔ ابراہیم نے اس کی جمعیت کے چند سرداروں کو بھی پکڑ لیا۔ اور قید کر دیا اس نے آدمی عیسیٰ کے مکان میں بھیج دیئے۔ وہاں سے اس کی ایک ام ولد اور چند بالکل صغیر سن بچے گرفتار کر کے لائے گئے۔ ان کو بھی ابراہیم نے قید کر دیا۔ یہ اس جمعرات کا واقعہ ہے۔ جب کہ ماہ شوال کے ختم ہونے میں صرف ایک رات باقی تھی۔

عباس کا ابراہیم کے کارکن پر حملہ:

ابراہیم نے عیسیٰ کے نائب عباس کی تلاش کی مگر وہ روپوش ہو گیا۔ جب عیسیٰ کی گرفتاری کی اطلاع اس کے خاندان والوں اور دوستوں کو ہوئی وہ مشورہ کے لیے ایک دوسرے سے جا کر ملے۔ اس کے خاندان والوں اور بھائیوں نے عوام کو ابراہیم کے خلاف بھڑکایا اور اب وہ عیسیٰ کے خلیفہ عباس کی قیادت میں ابراہیم کے مقابلہ کے لیے اکٹھا ہوئے۔ انہوں نے ابراہیم کے کارکن پر جو جسر پر متعین تھا۔ حملہ کر کے اسے اس کے مقام سے نکال دیا۔ اس نے جا کر ابراہیم کو اس یورش کی اطلاع دی۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ پل

توڑ دیا جائے۔ بلوائیوں نے ان تمام عہدہ داروں کو جو ابراہیم کی طرف سے کرخ وغیرہ میں متعین تھے۔ وہاں سے نکال دیا۔ اب چور اچکے بدمعاش پھر علانیہ طور پر نمودار ہوئے۔ اور اب وہ پولیس کی چوکیوں پر بیٹھ گئے۔

عباس کی حمید کو حوالگی بغداد کی دعوت:

عباس نے حمید کو لکھا کہ آپ آیئے میں بغداد آپ کو دیئے دیتا ہوں۔ دوسرے دن جمعہ تھا۔ اس ہنگامے کی وجہ سے شہر کی مسجد میں بغیر خطبہ کے مؤذن نے ظہر کے چار فرض پڑھا دیئے۔ جمعہ کی نماز نہ ہوسکی۔ اس سال اہل بغداد نے ابراہیم بن المہدی کو خلافت سے علیحدہ کر کے مامون کی خلافت کے لیے دعوت دی۔

اہل بغداد کا عباس کے نام مشروط دعوت نامہ:

حمید کو اہل بغداد کا دعوت نامہ ملا۔ اس میں یہ بھی شرط تھی کہ وہ ہر شخص کو پچاس درہم دے۔ اس نے اسے منظور کیا اور اتوار کے دن کوفے کے راستے بڑھ کر نہر صرصر پر فروکش ہوا۔ یہاں دوسرے دن دوشنبہ کی صبح کو عباس اور بغداد کے امراء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حمید نے ان سے وعدے کیے ان کو امیدیں دلائیں۔ انہوں نے اس کی بات پر اعتماد کیا۔

حمید کو اہل بغداد کی مشروط پیشکش:

حمید نے وعدہ کیا کہ اگر آئندہ جمعہ کی نماز میں تم ابراہیم کو خلافت سے علیحدہ کر کے مامون کے لیے دعوت دو تو سنیچر کے دن یا سریہ میں تم کو عطا تقسیم کر دوں گا۔ انہوں نے یہ بات مان لی۔ ابراہیم کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے عیسیٰ اور اس کے بھائیوں کو قید سے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میں تم کو رہائی دیتا ہوں۔ تم اپنے مکان جاؤ اور اپنی سمت سے میرے لیے دشمن کی مدافعت کرو۔ مگر اس نے نہ مانا۔ جمعہ کے دن عباس نے محمد بن ابی رجاء الفقیہ کو بلا بھیجا۔ اس نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اور مامون کے لیے دعا مانگی۔

بغدادی فوج میں عطا کی تقسیم:

سنیچر کے دن حمید یاسریہ آیا۔ وہاں اس نے اہل بغداد کی فوج کا معائنہ کیا۔ اور جب اس نے ہر شخص کو پچاس پچاس درہم دیئے انہوں نے کہا ان پچاس میں سے دس دس کم کر کے آپ ہمیں چالیس دیں۔ کیونکہ اس عدد کو ہم اس وجہ سے منحوس خیال کرتے ہیں کہ علی بن ہشام نے ہمیں پچاس پچاس دیئے تھے۔ مگر پھر اس نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی اور ہماری معاش بند کر دی۔ حمید نے کہا میں بجائے دس کم کرنے کے دس کا اضافہ کر کے ہر شخص کو ساٹھ دیئے دیتا ہوں۔

عیسیٰ بن محمد کی رہائی:

اس کی اطلاع ابراہیم کو ہوئی اس نے عیسیٰ کو طلب کر کے اس سے درخواست کی کہ تم میری حمایت میں حمید سے لڑو۔ اس مرتبہ اس نے اسے منظور کر لیا۔ ابراہیم نے اسے رہا کر دیا۔ اور اسے چند آدمیوں کی ضمانت لے لی۔ عیسیٰ نے فوج سے کہا کہ ہم بھی تم کو اسی قدر دیئے دیتے ہیں۔ جو تم کو حمید نے دیا ہے۔ تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ فوج نے انکار کر دیا۔ دوشنبہ کے دن عیسیٰ اپنے بھائی بندوں اور سمت شرقی کے سرداروں کے ساتھ دجلے کو عبور کر کے ان کے پاس آیا اور اس نے سمت غربی والوں سے کہا کہ جو عطا حمید نے تم کو دی ہے ہم اس سے زیادہ دینے کے لیے آمادہ ہیں۔ انہوں نے عیسیٰ اور اس کے ہمراہیوں کو خوب گالیاں دیں اور کہا کہ ہم ابراہیم کو نہیں چاہتے۔

عیسیٰ بن محمد اور حمید کی فوج میں جھڑپ:

عیسیٰ اور اس کے ہمراہیوں نے شہر کے اندر آ کر دروازے بند کر لیے اور فصیل پر چڑھ کر وہ ان لوگوں سے کچھ دیر تک لڑتے رہے مگر جب ان کو ایک جماعت کثیر نے آ لیا تو وہ مقابلہ سے پلٹ کر باب خراسان آئے اور کشتیوں میں سوار ہو گئے۔

عیسیٰ بن محمد کی گرفتاری:

صرف عیسیٰ ان کو چھوڑ کر پلٹ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دشمن سے لڑنے کے لیے جا رہا ہے۔ مگر پھر اس نے کچھ ایسی تدبیر کی کہ وہ خود بخود دشمن کے ہاتھوں میں قیدی کی طرح پڑ گیا۔ خود اسی کے سردار نے اس کو گرفتار کر لیا اور وہ اسے اس کے مکان لے آیا۔ باقی ابراہیم کے پاس چلے گئے اور انہوں نے یہ سارا واقعہ ابراہیم کو سنایا اس سے وہ نہایت سخت رنجیدہ ہوا۔ المطلب بن عبداللہ بن مالک پہلے ہی ابراہیم کا ساتھ چھوڑ کر روپوش ہو چکا تھا۔ جب حمید آیا تو وہ دریا کو عبور کر کے اس کے پاس جانے لگا۔ مگر معبد نے اسے گرفتار کر کے ابراہیم کے پاس پیش کر دیا۔ ابراہیم نے تین یا چار دن اسے قید رکھا۔ پھر یکم ذی الحجہ دوشنبہ کی رات اسے چھوڑ دیا۔

اس سال ابراہیم بن المہدی حمید بن عبدالحمید سے جنگ شروع ہو جانے سے اور سہل بن سلامہ کو اپنی قید سے رہا کرنے کے بعد روپوش ہو گیا۔

سہل بن سلامہ کی رہائی:

سہل بن سلامہ کے متعلق لوگوں کا بیان تھا کہ وہ قتل ہو چکا ہے حالانکہ وہ ابراہیم کے پاس قید تھا۔ حمید کے بغداد میں داخلہ کے بعد ابراہیم نے سہل بن سلامہ کو قید سے نکالا۔ اس نے حسب عادت مسجد رضافہ میں اپنی دعوت شروع کی۔ رات کے وقت اسے پھر قید کر دیا جاتا۔ چند دن یوں ہی گزرے۔ اس کے بعد اس کے ساتھ ہمراہی اس کی معیت کے لیے آئے۔ مگر اس نے سہل کو چھوڑ دیا۔ وہ چلا گیا اور روپوش ہو گیا۔

ابراہیم بن مہدی اور حمید کی جنگ:

جب ابراہیم کے امرا اور فوج نے دیکھا کہ حمید عبداللہ بن مالک کی چکیوں میں آ کر فروکش ہوا ہے۔ ان میں سے اکثر اس سے جا ملے اور انہوں نے مدائن پر اس کے لیے قبضہ کر لیا۔ جب ابراہیم نے یہ رنگ ڈھنگ دیکھا اس نے اپنی تمام جمعیت کو دشمن کے مقابلہ پر بڑھایا۔ نہر دیالی کے پل پر فریقین میں خوب لڑائی ہوئی۔ حمید نے ان کو شکست دی وہ پل کو عبور کر کے بھاگنے لگے۔ حمید کی فوج نے ان کا تعاقب کیا۔ اور ان کو بغداد کے گھروں میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ یہ جمعرات ختم ماہ ذیقعدہ کا واقعہ ہے۔

بقرعید کے دن ابراہیم نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ عیسا باذ میں نماز عید پڑھائے۔ چنانچہ قاضی کی امامت میں لوگوں نے عید کی نماز پڑھی اور پھر اپنے گھروں کو واپس آئے۔

ابراہیم بن مہدی کی روپوشی:

فضل بن الربیع جو روپوش ہو گیا تھا وہ بھی حمید سے جا ملا اسی طرح علی بن رابطہ بھی حمید کے پڑاؤ میں چلا گیا۔ ہاشمی اور دوسرے فوجی امرا ایک ایک کر کے حمید کے پاس جانے لگے۔ یہ صورت حال محسوس کر کے ابراہیم کی ہمت پست ہو گئی اور اب کوئی تدبیر اسے سجھائی نہیں دیتی تھی۔ المطلب نے حمید سے سازش کی تھی کہ میں بغداد کی سمت شرقی پر تمہارے لیے قبضہ کیے لیتا ہوں۔ ابو البط'

عبدویہ اور ان کے چند اور ساتھی سرداروں نے علی بن ہشام سے یہ وعدہ کیا کہ ہم ابراہیم کو پکڑ کر تمہارے حوالے کیے دیتے ہیں۔ جب ابراہیم کو ان تمام حالات نے گھیر لیا ہے وہ دن بھر ان کی مدارات کرتا رہا۔ رات ہوتے ہی وہ روپوش ہو گیا۔ یہ بدھ کی رات کا جب کہ ذی الحجہ ۲۰۳ھ کے ختم ہونے میں تیرہ راتیں باقی تھیں۔ واقعہ ہے:

ابراہیم بن مہدی کی تلاش:

المطلب نے حمید کو لکھا کہ میں نے اور میری جمعیت نے ابراہیم کے مکان کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ اگر تم اسے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو آ ؤ ابن الساجور اور اس کے ہمراہیوں نے علی بن ہشام کو اسی قسم کی اطلاع دی۔ حمید اطلاع پاتے ہی چل پڑا۔ یہ عبداللہ کی چکیوں میں فروکش تھا۔ وہاں سے باب الجسر آیا۔ دوسری طرف سے علی بن ہشام نہر میں آ کر فروکش ہو گیا۔ اور یہاں سے مسجد کوثر پر بڑھ آیا ابن الساجور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور المطلب نے باب الجسر آ کر حمید کا استقبال کیا۔ اور وہیں اس سے ملاقات کی۔ حمید نے اسے تقرب دیا حسن سلوک کے وعدے گئے اور کہا کہ تمہاری کارگزاری کی اطلاع مامون کو کروں گا۔ اب یہ سب مل کر ابراہیم کے مکان آئے اسے تلاش کیا مگر وہ وہاں نہ ملا۔ مامون کے بغداد آنے تک ابراہیم برابر روپوش رہا۔ ان کے آنے کے بعد پھر اس کے ساتھ جو معاملہ ہوا اسے سب ہی جانتے ہیں۔

سہل بن سلامہ کی عزت و توقیر:

سہل بن سلامہ جو روپوش ہو کر اپنے گھر چلا گیا تھا ظاہر ہو گیا۔ حمید نے اسے اپنے پاس بلایا اسے تقرب دیا' اپنے قریب بلایا' ایک خچر اسے دیا۔ اور پھر عزت و احترام کے ساتھ اسے اس کے گھر پہنچا دیا۔ یہ بھی مامون کے وہاں آنے تک اپنے گھر بیٹھا رہا۔ ان کے آنے بعد یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مامون نے اسے خلعت و انعام سے سرفراز کر کے اپنے مکان میں پند و وعظ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

سورج گرہن:

اس سال اتوار کے دن جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں دو راتیں باقی تھیں کامل سورج گہن ہوا آفتاب کی روشنی بالکل جاتی رہی۔ اس کے قرص کا دوثلث سے زیادہ حصہ غائب ہو گیا۔ دن چڑھے سے گہن شروع ہوا تھا' ظہر کے قریب تک یہی کیفیت رہی۔ اس کے بعد آفتاب صاف ہو گیا۔

امیر حج سلیمان بن عبداللہ:

ابراہیم کی کل مدت خلافت ایک سال گیارہ ماہ اور بارہ دن ہوئی علی بن ہشام نے بغداد کے شرقی حصے پر اور حمید نے غربی حصے پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار ذی الحجہ میں مامون ہمدان آ گئے۔ اس سال سلیمان بن عبداللہ بن سلیمان بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

باب ۱۱

مامون کی عراق میں آمد

۲۰۴ھ کے واقعات

مامون کا نہروان میں استقبال:

اس سال مامون عراق آ گئے اور اب بغداد میں تمام فتنے فساد ختم ہو گئے۔

جرجان پہنچ کر مامون نے ایک ماہ قیام کیا۔ یہاں سے چل کر ذی الحجہ میں وہ رے آئے یہاں چند روز قیام کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر پھر مسلسل منزلیں کرنے لگے۔ اب صرف ایک دن یا دو دن وہ قیام کرتے تھے۔ سنیچر کے دن نہروان آئے۔ یہاں آٹھ روز تک مقیم رہے۔ ان کے خاندان والے امراء اور دوسرے عمائدان کے استقبال کے لیے نہروان آئے اور ان کو سلام کیا۔

طاہر بن حسین کی طلبی:

انہوں نے اثنائے سفر میں طاہر بن الحسین کو رقعہ لکھا تھا کہ تم مجھ سے نہروان آ کر ملو۔ چنانچہ وہ ان کی خدمت میں یہیں حاضر ہوا۔ دوسرے سنیچر کو جب کہ ماہ صفر ۲۰۴ھ کے ختم ہونے میں چودہ راتیں باقی تھیں۔ دن چڑھے وہ بغداد میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہ بغداد میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہ اور ان کے تمام ہمراہی سبز لباس میں تھے' قبائل ٹوپیاں' کشتیاں اور علم سب ہی سبز تھے۔ بغداد آ کر رصافے میں فروکش ہوئے۔ طاہر بھی ان کے ہمراہ وہاں آیا اسے اور اس کے ہمراہیوں کو انہوں نے خیزرانیہ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ پھر مامون رسافہ سے منتقل ہو کر اپنے قصر میں جو لب دجلہ تھا چلے آئے۔ انہوں نے حمید بن عبدالحمید علی بن ہشام اور ہر امیر کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی چھاؤنی میں فروکش رہیں۔

بنی عباس اور اہل خراسان کا سبز لباس کے خلاف احتجاج:

یہ امراروزانہ مامون کے محل آتے تھے۔ کوئی شخص بغیر سبز لباس کے ان کی خدمت میں باریاب نہیں ہوتا تھا۔ تمام اہل بغداد اور بنی ہاشم نے یہی سبز لباس اختیار کر لیا تھا۔ سرکاری ملازم جس شخص کو سیاہ لباس پہنے دیکھتے اس کے لباس کو پھاڑ ڈالتے۔ کبھی کبھی کوئی شخص ڈرتے ڈرتے سیاہ کلاہ تو پہن بھی لیتا تھا مگر قبا اور علم کے متعلق کسی کو یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ سیاہ اختیار کرے۔ اور نہ سرکار اسے معاف کرتی۔ آٹھ روز یہی کیفیت رہی پھر بنی ہاشم اور خاص کر بنی عباس نے اس معاملہ پر ان سے گفتگو کی اور کہا کہ امیر المومنین آپ نے اپنے آبا' اپنے خاندان اور سلطنت کا مقررہ رنگ چھوڑ کر سبز لباس اختیار کیا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ اہل خراسان کے امرا نے بھی اس معاملہ کے متعلق مامون کو عرضداشت بھیجی تھی۔

طاہر بن حسین کی سبز لباس ترک کرنے کی درخواست:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مامون نے طاہر سے کہا کہ جس بات کی تم کو ضرورت ہو مجھ سے بیان کرو۔ اس نے موقع پاتے ہی سب سے پہلے یہی درخواست کی کہ آپ اس سبز لباس کو اتار کر سیاہ لباس پہنیں۔ جو آپ کے آباء کی دولت کا لباس ہے۔ مامون نے جب دیکھا کہ اگرچہ ان کے حکم کی اطاعت میں سب لوگوں نے سبز لباس تو اختیار کر لیا ہے۔ مگر وہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔

طاہر بن حسین کی درخواست کی منظوری:

سنیچر کے دن انہوں نے دربار کیا اس وقت بھی وہ سبز لباس پہنے تھے جب سب جمع ہو گئے انہوں نے سیاہ لباس طلب کیا۔ اور اسے پہنا۔ پھر سیاہ خلعت منگوا کر اسے طاہر کو پہنایا۔ پھر انہوں نے اور چند امراء کو پاس بلا کر ان سب کو سیاہ قبائیں اور سیاہ کلاہیں پہنا دیں۔ جب یہ امراء دربار خلافت سے سیاہ لباس پہن کر باہر آئے تو تمام دوسرے عہدیداروں اور سپاہیوں نے سبز لباس اتار دیا اور اس کے بجائے سیاہ لباس پہن لیا۔ یہ سنیچر کے دن کا واقعہ ہے جب کہ ماہ صفر کے ختم ہونے میں سات راتیں باقی رہ گئی تھیں۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بغداد آنے کے بعد مامون نے ستائیس دن سبز لباس پہنا۔ پھر اسے پھاڑ ڈالا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بغداد آ کر جب تک کہ ان کے پہلے محل کے قریب دجلہ کے کنارے اور بستان موسیٰ میں اور امکانات تیار ہوں وہ رصافہ ہی میں قیام پذیر تھے۔

احمد بن ابی خالد کا اندیشہ:

احمد بن ابی خالد الاحوال بیان کرتا ہے کہ جب ہم مامون کے ساتھ خراسان سے آتے ہوئے حلوان کی گھاٹی پہنچے اس وقت میں ان کے ساتھ دوسری طرف سوار تھا۔ مامون کہنے لگے احمد مجھے عراق کی خوشبو آ رہی ہے۔ مگر میں نے یہ جواب دیا کہ جناب والا میں ایسا نہیں سمجھتا۔ کہنے لگے میری بات کا یہ جواب تو نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو سہو ہوا یا تم کسی اور بات کو سوچ رہے ہو۔ اس لیے تمہارا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا امیر المومنین واقعہ تو یہی ہے۔ پوچھا کیا سوچ رہے تھے میں نے عرض کیا میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ ہم اہل بغداد کے پاس جا تو رہے ہیں۔ مگر ہمارے پاس اس وقت صرف پچاس ہزار درہم ہیں۔ ان کے علاوہ وہاں فتنہ برپا ہے اور لوٹ مار کی وجہ سے اہل بغداد کو فتنہ و فساد مرغوب ہے۔ اب اگر اس وقت کوئی اٹھ کھڑا ہوا اور ہنگامہ کر دے تو ہماری کیا بنے گی۔

مامون کی اہل بغداد کے متعلق رائے:

یہ سن کر مامون دیر تک سر نیچا کیے غور کرتے رہے۔ پھر کہا۔ احمد تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہاری فکر بہت خوب ہے مگر میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس شہر میں باشندوں کے تین طبقے ہیں۔ ظالم‘ مظلوم اور ایک وہ جو نہ ظالم ہے اور نہ مظلوم‘ ظالم کی ساری توقع ہم سے صرف یہ ہوگی کہ ہم اسے معاف کر دیں اور اس سے کچھ نہ بولیں۔ مظلوم صرف یہ چاہے گا کہ ہم اس کا انصاف کریں اور حمایت کریں اور جو شخص نہ ظالم ہوگا اور نہ مظلوم وہ اپنے گھر بیٹھا رہے گا۔ اور کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ بخدا! مامون کا کہنا حرف بحرف صحیح ہوا۔

اہل سواد سے دو خمس مال گزاری وصول کرنے کا حکم:

اس سال مامون نے حکم دیا کہ اہل سواد سے مال گذاری میں دو خمس لیے جائیں اس سے پہلے نصف لیا جاتا تھا۔ مامون نے

قفیز ملجم کو جو جھکتی ہوئی تول سے دس مکاکیک (۱۰ ہارونی مکوک کے حساب سے) برابر تھا۔ سرکاری تول کا پیمانہ مقرر کیا۔
اس سال یحییٰ بن معاذ کی بابک سے لڑائی ہوئی۔ مگر کسی کو اپنے حریف پر کامیابی نہیں ہوئی۔

امیر حج عبداللہ بن الحسن:

اس سال مامون نے صالح بن الرشید کو بصرے کا والی مقرر کیا اور عبداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالب کو حرمین کا والی مقرر کیا۔ عبیداللہ بن الحسن کی امارت میں اس سال حج ہوا۔

۲۰۵ھ کے واقعات

طاہر کی مشرقی ممالک کی ولایت:

اس سال مامون نے طاہر کو مدینۃ السلام سے لے کر انصائے مشرق تک کے علاقے کا ناظم مقرر کر دیا اس سے پہلے انہوں نے اسے جزیرہ کا' کوتوالی کا' بغداد کے دونوں حصوں کا والی مقرر کیا تھا۔ حسب ضرورت سواد کی اعانت بھی اس کے ذمے کر دی تھی۔
اب مامون دربار کرنے لگے۔

محمد بن ابی العباس اور علی بن الہیثم میں مناظرہ:

بشیر بن غیاث المریسی بیان کرتا ہے کہ میں ثمامہ محمد بن ابی العباس اور علی بن الہیثم عبداللہ المامون کی خدمت میں حاضر تھے' تشیع پر مناظرہ ہونے لگا۔ محمد بن ابی العباس نے امامت کی تائید کی اور علی بن الہیثم نے یزیدیہ کی تائید کی۔ دونوں میں اس قدر بحث ہوئی کہ محمد نے غصے میں علی سے کہا اے نبطی گنوار میں تجھ سے بات نہیں کرتا۔ مامون جو تکیے کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے کہا گالی گلوچ پر اتر آنا ہارنے کی علامت ہے اور یہ بہت بری بات ہے۔ ہم نے اس بحث اور مباحثے کو صرف اس لیے اٹھایا تھا کہ جو حق بات کہے گا۔ ہم اس کی تعریف کریں گے اور جو اس سے انکار کرے گا ہم اسے سمجھائیں گے۔ اور جو شخص ان دونوں مابہ البحث باتوں سے انکار کرے گا اس وقت جو مناسب ہوگا ہم اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے جو اصل بات ہے اس پر دونوں قائم رہو اور کلام تو فروعی ہے۔ یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ جب تم فروع میں پڑ جاؤ تو اصل کے متعین ہونے کی وجہ سے تم آسانی سے پھر اس پر عود کر سکو۔ محمد نے کہا تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ واحد لاشریک ہے۔ محمد اس کے بندے اور رسول اور اسلام کے یہ فرائض اور قوانین ہیں۔

محمد بن ابی العباس اور علی بن الہیثم میں تلخ کلامی:

اس کے بعد اب پھر دونوں میں مناظرہ شروع ہوا۔ محمد نے پھر علی کو وہی سخت الفاظ کہے جو اس نے پہلے کہے تھے۔ علی نے کہا اگر امیر المومنین یہاں تشریف نہ رکھتے ہوتے اور ان کی نرم مزاجی اور ممانعت کا خیال نہ ہوتا تو میں سر توڑ دیتا۔ کیا تو اس بات کو بھول گیا کہ تو مدینہ میں منبر کو دھویا کرتا تھا۔ مامون نے جو تکیے کے سہارے تھے۔ اب پھر سیدھے ہو بیٹھے اور کہنے لگے کہ اس منبر کے غسل کا کیا مطلب۔ کیا مجھ سے تیرے معاملے میں کوئی تقصیر ہوئی یا منصور نے تیرے باپ کے معاملے میں کوئی کمی اٹھا رکھی۔ بخدا! اگر خلیفہ اس بات سے حیا نہ کرتے کہ وہ اپنے وعدے سے انحراف کریں تو میں ابھی تجھے قتل کرا دیتا کہ تیرا سر زمین پر تڑپتا نظر آتا۔ اٹھ

یہاں سے اب نہ آنا۔

مامون اور طاہر بن حسین کی ملاقات:

محمد بن ابی العباس دربار سے اٹھ کر سیدھا طاہر بن الحسین اپنے بہنوئی کے پاس آیا اور اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ دربار کا یہ دستور تھا کہ مامون جب نبیذ پیتے تو اس وقت فتح خدمت گار دربانی کرتا۔ یاسر توشہ خانہ کا داروغہ تھا۔ حسین ساقی تھا۔ اور ابومریم سعید الجوہری کا غلام ہرکارہ تھا۔

طاہر اسی وقت محل آیا' فتح نے مامون سے جا کر عرض کیا کہ طاہر ملنے کے لیے حاضر ہے۔ کہنے لگے یہ تو اس کے آنے کا وقت نہیں ہے۔ اچھا آنے دو۔ طاہر نے آ کر سلام کیا۔ مامون نے سلام کا جواب دیا مامون نے حکم دیا کہ اسے ایک رطل پلاؤ طاہر نے نبیذ کو اپنے دست راست میں لے لیا۔ مامون نے کہا بیٹھ جاؤ مگر طاہر باہر آیا اور یہاں اس نے وہ نبیذ پی اور پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس اثنا میں وہ دوسرا رطل بھی پی چکے تھے۔ اس کے آنے کے بعد مامون نے حکم دیا کہ اسے دوبارہ اسی قدر پلاؤ۔ طاہر نے اس مرتبہ بھی وہی کیا جو پہلے کر چکا تھا۔ اور پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مامون نے کہا بیٹھ جاؤ اس نے کہا امیر المومنین فوج خاصہ کے سردار کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کے سامنے بیٹھے۔ مامون نے کہا یہ آئین دربار عام کا ہے۔ دربار خاص کا نہیں۔ یہاں آزادی ہے۔

طاہر بن حسین کی محمد بن ابی العباس کی سفارش:

اتنے میں مامون رو پڑے ان کی دونوں آنکھیں اشکوں سے ڈبڈبا گئیں۔ طاہر نے پوچھا امیر المومنین آپ کیوں روتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کبھی آپ کو رونا نصیب ہو۔ تمام ممالک اور رعایا آپ کے مطیع و منقاد ہو چکی ہے اور جو کچھ آپ نے چاہا اللہ نے اسے آپ کے لیے پورا کر دیا۔ اب رونے کی کیا ضرورت ہے۔ مامون نے کہا میں ایسی بات کے لیے روتا ہوں جس کا اظہار ذلت اور جس کا اخفا باعث حزن ہے اور بھلا کوئی ایسا بھی انسان ہے جسے کوئی غم نہ ہو۔ اچھا تم اپنے آنے کی غرض بیان کرو۔ طاہر نے کہا محمد بن ابی العباس سے خطا اور لغزش ہو گئی ہے۔ آپ اسے معاف کر دیں۔ اور اس سے خوش ہو جائیں۔ مامون نے کہا میں ان سے خوش ہو گیا اور میں نے حکم دیا ہے کہ اسے صلہ دیا جائے اور پھر اسے اس کے مرتبہ پر بحال کر دیا جائے اور چونکہ وہ ہمارے بے تکلف مونسوں میں نہیں ہے اس لیے ہم اسے اسی وقت یہاں نہیں بلاتے ورنہ بلا بھی لیتے۔

مامون کے رونے کی وجہ:

طاہر بن الحسین نے واپس جا کر ابن العباس کو اس کی اطلاع دے دی اور ہارون بن جیغویہ کو اپنے پاس بلا کر کہا کر اہل قلم مزے میں ہیں۔ خراسانی ایک دوسرے سے جلتے ہیں تم تین لاکھ درہم لے جاؤ۔ دو لاکھ حسین خدمت گار کو دو اور ایک لاکھ محمد بن ہارون کے کاتب کو دینا اور اس سے کہنا کہ وہ مامون سے ان کے رونے کی وجہ کسی موقع سے دریافت کرے۔ ہارون نے حسبہ بجا آوری کر دی۔ جب صبح کا کھانا کھا چکے تو انہوں نے حسین سے پانی مانگا اس نے کہا بخدا! میں اس وقت تک آپ کو پانی نہ پلاؤں گا۔ جب تک کہ آپ یہ نہ بتائیں کہ طاہر کے آنے کے بعد آپ کیوں روئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیوں تم کو اس کی کیا فکر ہوئی۔ اس نے کہا مجھے آپ کا رونا دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ اس وجہ سے میں پوچھتا ہوں۔ مامون نے کہا یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر کبھی تم نے اسے

بیان کر دیا تو میں تم کو قتل ہی کر دوں گا۔ اس نے کہا جناب والا۔ میں نے کب آپ کے کسی راز کو افشا کیا۔ جواب کروں گا۔ مامون نے کہا اس وقت مجھے اپنا بھائی امین یاد آ گیا اور جو ذلت ان کو ہوئی وہ مجھے یاد آ ئی۔ پہلے تو میں ضبط کرتا رہا مگر جب مجبور ہو گیا تو رو کر میں نے اپنا جی ہلکا کر لیا۔ میں طاہر کو اس کی سزا دے کر چھوڑوں گا۔

طاہر کی احمد بن خالد سے درخواست:

حسین نے طاہر کو اس کی اطلاع دی۔ طاہر احمد بن خالد کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا کسی کی خوشامد کرنا معمولی بات نہیں ہے اور میرے ساتھ جو بھلائی کی جائے گی۔ وہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ تم کسی ترکیب سے مجھے مامون کے سامنے سے علیحدہ بھیجوا دو۔ احمد نے کہا اچھا میں اس کام کو کرتا ہوں تم کل علی الصباح میرے پاس آنا۔

طاہر بن حسین کا امارت خراسان پر تقرر:

ابن ابی خالد مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آج ساری رات میں نہیں سویا انہوں نے پوچھا کیوں؟ احمد نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے غسان کو خراسان کا والی مقرر کیا ہے۔ حالانکہ وہ اور اس کے ہمراہی ایک لقمے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کسی ترک نے ان پر یورش کر دی تو ان کے پرخچے اڑا دیئے گا۔ مامون نے کہا میں بھی اس معاملہ پر غور کرتا رہا ہوں تو پھر تمہاری رائے میں کیا کیا جائے۔ احمد نے کہا طاہر بن الحسین کو، مامون کہنے لگے احمد یہ کیا کہتے ہو بخدا وہ ضرور بغاوت کر دے گا۔ احمد نے کہا میں اس کے لیے اس کی طرف سے ضامن ہوں کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ مامون نے کہا اگر ایسا ہے تو بہتر ہے اسی کو بھیج دو۔

مامون نے اسی وقت طاہر کو بلایا اور خراسان کا ولایت کا فرمان لکھ دیا۔ طاہر اسی وقت بغداد سے چل کر خلیل بن ہشام کے باغ میں آ کر فروکش ہو گیا۔ جب تک طاہر وہاں مقیم رہا اسے روزانہ ایک لاکھ درہم ارسال ہوتے تھے۔ وہ ایک ماہ وہاں مقیم رہا پھر ایک کروڑ درہم جو والی خراسان کو ارسال ہوتے تھے اسے دے دیئے گئے۔

طاہر بن حسین کی روانگی خراسان:

ابوحسان الزیادی کہتا ہے کہ طاہر جبال اور حلوان سے لے کر خراسان تک کے علاقے کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا یہ جمعے کے دن جب کہ ماہ ذی قعدہ ۲۰۵ھ کے ختم ہونے میں ایک رات باقی تھی۔ تعداد سے روانہ ہوا۔ اس سے دو ماہ پیشتر ہی اس نے اپنی چھاؤنی علیحدہ قائم کر لی تھی اور اس اثناء میں وہ اپنی چھاؤنی میں مقیم رہا۔

عبدالرحمٰن المطوعی سے اندیشہ:

اس راوی کے بیان کے مطابق اس کی ولایت کا سبب یہ ہوا کہ سب لوگوں نے اس سے کہا کہ عبدالرحمٰن المطوعی نے والی خراسان کے حکم اور اجازت کے بغیر خارجیوں سے لڑنے کے لیے نیشاپور میں ایک بڑی جمعیت اکٹھا کر لی ہے اندیشہ یہ ہے کہ شاید یہ تحریک اندرونی طور پر خود اصل خلافت ہی کے خلاف کی جا رہی ہو۔ اس وقت فضل بن سہل کا چچا زاد بھائی غسان بن عباد حسن بن سہل کی جانب سے اس کے قائم مقام کی حیثیت سے خراسان کا والی تھا۔

طاہر بن حسین اور حسن بن سہل میں مخاصمت:

علی بن ہارون بیان کرتا ہے کہ طاہر کے والی خراسان مقرر ہونے اور وہاں جانے سے پہلے حسن بن سہل نے اسے نصر بن شبث سے لڑنے کے لیے جانے کا حکم دیا تھا۔ یہ بات طاہر کو ناگوار معلوم ہوئی وہ کہنے لگا ایک خلیفہ سے میں لڑا اور دوسرے کو خلافت دی اور اب مجھے اس قسم کا حکم دیا جاتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ میرے تحت سرداروں میں سے کسی کو اس کام کے لیے بھیجا جاتا۔ اس واقعے سے حسن اور طاہر کے تعلقات خراب ہو گئے۔ اور وہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگ گئے۔ خراسان کا والی مقرر ہو کر وہاں جانے تک طاہر حسن سے کلام نہیں کرتا تھا۔ کسی نے حسن کو اس پر توجہ دلائی مگر اس نے کہا کہ ہمارے باہمی نزاع کے اثناء میں جو بات اس نے کی ہے اب میں اس کی صفائی نہیں کرنا چاہتا۔

عمال کا تقرر:

اس سال عبداللہ بن طاہر رقہ سے بغداد چلا آیا۔ اس کے باپ نے اسے وہاں اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ وہ نصر بن شبث سے لڑے۔ اس سال یحییٰ بن معاذ بغداد آیا۔ مامون نے اسے جزیرہ کا والی مقرر کر دیا۔ مامون نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو آرمینا اور آذربائیجان کا والی مقرر کیا۔ اور اسے بابک سے جنگ کرنے کا حکم دیا اس سال السری بن الحکم والی مصر نے مصر میں انتقال کیا۔ اس سال داؤد بن یزید سندھ کے عامل کا انتقال ہو گیا۔ مامون نے بشر بن داؤد کو اس شرط پر سندھ کا عامل مقرر کر دیا کہ وہ سالانہ دس لاکھ درہم دربار خلافت میں ارسال کرتا رہے اس سال انہوں نے عیسیٰ بن یزید الجلو دی کو زط سے لڑنے کے لیے خلافت میں ارسال کرتا رہے اس سال انہوں نے عیسیٰ بن یزید الجلو دی کو زط سے لڑنے کے لیے سپہ سالار مقرر کیا اس سال کے ماہ ذی قعدہ میں طاہر بن الحسین خراسان روانہ ہوا۔ یہ دو ماہ تک اپنی چھاؤنی میں فروکش رہا۔ البتہ جب اسے عبدالرحمٰن النیساپوری المطوعی کے نیساپور میں خروج کی اطلاع ملی تو یہ خراسان روانہ ہو گیا اور اسی سال اشروسنہ کے تغزغزنیہ پہنچ گیا۔ اس سال فرج الرخجی نے عبدالرحمٰن بن عمار النیساپوری کو پکڑ لیا۔

امیر حج عبیداللہ بن الحسن:

اس سال عبیداللہ بن الحسن والی حرمین کی امارت میں حج ہوا۔

۲۰۶ھ کے واقعات

داؤد بن ماسجور کو زط پر فوج کشی کا حکم:

اس سال مامون نے داؤد بن ماسجور کو زط سے لڑنے کے لیے بھیجا اور صوبہ بصرہ، ضلع دجلہ یمامہ اور بحرین اس کے تحت میں دے دیئے۔

اس سال دربار میں وہ آیا جس سے تمام سواد کسکر، امام جعفر کی جاگیر اور عباس کی جاگیر غرق ہو گئیں۔ اور ان کا اکثر حصہ دریا برد ہو گیا۔ اس سال بابک نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو زک دی۔

عبداللہ بن طاہر کی ولایت رقہ:

اس سال مامون نے عبداللہ بن طاہر کو رقہ کا والی مقرر کیا اور اسے نصر بن شبث اور بنی مضر سے لڑنے پر مقرر کیا۔

مامون نے یحییٰ بن معاذ کو جزیرہ کا والی مقرر کیا تھا۔ اس سال اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹے احمد کو اپنے کام پر اپنا جانشین بنا دیا تھا۔

یحییٰ بن الحسن بن عبدالخالق بیان کرتا ہے کہ رمضان میں مامون نے عبداللہ بن طاہر کو اپنے پاس بلایا۔ کسی نے یہ بھی بیان کیا کہ مامون نے اسے ۲۰۵ھ میں طلب کیا تھا۔ بعض ۲۰۶ھ اور بعض ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں۔ جب عبداللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا مامون نے کہا میں ایک مہینے سے اللہ سے استخارہ کر رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ میرے لیے خیر ہی کرے گا۔ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں کو ترقی دلانے کے لیے باپ ہونے کی وجہ سے ان کی تعریف میں بہت مبالغہ کیا کرتے ہیں مگر میں نے تم کو اس سے اعلیٰ پایا۔ جیسا کہ تمہارے باپ نے تمہارے متعلق کہا تھا۔ یحییٰ بن معاذ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے احمد بن یحییٰ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ مگر وہ کچھ نہ نکلا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو بنی مضر اور نصر بن شبث سے لڑنے کے لیے متعین کر دوں۔ عبداللہ نے کہا بسر و چشم اس کے لیے حاضر ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس میں اللہ امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کے لیے بھلائی کرے گا۔

مامون کے علم کے متعلق احکامات:

مامون نے اس کو والی مقرر کیا علم دے دیا اور پھر حکم دیا کہ جس راستے سے یہ اپنے گھر جائے وہاں دھوبیوں کی جو ڈوریاں بندھی ہوں وہ کاٹ دی جائیں نیز سایہ دار مسقف راستوں سے بھی اس علم کو نہ لے جایا جائے تاکہ اس کی راہ میں کوئی ایسا حائل نہ رہے جس کی وجہ سے وہ واپس آئے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کے لیے جھنڈا بنوایا۔ جس پر زردی سے معمولی عبارت جو عام طور پر جھنڈوں پر لکھی جاتی تھی مرقوم تھی' مگر مامون نے اس میں یہ زیادتی کی کہ اس پر یا منصور بھی لکھوایا۔

عبداللہ بن طاہر کی فضل بن ربیع سے درخواست:

عبداللہ علم لے کر دربار سے چلا۔ بہت سے آدمی اس کے ہمراہ تھے' اسی جلوس کے ساتھ اپنے گھر آیا۔ دوسرے دن بہت سے لوگ اس سے ملنے آئے اور مبارک باد دی۔ فضل بن الربیع بھی اس کے پاس آیا اور شام تک وہاں ٹھہرا رہا جب رات ہونے لگی اور اپنے گھر جانے کے لیے اٹھا عبداللہ نے کہا اے ابوالعباس تم نے مجھ پر احسان اور فضل کیا ہے۔ میرے باپ نے جو آپ کے بھائی ہیں۔ مجھے یہ نصیحت کی ہے کہ میں آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کروں میں چاہتا ہوں کہ آپ کی رائے اور قیمتی مشورے سے مستفید ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو افطار تک اور میرے پاس ٹھہریں۔ اس نے کہا میں مجبور ہوں۔ میرے بعض حالات ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے میں یہاں افطار نہیں کر سکتا۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر آپ ہم خراسانیوں کے کھانے کو ناپسند کرتے ہوں تو اپنے باورچی خانے سے خاصہ طلب فرما لیجیے اس نے کہا یہ بات نہیں بلکہ میں رات کے کھانے اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل پڑھا کرتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا اچھا خدا حافظ تشریف لے جائیں۔ وہ خود بھی ان کی مشایعت کے لیے اپنے مکان کے صحن تک خاص خاص امور میں مشورہ لیتا ہوا آیا۔

طاہر بن حسین کا عبداللہ کے نام تاریخی خط:

بیان کیا گیا ہے کہ اپنے باپ کے خراسان جانے کے چھ ماہ کے بعد عبداللہ نصر بن شبث سے لڑنے بنی مضر کی طرف روانہ ہوا تھا۔ جب طاہر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو دیار ربیعہ کا والی مقرر کیا تھا' اس وقت اس نے جو خط اسے لکھا تھا۔ وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا اس کا دھیان رکھنا اس کی ناخوشی سے بچنا' اپنی رعایا کا خیال رکھنا۔ جب تم کو اطمینان ہو آخرت کو یاد رکھنا کہ تم کو آخر میں وہیں جانا ہے اور وہیں ٹھہر کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا پڑے گی اور اس حالت میں تم ہمیشہ ایسے نیک اعمال کرنا جن کی وجہ سے تم قیامت کے دن اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچ جاؤ۔ چونکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔ لہٰذا تم اس کے ان بندوں پر جن کو اللہ نے تمہاری حفاظت میں سونپا ہے۔ عنایت اور عدل کو اپنے اوپر لازم قرار دو۔ اور ان میں اللہ کے حقوق اور حدود کو جاری کرو۔ ان کی حفاظت کرو۔ ان کے گھر اور در کی حفاظت کرنا۔ ان کے خون نہ بہانا۔ ان کی راہوں کو ان کے لیے مامون رکھنا ان کی بسر اوقات میں ان کو راحت پہنچانا اور اس کے لیے وہ باتیں اختیار کرنا جو تم پر فرض کی گئی ہیں۔ جس کے لیے تم متعین کیے گئے ہو۔ جن کے متعلق تم سے باز پرس بھی ہوگی اور اس کا ثواب بھی تم کو ملے گا۔ چاہے کر چکے ہو۔ یا اب کرو ان امور پر ہمیشہ اچھی طرح غور و خوض کرتے رہنا۔

ایسا نہ ہو کہ کسی اور وجہ سے یا مشغلہ میں پڑ کر تم اپنے اس فرض کو بھول جاؤ۔ کیونکہ اس فرض شناسی پر تمہاری ہر جگہ کامیابی کا مدار ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے تم خود فرائض پر عمل کرنا۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرنا اور وہ مسنون طریقہ پر ہو کہ پہلے باقاعدہ وضو کرنا۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر قرآن ترتیل سے پڑھنا۔ رکوع سجود اور تشہد میں اطمینان سے کام لینا۔ اللہ کے لیے خلوص نیت کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ اور جو لوگ تمہارے ساتھ یا تمہارے تحت ہوں ان کو بھی نماز کی تلقین و تاکید کرنا تا کہ اللہ کا یہ حکم کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر تم عمل کرنا تم سے ادا ہو' فرض کے بعد سنن اور نوافل ادا کرنا۔ جب کوئی معاملہ درپیش ہو اس میں اللہ سے استخارہ کرنا اس سے ڈرتے رہنا اس معاملہ کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں جو حکم دیا ہو اس پر عمل کرنا اور جو ممانعت کر دی ہو اس سے اجتناب کرنا اس کے حلال و حرام کا خیال رکھنا پھر اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے جو آثار ملیں اس پر عمل کرنا۔ انصاف کرنے سے کبھی ملول نہ ہونا چاہیے تمہارا دل چاہتا ہو یا نہیں اور عدل کے بارے میں اپنے تعلقات کی قربت یا بعد کا خیال مت کرنا۔ فقہ فقہا۔ علماء دین کتاب اللہ اور اس پر عمل کرنے والوں کی اقتداء کرنا۔ کیونکہ انسان کی سب سے بڑی زینت یہ ہے کہ اسے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل ہو وہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس پر دوسروں کو ترغیب دے اور خود دین کی معرفت حاصل کرے۔ جس سے اسے اللہ کا قرب نصیب ہو۔ کیونکہ جسے اللہ کے دین کی معرفت حاصل ہوگی اس سے صرف بھلائی سرزد ہوگی۔ وہی اس پر دوسروں کو کاربند کرا سکے گا وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکے گا اور تمام مہالک سے لوگوں کو بچائے گا۔ جسے دین کی معرفت حاصل ہوگی۔

اللہ اسے اپنی معرفت کی توفیق عطا فرمائے گا تا کہ آخرت میں وہ اس کی اور منزلت بڑھائے اور بلند مراتب پر فائز

کرے۔ اور خود دنیا میں بھی ایسے شخص کو یہ فضیلت حاصل ہو گی کہ اس کے احکام کی توقیر ہو گی اس کی حکومت کا دبدبہ رہے گا۔ لوگ اس سے مانوس رہیں گے اور اس کے عدل پر پورا اعتماد کریں گے۔ اپنے تمام کاموں میں اقتصاد کو اختیار کرنا کیونکہ میانہ روی سے زیادہ نہ کوئی شے سودمند ہے اور نہ مامون۔ اس میں تمام فضائل جمع ہیں اور یہ رشد کی طرف رہبری کرتی ہے۔ رشد توفیق تک پہنچاتی ہے اور توفیق سے سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اور ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ تمام دنیاوی امور میں وہ طریقے اختیار کرنا جو اقتصاد کی طرف رہنمائی کرتے ہوں' آخرت' آجز' اعمال صالحہ سنن معروف اور معالم رشد کی طلب میں کبھی کمی نہ کرنا کیونکہ ایسی نیکی کے لیے جس سے محض اللہ کی خوشنودی اور جنت میں اس کے اولیا کی مصاحبت مقصود ہو کوئی شخص جتنی بھی کوشش کرے وہ کم ہے۔ جان لو کہ دنیاوی امور میں جس قدر میانہ روی اختیار کرو گے اسی قدر تمہاری عزت بڑھے گی۔ اور معاصی سے بچو گے۔ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ اپنے نفس کو اور اپنے متعلقین کے نفس کو برائیوں سے بچانے اور اپنے معاملات کو روبا صلاح کرنے کا نہیں ہے۔ اس لیے تم اقتصاد کو اختیار کرنا تمہارے تمام کام بنتے چلے جائیں گے۔ تمہاری مقدرت بڑھ جائے گی اور خاص و عام تمہارے سچے وفادار اور مطیع رہیں گے۔

اللہ عزوجل کے متعلق ہمیشہ حسن ظن رکھنا تمہاری رعیت تمہاری فرماں بردار رہے گی۔ تمام امور میں اللہ کی جناب میں وسیلہ اختیار کرنا تمہارا اقبال قائم رہے گا کسی شخص کو تولیت کے بعد جب تک اس پر کوئی الزام ثابت نہ ہو جائے علیحدہ نہ کرنا۔ کیونکہ ناکردہ گناہوں پر تہمت لگانا یا ان کے متعلق برا گمان قائم کرنا گناہ ہے ہمیشہ اپنے دوستوں سے حسن ظن رکھنا اس طرح وہ تمہارے اور زیادہ خیرخواہ اور مخلص بن جائیں گے۔ دشمن خدا شیطان کو کبھی اپنے معاملہ میں شریک نہ ہونے دینا کیونکہ اگر تم نے اسے ذرا سا بھی موقع دے دیا تو پھر وہی تم پر حاوی اور غالب ہو جائے گا۔ اور تمہارے خیالات میں سوءظن پیدا کر کے تم کو ایسا محزون و مغموم کر دے گا کہ تمہاری زندگی تلخ ہو جائے گی۔

حسن ظن میں قوت اور راحت ہے اور اس کے ساتھ تمہارے وہ تمام کام جن کو تم کرانا چاہتے ہو۔ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوں گے اور اس طرح لوگ خود تمہاری طرف کھنچیں گے اور حکومت میں پائیداری پیدا ہو گی۔ مگر اس حسن ظن کی وجہ سے یہ نہ کرنا کہ خود تم معاملات کو سرانجام نہ دینے لگو۔ یا اپنی رعایا اور عہدیداروں کی حالت سے بے خبر ہو جاؤ اور کبھی اسے پوچھو نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف اپنے عہدے داروں کی حالت کی ہر وقت دیکھ بھال اور رعایا کی ضروریات سے واقفیت اور پھر ان ذمہ داریوں کو برداشت کرنا اور باتوں کے علاوہ تمہارا سب سے ضروری اور اہم فرض ہونا چاہیے۔ اس سے شریعت کا قیام اور سنت کا احیاء ہے۔

ان تمام باتوں میں اپنی نیت خالص رکھنا اپنے نفس کو اس شخص کی طرح قابو اور قبضہ میں رکھنا جو یہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسے تمام اعمال کا جواب دینا ہو گا۔ جو اچھے ہوں گے ان کی جزا ملے گی اور جو برے ہوں گے ان کی سزا ملے گی۔ اللہ نے دین کو ذریعہ حفاظت اور عزت بنایا ہے۔ جس نے اس کی اتباع کی اللہ نے اس کی قدر و منزلت کی۔ لہٰذا تم اپنی زندگی میں ہمیشہ دین اور ہدایت کے طریقہ پر چلنا۔

اہل جرائم میں اللہ کے حدود کو جاری کرنا اس میں ان کی حیثیتوں کو پیش نظر رکھنا اور حسب استحقاق سزا دینا اس میں کی کوتاہی یا تساہل نہ کرنا۔ مستوجب سزا کو سزا دینے میں تاخیر نہ کرنا۔ ورنہ اس سے تمہاری نیک نامی میں فرق آ جائے گا۔ اس بارے میں ہمیشہ معروف طریقے اختیار کرنا شک وشبہات سے دور رہنا اس سے تمہارا ایمان اور اخلاق پائدار ہوگا۔ جب عہد کرو اسے پورا کرنا جب کسی خیر کا وعدہ کرو اسے ضرور پورا کرنا۔ حسن خدمت تسلیم کر کے اس کا انعام دینا اپنی رعیت میں سے کسی کا عیب اگر تم کو معلوم بھی ہو جائے اس سے چشم پوشی کرنا کبھی جھوٹ نہ بولنا اور جھوٹ بولنے والوں کو برا جاننا چغل خوروں کو اپنے سے دور رکھنا۔ کیونکہ جب تم جھوٹوں کو اپنے ہاں درخور دو گے تمہارے تمام موعودہ اور آئندہ معاملات بگڑنے شروع ہو جائیں گے۔ جھوٹ برائیوں کی جڑ ہے اور افترا پردازی اور چغل خوری جھوٹ کی مہریں ہیں جو شخص دوسروں کی برائیاں کرتا ہے۔ اس سے سننے والا بھی نہیں بچتا۔ اور نہ اس کا کوئی کام درست رہ سکتا ہے۔

اہل صدق وصفا سے دوستی رکھنا حق کے ساتھ اشراف کی اعانت کرنا۔ ضعفا کی مدد کرتے رہنا اعزا سے صلہ رحمی کرنا اور یہ سب کچھ محض بوجہ اللہ اور اس کے حکم کی اتباع کرنا اور اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ اللہ اس کا ثواب اور دار آخرت دے گا۔ بری خواہشوں اور ظلم سے بچنا اور ان دونوں برائیوں سے اپنی رعایا کے سامنے قطعی برأت ظاہر کرنا حق اور عدل کے ساتھ حکمرانی کرنا اور اسے معرفت کے ساتھ حکومت کرنا جو تم کو ہدایت کے راستے پر لے جائے۔ غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور وقار اور حلم کو اپنے لیے لازم کرنا کبھی خود کو حالت غضب میں بے قابو نہ ہونے دینا۔ کیونکہ جو کچھ تم کرو گے وہ اللہ کے لیے ہوگا۔ تمہارے نفس کا اس میں کوئی دخل نہ ہونا چاہیے۔ یہ کبھی مت کہنا کہ میں اس بات پر مسلط ہوں کہ جو چاہوں کر گزروں اس سے تمہاری رائے کا نقص اور خدائے واحد پر ایمان کی کمی ظاہر ہوگی۔ اللہ پر پورا یقین کر کے اس سے سچا اندرونی تعلق قائم کرنا اور یہ سمجھ لو کہ ملک اللہ کا ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ حکومت کے وہ اکابر داعیان جو اس سے سب سے زیادہ بہرہ مند ہوتے ہیں جب وہ اللہ کی نعمتوں کا اور اس کے احسان کی ناشکری اور ناقدری کرتے ہیں تو سب سے پہلے اور فوراً وہی ادبار ونحوست میں گرفتار کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کا سارا ترفہ فلاکت ونکبت سے بدل دیا جاتا ہے۔ حرص اور بے اعتدال سے دور رہنا بجائے مال ومتاع کے نیکی اور تقویٰ کا ذخیرہ جمع کرنا معدلت گستری اختیار کرنا۔ رعیت کی خوش حالی۔ علاقوں کی آبادی ان کے معاملات کی نگرانی مصائب میں ان کی حفاظت اور مظلوم کی اعانت اپنا شیوہ قرار دینا۔ یاد رکھو کہ جب روپیہ بہت ہو جاتا ہے اور وہ خزانوں میں جمع کیا جاتا ہے تو وہ بیکار ہو جاتا ہے اس سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اگر وہی روپیہ رعایا کی اصلاح' اس کے حقوق کی ادائی اور اس کے مصائب کم کرنے کے لیے خرچ کیا جائے تو وہ اور بڑھتا ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ عوام مطمئن رہتے ہیں اور عہدہ داروں کی شان وشوکت بڑھ جاتی ہے وہ زمانہ فارغ البالی اور خوشحالی کا عہد بن جاتا ہے۔ اور اس سے حکومت کی عزت اور قوت بڑھتی ہے اس لیے بجائے اس کے کہ تم خزانے جمع کرو تم اس روپیہ کو اسلام کی اور مسلمانوں کی خوشحالی اور تقویت میں صرف کرو امیر المومنین کے جو خاص لوگ تمہارے ہاں ہوں اس روپیہ میں سے ان کے تمام حقوق پوری طرح ادا کرو۔ اور اپنی رعایا کے جو حصے ہیں وہ دو۔ پھر رفاہ عام کے کاموں میں

صرف کرو۔ تاکہ اس طرح اللہ کی نعمت تمہارے لیے مستقل ہو جائے اور تم اور زیادہ اس کی نعمت کے مستحق بن جاؤ نیز اس طرح تم کو خراج کے وصول کرنے اور اپنی رعایا اور علاقے کے مال جمع کرنے میں زیادہ سہولت ہو جائے گی۔ تمہارے عدل و احسان کی وجہ سے تمہاری تمام رعایا اور ماتحت علاقہ بخوشی تمہارا مطیع و منقاد ہو جائے گا۔ اور پھر تم ان سے جس بات کو چاہو گے وہ بخوشی اسے قبول کریں گے۔ اس معاملہ میں جو کچھ میں نے تم کو لکھا ہے اس کی بجا آوری میں سعی بلیغ کرنا اور اس طرح خود اپنی ذاتی شرافت و عزت کو بڑھانا وہی روپیہ باقی رہتا ہے جو اپنے صحیح مصرف میں خرچ کیا جائے۔

جو لوگ شکر گزار ہوں ان کو اس کا معاوضہ دینا۔ ایسا نہ ہونے پائے کہ دنیا کے مزے تم کو آخرت کے خوف سے بے خطر کر دیں اور پھر تم اپنے فرائض و حقوق کو بے وقعت سمجھنے لگو جو ایسا کرتا ہے وہ پھر قطعی ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ جو کچھ نیک کام کرو وہ صرف اللہ کی راہ میں ہو۔ اور اس کے ثواب کی توقع کرو۔ جب اللہ نے اس دنیا میں تم پر احسان کیا ہے تو اب اگر تم اس کا اظہار اور شکر ادا کرو گے تو تم کو اعتماد رکھنا چاہیے کہ اللہ تمہارے ساتھ اور بھلائی اور احسان کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سپاس گزاروں کے شکر اور نیکوں کی نیکی کی مناسبت سے ثواب دیتا ہے۔ کسی جرم کو حقیر مت سمجھنا کسی حاسد سے میل نہ کرنا کسی تاجر پر ترس نہ کھانا۔ ناشکر کو صلہ نہ دینا۔ دشمن سے مداہنت نہ کرنا۔ چغل خور کو بھی سچا نہ سمجھنا۔ کسی غدار کو امان نہ دینا۔ کسی فاسق کو اپنا دوست نہ بنانا۔ کسی گمراہ کی اتباع نہ کرنا۔ کسی بدنیت کی تعریف نہ کرنا۔ کسی انسان کی تحقیر نہ کرنا۔ کسی سائل یا فقیر کو سوکھا جواب نہ دینا۔ جھوٹ کو کبھی نہ ماننا ہنسی کی بات کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھانا وعدے کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ بدکاروں سے نہ ڈرنا۔ غصے سے کام نہ لینا ابتداں کے پاس نہ آنا۔ اترا کر نہ چلنا۔ سفاہت کو اختیار نہ کرنا۔ طلب آخرت میں کوتاہی نہ کرنا۔ دفع الوقتی ہرگز نہ کرنا ظالم کے خوف یا رعب سے کبھی اس سے چشم پوشی نہ کرنا۔ اور دنیا کو ثواب آخرت کا ذریعہ بنانا ہر وقت فقہا سے مشورہ لیتے رہنا۔ اپنے نفس کو حلم کا خوگر بنانا۔ ہمیشہ تجربہ کار فربس اور حکما سے عمدہ باتوں کا اکتساب کرتے رہنا۔ کبھی تنگ نظر بخیلوں کو اپنا مشیر نہ بنانا۔ ان کی کسی بات کو نہ ماننا۔ ان کا ضرر ان کے نفع سے کہیں زیادہ ہے۔ رعایا کو اپنے سے برگشتہ اور آمادہ فساد کرنے کے لیے بخل سے بڑھ کر زود اثر کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ جب تمہاری حرص بہت بڑھی ہوئی ہوگی تو تم لو گے زیادہ اور دو گے کم۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ چند روز بھی تمہاری حکومت نہ چل سکے گی۔ رعایا اسی وقت تم سے محبت کرو گے۔ جب تم اس کے مال سے اپنا ہاتھ رو کے رکھو گے۔ اور ان پر ظلم نہ کرو گے۔ اسی طرح تمہارے خاص احباب اور مصاحب بھی اسی وقت تک تمہارے لے ریا جاں نثار رہیں گے جب تک کہ تم ان پر انعام و اکرام کرتے رہو گے۔ اس لیے بخل سے ہمیشہ دور رہنا اور سمجھ لو کہ یہ سب سے پہلا گناہ ہے جو انسان نے اپنے رب کا ارتکاب کیا ہے اور گناہگار کو ہمیشہ ذلت و رسوائی اٹھانا پڑتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ مَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

''اور جو لوگ بخل نفس سے بچائے گئے وہی کامیاب ہیں''۔

اس لیے حق کے مطابق جود کی راہ آسان کر دینا اور تمہاری نیت یہ ہو کہ تمہارے جود میں تمام مسلمان برابر کے سہیم و شریک ہیں۔ یقین جانو سخاوت بندوں کے اعمال میں سب سے افضل ہے اس لیے سخاوت کو اپنی سرشت اپنا مذہب اور اپنا عمل بنالو۔

فوج کے دفاتر اور دیوانوں کی ہمیشہ جانچ پڑتال کرتے رہو ان کو باقاعدہ معاش ادا کرو۔ ہو سکے تو ان کی معاشوں میں ان کی تنگ دستی کو دور کرنے کے لیے اضافہ کرتے رہو اس طرح وہ تمہارے سچے اطاعت گزار اور مخلص جاں نثار ہو جائیں گے حکمران کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ اپنی فوج اور رعایا پر انصاف کرنے میں انتظام سیاست میں اور عنایت میں باعث رحمت ہو۔

یاد رکھو قضا کو اللہ نے وہ اہمیت دی ہے جو کسی اور بات کو نہیں دی اس لیے کہ قضا اللہ کی وہ ترازو ہے جس پر اس عالم کے معاملات تولے جاتے ہیں فصل خصومات میں ہمیشہ عدل پر عمل پیرا ہونے سے رعایا درست رہتی ہے۔ راستے مامون رہتے ہیں مظلوم کی دادرسی ہوتی ہے۔ لوگوں کے حقوق دلائے جاتے ہیں۔ زندگی بہتر ہو جاتی ہے طاعت کا پورا حق ادا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ سلامتی اور عافیت عطا فرماتا ہے دین برقرار ہوتا ہے سنن جاری ہوتی ہیں اور قوانین چلتے ہیں۔ اور قضا میں حق و انصاف جو محل اور باموقع ادا کیے جاتے ہیں۔

اللہ کے حکم کے نافذ کرنے میں شدت کرنا زبان کو فضول گوئی سے بچانا۔ حدود کو فوراً جاری کرا دینا عجلت کم کرنا دل گرفتگی اور غلق کو پاس نہ آنے دینا قسم نہ کھانا ایسی کوشش کرنا کہ تمہاری دھاک بندھی رہے۔ اور تمہارا اقبال پائدار ہو۔ اپنے تجربے سے نفع اٹھانا خاموشی میں بیدار رہنا اور گویائی میں اعتدال رکھنا۔ اپنے حریف سے بھی انصاف کرنا۔ شبہ پر تامل کرنا پکی حجت قائم کرنا اپنی رعیت کے بارے میں ذاتی تعلق حمایت کا خیال یا کسی معترض کے اعتراض سے کبھی متاثر نہ ہونا۔ ہر معاملہ پر بہت ہی استقلال کے ساتھ اچھی طرح غور و خوض کرنا اپنے رب کے سامنے نہایت فروتنی اختیار کرنا تمام رعایا کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔ حق کو اپنے اوپر مسلط کر لینا' کبھی خونریزی میں عجلت نہ کرنا۔ کیونکہ بے وجہ خونریزی کا ارتکاب اللہ کے ہاں سخت قابل مواخذہ ہے۔

اس خراج کا جس پر رعایا کی بہبودی قائم ہے اور جسے اللہ نے اسلام کے لیے باعث شوکت و رفعت' مسلمانوں کے لیے باعث خوشحالی اور طاقت اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے لیے باعث رنج و تکلیف اور کفار کے لیے ان کے معاہدۂ نادیہ کی وجہ سے باعث ذلت و حقارت بنایا ہے۔ بہت زیادہ خیال رکھنا۔ خراج کو حق و انصاف کے ساتھ علی السویہ سب مستحقین پر تقسیم کرنا کسی شریف کو اس کی شرافت کی بنا پر کسی دولت مند کو اس کی دولت کی بنا پر اپنے کسی کاتب یا متعلقین خاص کو کبھی خراج معاف نہ کرنا اور نہ کسی سے اس کی استطاعت سے زیادہ وصول کرنا۔ ایسا حکم کبھی نہ دینا جو باعث تکلیف ہو' تمام لوگوں کو حق پر چلنے کی ہدایت کرنا اس سے ان میں الفت رہے گی اور سب لوگ تم سے خوش رہیں گے۔

یہ سمجھ لو کہ تم اپنی ولایت کی وجہ سے امین محافظ اور راعی بنائے گئے ہو چونکہ تم اپنے تحت کے علاقے کے باشندوں کے

راعی اور نگراں ہو اسی بنا پر ان کو تمہاری رعیت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا حسب استطاعت اور سہولت جو وہ تم کو دیں تم لے لینا اور اسے انہیں کی صلاح و ترقی اور ان کی حالت کی درستی اور استقامت میں خرچ کرنا اپنی رعایا پر اپنے عمل اقتدار میں ایسے لوگوں کو عامل مقرر کرنا جو ذی رائے صاحب تدبیر و تجربہ ہوں اور سیاست سے علمی اور عملی طور پر واقفیت رکھتے ہوں اور پرہیز گار ہوں ان کی معقول تنخواہیں مقرر کرنا کیونکہ یہ بھی تمہارے عہد کے فرائض میں ہے۔ کبھی ایسا نہ ہونے پائے کہ کوئی اور شغل تم کو اپنے فرائض کی طرف سے بے خبر کر دے یاد رکھو جب تک تم اپنے فرض منصبی کو پورے انہماک اور دیانت کے ساتھ سرانجام دیتے رہو گے اللہ کی جانب سے تمہارے مدارج میں اضافہ ہوتا رہے گا تمہاری نیک نامی دن دونی رات چوگنی ہوگی رعایا تمہاری مخلص و فرماں بردار رہے گی اور تمہارے تمام کام بنتے رہیں گے۔ لہٰذا اپنے شہر میں خوب خیر و خیرات کرنا۔ اپنے علاقے کو آباد کرنا اپنے ملک کو سرسبز بنانا اس طرح تمہاری آمدنی میں توفیر ہوگی۔ اور پھر تمہاری فوج بھی تمہارے ہر حکم کی بجا آوری کے لیے آمادہ ہوگی۔ اور جب تم خود ان کی تنخواہیں باقاعدہ دے دیا کرو گے تو رعایا بھی فوج سے خوش رہے گی اور اس کے خلاف اسے کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی' سب لوگ تمہاری جہانبانی کی تعریف کریں گے اور خود تمہارا دشمن تمہاری اس معدلت گستری اور حق پروری کی داد دینے پر مجبور ہوگا۔ ہر کام میں تم عادل' قوی مستعد اور ذی حیثیت رہو گے لہٰذا اس مرتبہ کے حاصل کرنے میں خوب ذوق و شوق سے کام لو اور خود کسی اور بات کو اس خیال پر ترجیح نہ دینا۔ ان شاء اللہ آخر کار تم سب کے ممدوح بن جاؤ گے۔

اپنے علاقے کے ہر ضلع میں ایک راست باز وقائع نویس مقرر کرنا جو تمہارے عہدیداروں کی تمام خبریں ان کی ذات سیرت' اور اعمال تم کو لکھتا رہے اور تم اس طرح باخبر رہو گے گویا تم خود اس کے ساتھ وہاں نگراں موجود ہو۔ اگر کسی بات کے لیے حکم دینا چاہو تو پہلے اس کے عواقب پر پوری طرح غور و خوض کر لینا۔ اگر اس میں سلامتی اور عافیت نظر آئے اور اس سے سلطنت کا استحکام اور بھلائی اور خیر خواہی متوقع ہو تو اسے کر گزرنا ورنہ توقف کرنا اور اس کے متعلق صاحب بصیرت علماء سے مشورہ کر لینا اس کے بعد اس کی تیاری کرنا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے معاملہ پر غور کر کے کسی تصفیے پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ وہ تصفیہ اس کی خواہش کی خواہش کے عین مطابق ہوتا ہے اس لیے اسے اس کے صحیح ہونے کا یقین آ جاتا ہے اور وہ اپنے خیال سے متاثر ہو کر اسے پسند کرتا ہے ایسی صورت میں اگر وہ شخص اس معاملہ کے نتائج پر اچھی طرح غور نہیں کر لیتا تو وہ بات اسے ہلاک کر دیتی ہے اور اس کا سارا کام بگڑ جاتا ہے۔

لہٰذا ہر ارادے میں احتیاط کرنا اور پھر اللہ کی قوت کی مدد کے ساتھ کرنا اپنے تمام کاموں میں اکثر اپنے رب سے استخارہ کرتے رہنا آج کا کام آج کر لینا کل پر نہ چھوڑنا اور زیادہ تمام سرکاری کام خود ہی انجام دینا اور یہ یاد رکھو کہ اگر آج کا کام کل پر چھوڑ دو گے تو ممکن ہے کہ کل اور بہت سے ایسے اہم کام پیش آ جائیں کہ آج کے بقیہ کام کی طرف توجہ ہی نہ ہونے دیں یہ سمجھ لو کہ جو دن چلا گیا وہ اپنی ہر شے کو لے گیا۔ لہٰذا جب تم آج کا کام کل پر موخر کر دو گے تو تم پر دو دن کا کام جمع ہو جائے گا۔ جو تم سے ہو نہ سکے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کچھ نہ کرو گے۔ اگر اس کے بجائے تم روز کا کام روز پورا کیا کرو گے۔ تو اس سے تمہارا دل بھی خوش رہے گا اور تمہارے جسم کو بھی راحت ملے گی اور تمہاری حکومت پائدار ہوتی

جائے گی۔

شرفا اور ذی اخلاق لوگوں کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ جب تم دیکھو کہ تمہارے ساتھ ان کی نیت اور دوستی پاک وصاف ہے اور وہ مخلصانہ طور پر تمہاری حکومت میں تمہاری مدد کر رہے ہیں تم بھی ان کو اپنا مخلص دوست بنالینا۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا۔ ان پرانے شرفا کے خاندان والوں سے جو اب حاجت مند ہو گئے ہیں ملتے رہنا۔ ان کی ضرورت کو پورا کرنا اور ان کی حالت کی ایسی اصلاح کرنا کہ پھر ان کو اپنی پریشان حالی کا خیال بھی نہ آئے۔ تم خود فقراء مساکین اور ان کمزوروں کے حال پر نظر رکھنا۔ جو تمہارے پاس آ کر اپنے کسی مظلمہ کی فریاد بھی نہیں کر سکتے۔ یا اس قدر فرومایہ اور دبے ہوئے ہیں کہ ان کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ان کا حق کیا ہے۔ تم بالکل راز میں ان سے ان کی شکایت پوچھنا اور پھر اپنی رعایا میں جو نیک لوگ ہوں ان کو اس کام پر متعین کرنا کہ وہ ان کمزوروں اور ناواقفوں کی ضروریات اور حالات تم سے کہتے رہیں تا کہ پھر تم ان کے متعلق ایسا انتظام کرو جس سے اللہ ان کی حالت درست کر دے۔

اسی طرح لڑائیوں میں جن لوگوں نے بہادری دکھائی ہو ان سے ان کے یتیموں اور بیواؤں کے حال کی خبر گیری کرنا اور پھر امیر المومنین کی اقتداء میں از راہ مہربانی اور صلہ ان کی معاش بیت المال سے مقرر کرنا تا کہ اس طرح وہ آرام سے زندگی بسر کر سکیں اور اللہ تم کو اس کی برکت دے۔ اندھوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرنا ان میں جو حافظ قرآن اور قاری ہوں ان کا وظیفہ دوسروں سے زیادہ مقرر کرنا۔ مسلمان مریضوں کے لیے شفا خانے قائم کرنا۔ ان کی خدمت کے لیے ملازم مقرر کرنا اور علاج کے لیے طبیب متعین کرنا۔ اور جہاں تک بیت المال کے روپے میں اسراف کی نوبت نہ آئے وہاں تک مریضوں کی خواہشات پوری کرنا۔

مگر اس بات کو پیش نظر رکھو کہ جب لوگوں کو ان کے حقوق دیئے جاتے ہیں اور ان کی توقعات پوری کر دی جاتی ہیں تو وہ اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنے والیوں سے جا کر اپنی لمبی چوڑی ضروریات بیان کرتے ہیں تا کہ ان کو اور ملے اور ان کے ساتھ مزید مہربانی کی جائے۔ اس کی وجہ سے بسا اوقات جو شخص لوگوں کے معاملات پوچھتا گچھتا ہے۔ وہ اس قسم کی درخواستوں کی کثرت کی وجہ سے تندخو اور سخت دل ہو جاتا ہے اور اس کی قوت فکر اور دماغ پر بہت بار پڑ جاتا ہے۔ جس سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اور جو شخص اس لیے عدل کرتا ہے کہ اس دنیا میں اس کی شہرت ہو اور آخرت میں ثواب ملے وہ اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو یہ کام محض اللہ کے تقرب اور اس کی رحمت کے لیے کرتا ہے۔

کثرت سے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دینا۔ اپنا چہرہ ان کے سامنے کرنا اپنے محافظ سپاہیوں کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو آنے سے نہ روکیں ان کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آنا۔ ان کے سامنے ہنس مکھ رہنا۔ ان سے گفتگو کرنے اور سوالات کرنے میں نرمی برتنا۔ پھر ان پر اپنی سخاوت اور فضل سے عنایت کرنا اور جب تم دینے پر آؤ تو کشادہ دستی اور فراخ دلی سے دینا نہ تکدر ظاہر کرنا اور نہ احسان جتانا۔ جو عطیہ بغیر تکدر اور احسان رکھنے کے دیا جاتا ہے وہ ایسی تجارت ہے جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔

دنیا میں اس وقت جو واقعات ہو رہے ہیں ان سے اور تم سے پہلے گذشتہ زمانے میں فنا شدہ اقوام میں جو سلاطین اور

روسا گزر چکے ہیں ان کے واقعات سے عبرت لینا چاہیے اور اپنے تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اس کی محبت کے لیے لگا تار کوشاں رہنا چاہیے۔ اس کی شریعت اور قوانین پر عمل کرنا چاہیے اس کے دین اور اس کی کتاب کو قائم کرنا چاہیے۔ اور ہر اس بات سے جو ان کے مخالف ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو اجتناب کرنا چاہیے۔ تمہارے عمال جو مال جمع کرتے ہوں یا خرچ کرتے ہوں اس سے تم کو باخبر رہنا چاہیے۔ خود تم کو چاہیے کہ کبھی حرام مال جمع نہ کرو اور نہ خرچ کرنے میں اسراف کرو۔ زیادہ تر علماء کے ساتھ ہم نشین رہنا ان سے مشورہ کرتے رہنا اور ان سے اختلاط رکھنا۔ اپنے خاص اور بے تکلف دوستوں میں سب سے زیادہ تم اس کی عزت وتوقیر کرنا۔ کہ جو اگر تم میں کوئی عیب دیکھے تو تمہارے رعب سے متاثر نہ ہو اور پھر علیحدہ تخلیہ میں وہ تم کو اس عیب پر متنبہ کردے اور اس کے نقص کو ظاہر کردے۔ تمہارے تمام دوستوں اور مددگاروں میں یہ شخص سب سے زیادہ مخلص و بہی خواہ ہوگا۔

تمہارے جو عمال اور کاتب تمہارے پاس ہوں ان کی اچھی طرح نگرانی رکھنا۔ روزانہ ہر عمال کے لیے ایک خاص وقت مقرر کردینا کہ وہ اس وقت اپنے تمام کاغذات اور امثلہ لے کر حاضر رہے اور پھر وہ تم سے تمہارے عمال ملک اور رعیت کی ضروریات بیان کر کے حسب ضرورت احکام لے مگر پہلے تم اس کی تمام باتوں کو پورے انہاک اور توجہ سے سننا اور اچھی طرح مکرر سہ کرر معاملہ کے نتائج اور تمام پہلوؤں پر غور کر کے وہ تجویز کرنا جو احتیاط اور جن کے موافق ہو اس کے بعد اسے نافذ کردینا اس کے لیے اللہ سے استخارہ کرنا۔ اگر استخارہ اس کے مخالف آئے تو اسے ملتوی کر کے اس پر مزید غور وفکر کرنا۔

اپنی رعایا ہو یا کوئی اور جس کے ساتھ تم کوئی نیکی کرو اس کا اس پر احسان نہ رکھنا ہر شخص سے صرف یہ چاہنا کہ وہ سچا وفادار پکا اطاعت گزار اور امیر المومنین کے کاموں میں مددگار رہو جو لوگ ایسے ہوں صرف انہیں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا۔

میرے اس خط کو اچھی طرح سمجھ لو اکثر اسے دیکھتے رہنا اس پر عمل کرنا اپنے تمام کاموں میں اللہ سے اعانت اور طلب امداد کرتے رہنا یاد رکھو اللہ ہمیشہ نیکی اور نیکوں کا ساتھ دیتا ہے تمہاری سب سے بڑی خواہش اور سیرت یہ ہو کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو اس کے دین کا نظام قائم رہے مسلمانوں کو عزت اور شرکت حاصل ہو اور ذمیوں اور مومنین میں عدل اور بھلائی رائج ہو۔ میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کرے تمہیں توفیق دے اور ہدایت عطا کرے اپنی حفاظت میں رکھے اور تم پر اپنا ایسا مکمل فضل اور رحمت نازل فرمائے جو تمہارے لیے عزت وشرافت کا باعث ہو تا کہ اس وجہ سے تم اپنے ہمسروں میں باعتبار نصیب یاوری اور اس کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے نیک نامی اور حکومت میں سب سے بہتر ہو جاؤ۔ تمہارا دشمن اور معاند ہلاک ہو تمہاری رعایا امن وسکون کے ساتھ تمہاری فرمانبردار رہے۔ شیطان اور اس کے وسوسے تم سے کوسوں دور ہوں اور تمہارا بول بالا رہے۔ اللہ اپنی توفیق اور قوت سے تم کو اقبال مند رکھے وہ قریب ہے اور وہی دعا کو قبول کرتا ہے''۔

طاہر بن حسین کے خط کی اہمیت:

بیان کیا گیا ہے کہ جب طاہر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو یہ عہد لکھ کر دیا تو لوگوں میں اس کا بڑا چرچا ہوا اور ہر شخص نے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کی نقلیں لیں ایک دوسرے کو پڑھ کر سمجھا۔ اور سمجھایا۔ اس کی شہرت اتنی پھیلی کہ مامون کو بھی اس کی

اطلاع ہوئی انہوں نے اس عہد کو منگوا کر سنا۔ کہنے لگے ابوالطیب نے دین دنیا کی کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی جو اس میں نہ لکھ دی ہو۔ اسی طرح اس نے تدبیر ملک' سیاست مدن اصلاح ملک و رعیت' حفاظت وطن' خلفا کی اطاعت اور خلفاء کے استحکام و بقا کی جس قدر مفید باتیں مل سکتی تھیں وہ سب اس تحریر میں نہایت وضاحت سے لکھ دی ہیں۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین و تاکید کر دی ہے۔ لہٰذا اس کی نقلیں تمام عہدیداروں کو تمام اطراف و جوانب ملک میں بھیج دی جائیں۔

اس عہد کو لے کر عبداللہ اپنے مستقر چلا گیا۔ اور وہاں اس نے ان ہدایات پر پورا عمل کیا۔

متفرق واقعات:

اس سال عبداللہ بن طاہر نے نصر بن شبث سے لڑنے کے لیے رقہ جاتے ہوئے اسحاق بن ابراہیم کو بغداد کے دونوں پلوں کا نگران مقرر کیا۔ نیز فوج خاصہ کی سرداری اور علاقہ بغداد کی اس نیابت پر جس پر اس کے باپ طاہر نے اسے اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ قائم مقام بنایا۔

امیر حج عبیداللہ بن الحسن:

اس سال عبیداللہ بن الحسن والی حرمین کی امارت میں حج ہوا۔

۲۰۷ھ کے واقعات

عبدالرحمٰن بن احمد علوی کا خروج:

اس سال عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یمن کے بلاد عک میں خروج کیا اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے خلیفہ کے انتخاب کی تحریک کی۔

اس کے خروج کی وجہ یہ ہوئی کہ جب یمن کے سرکاری عمال نے بری روش اختیار کی تو لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مامون کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے دینار بن عبداللہ کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اور اس کے ہاتھ عبدالرحمٰن کے لیے فرمان معافی بھی لکھ کر بھیج دیا۔

عبدالرحمٰن بن احمد علوی کی اطاعت:

دینار بن عبداللہ حج کے زمانے میں مکہ آیا حج سے فارغ ہو کر یمن روانہ ہوا اور عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا۔ مامون نے اس کے لیے جو امان نامہ لکھا تھا وہ اسے دے دیا۔ عبدالرحمٰن نے امان لی۔ مامون کی اطاعت قبول کی اور دینار کے ہاتھ پر مامون کی بیعت کر لی۔ دینار نے اسے مامون کے پاس بھجوا دیا اس موقع پر مامون نے آل طالب کا دربار بند کر دیا اور ان کو بھی سیاہ لباس پہننے پر مجبور کیا۔ یہ جمعرات ذی قعدہ کی آخری شب کا واقعہ ہے۔

طاہر بن حسین کی وفات:

اس سال طاہر کا انتقال ہوا۔ مطہر بن طاہر بیان کرتا ہے کہ ذوالیمینین کو لو لگ گئی تھی۔ وہ اپنے بستر پر مردہ پائے گئے ان کے دونوں چچا علی بن مصعب اور احمد بن مصعب ان کی عیادت کو گئے۔ خدمت گار سے کیفیت پوچھی۔ ان کی یہ عادت تھی کہ نماز صبح بہت

اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ خدمت گار نے کہا سوئے ہیں ابھی بیدار نہیں ہوئے۔ کچھ دیر وہ دونوں ان کا انتظار کرتے رہے مگر جب بالکل صبح ہو گئی اور معمول کے مطابق نماز کا وقت بھی آخر ہوا اور اب بھی انہوں نے جنبش نہیں کی تو اب یہ دونوں پریشان ہوئے کہ کیا بات ہے اور انہوں نے خادم سے کہا کہ ان کو جگا دو اس نے کہا میری یہ جسارت نہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ دونوں اندر گئے دیکھا رضائی لپیٹے پڑے ہیں اسے اپنے نیچے دبا رکھا ہے' سر اور پاؤں ڈھکے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان کو ہلایا مگر وہاں جنبش نہ ہوئی تب ان کا منہ کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مر چکے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کس وقت موت واقع ہوئی۔ کسی خدمت گار کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ کب انتقال ہو گیا۔ انہوں نے خدمت گار سے پوچھا کہ آخر تم نے ان کو کس حال میں چھوڑا تھا اور کب تک کی تم کو واقفیت ہے۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے انہوں نے مغرب اور عشا کی نماز پڑھی اور پھر رضائی اوڑھ لی اور پھر فارسی میں کہا درمرگ نیز مردی باید۔ جس کے معنی ہیں کہ انسان کو موت کے وقت بھی مردانگی کی ضرورت ہے۔

کلثوم بن ثابت کا بیان:

کلثوم بن ثابت بن ابی سعید جس کی کنیت ابوسعدہ تھی بیان کرتا ہے کہ میں خراسان کا عامل پٹہ تھا اور جمعے کے دن ہمیشہ منبر پر جڑ میں بیٹھا کرتا تھا۔ ۲۰۷ھ میں طاہر کی ولایت کو دو سال گزر رہے تھے' جمعہ آیا طاہر نے منبر پر خطبہ پڑھا جب خلیفہ کا نام آیا تو بجائے اس کے کہ وہ ان کے لیے دعا مانگتا چپ ہو گیا اور اس نے کہا اے اللہ تو امت محمد ﷺ کی حالت کی اصلاح اس طرح کر جس طرح تو نے اپنے اولیاء کی حالت درست کی ہے۔ ان کے اختلافات کو اتحاد سے بدل دے۔ ان کی جانیں محفوظ رکھ ان کے آپس کے تعلقات درست کر دے تا کہ کسی شخص کو یہ جرأت نہ ہو سکے کہ وہ ان میں فساد پیدا کرے یا ان پر یورش کرنے کے لیے فوج جمع کرے۔

طاہر کے رویہ کے متعلق مامون کو اطلاع:

میں نے اپنے دل میں کہا چونکہ اس واقعہ کو میں چھپاؤں گا نہیں اس لیے سب سے پہلے میں قتل کیا جاؤں گا۔ میں نے گھر آ کر میت کا غسل کیا۔ موتی کی ازار پہنی اس پر سے قمیص اور چادر پہنی۔ اس طرح پورا کفن پہن لیا۔ اور سیاہ لباس اتار پھینکا اور مامون کو اس واقعے کی اطلاع لکھ بھیجی۔ نماز عصر پڑھ کر طاہر نے مجھے بلایا۔ اس کی آنکھ کے پپوٹے اور کونے میں کوئی تکلیف پیدا ہوئی جس سے وہ مردہ زمین پر گر پڑا۔

طاہر کی موت کی مامون کو اطلاع:

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ آنے کے بعد طلحہ بن طاہر نے باہر نکل کر کہا کہ اسے واپس لاؤ۔ واپس لاؤ۔ لوگ مجھے واپس لے گئے۔ طلحہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے جو واقعہ گزرا تھا لکھ دیا ہے میں نے کہا ہاں اس نے کہا تو اب تم اس کی وفات کی اطلاع لکھ دو۔ طلحہ نے مجھے پانچ لاکھ درہم اور دو سو پارچے عطا کیے۔ میں نے بارگاہ خلافت میں طاہر کی موت اور اس کے بجائے طلحہ کی قیادت جیش کی اطلاع لکھ دی۔

امارتِ خراسان پر طلحہ بن طاہر کا تقرر:

میرا وہ معروضہ جس میں میں نے طاہر کی خودمختاری کی اطلاع دی تھی۔ صبح کے وقت مامون کو ملا۔ انہوں نے اسی وقت ابن

ابی خالد کو بلا کر کہا کہ ابھی خراسان جاؤ۔ اور حسب وعدہ اور ضمانت اسے میری خدمت میں حاضر کرو۔ ابن ابی خالد نے کہا آج رات میں بسر کرلوں۔ مامون نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تم کو سواری پر شب گزارنا پڑے گی۔ مگر ابن ابی خالد نے اس قدر منت وسماجت کی کہ بالآخر انہوں نے ایک رات بسر کرنے کی مہلت دے دی۔ رات کو انہیں وہ خریطہ ملا جس میں طاہر کی موت کی اطلاع تھی۔ انہوں نے پھر ابن ابی خالد کو بلایا اور کہا کہ طاہر کا انتقال ہوگیا اب کون اس کا جانشین ہو۔ اس نے کہا ان کا بیٹا طلحہ اس کا صحیح جانشین ہو گا۔ مامون نے کہا بالکل درست ہے۔ اچھا اس کی ولایت کا فرمان لکھ دو۔ ابن ابی خالد نے باضابطہ اس کی صوبہ داری کا فرمان نافذ کردیا۔ اور یہ طلحہ طاہر کے بعد مامون کے عہد میں سات سال مسلسل خراسان کا والی رہا۔

عبداللہ بن طاہر کی ولایت خراسان:

پھر اس کا بھی انتقال ہوگیا اس کی جگہ اب اس کا بھائی عبداللہ خراسان کا والی مقرر کیا گیا اس زمانے میں چونکہ یہ بابک کے مقابلہ پر متعین تھا۔ اس وجہ سے وہ دینور میں مقیم تھا۔ اور وہاں سے اپنی فوجیں بابک سے مقابلہ پر بھیجا کرتا تھا۔ جب مامون کو طلحہ کے مرنے کی اطلاع ملی انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو عبداللہ کے پاس بھیجا۔ تا کہ وہ اس کے بھائی کی موت پر اس کی تعزیت کرے اور خود اس کے خراسان کا صوبہ دار مقرر ہونے پر مبارکباد دے۔ مامون نے عبداللہ کی جگہ علی بن ہشام کو بابک کے مقابلہ پر مقرر کردیا۔

طاہر کی وفات پر مامون کا اظہار تشکر:

عباس کہتا ہے کہ جس وقت طاہر کی خبر مرگ مامون کو موصول ہوئی میں ان کے پاس موجود تھا کہنے لگے خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم سے پہلے اسے موت آ گئی۔

طاہر کی فوج میں شورش:

اپنے باپ طاہر کے مرنے کے بعد طلحہ کے والی خراسان مقرر ہونے کے متعلق مذکورہ بالا بیان کے علاوہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جمادی الاولیٰ میں جب کہ طاہر نے انتقال کیا فوج نے ہنگامہ برپا کردیا۔ انہوں نے اس کے ساتھ کچھ خزانے بھی لوٹ لیے۔ سلام الابرش الخصی نے ان کے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے حکم سے ان کو چھ ماہ کی تنخواہ دے دی گئی۔ اس کے بعد مامون نے طاہر کی تمام حکومت بحیثیت قائم مقام عبداللہ کے سپرد کی گئی۔ کیونکہ اس کے راویوں کے قول کے مطابق مامون نیطاہر کے مرنے کے بعد عبداللہ بن طاہر کو طاہر کے تمام علاقہ کی ولایت پر سرفراز کیا تھا اور وہ اس وقت رقہ میں نصر بن شبث سے لڑ رہا تھا۔ خراسان کے ساتھ مامون نے شام کو بھی عبداللہ کے تحت دے دیا تھا۔ اور وہیں اس کی ولایت خراسان اور اس کے باپ کی تمام خدمات پر سرفراز کیے جانے کا فرمان بھیج دیا۔

طلحہ بن طاہر کی قائم مقامی:

عبداللہ نے اپنے بھائی طلحہ کو خراسان بھیج دیا۔ اور اسحٰق بن ابراہیم کو مدینۃ السلام میں اپنا قائم مقام مقرر کیا مگر طلحہ نے خراسان سے خود اپنے نام سے مامون سے مراسلت شروع کی۔ مامون نے احمد بن ابی خالد کو طلحہ کے معاملہ کی اصلاح کے لیے خراسان بھیجا۔ احمد نے ماوراء النہر جا کر اشروسنہ فتح کیا۔ اور کادس بن خاراخرہ اور اس کے بیٹے فضل کو پکڑ کر دونوں کو مامون کی خدمت میں بھیج دیا۔ طلحہ نے ابن ابی خالد کو تیس لاکھ درہم نقد دیئے اور بیس لاکھ کا سامان دیا نیز اس نے احمد بن ابی خالد کے کاتب

ابراہیم بن العباس کو پانچ لاکھ درہم دیئے۔

متفرق واقعات:

اس سال بغداد' بصرہ اور کوفے میں قحط پڑا۔ جس کی وجہ سے ایک قفیز ہارونی ملجم' گیہوں کی قیمت چالیس سے بچاس درہم ہو گئی۔ اس سال موسیٰ بن حفص طبرستان۔ رویان اور دیناوند کا والی مقرر کیا گیا۔

امیر حج ابوعیسیٰ بن رشید:

اس سال ابوعیسیٰ بن الرشید کی امارت میں حج ہوا۔

۲۰۸ھ کے واقعات

حسن بن حسین کی سرکشی:

اس سال حسن بن الحسین بن مصعب حکومت کی مخالفت پر آمادہ ہو کر خراسان سے کرمان چلا آیا اور یہاں اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا احمد بن ابی خالد اس کے پاس گیا اور اسے پکڑ کر مامون کے پاس لے آیا۔ مامون نے اسے معاف کر دیا۔

متفرق واقعات:

اس سال کے ماہ محرم میں مامون نے محمد بن عبدالرحمٰن المخزومی کو عسکر مہدی کی قضا پر مقرر کیا۔ اس سال محمد بن سماعۃ القاضی نے قضا سے استعفیٰ دے دیا۔ جو منظور کر لیا گیا اور ان کی جگہ اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ قاضی مقرر ہوئے۔ اسی سال ماہ ربیع الاوّل میں قاضی مقرر ہونے کے بعد محمد بن عبدالرحمٰن قضا سے علیحدہ کر دیئے گئے اور ان کی جگہ بشیر بن الولید الکندی قاضی مقرر ہوئے۔ محمد کی شکایت میں کسی شخص نے کچھ شعر بھی کہے۔ اس سال کے ماہ شعبان میں امین کے لڑکے موسیٰ کا انتقال ہوا اور فضل بن الربیع نے ذیقعدہ میں وفات پائی۔

امیر حج صالح بن الرشید:

اس سال صالح بن الرشید کی امارت میں حج ہوا۔

۲۰۹ھ کے واقعات

نصر بن شبث کو مامون کا پیغام:

اس سال عبداللہ بن طاہر نے نصر بن شبث کو محاصرہ میں لے کر اس قدر عاجز کر دیا کہ اسے امان مانگنا پڑی۔ جعفر بن محمد العامری کہتا ہے کہ مامون نے ثمامہ سے کہا کہ مجھے اہل جزیرہ میں سے کوئی ایسا شخص بتاؤ جو عقلمند ہو خوش بیان ہو اور تمام معاملات سیاسی کی پوری معرفت رکھتا ہو۔ تاکہ جو پیام میں اس کے ذریعہ نصر بن شبث کو بھیجوں وہ اسے بصیغہ اسے پہنچا دے۔ ثمامہ نے کہا۔ جناب والا بنی عامر کا ایک شخص جعفر بن محمد اس کا اہل ہے۔ مامون نے کہا اسے میرے پاس پیش کرو۔ جعفر کہتا ہے ثمامہ نے مجھے ان کی خدمت میں باریاب کیا۔ انہوں نے مجھ سے بہت باتیں کیں اور حکم دیا کہ میں ان کا پیام نصر بن شبث کو پہنچا دوں۔

نصر بن شبث کی مشروط اشاعت کی پیشکش:

میں نصر کے پاس آیا جو اس وقت سروج کے علاقہ میں مقام کفرعزون میں مقیم تھا۔ میں نے مامون کا پیام اسے پہنچا دیا۔ نصر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ مگر چند شرطیں کیں منجملہ ان کے ایک یہ تھی کہ میں ان کے سامنے نہیں جاؤں گا۔

مامون اور جعفر بن محمد کی گفتگو:

میں نے مامون سے آ کر سارا ماجرا بیان کیا وہ کہنے لگے کہ میں اس شرط کو کبھی منظور نہیں کروں گا۔ کہ وہ میرے پاس نہ آئے۔ چاہے اس میں میری یہ نوبت ہی کیوں نہ ہو کہ مجھے اپنی قمیص تک بیچنا پڑے۔ وہ مجھ سے کیوں بھاگتا ہے اور وہ کیوں اس قدر خائف ہے۔ میں نے کہا اپنے جرم کی وجہ سے جو وہ کر چکا ہے۔ کہنے لگے یہ کیا بات ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے نزدیک وہ فضل بن الربیع اور عیسیٰ بن ابی خالد سے زیادہ مجرم ہے۔ ایسا نہیں ہے تم کو معلوم ہے کہ فضل میرے امراء' فوج' اسلحہ اور تمام ان چیزوں کو لے کر جو میرے باپ مجھے دے گئے تھے میرے بھائی کے پاس چلا گیا اور مجھے مرو میں یکہ و تنہا بے یار و مددگار چھوڑ گیا۔ پھر اسی نے میرے بھائی کو میرا مخالف بنایا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے سب جانتے ہیں۔ جس کا مجھے نہایت ہی سخت رنج اور ملال ہے۔ تم کو معلوم ہے عیسیٰ بن ابی خالد نے میرے ساتھ کیا کیا۔ اس نے میرے مختار عام کو میرے اور میرے آبا کے شہر سے نکال دیا۔ میرے خراج اور میری فئی پر قابض ہو گیا۔ اس نے میرے ممالک کو میرے برخلاف برانگیختہ کر دیا اور اسی نے میرے بجائے ابراہیم کو خلیفہ بنا کر بٹھایا۔ اور میرے لقب سے اسے مخاطب کیا۔

مامون کا نصر بن شبث کی حاضری پر اصرار:

میں نے عرض کیا اجازت ہو تو میں بھی کچھ کہوں فرمایا کہو۔ میں نے کہا امیر المومنین فضل بن الربیع آپ کا دودھ شریک اور مولیٰ تھا۔ آپ کے اور اس کے اسلاف کا ایک حال تھا۔ اس طرح جو آپ کریں گے وہ بھی کرے گا۔ تقریباً یہی حال عیسیٰ بن ابی خالد کا ہے۔ کہ وہ آپ کے خاندان کے خاص لوگوں میں ہے۔ اس کے پیشرو آپ کے پیشروں کے خاص اعوان و انصار تھے۔ لہٰذا اسے بھی اس بات کا گھمنڈ ہے مگر یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس نے کبھی آپ کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اور نہ اس کے اسلاف نے آپ کے اسلاف کی کوئی مدد کی ہے کہ ان خدمات سابقہ کی وجہ سے اس کے اس جرم بغاوت کو محمول کیا جا سکے یہ تو بنی امیہ کے سپاہی ہمیشہ سے چلے آتے ہیں۔ مامون نے کہا اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو پھر غیظ اور جذبہ انتقام و عداوت کا کیا موقع ہے۔ مگر بہر حال اس وقت تک تو میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ وہ یہاں میری دربار میں حاضر ہو کر سلام نہ کرے۔ میں قصر کے پاس آیا۔ اور میں نے اسے پوری بات سنا دی اس نے اپنے رسالہ کو ایک للکار سنائی جسے سن کر وہ جولانی کرنے لگے۔ اس نے کہا۔ مجھے ان پر افسوس آتا ہے کہ ان چار سو مینڈکوں یعنی جاٹوں پر جو ان کے زیر بازو ہیں ان کا اب تک قابو نہیں چلا۔ بھلا وہ عرب کے ان شہسواروں پر قابو پا سکتے ہیں۔

عبداللہ بن طاہر کی محاصرہ میں سختی:

عبداللہ بن طاہر نے جب زیادہ سختی سے اس سے جنگ کی اور اس کا محاصرہ کر کے اسے عاجز کر دیا تو اس نے امان کی درخواست کی جسے اس نے مان لیا اور وہ اپنا پڑاؤ چھوڑ کر ۲۰۹ھ میں عبداللہ بن طاہر کے پاس رقہ چلا آیا۔ اس سے پہلے جب کہ

عبداللہ اس کی افواج کو شکست دے چکا تھا۔ مامون نے اسے ایک خط لکھا تھا جس میں اسے اپنی اطاعت کے قبول کرنے اور اس سرکشی سے باز آ جانے کی دعوت دی تھی مگر اس نے نہ مانا مامون کو عبداللہ نے اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔

مامون کا نصر بن شبث کے نام خط:

مامون نے جو خط نصر بن شبث کو لکھا تھا وہ یہ ہے:

''یہ خط مامون کی جانب سے ہے جسے عمرو بن مسعدہ نے لکھا ہے:

اما بعد! اے نصر بن شبث تم طاعت کے فوائد اس کے اعزاز اس کے سادگی برودت اور اس کی چراگاہ کے لطف سے واقف ہو۔ اس کے برخلاف بغاوت میں جو ندامت اور خسارہ ہوتا ہے۔ اس سے بھی واقف ہو۔ اگرچہ اللہ نے تمہاری گرفت میں طوالت دی ہے۔ مگر یہ ڈھیل اس شخص کی خاطر ہے جو اس بات کا جویا ہے کہ تمہارے خلاف پوری طرح حجت قائم ہو جائے تا کہ پھر ایسی سزا تم کو دی جائے جو نافرمان باغیوں کے لیے ان کے بغاوت کے اصرار اور استحقاق کی وجہ سے دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو مگر میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو سمجھائیں کیونکہ میرا خیال ہے کہ جو کچھ میں تم کو لکھ رہا ہوں اس کو تم ایک موقع سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھاؤ گے صدق صدق ہے اور باطل باطل ہے اور یہ باتیں انہیں سے کہی جاتی ہے جن کو اس کا اہل سمجھا جاتا ہے امیر المومنین کے کسی ایسے عامل سے تمہارا معاملہ نہ پڑا ہوگا جو تمہاری جان و مال عزت و آبرو کے لیے ہے ہم سے زیادہ تمہارے لیے سودمند اور فائدہ رساں ہو۔ یا وہ تم کو اس مصیبت سے نکالنے اور تمہاری خطا کو درگذر کرنے کے لیے ہم سے زیادہ بے چین اور خواہشمند ہو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ پہلے یا بعد یا بیچ میں کون سی ایسی بات کی ہے کہ اس کی وجہ سے تم نے میری مخالفت پر اقدام کیا ہے۔ میرے مال پر قبضہ کیا اور جس ملک کی حکومت اللہ نے مجھے دی ہے اس پر قبضہ کیا اس دیدہ دلیری کے ساتھ اب تم یہ بھی چاہتے ہو کہ عیش و آرام اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس ذات پاک کی قسم جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے کہ اگر تم نے میری اطاعت قبول نہ کر لی تو تم کو اس کا تلخ خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور میں تمام دوسرے کاموں کو چھوڑ کر سب سے پہلے اپنی پوری طاقت و شوکت کے ساتھ تم کو اور تمہارے اوباش اور بدمعاش و بدکردار انفار داراذل کو قرار واقعی سزا دوں گا کیونکہ اگر فوراً شیطان کے پیروؤں کا قلع قمع نہ کر دیا جائے تو دنیا میں بڑا سخت فتنہ و فساد برپا ہو جائے۔ بہرحال اب بھی موقع ہے کہ جس شخص نے عواقب لابد سے ڈر کر تنبہ اختیار کیا اس نے گویا اپنے سر سے الزام دور کر دیا۔ والسلام''۔

نصر بن شبث کی امان طلبی:

بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن طاہر پانچ سال تک نصر سے لڑتا رہا۔ آخر کار اسے امان طلب کرنا پڑی عبداللہ نے مامون کو لکھا کہ میں نے نصر کا محاصرہ کر کے اسے بالکل تنگ کر دیا۔ اور اس کے ہمراہیوں کے روساء کو قتل کر دیا لہٰذا آپ نے امان کی درخواست کی ہے۔ کیا حکم ہوتا ہے۔ مامون نے کہا کہ اس کی درخواست کے مطابق معاہدہ معافی لکھ کر دے دیا جائے۔

نصر بن شبث کو عبداللہ بن طاہر کا امان نامہ:

عبداللہ نے یہ عہد نامہ اسے لکھ کر دیا:

''امابعد! حق کے تسلیم کرنے کا موقع دینا۔ یہ اللہ کا وہ طریقہ ہے جس میں ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے۔ اور انصاف کے ساتھ کسی کے خلاف کارروائی کرنا اللہ کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ جو غالب ہو کر رہتا ہے۔ لہٰذا جو ایسا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی تائید کے دروازے اس کے لیے کھول دیتا ہے۔ اور تمام تمکین وقدرت کے اسباب اس کے لیے مہیا کر دیتا ہے۔ تم نے جو فتنہ وفساد کی آگ روشن کی ہے اس میں ان تین اغراض میں سے ایک غرض تمہاری ضرور ہوگی۔

اس سے تمہاری غرض یا دین ہوگا یا دنیا یا محض جوش تہور میں ظالمانہ طور پر قوت واقتدار حاصل کرنے کے لیے تم نے یہ کام کیا ہوگا۔ اگر اس شورش سے تمہاری غرض طلب دین ہے تو بہتر ہے کہ تم اس بات کو خود امیر المومنین پر واضح کر دو۔ اگر تمہاری بات حق ہوگی تو وہ خوشی سے اسے قبول کر لیں گے۔ کیونکہ اس دنیا میں ان کی سب سے بڑی خواہش اور تمنا یہی ہے کہ وہ حق وانصاف کے ساتھ ساتھ رہیں۔ اور اگر تمہاری یہ کوشش دنیا طلبی کے لیے ہے تو امیر المومنین سے اپنی حاجت بیان کرو کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اور کس بات کے مستحق ہوا گر تم نے اپنا استحقاق ثابت کر دیا اور اس کا پورا کرنا امیر المومنین کے امکان میں ہوا تو وہ ضرور اسے پورا کر دیں گے کیونکہ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ کبھی اس بات کو جائز نہیں رکھتے کہ کسی کو بھی اس کے حق سے محروم کر دیں۔

اگر چہ وہ بات کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور اگر تم نے اپنے تہور کے اظہار کے لیے یہ ہنگامہ برپا کیا ہے تو یاد رکھو کہ خود اللہ امیر المومنین کے لیے تمہاری اس ساری شوکت وسطوت کو خاک میں ملا دے گا۔ اور تم کو بھی اسی طرح تمہارے کیفر کردار کو پہنچائے گا۔ جس طرح اس نے تم سے اگلوں کو سخت سزا دی ہے جو تم سے بہت زیادہ طاقتور اور بہت زیادہ فوج وسپاہ کے مالک اور ساز وسامان اور مال ومتاع سے بہرہ ور تھے مگر اللہ نے ان کو بالکل ہلاک وبرباد کر دیا۔ اور وہ سزا دی جو ظالموں اور بدنصیبوں کو دی جاتی ہے۔

امیر المومنین اپنے اس خط کو اس شہادت پر ختم کرتے ہیں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور تمہارے لیے اس بات کا عہد واثق کرتے ہیں اور ضامن ہوتے ہیں کہ تمہاری تمام گزشتہ خطائیں معاف کی جائیں گی ان کے متعلق کوئی باز پرس نہ کی جائے گی۔ تمہارے ساتھ تمہارے شایان سلوک کیا جائے گا اور تمہاری عزت کی جائے گی ان شاء اللہ بشرطیکہ تم ہماری اطاعت قبول کر کے ہماری طاعت میں داخل ہو جاؤ۔ والسلام''۔

اس امان کے بعد جب نصر بن شبث عبداللہ بن طاہر کے پاس جانے کے لیے اپنے مقام سے برآمد ہوا تو اس نے کیسوم کو منہدم کر کے تباہ وبرباد کر دیا۔

متفرق واقعات:

اس سال مامون نے صدقہ بن علی کو جو زریق کے نام سے مشہور ہے آرمینیہ اور آذربائیجان کا والی مقرر کیا اور اسی کو بابک سے لڑنے کے لیے متعین کیا۔ نیز اس نے اپنے بجائے ولایت ملکی کا کام انجام دینے کے لیے احمد بن الجنید بن فرزندی الاسکافی کو مقرر کر دیا مگر پھر یہ بغداد چلا آیا۔ مگر پھر خرمیہ جماعت کے مقابلے پر پلٹ کر آ گیا۔ اس مرتبہ بابک نے اسے گرفتار کر لیا اور اب

انہوں نے آذر بائیجان پر ابراہیم بن اللیث بن الفضل الحی کو والی مقرر کیا۔

امیر حج صالح بن عباس:

اس سال صالح بن العباس بن محمد بن علی والی مکہ کی امارت میں حج ہوا۔ اس سال شہنشاہ روم میخائیل بن جورجس مر گیا اس نے نو سال حکومت کی رومیوں نے اس کے بیٹے توفیل بن میخائیل کو اپنا بادشاہ بنالیا۔

۲۱۰ھ کے واقعات

نصر بن شبث کی بغداد میں آمد:

اس سال عبداللہ بن طاہر نے نصر کو مامون کی خدمت میں بھیجا اور وہ دوشنبہ کے دن ۷/صفر کو بغداد آیا۔ مدینہ ابوجعفر میں اتارا گیا اور اس کی نگرانی کے لیے عہدیدار مقرر کر دیئے گئے۔

ابراہیم ابن عائشہ پر عتاب و اسیری:

اس سال مامون نے ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم الامام ابن عائشہ کو محمد بن ابراہیم الافریقی مالک بن شاہی فرح البغوازی اور دوسرے ان اشخاص کو جنہوں نے ابراہیم بن المہدی کی بیعت لینے میں بہت کوشش کی تھی' عمران القطربلی کی نشاندہی پر پکڑ لیا۔ ان کا پتہ پاتے ہی مامون نے سنیچر کے دن ۵/صفر کو اپنے آدمی بھیج کر ان سب کو گرفتار کرالیا ابراہیم ابن عائشہ کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ یہ ہمارے محل کے دروازے پر دھوپ میں تین دن مسلسل کھڑا رکھا جائے۔ پھر منگل کے دن کوڑوں سے اسے خوب پیٹا گیا۔ اور پھر محبس میں قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد مالک بن شاہی اور اس کے ساتھیوں کو درے لگائے گئے۔ اگرچہ پتہ دینے والوں نے ان تمام فوجی امراء سپاہی اور دوسرے لوگوں کے نام لکھ کر مامون کو دے دیئے تھے جنہوں نے اس کارروائی میں حصہ لیا تھا۔ مگر مامون نے ان میں سے کسی سے بھی اس وجہ سے تعارض نہیں کیا کہ شاید لوگوں نے ناکردہ گناہوں کو خالی عداوت کی بناء پر اس جرم میں ملوث کر دیا ہو ان لوگوں کا یہ بھی ارادہ تھا کہ جب فوج نصر بن شبث کے استقبال کو جائے۔ یہ پل کو توڑ ڈالیں۔ مگر اس کی عین وقت پر مخبری کر دی گئی۔ اور وہ سب گرفتار کر لیے گئے۔ اس کے بعد نصر بن شبث تنہا بغداد میں داخل ہوا۔ کوئی سپاہی اس کے استقبال کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ یہ پہلے اسحٰق بن ابراہیم کے پاس ٹھہرایا گیا اور پھر مدینہ ابوجعفر میں منتقل کر دیا گیا۔

ابراہیم بن مہدی کی گرفتاری:

اس سال ۱۳/ ربیع الاوّل شب یکشنبہ میں ابراہیم بن المہدی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ نقاب ڈالے دو عورتوں کے ساتھ زنانے لباس میں شب کے وقت کہیں جا رہا تھا' ایک حبشی کوتوالی کے جوان نے اسے پکڑا اور پوچھا تم کون ہو اور اس وقت کہاں جا رہی ہو ابراہیم نے اس لیے کہ وہ بھی ان کو جانے دے اور کوئی بات دریافت نہ کرے۔ یاقوت کی ایک بیش بہا انگوٹھی جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس سپاہی کو دی جسے دیکھ کر وہ ان کی طرف سے مشتبہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنے جی میں کہا کہ ضرور اس انگوٹھی کا مالک کوئی خاص اہمیت والا شخص ہے وہ ان کو تھانہ لے گیا۔ تھانہ دار نے ان کو منہ کھولنے کا حکم دیا۔ ابراہیم نے اس سے انکار کیا۔ تھانے دار نے خود نقاب الٹ دی۔ اور اب ابراہیم کی داڑھی نمایاں ہو گئی وہ اسے پل کے نگراں کے پاس لایا جس نے اسے شناخت کر لیا۔ اب وہ

اسے مامون کے آستانے لے گیا اور ان کو ابراہیم کی گرفتاری کی اطلاع دی۔

ابراہیم بن مہدی کی تشہیر:

مامون نے حکم دیا کہ محل ہی میں اسے بحفاظت رکھا جائے۔ اتوار کے دن صبح کو اسے مامون کے قصر میں بٹھایا گیا تا کہ بنو ہاشم' امرائے عساکر اور سپاہ اسے دیکھ لے۔ سرکاری ملازمین نے اس مقنع کو جس کو اس نے اپنے چہرے کی نقاب بنایا تھا۔ اس کی گردن میں لپیٹ دیا۔ نیز اس برقع کو جو اس نے اوڑھ رکھا تھا۔ اس کے صدر پر ڈال رکھا تھا تا کہ لوگ دیکھیں کہ کس شان میں اسے گرفتار کیا گیا ہے۔ جمعرات کے دن مامون نے اسے احمد بن ابی خالد کے مکان میں منتقل کر کے اسی کے پاس اسے قید کر دیا۔

ابراہیم بن مہدی کی رہائی:

اس کے بعد جب وہ حسن بن سہل کے پاس واسط گئے تو انہوں نے ابراہیم کو احمد کے ہاں سے نکالا۔ اس پر لوگوں کا یہ خیال ہے غالباً حسن بن سہل نے اس کی سفارش کی۔ اس وجہ سے انہوں نے اس کی خطا معاف کر دی اور آزاد کر دیا۔ البتہ اب اسے احمد بن ابی خالد کی نگرانی میں دے دیا اور اس کے ساتھ ابن یحییٰ بن معاذ اور خالد بن یزید بن مزید کو بھی اس کی نگرانی پر مقرر کر دیا۔ البتہ اس کے ساتھ یہ رعایت کی کہ اس کی ماں اور اہل وعیال کو اسی کے پاس رہنے کی اجازت دی وہ سوار ہو کر مامون کے محل کو آتا تھا۔ مگر یہ نگران اس کی حفاظت کے لیے ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتے۔

اس سال مامون نے ابراہیم ابن عائشہ کو قتل کر کے اسے سولی پر چڑھا دیا۔

ابراہیم ابن عائشہ کا قتل:

مامون نے ابن عائشہ محمد بن ابراہیم لافریقی دو شاطروں کو جن میں ایک کا نام ابو مسمار اور دوسرے کا عمار تھا۔ فرج البغوازی' مالک بن شاہی اور ان کے اور بہت سے ساتھیوں کو جنہوں نے ابراہیم کے لیے بیعت لینے میں سعی کی تھی' درے لگوا کر جیل خانے میں قید کر دیا تھا۔ ان میں سے صرف عمار کو اس لیے چھوڑ دیا گیا تھا کہ اس نے جیل خانے میں اپنے ساتھیوں کے خلاف شہادت دی تھی۔ کہ یہ لوگ اس معاملہ میں شریک جرم تھے۔ چند روز کے بعد جیل کے ایک عہدہ دار نے ان کے متعلق یہ شکایت کی یہ جماعت اندرون جیل ہنگامہ برپا کر کے جیل توڑنا چاہتی ہے اس سے ایک دن قبل انہوں نے یہ کیا کہ اندر سے جیل کے دروازے کو مسدود کر دیا۔ اور کسی شخص کو اندر نہ آنے دیا۔ جب رات ہوئی اور شور و شغب جیل کے محافظوں نے سنا انہوں نے مامون کو اس کی اطلاع دی مامون اسی وقت بذات خود وہاں آئے اور انہوں نے ان چاروں کو بلا کر بے بس کر کے ان کی گردنیں مار دیں۔ اس موقع پر ابن عائشہ نے مامون کو خوب ہی فحش گالیاں سنائیں۔ صبح کو چاروں پل زیریں پر سولی چڑھا دیئے گئے۔ بدھ کے دن صبح ابراہیم بن عائشہ کو سولی سے اتار کر کفن پہنایا گیا اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور قریش کے مقابر میں دفن کر دیا گیا۔ ابن الافریقی کو سولی سے اتار کر خیزران کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا دوسروں کو اسی طرح سولی پر چھوڑ دیا گیا۔

ابراہیم کی مامون سے رحم کی درخواست:

بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم کو گرفتار کر کے ابو اسحٰق بن الرشید کے مکان پر لائے ابو اسحٰق اس وقت مامون کے پاس تھا۔ اس وجہ سے ابراہیم کو فرج الترکی کے پیچھے سوار کیا گیا اور جب وہ مامون کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے کہا آؤ ابراہیم اس نے کہا

امیر المومنین صرف مقتول کے ولی کو قصاص کا اختیار ہے۔ معافی عین تقویٰ ہے اور جو شخص اسباب شقاوت کے فریب کا شکار رہا۔ اس نے تو خود اپنے کو زمانے کی دشمنی کے حوالے کر دیا ہے۔ اللہ نے آپ کو ہر خطاوار پر اسی طرح فوقیت دی ہے جس طرح اس نے ہر خطا کار کو آپ سے پست کیا ہے اگر آپ سزا دیں تو یہ آپ کا حق عین ہے اور اگر آپ معاف فرما دیں تو آپ کا فضل و احسان ہے۔
مامون نے کہا ابراہیم ہم نے تم کو معاف کر دیا ابراہیم نے اللہ اکبر کہا اور سجدہ شکر میں گر پڑا۔

ابراہیم کی معافی کی دوسری روایت:

بیان کیا گیا ہے کہ اس مضمون کو ابراہیم نے روپوشی میں لکھ کر مامون کی خدمت میں بھیجا تھا۔ مامون نے رقعہ کے حاشیے پر اپنے قلم سے یہ لکھا۔ قدرت جوش انتقام کو فرو کر دیتی ہے۔ ندامت توبہ ہے اور ان دونوں کی وجہ سے اللہ کی معافی حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ ہماری تمام درخواستوں سے زیادہ بڑی اہم ہے ابراہیم نے مامون کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور جب اسے مامون کو سنایا تو انہوں نے کہا کہ میں اس موقع پر وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

''آج تم کو کوئی بری بات نہیں کہی جاتی۔ اللہ تمہاری خطا معاف کر دے گا۔ اور وہ بہت ہی مہربان ہے''۔

اس سال کے رمضان میں مامون نے بوران بنت الحسن بن سہل کو اپنے حرم میں داخل کیا۔

مامون کی بوران بنت حسن بن سہل سے شادی:

بیان کیا گیا ہے کہ جب مامون حسن بن سہل کی چھاؤنی کو آنے کے لیے فم الصلح روانہ ہوئے تو انہوں نے ابراہیم بن المہدی کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ مامون بغداد سے بوران کو بیاہنے کے لیے ایک کشتی میں سوار ہو کر چلے اور حسن کے دروازے پر انہوں نے لنگر ڈالا عباس بن مامون اپنے باپ سے پہلے خشکی کے راستے وہاں آ چکا تھا۔ حسن نے اپنی فرودگاہ سے بڑھ کر دجلہ کے کنارے ایک مقام میں جہاں اس کے لیے ایک محل بنایا گیا تھا۔ اس کا انتقال کیا۔ اسے دیکھتے ہی عباس گھوڑے سے اترنے لگا۔ مگر حسن نے اسے حلف دے کر اس سے روک دیا۔ جب وہ دونوں برابر آ گئے تو اب حسن اس کی تعظیم کے لیے سواری سے اترنے لگا۔ مگر اس مرتبہ عباس نے امیر المومنین کے حق کا واسطہ دے کر اس سے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ مگر حسن نہ مانا۔ وہ اترا اور اس نے عباس کو سواری کی حالت میں گلے لگا لیا پھر اپنا گھوڑا طلب کیا اور اب وہ دونوں ایک ساتھ حسن کے مکان آئے مامون اس سال ۲۱۰ھ کے ماہ رمضان میں مغرب کے وقت حسن کے ہاں پہنچے اور یہاں انہوں نے اور حسن اور عباس نے افطار کیا۔ دینار بن عبداللہ اپنے قدموں کھڑا رہا۔ افطار سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے ہاتھ دھوئے۔ مامون نے شراب منگوائی۔ ایک سنہری جام پیش کیا گیا۔ اس میں شراب ڈالی گئی۔ مامون نے پہلے خود پی پھر شراب کا ایک جام اپنے ہاتھ سے حسن کی طرف بڑھایا حسن نے اسے لینے میں پس و پیش کیا۔ کیونکہ اس سے قبل اس نے کبھی شراب نہیں پی تھی۔ دینار بن عبداللہ نے حسن کو آنکھ ماری۔ اس پر حسن نے کہا امیر المومنین میں آپ کے حکم کی وجہ سے پیے لیتا ہوں۔ مامون نے کہا اگر میرا حکم نہ ہوتا تو میں کیوں تمہاری طرف ہاتھ بڑھاتا۔ حسن نے جام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اسے پی گیا۔

رسم جلوہ:

دوسری رات میں محمد بن حسن سہل اور عباسہ بنت الفضل ذی الریاستین کی شادی کی گئی۔ تیسری شب میں مامون بوران کے

پاس آئے اس وقت اس کے پاس حمدونہ ام جعفر اور بوران کی دادی بھی موجود تھی۔ جب مامون رسم جلوہ کے لیے مسند پر اس کے پاس بیٹھے اس کی دادی نے ایک ہزار موتی جو سونے کی کشتی میں رکھے تھے۔ ان پر نچھاور کیے مامون حکم دیا کہ ان کو جمع کر لیا جائے اور بوران کی دادی سے پوچھا یہ کتنے تھے۔ اس نے کہا ایک ہزار جمع کیے جانے کے بعد انہوں نے ان کو شمار کرایا تو دس کم نکلے۔ مامون نے کہا۔ جس نے لیے ہوں وہ دے دے لوگوں نے کہا حسین زجلہ نے لیے ہیں مامون نے اسے حکم دیا کہ واپس کر دے۔ مگر اس نے کہا امیر المومنین یہ تو نثار ہی اس لیے کیے گئے ہیں کہ ہم ان کو لوٹ لیں مامون نے کہا ہاں معلوم ہے۔ مگر تم اس وقت درہم اس کا معاوضہ کر دیں گے۔ اس نے واپس لا دیئے مامون نے ان کو پھر اسی طرح کشتی میں جما دیا جس طرح کہ وہ نچھاور سے پہلے تھے۔ اور اب اس کشتی سے بوران کی گود بھری گئی۔ مامون نے کہا تو یہ تمہارا مہر ہے اس کے علاوہ اور جو چاہتی ہو کہو وہ تو خاموش رہی اس کی دادی نے اس سے کہا کہ جب تمہارے آقا تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی ضروریات ان سے بیان کرو۔ تو کیوں نہیں کہتیں۔

بوران کی ابراہیم بن مہدی کے لیے سفارش:

اس نے مامون سے درخواست کی کہ ابراہیم بن المہدی کی خطا معاف کر دیں۔ مامون نے کہا میں نے ان کو معاف کیا۔ اب اس نے کہا آپ ام جعفر کو حج کی اجازت دیں۔ مامون نے اسے اجازت دی۔ ام جعفر نے بوران کو ایک امویہ بگلوس پہنایا۔ اسی رات مامون بوران کے ہاں شب باش ہوئے۔ اس رات میں عنبر کی ایک اتنی بڑی شمع روشن کی گئی جس کے سنہری توڑے میں چالیس من عنبر تھی مامون نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ اسراف ہے۔

ابراہیم بن مہدی کو معافی و اعزاز:

صبح کو انہوں نے ابراہیم بن المہدی کو بلایا۔ وہ دجلے کے کنارے پیدل چل کر ایک موٹا لبادہ پہنے اور منڈاسا باندھے آستانہ خلافت آیا۔ جب سراپردہ اٹھا اور مامون برآمد ہوئے تو ابراہیم زمین پر گر پڑا۔ مامون چلائے۔ چچا جان آپ متردد نہ ہوں۔ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ ابراہیم ان کے پاس آیا اور اب وہ خلافت کی تسلیمات بجالایا۔ اور اس نے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور اپنا قصیدہ سنایا۔ مامون نے خلعت منگوائی اسے دوسرے مرتبہ خلعت سرفراز کی۔ سواری دی اور تلوار حمائل کی۔ ابراہیم ان کے پاس سے چلا آیا۔ اور باہر آ کر اس نے سب کو سلام کیا اور پھر وہ اپنے مقام کو واپس بھیج دیا گیا۔

مامون کے مصاحبین کو خلعت و عطیات سے سرفرازی:

مامون سترہ دن حسن کے مہمان رہے۔ اس اثناء میں روزانہ ان کے تمام مصاحبین کے لیے جملہ ضروریات حسن کی طرف سے مہیا کی جاتی تھیں جس نے تمام امراء کو ان کے درجے اور مرتبے کے مناسب خلعت اور صلے دیئے۔ اس میں اس کے پانچ کروڑ درہم خرچ ہوئے۔ وہاں سے واپس ہوتے ہوئے مامون نے غسان بن عباد کو حکم دیا کہ وہ فارس کی آمدنی سے ایک کروڑ نقد حسن کو دے اس کے علاوہ انہوں نے صلح کو اس کی جاگیر میں دے دیا۔ یہ رقم چونکہ غسان کے پاس موجود تھی۔ اس نے وہیں اسے حسن کے حوالے کر دیا۔ حسن نے دربار کیا اور اس میں رقم کو اس نے اپنے امراء عہدیدار مصاحبین اور خدم حشم میں تقسیم کر دیا۔ مامون جب بغداد جانے لگے حسن نے دور تک ان کی مشایعت کی۔ اور پھر وہ صلح کے دہانے چلا آیا۔

احمد بن الحسن بن سہل بیان کرتا ہے کہ ہمارے گھر کے لوگ کہا کرتے تھے کہ اس شادی کے موقع پر حسن بن سہل نے بہت سے

رقعوں پر اپنی زمینوں اور املاک کے نام لکھ کر ان کو امراء اور بنی ہاشم میں نثار کر دیا۔ جس کے ہاتھ جو رقعہ آیا اس نے وہ جائداد اسے دے دی۔

ابوالحسن علی کے کاتب کا بیان:

ابوالحسن علی بن الحسین بن عبدالاعلیٰ کا کاتب بیان کرتا ہے کہ ایک دن حسن بن سہل نے مجھ سے ام جعفر کی چند باتیں بیان کیں اس نے اس کی عقل و فراست کی بہت تعریف کی اور کہا کہ ایک دن مامون نے فم الصلح کے مقام پر جب کہ وہ ہمارے ہاں آئے تھے اس سے اور احمدونہ بنت عضیض سے دریافت کیا کہ بوران پر تم نے کس قدر خرچ کیا۔ حمدونہ نے کہا میں نے ڈھائی کروڑ خرچ کیے۔ ام جعفر نے اس سے کہا کہ تم نے تو کچھ بھی خرچ نہیں کیا۔ اس شادی میں میں نے تین کروڑ پچاس لاکھ سے تین کروڑ ستر لاکھ تک خرچ کیے ہیں پھر حسن بن سہل نے کہا ہم نے مامون کے لیے دو شمعیں تیار کی تھیں۔ جس رات کو مامون بوران کے پاس آئے وہ شمعیں روشن کی گئیں ان میں سے بے حد دھواں نکلا۔ مامون نے کہا اس دھوئیں سے ہمیں تکلیف ہو رہی ہے ان کو اٹھا دو۔ اور دوسری معمولی شمع لائی جائے۔

ام جعفر کا بوران کو صلح کی جاگیر کا عطیہ:

اس روز ام جعفر نے صلح کو بوران کی جاگیر میں دے دیا اور اس طرح یہ مقام پھر میری ملکیت میں آ گیا اس سے قبل بھی یہ میرا تھا۔ مگر ایک روز یہ واقعہ ہوا کہ حمید الطوسی نے مجھے آ کر چار شعر ذوالریاستین کی مدح میں سنائے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس قصیدے کو ان کو بھیجے دیتا ہوں اور وہاں سے تمہاری مدح کے صلے کے آنے تک اپنی طرف سے سردست یہ صلح تم کو جاگیر میں دیے دیتا ہوں چنانچہ میں نے اس مقام کو حمید کو دے دیا۔ مگر پھر مامون نے اسے ام جعفر کو دیا اور اب اس شادی کے موقع پر ام جعفر نے اسے ہدیۃً بوران کو دے دیا۔

حسن بن سہل کی توہم پرستی:

یہی راوی بیان کرتا ہے کہ آفتاب کے طلوع ہونے تک نہ حسن بن سہل کے ہاں پردے اٹھائے جاتے تھے اور نہ اس کے سامنے سے شمع ہٹائی جاتی تھی۔ البتہ جب وہ آفتاب دیکھ لیتا تھا۔ تب شمع کو اپنے سامنے سے اٹھوا دیتا تھا۔ وہ بہت ہی توہم پرست تھا۔ اس لیے روزانہ صبح کو شگون لیتا تھا اس بات کو پسند کرتا تھا کہ صبح کو جو اس کے پاس جائے وہ یہ کہے کہ ہم نے رات بڑی فرحت و سرور میں بسر کی ہے اور جنازہ یا کسی کی موت کی خبر کو ناپسند کرتا تھا۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا تو کسی نے اس سے کہا کہ علی بن الحسین نے آج اپنے بیٹے حسن کو کاتبوں میں داخل کر دیا ہے۔ اس نے مجھے آواز دی میں اپنے گھر پلٹ آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں بیس ہزار درہم نقد جو بطور ہبہ حسن کو بھیجے گئے تھے موجود ہیں اور اسی کے ساتھ بیس ہزار درہم کا وثیقہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی بصرے کی زمین میں سے اتنی زمین مجھے دی تھی کہ جس کی قیمت پچاس ہزار دینار اندازہ کی گئی تھی بعد میں یہ زمین بغا الکبیر نے مجھ سے چھین کر اپنی زمین میں شامل کر لی۔

متفرق واقعات:

ابوحسان الزیادی بیان کرتا ہے کہ جب مامون حسن کے ہاں آئے تو بوران سے شادی کرنے کے بعد کئی دن تک مقیم رہے

اس تمام سفر اور قیام میں چالیس دن صرف ہوئے ۱۱/ شوال جمعرات کے دن وہ بغداد واپس آئے۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی کہتا ہے کہ ۸/ رمضان کو مامون خم الصلح حسن کے ہاں آئے اور جب شوال ۲۱۰ھ کے ختم ہونے میں نو راتیں باقی تھیں وہاں سے واپس ہوئے۔

اس سال یوم الفطر میں حمید بن عبدالحمید نے انتقال کیا۔ اس کی جاریہ عزل نے اس کا دردآمیز مرثیہ لکھا۔

اس سال عبداللہ بن طاہر نے مصر فتح کیا اور عبیداللہ بن السری بن الحکم اس کی امان میں آ گیا۔

عبداللہ بن طاہر کو مصر پر فوج کشی کا حکم:

جب عبداللہ بن طاہر کو نصر بن شبث العقیلی سے فراغت ہوگئی اور اس نے اس کو مامون کی خدمت میں بھیج دیا اور وہ وہاں پہنچ گیا تو اب اسے مامون کے کئی خط موصول ہوئے جن میں اسے مصر جانے کا حکم دیا گیا تھا۔

عبیداللہ بن سری کا عبداللہ کی فوج پر حملہ:

احمد بن محمد بن مخلد نے جو ان دنوں مصر میں تھا بیان کیا کہ عبداللہ نے مصر کے قریب پہنچ کر ایک منزل سے اپنے ایک سردار کو مصر کی طرف بھیجا کہ وہ اس کی فرودگاہ کے لیے کوئی مناسب مقام تلاش کرے ابن السری نے مصر کے گرد خندق بنائی تھی' جب اسے عبداللہ کے سردار کے آنے کی اطلاع ہوئی وہ اپنی سپاہ کی ایک ایسی جمعیت کو لے کر جس نے اس کے مقابلہ پر جانے کی آمادگی ظاہر کی اس سردار کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا عبداللہ کے سردار کے ساتھ اس موقع پر چونکہ بہت کم جمعیت تھی اس لیے عارضی طور پر وہ پسپا ہو گئے۔ انہوں نے ڈاک کے ذریعہ عبداللہ بن طاہر کو اس طرح اپنے ابن السری سے مقابلہ ہو جانے کی اطلاع دی۔

عبیداللہ بن سری کی شکست:

عبداللہ نے اپنے پیادوں کو خچروں پر سوار کیا۔ ایک خچر پر دو دو آدمی بٹھائے اور ان کو رسالہ کے پہلو بہ پہلو مقابلہ پر روانہ کیا یہ فوج نہایت سرعت کے ساتھ بڑھتی ہوئی اپنے سرداروں اور ابن النہری کے پاس پہنچ گئی۔ اور ان کے صرف ایک حملہ سے ابن السری اور اس کی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی۔ ابن السری کے بیشتر آدمی خندق میں گر پڑے اور اس طرح خندق میں ایک دوسرے پر گرنے کی وجہ سے اس سے کہیں زیادہ ہلاک ہو گئے جتنے کہ تلوار سے قتل ہوئے تھے۔

عبیداللہ بن سری کا محاصرہ:

ابن السری شکست کھا کر فسطاط میں چلا آیا۔ یہاں وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ عبداللہ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور پھر اس کے ہتھیار رکھنے تک اس نے کوئی لڑائی عبداللہ سے نہیں لڑی۔

عبیداللہ بن سری کی امان طلبی:

ابن ذی القلمین کہتا ہے کہ جب عبداللہ مصر آیا اور ابن السری نے اسے داخل ہونے سے روکا اس وقت اس نے ایک رات ایک ہزار خادم اور چھوکریاں جن میں سے ہر ایک خادم کے ساتھ ایک ہزار دینار ریشمی تھیلوں میں تھے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیجیں۔ مگر عبداللہ نے اس رشوت کو رد کر دیا اور لکھا کہ اگر میں تمہارے اس ہدیہ کو دن کے وقت قبول کر سکتا تو رات کے وقت بھی قبول

کر لیتا اور اس کے ساتھ ہی کلام پاک کی یہ آیت لکھ دی:

﴿ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا اَذِلَّةً وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾

''تم اپنے تحائف پر اتراتے ہوان کے پاس واپس جاؤ۔ ہم ایسی فوجوں سے ان پر دھاوا کریں گے جن کے مقابلہ کی طاقت ان میں نہ ہوگی اور اس مہر (سبا) سے ان کو ذلیل کر کے نکال دیں گے''۔

یہ تحریر پڑھ کر ابن السری نے اب اس سے امان طلب کی اور اس کے پاس چلا آیا۔

عبداللہ بن طاہر سے ایک اعرابی شیخ کی ملاقات:

ابو السمرا بیان کرتا ہے کہ ہم امیر عبداللہ بن طاہر کے ساتھ مصر جا رہے تھے۔ جب ہم رملہ اور دمشق کے درمیان تھے کہ ایک اعرابی شیخ جو اسلاف کی یادگار تھا اور ایک فاختئی رنگ کے اونٹ پر سوار تھا اچانک ہمارے سامنے آیا اس نے ہمیں سلام کیا اور ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ میں اسحٰق بن ابراہیم الرافقی اور اسحٰق بن ابی الربیع امیر کے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔ اس روز ہمارے گھوڑے بھی امیر کے گھوڑوں سے بہتر تھے۔ اور ہم نے لباس بھی ان سے زیادہ اچھا پہن رکھا تھا۔ وہ اعرابی غور سے ہمارے چہرے دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا اے شیخ! تم نے اس قدر غور سے جو ہمارے چہروں کو دیکھا تو کیا دیکھا کچھ پہچانا یا کوئی بری بات نظر پڑی اس نے کہا ہرگز نہیں۔ نہ میں نے آج سے پہلے تم کو دیکھا تھا نہ کسی بدنظری سے میں نے تم کو دیکھا ہے۔ مگر میں نہایت عمدہ قیافہ شناس ہوں اور لوگوں کی خصوصیات کو خوب جانتا ہوں۔

اعرابی شیخ کی قیافہ شناسی:

میں نے اسحٰق بن ابی ربعی کی طرف اشارہ کر کے کہا اچھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا:

ارى كـاتبـاً واهـي الكتـابة بيّن عـليـه وتـاريـب العـراق منـير
لـه حـركـاتٌ قد لشاهدان انـه عـليـم يتقيف الـخراج بـصير

ترجمہ: ''میں ایک کاتب کو دیکھ رہا ہوں جس پر اہلکارانہ چالاکی اور عراق کی تادیب نمایاں ہے۔ اس کی حرکات بتاتی ہیں کہ یہ خراج کے معاملات سے بہت خوب واقف ہے''۔

اس کے بعد اس نے اسحٰق بن ابراہیم الرافقی کو دیکھا اور یہ شعر کہے:

و مـظهـر نسك مـا عـليـه ضميره يـحـب الـهدايـا بـالـرجال مكـور
اخـال بـه جبنـا و نجلا و شيمةً تـخبـر عـنـه انـه لـوزيـر

ترجمہ: ''ظاہر میں یہ متقی نظر آتا ہے۔ مگر بدنیت ہے۔ چاہتا ہے کہ یہ لوگ تحائف اسے دیا کریں۔ نہایت چالاک ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی بزدلی بخل اور بدخلقی اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ یہ ضرور وزیر ہے''۔

پھر اس نے مجھے دیکھا اور یہ شعر پڑھے:

و هـذا نـديـم لامير و مونـسٌ يـكـون لـه بـالـقرب منـد سرور

احال للاشعار و العلم راویًا لبعض ندیم مرۃ دسمبر

ترجمہ: ''اور یہ شخص امیر کا ندیم اور دوست ہے۔ جس کی قربت سے سرور ملتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ اشعار اور علم کا راوی ہے اور بعض مرتبہ ایک ہی شخص ندیم بھی ہوتا ہے اور افسانہ گو بھی''۔

پھر امیر کو دیکھ کر اس نے یہ شعر پڑھے:

و ھذ الامیر المرنجی شعب کفہ فما ان لہ فیمن رائیت نظیر

ترجمہ: ''یہ ایسا امیر ہے جس سے سب بھلائی کی امید رکھتے ہیں۔ میری نظر سے اب تک اس کی نظیر نہیں گزری''۔

علیہ رواً من جمال وھیبۃ دوجہ دراک النجاح بشیر

ترجمہ: ''وہ حسین اور بارعب ہے اس کا بشرہ کامیابی کا مخبر ہے''۔

لقد عصم الاسلام منہ بدایدِ بہ عاش معروف و مات نکیر

ترجمہ: ''ابتداء سے اسلام کو اس نے بچایا ہے۔ اس کی وجہ سے نیکی زندہ اور بدی مردہ ہوئی''۔

الا انما عبداللہ بن طاھر لنا والدبر بناد امیر

ترجمہ: ''ہونہ ہو یہ عبداللہ بن طاہر ہے جو باپ کی طرح ہم پر مہربان ہے اور ہمارا فرمانروا ہے''۔

اس کلام کو سن کر عبداللہ بہت خوش ہوا۔ اسے پانچ سو دینار دلوا کے اور مصاحبت کا حکم دیا۔

بطین الحمصی کو انعام و اکرام:

حسن بن یحیٰی الفہری کہتا ہے کہ جب ہم عبداللہ کے ساتھ سلمیہ اور حمص کے درمیان جا رہے تھے ہمیں بطین الحمصی شاعر ملا اور اس نے راستے پر ٹھہر کر عبداللہ بن طاہر کی مدح میں ایک قصیدہ سنایا۔ اس نے پوچھا تو کون ہے اس نے اپنا نام بتایا۔ عبداللہ نے غلام کو حکم دیا۔ دیکھو اس نے کتنے شعر کہے ہیں اس نے کہا سات۔ عبداللہ نے اسے سات ہزار درہم یا سات سو دینار دلوائے۔ یہ بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ مصر اور اسکندریہ میں بھی ساتھ تھا۔ مگر اسکندریہ میں وہ اور اس کا گھوڑا ایک بدرو میں گر پڑے اور وہیں وہ مر گیا۔

اس سال عبداللہ بن طاہر نے اسکندریہ فتح کیا اور جن اہل اندلس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اس نے ان کو وہاں سے بے دخل کر کے نکال دیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ نے ۲۱۱ھ میں اسکندریہ فتح کیا تھا۔

مصر میں طوائف الملوکی:

مصر کے کئی شخصوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ جب کہ مصر میں تمام لوگ جردی اور ابن السری کے ہنگاموں میں منہمک تھے' اہل اندلس کی ایک بڑی جماعت جس کا رئیس ابوحفص تھا براہ بحر روم جہازوں پر اسکندریہ آئی اور وہاں لنگر انداز ہو گئی اور عبداللہ بن طاہر کے مصر آنے تک بدستور اسکندریہ میں مقیم رہی۔

یونس بن عبدالاعلیٰ کہتا ہے۔ مشرق سے ایک بہادر جواں مرد یعنی عبداللہ بن طاہر اس وقت ہمارے پاس مصر آیا جب کہ ہمارے ہاں ہر طرف فتنہ و فساد برپا تھا۔ ہمارے ہر علاقے پر کسی ایک نے قبضہ کر رکھا تھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام لوگ سخت تکلیف و مصیبت میں تھے۔ اس جوانمرد نے یہاں آ کر ہر طرف امن و امان قائم کیا بے خطا کو اطمینان

اور خطا کار کو سزا دی اور پھر اس نے اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔

عبداللہ بن وہب کا بیان:

عبداللہ بن وہب کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن الہیعۃ نے یہ حدیث روایت کی مگر اسی کے ساتھ کہا کہ مجھے یہ تو یاد نہیں کہ اس سے قبل اس نے یہ بات مجھ سے کہی تھی یا نہیں۔ کیونکہ جو کتابیں ہم نے پڑھی ہیں اس میں تو ہمیں یہ حدیث نہیں ملی۔ وہ یہ ہے کہ مشرق میں اللہ کی ایک فوج رہتی ہے جو شخص بھی اللہ کی مخلوق میں سے اس کے خلاف سرکشی کرتا ہے اللہ اس فوج کو بھیج کر اپنا انتقام اس سے لے لیتا ہے۔

عبداللہ بن وہب راوی بیان کرتا ہے کہ وہ حدیث لفظاً یہی تھی یا اس کے ہم معنی۔

فتح اسکندریہ:

عبداللہ بن طاہر نے مصر آ کر اندسیوں اور دوسرے ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ جا ملے تھے۔ مبارزت نامہ بھیجا کہ اگر اطاعت قبول نہیں کرتے تو جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ مگر انہوں نے اس کی شرط مان لی اور اس شرط پر امان کی درخواست کی کہ وہ اسکندریہ چھوڑ کر کسی رومی علاقے میں جو اسلامی ممالک میں نہ ہوگا چلے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن طاہر نے اس درخواست کو مان لیا اور وہ اسکندریہ کو چھوڑ کر جزیرہ کریٹ آ گئے۔ اسی کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا اور وہیں مستقل طور پر اقامت گزیں ہو گئے۔ ان کی اولاد آج تک وہاں باقی ہے۔

اس سال اہل قم نے سرکار سے بغاوت کر کے زر مال گزاری دینے سے انکار کر دیا۔

اہل قم کی بغاوت:

اس بغاوت کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اس رقم خراج (بیس لاکھ کو) جو ان پر عائد تھا بہت زیادہ خیال کیا اور اس کا باعث یہ واقعہ ہوا کہ مامون جب خراسان سے عراق آتے ہوئے رے ٹھہرے تو انہوں نے اہل رے کا خراج بہت کچھ کم کر دیا جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس بنا پر اہل قم کی بھی یہ خواہش ہوئی کہ ان کی مال گزاری رے کی طرح کم کی جائے انہوں نے اس کے لیے مامون کی خدمت عرض داشت پیش کی اور شکایت کی یہ مال گزاری بہت زیادہ ہے مامون ان کی درخواست نہیں مانی۔ انہوں نے زر لگان دینے سے انکار کر دیا۔

قم کی فصیل کا انہدام:

مامون نے علی بن ہشام کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ پھر عجیف بن عنبسہ کو اس کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ حمید کا سردار محمد بن یوسف الکنج خراسان سے آتے ہوئے قوص آیا تھا۔ کہ مامون نے اسے بھی لکھ دیا کہ علی بن ہشام کے ساتھ جا کر اہل قم سے لڑو۔ علی ان سے لڑا۔ اور ان پر اسے فتح ہوئی۔ اس نے یحییٰ بن عمران کو قتل کر دیا۔ قم کی فصیل منہدم کر دی اور جب کہ وہ بیس لاکھ ہی سے نالاں تھے۔ ان پر ستر لاکھ خراج عاید کیا۔

جبال پر مازیار بن قارن کا قبضہ:

اس سال شہریار بن شروین مر گیا اس کا بیٹا سابور اس کا جانشین ہوا۔ مگر مازیار بن قارن نے اس کی جانشینی کو نہ مانا اور اس سے

نزاع کر کے قید کر دیا اور پھر قتل کر دیا۔ اس طرح جبال مازیار بن قارن کے ہاتھ آ گیا۔

امیر حج صالح بن عباس:

اس سال صالح بن العباس بن محمد والی مکہ کی امارت میں حج ہوا۔

۲۱۱ھ کے واقعات

اس سال عبید اللہ بن السری امان لے کر عبداللہ بن طاہر کے پاس چلا آیا۔ اور وہ مصر میں داخل ہوا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعات ۲۱۰ھ کے ہیں۔

عبید اللہ بن سری کی بغداد میں آمد:

کسی نے یہ بیان کیا ہے کہ ابن السری جب کہ صفر ۲۱۱ھ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں سنیچر کے دن عبداللہ بن طاہر کے پاس آیا۔ اور جب کہ رجب ۲۱۱ھ کے ختم ہونے میں سات راتیں باقی تھیں بغداد لایا گیا اور مدینہ ابو جعفر میں اتارا گیا۔ اور عبداللہ بن طاہر مصر میں وہاں کے والی کی حیثیت سے رہا۔ وہ تمام شام اور جزیرہ کا بھی والی تھا۔

فتح مصر پر مامون کے اشعار:

طاہر بن خالد بن خالد بن راز الغسالی کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن طاہر نے مصر فتح کیا مامون نے اسے ایک خط لکھا۔ اور اس کے نیچے یہ شعر لکھے:

اخی انت و مولائی و من اشکر نعماہ

ترجمہ: ''تم میرے بھائی اور دوست ہو اور تمہارے احسانات کا میں شکر گزار ہوں۔

فما احببت من امر فانی الدھر اھواہ

ترجمہ: تم جس بات کو پسند کرو مدت العمر میں جی وہی چاہوں گا۔

و ما زکرہ من شئ فانی لست ارضاہ

ترجمہ: اور جس بات کو تم ناپسند کرو میں بھی اسے کبھی پسند نہیں کروں گا۔

لك اللہ علی ذاك لك اللہ لك اللہ

ترجمہ: اور میں اس بات کا عہد اللہ کے سامنے کرتا ہوں اور اس کو ضامن قرار دیتا ہوں۔

عبداللہ بن طاہر کے خلاف شکایت:

عطاء صاحب المظالم سے روایت ہے کہ مامون کے بھائیوں میں ایک شخص نے ان سے کہا کہ امیر المومنین یہ عبداللہ بن طاہر بھی اپنے باپ کی طرح اولاد ابی طالب کی طرف میل رکھتا ہے مامون نے کہا ایسا نہیں ہے۔ مگر اس شخص نے دوبارہ وہی بات کہی۔

مامون کی جاسوسوں کو ہدایت:

اب مامون نے ایک شخص کو اپنا جاسوس بنا کر عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیجا۔ اسے حکم دیا کہ تم قرا اور زاہدوں کی ہیئت بنا کر

مصر جاؤ اور وہاں کے عمائد کو قاسم بن ابراہیم بن طباطبا کی خلافت کے لیے دعوت دو اس کے مناقب علم اور فضل بیان کرو۔ اس کے بعد عبداللہ بن طاہر کے کسی ہمراز تک رسائی پیدا کر کے اس سے ملو اور اسے بھی اپنی دعوت میں شرکت کے لیے دعوت دو۔ اس کے لیے اسے ترغیب وتحریص دلاؤ اور اس طرح اس کی دلی نیت ومنشا سے پوری طرح واقفیت حاصل کر کے مجھے اس سے اطلاع دو۔

مامون کے جاسوس کی عبداللہ بن طاہر سے ملاقات:

اس شخص نے حسب عمل کیا اور جب اس نے مصر کے عمائد اور رؤسا کو اپنی دعوت پہنچا دی اس کے بعد ایک دن وہ عبداللہ بن طاہر کے دروازے آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ صلح وامان کے بعد عبیداللہ بن السری سے ملنے گیا ہوا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو یہ شخص اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اپنی آستین سے ایک رقعہ نکال کر عبداللہ بن طاہر کو دیا اس نے اسے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اندر جاتے ہی حاجب کو بھیجا کہ اس شخص کو بلا لائے۔ یہ اس کے پاس آیا۔ عبداللہ بن طاہر اس وقت اپنی مسند پر متمکن تھا۔ اس کے اور زمین کے درمیان سوائے اس جاسوس کے اور کوئی نہ تھا۔ عبداللہ نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا رکھے تھے' اور وہ موزے پہنے تھا۔ اس نے کہا۔ تمہارے رقعے کے مضمون سے میں آگاہ ہو گیا۔ اب جو کچھ اور تم کو زبانی کہنا ہو بیان کرو۔ اس نے کہا اس شرط پر کہ آپ اللہ کے سامنے مجھ سے امان کا وعدہ کریں۔ عبداللہ نے کہا ہاں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو گزند نہیں پہنچے گا۔

جاسوس کی قاسم کے لیے دعوت بیعت:

اب اس نے اپنے آنے کی غرض اس سے بیان کی اسے قاسم کے لیے دعوت بیعت دی اس کے فضائل علم اور زہد کا ذکر کیا۔ عبداللہ نے کہا تم میری بات بھی سنو گے اس نے کہا ضرور۔ عبداللہ نے کہا کیا اللہ کا شکر اس کے بندوں پر واجب نہیں۔ اس نے کہا ہے عبداللہ نے کہا کیا بندے اگر ایک دوسرے کے ساتھ احسان واکرام کریں تو کیا اس کا شکر واجب نہیں۔ اس نے کہا ہے۔

عبداللہ بن طاہر کا جاسوس کو جواب:

عبداللہ نے کہا تو پھر تم کیوں اس دعوت کو لے کر میرے پاس آئے؟ تم نہیں دیکھتے کہ میں کس قدر نعمتوں میں غرق ہوں۔ میرا علم مشرق ومغرب میں نافذ ہے کوئی اس سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ ہر جگہ میرا بول بالا ہے۔ پھر اپنے چاروں طرف جدھر میری نظر پڑتی ہے میں ہر سمت ایک شخص کے انعام سے اپنے آپ کو محصور پاتا ہوں۔ میری گردن اس کے احسان سے زیر بار ہے۔ اس کی سخاوت اور کرم کے کرشمے میرے اوپر نمایاں اور درخشاں ہیں۔ تم مجھے اس نعمت اور احسان کی ناسپاس گزاری کی دعوت دینے آئے ہو۔ اور مجھ سے یہ خواہش رکھتے ہو کہ میں اس شخص سے بدعہدی کروں جس کا اوّل وآخر یہ سب کرم ہی کرم خلافت کے طوق کو اس کی گردن سے اتارنے کی کوشش کروں اور اسی کا خون بہاؤں؟ تم نے کیا سمجھا ہے۔ اگر تم مجھے جنت کی دعوت دو اور اسے میں خود اسے دیکھ لوں کیا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ ہوگی کہ میں اپنے ایسے محسن اور مشفق کے ساتھ بدعہدی کروں اس کے احسانات کی ناشکری کروں اور اس کی بیعت کو توڑ دوں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

عبداللہ بن طاہر کا جاسوس کو مصر سے چلے جانے کا حکم:

یہ جواب سن کر وہ شخص ساکت رہ گیا۔ عبداللہ نے اس سے کہا۔ مجھے تمہارے معاملہ سے پوری واقفیت ہو گئی ہے۔ مجھے تمہاری جان کا خطرہ ہے فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ اگر سلطان الاعظم کو تمہاری اس دعوت کی خبر معلوم ہو گئی جس کا مجھے اندیشہ ہے کہ ہو گی'

تو اس سے نہ صرف تمہارے بلکہ دوسروں کے لیے بھی خطرہ ہے۔

اس کی طرف سے قطعی مایوس ہو کر وہ شخص مامون کے پاس چلا آیا اور تمام واقعہ ان کو سنا دیا۔ مامون بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کیوں نہ ہو یہ وہ نہال ہے جو میں نے اپنے ہاتھ سے بویا اور اس کی آبیاری کی ہے۔ انہوں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہیں کیا اور خود عبداللہ بن طاہر کو بھی اس راز سے آگاہی نہیں ہوئی۔

احمد بن یوسف کا عبداللہ بن طاہر کے نام تہنیت نامہ:

عبداللہ بن احمد بن یوسف کہتا ہے کہ جب عبیداللہ بن السری امان لے کر عبداللہ بن طاہر کے پاس چلا آیا تو میرے باپ نے عبداللہ بن طاہر کو اس فتح پر حسب ذیل مبارک باد کا خط لکھا:

اللہ نے جو کامیابی اور فتح آپ کو عطا کی ہے اس کی اطلاع ہمیں ہوئی اور معلوم ہوا کہ ابن السری آپ سے امان لے کر آپ کے پاس چلا آیا۔ اس نصرت پر اس خدا کا شکر ہے جو اپنے دین کا ناصر اور اپنے اس خلیفہ کی جسے اس نے اپنے بندوں پر اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ دولت کو غلبہ دینے والا ہے۔ جس نے خلیفہ اس کے حق اور اطاعت سے روگردانی کی اللہ نے اس کو ذلیل کر دیا۔ ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی نعمتوں سے مسلسل ان کو سرفراز کرتا رہے ان کے ذریعہ ممالک شرک کو فتح کرائے۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو سفر پر جانے سے لے کر آج تک برابر کامیابی عطا فرمائی ہے۔ ہم اور یہاں جو لوگ ہیں سب کے سب برابر آپ کے حسن اخلاق کا چاہے جنگ کی حالت ہو یا امان کی برابر تذکرہ کرتے رہے ہیں۔ اللہ نے سختی اور نرمی کے ان کے مواقع پر اظہار کی جو توفیق آپ کو عطا کی ہے اس پر خوش ہو کر تعجب کرتے رہے ہیں۔

ہمارے علم میں کوئی دوسرا فوجی یا ملکی امیر ایسا نہیں جس نے اپنی فوج یا رعایا کے ساتھ ایسا عدل کیا ہو جو آپ نے کیا ہے۔ یا جس نے ایسے اشخاص کو جنہوں نے اپنے جرائم اور اصرار سے مایوس کر دیا ہو قابو پا کر اس طرح معافی دی ہو جیسے کہ آپ نے اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ کیا ہے' ہمارے نظر سے آپ کے سوا کوئی دوسرا شریف زادہ ایسا نہیں گزرا کہ جس نے محض اپنے آبا کی کمائی اور عزت وشہرت پر کر کے قوائے عمل کو معطل نہ کر دیا ہو۔ جسے اس قدر رتر فہ اعتماد حکومت اور اقتدار عملی حاصل ہو اور پھر وہ اپنی موجودہ حالت پر اکتفا کر کے اترانہ گیا ہو آپ کے علاوہ ہمیں کوئی دسورا فوجی سردار ایسا نہیں ملتا جس کی کامیابیوں کی بنیاد اس کے حسن اخلاق پر اس طرح ہوئی ہو اور اس طرح اس نے اپنے پیروؤں کو ظلم وزیادتی سے روک کر اپنے قابو میں رکھا ہو۔ جس طرح کہ آپ نے کیا ہے۔

یہاں ہم جس قدر اعیان دولت ہیں ہم میں سے کوئی اس بات کو جائز نہیں رکھتا کہ وہ کسی آڑے وقت یا مشکل کے پیش آنے کے وقت آپ پر کسی دوسرے کو ترجیح دے سکے اس لیے اللہ کا یہ اور مزید احسان آپ کو مبارک ہو اور یہ اللہ کی نعمت آپ کو گوارا ہو اور آپ بدستور اپنے امام اور آقا اور ہم تمام مسلمانوں کے آقا کی اطاعت کے سلسلے کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور خدا ایسا کرے کہ ان کے طول بقا سے ہم اور آپ عیش زندگانی سے متمتع ہوتے رہیں۔ آپ خود جانتے ہیں کہ ہم تو ہمیشہ آپ کے کرم اور معظم سمجھتے رہے ہیں۔ مگر اب اللہ نے آپ کی عزت اور وقعت کو خاص وعام کی نظروں میں بہت بڑھا دیا ہے۔ اس لیے ان کو آپ کی طرف سے خود اپنے لیے بہت بڑی توقعات پیدا ہو گئی ہیں۔ نیز مصائب وحوادث پیش آنے کی صورت میں آپ ہی پر ان کی نظریں جمی ہوئی ہیں۔

میں اللہ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ آپ کو اسی طرح آئندہ اپنے پسندیدہ امور کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے گا جس طرح اس نے اب تک اپنے احسان وانعام سے آپ کو سرفراز کیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی ان نعمتوں پر آپ اترائے نہیں۔ بلکہ آپ کی انکساری اور تواضع اور بڑھ گئی اللہ نے جو خوبیاں آپ کو دیں اور جو انعام اکرام آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اس پر اس کا ہزار ہزار شکر ہے۔ والسلام

متفرق واقعات:

اس سال عبداللہ بن طاہر مغرب سے مدینۃ السلام آیا۔ عباس بن مامون' ابواسحٰق المعتصم اور تمام دوسرے لوگوں نے اس کا استقبال کیا۔ وہ اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی لے کر آیا۔ جنہوں نے بغاوت کر کے شام علیحدہ ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ جیسے ابن السرج' ابن ابی الجمل اور ابن ابی السفر۔

اس سال موسیٰ بن حفص مر گیا اس کا بیٹا محمد بن موسیٰ اس کی جگہ طبرستان کا والی مقرر کیا گیا۔

اس سال حاجب بن صالح ہندوستان کا والی مقرر ہوا۔ مگر بشر بن داؤد نے اسے وہاں سے مار بھگایا اور اس لیے وہ وہاں سے ہٹ کر کرمان آ گیا۔

اس سال مامون نے اعلان کرا دیا کہ آج سے جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کرے گا یا اس کو کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دے گا۔ اس کے تمام حقوق سلب ہو جائیں گے۔

امیر حج صالح بن عباس:

اس سال صالح بن عباس والی یمن کی امارت میں حج ہوا۔

اس سال مشہور شاعر ابوالعتاہیہ کا انتقال ہوا۔

۲۱۲ھ کے واقعات

خودسر امراء کی گرفتاری:

مامون نے محمد بن حمید الطوسی کو بابک سے لڑنے کے لیے موصل کے راستے روانہ کیا اور اس کی مدد کے لیے اور بھی فوجیں روانہ کیں۔ محمد بن حمید نے یعلی بن مرہ اور اس جیسے دوسرے خودسر امراء کو جنہوں نے تمام آذربائیجان پر قبضہ کر لیا تھا۔ گرفتار کر کے مامون کے پاس بھجوا دیا۔

متفرق واقعات:

اس سال احمد بن محمد العمری نے جو احمر العین کے لقب سے مشہور ہے۔ یمن میں بغاوت کی۔ اس سال مامون نے محمد بن عبدالحمید کو جو ابوالرازی کی کنیت سے مشہور ہے۔ یمن کا والی مقرر کیا۔

مامون کا عقیدہ:

اس سال مامون نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الناس

ہیں۔ یہ اس سال کے ماہ ربیع الاوّل کا واقعہ ہے۔

امیر حج عبداللہ بن عبیداللہ:

اس سال عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس بن محمد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۱۳ھ کے واقعات

مصر میں شورش:

اس سال مصر میں عبدالسلام اور ابن جلیس قیسی اور یمانی عربوں کے ساتھ خلافت عباسیہ سے انحراف کر کے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور دونوں نے مصر میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

اس سال طلحہ بن طاہر نے خراسان میں انتقال کیا۔

عمال کا تقرر:

مامون نے اپنے بھائی ابو اسحٰق کو شام اور مصر کا اور اپنے بیٹے عباس کو جزیرہ سرحدی علاقے اور سرحدی چھاؤنیوں کا والی مقرر کیا۔ ان دونوں کو عبداللہ بن طاہر کو پانچ پانچ لاکھ دینار زر نقد دیئے بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے کسی ایک دن میں اتنی بڑی رقم خرچ نہیں کی تھی۔

غسان بن عباد کی ولایت سندھ:

بشر بن داؤد بن یزید والی سندھ مامون کے خلاف ہو گیا جس قدر خراج اس نے وہاں وصول کیا اس میں سے کچھ بھی اس نے مامون کو نہیں بھیجا اس وجہ سے مامون نے ایک دن اپنے مصاحبوں سے پوچھا کہ غسان بن عباد کے متعلق تمہاری کیا رائے ہیں میں اس کو ایک اہم خدمت دینے والا ہوں وہ اس سے قبل ہی بشر بن داؤد کی سرکشی کی وجہ سے اسے والی سندھ بنانے کا تہیہ کر چکے تھے۔ حاضرین دربار نے اس کی طول طویل تعریف کی۔

غسان بن ابی عباد کے متعلق احمد بن یوسف کی رائے:

مامون نے احمد بن یوسف کو جو خاموش تھا دیکھا اور کہا کہ احمد تمہاری کیا رائے ہے اس نے کہا امیر المومنین یہ وہ شخص ہے جس کی خوبیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہیں جس طبقہ کے ساتھ آپ اس کا مقابلہ کریں گے وہ پورا اترے گا اگر آپ کو اس کے آئندہ طرز عمل کے متعلق کچھ اندیشہ ہے تو میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ ہرگز کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس کی بعد میں اسے معذرت کرنا پڑے فضیل کے عہد میں اس نے اپنے ایام کو اس طرح تقسیم کہ ہر شخص کی ملاقات کی نوبت ملے جب آپ اس کے ذاتی صفات پر غور فرمائیں گے تو آپ اس کی فراست، فطری، علمی قابلیت اور تہذیب نفس سے بہت خوش ہوئے ہوں گے مامون کہنے لگے تم نے تو باوجود اس کی مخالفت کے اس کی اس قدر مدح کی احمد نے کہا جو کچھ میں نے کہا اس پر کسی شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے:

کفی شکرا بما اسدیت الی مد حتك فی الصدیق وفی عدالی

ترجمہ: ''تو نے جو میرے خلاف سازش کی ہے اس کا میں نے یہ معاوضہ کیا کہ اپنے دوست اور دشمن میں میں نے تیری تعریف کی''۔

مامون اس کی اس گفتگو سے بہت خوش اور متعجب ہوئے اور انھوں نے احمد کے اس اخلاق کی داد دی۔

امیر حج عبداللہ بن عبیداللہ:

اس سال عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس کی امارت میں حج ہوا۔

۲۱۴ھ کے واقعات

محمد بن حمید الطوسی کا قتل:

اس سال بابک نے سنیچر کے دن جب کہ ماہ ربیع الاوّل کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی رہ گئی تھیں مقام مشتادسر میں محمد بن حمید الطوسی کو تہ تیغ کیا۔

فتح حوف:

اس سال ابوالرازی مین میں قتل کر دیا گیا۔ اس سال عمیر بن الولید الباذعیسیٰ جو ابواسحق بن الرشید کی جانب سے مصر کا عامل تھا ماہ ربیع الاوّل میں حوف میں قتل کر دیا گیا ابواسحق حوف آئے اسے فتح کیا اور عبدالسلام اور ابن جلیس پر قابو پا کر دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مامون نے ابن الحروری کو مارا اور پھر سے مصر واپس بھیج دیا۔

بلال الضبابی کا خروج وقتل:

اس سال بلال الضبابی الشاری نے خروج کیا۔ مامون علث گئے۔ مگر پھر بغداد چلے آئے اور اپنے بیٹے عباس کو کئی سرداروں کے ساتھ جن میں علی بن ہشام عجیف اور ہارون محمد بن ابی خالد تھے اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا ہارون نے بلال کو قتل کر دیا۔

عبداللہ کی روانگی خراسان:

اس سال عبداللہ بن طاہر دینور روانہ ہوا مامون نے اسحاق بن ابراہیم اور یحییٰ بن اکثم کو اس کے پاس بھیجا تاکہ یہ اسے ان کی جانب سے اس بات کا اختیار دیں کہ چاہے وہ خراسان اور جبال کی ولایت قبول کرے چاہے ارمینیا اور آذربائیجان کی ولایت قبول کر کے بابک سے لڑنے جائے۔ مگر عبداللہ بن طاہر نے خراسان پسند کیا اور خراسان چل دیا۔

متفرق واقعات:

اس سال جعفر بن داؤد القمی نے شورش برپا کی عبداللہ بن طاہر کے مولیٰ عزیز نے اسے پکڑ لیا وہ مصر سے بھاگ آیا تھا پھر وہیں بھیج دیا گیا۔

اس سال علی بن ہشام دجبل، قم، اصبہان اور آذربائیجان کا والی مقرر کیا گیا۔

امیر حج اسحاق بن عباس:

اس سال اسحق بن العباس بن محمد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۱۵ھ کے واقعات

مامون کی جہاد کے لیے روانگی:

اس سال ماہ محرم کے ختم ہونے میں تین راتیں باقی تھیں کہ سنیچر کے دن مامون روم سے جہاد کرنے روانہ ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ اس سے پہلے ہی وہ جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد جب کہ ماہ محرم ۲۱۵ھ کے ختم ہونے میں چھ راتیں باقی تھیں شماسیہ سے بروان چلے گئے تھے مدینۃ السلام سے روانہ ہوتے وقت انھوں نے اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب کو وہاں اپنا قائم مقام بنا دیا تھا اور مدینۃ السلام کے ساتھ سواد حلوان اور ضلع دجلہ بھی اسی کے تحت کر آئے تھے۔

ام الفضل کی رخصتی:

جب مامون تکریت کے مقام پر پہنچے تو یہاں اس سال ماہ صفر میں جمعہ کی رات کو محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم مدینہ سے ان کی خدمت میں آئے اور یہیں وہ ان سے ملے مامون نے ان کو بیش بہا صلہ دیا اور اپنی بیٹی ام الفضل کو جس کے ساتھ پہلے وہ ان کا نکاح کر چکے تھے ان کے پاس خلوت کے لیے بھیج دیا چنانچہ وہ احمد بن یوسف کے اس مکان میں جو دجلہ کے کنارے واقعہ ہے ام الفضل کے ساتھ شب باش ہوئے اور پھر وہیں اقامت گزیں ہو گئے جب حج کا زمانہ آیا تو وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر مکے ہوتے ہوئے پھر اپنے مدینے کے گھر چلے آئے اور وہیں رہنے سہنے لگے۔

قلعہ قرہ کی فتح:

مامون براہ موصل منبج آئے پھر دابق اور انطاکیہ ہوتے ہوئے مصیصہ آئے اور یہاں سے طرسوس روانہ ہوئے اور نصف جمادی الاولیٰ میں طرسوس کے رومی علاقہ میں داخل ہوئے عباس بن مامون ملطیہ سے روانہ ہو گیا مامون نے قرہ نام ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے بزور شمشیر فتح کیا اور منہدم کرا دیا یہ اتوار کے دن کا واقعہ ہے جب کہ جمادی الاولیٰ کے ختم میں چار راتیں باقی رہ گئی تھیں۔

اہل قلعہ ماجدہ کی جان بخشی:

اس سے پہلے بھی وہ ایک قلعہ ماجدہ نام فتح کر کے اس کے باشندوں جان بخشی کر چکے تھے بیان کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے قرہ کا محاصرہ کر لیا تو قلعے والوں نے ان سے لڑنا شروع کیا مگر پھر امان کی درخواست کی جسے انھوں نے شرف قبولیت بخشا اس کے بعد انھوں نے اشناس کو قلعہ سندس بھیجا اشناس وہاں کے رئیس کو بارگاہ خلافت میں لے آیا اسی طرح انھوں نے عجیف اور جعفر الخیاط کو قلعہ اسنان کے رئیس کے پاس بھیجا اس نے امیر المومنین کی دعوت کو قبول کر کے ان کی اطاعت مان لی۔

متفرق واقعات:

اس سال جو اسحٰق بن الرشید مصر سے پلٹ آئے اور مامون کے موصل میں داخلہ سے پہلے ان سے آ ملے۔ منویل اور مامون کا

بیٹا عباس راس العین میں ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔

اس سال مامون رومی علاقہ سے نکل کر دمشق روانہ ہوئے۔

امیر حج عبداللہ بن عبیداللہ:

اس سال عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس بن محمد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۱۶ھ کے واقعات

مامون کی رومی علاقہ میں مراجعت:

اس سال مامون دوبارہ رومی علاقہ میں مراجعت فرما ہوئے اس مراجعت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کو معلوم ہوا کہ بادشاہ روم نے طرسوس اور مصیصہ کے سولہ سو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اس اطلاع پر وہ اپنے مستقر سے چلے اور دوشنبہ کے دن جب کہ اس سال کے ماہ جمادی الاولیٰ کے ختم ہونے میں گیارہ راتیں باقی تھیں رومی علاقے میں داخل ہو گئے اور پھر نصف شعبان تک وہیں ٹھہرے رہے۔

مامون کی مراجعت کے متعلق دوسری روایت:

اس مراجعت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ توفیل بن منجائیل نے ان کو ایک خط لکھا تھا اور اس کی ابتدا اپنے نام سے کی تھی، مامون نے اسے پڑھا تک نہیں اور روم چل دیئے اذنہ میں توفیل کے سفرا ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تیرا اس نے پانچ سو مسلمان قیدی ان کو بھیجے تھے۔

محاصرہ انطیغوا:

رومی علاقے میں داخل ہو کر انھوں نے انطیغوا کا محاصرہ کر لیا مگر قلعہ والے صلح کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اب وہ ہرقلہ آئے یہاں کے باشندے بھی صلح کر کے ان کے پاس آ گئے انھوں نے اپنے بھائی ابواسحٰق کو آگے بھیجا انھوں نے تیس قلعے اور ایک غلہ کا کوٹھا فتح کیا مامون نے یحییٰ بن اکثم کو طوانیہ سے جہاد کے لیے بھیجا اس نے رومی علاقے میں خوب قتل و غارت گری کی آگ لگائی اور غلام ولونڈی حاصل کر کے خلیفہ کے پڑاؤ میں واپس آیا اس کے بعد مامون کیسوم روانہ ہوئے اور وہاں دو یا تین دن قیام کر کے دمشق کو روانہ ہوئے۔

عبدوس الفہری کی بغاوت:

اس سال عبدوس الفہری نے بغاوت کر دی اور ابواسحٰق کے عاملوں پر اچانک دھاوا کر کے ان میں سے بعض کو قتل کر دیا یہ شعبان کا واقعہ ہے مامون بدھ کے دن جب کہ ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چودہ راتیں باقی تھیں دمشق سے مصر روانہ ہوئے۔

نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم:

اس سال افشین برقہ سے پلٹ آیا اور مصر میں ٹھہر گیا اس سال نے اسحٰق بن ابراہیم کو بغداد بھیجا کہ وہ فوج کو حکم دے کہ نماز بعد تکبیر کہا کریں چنانچہ سب سے پہلے جمعہ کے دن جب کہ اس سال کے رمضان کے ختم ہونے میں چودہ راتیں رہ گئیں تھیں نماز کے بعد

شہر اور رصافہ کی مسجد میں حسب الحکم تکبیر کہی گئی اس کی صورت یہ تھی کہ نماز کے بعد فوراً نے کھڑے ہو کر تین مرتبہ تکبیر کہی اس کے بعد پھر فرض نماز کے بعد تکبیر ہونے لگی۔

علی بن ہشام کی املاک کی ضبطی:

اس سال مامون علی بن ہشام سے ناراض ہو گئے انھوں نے عجیف بن عنبسہ اور احمد بن ہشام کو اس کے پاس بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ اس کی تمام املاک ضبط کر لیں۔

متفرق واقعات:

اس سال ماہ جمادی الاوّل میں ام جعفر نے بغداد میں انتقال کیا اس سال غسان بن عباد سندھ سے واپس آیا بشر بن داؤد المہلبی اطاعت قبول کر کے اس کی امان میں آ گیا تھا غسان نے سند کی حالت درست کر دی اور عمران بن موسیٰ البرمکی کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا تھا غسان مامون کے پاس پلٹ آیا۔

امیر حج عبداللہ بن عبیداللہ:

بعض راویوں کے بیان کے مطابق اس سال سلیمان بن عبداللہ بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس ﷺ کی امارت میں حج ہوا اور بعض دوسرے راویوں کے بیان کے مطابق اس سال عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ﷺ کی امارت میں جس کو مامون نے یمن اور ہر اس شہر کا جہاں وہ یمن پہنچنے تک اثنارے رہ میں داخل ہوا والی مقرر کیا تھا حج ہوا یہ دمشق سے چل کر بغداد آیا یہاں اس نے عید الفطر کی نماز پڑھائی اور پھر وہ بغداد سے یکم ذی قعدہ دوشنبہ کے دن روانہ ہوا اور اسی کی امارت میں سال سب نے حج کیا۔

۲۱۷ھ کے واقعات

علاقہ بیما کی تسخیر:

اس سال مصر کے علاقہ بیما میں افشین کو فتح حاصل ہوئی وہاں کے باشندوں نے مامون کے حکم پر اپنے آپ کو افشین کے حوالے کر دیا اس مضمون کا ایک عہد نامہ پڑھ کر ان کو سنا دیا گیا افشین نے اس مقام کو ربیع الآخر کی آخری تاریخوں میں فتح کیا۔

عبدوس الفہری کی قتل:

اس سال ماہ محرم میں مامون مصر آئے عبدوس الفہری ان کے سامنے پیش کیا گیا مامون نے اس کی گردن مار دی اس کے بعد وہ شام پلٹ گئے۔

علی بن ہشام اور حسین بن ہشام کا قتل:

اس سال انھوں نے جمادی الاولیٰ میں ہشام کے بیٹے علی اور حسین کو اذنہ میں قتل کر دیا مامون نے علی کو جبال کا والی مقرر کیا تھا ان کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی رعایا پر مظالم کرتا ہے اس نے بہت سوں کو قتل کر دیا اور لوگوں کے مال کو غصب کر لیا ہے انھوں نے عجیف کو اس کے پاس بھیجا علی چاہتا تھا کہ اسے اچانک قتل کر کے بابک کے پاس چلا جائے مگر خود عجیف کا اس پر قابو چل گیا اور وہ اسے مامون

کی خدمت میں لے آیا مامون کے حکم سے ابن الجلیل نے بدھ کے دن جب کہ جمادی الاولیٰ کے ختم ہونے میں چودہ راتیں باقی تھیں اذ نہ میں علی کی اور اس کے بھتیجے محمد بن یوسف نے حسین بن ہشام کی گردن ماردی۔

علی کے سر کی تشہیر:

مامون نے علی کے سر کو بغداد اور خراسان بھیج دیا جہاں وہ سب میں گشت کرایا گیا۔ وہاں سے پھر وہ سر شام اور جزیرے کے ایک ایک ضلع میں پھرایا گیا ذی الحجہ میں دمشق لایا گیا پھر اسے مصر لے گئے اور وہاں گشت کے بعد اسے سمندر میں ڈال دیا گیا۔

علی کے سر کے ساتھ مامون کا رقعہ:

علی کو قتل کر کے مامون نے حکم دیا کہ ایک رقعہ لکھ کر اس کے سر پر باندھ دیا جائے تا کہ سب لوگ اسے پڑھ لیں اس کا مضمون یہ تھا:

''امابعد! امیر المومنین نے امین معزول کے عہد میں دوسرے خراسانیوں کے ساتھ علی بن ہشام کو بھی اپنی امداد وحمایت حق کے لیے دعوت دی چنانچہ اس نے بھی دوسروں کے ساتھ سب سے پہلے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ان کے حق کے لیے اعانت کی اور پورا حق اعانت ادا کیا اس بنا پر امیر المومنین نے بھی اس کے خدمات کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا اور اسے اپنا خاص آدمی بتایا۔ امیر المومنین یہ سمجھتے رہے کہ اگر ہم کوئی کام اس کے سپرد کریں گے تو وہ اپنے اختیارات کے عمل پذیر کرانے میں اور اپنی نیت کو پاک وصاف رکھنے میں اللہ سے ڈرتا رہے گا اس کی اطاعت کرے گا اور امیر المومنین نے اس پر احسان کیا کہ اسے کئی اہم خدمات پر سرفراز کیا اسے بڑی بڑی رقمیں صلے اور انعام میں دیں جس کی مقدار پانچ کروڑ درہم سے زیادہ ہے مگر باوجود اس کے پھر بھی اس نے امانت میں خیانت کی۔

امیر المومنین اس سے اپنے تعلقات منقطع کر لیے اور اسے اپنے سے دور کر دیا مگر پھر انہوں نے اس کی لغزش معاف کر دی اور اسے اس شرط وعہد پر کہ اب وہ پھر اپنی سابقہ خطاؤں کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ جبل' آذربائیجان اور ضلع آرمینیا کا والی مقرر کر دیا تا کہ دشمنان خدا خرمیہ جماعت سے برسرپیکار ہو مگر اس مرتبہ وہ پھر حسب سابق اللہ اور اس کے لیے عمل کرنے کے بجائے دینار ودرہم کو جمع کرنے لگا اس نے اپنے طرز سیاست کو خراب کر لیا رعایا پر ظلم کیا اور بلاوجہ لوگوں کو قتل کیا۔

امیر المومنین نے عجیف بن عنبسہ کو اس کے پاس بھیجا تا کہ وہ خود اس کے حالات دیکھ کر اسے تلافی مافات کی دعوت دے مگر الٹا اس نے عجیف کو قتل کرنے کے لیے اس پر اچانک حملہ کر دیا وہ تو اللہ نے عجیف کو امیر المومنین کی ذات کے ساتھ اس کی مخلصانہ عقیدت مندی کی وجہ سے قوت عطا فرمائی اور اس نے علی کے قاتلانہ حملہ سے اپنے کو بچا لیا ورنہ اگر وہ اس کے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ سلطنت کے لیے ناقابل تلافی نقصان اور مضرت کا باعث ہوتا مگر جس کام کا ارادہ اللہ کرتا ہے وہ بہر حال پورا ہوتا ہے عجیف نے اسے پکڑ لیا۔

جب امیر المومنین نے اللہ کے حکم کو علی پر نافذ کر دیا تو انھوں نے اس بات کو مناسب نہیں سمجھا کہ اس کے جرم کا مواخذہ اس کی اولاد سے بھی کریں اس وجہ سے انھوں نے حکم دے دیا کہ جو وظائف اور معاش علی کی حیات میں اس کی اولاد یا

اعزا کو ملتی تھی وہ بدستور اس کے بھی جاری رہے اگر علی بن ہشام نے عجیف پر قاتلانہ حملہ نہ کیا ہوتا تو اس کے پاس اتنی فوج تھی کہ اس کی قوت وشوکت بھی عیسیٰ بن منصور اور اس جیسے دوسرے خائن باغیوں کی ہوتی۔ والسلام''۔

محاصرہ لولوۃ:

اس سال مامون سلطنت روم میں داخل ہوئے اور سو دن تک لولوۃ محاصرہ کر کے عجیف کو وہاں چھوڑ کر خود چلے گئے۔ اس مقام کے باشندوں نے عجیف کو دھوکہ دے کر قید کر لیا۔ یہ آٹھ روز تک قید میں رہا پھر انھوں نے اسے قید سے رہائی دی اب خود توفیل لولوۃ آیا اور اس نے عجیف کا محاصرہ کر لیا مامون نے اپنی فوجیں اس کے مقابلے پر روانہ کیں مگر توفیل ان کے وہاں تک پہنچنے سے قبل ہی لولوۃ سے کوچ کر گیا اور اس کے باشندے امان لے کر عجیف کے مطیع ہو گئے۔

توفیل شاہ روم کا خط مامون کے نام:

اس سال روم کے بادشاہ توفیل نے مامون کو صلح کے لیے ایک خط لکھا اور اس کی ابتداء اپنے نام سے کی توفیل کا وزیر اس اہم خط کو لے کر جس میں اس نے صلح کی درخواست اور فدیہ کا اقرار کیا تھا مامون کی خدمت میں حاضر ہوا توفیل کا خط یہ ہے:

''امابعد! دو مختلف اشخاص کا اپنے اپنے حصہ پر اکتفا کرنا اس جھگڑے سے اچھا ہے جس کا نتیجہ عزر ہو تمہارے لیے یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ تم دوسرے کے حصے کو اپنے حصے میں شامل کرنے کا دعویٰ کرو۔ اور تم ایسا کر بھی نہیں سکتے اس کو خود جانتے ہو بتانے کی ضرورت نہیں میں تم کو صلح کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں امن و صلح کو پسند کرتا ہوں تاکہ لڑائی ختم ہو جائے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی فوائد اس سے تم کو حاصل ہوں گے تجارت کھل جائے گی قیدی رہا کر دیئے جائیں گے راستے اور علاقے مامون ہو جائیں گے اگر تم میری اس دعوت کو رد کر دو تو میں بحفاظت ہوش وحواس بغیر کسی مبالغے کے تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں خود پھر تمہارے مقابلہ پر پوری تیاری کے ساتھ رسالہ و پیدل کو لے کر دریا کی طرح امنڈ آؤں گا اور اگر تم اس دعوت کو قبول کرتے ہو تو میں نے پہلے ہی معذرت کر لی ہے اور اپنے اور تمہارے درمیان علم حجت قائم کر دیا ہے۔ والسلام''۔

مامون کا توفیل شاہ روم کو جواب:

مامون نے اسے لکھا:

''امابعد! مجھے تمہارا وہ خط ملا جس میں تم نے آشتی اور مصالحت کی درخواست کی ہے اور اس میں نرم وگرم لہجہ کو گڈمڈ کر دیا ہے اور تجارت نے کھل جانے' فوائد کے حصول' قیدیوں کی رہائی اور کشت وخون کی بندش کی لالچ دلائی ہے اگر میں خود امن وصلح کا جویاں اور خواہاں نہ ہوتا تو تمہارے اس خط کا جواب ایسے بہادر' دلیر اور صاحب بصیرت شہسواروں سے دیتا جو تم کو تمہاری ماؤں سے جدا کر دیتے اور تمہارے قتل کو اللہ کے ہاں قرب کا ذریعہ بناتے اور اللہ کی وہ تمہاری شوکت کے مقابلے میں ثابت قدم رہتے پھر میں ان کی امداد میں کمک بھیجتا جس کی تعداد اور ساز وسامان میں کوئی کوتاہی نہ کرتا۔

واضح رہے کہ ہمارے مجاہد تمہارے مقابلہ میں موت کے زیادہ تشنہ وطالب ہیں حالانکہ تم ان کی چیرہ دستی کے خوف سے بچاؤ چاہتے ہو اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مجاہدین سے دو نیکیوں کا سچا وعدہ کیا ہے فی الوقت غلبہ اور آخرت

میں بہترین مقام۔

مگر پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے تم کو نصیحت کر دیکھوں تا کہ اللہ کے نزدیک تمہارے مقابلہ میں حجت قائم ہو جائے کہ اب میں تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو وحدانیت اور شریعت حنیفیہ کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اسے قبول کرو اگر اسے قبول نہیں کرتے تو فدیہ منظور کرو تا کہ پھر ہم پر تمہارا ذمہ قائم ہو جائے اور تم سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اگر تم اسے بھی نہ مانو گے تو یقین جانو کہ ہمارے برق دم شہسوار بجائے زبانی باتوں کے خود اپنا لوہا تم سے منوالیں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ''۔

اس سال مامون سلغوس سے آئے اس سال علی بن عیسیٰ القمی نے جعفر بن داؤد القمی کو گرفتار کر کے بھیجا ابو اسحٰق بن الرشید نے اس کی گردن ماردی۔

امیر حج سلیمان بن عبداللہ:

اس سال سلیمان بن عبداللہ بن سلیمان بن علی کی امارت میں حج ہوا۔

۲۱۸ھ کے واقعات

اس سال مامون سلغوس سے رقہ آئے اور یہاں انھوں نے ابن الداری کو قتل کیا اس سال انھوں نے رافقہ کے تخلیہ کا حکم دیا تھا کہ ان کے خدوحشم وہاں فروکش ہوں اس حکم سے رافقہ کے باشندوں کو بہت تکلیف ہوئی جس کا انھوں نے اظہار کیا مامون نے پھر ان کو معاف کر دیا۔

طوانہ کی تعمیر:

اس سال مامون نے اپنے بیٹے عباس کو روم کے علاقے میں بھیجا اور حکم دیا کہ طوانہ میں فروکش ہو اور اس کی تعمیر کرے اس کام کے لیے انھوں نے پہلے ہی معماروں اور بیگاریوں کو وہاں بھیج دیا تھا سب سے پہلے عباس نے اسی کی تعمیر شروع کی ایک میل مربع اسے بنایا۔ تین فرسنگ طویل فصیل بنائی اس کے چار دروازے قائم کیے اور ہر دروازے پر ایک ایک قلعہ تعمیر کیا مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اس کام کے لیے یکم جمادی میں بھیجا تھا۔

جبری فوج کی طلبی:

مامون نے اپنے بھائی ابواسحٰق بن الرشید کو لکھا کہ میں نے دمشق، حمص، اردن اور فلسطین کی فوج پر چار ہزار نفر عائد کیے ہیں۔ ان میں سوار کو سو درہم اور پیادے کو چالیس درہم ماہانہ دیئے جائیں انھوں نے مصر سے بھی جبراً فوج طلب کی تھی جو جبری فوج انھوں نے قنسرین اور جزیرے پر عائد کی تھی اس کے متعلق انھوں نے عباس کو لکھا اور بغداد کی جبری سپاہ کے متعلق اسحٰق بن ابراہیم کو احکام بھیج دیئے۔ ان کی تعداد دو ہزار تھی ان میں سے کچھ وہاں سے چل کر طوانہ آ گئے اور وہ بھی عباس کے ہمراہ وہیں فروکش ہوئے۔

مامون کا اسحٰق بن ابراہیم کے نام خط:

اس سال مامون نے اسحٰق بن ابراہیم کو قاضیوں اور محدثین کے امتحان کے لیے حکم بھیجا اور لکھا کہ ان کی جماعت کو ہمارے

پاس رقعہ بھیجا جائے ذیل میں وہ پہلا خط نقل کیا جاتا ہے جو اس معاملہ کے متعلق مامون نے لکھا تھا:

''امابعد! مسلمانوں کے ائمہ اور خلفاء پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس دین کی اقامت میں جسے اللہ نے ان کی حفاظت میں دیا ہے اور ان مواریث نبوت کے قیام میں جن کا اللہ نے ان کو وارث بنایا ہے اور اس علم کے اظہار کے لیے جو ان کو ودیعت ہوا ہے اور رعایا میں حق وصداقت کے ساتھ عمل کرنے اور ان کو اللہ کی طاعت پر آمادہ کرنے کے لیے اجتہاد سے کام لیں امیر المومنین اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کے فرائض کی بجا آوری میں اپنی رحمت سے ان کو توفیق اور عزم صحیح عطا فرمائے۔

امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ عوام الناس کا ایک بڑا گروہ جسے نہ سمجھ ہے نہ عقل ہے نہ ان کو ہدایت پہنچتی ہے اور نہ علم کی روشنی اور نہ برہان سے وہ مستفید ہوتے ہیں تمام اطراف واکناف میں اللہ سے بالکل ناواقف ہیں انھیں اس کی کچھ خبر نہیں نہ وہ اس کے دین کی حقیقت سے واقف ہیں نہ توحید اور ایمان کو جانتے ہیں۔ اس کی کھلی ہوئی نشانیوں سے بے خبر اور اس کی بدیہی راستے سے ناواقف ہیں وہ اللہ کو اس کی قدر کے مطابق اندازہ کرنے سے اور اس کی اصلی معرفت سے قاصر ہیں اپنی کم عقلی کوتاہ فہمی اور پوری طرح تفکر نہ کرنے کی وجہ سے وہ اللہ اور اس کی مخلوق میں فرق نہیں کر سکتے اسی وجہ سے انھوں نے اللہ اور اس کے نازل کردہ قرآن کو مساوی قرار دیا ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے سب نے بالاتفاق اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ قرآن قدیم ہے اوّل ہے نہ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے نہ اسے ایجاد کیا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے: اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اور جس شے کو اللہ تعالیٰ نے جعل کیا ہے اسے خلق کیا ہے اور فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَ النُّوْرِ. اور کہتا ہے: كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ. یہ کہ اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتادی کہ کلام پاک میں ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا وہ واقعات پہلے ہیں اور قرآن ان کے بعد میں وہ کہتا ہے الٓرٰ كِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ. اور جو شے محکم اور مفصل ہوتی ہے اس کا کوئی محکم اور مفصل ہونا چاہیے چنانچہ خود اللہ اپنی کتاب کا محکم اور مفصل ہے اس لیے وہ اس کا خالق اور مستدع ہے۔

اس کے علاوہ ان لوگوں نے باطل کو اپنا شعار قرار دے کر لوگوں کو اپنے مسلک کی دعوت دی اور دعویٰ یہ کیا کہ وہ سنت کے پیرو ہیں حالانکہ کلام اللہ کی ہر فصل میں قرون اولیٰ کے قصص بیان کیے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے ان کے مسلک کا بطلان ہو جاتے ہیں اور ان کے دعویٰ کی تکذیب ہوتی ہے مگر پھر بھی یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں کہ صرف وہ اہل حق پیروان مذہب اور اہل جماعت ہیں ان کے سوا سب اہل کفر و باطل اور فرقے والے ہیں۔ عرصہ تک لوگوں کو اس خیال کی تعلیم دینے کا یہ اثر ہوا ہے کہ جہلا ان کے دھوکے میں آ گئے یہاں تک کہ ایسے لوگ بھی جو جھوٹے مشتق متقی ہیں غیر اللہ کے سامنے جھکنے والے اور غیر دین میں متعصب واقع ہوئے تھے ان کے ہم خیال اور ہم رائے اس لیے ہو گئے ہیں کہ اس طرح اس جماعت میں ان کی خاص عزت وحرمت ہوگی ان کو ریاست اور عدالت مل جائے گی۔

اس لیے انھوں نے اس کے باطل کے لیے اللہ حق کو چھوڑ دیا اور اللہ کو چھوڑ کر ضلالت میں جا شریک ہوئے ان کے

ظاہری تزکیہ اور تورع کی وجہ سے ان کی شہادت کو لوگوں نے مان لیا اور اب ان کے ذریعے سے کتاب اللہ کے احکام نافذ ہونے لگے۔ حالانکہ نہ ان کا ایمان درست ہے اور نہ نسب ان کی نیتیں فاسد ان کا یقین مجروح ان کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ اس دھوکہ سے ایک فتنہ وفساد پیدا کر دیا جائے انھوں نے اپنے مولیٰ رب پر افترا اور بہتان عائد کیا ہے حالانکہ کلام پاک میں ان سے عہد واثق لیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مقابلہ میں صرف حق بات بیان کریں گے مگر انھوں نے اس تعلیم کو مٹا دیا انھیں کے لیے اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے:

﴿ وَاَصَمَّهُمُ اللّٰهُ وَ اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾

''اللہ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی بصارت کو باطل کر دیا وہ کیوں قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ کیا قلوب پر قفل پڑے ہوئے ہیں''۔

امیر المومنین نے محسوس کیا کہ یہ لوگ امت کے لیے شر اور ضلالت کی جڑ ہیں انھوں نے توحید اور ایمان میں قطع برید کر دی ہے یہ جاہل اور جھوٹے ہیں شیطان ان کی زبان سے بول رہا ہے ان کی صداقت وشہادت متروک اور مردود ہونے کے قابل ہے ان کے کسی قول وعمل پر اس لیے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کہ عمل یقین کے بعد ہے اور یقین اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک کہ کوئی حقیقت اسلام سے پوری واقفیت نہ رکھتا ہو اور توحید کا سچا ماننے والا نہ ہو اور جو ان حقائق سے اندھا ہے وہ اپنے عمل اور شہادت میں اور بھی زیادہ اندھا اور گمراہ ہو گا۔

لہٰذا جو تمہارے ہاں قاضی ہوں ان کو بلا کر ہمارا یہ خط سنا دو ان کے عقائد کا امتحان لو اور دریافت کرو کہ آیا وہ قرآن کو اللہ کی پیدا کردہ شے سمجھتے ہیں یا کیا؟ اور یہ بتا دو کہ جس شخص کا ایمان اور توحید کے متعلق اس کا اعتقاد پکا اور سچا نہ ہو گا امیر المومنین آیندہ اس سے کوئی خدمت ملی نہ لیں گے اگر وہ خلق قرآن کو تسلیم کریں تو بہت اچھا ہے اور پھر تم ان کو حکم دینا کہ وہ علی روس الاشہاد اپنے عقیدے کو بیان کر دیں اور جو اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ قرآن مخلوق اور محدث ہے اس کی شہادت ترک کر دی جائے اس کے علاوہ تم اپنے علاقے کے تمام قاضیوں سے اس مسئلہ کے متعلق استغفار کرو اور ان کو ہمارا حکم پہنچا دو اور ان کے حال کی نگرانی رکھو تا کہ جب تک وہ اپنے دین وایمان میں پکے اور سچے نہ ثابت ہوں وہ احکام الٰہی کو نافذ نہ کرنے پائیں میرے اس حکم کا جو اثر ہو اس سے تم مجھے اطلاع دینا''۔

یہ خط ربیع الاوّل ۲۱۸ھ میں لکھا گیا:

خلق قرآن کے متعلق سات اشخاص کا اقرار:

مامون نے اسحٰق بن ابراہیم کو لکھا: ان سات اشخاص محمد بن سعد کاتب الواقدی' ابومسلم مستملی' یزید بن ہارون' یحییٰ بن معین' زہیر حزب الوخیثمہ' اسمٰعیل بن داؤد' اسمٰعیل بن ابی مسعود اور احمد بن الدورقی کو ہمارے پاس بھیج دو۔ اسحٰق نے ان کو بھیج دیا مامون نے خلق قرآن کو ان سے دریافت کیا۔ ان سب نے اس بات کو تسلیم کیا کہ قرآن مخلوق ہے مامون ان کو مدینۃ السلام بھیج دیا اب اسحٰق بن ابراہیم نے ان لوگوں کو اپنے ہاں طلب کر کے تمام فقہا اور محدثین کے روبرو ان کا عقیدہ بیان کیا اس وقت بھی ان سب نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اسی طرح اقرار کیا جس طرح کہ وہ مامون کے سامنے کر آئے تھے اسحٰق نے ان کو چھوڑ دیا اس نے یہ کارروائی

مامون کے حکم سے کی تھی۔

خلق قرآن کے متعلق مامون کا اسحٰق بن ابراہیم کے نام خط:

اس کے بعد مامون نے اسحٰق بن ابراہیم کو حسب ذیل خط لکھا:

''امابعد! اللہ نے جن لوگوں کو اپنی زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اور ان امینوں پر جن کو اس نے اپنے بندوں کے لیے اختیار کیا ہے تاکہ وہ اس کے دین کو قائم کریں اور جن لوگوں پر اس نے اپنی مخلوق کی نگرانی عائد کی ہے' اپنے احکام اور قوانین کا نفاذ اور اپنی مخلوق میں اپنے عدل کو بروئے کار لانے کا فرض عطا کیا ہے ان پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ پوری طرح اس کا حق ادا کریں اپنے فرائض کی بجا آوری میں اس سے خلوص برتیں اور اس علم اور معرفت کی وجہ سے جو اللہ نے ان کو دیا ہے لوگوں کو حق پر چلائیں جو اس سے بھٹک جائے یا بچھڑ جائے' اسے راہ راست بتائیں اپنی رعایا کو نجات کی راہیں بتائیں ان کو اصول اور حدود ایمان سمجھائیں اور وہ راستہ بتائیں جس کے ذریعہ سے وہ کامیابی حاصل کر سکیں اور مہالک سے محفوظ رہ سکیں جو امور دینی پوشیدہ اور مشتبہ ہوں ان کو صاف کریں تاکہ شک جاتا رہے اور دلیل کی روشنی سب کے لیے واضح ہو جائے۔

یہ کام ان کو خود ہی انجام دینا چاہیے کیونکہ یہ خدمت تمام خدمات کی جامع ہے اس میں رعایا کے فوائد دینی و دنیاوی مشتمل ہیں اور وہ ان باتوں کو اپنی رعایا کو یاد دلائیں جن کے متعلق اللہ نے ان سے اپنی خلافت کا منصب عظمیٰ دیتے وقت یہ توقع کی ہے کہ وہ اپنے پیش رووں کی طرح بدستور اس خدمت کو انجام دیں گے اس بات میں امیر المومنین صرف اللہ واحد سے توفیق کی درخواست کرتے ہیں اور وہی ان کے لیے بالکل کافی وافی ہے۔

قرآن کے متعلق جو عقیدہ پیدا ہوا ہے اس پر بہت غور و فکر کرنے کے بعد امیر المومنین کو یہ بات عیاناً نظر آ رہی ہے کہ یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے جس کا دین اسلام اور مسلمانوں پر نہایت مضر ہوگا۔ کیونکہ قرآن کو اللہ نے ہمارے لیے امام بنایا ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کا ہمارے لیے اثر باقی ہے۔ یہ بات بہت سے لوگوں پر مشتبہ ہو گئی ہے یہاں تک کہ عقلوں نے یہ بات بتائی کہ یہ مخلوق ہی نہیں ہے اسی طرح انھوں نے اللہ کی صفت خلق سے جس کی وجہ سے وہ اپنی تمام مخلوقات کے مقابلہ میں نمایاں طور پر علیحدہ اور منفرد ہے کیونکہ اس نے صرف اپنی حکمت اور قدرت سے بغیر کسی ابتداء اور تقدم کے ہر شے کو خلق اور ایجاد کیا ہے انکار کیا حالانکہ ماسوا اللہ ہر شے مخلوق اور حادث ہے جس کا خلق اور محدث خود اللہ ہے اس پر تو خود قرآن ناطق اور دال ہے۔ اور اس نے ہمیشہ کے لیے اس باب میں جتنے اختلافات تھے ان کو مٹایا ہے۔

معلوم ہوتا ہے خلق قرآن کے مسئلہ میں ان مدعیوں نے نصاریٰ کی تقلید کی ہے کیونکہ نصاریٰ مدعی ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ حکمت اللہ ہیں اس لیے وہ مخلوق نہیں حالانکہ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے پیدا کیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا یہاں جعل خلق کے معنی میں مراد لیا گیا ہے اور فرماتا ہے وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَّ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھی دوسری مخلوقات کے مساوی کر دیا ہے جن کی صفت تخلیق کو اس نے یہاں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ صرف وہی ان کا خالق ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ یہاں بتایا گیا ہے کہ لوح قرآن کو احاطہ کیے ہوئے اور محیط مخلوق ہوتا ہے لہٰذا قرآن ہی مخلوق ہوا۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے کہتا ہے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اور فرماتا ہے مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اور کہتا ہے وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اور كَذَّبَ بِاٰيَاتِهٖ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جھوٹا کہہ کر مذموم قرار دیا ہے جنہوں نے کہا تھا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ اور پھر اپنے رسول ہی کی زبان سے ان کی تکذیب کرائی اور فرمایا قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى (جواب دو کہ وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے کس نے نازل کی تھی) ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے قرآن کو قرآن ذکر، ایمان، نور ہدی مبارک، عربیاً اور قصصاً کہا ہے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اور فرماتا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ اور کہتا ہے قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ اور کہتا ہے لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ... ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے قرآن کے لیے اوّل اور آخر بنایا ہے اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ وہ محدود اور مخلوق ہے ان جہلا نے قرآن کے متعلق ایک خاص عقیدہ کا اظہار کر کے اپنے ایمان اور امانت میں بڑا رخنہ ڈالا ہے اور اس طرح اسلام کے دشمنوں کے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ کہ وہ اس پر حملہ کریں اس عقیدہ کو ظاہر کر کے انھوں نے اپنے تبدیل مذہب اور الحاد کا اقرار کیا ہے کہ اللہ کی ایک مخلوق شے کو اس صفت سے موصوف کیا جو صرف اسی کے لیے مختص ہے۔ قرآن کو اللہ سے تشبیہہ دی حالانکہ تشبیہہ اس کے مخلوقات کے لیے زیبا ہے۔

امیر المومنین خوب جانتے ہیں کہ جو لوگ اس عقیدے کے قائل ہیں وہ دین ایمان اور یقین سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے وہ اس بات کو جائز نہیں رکھتے کہ ان کی اب امانت عدالت یا شہادت اور قول اور حکایت پر اعتماد کیا جا سکے وہ اس قابل نہیں رہے کہ ان سے رعایا کی کوئی بھی سرکاری خدمت لی جائے اگرچہ ان میں سے بعض بہت ہی نیک چلن ہیں مگر فروع سے کیا ہوتا ہے اصل تو عقائد ہیں ان کی بھلائی اور برائی پر مدح و ذم ہوتی ہے جو شخص کہ اصل اصول ایمان اور توحید سے کماحقہ واقف نہ ہو اور احکام و اصول سے بدرجہ اولیٰ جاہل ہوگا۔

تم میرے اس خط کو جعفر بن عیسیٰ اور قاضی عبدالرحمٰن بن اسحٰق کو سنا دو اور دریافت کرو کہ قرآن کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے؟ اور یہ کہہ دو کہ جس شخص کی توحید اور ایمان پر ہمیں بھروسہ نہ ہوگا ہم اس سے کوئی سرکاری خدمت نہیں لیں گے اور کسی شخص کا عقیدہ توحید اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل نہ ہو اگر وہ ہمارے بات مان لیں تو ان کو حکم دو کہ فصل خصومات کے وقت جب لوگ اپنے دعوؤں کے ثبوت میں شہادت پیش کریں تو ان سے پہلے اس عقیدے کو دریافت کر لیا کریں جو کوئی خلق قرآن کو نہ مانتا ہو اس کی شہادت نامقبول سمجھی جائے اور اس کی بات پر قطعی وہ دونوں فیصلہ نہ دیں اگرچہ وہ کیسا ہی نیک معاش معقول اور متقی آدمی ہو تمہارے تحت کے علاقے میں جس قدر قاضی ہوں ان سب کو یہی ہدایت کر دی جائے اور اس کے نتیجے سے ہمیں مطلع کیا جائے''۔

حکام وفقہا اور محدثین کی طلبی:

اس غرض کے لیے اسحٰق بن ابراہیم نے فقہاء حکام اور محدثین کی ایک جماعت کو طلب کیا اور ابوحسان الزمادی ابشر بن الولید الکندی' علی بن ابی مقاتل' فضل بن خاتم' ذیال بن الہیثم' سجادہ' قواریری' احمد بن حنبل' قتیبہ' سعدویہ الواسطی' علی بن الجعد' اسحٰق بن ابی اسرائیل' ابن الہرش' ابن علیۃ الاکبر' یحییٰ بن عبدالرحمٰن العمری اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک اور شیخ کو جو رقہ کے قاضی تھے' ابوالنصر التمار' ابونصر القطیعی' محمد بن حاتم بن میموں محمد بن نوع المضروب' ابن الفرخان اور ایک اور جماعت کو جس میں النضر بن شمیل' ابن علی بن عاصم' ابوالعوام البزازی' ابن شجاع اور عبدالرحمٰن بن اسحٰق تھے اپنے پاس بلایا۔

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق استفسار:

دومرتبہ مامون کا خط انھیں پڑھ کر سنایا تا کہ وہ سمجھ لیں اس کے بعد اس نے بشر بن الولید سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو' اس نے کہا کہ میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ اپنا خیال امیر المومنین سے بیان کر دیا ہے اسحٰق نے کہا ہاں یہ بات سچ ہوگی مگر اب تو امیر المومنین کے اس خط سے یہ معاملہ از سرنو زیر بحث آ رہا ہے لہٰذا اب بتاؤ کیا کہتے ہو اس نے کہا میں کہتا ہوں قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اسحٰق نے کہا میرا سوال یہ نہیں ہے بلکہ یہ بتاؤ کہ قرآن مخلوق ہے یا کیا؟ اس نے کہا اللہ ہر شے کا خالق ہے اسحٰق نے پوچھا تو کیا قرآن شے ہے؟ اس نے کہا ہاں اسحٰق نے کہا تو وہ مخلوق ہے خالق نہیں ہے اسحٰق نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا' یہ بتاؤ کہ آیا وہ مخلوق ہے اس نے کہا بس جو میں نے تم سے کہہ دیا ہے اس پر میں اضافہ نہیں کرتا اور میں تو امیر المومنین کے سامنے عہد کر چکا ہوں کہ اس مسئلے میں اب گفتگو ہی نہیں کروں گا جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا۔

بشر بن الولید کا جواب:

اسحٰق نے ایک رقعہ اٹھایا جو اس کے سامنے رکھا ہوا تھا' اور اس کے مضمون کو سنا کر پوچھا کیا تم اس سے موافقت کرتے ہو کہ اللہ واحد یکتا کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں نہ اس سے پہلے کچھ تھا نہ اس کے بعد کچھ ہے اس کی مخلوقات میں سے کوئی شے کسی طرح بھی اس کے مشابہ نہیں بشر نے کہا ہاں میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور میں تو ان لوگوں کو مارا کرتا تھا جو اس اصولی عقیدے میں ذرا بھی کمی کرتے۔ اسحٰق نے منشی سے کہا جو کچھ اس نے کہا ہے لکھ لو۔

علی بن مقاتل کا جواب:

اس کے بعد اسحٰق نے علی بن مقاتل سے پوچھا۔ تم کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا اس مسئلہ کے متعلق میں اپنے خیال کو بارہا امیر المومنین سے بیان کر چکا ہوں اور وہی اب بھی کہتا ہوں۔ اسحٰق نے اس رقعے کے جواب میں پوچھا اسے تسلیم کرتے ہو اس نے کہا جی ہاں پھر پوچھا تو قرآن مخلوق ہے؟ اس نے کہا قرآن اللہ کا کلام ہے اس نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا۔ علی نے کہا قرآن اللہ کا کلام ہے اور اگر امیر المومنین ہمیں کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو ہم بسر وچشم اسے تسلیم کریں گے۔ اسحٰق نے منشی سے کہا اس کی گفتگو لکھ تو اب اس نے ذیال سے اسی قسم کا سوال کیا۔ جیسا کہ اس نے علی بن مقاتل سے کیا تھا اور ذیال نے ویسا ہی جواب دے دیا۔

ابوالحسن الزیادی کی رائے:

اس کے بعد اسحٰق نے ابوالحسن الزیادی سے پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا آپ جو چاہیں پوچھیں اس نے وہ رقعہ پڑھ کر

سنایا اور دریافت کیا کہ کیا تم کو اس سے اتفاق ہے؟ اس نے کہا ہاں میں اس کا اقرار کرتا ہوں اس کے بعد یہ بھی کہا کہ جو اس عقیدے کو نہیں مانتا میرے نزدیک وہ کافر ہے اسحٰق نے کہا تو قرآن ہے اس نے کہا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ ہر شے کا خالق ہے اور اس کے سوا ہر شے مخلوق ہے امیر المومنین ہمارے امام ہیں انہیں کی وجہ سے یہ تمام علم ہم کو پہنچا ہے وہ جو کچھ سن چکے ہیں ہم نے اسے نہیں سنا اور جس قدر ان کو علم ہے اتنا ہمیں نہیں۔ اللہ نے ہماری باگ ان کے سپرد کی ہے وہ حج اور نماز ہماری امامت کرتے ہیں ہم اپنے مال کی زکوٰۃ لے جا کر دیتے ہیں اور ان کی معیت میں جہاد کرتے ہیں ان کی امامت کو برحق سمجھتے ہیں جو وہ حکم دیں گے ہم اس پر کاربند ہوں گے جس بات کی وہ ممانعت کر دیں گے ہم اس سے رک جائیں گے اگر کسی بات کے لیے وہ ہمیں دعوت دیں گے ہم اس پر لبیک کہیں گے۔

اسحاق نے کہا یہ سب صحیح ہے مگر یہ بتاؤ قرآن مخلوق ہے اس کے جواب میں ابوالحسن نے پھر وہی کہا جو پہلے کہہ چکا تھا اسحٰق نے کہا مگر امیر المومنین کا تو یہ عقیدہ ہے ابوالحسن نے کہا ہوگا مگر اس کا انھوں نے حکم نہیں دیا۔ اور نہ اس کی دعوت دی ہے ہاں اگر تم مجھ سے کہو کہ امیر المومنین نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ میں بھی قرآن کے بارے میں یہی کہوں تو جب تم مجھے حکم دو گے اسی کے مطابق میں اپنے عقیدے کا اظہار کر دوں گا۔ میں تم پر پورا اعتماد رکھتا ہوں کہ تم صرف وہی کہو گے جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے لہٰذا اگر تم مجھے کوئی ایسا حکم دیتے تو میں ضرور اس کی بجا آوری کرتا اسحٰق نے کہا بے شک مجھے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے کہ میں کوئی بات ان کی طرف سے تم سے کہوں۔

علی بن مقاتل نے کہا امیر المومنین کا ذاتی خیال ایسا ہی ہے جیسا کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کا اختلاف فرائض اور مواریث میں ہے مگر اس کا اقرار دوسروں پر فرض نہیں کیا گیا ابوحسان نے کہا جو کچھ ہو میں تو ان کے ہر حکم کی بسر و چشم بجا آوری کے لیے تیار ہوں آپ مجھے حکم دیں میں حسب عمل کروں گا اسحٰق نے کہا امیر المومنین نے مجھے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ میں کسی بات کے قبول کرنے کا تم کو حکم دوں صرف اس کا حکم دیا ہے کہ میں تمہارا خیال دریافت کروں۔

اس کے بعد اسحٰق نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ قرآن کے بارے کیا کہتے ہو؟

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار:

انہوں نے کہا اللہ کا کلام ہے اسحٰق نے پوچھا وہ مخلوق ہے انہوں نے کہا وہ اللہ کا کلام ہے اور میں کچھ نہیں کہتا اب اس نے اس رقعے کے مضمون پر ان کی موافقت چاہی۔ اور اس مقام پر پہنچا لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. اور اس جملہ پر وہ خاموش ہو گئے کہ لا يشبه شيء من خلقه في معنى من المعاني و لا وجه من الوجوه. (اس کی مخلوق میں سے کوئی شے کسی حیثیت سے اور کسی طرح بھی اس کے مشابہ نہیں ہے) ابن البکاء الاصغر نے ان پر اعتراض کیا اور اسحٰق سے کہا کہ جناب والا ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کان سے سنتا اور آنکھ سے دیکھتا ہے اس نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ سمیع و بصیر کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے اس نے کہا اس کے کیا معنی ہیں انھوں نے کہا میں نہیں جانتا بس وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد اس نے فرداً فرداً سب سے بلا کر دریافت کیا سب نے یہی جواب دیا کہ قرآن اللہ کلام ہے سوائے ان لوگوں

کے: قتیبہ' عبید اللہ بن الحسن' ابن علیہ الاکبر' ابن البکاء' عبدالمنعم بن ادریس' ابن بنت وہب بن المنبہ' المظفر بن مرجا' اور ایک اور شخص کے جو بہت ہی ضعیف اور نابینا تھا' اور فقیہ بھی نہ تھا۔ نہ وہ کوئی ایسا مشہور صاحب علم تھا' مگر کسی نہ کسی طرح وہ بھی ان علماء کی مجلس میں باریاب ہو گیا تھا اور ایک شخص جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھا' اور رقہ کا قاضی تھا' ابن الاحمر۔

ابن ابکاء کی رائے:

ابن البکاء نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجعول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اور قرآن محدث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اسحٰق نے اس سے پوچھا تو مجعول مخلوق ہے اس نے کہا جی ہاں۔ اسحٰق نے کہا تو قرآن مخلوق ہے اس نے کہا میں یہ تو نہیں کہتا ہاں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجعول ہے۔ اسحٰق نے اس کا بیان لکھ لیا۔

ابن البکاء الاصغر کی تجویز:

جب وہ اس جماعت کا امتحان لے چکا اور ان سب کے اقوال قلمبند کر چکا تو ابن البکاء الاصغر نے یہ تجویز پیش کی کہ ان دونوں قاضیوں کو جو کہ امام ہیں' آپ حکم دیں کہ اس مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اسحٰق نے اس سے کہا کہ یہ وہ اشخاص ہیں جو ضرور امیر المومنین کے قول کو ثابت کریں گے اس نے کہا تو بہتر ہے کہ آپ ان دونوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے خیالات ہم سے بیان کر دیں تاکہ ہم پھر ان کی دوسروں سے حکایت کر دیں۔ اسحٰق نے کہا اگر تم کبھی ان کے روبرو شہادت دینے جاؤ گے تو تم کو اس مسئلے میں ان کے عقائد کا حال معلوم ہو جائے گا۔

فقہاء و محدثین اور حکام کے متعلق مامون کا اسحٰق کے نام خط:

اس مجلس سے فارغ ہو کر اسحٰق نے اس تمام جماعت کے فرداً فرداً اقوال لکھ کر مامون کے پاس بھیج دیئے نو دن کے بعد اس نے ان سب کو دوبارہ اس وقت طلب کیا جب کہ ان کے بارے میں اس کے خط کے جواب میں مامون کا خط اسے مل گیا۔ مامون کا وہ خط یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''امابعد! امیر المومنین نے جو خط تم کو قرآن کے بارے میں ایک خاص اور انوکھا عقیدہ رکھنے والوں کے امتحان کے بارے میں لکھا تھا اس کا جواب موصول ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے خط کے موصول ہونے کے بعد تم نے جعفر بن عبدالرحمٰن بن اسحٰق کی موجودگی میں بغداد کے فقہا محدثین اور مفتیوں کو طلب کر کے ہمارا خط سب کو سنایا اور پھر ان سے قرآن کے بارے میں ان کا عقیدہ پوچھا اور یہ معلوم کیا کہ کون اس بات کا قائل ہے کہ کوئی شے بھی کسی طرح اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں اور قرآن کے متعلق ان کے خیالات میں کیا اختلاف ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو شخص خلق قرآن کا قائل نہیں ہے تم نے اسے ممانعت کر دی کہ وہ نہ علانیہ طور پر اور نہ خفیہ طور پر حدیث کا درس دے یا فتویٰ لکھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تم نے دونوں قاضیوں کی طرح سندی اور عباس مولیٰ امیر المومنین کو ہماری ہدایت کے مطابق ان لوگوں کے متعلق حکم دے دیا کہ جو گواہ ان کے سامنے پیش ہو اس سے وہ اس مسئلے کے متعلق اطمینان کر لیا کریں نیز یہ کہ تم نے اپنے علاقے کے تمام قاضیوں کو اپنے پاس بلایا ہے تاکہ تم امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق ان کا بھی اس مسئلہ میں

امتحان لو خط کے آخر میں تم نے اپنے وہاں کے تمام نام اور اقوال لکھ دیئے ہیں۔ ہم تمہارے خط کے مضمون سے پوری طرح آگاہ ہوئے اس تمام کارروائی پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت اپنے بندے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائے اور ہماری یہ تمنا ہے کہ اللہ اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے سلامتی نیت کے ساتھ ہماری مدد کرے۔

جن لوگوں کے نام تم نے اپنے خط میں لکھے ہیں کہ ان سے تم نے اس سکے کو دریافت کیا اور ان کے بیانات لکھے ہیں کہ ہم نے ان کے معاملہ پر غور کیا اس کے متعلق یہ ہے کہ مغرور بشر بن الولید نے نفی تشبیہ میں جو کچھ کہا ہے مگر قرآن کے مخلوق ہونے پر وہ خاموش ہو گیا اور اس کے متعلق گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ وہ امیر المومنین کے سامنے عہد کر چکا ہے تو اس کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اس مسئلے یا کسی دوسرے مسئلے میں اس قسم کی گفتگو یا عہد اس کے اور امیر المومنین کے درمیان نہیں ہوا اور نہ کوئی مناظرہ ہوا اس کے سوا اس نے بارہا ہمارے سامنے کلمہ اخلاص پر اپنے اعتقاد کو بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

اس لیے تم اسے بلاؤ اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کی اسے اطلاع دو اور قرآن کے متعلق اس کا صاف صاف عقیدہ دریافت کرو۔ اور اس سے توبہ کراؤ کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو قرآن کے متعلق کچھ اور عقیدہ رکھتا ہے وہ نرا کفر اور شرک ہے اس لیے اس عقیدے سے توبہ کرانا ضروری ہے اگر وہ توبہ کرے تو تم اس بات کا اعلان کر دینا اور چھوڑ دینا اگر وہ اپنے اس عقیدے پر اصرار کر لے اور قرآن کے مخلوق ہونے سے انکار کرے تو اس کے اس کفر والحاد کی پاداش میں تم اس گردن مار دینا اور اس کے سر کو ہمارے پاس بھیج دینا۔

یہی معاملہ ابراہیم بن المہدی کا ہے بشر کی طرح تم اس کا بھی امتحان لو کیونکہ وہ بھی بشر کی طرح امیر المومنین کے بارے میں کہا کرتا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ بالکل جھوٹا ہے لہٰذا اگر وہ قرآن کے مخلوق ہونے کو تسلیم کرتا ہے تو تم اس کے عقیدے کا اعلان کرنا اور اسے چھوڑ دینا ورنہ اسے بھی قتل کر کے اس کے سر کو ہمارے پاس بھیج دینا۔

علی بن مقاتل سے کہنا کہ کیا تو نے امیر المومنین سے یہ بات نہیں کہی کہ تو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتا ہے اور کیا تو نے ہم سے قرآن کے متعلق وہی عقیدہ اپنا بیان نہیں کیا جو ہم نے اس سے بیان کیا تھا اور اس بات کو سب ہی جانتے ہیں۔

ذیال بن الہیثم سے کہنا کہ ابناء میں تو کھانا چرایا کرتا تھا اور مدینہ امیر المومنین ابو العباس کی جو خدمت اس کے تفویض تھی کیا صرف وہ مشغلے اس کے لیے کافی نہ تھے جو وہ اس اہم اصول مسئلے میں داخل دے رہا ہے اگر ایسا ہی وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والا ہوتا تو کبھی ایمان کے بعد شرک میں نہ پڑتا۔

احمد بن یزید العوام سے جس نے قرآن کے متعلق جواب دینا مناسب نہیں سمجھا مگر جب اس کو سزا دی گئی تو وہ جواب دے گا۔ اچھا اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بھی کام تمام کر دینا۔

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو کچھ تم نے لکھا ہے ہم نے پڑھا۔ اس سے کہہ دو کہ امیر المومنین اس کے قول کے مفہوم سے

پوری طرح آگاہ ہو گئے اس کو اس مسئلہ میں اس کا عقیدہ معلوم ہوا جو اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے اور اس کا خمیازہ اسے اٹھانا پڑے۔

فضل بن ظالم سے کہو کہ ایک سال سے بھی کم مدت میں تو نے مصر میں جس قدر آخر کاری روپیہ ناجائز طریقے سے کمایا ہے اس کی وجہ سے تجھے امیر المومنین کا خوف نہیں آیا جواب یہ مزید جرات کر رہا ہے۔ حالانکہ اس بات پر مطلب بن عبداللہ سے تیرا جھگڑا بھی ہوا تھا۔ جو شخص ایسا چور اور بد دیانت ہو اور دینار و درہم کا اس قدر طامع ہو اس سے یہ کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنا ایمان روپیہ اور نفع عاجل کی خاطر بیچ ڈالے۔ علاوہ بریں اس نے علی بن ہشام سے اپنا جو عقیدہ بیان کیا تھا وہ اس بے بالکل خلاف تھا جو وہ اب کہہ رہا ہے لہٰذا اس سے پوچھو کہ اس تبدیل خیال کی کیا وجہ ہے؟

زیادی سے کہو کہ کیونکہ نہ ہو تو اس کی اولاد میں ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے حکم میں سب سے پہلے اختلاف کیا گیا تو ظاہر ہے کہ تو اپنے باپ کے مسلک پر چلے گا جو جھوٹا مدعی نسب تھا اسی وجہ سے ابوحسان نے زیاد کا مولی بننا قبول کیا اور کسی شخص نے بھی اس کی ولایت قبول نہیں کی بیان کیا گیا ہے کہ یہ شخص ایک خاص وجہ سے زیاد سے منسوب کیا گیا تھا۔

جو شخص ابونصر التمار کے نام سے مشہور ہے اس سے کہہ دو کہ امیر المومنین کے نزدیک جیسا ذلیل اس کا کاروبار ہے ویسی ہی اس کی عقل خفیف و رکیک ہے۔

فضل بن الفرخان سے کہنا کہ قرآن کے متعلق اس عقیدے کو تو نے اس لیے قبول کیا ہے کہ تو ان امانتوں پر جو عبدالرحمٰن بن اسحٰق وغیرہ نے تیرے پاس رکھوائی ہیں ہضم کرنا چاہتا ہے اور اس لیے چاہتا ہے کہ جن کی امانتیں اس کے پاس جمع ہیں وہ کسی طرح ختم ہوں۔ تو میں اس تمام مال پر قبضہ کروں۔ مگر چونکہ وہ بہت سن رسیدہ اور بوڑھا ہے اس لیے تم اس کے خلاف کوئی اور کارروائی تو نہ کرنا البتہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق سے کہو کہ اللہ تجھے جزائے خیر نہ دے کہ تو نے ایسے شخص کی مدد کی اور امانت رکھوائی جو توحید کا منکر اور مشرک ہے۔

محمد بن حاتم اور ابن نوح ابو معمر سے پوچھا کہ تم خود سود خور بھلا تم توحید کو کیا سمجھو اللہ نے تو محض سود خواری کی وجہ سے ان ایسے سود خواروں سے جہاد کا حکم دیا ہے چہ جائیکہ انھوں نے سود کے ساتھ شرک کو بھی اپنا شعار بنا لیا ہے اور اس طرح اب وہ نصاریٰ کے مثل ہیں۔

احمد بن شجاع سے کہنا کہ کل کی بات ہے کہ علی بن ہشام کے مال میں سے ناجائز طور پر طے بھی ابو معمر کے ساتھ حصہ بٹالیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ صرف دینار و درہم تیرا مذہب ہے۔

سعدویہ ابوالسطی سے کہنا کہ اللہ اس شخص کا برا کرے کہ جو ایک طرف ہر وقت حدیث کی دھن میں لگا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ فن میں سب سے آگے بڑھ جائے اور امتحان کے وقت اسی وجہ سے انکار بھی کرتا ہے اور پھر درس حدیث بھی دیتا ہے۔ اس شخص سے جو سجادہ مشہور ہے اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے اپنے جنس محدثین اور فقہاء سے کبھی یہ نہیں سنا کہ قرآن مخلوق ہے کہو کہ تو کھجور کی گٹھیوں کے شمار اپنے سجادے کی اصلاح کے لیے ان کے رگڑنے اور ان امانتوں میں جو علی بن یحییٰ وغیرہ نے اس کے پاس رکھوائی ہیں اس قدر مشغول ہے کہ تو نے توحید کو بالکل بھلا ہی دیا ہے اس سے

پوچھو کہ اگر تو یوسف بن ابی یوسف اور محمد بن الحسن کی محبت میں شریک رہا ہے تو بتا کہ اس مسئلے میں انہوں نے اپنا کیا خیال تجھ سے ظاہر کیا ہے۔

قواریری کا یہ حال ہے کہ جب اس کے حالات کی تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس نے رشوت لی ہے اور ایسے کام کیے ہیں جس سے اس کی بداخلاقی اور ایمان وعقل کی سخافت معرض ثبوت میں آ چکی ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ جعفر بن عیسیٰ الحسینی کے معاملات کا مختار وکیل ہے تم جعفر سے کہہ دو کہ وہ اس سے قطع تعلق کرے نہ اس پر اعتماد کرے اور نہ اسے امین بنائے۔

یحییٰ بن عبدالرحمٰن العموی اگر دراصل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے اس کا جواب تو معروف ومشہور ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

محمد بن الحسن بن علی بن عاصم سے کہنا کہ اگر تم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہوتے تو تم کبھی اس مذہب کو اختیار نہ کرتے۔ مگر ابھی چونکہ وہ کمسن ہے اس لیے اس کو تعلیم کی ضرورت ہے۔

ہم تمہارے پاس ابومسہر کو بھیجتے ہیں ہم نے قرآن کے متعلق اس کا امتحان لیا پہلے تو وہ جواب دینے سے رکا اور اسے ٹالنا چاہا مگر جب ہم نے اس کے لیے تلوار طلب کی تو اس نے بہت ہی ذلت سے پھر اقرار کر لیا تم اس سے پوچھنا اگر وہ اپنے اقرار پر قائم ہے تو اس کے عقیدے کا اعلان کر دینا۔

جن لوگوں کے نام تم نے اپنے خط میں ہمیں لکھے ہیں یا جن کے نام ہم نے تمہیں لکھے ہیں یا جن کے نام تم نے نہیں لکھے اگر وہ اپنے شرک سے باز نہ آئیں اور قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کریں۔ تو بشر بن الولید اور ابراہیم بن المہدی کو چھوڑ کر ان سب کو بیڑیاں ڈال کر سرکاری محافظین کے ساتھ ہمارے مستقر کو روانہ کر دو تا کہ ہم خود ان کا امتحان لیں اور اگر وہ اپنے عقیدے سے باز آ کر توبہ نہ کریں تو پھر ان شاء اللہ ہم سب کو تہ تیغ کریں گے۔

ہم یہ مراسلہ دوسرے سرکاری مراسلات کے جمع ہونے کا انتظار کیے بغیر بطور خاص علیحدہ فرض خداوندی سمجھ کر اور اس کے ثواب عظیم کی تمنا میں تم کو بھیجتے ہیں اور اس وجہ سے تم کو ہدایت کرتے ہیں کہ اس کا نفاذ فوراً کر دینا اور اس کا جواب بھی اسی طرح علیحدہ بطور خاص ہمیں فوراً لکھ دینا تا کہ ہمیں معلوم ہو کہ تم نے کیا کارروائی کی''۔

یہ خط ۲۱۰ھ میں لکھا گیا۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور محمد بن نوح کا اظہار حق:

اس مراسلے کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ 'سجادہ' قواریری اور محمد بن نوح المضروب کے علاوہ باقی دوسرے لوگوں نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اسحٰق بن ابراہیم کے حکم سے یہ لوگ فولادی بیڑیوں میں جکڑ دیئے گئے اسی حالت میں ان کو دوسرے دن پھر طلب کیا گیا اور اب پھر اس مسئلہ میں ان کا امتحان لیا گیا سجادہ نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کر لیا لہٰذا اسے رہا کر دیا گیا مگر دوسرے بدستور اپنے قول پر مصر رہے اس کے بعد دوسرے دن پھر ان کو اسی طرح طلب کر کے ان کا امتحان لیا گیا۔ آج قواریری نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کیا لہٰذا وہ بھی چھوڑ دیا گیا البتہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور محمد بن نوح بدستور اپنی رائے پر

جمے رہے لہٰذا ان دونوں کو لوہے کی بیڑیاں پہنا کر ایک خط کے ساتھ طرسوس روانہ کر دیا گیا اس کے علاوہ اس تمام کارروائی کی اطلاع ایک علیحدہ خط کے ذریعہ سے مامون کو دی۔

حکام فقہاء اور محدثین کی طرسوس میں طلبی:

چند روز کے بعد پھر ان سب کو طلب کیا گیا اس وقت اسحٰق بن ابراہیم کے پاس مامون کا خط پہنچا۔ جس میں مرقوم تھا کہ جن لوگوں نے ہماری بات مان لی ان کی اطلاع ہمیں ہوئی سلیمان بن یعقوب ہمارے وقائع نگار نے یہ لکھا ہے کہ بشر بن الولید نے اس آیت کی جو اللہ تعالیٰ نے عمار بن یاسر ﷺ کی شان میں نازل فرمائی ہے۔ اپنے لیے تاویل کی ہے۔ اس نے یہ غلط تاویل کی ہے کیونکہ اس آیت سے اللہ کا مقصود مومن مظہر شرک ہے۔ نہ کہ مشرک مظہر ایمان۔ لہٰذا اس سے اسے فائدہ نہیں ہوسکتا۔ سب کو طرسوس بھیج دو اور وہ ہمارے بلاد روم سے واپس آنے تک وہاں ٹھہرے رہیں۔

فقہاء و محدثین کی روانگی طرسوس:

اسحٰق بن ابراہیم نے ان سب سے اس بات کے لیے کفیل اور ضامن لے کر کہ یہ طرسوس پہنچ جائیں گے ابوحسان بشر بن الولید الفضل بن غانم علی بن ابی مقاتل' ذیال بن الہیثم' یحییٰ بن عبدالرحمٰن العمری' علی بن الجعد ابوالعوام' سجادہ' قواریری' ابن الحسن بن علی بن عاصم' اسحٰق بن ابی اسرائیل' النضر بن شمیل' ابوالنصر التمار' سعدویہ الواسطی' محمد بن حاتم میموں' ابومعمر' ابن الہرش' ابن الفرخان' احمد بن شجاع' اطلاع ملی عنبسہ بن اسحٰق والی رقہ نے ان کو رقہ جانے کا حکم دیا پھر ان کو اسی سرکاری وکیل کے ساتھ جو مدینۃ السلام سے ان کے ساتھ آیا تھا۔

فقہاء و محدثین کی مراجعت بغداد:

ان کو پھر اسحٰق بن ابراہیم کے پاس مدینۃ السلام واپس بھیج دیا اس نے بغداد آ کر ان اسحٰق کے حوالے کر دیا اسحٰق نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھر میں رہیں۔ کہیں باہر نہ جائیں مگر اس کے بعد اس حکم میں اس نے نرمی کر دی اور باہر نکلنے کی اجازت دے دی مگر چونکہ بشر بن الولید' ذیال' ابوالعوام اور علی بن ابی مقاتل بغیر اجازت کے پہلے چلے آئے تھے۔ لہٰذا جب وہ بغداد آ گئے تو اسحٰق بن ابراہیم نے اس کی پاداش میں ان کو سزا دی اور دوسرے چونکہ اس کے وکیل کے ہمراہ آئے تھے اس نے ان کو رہا کر دیا۔

عمال کے نام مامون کا فرمان:

اس سال مامون کا فرمان تمام عاملو کو بھیج دیا گیا۔ اس کا عنوان تھا' یہ فرمان عبداللہ الامام مامون امیر المومنین کی جانب سے اور ان کے بھائی اور ان کے بعد خلیفہ ابواسحٰق بن امیر المومنین رشید کی جانب سے لکھا جاتا ہے۔

فرمان مومان کے متعلق دوسری روایت:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خود مامون نے اس طرح نہیں لکھا مگر جب اس مرض میں جو ان کو بدندون میں لاحق ہوا غشی کے بعد ان کو افاقہ ہوا تو انہوں نے عباس بن المامون' اسحٰق اور عبداللہ بن طاہر کو اس کو حکم دیا اور کہا کہ اگر اس مرض میں میں جان بر نہ ہو سکوں تو میرے بعد ابواسحٰق بن امیر المومنین رشید خلیفہ ہوں۔ اس بنا پر محمد بن داؤد نے یہ الفاظ بھی لکھے اور مہر ثبت کر کے یہ فرامین نافلہ کر دیئے اور پھر ابواسحٰق نے عمال کو لکھا یہ ابواسحٰق امیر المومنین حال کے بھائی اور ان کے بعد خلیفہ کی طرف سے لکھا جاتا ہے چنانچہ

ابواسحٰق محمد بن ہارون الرشید کا خط جواسحٰق بن یحییٰ بن معاذ دمشق کی چھاؤنی کے عامل کے پاس ۱۳/ رجب اتوار کے دن پہنچا اس کا عنوان یہ تھا۔

چھاؤنیوں کے عامل کے نام فرمان:

عبداللہ الامام المامون امیر المومنین کی جانب سے اوران کے بعد ہونے والے خلیفہ ابوالاسحٰق بن امیر المومنین رشید کی جانب سے لکھا جاتا ہے:

''امابعد! ہم نے حکم دیا کہ تم کو یہ فرمان لکھا جائے کہ تم اپنے تحت کے عاملوں کو ہدایت کرو کہ وہ حکومت میں حسن سیرت اختیار کریں لوگوں پر سختی کرنے سے بچیں۔ اپنے تحت کے لوگوں کو نہ ستائیں۔ اپنے تما عاملوں کو اس کے لیے شدید احکام دو کہ اس پر عمل کریں اور مال کے عمال کو بھی یہی ہدایات کی جائیں''۔

شام کی تمام چھاؤنیوں حمص اردن اور فلسطین کی چھاؤنیوں کو اسی مضمون کے فرامین لکھے جمعہ کے دن جب کہ رجب کے ختم ہونے میں گیارہ راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ اسحاق بن یحییٰ بن معاذ نے جامع دمشق میں نماز جمعہ پڑھی اور خطبہ میں امیر المومنین کے لیے دعا کرنے کے بعد کہا اے بار الہٰ تو امیر المومنین کے بھائی اوران کے بعد خلیفہ ابواسحٰق بن امیر المومنین کو نیک صلاح دے۔

اس سال مامون نے وفات پائی۔

سعید العلاف قاری کا بیان:

سعید العلاف القاری بیان کرتا ہے کہ اپنے بلا دروم میں قیام کے وقت مامون نے مجھے طلب کیا وہ اس علاقہ میں بدھ کے دن جب کہ ماہ جمادی الآخر کے ختم ہونے ہونے میں تیرہ راتیں باقی رہ گئی تھیں طرسوس سے داخل ہوئے تھے۔ جب میں ان کے پاس بھیجا گیا وہ بدندون میں مقیم تھے۔ وہ مجھ سے اکثر قرأت قرآن سنا کرتے تھے ایک دن مجھے بلایا میں حاضر خدمت ہوا وہ بدندون کے کنارے بیٹھے تھے اور ابواسحٰق المعتصم ان کے داہنے بیٹھے تھے۔ مجھے بھی بیٹھنے کا حکم ہوا میں ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور ابواسحٰق دونوں اپنے پاؤں بدندون کے پانی میں ڈالے ہوئے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ سعید تم بھی اس پانی میں اپنے پاؤں لٹکاؤ اور اسے چکھو دیکھو کس قدر لذیذ ہے میں نے تو آج تک اتنا شریں صاف اور ٹھنڈا پانی نہیں دیکھا میں نے حکم کی بجا آوری کی اور کہا کہ بے شک آپ صحیح فرماتے ہیں مجھے بھی آج تک ایسا پانی پینے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

مامون کی رطب آزاد کھانے کی خواہش:

کہنے لگے اچھا بتاؤ کہ سب سے بہتر کون سی چیز ہوگی جو کھائی جائے اور پھر اس پر یہ پانی پیا جائے میں نے کہا امیر المومنین زیادہ جانتے ہیں میں کیا عرض کروں کہنے لگے رطب آزاد یہ الفاظ وہ ختم نہ کرنے پائے تھے کہ ڈاک کے جانوروں کی لگاموں کی گرنے کی آواز آئی انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ڈاک کے پھر ہیں کے پٹھوں پر گونے بار ہیں۔ جن میں میوے ہیں خدمت گار سے کہا جا کر دیکھو ان میووں میں کھجور ہیں۔ اگر ہوں تو دیکھنا کہ رطب آزاد ہیں۔ اگر آزاد ہوں تو لے آؤ۔ اتنے میں وہ انہیں کھجوروں کی دو ٹوکریاں لیے ہوئے دوڑتا ہوا آیا کھجور اس قدر تازہ تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ڈالی سے توڑے گئے ہیں۔

مامون کی علالت:

مامون نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ہم کو ان پر بڑا تعجب آیا کہ کس قدر جلد ان کی خواہش پوری ہوئی فرمایا قریب آ جاؤ اور کھاؤ۔ چنانچہ وہ کھجور انہوں نے' ابواسحق نے اور میں نے کھائے۔ اس کے اوپر ہم سب نے اس ندی کا پانی پیا وہاں سے اٹھتے ہی ہم سب کو بلا استثنا بخار آ گیا۔ اور اسی مرض سے مامون کی وفات ہوئی۔ ابواسحق عراق میں داخلہ تک برابر علیل رہے۔ اور میں بھی بیمار رہا۔ البتہ عراق کے قریب پہنچ کر مجھے صحت ہوگئی۔

عباس بن مامون کی طلبی:

جب مامون کے مرض نے شدت اختیار کی انھوں نے اپنے بیٹے عباس کو طلب کیا ان کا خیال تھا کہ وہ ان کی زندگی میں ان کے پاس نہ آ سکے گا مگر وہ آ گیا۔ اس وقت وہ سخت علیل تھے۔ ہوش و ہواس بھی درست نہ رہے تھے۔ اس سے پہلے ہی ابواسحق بن الرشید کی خلافت کے لیے مراسلے نافذ ہو چکے تھے۔ عباس اپنے باپ کے پاس چند روز مقیم رہا اس سے پہلے وہ اپنے بھائی ابواسحق کو وصیت کر چکے تھے۔

مامون کی وصیت:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسی وقت وصیت کی ہے جب کہ عباس قضاۃ' فقہا' امراء اور کاتب موجود تھے ان کی وصیت یہ ہے:

''یہ وہ وصیت ہے جس کا اعلان عبداللہ بن ہارون امیر المومنین نے حاضرین کے روبرو کیا ہے۔ اور انہوں نے اس پر ان سب کو گواہ بنایا ہے۔ وہ اور جو لوگ ان کے پاس موجود ہیں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور سوائے اس کے اور کوئی دوسرا اس کی حکومت کا مدبر نہیں۔ وہ خالق ہے اس کے علاوہ ہر شے مخلوق ہے جس سے قرآن بھی مستثنیٰ نہیں۔ کیونکہ قرآن بھی ایک شے ہے جس کی مثل موجود ہے۔ حالانکہ خود خداوند تبارک وتعالیٰ کی کوئی مثل نہیں موت کا آنا یقینی ہے اور پھر زندہ ہونا یقینی ہے اور محاسبہ آخرت یقینی ہے نیکوں کا صلہ جنت اور بدوں کا عذاب آتش دوزخ ہے۔

محمد ﷺ نے رب کی جانب سے اس کے دین کے قوانین اور اصول پہنچا دیئے اور امت کے ساتھ پورا حق خلوص ادا کر دیا اللہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا اللہ کی ان پر اس سے بھی افضل رحمت موجود ہو جو اس نے اپنے ملائکہ مقربین یا انبیائے مرسلین سے کسی پر نازل کی ہو۔ میں معترف مجرم ہوں۔ امیدوار بھی ہوں اور خائف بھی۔ مگر جب میں اللہ کے عفو کو یاد کرتا ہوں تو امیدوار ہو جاتا ہوں۔

جب میں مر جاؤں تم مجھے چت لٹا دینا۔ میری آنکھیں بند کر دینا۔ مجھے اچھی طرح غسل دینا۔ پورا کفن پہنانا پھر حمد و ثنا کرتے ہوئے مجھے تابوت پر لٹانا پھر مجھے جلد قبرستان پہنچا دینا۔ اور جب تم میری میت کو نماز کے لیے رکھو تو وہ شخص نماز کے لیے آگے بڑھے جو نسب میں مجھ سے قریب تر ہو اور تم میں سب سے بڑا ہو وہ پانچ تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر میں پہلے حمد و ثنا کے بعد تمام مسلمانوں کے لیے چاہے وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں دعا مانگے۔ پھر سابقین مومنین کے لیے دعا

مانگے اس کے بعد چوتھی تکبیر کہے اس میں الحمدللہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہے پانچویں تکبیر میں سلام پھیرے۔ پھر تم مجھے اٹھا کر لے چلنا اور میری قبر پر پہنچانا اور وہاں جو مجھے نسب میں سب سے زیادہ قریب اور مجھ سے محبت کرنے والا ہو وہ قبر میں اترے اس اثنا میں تم برابر اللہ کی حمد اور اس کا ذکر کرتے رہنا۔ اس کے بعد مجھے قبر میں داہنے شق میں لٹا دینا۔ مجھے قبلہ رو کر دینا۔ کفن سے میرا سر اور میرے دونوں پاؤں باہر کرنا پھر لحد کو اینٹوں سے بند کر کے مٹی ڈالنا اور مجھے میرے اعمال کے ساتھ چھوڑ کر چلے جانا۔ کیونکہ اس وقت سوائے میرے اعمال کے تم میں سے کوئی میرے کام نہیں آ سکتا۔ اور نہ کسی مضرت کو دفع کر سکتا ہے۔ پھر سب مل کر قبر پر ٹھہرنا۔ اگر میری کسی بھلائی کا تم کو علم ہو تو اسے یاد کرنا اور اگر میری کسی برائی کو تم جانتے ہو تو اس کے ذکر سے خاموش رہنا۔ کیونکہ جیسا حال تم اس وقت میرے متعلق ظاہر کرو گے اسی کے حساب سے مجھ سے اچھا یا برا برتاؤ کیا جائے گا کسی رونے والے کو وہاں رونے نہ دینا کیونکہ جس پر نوحہ کیا جاتا ہے وہ عذاب پاتا ہے۔ اللہ اس پر رحم کرتا ہے جس نے موت سے جو یقینی ہے عبرت حاصل کی۔

لہٰذا تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں صرف جسے بقائے دوام حاصل ہے اور جس نے اپنی تمام مخلوق کے لیے فنا مقدر کر دی ہے اس کے بعد تم کو چاہیے کہ تم اس بات پر غور و فکر کرو کہ مجھے خلافت کی کیا عزت و شوکت حاصل تھی مگر جب خدا کا حکم نازل ہوا تو مجھے اس سے قطعی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ الٹا اس کی وجہ سے محاسبہ دو چند ہو گیا۔ کاش! کہ میں بشر کیا مخلوق ہی نہ ہوا ہوتا۔

اے ابو اسحٰق میرے پاس آؤ اور میری اس بے کسی سے عبرت حاصل کرو۔ قرآن کے متعلق تم میرے طرز عمل پر گامزن ہونا۔ اور جب اللہ تم کو یہ منصب خلافت عطا فرمادے تم اللہ کے مطیع و منقاد رہنا۔ اس کے عذاب سے ڈرنا۔ اللہ کے حکم اور ڈھیل سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ سمجھنا کہ موت ہر وقت سر پر موجود ہے۔ رعایا اور اس میں بھی عوام الناس کے معاملات سے غفلت نہ برتنا۔ کیونکہ حکومت انھیں سے قائم ہے۔

ہر وقت مسلمانوں کے نفع کا خیال رکھنا۔ اپنی رعایا اور دوسرے مسلمانوں کے بارے میں ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جو معاملہ تمہارے سامنے آئے جس میں مسلمانوں کی فلاح و صلاح ہو اسے اپنی خواہشات پر ہمیشہ مقدم رکھنا ان میں جو قوی ہوں ان سے کمزوروں کا حق دلانا۔ ان پر خلاف حق کوئی بار نہ ڈالنا۔ ان کے درمیان عدل کرنا۔ ان کو اپنے سے قریب کرنا اور فوراً یہاں سے اپنے دارالسلطنت عراق چلے جانا جو لوگ وہاں ہیں ان سے کسی وقت غافل نہ رہنا خرمیہ جماعت سے حزم و احتیاط اور شجاعت سے جہاد کرنا۔ ان کے مقابلہ کے مال اسلحہ اور سوار اور پیادہ فوج بھیجتے رہنا۔ اگر ان سے لڑائی طول کھینچے تو پھر تم اپنے اعیان و انصار کو لے کر اللہ کے ثواب کی نیت سے مقابلہ پر جانا۔ اور یہ سمجھ لو کہ جب نصیحت کا حق پوری طرح ادا کر دیا جاتا ہے تو اس کے سننے والے اور مخاطب پر اللہ کی حجت قائم ہو جاتی ہے لہٰذا تم اپنے ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤ''۔

مامون کے ابو اسحٰق سے عہد و پیمان:

کچھ دیر بعد جب درد زیادہ ہونے لگا اور وہ سمجھے کہ وقت قریب آ گیا ہے انھوں نے پھر ابو اسحٰق کو بلایا اور کہا اے ابو اسحٰق میں

تم پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ عہد و پیمان عائد کرتا ہوں کہ تم اس کے بندوں میں اللہ کا حق قائم کرو گے اور اس کی اطاعت کو اس کی معصیت کے بجائے اختیار کرو گے۔ میں تم سے یہ عہد لیے لے رہا ہوں کہ میں نے یہ خلافت دوسرے سے منتقل کر کے تم کو دی ہے۔ ابواسحق نے کہا اے خداوند! میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ مامون نے کہا اچھا یاد رکھو جن لوگوں کے متعلق تم سن چکے ہو کہ میں ان کو تقدیم دیتا رہا ہوں۔ تم ان کو اور زیادہ مقدم کرنا۔ عبداللہ بن طاہر کو اس کی جگہ برقرار رکھنا اس کی اہانت نہ کرنا۔ چونکہ میری حیات اور موجودگی میں تم دونوں میں مناہشہ ہو گیا تھا وہ مجھے یاد ہے اس لیے بطور خاص میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم اپنے قلب میں اسے جگہ دو اور اپنی خاص عنایت مبذول رکھو۔ تم جانتے ہو کہ اس نے میری کیسی مخلصانہ خدمات کی ہیں۔

ابواسحق کو نصیحت:

اسحق بن ابراہیم کے ساتھ بھی ایسا ہی تعلق خاص رکھنا۔ کیونکہ وہ اس کا مستحق اور تمہارا عزیز قریب ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ تمہارے خاندان والوں میں کوئی محبت و رحم نہیں رہا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی اس سے مستثنیٰ ہوا تو کیا ان میں سے عبدالوہاب کو سب پر مقدم کرنا خاندان کے معاملات اسی کے سپرد کرنا۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی داؤد کو اپنا مصاحب خاص بنانا۔ اپنے ہر معاملہ میں اس سے مشورہ لینا کیونکہ وہ اس کا اہل ہے' میرے بعد تم کسی کو اپنا وزیر بنانا یحییٰ بن اکثم کی لوگوں کے ساتھ بدمعاملگی اور بری سیرت کا جو تلخ تجربہ مجھے ہوا ہے اس سے تم کو سبق لینا چاہیے۔ مجھے تو بہر حال اللہ نے اس کے حالات معلوم کرا دیئے اور سب باتیں ظاہر کر دیں کہ میں نے ناراض ہو کر اسے اپنے سے جدا اور خدمت سے علیحدہ کر دیا اس نے اللہ کے مال اور صدقات کی رقم میں بہت کچھ خورد برد کیا تھا۔ اللہ اس کا اسلام کی طرف سے اس سے بدلہ لے۔

آل علی رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک کی ہدایت:

اپنے ان بنی عم یعنی اولاد امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کو اپنی مصاحبت میں شریک کرنا ان کے کسی شخص سے کوئی خطا ہو اسے معاف کرنا۔ اور جو کوئی اچھا کام کرے اس کا انعام دینا ان کے وظائف سالانہ ادا کرتے رہنا۔ کئی وجوہ سے ان کے حقوق کی حفاظت کرتے رہنا اور ادائی ضرور ہے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اسلام پر مرتا۔ اللہ سے ڈرو۔ اس کے لیے عمل کرو اپنے ہر کام میں اس سے ڈرتے رہنا میں تم کو اور خود کو اس کے سپرد کرتا ہوں۔ گزشتہ کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور جو خطا اور قصور مجھ سے سرزد ہوا ہو اس سے مغفرت مانگتا ہوں کیونکہ وہ مطلقاً معاف کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں اپنے اعمال پر کس قدر نادم و پشیمان ہوں میں اپنے معاصی عظیم کے مقابلہ میں صرف اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ طاقت صرف اسی کو حاصل ہے۔ اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہ کیا اچھا وکیل ہے اللہ کی رحمت محمد ﷺ پر جو ہدایت اور رحمت کے فیر ہیں نازل ہو۔

مامون کی وفات کا وقت:

ان کی وفات کے وقت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے ۲۱۸ھ جمعرات کے دن بعد عصر جب کہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں بارہ راتیں باقی رہ گئی تھیں' انتقال کیا۔ دوسرے کہتے ہیں کہ انھوں نے اسی دن ظہر کے وقت انتقال کیا۔

مامون کی تجہیز و تکفین:

مرنے کے بعد ان کے بیٹے عباس اور ان کے بھائی ابو اسحق محمد بن الرشید انھیں اٹھا کر طرسوس لائے اور انھوں نے ان کو فاقان رشید کے خدمت گار کے گھر میں دفن کیا۔ ابو اسحق نے ان کی نماز پڑھی اور ان کی حفاظت کے لیے اہل طرسوس وغیرہ کے سو آدمی قبر پر متعین کر دیئے اور ان میں ہر شخص کی نوے درہم تنخواہ مقرر کر دی۔

مدتِ خلافت:

۲۰ سال ۵/ ماہ ۲۳ دن مدت خلافت ہے۔ یہ ہدایت ان دو سالوں کے علاوہ ہے جب کہ مکہ میں ان کے لیے بطور خلیفہ دعا کی جاتی تھی۔ اور ان کے بھائی امین محمد بن الرشید بغداد میں محصور تھے۔

مامون نصف ربیع الاول ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

مامون کا حلیہ:

ابن الکلبی کے بیان کے مطابق ابو العباس ان کی کنیت تھی یہ جوڑے چکلے گورے رنگ کے خوب صورت آدمی تھے۔ لمبی داڑھی تھی جس میں سفید بال آ گئے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا رنگ سانولا مائل بہ زردی تھا۔ خمیدہ قامت بڑی آنکھ والے لمبی داڑھی والے تھے جس کا باریک حصہ سفید تھا پیشانی تنگ تھی رخسار پر سیاہ تل تھا۔ جمعرات کے دن جب کہ ماہ محرم کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی رہ گئی تھیں وہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تھے۔

باب ۱۲

خلیفہ مامون کی سیرت وحالات

ابراہیم بن عیسیٰ کی مامون سے درخواست:

ابراہیم بن عیسیٰ ابن بریہۃ ابن المنصور نے بیان کیا کہ جب مامون دمشق جانے لگے تو میں نے دو یا تین دن کی کاوش فکر کے بعد ایک تقریر تیار کی۔ جب میں ان کے سامنے پہنچا تو میں نے کہا اللہ امیر المومنین کو عزت و کرامت کے ساتھ تا دیر قائم رکھے اور مجھے ان پر فدا کر دے۔ میں صبح و شام اللہ کا اس بات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ امیر المومنین تیرے متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں۔ اور میری مصاحبت کو اچھا سمجھتے ہیں اس لیے اگر میں اس بات کی تمنا کروں تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ کہ امیر المومنین مجھے اپنی خدمت گذاری کی نعمت سے اسی طرح متمتع ہونے دیں تا کہ میں اس پر اللہ کا شکر اور امیر المومنین کا (خدا ان کی عمر دراز کرے) شکر ادا کروں۔ جب کہ خود امیر المومنین سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہیں تو میں بھی یہ نہیں چاہتا کہ ان کی وجہ سے ان کی خدمت گذاری سے آرام و راحت کی خاطر پہلو تہی کروں۔ بلکہ چونکہ میں اپنے متعلق ان کی حسن رائے سے واقف ہوں۔ اور ان کا دل سے مطیع و مرید ہوں۔ اس لیے میں اس بات کا زیادہ سزاوار ہوں کہ ان کی خدمت کے لیے ہمسفر بنوں۔ اگر امیر المومنین میری بیعت کو مناسب سمجھیں تو اس کا حکم دے دیں۔

مامون کی جامع و مانع تقریر:

مامون بغیر غور وفکر کیے اس کا یہ جواب دیا کہ ہمارا ایسا ارادہ نہیں ہے۔ اگر تمہارے گھر سے کسی شخص کو ہم اپنی بیعت میں لیتے تو بے شک سب سے پہلے تم کو ساتھ لیتے۔ اور تم ان کے اس تمام سفر میں ان کے ساتھ ہوتے اور اب اگر وہ تم کو اپنے ساتھ نہیں لے جا رہے ہیں تو اس کی وجہ ناخوشی نہیں ہے بلکہ تمہاری یہیں ضرورت ہے۔

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے میری پہلے سے سوچی ہوئی تقریر کا بیساختہ جو جواب دیا اس سے زیادہ جامع و مانع تھا۔

شامی عربوں سے مامون کی بے اعتنائی:

محمد بن صالح السرخسی بیان کرتا ہے کہ مامون کے شام کے قیام کے دوران میں ایک شخص کئی مرتبہ ان کے روبرو آیا اور اس نے کہا امیر المومنین آپ شام کے عربوں پر بھی وہی نظر عنایت رکھیں جو آپ خراسان کے عجم پر رکھتے ہیں۔ کہنے لگے اے شامی! تم نے کئی مرتبہ یہ بات مجھ سے آل فلاں کے لیے اسی قدر اور آل فلاں کے لیے اسی قدر۔ اسی طرح کرتے کرتے انہوں نے دو کروڑ اور چالیس لاکھ تو تقسیم کر دیئے اور یہ کام انہوں نے کھڑے کھڑے کیا۔ کہ پاؤں رکاب ہی میں تھا۔ سوار بھی نہ ہونے پائے تھے۔ پھر کہا کہ باقی رقم معلّی کے حوالے کر دی جائے کہ وہ ہماری فوج میں تقسیم کر دے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر میرے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں ان کے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور ٹکٹکی باندھ کر للچائی ہوئی نگاہ سے روپیہ کو دیکھنے لگا۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر مامون نے کہا اے ابو محمد! ان ساٹھ لاکھ میں سے پچاس ہزار اسے بھی دلوا دو۔ یہ

میری نگاہ سے نہیں ہٹتا۔ صرف دو راتیں گزری تھیں کہ یہ رقم مجھے وصول ہوگئی۔

محمد بن ایوب کا ایک تمیمی شاعر سے مذاق:

محمد بن ایوب بن جعفر بن سلیمان کہتا ہے کہ بصرے میں بنی تمیم کا ایک خبیث پھکڑ شاعر تھا اور میں بصرے کا والی تھا۔ میں اسے اپنی مجلس میں باریاب کرتا تھا۔ اور اس کی شاعری سے لطف اٹھاتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس کو چکمہ دیا جائے اور اس کی ذرا کرکری کردی جائے اس ارادے سے میں نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ تم بڑے شاعر اور ظریف ہو۔ اور مامون امنڈ آنے والی گھٹا اور تند و تیز آندھی سے زیادہ سخی ہیں۔ تم ان کے پاس کیوں نہیں جاتے اس نے کہا میرے پاس سفر خرچ نہیں ہے۔ میں نے کہا اس کا بندوبست میں کیے دیتا ہوں۔ ایک بہت تیز رفتار اونٹ دیتا ہوں اور سفر خرچ کے لیے کافی رقم بھی دوں گا تم ان کی شان میں ایک قصیدہ لکھ کر چلے جاؤ اگر تم ان کی خدمت میں باریاب ہوگئے۔ تو ضرور تمہاری مراد برآئے گی۔ اس نے کہا اے امیر جناب کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے بہتر ہے کہ آپ حسب وعدہ میرے سفر کا انتظام فرمادیں۔

تمیمی شاعر کی روانگی شام:

میں نے ایک تیز رفتار اونٹ اس کے لیے منگوا دیا۔ اور کہا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ آپ کے دو وعدوں میں سے ایک کا ایفا تو یہ ہے مگر دوسرے کے متعلق کیا۔ میں نے تین سو درہم منگوا کر اسے دے دیئے۔ اور کہا کہ لو یہ سفر خرچ ہے اس پر وہ کہنے لگا کہ جناب من یہ رقم کم ہے۔ میں نے کہا نہیں کافی تو ہے۔ مگر اسراف نہیں اس نے کہا کہ میں نے سعد کے اکابر میں کبھی وسعت نظری نہیں دیکھی۔ تو آپ ایسے چھٹ بھیوں میں کہاں سے ہوگی۔ بہر حال ان پر قبضہ کر کے اس نے مامون کی مدح میں ایک چھوٹا سا قطعہ لکھا۔ اور مجھے سنایا مگر اس میں میرا ذکر اور مدح کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور یوں بھی وہ متمرد تھا۔ میں نے کہا یہ تو تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اس نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا تم امیر المومنین کے پاس جا رہے ہو۔ مگر خود اپنے امیر کی تعریف میں تم نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے کہا جناب والا! آپ نے وہاں بھیج کر مجھے نقصان پہنچانا چاہا تھا۔ مگر میں آپ کے چکمے میں نہیں آیا۔ آپ نے یہ مثل سنی ہے کہ جو جنگلی گدھے کو لات مارتا ہے وہ ایسے کو لات مارتا ہے۔ جو نہایت سخت دولاتیں مارنے والا ہے بخدا! میری کرامت اور نفع رسانی کی خاطر تم نے ہرگز نہ یہ اونٹ مجھے دیا ہے اور نہ یہ روپیہ مگر یاد رکھو جو اس طرح کا دھوکہ دینا چاہتا ہے اللہ اسے پشیمان کر کے اس کا سر نیچا کر دیتا ہے مگر خیر میں خلیفہ کے سامنے تمہارا ذکر بھی کروں گا اور تعریف بھی کروں گا۔ سمجھے' میں نے کہا ہاں! تم سچ کہتے ہو۔ اس نے کہا اچھا جب تم نے اپنے دل کی بات ظاہر ہی کر دی ہے تو اطمینان رکھو میں ضرور تمہارا ذکر خیر اور تعریف کروں گا۔ میں نے کہا تو جو کچھ تم نے ان کے لیے کہا ہے وہ مجھے سناؤ۔ وہ اس نے سنایا اور مجھ سے رخصت ہو کر شام پہنچا۔

مامون سے تمیمی شاعر کی ملاقات:

مامون اس وقت سلفو میں تھے اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں قرہ کے مجاہدین میں پہنچا اور درباری لباس پہن کر اپنے اسی اونٹ پر سوار چھاؤنی میں گھوم رہا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص سے جو ایک نہایت شوخ و شنگ بادرفتار گھوڑے پر سوار تھا۔ اور جس کی چال کو کوئی پا نہ سکتا تھا۔ آمنا سامنا ہوا گیا۔ وہ بالکل میرے منہ کے سامنے ہی آ گیا اس وقت میں اپنے مدحیہ قصیدے کو دہرا رہا تھا۔ اس نے نہایت ہی بلند آواز سے کہا۔ السلام علیکم۔ میں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اس نے کہا جی چاہے تو ٹھہر جائیں اور

مجھے عنبر اور مشک کی خوش بو اس سے آئی۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا بنی مفر سے ہوں۔ اس نے کہا ہم بھی مفر ہیں۔ مفر کے کس قبیلے سے ہو۔ میں نے کہا بنی تمیم سے اس نے کہا اور؟ میں نے کہا بنی سعد سے تعلق رکھتا ہوں اس نے کہا جب اچھا یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا اس بادشاہ سے ملنے آیا ہوں۔ جس کے متعلق میں نے سنا ہے کہ نہ اس سے بڑھ کر کوئی فیاض ہے اور نہ با اخلاق اور وسیع ظرف والا۔ اس نے پوچھا کیا لے کر آئے ہو۔ اس کے پاس؟ میں نے کہا چند شعر لایا ہوں جس کی شیرینی کا چٹخارہ زبان لے اور لوگ ان کو یاد کر کے پڑھتے پھریں۔ اور سننے والوں کے کانوں میں ان کی حلاوت رہے۔ اس نے کہا مجھے سناؤ۔ اس پر میں نے برہم ہو کر کہا۔ اے نفر نے! میں نے پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا ہے کہ میں خلیفہ کی مدح میں شعر کہہ کر لایا ہوں۔ اور تو ان کو سننے کا خواہش مند ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

مامون کی تمیمی شاعر سے فرمائش:

اس جواب سے تھوڑا سا تغافل برتنے اور سنبھلنے کے بعد اس نے کہا ان سے کیا امید کی جاسکتی ہے میں نے کہا ان کی سخاوت و مروت کی جو تعریف مجھ سے کی گئی ہے اگر وہ سچ ہے تو ہزار دینار کی توقع ہے اس نے کہا تم مجھے اپنے شعر سناؤ اگر وہ عمدہ اور شیریں ہوں گے تو یہ رقم میں تم کو دے دوں گا اس طرح تم تکلیف اور بار بار ان کے پاس جانے کی زحمت سے بچ جاؤ گے کیونکہ تمہارے لیے ان کے پاس رسائی ہونا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ دس ہزار نیزہ انداز اور قادر انداز تمہارے اور ان کے بیچ میں حائل ہیں۔ میں نے کہا اچھا اللہ کے سامنے یہ عہد کرو کہ اس وعدہ کو ایفا کرو گے۔ اس نے کہا ہاں میں خدا کو ضامن بناتا ہوں۔ کہ یہ رقم تم کو دوں گا میں نے کہا کیا تمہارے پاس موجود ہے اس نے کہا یہ میرا خچر موجود ہے اس کی قیمت ہزار دینار سے زیادہ ہے یہ تو میں اسی وقت تمہارے حوالے کر دوں گا اس پر مجھے اور طیش آیا اور بنی سعد کا تہور اور خفت عقل مجھ پر طاری ہو گئی اور میں نے کہا کہ یہ خچر میرے اس اونٹ کے مساوی تو ہے نہیں۔ اس نے کہا اچھا اسے جانے دو۔ میں اس بات کا عہد واثق کرتا ہوں کہ تم کو اسی وقت ایک ہزار دینار دے دوں گا اب میں نے ان کو اپنا مدحیہ قطعہ سنایا۔ بخدا! ابھی میں اس کو ختم نہیں کر چکا تھا۔ کہ تقریباً دس ہزار شہسوار جن سے افق آسمان چھپ گیا ایک دم وہاں السلام علیکم یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے آ گئے ان کو دیکھ کر میں لرزہ براندام ہو گیا۔

تمیمی شاعر سے مامون کا حسن سلوک:

اس نے مجھے ہراس میں دیکھ کر کہا ڈرو مت میں نے کہا۔ امیر المومنین میں آپ پر نثار آپ عربوں کی مختلف زبانوں سے واقف ہیں انہوں نے کہا ہاں میں نے پوچھا کس نے قاف کی جگہ کاف استعمال کیا ہے انہوں نے کہا۔ حمیر اس طرح بولتے ہیں میں نے کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور آج کے بعد جو اور شخص اس طرح بولے اس پر بھی لعنت ہو یہ سن کر وہ ہنس پڑے اور سمجھ گئے کہ میرا مطلب کیا ہے اپنے خدمت گار کی طرف جو پہلو میں کھڑا تھا متوجہ ہوئے اور کہا کہ جو کچھ اب تیرے ساتھ ہے وہ اسے دے دے اس نے ایک تھیلی مجھے دی جس میں تین دینار تھے مجھ سے کہا یہ لو اور کہا السلام علیکم اور چل دیئے یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

ابو سعید المخزومی کا مرثیہ:

ابو سعید المخزومی نے ان کے مرثیہ میں یہ شعر کہے:

هل رائيت النجوم اغنت عن الما   مون شيئا او ملكه الماء سوس

خلفوه بعرصتي طرسوس مثل ما خلفوا باه بطوس

ترجمہ: ''تم نے دیکھا ستارے یا اس کی مستحکم حکومت مامون کے کام آئی۔ لوگ اسے طرسوس کے میدان میں اسی طرح تنہا چھوڑ آئے جس طرح اس کے باپ کو طوس میں چھوڑ آئے تھے''۔

علی بن عبیدۃ للویحانی نے لکھا:

ما اقل الدموع للمامون لست ارضی الا دما من جفونی

ترجمہ: ''اگرچہ میرے اشکوں نے مامون کے لیے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر میرا دل تو اس وقت ٹھنڈا ہوگا جب ان کی موت پر بجائے اشک کے میری آنکھوں سے خون بہے''۔

مامون کی ایک شائستہ شامی مصاحب کی تلاش:

علی بن صالح نے بیان کیا کہ ایک دن مامون نے مجھ سے کہا کہ اہل شام میں سے کوئی تعلیم یافتہ اور شائستہ شخص میری مصاحبت اور منادمت کے لیے تلاش کر کے لاؤ۔ مجھے تلاش سے ایسا شخص معلوم ہوگیا میں نے اسے بلایا اور کہا کہ میں تم کو امیر المومنین کی خدمت میں باریاب کرنا چاہتا ہوں اور اس وقت تک کہ وہ خود ابتداء نہ کریں تم ان سے کوئی بات دریافت نہ کرنا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم شامیوں کو سوالات کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے۔ اس نے کہا جیسا آپ نے مجھے حکم دیا ہے۔ میں اس سے ہرگز تجاوز نہ کروں گا اطمینان رکھیے۔

شامی پر مامون کی عنایات:

میں ان کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ میں نے آپ کے حسب مراد آدمی تلاش کرلیا ہے انہوں نے فرمایا لاؤ۔ وہ سامنے آیا اور اس نے سلام کیا مامون نے اسے اور نزدیک بلایا اس وقت وہ شراب کے دور میں مشغول تھے اس سے کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا مصاحب اور ندیم بناؤں شامی نے کہا امیر المومنین جب جلیس کے کپڑے دور ے جلیس سے کم تر درجہ کے ہوتے ہیں تو اس سے اس میں فرومائگی اور حقارت پیدا ہوتی ہے۔ مامون نے حکم دیا کہ اسے خلعت سے سرفراز کیا جائے۔ اس کے اس سوال سے غصے کی وجہ سے میری حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ خلعت پہن کر وہ اپنی جگہ آ بیٹھا اور اس نے کہا امیر المومنین اس حالت میں کہ میرا دل اپنے اہل و عیال کی زبوں حالی سے شکستہ ہو رہا ہے آپ کو میری باتوں سے کوئی لطف حاصل نہ ہوگا۔ مامون نے حکم دیا پچاس ہزار درہم اس کے گھر پہنچا دو۔ اس کے بعد اس نے کہا ایک سوال اور بھی ہے۔ مامون نے پوچھا کیا؟ اس نے کہا آپ نے وہ شے طلب کی ہے جو انسان کے ارادے اور عقل میں حائل ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اس حالت میں مجھ سے گستاخی ہو جائے تو جناب والا اسے معاف فرمائیں مامون نے کہا ہاں میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے اس تیسرے سوال سے میرا غصہ جاتا رہا۔

قاضی دمشق کے اشعار:

ابوحشیشہ محمد بن علی بن امیہ بن عمرو بیان کرتا ہے۔ ہم دمشق میں امیر المومنین کی خدمت میں پیش تھے کہ علویہ نے یہ شعر گائے:

بوئت من الاسلام ان كان ذالذی اتاك به الشواون عنی كما قالوا

و الــکـنـهـم لـمـا راؤك سـريـعة اتـی تـواصـوا بالنميمة و اخنا الرا

ترجمہ: ''اگر میری وہ شکایت جو چغل خوروں نے تجھ سے کی ہے۔ حقیقت پر مبنی ہو تو میں اسلام سے بری ہوں۔ بات یہ ہے کہ جب انہوں نے تجھے میرے پاس ارادتاً آتے ہوئے دیکھا تو اور تو ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ البتہ میری غلط شکایت کر کے تجھے میری طرف سے بدظن کر دینے کی تدبیر کی''۔

قاضی دمشق کی طلبی و برطرفی:

مامون نے علویہ سے پوچھا یہ کس کے شعر ہیں؟ اس نے کہا قاضی صاحب کے۔ انہوں نے پوچھا کون قاضی؟ اس نے کہا دمشق کے۔ مامون نے ابو اسحق سے کہا اسے فوراً برطرف کر دو۔ ابو اسحق نے کہا میں نے برطرف کر دیا۔ مامون نے کہا اسے ابھی حاضر کیا جائے چنانچہ ایک کوتاہ قامت بڈھا خضاب لگائے ہوئے حاضر کیا گیا مامون نے پوچھا کیا نام ہے؟ اس نے پورا نام اور نسب بتایا مامون نے پوچھا شعر کہتا ہے اس نے کہا جی ہاں! کبھی کہا کرتا تھا۔ مامون نے علویہ سے کہا اسے وہ شعر سناؤ اس نے سنا دیئے۔ مامون نے پوچھا یہ تمہارے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں! مگر امیر المومنین اگر اس گذرے ہوئے تیس سال کے زمانے میں میں نے زہد اور درست کی نصیحت کے علاوہ کسی اور مضمون میں کوئی اور شعر کہا ہو تو میری بیویاں مطلقہ اور میرا تمام مال اللہ کی راہ میں وقف ہو۔ مگر مامون نے ابو اسحق سے کہا کہ اسے علیحدہ ہی کر دو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ایسے شخص کو مسلمانوں کا قاضی بناؤں جو اپنے رندانہ کلام کی ابتدا ہی اسلام کی براءت سے کرتا ہے۔

قاضی دمشق کی معافی:

پھر انہوں نے حکم دیا کہ اسے پلاؤ۔ شراب کا ایک بڑا قدح لایا گیا۔ اس نے اسے کانپتے ہوئے ہاتھ میں لیا اور عرض کیا امیر المومنین میں نے کبھی اسے چکھا نہیں مامون نے کہا شاید تو دوسری قسم کی شراب چاہتا ہے۔ اس نے کہا جناب والا میں نے کبھی شراب کو زبان ہی پر نہیں رکھا ہے۔ مجھے اس کا مزہ یا فرق کیا معلوم۔ مامون نے کہا کیا یہ حرام ہے؟ اس نے کہا بے شک حرام ہے مامون نے کہا تم اس کی وجہ سے بچ گئے۔ اچھا جاؤ اور پھر علویہ سے کہا کہ ان اشعار میں براء ت من الاسلام کے بجائے یہ کہو:

حرمت مناى منك ان كان ذالذى اتـاك بـه الـواشون عنی كما قالوا

ترجمہ: ''میری جو شکایت لوگوں نے تجھ سے کی ہے اگر وہ سچ ہے تو میں اپنی تمنا سے محروم کر دیا جاؤں''۔

مامون کی گلوکار علویہ سے خفگی:

یہی راوی بیان کرتا ہے کہ ہم دمشق میں مامون کے ہمراہ تھے ایک دن وہ جبل الثلج کے ارادے سے نکلے۔ اثنائے راہ میں بنی امیہ کے بنائے ہوئے تالابوں میں سے ایک بڑے تالاب پر آئے جس کے اطراف چار سرو کے درخت نصب تھے۔ ایک طرف سے بہتا ہوا پانی ان میں آتا تھا اور دوسری طرف سے خارج ہو جاتا تھا۔ وہ مقام ان کو بہت بھلا معلوم ہوا انہوں نے ناشتہ اور شراب طلب کی اور بنی امیہ کو یاد کر کے ان کی مذمت کی اور منقصت کرنے لگے علویہ نے عود کیا اور اس پر یہ شعر لگایا:

اولـئـك قـومـی بـعـد عـز و ثـروة تـفـانـوا فـالا اذرف الـعـين اكـمـدا

ترجمہ: ''یہ میری قوم والے تھے۔ جو عزت و دولت کے بعد فنا ہو گئے ان پر روتے روتے کیوں میں اپنی آنکھیں بے نور کر لوں''۔

شعر سن کر مامون کو سخت غصہ آیا۔ انہوں نے کھانے کو ٹھکرا دیا۔ کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا اے لونڈی کے بچے! کیا اسی وقت تجھ کو اپنے آقاؤں کا تذکرہ کرنا تھا۔ اس نے کہا جناب والا آپ کا آزاد غلام زریاب میرے آقاؤں کے وہاں سو غلاموں کے ساتھ باہر نکلتا ہے اور میں آپ کے ہاں بھوکا مر رہا ہوں مامون بیس دن تک اس سے خفا رہے۔ پھر اس سے خوش ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ مہدی کا غلام زریاب شام ہو کر بنی امیہ کے پاس مغرب چلا گیا تھا۔

مامون کی ذہانت:

عمارہ بن عقیل نے بیان کیا کہ میں نے اپنا ایک سو شعر کا قصیدہ جو مامون کی مدح میں لکھا تھا ان کو سنایا۔ جب میں پہلا مصرع پڑھتا تھا تو دوسرا مصرع وہ خود پڑھ دیتے تھے۔ میں نے حیرت سے کہا کہ جناب والا میں نے اپنے اس قصیدے کو اب تک کسی کو نہیں سنایا مامون نے کہا ہاں ایسا ہی ہے پھر خود کہتے تھے کہ تم کو معلوم نہیں کہ عمر بن ابی ربیعہ نے جب عبداللہ بن العباس کو اپنا قصیدہ جس کا مصرع اول تشط غدا و ارجبر اتنا ہے سنانا شروع کیا تو اس کا دوسرا مصرع خود انہوں نے ولله اربعد غدا بعد خود پڑھ دیا اور اسی طرح انہوں نے اس کے تمام قصیدے کے ثانی مصرع خود ہی سنا دیئے تو میں انہیں کا تو بیٹا ہوں۔

مامون کے اشعار:

ابو مروان کازر بن ہارون نے بیان کیا کہ مامون نے یہ شعر کہے:

بعثتك مهتا و افقزت بنظرة و اغفلتني حتى اساء ت بك الظنا

ترجمہ: ''میں نے تجھے دریافت حال کے لیے بھیجا تھا اس وجہ سے تجھے دیدار محبوب نصیب ہو گیا تو نے مجھ سے غفلت برتی اس وجہ سے مجھے تیری طرف سے سوءظن پیدا ہو گیا۔

فنا جيت من اهوىٰ و كنت مباعداً فياليت شعري عن و نوك ما اغنى

ترجمہ: تو نے میری محبوبہ سے سرگوشی کی جب کہ میں بہت دور تھا۔ کاش میں جان لیتا کہ اس قرب سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا؟

ارى اثراً منه بتعينك بينًا لقد اخزت عيناك من عينه حسنًا

ترجمہ: میں تیری آنکھوں میں اس کا اثر نمایاں دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ اس کی آنکھ کے حسن کو تیری آنکھوں نے لے لیا ہے''۔

ابو مروان کہتا ہے کہ مامون نے اس مضمون کو اپنے اشعار میں عباس بن احنف کے اشعار سے لیا سب سے پہلے اس نے یہ مضمون باندھا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

ان تشق عيني بها فقد سعدت عين و رسولي بها فخذت بالخير

ترجمہ: ''اگر میری آنکھوں نے اسے نہیں دیکھا' مگر میرے پیامبر کی آنکھیں تو اس کے دیدار سے نصیبہ ور ہوئیں اور مجھے اس کی خبر تو مل گئی۔

و كلما جاني الرسول لها رددت عمدا في طرفه نظري

ترجمہ: جب کبھی اس کا پیامبر میرے پاس آیا ہے۔ میں نے عمداً کئی کئی مرتبہ غور سے اس کی آنکھیں دیکھی ہیں۔

يظهرني وجهه محاسنها قد اثرت فيه احسن الاثر

ترجمہ: اس کے چہرے پر حسن محبوبہ کا اثر پوری طرح آشکار تھا۔

خذ مقلتي يا رسول عارية فانظر بها و احتكم على بصري

ترجمہ: اے قاصد تو میری آنکھیں عاریۃً لے جا اور اس سے میری محبوبہ کو دیکھ اور خود مجھے اندھا کرتا جا''۔

ابوالعتاہیہ کے اشعار:

ابوالعتاہیہ نے بیان کیا کہ ایک دن مامون نے مجھے بلایا۔ میں حاضر خدمت ہوا دیکھا کہ متفکر بیٹھے ہیں اس حال میں قریب جانا میں نے مناسب نہ سمجھا دور ہی ٹھہر گیا۔ پھر انہوں نے سر اٹھایا مجھے دیکھا اور قریب آنے کا اشارہ کیا میں قریب گیا مگر اب بھی وہ بہت دیر تک سر نیچا کیے غور کرتے رہے پھر سر اٹھا کر مجھ سے کہا اے ابواسحٰق نفس کی فطرت یہ ہے کہ وہ ایک حالت سے مطمئن نہیں ہوتا وہ ہمیشہ تبدیلی چاہتا ہے کبھی وہ اسی طرح تنہائی چاہتا ہے۔ جس طرح کہ کبھی وہ محبت احباب چاہتا ہے میں نے کہا امیر المومنین صحیح کہتے ہیں۔ اسی مضمون کا میرا ایک شعر ہے۔ انہوں نے کہا سناؤ۔ میں نے یہ شعر پڑھا:

لا يصلح النفس اذ كانت مقسمة الا الشنقل من حال الى حال

ترجمہ: ''جب دل بٹا ہوا ہو تو اس کے سوا کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کیا جائے کوئی بات اسے بھلی نہیں معلوم ہوتی''۔

علی بن جبلہ کا قصیدہ:

ابونزار الضریر شاعر کہتا ہے کہ مجھ سے علی بن جبلہ نے بیان کیا کہ میں نے حمید بن عبدالحمید سے کہا ہے کہ ابو غانم میں نے امیر المومنین کی مدح میں ایسا قصیدہ کہا ہے کہ روئے زمین پر اس کا جواب نہ ہوگا۔ آپ میرا ان سے ذکر کریں اس نے کہا مجھے سناؤ میں نے سنایا اس نے کہا بے شک تمہارا دعویٰ صحیح ہے اس نے اس مدح کو مامون کی خدمت میں پیش کیا۔

مامون کی علی بن جبلہ کو پیشکش:

انہوں نے کہا ابو غانم اس کا جواب خود اسی میں موجود ہے۔ ہم چاہیں تو اسے معافی دے دیں اور یہی اس کا صلہ ہو اور یا ہم ان اشعار کو جو اس نے تمہاری شان میں اور ابودلف کی مدح کی شان میں کہے ہیں۔ ان اشعار کا مقابلہ کر کے دیکھیں۔ اگر وہ اشعار جو اس نے تمہاری اور ابودلف کی مدح میں کہے ان اشعار سے جو اس نے ہماری تعریف میں کہے ہیں بہتر ہوں تو پھر ہم پٹوائیں۔ اور اس کی قید کی میعاد بڑھا دیں۔ اور اگر ہماری مدح بہتر ہو تو میں اس کے ہر شعر کے عوض میں ایک ہزار درہم دوں اور یا اسے معافی دے دوں میں نے کہا اے میرے آقا بھلا میری اور ابودلف کی کیا حقیقت ہے۔ کہ اس نے ہماری مدح میں ایسے اشعار کہے ہیں جو جناب والا کی مدح سے بہتر ہوں مامون نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو ہمارے سوال کا یہ جواب نہیں ہے تم جاؤ اور اس سے کہو کہ کیا وہ اس مقابلے کے لیے آمادہ ہے۔

علی بن جبلہ کا اعتراف:

علی بن جبلہ نے اعتراف کیا کہ حمید نے مجھ سے آ کر پوچھا کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا میں معافی کو ترجیح دیتا ہوں مامون کو اس کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے کہا وہ اپنے فائدے کو بہتر جانتا ہے حمید کہتا ہے میں نے علی بن جبلہ سے دریافت کیا کہ ابودلف اور میری

مدح میں کس بات کی طرف ان کا ذہن منتقل ہوا۔ اس نے کہا میں نے ابودلف کی مدح میں جو یہ شعر کہے:

انما الدنیا ابو دلف بین معراہ و محتضرہ

فاذا ولی ابو دلف ولت الدنیا علی اثرہ

ترجمہ: ''ابودلف دنیا ہے ہر شخص وہیں جاتا ہے جدھر وہ پھرتا ہے۔ دنیا اس کے ساتھ پھر جاتی ہے''۔

اور میں نے تمہاری مدح میں جو شعر کہے:

لو لا حمید لم یکن حسبٌ یعد و لا نسب

یا واحد العرب الذی عزت بعزتہ العرب

ترجمہ: ''اگر حمید نہ ہوتا تو حسب ونسب کچھ نہ ہوتا۔ اے یکتائے عرب تیری عزت سے تمام عرب کی عزت ہے''۔

حمید نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا اے ابوالحسن! امیر المومنین نے بہت عمدہ انتقاد کیا ہے اس نے مجھے دس ہزار درہم' دو جانور' ایک خلعت اور ایک خادم دیا اور ابودلف کو جب اس صلے کی اطلاع ہوئی اس نے مجھے اس سے دوگنا عطیہ دیا یہ عطایا ان دونوں نے راز میں دیئے تھے۔ آج تک کسی کو اس کا علم نہ ہوا تھا البتہ اے ابونزار اب میں نے تم سے یہ واقعہ بیان کر دیا ہے ابونزار کہتا ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ علی بن جبلہ نے ابودلف کی مدح میں جو یہ شعر کہا تھا اس کی وجہ سے ان کے دل میں اس کی جانب سے گرہ پڑ گئی۔ وہ شعر یہ ہے:

تحدر ماء الجود من صلب آدم فاثبتہ الرحمان فی صلب قاسم

ترجمہ: ''صلب آدم سے جود کا مادہ منتقل ہوتا رہا۔ اور پھر اسے اللہ نے قاسم کی صلب میں ٹھہرا دیا''۔

مامون کی ہجو:

دعبل کا بھتیجا' سلیمان بن زرین الخزاعی بیان کرتا ہے کہ دعبل نے مامون کی ہجو کہی اور مامون کو اس کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے کہا اس سے میری مراد نہیں ہے بلکہ اس نے ابوعباد کی ہجو کہی ہے۔ جب ابوعباد مامون کے پاس آتا وہ اکثر اسے دیکھ کر ہنستے اور کہا کرتے دعبل نے تیرے لیے جو یہ شعر کہا ہے اس کا مطلب کیا ہے:

و کانہ من دیر ھزقل مفلت خردٌ یجر سلاسل الاقیاد

ترجمہ: ''جب وہ دیر ہزقل سے بھاگ کر آ رہا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھگوڑا ہے جس کے پاؤں میں قیدیوں کی بیڑیاں پڑی ہیں''۔

جب کبھی ابراہیم بن شکلہ ان کی خدمت میں جاتا وہ اس سے کہتے کہ دعبل نے تیری ہجو کر کے مجھے بہت ذلیل کیا ہے اور وہ اشعار بھی سناتے۔

یزیدی کی مفلوک الحالی:

ایک مرتبہ یزیدی نے اپنی پریشان حالی' فلاکت اور قرض کے بار کی مامون سے شکایت کی۔ مامون نے کہا مگر آج کل ہمارے پاس اتنا نہیں کہ اگر ہم دیں تو اس سے تمہاری حاجت پوری ہو سکے اس نے کہا مگر امیر المومنین میں نہایت ہی تنگ ہوں قرض خواہوں نے مجھے تنگ کر دیا ہے۔ صبر نہیں کر سکتا انہوں نے کہا اپنے لیے خود ہی کوئی ترتیب سوچو اس نے کہا آپ کے بہت سے ندیم

ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی اگر میں نے متاخر کر دیا تو اس سے مجھے حسب مراد مل جائے گا آپ مجھے اجازت دیں میں ان کو گانٹھنے کی کوئی ترکیب کروں۔

یزیدی کی دولت حاصل کرنے کی ترکیب:

مامون نے کہا بتاؤ کیا ترکیب سوچی ہے اس نے کہا جب وہ سب آپ کے ہاں جمع ہو جائیں تو میں حاضر نہ ہوں گا آپ فلاں خدمت گار سے کہہ دیجیے گا۔ کہ وہ میرا رقعہ لے جا کر آپ کو اس وقت دے دے اسے پڑھ کر آپ کہلا بھیجیے گا۔ کہ اس وقت میں کسی نہ کسی طرح نہیں مل سکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے جس کو کہو تمہارے پاس بھیج دیا جائے۔

یزیدی کا مامون کو رقعہ:

چنانچہ اس نے یہی ترکیب کی کہ جب اسے معلوم ہوا کہ آج امیر المومنین کے یہاں صحبت گرم ہے اور سب ندیم جمع ہیں اور سب کے سب شراب سے بدمست ہو چکے ہیں وہ آستانے پر حاضر ہوا اور اس نے اسی خدمت گار کو وہ رقعہ دیا۔ مامون نے اسے پڑھا۔ یہ اشعار تھے:

یا خیر اخوانی و اصحابی هذا الطفیلی لدا الباب

ترجمہ: ''اے میرے بہترین عزیز اور دوست یہ طفیلی بھی دروازے پر حاضر ہے۔

خبر ان القوم فی لذۃ یصیرا الیها کل اواب

ترجمہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ سب احباب ایسی لذت میں منہمک ہیں کہ بڑے بڑے توبہ کرنے والے بھی اس کی طرف مائل ہیں۔

فصیرونی واحدا منکم و اخرجوا لی بعض اترابی

ترجمہ: مجھے بھی اپنوں میں شریک کیجیے یا میرے دوستوں میں سے کسی ایک کو میرے پاس بھیج دیجیے۔

مامون نے یہ رقعہ پڑھ کر اپنے سب ہم مشربوں کو سنایا اور کہا کہ اس طفیلی کا ہمارے پاس اس حالت میں آنا کسی طرح مناسب نہیں انہوں نے خدمت گار سے کہا کہ جا کر کہہ دے کہ اس وقت تم کو باریاب نہیں کیا جا سکتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تم جسے چاہو اپنی مناومت کے لیے کہہ دو تو اسے بھیج دیا جائے۔

یزیدی کی عبداللہ بن طاہر کے لیے درخواست:

اس نے کہلا کر بھیج دیا کہ میں عبداللہ بن طاہر کے سوا اور کسی دوسرے کو نہیں چاہتا۔ مامون نے عبداللہ سے کہا کہ سنو اس نے تمہیں اختیار کیا ہے جاؤ۔ عبداللہ نے کہا امیر المومنین بھلا میں طفیلی کا شریک بنوں؟ انہوں نے کہا ابو محمد کی دونوں باتوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارا جی چاہے تو اس کے پاس چلے جاؤ۔ ورنہ اس کا معاوضہ دو۔

یزیدی کی ایک لاکھ درہم کی وصولی:

عبداللہ نے کہا میں دس ہزار درہم دیتا ہوں مامون نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ اس رقم پر وہ تمہاری صحبت کے ترک پر راضی ہو جائے گا۔ اب وہ دس دس ہزار بڑھاتا رہا اور مامون کہتے رہے کہ وہ اس رقم پر راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ اس نے ایک لاکھ درہم تک کہہ دیئے۔ مامون نے کہا تو یہ رقم اسے فوراً بھیج دی جائے عبداللہ بن طاہر نے اپنے وکیل کے نام وثیقہ لکھ دیا کہ یہ رقم اسے دے دی

جائے اور خود اپنا ایک آدمی اس کے ہمراہ بھیج دیا مامون نے کہلا کر بھیجا کہ اس رقم پر قبضہ کر لو۔ یہ تمہارے لیے اس کی اس حالت میں مجالست سے بہتر ہے اور مصاحبت سے زیادہ نافع اور مفید ہے۔

حسین بن ضحاک کے اشعار:

صالح بن الرشید کہتا ہے ایک دن میں حسین بن ضحاک کے دو شعر لیے ہوئے مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے درخواست کی کہ میں آپ کو دو شعر سنانا چاہتا ہوں انہوں نے کہا سناؤ۔ میں نے یہ شعر سنائے:

حمدنا الله شكرا اذ حبانا — بنصرك يا امير المومنينا

فانت خليفة الرحمان حقا — جمعت سماحة و جمعت دينا

ترجمہ: ''اے امیر المومنین! ہم اظہار شکر میں کہ اس نے آپ کی نصرت کی اللہ کی تعریف کرتے ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں جن میں مروت اور تقویٰ دونوں جمع ہیں''۔

مامون نے ان اشعار کو پسند کیا اور کہا کس کے ہیں؟ مہلب نے کہا آپ کے غلام حسین بن ضحاک کے کہنے لگے اس نے بہت خوب کہا ہے میں نے عرض کیا امیر المومنین اس نے اس سے بھی بہتر کہا ہے۔ پوچھا کیا؟ میں نے یہ شعر سنائے:

ايبخل فرد الحسن فردا صفاته — على و قد افردته بهوى فرد

ترجمہ: ''کیا یکتائے حسن کو یہ زیبا ہے کہ وہ اپنی سب سے بہتر صفت کا مجھ سے بخل کرے حالانکہ میں نے اپنے عشق یکتا سے تمام عالم میں صرف اسی کو اختیار کیا ہے۔

راى الله عبدالله خير عباده — فملكه و الله اعلم بالعبد

ترجمہ: اللہ نے عبداللہ (مامون) کو اپنے سب بندوں میں بہتر سمجھا اور اسی وجہ سے ان کو حکومت دی گئی اور بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کو سب سے بہتر جانتا ہے''۔

مامون کی شعر فہمی:

عمارہ بن عقیل بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی السلط نے ایک دن کہا کہ تم جانتے ہو مامون شعر نہیں سمجھتے میں نے کہا ان سے بہتر کون نقاد شعر ہو سکتا ہے تم نے خود دیکھا ہے کہ ادھر ہم نے شعر سنانے شروع کیے اور ہم سے پہلے انہوں نے آخر تک سنا دیئے اس نے کہا ہاں یہ ہے میں نے ایک مرتبہ نہایت ہی عمدہ شعر ان کو سنایا مگر اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا میں نے پوچھا کیا شعر سنایا تھا۔ اس نے یہ شعر پڑھا:

اضحى امام الهدى المامون مشتغلا — بالدين و الناس بالدنيا مشاعيد

ترجمہ: ''جب تمام عالم دنیا میں مشغول ہے مامون جو امام ہدایت ہیں دین میں مشغول ہیں''۔

میں نے کہا بخدا! اس میں تم نے کیا کمال کیا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں اس میں تم نے ان کو ایک بڑھیا بنا دیا ہے جو تسبیح لیے محراب میں بیٹھی ہے تو اب بتاؤ کہ باوجود اس کے کہ وہ خلیفہ ہیں اس دنیا کے معاملات کون سنبھالے ہوئے ہے۔ وہ تو اس سے غافل ہی ہیں۔ ان کے متعلق تم نے وہی مضمون کیوں نہ کہا جو تمہارے چچا جریر نے عبدالعزیز بن ولید کے لیے کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

فلا هو في الدنيا مضيع نصيبه ولا عوض الدنيا عن الدين شاغله

ترجمہ: ''نہ وہ اپنا حصہ دنیا میں ضائع کر رہا ہے اور نہ دنیا کے لوازم نے اسے دین سے غافل کیا ہے''۔

راوی کہتا ہے کہ اس توجیہہ سے اب اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔

العتابی کی مامون سے ملاقات:

محمد بن ابراہیم السیاری کہتا ہے کہ جب العتابی مدینۃ السلام میں مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت اسحٰق بن ابراہیم الموصلی بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ العتابی ایک جلیل القدر شیخ تھا۔ اس نے ان کے سامنے آ کر سلام کیا۔ مامون نے سلام کا جواب دیا اور اپنے پاس بلایا اس نے قریب جا کر ان کے ہاتھ چومے اس کے بعد مامون نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ مامون نے اس کا حال دریافت کیا۔ جس کا جواب وہ اپنی تیز وطرار زبان سے دیتا رہا۔ مامون اس کی چرب زبانی سے خوش ہوئے اور اب اس سے مذاق شروع کر دیا۔ جس کو اس نے اپنی خفت پر محمول کیا اور اس نے کہا امیر المومنین بے تکلفی سے پہلے اتنا دینا چاہیے کہ لینے والا بس کہہ دے۔ لفظ ''ابساس'' کے معنی پوری طرح مامون نہ سمجھ سکے۔ انہوں نے اسحٰق بن ابراہیم کو دیکھا مگر پھر خود ہی سمجھ گئے اور غلام سے کہا کہ ایک ہزار دینار لاؤ یہ رقم آئی اور العتابی کے سامنے ڈال دی گئی۔

العتابی اور ابن الموصلی کی گفتگو:

اس کے بعد وہ مختلف مباحث اور حدیث کے متعلق سوال وجواب کرنے لگے اور ساتھ ہی اسحٰق سے آنکھ کے اشارے سے کہا کہ ذرا اس کی خبر لینا۔ چنانچہ جس مسئلہ پر العتابی گفتگو کرتا۔ اسحٰق اس کے جواب میں اس سے کہیں زیادہ اس باب میں اپنی معلومات بیان کر دیتا جس سے وہ دنگ رہ گیا اس نے مامون سے کہا کہ جناب والا مجھے اجازت دیں کہ میں اس بزرگ سے ان کا نام پوچھوں۔ انہوں نے کہا پوچھ لو۔ العتابی نے اسحٰق سے پوچھا اے شیخ جناب کا اسم گرامی کیا ہے اور آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں انسان ہوں اور میرا نام ''کل بصل'' ہے۔ العتابی نے کہا کہ نسبت کو تو سب جانتے ہیں کہ آپ انسان ہیں مگر یہ نام آج ہی سننے میں آیا ہے کل بصل تو کوئی نام نہیں اسحٰق نے کہا۔ آپ نے یہ ٹھیک بات نہیں کہی۔ آپ کا اعتراض مناسب نہیں ''کل ثوم'' کیا نام ہے پیاز تو بہر حال لہسن سے اچھی ہے۔

العتابی کا ابن الموصلی کی فضیلت کا اعتراف:

اس جواب پر العتابی نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ امیر المومنین مجھے ایسا قابل آدمی آج تک اور کوئی نظر نہیں آیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو جو صلہ آپ نے مجھے دیا ہے وہ ان کے نذر کر دوں کیونکہ انصاف یہ ہے کہ مجھ پر وہ فوقیت لے گئے ہیں مامون نے کہا یہ صلہ تو آپ نے مجھے دیا ہے۔ ہم اسی قدر دان کو دلائے دیتے ہیں اب اسحٰق نے العتابی سے کہا کہ جب آپ نے میری فضیلت کا اعتراف کرلیا ہے تو اب غور کیجیے کہ میں کون ہو سکتا ہوں اس نے کہا ہوں نہ ہوں آپ وہی فاضل اجل ہیں۔ جن کی شہرت عراق سے ہم کو پہنچتی رہی ہے اور جو ابن الموصلی کے نام سے مشہور ہیں۔ اس نے کہا آپ کا قیاس بالکل درست ہے۔ میں وہی ہوں۔ العتابی نے اب اس سے ملاقات کے لیے سلام کیا اور دعا دی۔ چونکہ سلسلہ کلام کو بہت دیر ہو چکی تھی اس وجہ سے مامون نے کہا کہ جب آپ دونوں میں صلح اور دوستی ہو گئی ہے تو اب آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے دربار سے اٹھ آئے اور العتابی اسحٰق کے گھر آ گیا اور اسی کے ہاں مقیم رہا۔

عمارہ بن عقیل کے اشعار پر مامون کی تنقید:

عمارہ بن عقیل کہتا ہے کہ ایک دن جب کہ مامون کے ہاں میں شراب پی رہا تھا انہوں نے مجھ سے کہا اے بدوی تو کس قدر خبیث ہے۔ میں نے کہا امیر المومنین آپ نے ایسا گمان میرے لیے کیوں کیا؟ انہوں نے کہا تم نے ان اشعار میں یہ کیا کہا ہے؟

قالت مفداۃ لما ان رات ارقی والھم یعتادنی من طیفہ لمم

ترجمہ: ''میری جان نثار محبوبہ نے جب دیکھا کہ میں بیدار ہوں اور غم کا میرے اوپر ہجوم ہے اس نے کہا۔

نھبت مالك فی الادنین اسوۃً وفی الا باعذحنی خفك العدم

ترجمہ: تم نے اپنے قریبی رشتہ داروں اور دور کے تعلق والوں میں اپنا مقام مال لٹا دیا اور اس کی وجہ سے بالکل تہی دست ہو گئے۔

فاطلب الیھم تری ما کنت من حسن نسدی الیھم فقد باتنا لھم صرم

ترجمہ: جو دولت تم ان کو لے جا کر دیا کرتے تھے اب وہ ان سے ذرا طلب کرو۔ کیونکہ اب تو خود تم ان کے لیے اپنی تنگ دستی اور کثرت عیال کی وجہ سے بار ہو گئے ہو۔

فقلت عذلك قد اکثرت لائھتی و لم یمت حاتم ھزلا و لا ھرم

ترجمہ: میں نے اس سے کہا بہت ملامت کر چکی۔ اب بس کر۔ حاتم اور ہرم یوں ہی مذاق میں نہیں مر گئے''۔

مامون نے مجھ سے کہا تم نے اپنے کو ہرم بن سنان سردار عرب اور حاتم الطائی سے مشابہت دی ہے کہاں وہ اور کہاں تم۔ انہوں نے یہ کیا اور یہ کیا۔ مامون نے اس کے فضائل کی مجھ پر بھر مار کر دی ہے۔ میں نے عرض کیا' امیر المومنین! میں ان دونوں سے بہتر ہوں۔ میں مسلمان ہوں وہ کافر تھے اور میں بھی عرب ہوں۔

مامون کی محمد بن الجہم سے فرمائش:

مامون نے محمد بن الجہم سے کہا مجھے تم تین شعر مدح' ہجو اور مرثیہ میں سناؤ۔ میں ہر شعر کے عوض میں ایک پرگنہ تم کو دوں گا۔ اس نے مدح میں یہ شعر پڑھا:

یجود بالنفس اذضن الجواد بھا والجود بالنفس اقصی غایۃ الجود

ترجمہ: ''میرا ممدوح اس وقت اپنی جان دے ڈالتا ہے جس بڑے بڑے سخی اس کے دینے میں بخل کرتے ہیں اور جان کا دے دینا سخاوت کی انتہائی حد ہے''۔

ہجو میں اس نے یہ شعر سنایا:

قبحت مناظرھم فحین خبرتھم حسنت مناظرھم لقبح المخبر

ترجمہ: ''ان کے چہرے بہت برے ہیں مگر صرف جب تو ان کو غور سے دیکھے۔ تو باوجود قباحت وہ خوش نما ہو جاتے ہیں''۔

مرثیہ میں یہ شعر سنایا:

ارادوا لنحفواقین عن عدوہ فطیب تراب القودل علی القبر

ترجمہ: ''انہوں نے چاہا تھا کہ اس کی قبر اس کے دشمن کو نہ معلوم ہو سکے مگر قبر کی مٹی کی خوشبو نے قبر کا پتہ دے ہی دیا''۔

علویہ سے مامون کی خفگی:

علویہ کہتا ہے کہ ایک موقع پر ایسا گذرا کہ اگر مامون رحم نہ کرتے تو میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا ایک مرتبہ انہوں نے مجھے طلب کیا اور جب وہ نیند سے سرشار و بدمست ہو گیا تو مجھ سے گانے کی فرمائش کی۔ قبل اس کے کہ میں شروع کرتا مخارق نے جریر کے بعض شعر ابن سریج کی لے میں گانے شروع کر دیئے۔ اب میری باری آئی۔ وہ رومی سرحد جانے کے ارادے سے دمشق جانے کی تیاری کر چکے تھے۔ اس وقت مجھ سے یہی شعر گانے بن پڑا:

الحین ساق الی دمشق منا　　　كانت دمشق لا هلها بلدا

ترجمہ: ''اب وہ دمشق روانہ ہوا ہے حالانکہ دمشق کبھی اپنوں کے لیے سزاوار نہیں ہوا''۔

شعر سن کر پیالہ زمین پر دے مارا اور کہا خدا کی لعنت تجھ پر ہو۔ یہ کیا سنایا۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ تین ہزار درہم مخارق کو لا کر دے دے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دربار سے اٹھا دیا گیا۔ اس وقت ان کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ اور وہ معتصم سے کہہ رہے تھے کہ بخدا! یہ میرا آخری سفر ہے میں نہیں سمجھتا کہ اب دوبارہ کبھی میں عراق کو دیکھوں گا۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ اس سفر سے ان کو عراق آنا نصیب ہی نہ ہو سکا اور انتقال ہو گیا۔

باب ۱۳

خلیفہ معتصم

بیعتِ خلافت:

اس سال جب کہ ماہ رجب ۲۱۸ھ کے ختم ہونے میں بارہ راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ جمعرات کے دن ابو اسحق محمد بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن عبداللہ المنصور کی بحیثیت خلیفہ بیعت لی گئی۔ لوگوں کو یہ اندیشہ تھا کہ اس بارے میں عباس بن المامون ان سے منازعہ کرے گا۔ مگر اس کی نوبت نہ آئی۔ فوج نے تو پہلے ان کی خلافت کے خلاف شور و غوغا برپا کر دیا تھا۔ اور مطالبہ کیا تھا کہ عباس کو خلیفہ بنایا جائے۔

عباس بن مامون کی اطاعت:

مگر ابو عباس نے عباس کو بلایا۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے ان کی بیعت کی۔ پھر فوج سے آ کر کہا تمہاری اس جھوٹی محبت سے کیا ہوتا ہے میں نے اپنی خوشی سے اپنی چچا کی بیعت کر کے خلافت کو ان کے سپرد کر دیا ہے اس بات سے تمام فوج مطمئن ہو گئی۔

طوانہ کے قلعہ کا انہدام:

مامون نے طوانہ کی جس قلعہ بندی کا حکم دیا تھا۔ معتصم نے اس حال میں اس کے گرانے کا حکم دے دیا اس کی وجہ سے وہاں جس قدر اسلحہ اور دوسرا ساز و سامان جمع کیا گیا تھا اس میں سے جو بار کر کے لایا جا سکے وہ لے آیا گیا۔ اور باقی کو جلا دیا گیا اور جن لوگوں کو مامون نے وہاں بسایا تھا ان کو اپنے اپنے وطن جانے کی اجازت دے دی گئی۔

اس سال معتصم بغداد آئے عباس بن المامون بھی ہمراہ تھا وہ سنیچر کے دن بغداد پہنچے اور اسی دن انہوں نے رمضان کا چاند یہاں آ کر دیکھا۔

بابک خرمی کے پیروؤں کی بغاوت:

اس سال اصبہان' ہمدان' ماسبذان اور مہر جانقذق کے ہزارہا پہاڑی باشندے بابک خرمی کے مذہب میں داخل ہو گئے۔ اور سب نے مجتمع ہو کر ہمدان کے علاقہ کے علم بغاوت بلند کیا۔ معتصم نے ان کے مقابلے کے لیے بہت سی فوجیں بھیجیں۔ آخری فوج نے انہوں نے اسحق بن ابراہیم بن مصعب کے امارت میں اس سال کے ماہ شوال میں روانہ کی تھی اور اسحق بن ابراہیم کو تمام جبال کے علاقہ کا امیر بھی مقرر کیا تھا۔ اسحق ماہ ذی قعدہ میں اس جماعت کے مقابلہ پر روانہ ہوا۔ اور آٹھویں ذی الحجہ کو اس کا مرسلہ بشارت فتح کا خط بغداد میں پڑھا گیا۔ صرف ہمدان کے علاقے میں اس نے ساٹھ ہزار کو قتل کر دیا تھا باقی رومی علاقہ میں بھاگ گئے۔

امیر حج صالح بن عباس:

اس سال صالح بن عباس کی امارت میں حج ہوا۔ اہل مکہ نے جمعہ کے دن اور اہل بغداد نے سنیچر کے دن قربانی کی۔

۲۱۹ھ کے واقعات

محمد بن قاسم کا ظہور:

اس سال محمد بن القاسم بن عمرو بن علی ابن الحسینی بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خراسان کے شہر طالقان میں ظہور کیا اور آل محمد ﷺ میں سے خلیفہ کے اختیار کی دعوت دی ایک خلقت عظیم اس کے ساتھ ہوگئی۔ طالقان اور اس کے پہاڑوں میں اس کی عبداللہ بن طاہر کے امراء سے کئی لڑائیاں ہوئیں آخر میں اسے اور اس کی فوج کو شکست ہوئی وہ خراسان کے کسی مقام کو جہاں کے باشندوں نے اس سے مراسلات کے ذریعہ سازش کر لی تھی بھاگ کر جا رہا تھا جب شہر نسا پہنچا تو اس کے ہمراہی کا باپ وہاں رہتا وہ شخص اپنے والد سے ملنے اور اس کے سلام کے لیے اس کے پاس گیا اس کے والد نے لڑائی کی خبر پوچھی۔ اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اب ہم فلاں مقام کو جا رہے ہیں۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری:

اس شخص نے عامل نسا سے جا کر محمد بن قاسم کو خبر دی عامل نے اسے دس ہزار درہم دیئے کہ تو مجھے اس کا پتہ بتا دے اس نے بتا دیا عامل نے وہاں آ کر محمد بن القاسم کو گرفتار کر کے اس کی ضمانت لی اور اسے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اسے معتصم کے پاس بھیج دیا یہ بدھ کے دن سے ربیع الآخر کو معتصم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا انہوں نے اسے مسرور الکبیر رشید کے خدمت گار کے پاس سامرا میں قید کر دیا۔ جس جگہ قید کیا گیا تھا۔ وہ نہایت ہی تنگ تھی جس کی وسعت شاید تین گز لانبی اور دو گز چوڑی تھی۔ تین دن وہ اسی کوٹھری میں قید رہا اس کے بعد اسے اس سے بیز حجرے میں منتقل کر دیا گیا اور کھانا بھی جاری کر دیا گیا نیز پہرہ بٹھا دیا گیا۔

محمد بن قاسم کا فرار:

شب فطر میں جب کہ تمام لوگ عید کی تہنیت عید میں مشغول تھے۔ وہ کسی ترکیب سے قید سے نکل بھاگا۔ بیان کیا گیا ہے کہ رات کے وقت وہ روشن دان کی رسی کے ذریعہ روشن دان تک چڑھ کر اس سے نکل گیا۔ جب لوگ اس کے لیے صبح کا کھانا لے کر وہاں پہنچے تو وہ مفقود تھا اگر چہ اس کی نشاندہی کے لیے ایک لاکھ درہم انعام کا عام اعلان کر دیا گیا اور اس کے لیے منادی کرنے والے نے منادی کر دی۔ مگر اس کا قطعی پتہ نہ چلا۔

خرمیوں کا قتل:

اس سال ۱۱/ جمادی الاولیٰ اتوار کے دن اسحٰق بن ابراہیم علاقہ جبال سے خرمی اور دوسرے امان حاصل کردہ قیدیوں کے ساتھ بغداد آیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر اسحٰق بن ابراہیم نے خرمیوں کی اس تمام لڑائیوں میں ان کے تقریباً ایک لاکھ آدمی قتل کیے تھے۔

زط گروہوں کی سرکوبی:

اس سال جمادی الآخر میں معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو ان زط گروہوں سے لڑنے بھیجا۔ جنہوں نے بصرہ کے راستہ میں سر اٹھا رکھا تھا راستہ مسدود کر رکھا تھا مسافروں کو لوٹ لیتے تھے اور کسکر اور اس سے ملے ہوئے بصرہ کے علاقہ کے کھلیانوں سے غلہ اٹھا لے

جاتے تھے۔ ان کے خوف سے لوگوں نے وہ راستہ چلنا ترک کر دیا تھا۔ اپنے آپ کو روزانہ کی خبروں سے باخبر رکھنے کے لیے معتصم نے ڈاک کی چوکیوں پر سوار متعین کر دیئے تھے جو روزانہ کی خبریں دمادم پہنچا دیتے تھے جو خبر عجیف کے ہاں سے نکلتی وہ اس دن معتصم کو مل جاتی۔ معتصم کی جانب سے محمد بن منصور ابراہیم بن البختری کا کاتب عجیف کا بخشی ہے واسط آ کر عجیف نے اس کے نیچے صافیہ نام ایک گاؤں میں پانچ ہزار فوج کے ساتھ اپنا پڑاؤ ڈالا۔ اور خود وہاں سے چل کر بروودا نام دجلہ کی ایک نہر پر آ گیا۔ اور اسے مسدود کرنے تک وہاں مقیم رہا۔

زط کی نا کہ بندی:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عجیف نے واسط کے نیچے بخید نام ایک موضع میں اپنا پڑاؤ قائم کیا اور یہاں سے اس نے ہارون بن نعیم بن الوضاح خراسانی سپہ سالار کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ صافیہ نام موضع کو روانہ کیا اور خود وہ پانچ ہزار کے ساتھ بردودآیا۔ اور اس کے بند کرنے تک وہاں ٹھہرا رہا۔ اس کے علاوہ اس نے دوسری اور نہریں بھی جو دجلہ سے نکلتیں یا اس میں ملتی تھیں بند کر دیں۔ اس طرح اس نے زط کو ہر طرف سے محاصرہ میں لے لیا۔

زط سردار محمد بن عثمان سے عجیف کی جنگ:

جن نہروں کو اس نے مسدود کیا تھا ان میں ایک نہر عروس نام تھی۔ اس نا کہ بندی کے بعد اب اس نے ان پر حملہ کر کے پانچ سو کو گرفتار اور معرکہ جنگ میں تین سو کو ہلاک کر دیا۔ قیدیوں کو قتل کر کے ان کے سر معتصم کے آستانے بھیج دیئے۔ اس کے بعد عجیف پندرہ دن تک زط کے مقابلہ پر جم کر لڑتا رہا۔ اور اس میں اس نے ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔ اور قید کر دیا اس قوم کا سردار محمد بن عثمان نام ایک شخص تھا۔ اور اس کا مددگار اور سپہ سالار سملق تھا۔ عجیف نو ماہ تک ان سے لڑتا رہا۔

امیر حج صالح بن عباس:

اس سال صالح بن العباس بن محمد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۰ھ کے واقعات

اس سال عجیف نے زط پر پورا غلبہ پالیا۔ اس نے ان کو اس قدر عاجز کر دیا کہ وہ امان مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ عجیف نے ان کو امان دی۔ وہ ذی الحجہ ۲۱۹ھ میں اپنے جان و مال کی امان لے کر اس کے پاس چلے آئے اور وہ ان کو ۲۲۰ھ میں بغداد لے کر آیا۔ ان کی کل تعداد ۲۷ ہزار تھے جن میں بارہ ہزار جنگ جو مرد تھے عجیف نے ان کو شمار کیا تو مرد عورت اور بچے سب ملا کر ۲۷/ ہزار تھے۔

عجیف کی مراجعت بغداد:

یہ ان کو کشتیوں میں سوار کر کے بغداد روانہ ہوا۔ زعفرانیہ آ کر اس نے اپنے ہر سپاہی کو حسن کارگزاری کے صلہ میں دو دو دینار انعام دیا ایک دن وہاں ٹھہرا پھر جنگی ترکیب کے ساتھ ان کو بیڑوں میں سوار کر کے یوم عاشورا ۲۲۰ھ کو بغداد آیا۔ ان کے ساتھ بگل بھی تھے۔ معتصم اس وقت اپنی کشتی الزو میں سوار شماسیہ میں تھے۔ زط بگل بجاتے ہوئے ان کے پاس گذرے۔ ان کے اگلے قفص

اور آخری شماسیہ کے مقابل تھے۔

زط کی تباہی:

تین دن تک وہ اپنی کشتیوں میں سوار رہے پھر ان کو بغداد کی جانب شرقی کو عبور کر کے لایا گیا۔ اور وہ بشر بن السمیدع کے حوالے کر دیئے گئے۔ وہ ان کو خالقین لایا اور یہاں سے ان کو سرحد کی طرف عین زربہ منتقل کیا گیا۔ اور رومیوں نے ان پر غارت کر کے ان کو بالکل برباد کر دیا۔ ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

اس سال معتصم نے افشین حیدر بن کاؤس کو جبال کا والی مقرر کر کے بابک کے مقابلہ پر روانہ کیا ۲/ جمادی الآخر کو افشین اس مہم پر بغداد سے روانہ ہوا۔ اس نے بغداد کی عیدگاہ میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہاں سے برزند آیا۔

اس نے ۲۰۱ھ میں خروج کیا تھا۔ بذ اس کا مستقر تھا۔ سلطنت کی بہت سی فوجوں کو اس نے شکست دی تھی۔ اور فوجی سرداروں کو قتل کر چکا تھا۔ جب معتصم سربراہ سلطنت ہوئے انہوں نے ابوسعید محمد بن یوسف کو اردبیل بھیجا اور حکم دیا کہ زنجان اور اردبیل کے درمیان جن قلعوں کو بابک نے منہدم کر دیا ہے یہ ان کو بنائے اور ان قلعوں میں اردبیل سامان معیشت لے جانے والے تاجروں کی حفاظت کے لیے جنگی چوکیاں قائم کرے۔ ابوسعید اپنے کام پر چلا گیا اور اس نے ان قلعوں کو پھر بنایا جن کو بابک نے خراب کر دیا تھا اپنی غارت گری کے سلسلہ میں بابک نے اسی اثنا میں غارت گری کے لیے ایک دستہ فوج معاویہ نام ایک شخص کی سرکردگی میں کسی مقام کو بھیجا تھا۔ جب یہ جماعت غارت گری کر کے پلٹ رہی تھی اس کی خبر ابوسعید محمد بن یوسف کو ہوئی اس نے ایک جماعت تیار کر کے ان کے راستہ پر ان کو جالیا۔ اور لڑ پڑا۔ اس جھڑپ میں اس نے ان کے کچھ آدمی قتل اور کچھ قید کر لیے۔ نیز لوٹ کا وہ مال جو وہ لیے جا رہے تھے اس پر اس نے قبضہ کر لیا یہ پہلی ہزیمت تھی جو بابک کی جماعت کو ہوئی۔ ابوسعید نے مقتولین کے سر اور قیدی معتصم باللہ کی خدمت میں بھیج دے۔

محمد بن البعیث کی خرمیوں کی مہمان نوازی:

اس کے بعد دوسری ہزیمت ان کو محمد بن البعیث نے دی۔ یہ شخص ایک نہایت مستحکم قلعہ شاہی نام میں مقیم تھا اس قلعہ کو اس نے وجنا بن الرواد سے چھینا تھا۔ تقریباً دو فرسخ اس کا عرض تھا۔ یہ آذربائیجان کے علاقہ میں واقع تھا اس کے قبضے میں اس علاقہ میں ایک اور قلعہ تبریز بھی تھا مگر یہ قلعہ شاہی دونوں میں زیادہ مستحکم اور ناقابل تسخیر تھا۔ ابن البعیث سے بابک کی مصالحت تھی۔ جب وہ اپنی مہمیں بھیجتا تو وہ فوجیں اس کے پاس آکر اترتیں۔ مہمان کی مہمان داری کرتا۔ وہ ان کو انعام وصلہ دیتا اسی طرح بابک کی فوجیں اس سے مانوس ہوگئی تھیں اور ان کی یہ عادت ہوگئی تھی کہ جب وہ کسی مہم پر جاتیں اس کے ہاں ضرور مہمان ہوتیں۔

عصمہ کی گرفتاری:

ایک مرتبہ بابک نے اپنے امراء میں سے عصمہ نام ایک امیر کی قیادت میں ایک روانہ کی وہ ابن البعیث کے ہاں اترا۔ اس نے حسب عادت بھیڑیں ان کے پاس بھیجیں اور ان کو اپنا مہمان بنایا۔ اور خوب خاطر تواضع کی۔ اور عصمہ سے کہلا کر بھیجا کہ آپ اپنے خاص مصاحب اور عمائد کے ساتھ قلعہ میں مجھ سے ملنے آئیں۔ یہ اس کے پاس آیا۔ ابن البعیث نے ان کو کھانا کھلایا' اور اتنی شراب پلائی کہ وہ بدمست ہوگئے۔ اب اس نے اچانک حملہ کر کے عصمہ کو پکڑ لیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔

عصمہ کے ساتھیوں کا قتل:

اس نے عصمہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ایک ایک شخص کا نام بتائے چنانچہ جب وہ اس شخص کا نام لیتا تو وہ قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر وہ نام لے کر اس کی گردن مار دیتا۔ یہ سماں دیکھ کر اس کی فوج جو قلعہ کے باہر خیمہ زن تھی بھاگ گئی ابن البعیث نے عصمہ کو معتصم کے پاس بھیج دیا۔ یہ بعیث' ابو محمد بن الرواد کے لیٹروں میں کا ایک لٹیرا تھا۔ معتصم نے عصمہ سے بابک کے علاقوں کو دریافت کیا اس نے ان کو وہاں کے سب راستے اور لڑائی کے ڈھنگ بتائے یہ واثق کے عہد تک قید رہا۔

افشین کا برزند میں قیام:

برزند آ کر افشین نے پڑاؤ ڈالا۔ اور اس نے ان قلعوں کو جو برزند اور اردبیل کے درمیان تھے۔ درست کرایا۔ اس نے محمد بن یوسف کو خش نام ایک مقام میں متعین کیا اس نے وہاں خندق بنائی' افشین نے ہیثم الغنوی اہل جزیرہ کے سپہ سالار کو ارشق نام ایک باٹ میں متعین کیا اس نے اس کے قلعہ کی مرمت کی اور اس کے گرد خندق بنائی۔

افشین کا قافلوں کے لیے حسن انتظام:

نیز افشین نے علویہ الاعور ابناء کے ایک امیر کو اردبیل کے متصل ایک قلعہ میں جس کا نام حسن النہر تھا۔ متعین کر دیا۔ جو مسافر اور قافلے اردبیل سے روانہ ہوتے ان کے کے ساتھ بدرقہ ہوتا۔ جو ان کو حصن النہر تک پہنچا دیتا۔ اس کے بعد پھر حصن النہر کا افسر ان کو اپنی حفاظت میں لے کر چلتا۔ اور وہ انہیں ہیثم الغنوی کے سپرد کر دیتا۔ اسی طرح دوسری طرف سے ہیثم اپنی سمت کے لوگوں کو لا کر حصن النہر کے حوالے کر دیتا اور اردبیل سے آنے والوں کا خود بدرقہ بنتا۔ اسی طرح وہ اور حصن النہر کا افسر آدھے راستے پر مل جاتے اور حصن النہر والا اپنے قافلوں کو ہیثم کے سپرد کر دیتا۔ اور ہیثم اپنے اس کے سپرد کر دیتا۔ اور پھر دونوں اپنی اپنی سمت چلے آتے۔ اگر ان میں سے کبھی ایک اس مقام معہود پر دوسرے سے پہلے پہنچ جاتا تو وہ تاوقتیکہ دوسرا وہاں نہ آ جائے اس مقام سے تجاوز نہ کرتا اور یہاں وہ دونوں اپنے اپنے قافلوں کو دوسرے کے سپرد کر کے ایک اردبیل واپس آ جاتا اور ہیثم اپنے قافلہ کو افشین کے پڑاؤ کی طرف لے کر چلتا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ وہ اپنے قافلہ کو ابوسعید کے حوالے کرتا اس کے مقابلہ پر ابوسعید اپنے مستقر سے چل کر نصف راستے پر آ کر ٹھہرتا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہوتے ان کو یہاں ہیثم کے حوالے کرتا۔ اور ہیثم اپنے قافلہ کو ابوسعید کے سپرد کر دیتا۔ ابو سعید اپنے قافلہ والوں کے ساتھ خش آ تا۔ اور ہیثم اپنے لوگوں کو لے کر ارشق پلٹ جاتا۔ دوسرے دن وہ ان کو علویہ الاعور اور اس کے سپاہیوں کے حوالے کر دیتا۔ تا کہ وہ ان لوگوں کو وہاں پہنچا دیں۔ جہاں جہاں ان کو جانا ہے ابوسعید اپنے قافلے کو لے کر خش ہوتا ہوا افشین کے پڑاؤ کو آ جاتا اثنائے راہ ہی میں اسے افشین کا رسالدار مل جاتا اور وہ اس قافلہ کو اپنی تحویل میں لے کر افشین کے پڑاؤ آ جاتا۔ یہ طریقہ بہت روز تک جاری رہا۔

بابک کے جاسوسوں سے ابوسعید کی پیشکش:

جب کبھی دشمن کے جاسوس ابوسعید کے پاس یا دوسری کسی جنگی چوکی میں آ جاتے وہ سب ان کو افشین کے پاس بھیج دیتے۔ افشین نہ ان کو قتل کرتا اور نہ پٹواتا۔ بلکہ ان کو انعام واکرام دیتا اور پوچھ لیتا کہ بابک ان کے خدمات کا صلہ کیا دیتا ہے۔ جس قدر وہ بتاتے یہ اس سے دوگنا رقم ان کو دیتا۔ اور کہتا کہ تم ہمارے جاسوس بن جاؤ۔

معرکہ ارشق:

اس سال ارشق میں بابک اور افشین میں ایک لڑائی ہوئی۔ جن میں مؤخر الذکر نے بابک کے بہت سے آدمی جن کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک ہزار سے زیادہ تھے۔ قتل کر ڈالے۔ اور وہاں سے بابک بھاگ کر موقان چلا گیا اور پھر اس مقام کو بھی چھوڑ کر بدنام اپنے اصلی مقام کو چلا گیا۔

بابک کا بغاء الکبیر پر حملہ کرنے کا منصوبہ:

اس واقعہ کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ معتصم نے بغاء الکبیر کے ساتھ بہت بڑی رقم اپنی فوج کی معاش اور اخراجات جنگ کے لیے افشین کے پاس روانہ کی۔ بغاء اس رقم کو لے کر اردبیل آیا۔ بابک اور اس کے آدمیوں کو بغاء کی خبر مل گئی انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ قبل اس کے بغا افشین کے پاس پہنچے ہم اسے راستے ہی میں آلیں۔ صالح جاسوس نے افشین سے آ کر بیان کیا کہ بغا روپیہ لا رہا ہے۔ اور بابک نے تہیہ کیا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ آپ کے پاس پہنچے راستے ہی میں اسے آلے۔

بیان کیا گیا ہے کہ صالح نے ابوسعید سے آ کر یہ خبر بیان کی تھی۔ اور اس نے اسے افشین کے پاس بھیج دیا۔

بغاء الکبیر کو اردبیل میں قیام کا حکم:

اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بابک نے کئی مقامات پر کمین متعین کر دی۔ افشین نے ابوسعید کو لکھا کہ اس اطلاع کی صحت کی تحقیق کر لو۔ وہ ایک جماعت کے ساتھ بھیس بدل کر دریافت حقیقت کے لیے نکلا۔ اس نے صالح کے نشاندادہ مقامات میں آگ اور الاؤ دیکھے۔ افشین نے بغا کو لکھا کہ میرے آئندہ ایما تک تم اردبیل ہی میں قیام کرو۔ ابوسعید نے افشین کو لکھ بھیجا۔ کہ صالح کی اطلاع درست ہے۔ اس نے صالح سے حسن سلوک کا وعدہ کیا اور اس وقت بھی اسے انعام دیا۔

افشین کو بغاء الکبیر کی ہدایت:

اب افشین نے بغاء الکبیر کو لکھا کہ تم یہ ظاہر کرو۔ کہ تم گویا سفر کی تیاری کر رہے ہو۔ اس روپیہ کو اونٹوں کو بار کر و اور ان کی ایک قطار بنا لو اور پھر اردبیل سے روانہ ہو۔ یہ ظاہر کرو کہ گویا تم برزند جا رہے ہو۔ اور جب تم نہر والی جنگی چوکی تک پہنچ جاؤ یا دو فرسخ تک کا مائل راستہ طے کر لو اونٹوں کی قطار کو وہیں روک لو۔ البتہ وہ لوگ جو اس روپیہ کے ساتھ ہوں برزند چلے جائیں۔ جب قافلہ چلا جائے تو تم اس روپیہ کو لے کر اردبیل پلٹ آؤ۔

بغاء الکبیر کی روانگی کی بابک کو اطلاع:

بغاء نے حسبہ عمل کیا۔ جب اس کا قافلہ اردبیل سے چل کر نہر پر ٹھہرا۔ تو بابک کے جاسوسوں نے چونکہ خود مال کو بار ہوتے ہوئے دیکھا تھا اس سے جا کر اس کی اطلاع کی اور کہا کہ وہ نہر تک پہنچ چکا ہے۔

بغاء الکبیر کی مراجعت اردبیل:

بغا مال لے کر اردبیل واپس آ گیا دوسری طرف سے افشین اس قرارداد کے مطابق جو اس نے بغا سے کی تھی معینہ دن میں عصر کے وقت برزند سے روانہ ہو کر غروب آفتاب کے ساتھ خش آ گیا۔ اور اس نے ابوسعید کی خندق کے باہر پڑاؤ کیا۔ صبح ہوتے ہی وہ خفیہ طور پر چل کھڑا ہوا۔ نہ اس نے طبل بجایا نہ کوئی نشان بلند کیا بلکہ اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا تھا کہ جنگی نشانات بند ھے رہیں۔ اور

سب لوگ بالکل خاموش رہیں۔ اس نے اپنی رفتار بہت تیز رکھی۔ وہ قافلہ جو اس روز نہر سے ہیثم الغنوی کی طرف چلا تھا۔ اپنے مقام سے روانہ ہو چکا تھا۔ افشین خش سے سے ہیثم کی طرف اس لیے چلا کہ یا اسے راستے میں جا ملے۔ ہیثم کو افشین کی آمد کی اطلاع نہ تھی۔ یہ حسب دستور اپنے قافلہ کو لے کر نہر کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔

بابک کا قلعہ حصن النہر پر حملہ:

اب بابک اپنے رسالے' پیدل اور فوجوں کو آراستہ کر کے نہر کے راستہ پر آ گیا۔ اسے یقین تھا کہ روپیہ ضرور میرے ہاتھ لگ جائے گا۔ حصن النہر کا قلعہ دار اپنے قافلہ کو لے کر ہیثم کی طرف چلا۔ اس پر بابک کے سواروں نے کمین گاہوں سے نکل کر اس امید میں کہ وہ روپیہ ضرور اس کے پاس ہے حملہ کر دیا۔ نہر کا قلعہ داران سے لڑ پڑا۔ مگر انہوں نے اس کی مصیبت اور تمام مسافروں کو قتل کر دیا۔ ان کے تمام مال ومتاع کو لوٹ لیا۔ مگر ان کو معلوم ہوا کہ جس روپے کی لال میں انہوں نے یہ حملہ کیا تھا وہ ان کی دسترس سے نکل گیا۔

بابک اور اس کی جماعت کی تبدیلی ہیئت:

انہوں نے حصن النہر کے قلعہ دار کا جھنڈا لے لیا اور فوج کی وردی زرہیں' بھالے اور رو گلے لے لشکر خود ان کو پہن کر اپنی ہیئت اس لیے بدلی۔ کہ اس طرح بے خبری میں وہ ہیثم الغنوی اور اس کے ساتھیوں کو جا دبوچیں ان کو افشین کی پیش قدمی کی اطلاع نہ تھی۔ حصن النہر کی سپاہ کی شکل میں آ گے آ ئے۔ اور مقام مقررہ تک چلے آئے چونکہ ان کو صحیح طور پر اس مقام کا علم نہ تھا۔ جہاں قلعہ دار کا نشان نصب ہوتا تھا اس لیے وہ اس سے ہٹ کر دوسری جگہ آ کر ٹھہر گئے۔ ہیثم دوسری طرف سے آ کر اپنے مقررہ مقام پر ٹھہرا اور اپنے مقابل کے مقام کی تبدیلی سے کھٹک گیا۔ اس نے اپنے ایک چچا زاد بھائی سے کہا کہ تم اس بدخو کے پاس جا کر پوچھو کہ اس غیر مقام میں کیوں ٹھہرا ہے ہیثم کے بھائی نے اس جماعت کے قریب آ کر دیکھا۔ کہ یہ تو کوئی اور لوگ ہیں۔ اس نے فوراً ہیثم کے پاس آ کر اس سے کہا کہ ان لوگوں کو تو میں نہیں پہچانتا۔ اس نے جھڑک کر کہا اللہ تجھے رسوا کرے تو نہایت ہی بزدل ہے۔

علویہ اور اس کی جماعت کے قتل کی ہیثم کو اطلاع:

پھر اس نے اپنے پانچ سوار دریافت حال کے لیے روانہ کیے جب یہ سوار اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر بابک کے قریب پہنچے وہاں سے دو آدمی نکل کر آئے یہ سوار ان کے پاس گئے۔ اور ان کی ہیئت سے تاڑ گئے کہ یہ تو دشمن ہیں۔ انہوں نے ان سے بھی کہہ دیا۔ کہ ہم نے تم کو پہچان لیا ہے۔ اس کے بعد وہ سوار تیز گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہیثم کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ کافر نے علویہ اور اس کی جمعیت کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور دھوکہ دینے کے لیے انہیں کے جھنڈے اور لباس کو لے کر خود پہن لیا ہے۔

ہیثم کی مراجعت:

ہیثم اس خبر کو سنتے ہی اپنے قافلہ کے پاس پلٹ آیا اور اس اندیشہ سے کہ مبادا یہ ساری جماعت دشمن کے ساتھ لگ جائے اس نے فوراً مراجعت کا حکم دیا۔ اور اب وہ اپنے قافلہ کو دشمن سے بچاتا ہوا عقبی دستہ کی طرح اپنی جمعیت کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دور چل کر تھوڑی دیر ٹھہر جاتا یہاں تک کہ وہ قافلہ اس قلعہ میں پہنچ گیا۔ جو ہیثم کا مستقر تھا۔ یعنی ارشق یہاں آ کر اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تم میں جو شخص اپنی خوشی سے اس بات کے لیے آمادہ ہو کہ وہ ہماری حالت امیر کو اور ابوسعید کو فوراً جا کر بتا دے۔

اسے دس ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔ اور اگر دوڑ کی وجہ سے اس کا گھوڑا مر جائے تو اسے ویسا ہی دوسرا گھوڑا وہیں دے دیا جائے گا دو شخص اس کام کے لیے آمادہ ہوئے۔ اور دو بہت عمدہ تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کو اڑاتے ہوئے اپنے کام پر چل دیئے۔ ہیثم قلعہ کے اندر چلا آیا۔

بابک کا محاصرہ ارشق:

بابک اپنی فوج کو لے کر اپنے مقام سے قلعہ پر آیا۔ اس کے لیے کرسی رکھ دی گئی وہ قلعہ کے سامنے ایک بلندی پر بیٹھا اور اس نے ہیثم سے کہلا کر بھیجا کہ قلعہ چھوڑ کر چلے آؤ تاکہ میں اسے منہدم کر دوں۔ ہیثم نے اس کے مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ اور لڑائی کے لیے تیار رہا۔ اس وقت قلعہ میں اس کے ہمراہ چھ سو پیدل اور چار سو سوار تھے۔ اور ایک مستحکم خندق بھی اس کے ہاں تھی۔ ان ذرائع کے ساتھ ہیثم نے اس سے جنگ شروع کر دی۔ بابک اپنے مصاحبین کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور پینے کے لیے شراب اس کے سامنے رکھی گئی۔ اب حسب دستور گھمسان لڑائی ہونے لگی۔

افشین کا بابک خرمی پر حملہ:

وہ دونوں سوار جو ارسال خبر کے لیے روانہ کیے گئے تھے۔ ارشق سے ایک فرسخ کم فاصلہ پر افشین کے پاس پہنچ گئے۔ ان پر نظر پڑتے ہی افشین نے اپنے مقدمہ کے افسر سے کہا کہ میں دو سواروں کو نہایت تیز دوڑتا ہوا آتا دیکھ رہا ہوں۔ پھر کہا کہ طبل بجاؤ اور جھنڈے بلند کر کے ان دونوں سواروں کی طرف گھوڑوں کو ایڑ دو۔ اس کی فوج نے حسب حکم عمل کیا۔ اور وہ نہایت سرعت سے روانہ ہوئے۔ افشین نے کہا اور ان دونوں سے بلند آواز میں پکار کر کہہ دو۔ کہ ہم آئے' ہم آئے یہ جماعت ایک ہی سانس میں اس قدر تیزی سے گھوڑے دوڑاتی ہوئی کہ ایک ایک پر پلے پڑتے تھے۔ آناً فاناً بابک پر آ پڑی۔ اسے اتنا بھی موقع نہ ملا۔ کہ وہ اپنے مقام سے منتقل ہوتا یا سوار ہو سکتا۔ افشین کا رسالہ اور فوج ایک دم وہاں آ پہنچی۔ اور آتے ہی وہ دشمن سے دست و گریباں ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بابک کی پیادہ سپاہ میں سے کوئی بھی بچ کر نہ جا سکا۔

بابک خرمی کی شکست و فرار:

البتہ وہ خود چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر موقان چلا گیا۔ وہ اپنی تمام جماعت سے بالکل منقطع ہو گیا تھا۔ افشین وہیں ٹھہر گیا۔ رات وہیں بسر کر کے پھر اپنی برزند کے فوجی پڑاؤ میں پلٹ آیا۔ بابک چند روز موقان میں پڑا رہا۔ پھر اس نے اپنے شہر بذ کو آدمی بھیجے وہاں سے رات گئے ایک سپاہ آئی۔ جس میں پیادے تھے وہ ان کے ہمراہ چل کر ندا آ گیا۔

بابک کا قافلہ خش پر حملہ:

انہوں دنوں میں ایک قافلہ خش سے برزند جانے کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ ابو سعید کی طرف سے صالح بہشتی بدرقہ کے لیے ساتھ بابک کے اصبہذ نے کمین گاہ سے نکل کر اس قافلہ پر غارت گری کی۔ اور اسے آ لیا۔ جتنے آدمی قافلہ میں تھے اور جس قدر سپاہی صالح کے ساتھ تھے ان سب کو قتل کر دیا۔ البتہ صالح چند بچنے والوں کے ساتھ ننگے پاؤں بچ کر نکل آیا۔ تمام قافلہ والے قتل کر دیئے گئے۔ اور ان کا مال و متاع لوٹ لیا گیا۔

افشین کے پڑاؤ میں قحط:

اس قافلہ کی بربادی سے جس کے ساتھ سامان خوراک تھا۔ افشین کے پڑاؤ میں قحط پڑ گیا اس نے مراغہ کے حاکم کو حکم بھیجا کہ چونکہ ہمارے ہاں قحط پڑ گیا ہے اور لوگ فاقہ زدہ ہو رہے ہیں اس لیے تم فوراً سامان خوراک اپنے ہاں سے بھیجو۔

افشین کا حاکم مراغہ کو سامان خوراک بھیجنے کا حکم:

حاکم مراغہ نے اس حکم کی بجا آوری میں سامان خوراک کا ایک زبردست قافلہ جس میں گدھوں اور دوسرے بارداری کے جانوروں کے علاوہ تقریباً ایک ہزار بیل تھے۔ باقاعدہ فوجی بدرقہ کے ساتھ افشین کو بھیجا اثنائے راہ میں اس قافلہ کو بھی بابک کی ایک طوفانی جماعت نے جوطرخان یا آذین کی قیادت میں تھی آلیا اور اسے پوری طرح لوٹ لیا۔ اس سے لوگوں کو سخت مصیبت پیش آ گئی۔

افشین کی حاکم شیروان سے امداد طلبی:

اب افشین نے شیروان کے حاکم کو لکھا کہ سامان خوراک بھیجو۔ اس نے کثیر مقدار میں آذوقہ روانہ کر دیا اور اس سال وہ سب لوگ قحط کی تکلیف سے بچ گئے۔

بغا بھی مال اور سپاہ کے ساتھ افشین کے پاس آ پہنچا۔

اس سال ذی القعدہ میں معتصم' قاطول روانہ ہوئے۔

معتصم کو حربیہ سے اندیشہ:

ابوالوزیر احمد بن خالد بیان کرتا ہے ۲۱۹ھ میں معتصم نے مجھے بلایا اور کہا کہ سامرا کے اطراف میں میرے لیے کوئی ایسی مناسب جگہ خرید لو جہاں میں ایک جدید شہر بساؤں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کسی وقت یہ حربیہ والے ایک للکار سے میرے غلاموں کو قتل کر دیں گے تو اگر میں نے وہاں اپنا مقام رکھا تو میں ان سے بالا رہوں گا۔ اگر ان کی طرف سے کسی ہنگامہ کا مجھے خوف ہوا تو میں آسانی کے ساتھ خشکی یا تری کے راستے آ کر ان پر قابو پا سکوں گا۔ اور یہ ایک لاکھ دینار لے جاؤ۔ میں نے کہا سردست پانچ ہزار لیے جاتا ہوں' ضرورت ہو گی تو اور منگوا لوں گا۔ انھوں نے کہا مناسب ہے۔

معتصم کی قاطول میں آمد:

میں اس مقام پر آیا اور میں نے سامرا کو پانچ سو درہم میں دیر والے نصاری سے خرید لیا۔ نیز میں نے بستان الخاقستانی کی زمین پانچ ہزار درہم میں خریدی۔ اور بھی چند موضع لیے اور جب میں نے اپنے ارادے کی تکمیل کر لی۔ تو میں صکاک میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ۲۲۰ھ میں اس مقام کو آنے۔ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب قاطول کے قریب آئے یہاں ان کے قیام کے لیے خیمے اور شامیانے نصب کیے گئے۔ اور دوسرے لوگوں نے اپنے جھونپڑے بنائے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ یہاں آتے ان کے لیے عارضی طور پر بنگلے نصب کر دیئے جاتے۔ یہاں تک کہ ۲۲۱ھ میں اس شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔

ہارون الرشید کے خدمت گار مسرور کا بیان:

مسرور رشید کا خدمت گار کہتا ہے کہ ایک مرتبہ معتصم نے مجھ سے پوچھا کہ جب رشید بغداد کے قیام سے گھبرا جاتے تو کس

مقام کو تفریح اور تبدیلی کے لیے جاتے میں نے کہا قاطول جایا کرتے تھے وہاں انہوں نے ایک شہر بھی بنایا تھا جس کے آثار اور فصیل اب تک موجود ہیں رشید کو بھی اپنی فوج کی طرف سے اسی قسم کا خوف پیدا ہو گیا تھا جس طرح معتصم کو ہوا۔ مگر جب اہل شام نے شام میں بغاوت برپا کی۔ تو رشید رقہ چلے گئے۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اس وجہ سے شہر قاطول نا تمام رہ گیا۔

جب معتصم بغداد سے قاطول چلے تو انہوں نے بغداد میں اپنے بیٹے ہارون الواثق کو اپنا نائب بنایا۔

معتصم کی قاطول جانے کی وجہ:

جعفر بن محمد بن بوازہ نے معتصم کے قاطول جانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے ترک غلاموں کی یہ گت تھی کہ یکے بعد دیگرے وہ بغداد کے بازاروں میں مقتول پڑے ہوئے ملتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ یہ نرے اجڈ سپاہی تھے۔ بغداد کے گلی کوچوں میں بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے جاتے تھے اور اس طرح مرد عورت بچوں کو ٹکراتے اور صدمہ پہنچاتے۔ ابنا ان کو پکڑ کر سواری سے نیچے اتارتے اور بعض کو زخمی کر دیتے۔ جس کی وجہ سے ان میں سے بعض بسا اوقات ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ ترکوں نے معتصم سے اس کی شکایت کی عوام نے بھی اس کو ستانا شروع کیا۔ عید قربانی یا عید الفطر کے دن جب کہ معتصم عید گاہ سے نماز پڑھ آ رہے تھے۔ حرشی کے چوک میں ایک بزرگ ان کے سامنے آئے اور کہا اے ابو اسحق بات سنو۔ سپاہی ان کو مارنے کے لیے دوڑے مگر معتصم نے ان کو روک لیا اور ان بزرگ سے پوچھا کیا ہے انہوں نے کہا ہمسائیگی آپ کی ہمارے لیے باعث زحمت ہو گئی ہے۔ آپ نے ان گنواروں کو ہم میں لا بسایا ہے ان کی وجہ سے ہمارے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو گئیں اور ان کے عوض میں آپ نے ہمارے آدمیوں کو بھی قتل کیا ہے۔

معتصم کی بغداد سے روانگی:

معتصم اس تمام گفتگو کو غور سے سنتے رہے اس کے بعد محل میں چلے گئے۔ مگر پھر ایک سال تک وہ اس طرح شہر میں سے نہ گذرے۔ البتہ دوسرے سال وہ جلوس کے ساتھ عید گاہ گئے۔ اور عید کی نماز پڑھا کر پھر اپنے بغداد کی محل سرا میں واپس نہ آئے۔ بلکہ وہیں سے انہوں نے اپنے گھوڑے کی باگ قاطول کی طرف پھیر دی۔ اور بغداد سے چلے گئے اور وہاں پلٹ کر نہ آئے۔ اس سال فضل بن مروان سے معتصم ناراض ہو گئے۔ اور اسے قید کر دیا۔

فضل بن مروان:

فضل اہل بردان میں سے تھا۔ پہلے وہ کسی عامل کے ہاں منشی تھا۔ اس کا خط اچھا تھا اس کے کچھ عرصہ کے بعد وہ معتصم کے ایک کاتب یحییٰ الجرمقانی کے پاس پہنچ گیا یہ اس کی پیشی میں کام کرتا تھا جرمقانی کے مرنے کے بعد یہ اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ یہاں تک کہ معتصم کو عروج نصیب ہوا۔ فضل ان کا کاتب تھا۔ یہ ان کے ہمراہ مامون کے مستقر کو گیا تھا۔ نیز ان کے ہمراہ مصر بھی گیا تھا۔ وہاں کی تمام آمدنی اسی نے وصول کی۔ یہ مامون کی موت سے پہلے بغداد آ گیا تھا۔ ان کے آنے سے پہلے یہ ان کے احکام یہاں نافذ کرتا اور جو چاہتا ان کی طرف سے لکھ دیتا۔ جب معتصم خلیفہ ہو کر بغداد آئے تو وہ خلافت کا اصلی رکن اور مالک بن گیا تمام دفاتر اس کے تحت تھے تمام خزانے اور کوٹھے اس کی تفویض تھے۔ بغداد آ کر معتصم نے داد و دہش شروع کی گویوں اور بھانڈوں کو انعام و اکرام دینے کا حکم دیا مگر اس نے ان کے احکام کی بجا آوری نہیں اور اس وجہ سے اب وہ ان کے لیے دوبھر ہو گیا۔

معتصم اور ابراہیم الہفتی:

ایک مرتبہ معتصم نے ابراہیم الہفتی مشہور بھانڈ کے لیے فضل کو حکم دیا کہ اسے اس قدر روپیہ دے دیا جائے مگر فضل نے اسے کچھ نہیں دیا جب کہ معتصم کے لیے بغداد میں ایک محل تعمیر کیا گیا۔ اور اس میں باغ لگا دیا گیا۔ ہفتی ان کی مجلس میں تھا وہ اٹھ کر باغ کی میر اور گل گشت کرنے لگے ہفتی بھی ساتھ تھا۔ یہ معتصم کے خلیفہ ہونے سے پہلے بھی ان کی صحبت میں رہ چکا تھا اور اکثر مذاق کی گفتگو میں ان کو کہہ دیا کرتا تھا ''خدا تمہارا بھلا نہ کرے'' یہ چوڑا چکلا فربہ تھا۔ اور معتصم دبلے اور ہلکے جسم کے تھے یہ دونوں پیدل باغ کی سیر کر رہے تھے۔ معتصم چال میں اس سے آگے بڑھ جاتے اور جب اسے اپنے ساتھ نہ دیکھتے تو مڑ کر اسے پڑھتے۔ اور کہتے چلا نہیں جاتا۔ آگے آؤ جب اس طرح کئی مرتبہ انہوں نے ہفتی کو حکم دیا کہ۔ تو اس نے مذاق کے پیرائے میں کہا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں خلیفہ کے ساتھ ہوں۔ کسی احدے کے ساتھ نہیں ہوں۔ بخدا اب تک تم کو فلاح حاصل نہیں ہوئی۔

فضل بن مروان کے خلاف معتصم سے شکایت:

معتصم اس کے جواب پر ہنسے اور انہوں نے کہا کیا کہتے ہو کیا اب خلافت ملنے کے بعد بھی کوئی کامیابی اور فلاح باقی ہے جو مجھے حاصل نہیں اس نے کہا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اب بھی کوئی ذی اقتدار اور کامیاب آدمی ہیں آپ برائے نام خلیفہ ہیں اپنا حکم صرف آپ ہی سن لیتے ہیں خلیفہ دراصل فضل بن مروان ہے جس کا حکم نافذ ہے۔ جس وقت وہ کسی بات کو کہے اسی وقت وہ عمل پذیر ہو جاتی ہے۔ معتصم نے کہا تم میرے کسی ایک ایسے حکم کو بتا سکتے ہو جس کا نفاذ نہ ہوا ہو۔ اس نے کہا دو ماہ ہوئے کہ آپ نے مجھے اتنا روپیہ دلانے کا حکم دیا تھا اس میں سے مجھے ایک حبہ بھی وصول نہیں ہوا۔ یہ سن کر فضل کی طرف سے ان کے دل میں گرہ بیٹھ گئی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اس سے سخت نالاں و ناراض ہو گئے اور اس کی بربادی کے درپے ہوئے۔

اس سلسلے میں پہلی بات انہوں نے یہ کی کہ احمد بن عمار الخراسانی کو صرف خاص کے اخراجات کی حد تک فضل کے اوپر معتمد عام مقرر کر دیا اور نصر بن منصور بن بسام کو خراج اور دوسرے اخراجات کا معتمد عام مقرر کر دیا۔ عرصے تک یہ انتظام قائم رہا۔

محمد بن عبدالملک کی کارکردگی:

محمد بن عبدالملک الزیات اسی طرح معتصم کے دور میں مہتمم فراشخانہ تھا جس طرح کہ اس کا باپ مامون کے عہد میں تھا۔ اس شعبہ میں اس کے ہاتھ سے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ اسے باقاعدہ دیوان میں درج کر لیتا تھا۔ اس کا یہ قاعدہ تھا کہ سیاہ نیمہ پہنے اور تلوار حمائل کیے محل میں آتا۔ فضل نے اس سے کہا تم تاجر ہو بھلا تم کو سیاہ لباس اور تلوار سے کیا سروکار ہے۔ محمد نے اس روز سے یہ طریقہ چھوڑ دیا۔ اب فضل نے اس سے کہا کہ تم اپنے حسابات جانچ کے لیے دلیل بن یعقوب النصرانی کے پاس لے جاؤ اس نے سارا حساب اسے دے دیا۔ دلیل نے اس کی بہت تعریف لکھی اور کوئی تعریف لکھی اور کوئی اعتراض نہیں کیا اس پر محمد نے اسے تحائف پیش کیے مگر اس نے ان میں سے کوئی چیز قبول نہیں کی۔

معتصم کی فضل بن مروان سے ناراضگی:

۲۱۹ھ یا ۲۲۰ھ میں جو میرے نزدیک غلط ہے۔ معتصم قاطول روانہ ہوئے تاکہ سامرا میں شہر بنائیں۔ مگر اس وقت دجلہ اس

قدر طغیانی تھی کہ اس کی وجہ سے وہ آگے نہ چل سکے اور بغداد پلٹ کر شماسیہ میں چلے آئے اس کے بعد جب وہ دوبارہ قاطول گئے۔
وہاں پہنچ کر ماہ صفر میں وہ فضل بن مروان اور اس کے خاندان سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے ان کو حکم دیا کہ جس قدر سرکاری روپیہ ان کے ہاتھوں صرف ہوا ہے اس کا حساب دیں اسی ناراضی کی حالت میں خود فضل سے بھی حساب کا مواخذہ ہوا۔ اور محاسبہ سے فارغ ہوتے ہی معتصم نے بلا تاخیر اس کے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اور کہا کہ اس کے مکان میں جو بغداد کے شارع میدان میں واقع تھا۔ لے جاؤ۔ انہوں نے اس کے تمام دوستوں کو بھی قید کر دیا اور اس کی جگہ محمد بن عبدالملک الزیات کو مقرر کیا اس نے دلیل کو قید کر دیا اور فضل کو ایک گاؤں میں جو موصل کے راستے پر واقع تھا اور جس کا نام مسن تھا منتقل کر دیا یہ پھر وہیں مقیم رہا۔ اور اب محمد بن عبدالملک معتصم کا وزیر اور کاتب ہو گیا سامرا کے دونوں سمت مشرقی اور مغربی میں جس قدر عمارت تعمیر ہوئی وہ سب اسی کے زیر انتظام رہی۔ یہ متوکل کے خلیفہ ہونے تک اسی درجہ اور مرتبہ پر فائز رہا۔ البتہ متوکل نے اسے قتل کر دیا۔

معتصم کے احکامات کی خلاف ورزی:

بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت معتصم نے فضل بن مروان کو اپنا وزیر مقرر کیا اس وقت سے وہ اسے اس قدر چاہتے تھے کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر اسے دیکھنے کی بھی جراءت نہ تھی۔ چہ جائیکہ کوئی اس کے احکام اور امور میں اس کی مخالفت کرتا یا اعتراض کرتا ایک زمانہ تک اس کا اقبال عروج پر رہا۔ مگر اقتدار کی نخوت اور ان کی طرف سے اطمینان نے اسے یہ جرأت دی کہ وہ ان کے احکام کی مخالفت کرنے لگا۔ اور اپنے خاص امور میں بھی ان کو روپیہ کی ضرورت ہوتی تو فضل اسے پورا نہ کرتا۔

ابوداؤد کی فضل بن مروان کو نصیحت:

ابوداؤد کہتا ہے میں معتصم کے دربار میں اکثر حاضر ہوتا تھا میں نے اکثر ان کو کہتے سنا کہ اتنا روپیہ لا دو۔ اور وہ جواب دے دیتا کہ میرے پاس نہیں ہے اس پر معتصم کہتے کہ اس کی بہم رسانی کی کوئی تدبیر کرو اور اس کے جواب میں وہ کہتا میں کیا تدبیر کروں اتنی بڑی رقم مجھے کون دے گا۔ میں کہاں سے لاؤں۔ یہ جواب ان کو برا لگتا۔ جس کا اثر ان کے چہرے پر نمایاں ہو جاتا جب اکثر مرتبہ ایسا ہی ہوا تو میں ایک دن فضل کے پاس گیا۔ اور تخلیہ میں میں نے اس سے کہا کہ اے ابوالعباس لوگ میرے اور تمہارے درمیان دراندازی کر رہے ہیں۔ جسے میں اور تم دونوں ناپسند کرتے ہیں۔ میں تمہارے حسن اخلاق سے بخوبی واقف ہوں وہ لوگ بھی اس سے واقف ہیں۔ لہٰذا اگر میں آپ کے بارے میں کوئی حق بات کہوں تو آپ اس کا برا نہ مانیں اور باوجود اس کے بھی میں آپ کی خیر خواہی اور اس حق کے ادا کرنے سے جو آپ کا مجھ پر ہے کسی طرح باز نہیں رہ سکتا اکثر میں نے دیکھا ہے کہ آپ امیر المومنین کو سخت جواب دے دیا کرتے۔ جو ان کو ناگوار خاطر ہوتے ہیں سلاطین ان باتوں کو اپنے بیٹے کے لیے بھی گوارا نہیں کرتے جب کہ وہ بار رہا ہوں۔ اور سخت بھی ہوں اس نے کہا اے ابوعبداللہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا میں نے اکثر ان کو آپ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ کہ مجھے فلاں کام میں صرف کرنے کے لیے اس قدر روپیہ درکار ہے مگر آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھے اس قدر روپیہ کون دے گا؟ جو میں آپ کو دوں۔ یہ ایسا جواب ہے کہ خلفاء اسے برداشت نہیں کیا کرتے اس نے کہا تو جب وہ مجھ سے ایسا مطالبہ کریں۔ جس کی میں بابجائی نہ کر سکتا ہوں تو اور کیا کہوں۔ میں نے کہا آپ یہ کریں کہ اس وقت کہیں کہ امیر المومنین میں کوئی تدبیر کرتا ہوں اس طرح چند روز بات کو ٹال دیا کریں اور پھر مطالبہ میں سے تھوڑا بہت جس قدر بہم ہو سکے ان کو لے جا کر دے دیں

اور باقی کے لیے آیندہ مہلت لے لیں اس نے کہا میں آیندہ حسب عمل کروں گا۔

فضل بن مروان کی معزولی:

مگر میں نے جو کہا اس کا اثر الٹا ہوا۔ گویا میں نے اس کے جذبات نخوت اور تمکنت کو ٹھیس لگا دی چنانچہ میں نے دیکھا کہ جب کبھی معتصم اس سے کوئی سوال کرتے وہ حسب عادت اسی طرح سختی سے جواب دے دیتا جب بار ہا ایسا ہو چکا تو ایک دن فضل ان کے پاس آیا ان کے سامنے نرگس کا گلدستہ رکھا ہوا تھا۔ معتصم نے اسے اٹھا کر کہا آگے بڑھو ابو العباس۔ فضل نے داہنے ہاتھ سے اسے سنبھالا۔ اور انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ سے اس کی انگلی سے مہر خلافت اتاری اور چپکے سے کہا میری مہر مجھے دو اور پھر اسے اس کے ہاتھ سے نکال کر ابن عبد الملک کے ہاتھ میں دے دی۔

امیر حج صالح بن عباس:

اس سال صالح بن العباس کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۱ھ کے واقعات

اس سال ہشتادسر کی سمیت میں بابک اور بغاء الکبیر کے درمیان جنگ ہوئی جس میں بغا کو شکست ہوئی اور اس کا پڑاؤ غارت ہو گیا۔ اور اسی سال افشین نے بابک پر حملہ کیا۔ اور اسے مار بھگایا۔

افشین کی فوج میں تنخواہ کی تقسیم:

بغا وہ مال لے کر افشین کے پاس آ گیا۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ معتصم نے اسے بغا کے ساتھ افشین کو بھیجا تھا۔ تا کہ اسے وہ سرکاری فوج کی تنخواہوں میں جو اس کے ساتھ ہے اور خود اپنے اخراجات اور اس فوج کے اخراجات میں جو بغا کے ہمراہ اسے بھیجی گئی ہے صرف کرے۔ چنانچہ افشین نے اپنی تمام فوج کو تنخواہیں دیں۔ اور نوروز کے بعد جنگ کی تیاری کر کے ایک جماعت کے ساتھ بغا کو اس لیے روانہ کیا۔ کہ وہ ہشتادسر کے گرد چکر لگا کر محمد بن حمید والی خندق میں جا کر فروکش ہوا۔ اور اسے اور اچھی طرح کھودے اور اس کا استحکام کر کے اس میں ٹھہر جائے۔ بغا محمد بن حمید والی خندق کو روانہ ہو کر وہاں پہنچ گیا۔

افشین اور ابو سعید کی دوروز میں ملاقات:

افشین برزند سے چلا اور ابو سعید خش سے بابک کے ارادے سے چلا یہ دونوں دوروز نام ایک موضع میں ملاقی ہوئے۔ افشین نے وہاں ایک خندق تیار کی۔ اس کے گرد فصیل بنائی۔ اور وہ اور ابو سعید مع ان رضا کار مجاہدین کے جو وہاں آئے تھے اس خندق میں فروکش ہو گئے۔ اسی طرح اس کے اور بذ کے درمیان چھ میل کا فاصلہ رہ گیا۔

بغا پر خرمیوں کا حملہ:

اس کے بعد بغا افشین کے لکھنے اور حکم کے بغیر جنگ کی تیاری کر کے اور زادراہ لے کر ہشتادسر کے چاروں طرف گھوما۔ یہاں تک کہ وہ قریہ بذ میں داخل ہو گیا اور اس کے وسط میں اتر پڑا۔ ایک دن قیام کرنے کے بعد اس نے اپنے ایک ہزار آدمیوں کو جانوروں کے چارہ کے ساتھ بھیجا۔ اس کے مقابلہ پر بابک کی ایک فوج نکلی اور اس نے اس قافلہ کو لوٹ لیا۔ اور جس نے ان کا مقابلہ

کیا اسے قتل کر دیا جس پر ان کی دسترس ہوئی اسے پکڑ لیا کچھ قیدی بھی ان کے ہاتھ آئے۔

بغا کی شکست کی افشین کو اطلاع:

ان میں سے در کو ایسے مقام سے افشین قریب تھا افشین کے پاس بھیجا۔ اور ان سے کہا کہ افشین سے جا کر یہ واقعہ بیان کر دو۔ اور اس کی فوج کی جو گت بنی ہے اس سے اسے اطلاع دو۔ وہ دونوں بر آمد ہوئے۔ کوہیانی جماعت کے سرداروں کی نظر ان پر پڑی۔ اس نے نشان پھرایا۔ اسے دیکھتے ہی اہل عسکر نے ''ہتھیار سنبھالو ہتھیار سنبھالو'' کا شور بلند کیا۔ اور وہ سب سوار ہو کر بذ کی سمت چلے آگے وہ دونوں آدمی بھی ننگے ان کو مل گئے مقدمۃ الجیش کا سرداران کو افشین کے پاس لایا۔ انہوں نے اپنی سرگذشت بیان کی۔ افشین نے کہا ہم کیا کریں بغا نے جو کارروائی کی ہے ہم نے اسے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ لہٰذا ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔

بغا کو افشین کی کمک:

بغا شکست خوردہ فوج کی طرح محمد بن حمید کی خندق میں واپس آ گیا اور اس نے افشین کو اس کی اطلاع کی اور مدد کی درخواست کی اور لکھا کہ ہماری فوج شکست کھا چکی ہے افشین نے اپنے بھائی فضل بن کاؤس' احمد بن خلیل بن ہشام ابن جوشن۔ جناح الاعور السکری اور حسن بن سہل کے صاحب شرط گو اور ان دو بھائیوں میں سے ایک کو جو فضل بن سہل کے قرابت داروں میں تھے۔ بغا کے پاس بھیجا انہوں نے ہشتادسر کا چکر لگایا۔ جن کو دیکھا کر بغا کی فوج خوش ہوگئی اور اس سے ان کی ہمت بندھ گئی۔

افشین کی بغا کو ہدایت:

اس کے بعد افشین نے بغا کو لکھا کہ میں فلاں دن بابک سے لڑنے کے لیے نکلوں گا تم بھی خود اسی دن اس کے مقابلہ پر آؤ۔ تا کہ اس طرح ہم دونوں سمتوں سے اس پر حملہ کریں۔ افشین مقررہ دن میں اور فد سے بابک کے مقابلہ پر روانہ ہوا۔ دوسری طرف سے بغا محمد بن حمید کی خندق سے اسی غرض سے نکلا اور ہشتادسر کی سمت چڑھ کر وہاں سے آواز کے فاصلہ پر محمد بن حمید کی قبر کے پہلو میں اتر پڑا۔ یہاں سرد ہوا۔ اور بارش نے ان کو آ لیا۔ جس کی تاب فوج نہ لا سکی۔ اس لیے بغا اپنی اصلی پڑاؤ کو پلٹ آیا۔

افشین کا بابک خرمی پر حملہ:

بغا کے واپس جانے کے بعد دوسرے دن علی انصباح افشین نے بابک پر حملہ کر کے اسے شکست دی اس کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔ خود اس کا خیمہ اور ایک عورت خود اس کے ہمراہ چھاؤنی میں تھی۔ افشین کے ہاتھ آئی اور اب افشین بابک کے فرودگاہ میں فروکش ہوا۔ دوسرے دن صبح کو خود بغا بھی جنگ کی تیاری کر کے اپنی چھاؤنی سے نکل کر ہشتادسر پر چڑھا تو اس نے دیکھا کہ وہ فوج جو اس کے مقابل ہشتادسر پر مقیم تھی۔ وہ پلٹ کر بابک کے پاس چلی گئی ہے۔ بغا اس فوج کے قیام گاہ پر آیا۔ یہاں اسے کاٹھ کباڑ ملا۔ ہشتادسر سے اتر کر وہ بذ کے ارادے سے روانہ ہوا۔ ایک شخص اور ایک غلام سوتے ہوئے ملے۔ داؤد سیاہ نے جو اس کے مقدمۃ الجیش پر تھا ان دونوں کو پکڑا اور ان سے سوالات کیے انہوں نے بیان کیا کہ جس رات کو بابک پسپا ہوا۔ اس کے پیامبر نے آ کر ہمیں یہ حکم دیا۔ کہ ہم سب بذ اس کے پاس پہنچ جائیں چونکہ یہ دونوں نشہ میں چور تھے۔ وہ بے خبر سو رہے تھے اس کے علاوہ ان کو کوئی بات معلوم نہیں یہ واقعہ نماز عصر سے پہلے کا ہے۔

بغا کا پہاڑ پر قیام:

بغا نے داؤد سیاہ سے کہلا کر بھیجا کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں جس سے ہم پہلے سے واقف ہیں کیونکہ پہلے دجلہ میں ہم یہیں ٹھہرتے تھے۔ اب شام ہوگئی ہے پیدل تھک گئے ہیں۔ مناسب ہو کہ تم کوئی ایسا سنگین کوہسار تلاش کرو۔ جہاں ہماری تمام فوج قیام کر سکے اور وہیں ہم شب باش ہوں۔ داؤد سیاہ ایسے مقام کی تلاش کے لیے ایک پہاڑی پر چڑھا اور اس کی چوٹی پر پہنچ کر اس نے نیچے نظر ڈالی۔ اسے وہاں سے افشین کے جھنڈے اور اس کی چھاؤنی ایک حلقہ کی شکل میں نظر آئی وہ مقام اسے پسند آیا اس نے کہا کہ رات یہیں بسر کرنا چاہیے۔ صبح کو ہم کافر کے مقابلہ پر یہاں سے اتر جائیں گے۔ ان شاء اللہ

برف باری سے بغا کی پریشانی:

مگر اس شب میں برف و بارش اور شدید سردی اور گھٹا نے ان کو آ لیا جس کی وجہ سے صبح کے وقت کسی میں بھی یہ تاب نہ تھی کہ پہاڑ پر سے اتر کر پانی لیتا۔ برف کی کثرت اور سردی کی شدت کی وجہ سے کسی نے اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا اس دن اس قدر ظلمت اور کہر تھی کہ ان کے لیے دن رات ہوگیا تھا۔ البتہ تیسرے دن لوگوں نے بغا سے کہا کہ ہمارے پاس جو زاد راہ تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اور سردی سے ہم بیمار ہوگئے ہیں جس طرح بھی ہو سکے۔ یہاں سے اترنا چاہیے آپ بھی اپنی فرودگاہ کو واپس چلیں۔ یا کافر کے مقابلہ پر اتریں۔

اس کہر کے زمانے میں ایک مرتبہ بابک افشین پر شب خون مار کر اس کی فوج کو درہم و برہم کر چکا تھا اور افشین اس کے سامنے سے ہٹ کر اپنی اصلی فرودگاہ کو پلٹ گیا تھا بغا نے طبل بجایا اور بذ کی سمت اترنے لگا دامن کوہ میں اتر کر اس نے آسمان کو بالکل صاف اور مطلع کو روشن پایا۔ سوائے اس چوٹی کے جہاں بغا تھا کہ وہ اب تک بادل و کہر سے ڈھکی تھی۔ نیچے آ کر اس نے اپنی فوج کو جنگی ترتیب پر قائم کیا۔ میمنہ اور میسرہ اور مقدمۃ علیحدہ قائم کیے اور اب وہ بذ کی طرف بڑھا اسے یقین تھا کہ افشین اپنی ارضی چھاؤنی میں موجود ہے یہ اسی ترتیب سے بڑھتا ہوا خود بذ اسے لیے ہوئے پہاڑ تک چلا گیا۔ اور اب صرف نصف میل کی چڑھائی اور باقی تھی جہاں سے وہ ایسے مقام تک آ جاتا کہ اسے بذ کے مکان نظر آنے لگتے۔ اس کے مقدمہ میں جو جماعت تھی اس میں ابن البعیث کا ایک غلام بھی تھا جس کی بذ میں قرابت تھی۔ اب بابک کے طلائع ان کے مواجہ میں آئے۔ ان میں سے ایک شخص کو اس غلام نے پہچان لیا اور اسے آواز دی۔

بغا کو بابک کے شبخون کی اطلاع:

اس نے پوچھا یہ کون ہے جو یہاں آیا ہے غلام نے اس کے ان رشتہ داروں کے نام لیے جو اس کے ساتھ تھے۔ اس شخص نے کہا قریب آؤ کچھ کہوں۔ غلام اس کے نزدیک گیا اس نے اس سے کہا کہ جا کر اپنے سردار سے کہہ دو کہ پلٹ جاؤ۔ ہم نے افشین پر شب خون مارا اسے اپنی خندق میں بھاگ کر پناہ لینا پڑی۔ ہم نے تمہارے مقابلہ کے لیے دو فوجیں تیار رکھی ہیں۔ سلامتی چاہتے ہو۔ تو فوراً بھاگ جاؤ۔ شاید اس طرح تم بچ سکو۔

غلام کی اطلاع کی تصدیق:

غلام نے اپنی فوج میں آ کر ابن البعیث سے یہ بات بیان کی اور جس نے اس سے یہ کہا تھا۔ اس کا نام بتایا۔ ابن البعیث نے

اسے پہچان لیا اور بغا کو اس کی اطلاع دی۔ بغا ٹھہر گیا۔ اس نے اپنے سرداروں سے مشورہ لیا ایک نے کہا یہ محض دھوکہ اور غلط بات ہے۔ جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ کوہبانیوں میں سے ایک شخص نے کہا اس کی تصدیق ابھی ہوئی جاتی ہے پہاڑ کی اس چوٹی سے میں واقف ہوں۔ جو اس پر چڑھ کر دیکھے گا اسے افشین کی فرودگاہ نظر آ جائے گی۔ بغا' فضل بن کاؤس اور بہت سے لوگ جو نشاط میں تھے اس بلند پر چڑھے اور انہوں نے اس مقام کو دیکھا وہاں ان کو افشین کی سپاہ نظر آئی تو انہیں یقین آ گیا کہ وہ یہاں سے ہٹ گیا ہے۔

بغا کی مراجعت:

انہوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے؟ سب نے یہی مناسب سمجھا کہ دن کے اوّل حصے میں رات آنے سے پہلے ہمیں پلٹ جانا چاہیے۔ بغا نے داؤد سیاہ کو واپسی کا حکم دیا۔ داؤد آگے بڑھا۔ اور اس نے اپنی رفتار بہت تیز کر دی۔ اور اب اس نے وہ راستہ جس سے کہ وہ ہشتادسر میں داخل ہوئے تھے۔ دشوار اور تنگ گھاٹیوں کی وجہ سے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ وہ راستہ اختیار کیا جس سے وہ پہلی مرتبہ اس پہاڑ میں آئے تھے۔ اس سے اگر چہ تمام پہاڑ کا چکر کرنا پڑتا تھا۔ مگر اس میں ایک مقام کے علاوہ اور کہیں تنگ درہ نہ تھا۔

بغا کی فوج پر خوف کا غلبہ:

اب بغا سب فوج کو لے کر چلا۔ اس نے پیادوں کو سوار کر لیا انہوں نے اپنے نیزے اور ہتھیار راستے میں پھینک دیئے۔ اور سب پر ایک شدید وحشت اور خوف طاری ہو گیا۔ بغا فضل بن کاؤس اور سرداروں کی جماعت فوج کے ساقہ میں رہی اتنے میں بابک کے طلائع نظر آئے اب فراز اور طلب کی یہ نوبت ہوئی کہ جس پہاڑ سے ابھی یہ جماعت اترتی بابک کے طلائع اس پر چڑھتے۔ کبھی دونوں حریف ایک دوسرے کو دکھائی دینے لگتے۔ اور کبھی اوجھل ہو جاتے۔ مگر وہ برابر ان کے آثار پر چلے آ رہے تھے۔ اندازاً وہ دس سو تھے۔

بغا کا بابک کے حملہ کا اندیشہ:

چلتے چلتے جب عصر وظہر کا درمیانی وقت ہوا۔ تو بغا وضو کر کے اور نماز کے لیے ٹھہرا۔ بابک کے طلائع بالکل قریب آ گئے۔ فوج ان کے سامنے سینہ سپر ہو گئی۔ بغا نے نماز پڑھی۔ اور ان کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور اسے دیکھ کر وہ بھی اپنی جگہ ٹھٹک گئے۔ بغا کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری فوج پر یہ طلائع اس سمت سے حملہ کریں۔ اور دشمن کی اور جماعت پہاڑ کا چکر کاٹ کر کسی تنگ گھاٹی میں دوسری سمت سے اس پر حملہ آور ہو جائے جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے اس بارے میں مشورہ لیا اور کہا کہ مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ یہ جماعت جو ہمارے سامنے ہے محض اس لیے آئی ہے کہ اس سے الجھ کر ہم آگے نہ بڑھیں اور ان کی دوسری فوجیں ہم سے آگے نکل کر تنگ گھاٹیوں میں ہماری فوج کو آلیں۔

فضل بن کاؤس کی رائے:

فضل بن کاؤس نے کہا یہ لوگ دن کے مرد نہیں ہیں رات کے دھنی ہیں البتہ رات ہو گئی تو ہمیں اپنی فوج کے لیے اندیشہ ہے آپ داؤد سیاہ کو حکم دیجیے کہ اور تیز چلو۔ اور جب تک تنگ درے سے ہم نہ گذر لیں کہیں قیام نہ کرو۔ چاہے اس میں نصف رات ہو جائے۔ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں جب تک ہمارا ان کا مواجہ ہے یہ آگے نہ بڑھیں گے ہم خفیف سی مدافعت اور دفع الوقتی کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو جائے اور جب رات ہو جائے گی تو ان کو ہمارا مقام معلوم نہ ہو سکے گا اس طرح ہماری فوج برابر چلتی رہے گی۔ اور پھر گھاٹی سے ترتیب کے ساتھ نکل جائے گی۔ اور اگر درہ ہمارے لیے مسدود کر دیا جائے گا تو پھر ہم ہشتادسر کے

راستے یا کسی دوسرے راستے سے نکل جائیں گے۔

بغا کی فوج کی پست ہمتی:

کسی اور نے بغا سے یہ کہا کہ فوج درہم برہم ہو چکی ہے۔ ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے کہ پچھلے اگلوں کو پا سکیں۔ سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں روپیہ اور اسلحہ خچروں پر بار ہے۔ اور اس کے ہمراہ کوئی بھی نہیں رہا ہے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ کوئی دشمن اس پر حملہ کر کے مال اور قیدی کو لے جائے گا۔ ابن جویدان کے ہاتھ میں قید تھا ان کا ارادہ تھا کہ اس کے فدیہ میں وہ عبدالرحمن بن حبیب کے اس کاتب کو جسے بابک نے قید کر لیا تھا رہائی دلائیں گے۔ جب بغا کو مال اسلحہ اور قیدی یاد دلائے گئے تو اس نے منزل کرنے کا عزم کیا۔ اور داؤد سیاہ سے کہلا کر بھیجا کہ تم کو جہاں کوئی سنگین پہاڑ نظر آئے تم وہاں اتر پڑنا۔

بغا کی فوج کی خستہ حالی:

داؤد ایک بہت ہی ناہموار پہاڑی کی طرف مڑ گیا اس میں اسی قدر ڈھلاؤ تھا کہ لوگ آرام کے ساتھ بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے یہاں اس نے پڑاؤ ڈالا اور پہاڑ کے پہلو میں ایسے مقام پر جو دیوار کے مشابہ تھا اور جس میں کوئی راستہ نہ تھا۔ اس نے بغا کے لیے خیمہ نصب کیا۔ بغا اس مقام پر آ کر ٹھہر گیا۔ تمام فوج اتر پڑی۔ وہ سب کے سب مشقت سفر کی وجہ سے بہت تھک گئے تھے اور خستہ حال تھے۔ کھانے کے لیے کسی کے پاس کچھ نہ رہا تھا۔ رات بھر وہ چوکنے اور باخبر رہے چڑھائی کی سمت کی خوب نگہداشت رکھی۔

بغا کے پڑاؤ پر خرمیوں کا حملہ:

مگر دشمن نے ان کو دوسری طرف سے آ لیا۔ اور وہ بالکل پہاڑ سے چپکے ہوئے بغا کے خیمے پر جا پہنچے اس خیمے کو انہوں نے اکھاڑ دیا۔ اور تمام فوج پر شب خون مارا۔ بغا پاپیادہ وہاں سے بھاگا اور بچ گیا۔ فضل بن کاؤس زخمی ہوا۔ جناح السکری ابن الجوشن اور فضل بن سہل کے عزیزوں میں سے جو دو بھائی تھے ان میں کا ایک مارا گیا۔

بغا کی شکست و فرار:

بغا فرودگاہ سے تو پیدل ہی نکلا تھا۔ مگر پھر اسے ایک گھوڑا مل گیا۔ وہ اس پر سوار ہو گیا۔ وہ ابن البعیث کے پاس سے گذرا۔ وہ بغا کو ہشتادسر پر چڑھا لے گیا اور پھر وہاں سے دوسری سمت سے اسے محمد بن حمید کی فرودگاہ میں لے آیا۔ جہاں وہ آدھی رات کو پہنچ گیا۔ بابک والوں نے روپیہ اسلحہ اور فرودگاہ کو لوٹ لیا۔ اور ابن جویدان کو بھی جو ان کے ہاتھ میں اسیر تھا چھڑا لے گئے۔ البتہ انہوں نے فوج کا تعاقب نہیں کیا۔ یہ تمام فوج غیر منتظم حالت میں شکست کھا کر بغا کے پاس آ گئی۔ وہ محمد بن حمید کی خندق میں تھا یہاں اس نے اپنی فوج کے ساتھ پندرہ دن قیام کیا۔

بغا کو مراغہ جانے کا حکم:

اس کے بعد افشین کا خط اسے ملا۔ جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ تم مراغہ واپس آ جاؤ اور جو کمک میں نے تم کو بھیجی تھی۔ وہ مجھے واپس بھیج دو۔ بغا مراغہ واپس آ گیا۔ اور فضل بن کاؤس اور تمام وہ فوج جو اس کے ہمراہ افشین کی چھاؤنی سے بغا کی مدد کو گئی تھی۔ افشین کے پاس آ گئی۔ افشین نے آیندہ سال کے موسم بہار تک کے لیے اپنی تمام فوج کو متفرق کر دیا۔ اور ان کو اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہیں موسم سرما بسر کریں۔

اس سال بابک کا ایک سردار طرخان قتل کیا گیا۔

بابک کے سردار طرخان کا قتل:

اس کی بابک کے ہاں بڑی قدر ومنزلت تھی اور یہ اس کے سپہ سالاروں میں تھا موسم سرما شروع ہونے کے بعد اس نے بابک سے اپنے ایک گاؤں میں جو مراغہ کی سمت میں تھا جاڑا بسر کرنے کی اجازت مانگی۔ افشین اس کی تاک میں تھا اور چونکہ بابک اس کی بہت قدر ومنزلت کرتا تھا۔ اس لیے افشین کی یہ بڑی آرزو تھی کہ وہ اس پر قابو پائے۔ بابک نے اس کی درخواست منظور کی۔ یہ اپنے ایک گاؤں میں جو ہشتادسر کی سمت میں تھا جاڑا بسر کرنے چلا آیا۔ افشین نے اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب کے ترک غلام کو جو مراغہ میں تھا حکم دیا کہ تم رات کے وقت فلاں گاؤں میں جا کر یا تو طرخان کو قتل کر دو یا اسے پکڑ کر بھیج دو۔ وہ ترک رات کے وقت طرخان کی طرف چلا۔ اور وسط شب اس اس نے اسے جالیا۔ اور اسے قتل کر کے اس کا سر افشین کو بھیج دیا۔

متفرق واقعات:

اس سال صوم ارتکین اور اس کے ملک والے پابہ زنجیر آئے۔ مگر پھر ان کی بیڑیاں اتار دی گئیں اور ان میں سے تقریباً دوسو آدمیوں کو سواریاں دی گئیں۔ اس سال افشین رجاء الحصاری سے ناراض ہو گیا۔ اور اس نے اسے قید کر کے بارگاہ خلافت میں بھیج دیا۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس سال محمد بن داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ والی مکہ کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۲ھ کے واقعات

ایتاخ وجعفر بن دینار کی کمک:

اس سال جعفر بن دینار درزی کو افشین کی مدد کے لیے روانہ کیا اس کے بعد پھر ایتاخ کو روانہ کیا۔ اور تین کروڑ درہم فوج کی معاش اور جنگ کے اخراجات کے لیے اس کے ساتھ کر دیئے اس سال افشین کی فوج اور بابک کے ایک سردار اذین نام میں لڑائی ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے:

ایتاخ کی مراجعت:

۲۲۱ھ کا جاڑا ختم ہوا۔ ۲۲۲ھ کا موسم بہار شروع ہوا۔ معتصم نے افشین کو جو کمک اور روپیہ بھیجا تھا وہ کل اسے برزند میں موصول ہو گیا۔ ایتاخ روپیہ اور امدادفوج کو جو اس کے ہمراہ بھیجی گئی تھی۔ افشین کے حوالے کر کے پلٹ آیا۔ البتہ جعفر الخیاط ایک مدت تک افشین کے پاس مقیم رہا۔

ابوسعید کو پیش قدمی کا حکم:

موسم کے استقلال کے بعد افشین اپنے مقام سے چل کر کلام روز آیا وہاں اس نے خندق تیار کی۔ اور ابوسعید کو بھی بڑھنے کا حکم بھیجا۔ وہ برزند سے روانہ ہو کر کلاں روز کے جس کے معنی بڑے دریا کے ہیں۔ ہاٹ کے قریب افشین کے محاذی آ کر فروکش ہوا۔ ان دونوں کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا۔ یہ بھی خندق بنا کر اس میں فروکش ہو گیا۔ افشین پندرہ دن یہاں مقیم رہا۔

خرمی سردار آذین کا زعم:

اب اسے معلوم ہوا کہ بابک کا ایک سردار آذین نام اس کے سامنے آ کر اترا ہے اور اس نے اپنے بیوی بچوں کو اس پہاڑ پر جہاں سے روذ الروذ نظر آتا ہے۔ بھیج دیا ہے اور اس نے کہا تھا کہ میں ان یہودیوں یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ خود قلعہ بندی کروں گا اور نہ اپنے اہل وعیال کو ان کے خوف سے کسی قلعہ میں مقیم کروں گا۔ اور یہ بات اس وقت ہوئی تھی جب کہ بابک نے اسے مشورہ دیا۔ کہ تم اپنے بیوی بچوں کو کسی قلعہ میں ٹھہراؤ۔ اس نے کہا تھا بھلا میں اور یہودیوں کے مقابلہ میں کسی حفاظت کا انتظام کروں بخدا! میں کبھی اپنے عیال کو کسی قلعہ میں فروکش نہ کروں گا۔ اس زعم میں اس نے ان کو اس پہاڑ پر بھیج دیا تھا۔

آذین کے خاندان کی گرفتاری:

افشین نے ظفر بن العلاء السعدی اور حسین بن خالد المدائنی ابوسعید کے سرداروں کو شہ سواروں اور کوہبانیہ کی ایک جمعیت کے ساتھ اس پہاڑ پر بھیجا یہ تمام رات کلاں روذ سے چل کر اس درے میں اترے۔ جہاں سے ایک سوار بھی بمشکل گذر سکتا تھا۔ اکثر لوگوں نے یہ کیا کہ گھوڑوں سے اتر کر اسے آگے سے کھینچا۔ اور ایک کے پیچھے ایک ہو کر وہاں سے گذر گئے افشین نے حکم دیا تھا کہ صبح ہونے سے پہلے وہ روذ الروذ پہنچ جائیں۔ اور وہاں سے کوہبانی جماعت پیدل دریا عبور کر کے آگے بڑھے۔ کیونکہ سرزمین کی دشواری کی وجہ سے وہاں سوار چل نہیں سکتا تھا۔ اور پھر پہاڑ پر چڑھے۔ چنانچہ یہ فوج صبح سے پہلے روذ الروذ آ گئی۔ امیر نے حکم دیا کہ سواروں میں سے جو چاہے گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور کپڑے بھی اتار دے سواروں میں سے اکثر نے پیادہ ہو کر اس دریا کو عبور کیا۔ اور کوہبانی جماعت تمام کی تمام دریا کو عبور کر کے پہاڑ پر چڑھی۔ انہوں نے آذین کے عیال کو اور اس کے لڑکوں میں سے بعض کو گرفتار کر لیا۔ اور یہ ان کو لے کر پھر دریا کو عبور کر آئے۔ آذین کو اس کی خبر ہوگئی۔

افشین کی کوہبانی جماعت کو ہدایت:

جس وقت یہ پیادہ فوج اس غرض سے روانہ ہوئی اور پہاڑ کی تنگ گھاٹی میں گھسی تو افشین کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ مبادا واپسی میں اس تنگ گھاٹی میں دشمن ان کو آ لے۔ اس لیے اس نے کوہبانیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ جھنڈے رکھیں اور پہاڑوں کی ایسی بلند چوٹیوں پر رہیں جہاں سے ان کو ظفر بن العلاء اور اس کی فوج نظر آتی ہے تاکہ اگر کوئی ایسی جماعت ان کو دکھائی دے۔ جس سے ان کو خوف ہو تو وہ جھنڈیوں کو ہلا دیں۔

کوہبانی جماعت پر آذین کی پیادہ فوج کا حملہ:

رات کوہبانیوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسر کی۔ جب ابن العلاء اور حسین بن الخالد آذین کی گرفتار کردہ عیال کے ساتھ واپس آنے لگے۔ تو اثنائے راہ ہی میں قبل اس کے کہ پہاڑ کی تنگ گھاٹی میں وہ داخل ہوں آذین کی پیادہ فوج پہاڑ سے ان کے مقابلہ کے لیے اتر آئی۔ اور اس سے پہلے کہ یہ جماعت گھاٹی میں داخل ہوا انہوں نے اس کو آ لیا اور حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں اس جماعت کے کئی آدمی مارے گئے اور انہوں نے بعض عورتوں کو بھی ان سے چھین لیا اب اس کوہبانی جماعت کی نظر جن کو افشین نے خاص خاص مقامات پر متعین کیا تھا۔ دشمن پر پڑی آذین نے اس جماعت کے مقابلہ کے لیے دو فوجیں بھیجی تھیں۔ ایک وہ جو ان سے آ کر مقابلہ کرے اور دوسری وہ جو اس گھاٹی میں ان سے قبل داخل ہو کر ان کی واپسی کا راستہ مسدود کر دے۔

کوہبانیوں کی افشین سے امداد طلبی:

جب کوہبانیوں نے حسبِ ہدایت اپنے جھنڈے ہلائے افشین نے فوراً مظفر بن کیدر کو اس کے اپنے دستے کے ساتھ اس طرف روانہ کیا یہ دستہ تیزی سے بڑھتا ہوا مقام مقصود کی طرف لپکا۔ مظفر کے پیچھے افشین نے ابوسعید کو بھیجا۔ اور ان دونوں کے پیچھے اس نے بخاراخذاہ کو روانہ کیا۔ یہ سب وہاں پہنچ گئے۔ آذین کی وہ پیادہ فوج جو گھاٹی میں تھی ان فوجوں کو دیکھ کر اس مقام کو چھوڑ کر بھی اپنی مرکزی سپاہ میں جا ملی۔ اور اس طرح ظفر بن العلاء اور حسین بن خالد اور ان کے ساتھی اس خطرناک مقام سے بچ کر چلے آئے۔ اور سوائے ان مقتولین کے جو پہلے حملہ میں ان کی فوج میں ہوئے۔ اور کسی سپاہی کا ان کو نقصان نہ اٹھانا پڑا۔ یہ سب افشین کے پڑاؤ میں مع ان عورتوں کے جو ان کے ہاتھ آئی تھیں چلے آئے۔

اس سال بابک کے شہر بذ کو مسلمانوں نے فتح کیا۔ اور اس میں داخل ہو کر اسے لوٹ لیا۔ یہ واقعہ اس سال کے ماہ رمضان کے ختم ہونے میں جب کہ دس دن باقی تھے جمعہ کے دن پیش آیا۔

افشین کی محتاط حکمتِ عملی:

جب کلاں روز سے بڑھ کر بذ کے قریب پہنچنے کا افشین نے ارادہ کیا تو خلاف دستور سابق اس مرتبہ اس نے بجائے جلد جلد طے منازل کے آہستہ آہستہ پیش قدمی شروع کی۔ اس مرتبہ وہ صرف چار میل آگے بڑھنے کے بعد کسی مقام میں جو روز اگروذ جانے والی تنگ گھاٹی پر ہوتا پڑاؤ کر دیتا۔ اس پیش قدمی میں اگرچہ وہ اپنے پڑاؤ کے گرد خندق نہیں بناتا تھا مگر کانٹوں کی باڑ ضرور لگا لیتا۔ معتصم نے اسے لکھا تھا کہ تم فوج کے دستے بنا کر ان کی باریاں مقرر کرو۔ اور جس طرح فوج رات کو گرداوری کرتی ہے۔ یہ دستے بھی دیکھ بھال کے لیے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ چنانچہ اب فوج کا ایک حصہ پڑاؤ میں آرام سے قیام کرتا۔ اور ایک حصہ رات کی طرح دن میں بھی دشمن کے اچانک حملہ کے خوف سے گھوڑوں پر سوار ہر وقت اصل پڑاؤ کی ایک میل کے فاصلہ پر دیکھ بھال کے لیے مستعد رہتا۔ تاکہ اگر کوئی خطرہ رونما ہو تو تمام فوج مقابلہ کے لیے آمادہ رہے اور پیدل سپاہ اصل پڑاؤ ہی میں رہتی۔

معتصم کی ہدایت پر عمل:

ساری فوج مصائب سفر سے تنگ آ گئی۔ اور انھوں نے افشین سے کہا کہ ہم کب تک اس گھاٹی میں پڑے رہیں ہم کھلے میدان میں بیٹھے ہیں اور اگرچہ ہمارے اور دشمن کے درمیان چار فرسخ کا فاصلہ ہے مگر ہم حرکتیں وہ کر رہے ہیں۔ کہ گویا دشمن ہمارے سامنے موجود ہے ہم کو ان لوگوں سے جو ہمارے پاس سے گزرتے ہیں اور جاسوسوں سے شرم آتی ہے۔ کہ وہ ہمارے متعلق کیا کہتے ہوں گے۔ باوجود دشمن کے چار فرسخ پر ہونے کے ہم خوف سے مرے جاتے ہیں۔ آپ ہمیں لے کر بڑھیں اب چاہے ہمیں فتح ہو یا شکست۔

افشین نے کہا میں خود جانتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ بالکل درست ہے' مگر امیر المومنین نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے اور مجھے امتثال امر کے سوا چارہ نہیں ہے۔

افشین کی روذ الروذ کی جانب پیش قدمی:

اس کے چند ہی روز بعد معتصم کا خط آیا جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ اب یہ انتظام اور نگرانی صرف رات میں قائم رہے چند روز اور اسی طرح گذرے اس کے بعد افشین اپنی فوج خاصہ کے ساتھ روذ الروذ کی طرف بڑھنے لگا اور خود فوج سے آگے بڑھ کر

ایسے مقام پر آیا جہاں سے وہ کنواں جہاں گذشتہ سال اس کی اور بابک کی لڑائی ہوئی تھی نظر آتا تھا افشین نے وہاں نظر دوڑائی تو اسے وہاں ایک خرمی (دستہ فوج) نظر پڑا مگر وہ نہ اس سے لڑے اور نہ وہ ان سے لڑا۔ اس پر بعض گنواروں نے طعن بھی کیا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ بڑھ کر آتے ہو اور پھر رک جاتے ہو مگر افشین نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ کوئی ان کے سامنے نہ جائے۔ وہ ظہر کے قریب تک ان کے سامنے ٹھہر کر پھر اپنے پڑاؤ پلٹ آیا اور دو دن وہاں ٹھہر کر پھر پہلی مرتبہ سے زیادہ فوج کے ساتھ روذ الروذ کی طرف بڑھا۔

محفوظ مقامات کا انتخاب:

اس نے ابو سعید کو حکم دیا کہ جس طرح میں پہلی مرتبہ ان کے سامنے جا کر ٹھہر گیا تھا آج تم وہاں جا کر ٹھہرو۔ مگر ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا اور نہ ان پر یورش کرنا۔ خود افشین روذ الروذ پر ٹھہر گیا اور اس نے کوہانیوں (پہاڑی لوگوں) کو حکم دیا کہ تم ان پہاڑوں پر چڑھ کر جن کو تم نہایت ہی مستحکم اور محفوظ خیال کرتے ہو۔ سب طرف پھر کر دیکھو۔ اور وہاں ایسے مقامات کی تلاش کرو۔ جہاں ہم اپنی پیدل فوج کو مضبوط کر سکیں اس جماعت نے پہاڑوں میں پھر کر تین پہاڑیاں جن پر کبھی قلعے تھے اور اب وہ خراب ہو چکے تھے۔ اس کام کے لیے انتخاب کیں۔ افشین نے ان کے انتخاب کو پسند کر لیا۔ اور ابو سعید کو اس روز واپس بلا بھیجا دو دن کے بعد وہ اپنے پڑاؤ سے روذ الروذ کی طرف اترا۔ اس نے اپنے ساتھ بیگاری لیے اور ان پر پانی کی مشکیں اور بسکٹ لدوا لیے یہ سب کے سب روذ الروذ پہنچ گئے۔ اس نے ابو سعید کو پہلے دن کی طرح آج بھی حکم دیا کہ تم جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اس نے بیگاریوں کو حکم دیا کہ وہ پتھر لے جائیں اور ان راستوں کی قلعہ بندی کر دیں جو ان پہاڑیوں کو جاتے تھے۔ جن کو پیادہ سپاہ کے قیام کے لیے انتخاب کیا گیا تھا اس استحکام سے ان کی صورت قلعوں کی سی ہو گئی۔ نیز افشین کے حکم سے ان پتھروں کے پیچھے ان سب راستوں پر چڑھائی تک خندق بنا دی گئی۔ اور پہاڑ پر چڑھنے کا صرف ایک راستہ کر دیا اس کے بعد اس نے ابو سعید کو واپسی کا حکم دیا وہ پلٹ آیا اور پھر افشین اپنی فرودگاہ کو چلا آیا۔

خندق کی کھدائی:

جب مہینہ کا آٹھواں دن آیا اور قصر مستحکم ہو گیا۔ افشین نے بسکٹ اور ستو پیدل سپاہ کو اور کھانا اور جو سواروں کو دیئے۔ اور ان کی حفاظت اپنی فرودگاہ میں ایک شخص کے تفویض کر کے اب سب پھر وادی کی طرف چلے اس نے پیدل سپاہ کو حکم دیا کہ وہ ان پہاڑیوں پر چڑھیں اور اپنے ساتھ پانی اور دوسری ضروریات زندگی لے لیں انہوں نے حسب بجا آوری کی۔ خود افشین ایک سمت میں فروکش ہوا۔ اور اس نے ابو سعید کو پھر حسب سابق دشمن کے سامنے جا کر ٹھہرنے کا حکم دیا اور لوگوں سے کہا کہ ہتھیار بند لوگوں سے اتر پڑیں مگر زینیں ان پر کسی رہنے دیں پھر اس نے خندق کے لیے نشان اندازی کی۔ اور مزدوروں کو اس نشان پر خندق کھودنے کا حکم دیا اور ان سے جلد کام کرانے کے لیے نگران متعین کیے۔ اب خود وہ اور تمام شہ سوار سواری سے درختوں کے سایہ میں اتر پڑے اور سایہ میں اپنے گھوڑے چرانے لگے۔

افشین کی پیدل سپاہ کو ہدایت:

نماز عصر پڑھ کر افشین نے مزدوروں کو پیدل سپاہ کے ہمراہ ان کو مستحکم کردہ پہاڑیوں پر چڑھنے کا حکم دیا اور پیدل سپاہ کو یہ

ہدایت کر دی کہ وہ خود نہ سوئیں۔ ایک دوسرے کی چوکسی کرتے رہیں۔ البتہ مزدوروں کو پہاڑوں کے اوپر سونے دیں زوال کے وقت اس نے شہ سواروں کو پھر سوار ہونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے ان کے کئی دستے بنائے اور اپنے چاروں طرف اس طرح کھڑا کیا۔ کہ ایک ایک دستے کے درمیان ایک تیر کا فاصلہ چھوڑا۔ اور ہر دستے سے یہ کہہ دیا کہ تم دوسرے کی طرف التفات نہ کرنا۔ بلکہ جو جہاں کھڑا کیا گیا ہے وہ وہیں جما رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی شور کی وجہ سے وہ اپنی جگہ چھوڑ دے۔ یہ تمام دستے صبح تک گھوڑوں پر سواروں اپنی جگہ کھڑے رہے۔ اور پیدل سپاہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنی چوکسی اور نگرانی کرتی رہی۔ اس نے ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر رات میں تم کو کسی کی آہٹ ہو تم اس کی ہرگز پروانہ کرنا۔ بلکہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور پہاڑ اور خندق کی حفاظت کرنا۔ چنانچہ انہوں نے بھی صبح تک رات اسی طرح بسر کر دی۔

بابک کی افشین کو پھلوں کی پیشکش:

پھر اس نے رات کے وقت فوج کے مفتش کو ان سواروں اور پیدل سپاہ کی حالت کی خبر گیری کا حکم دیا تا کہ وہ دیکھ آئے کہ سب لوگ ہوشیار اور بیدار ہیں۔ دس روز خندق کے کھودنے میں صرف ہوئے۔ دسویں دن افشین نے خندق کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ اور سرداروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اور اپنی جمعیتوں کے سامان و اسباب کو رفتہ رفتہ یہاں منگوا لیں۔ اسی اثناء میں بابک کا ایک قاصد اس کے پاس آیا اس کے ساتھ کھیرے خربوزے اور ککڑیاں تھیں اس نے بابک کا یہ پیام اسے پہنچا دیا۔ کہ چونکہ آج کل تم تکلیف میں ہو اور تم اور تمہارے تمام ساتھی بسکٹ اور ستو پر گذر بسر کر رہے ہیں اس لیے میں یہ چیزیں بطور تحفہ تم کو بھیجتا ہوں۔ افشین نے اس پیامبر سے کہا تم جانتے ہو کہ اس سفارت سے میرے دوست کا کیا مطلب ہے وہ چاہتا ہے کہ اس حیلہ سے اسے ہماری چھاؤنی کا سب حال معلوم ہو جائے مگر میں بخوشی اس کی عنایت کو قبول کرتا ہوں۔ اور ان کے اصلی مدعا کو بھی پورا کر دیتا ہوں بے شک مجھے معیشت کی تنگی ہے پھر اس نے بابک کے پیامبر سے کہا یہاں کا حال تو تم دیکھ چکے مگر اب تم کو پہاڑ پر چڑھ کر وہاں کے انتظامات اور وہاں سے ہماری اور فرودگاہوں' مورچوں اور استحکامات کو دیکھنا چاہیے اس نے حکم دیا کہ ان کو گھوڑے پر سوار کر کے پہاڑ پر لے جاؤ۔ اور وہاں کی جدید خندق دکھاؤ۔ اور وہ کلاں روذ اور برزند کی خندقیں بھی دیکھ لیں۔ اس طرح ان کو ہماری تینوں خندقیں تفصیل سے دکھا دی جائیں کوئی بات پوشیدہ نہ رکھی جائے اور یہ موقع دیا جائے کہ ان کو خوب غور سے اچھی طرح دیکھ لیں۔ تا کہ پھر اپنے سردار کے پاس جا کر اس کی اطلاع دے دیں۔

اس ہدایت کے مطابق بابک کے پیامبر کو سب خندق دکھائی گئیں۔ وہ برزند تک گیا پھر اسے افشین کے پاس لائے۔ اس نے اسے جانے کی اجازت دی اور کہا کہ بابک کو میرا اسلام کہنا۔

خرمیوں کی مبارزت:

خرمیہ کی ایک جماعت چھاؤنی میں رسد لانے والوں سے تعارض کرتی تھی۔ دو تین مرتبہ انہوں نے ایسا کیا۔ اس کے بعد خرمیہ تین دستوں میں منقسم ہو کر افشین کی خندق کی فصیل تک چلے آئے۔ اور یہاں آ کر انہوں نے للکارا۔ مگر افشین نے اپنی فوج کو ممانعت کر دی تھی کہ کوئی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالے۔ دو تین راتوں تک وہ اسی طرح بڑھ بڑھ کر آتے اور فصیل کے پیچھے گھوڑے دوڑاتے رہے۔

خرمی دستہ پر فوجی حملہ:

جب کئی مرتبہ وہ یہ کر چکے اور اب بے خوف ہو گئے تو افشین نے اپنی پیدل اور سوار فوج کے چار دستے ان کے مقابلہ کے لیے تیار کیے پیدلوں میں صرف قادر انداز تھے اور ان دستوں کو اس نے پہاڑیوں میں چھپا دیا اور دشمن کے لیے نگران متعین کیے۔ وہ حسب دستور اپنے مقررہ وقت پر اپنے مقام سے اتر کر آئے اور انہوں نے اسی طرح ان کو للکارا اور سواری کرنے لگے عین اس وقت افشین کی متعین فوج نے اپنی کمین گاہ سے نکل کر عقب سے ان پر حملہ کیا اور ان کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا۔ سامنے سے خود افشین نے آدھی رات میں پیدل کے دو دستے اپنی چھاؤنی سے ان کے مقابلہ کے لیے بڑھائے۔ وہ تاڑ گئے کہ گھاٹی ہمارے لیے مسدود کر دی گئی ہے لہٰذا اب وہ متفرق راستوں میں ہو لیے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور اس طرح اپنے مرکز کو چلے آئے مگر اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ اس روز سے انہوں نے اپنی وہ جسارت ترک کر دی۔ صبح کی نماز کے وقت اس کا تعاقب کرنے والی فوجیں روذ الروذ کی خندق میں واپس آ گئیں۔ مگر ان میں سے کوئی ان کے ہاتھ نہ لگا۔

افشین کی فوج کی ترتیب کا انتظام:

اس کے بعد افشین نے یہ طریقہ مقرر کیا کہ وہ ہر ہفتے میں ایک مرتبہ آدھی رات کو نقارے بجواتا اور مشعلیں اور مشعلچیوں کے ساتھ خندق کے دروازے تک آتا چونکہ ہر شخص اپنے دستے سے واقف ہوتا وہ میمنہ میں ہے یا میسرہ میں ہے لہٰذا اس کے برآمد ہوتے ہی تمام چھاؤنی نکل کر اپنے اپنے موقع اور محل پر کھڑی ہو جاتی اس موقع پر افشین کے ساتھ بارہ بڑے سیاہ علم خچروں پر سوار ہوتے وہ اس اندیشہ سے کہ گھوڑے چمک جائیں گے علم گھوڑوں کے بجائے صرف خچروں پر سوار کرتا۔ اس کے پاس صرف بڑے نقارے اکیس تھے۔ اور ان بڑے علموں کے علاوہ تقریباً پانچ سو چھوٹے نشان تھے۔ ایک چوتھائی رات سے اس کی تمام فوج جس میں تمام فرقے شامل ہوتے اپنے اپنے مرتبہ پر صف بستہ ہو جاتی۔

نقارہ کی آواز پر فوج کی نقل و حرکت:

طلوع فجر کے بعد افشین اپنے خیمہ سے برآمد ہوتا۔ مؤذن اس کے سامنے آذان صبح دیتا وہ نماز پڑھتا اور دوسرے لوگ تاریکی ہی میں نماز پڑھتے۔ نماز کے بعد وہ نقاروں پر چوب لگواتا اور پھر حملہ کی شکل میں چلتا۔ فوج کی کثرت اور پہاڑوں اور پہاڑی راستوں پر اپنی ترتیب کے مطابق نقل و حرکت کی۔ وجہ سیر اور قیام کا حکم وہ نقاروں کی آواز اور ان کی خاموشی سے دیتا۔ پہاڑ سامنے آتا وہ اس پر چڑھ جاتا۔ کوئی کھڈ سامنے آتا وہ اس میں اتر جاتے۔ البتہ اگر کوئی ایسا پہاڑ سامنے آتا جس پر وہ نہ چڑھ سکتے اور نہ وہاں سے اتر سکتے تو وہاں سے وہ اپنی اصلی فوج اور صف میں پلٹ کر آ جاتے۔ نقاروں کی آواز چلنے کا حکم تھی۔ اور جب وہ چاہتا کہ سب فوج ٹھہر جائے وہ نقاروں کو خاموش کرا دیتا اور اس وقت جو جمعیت یا سپاہی جہاں ہوتا چاہے وہ پہاڑ کی چوٹی ہو یا وادی کا عمق وہیں ٹھہر جاتا۔ افشین آہستہ آہستہ بڑھتا تھا جب کوئی کوہبانی کوئی خبر لے کر آتا وہ اسے سننے کے لیے ٹھہر جاتا طلوع فجر سے آفتاب اچھی طرح بلند ہونے تک وہ اس چھ میل مسافت کو جو روذ الروذ اور بذ کے درمیان تھی طے کرتا۔

افشین و بابک کی احتیاطی تدابیر:

افشین جب اس کنوئیں پر جہاں گذشتہ سال لڑائی ہوئی تھی چڑھ کر آتا تو بخارا خذاہ کو ہزار سوار اور چھ سو پیادوں کے ساتھ

گھاٹی کے کناروں پر اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیتا۔ تاکہ خرمیوں کی کوئی جماعت اس پر آ کر ان کا رستہ مسدود نہ کرے۔ جب بابک کو معلوم ہوتا کہ جروف کا لشکر اس پر آ رہا ہے۔ وہ اس گھاٹی کے جہاں بخار خذاہ متعین ہوتا نیچے وادی میں اپنی بیدل سپہ کو کمین گاہ میں متعین کر دیتا۔ تاکہ جو جماعت وہاں سے بڑھ کر اس پر یورش کرنا چاہے یہ فوج اسے روکے۔ مگر افشین اس کے مقابلہ پر بخاراخذاہ کو اس گھاٹی پر متعین کرتا۔ جس پر افشین کے خلاف قبضہ کرنے کے لیے بابک اپنی جمعیت بھیجتا۔ جب تک افشین اس کنویں تک وادی میں اترتا۔ بخاراخذاہ برابر گھاٹی کی حفاظت کرتا رہتا۔

افشین کی امرائے عساکر کو ہدایت:

افشین نے بخاراخذاہ کو ہدایت کی تھی کہ اس کے اور بذ کے درمیان والی وادی میں وہ اس طرح مقیم رہا کرے جس طرح کہ خندق میں رہا جاتا ہے نیز وہ ابوسعید محمد بن یوسف کو حکم دیتا کہ اپنے دستہ کے ساتھ وہ اس وادی کو عبور کر جائے۔ جعفر الخیاط کو حکم دیتا کہ وہ اپنے دستہ کے ساتھ وہاں ٹھہرا رہے۔ اور احمد بن خلیل کو حکم دیتا کہ وہ اپنے دستہ کے ساتھ ٹھہرے۔ اس طرح وادی کی اس جانب میں جہاں سے ان کو دشمن کے اچانک حملہ آور ہونے کا اندیشہ تھا تین دستے ہو جاتے۔ دوسری جانب سے خود بابک آذین کے ہمراہ بذ سے نکل کر ان تینوں دستوں کے مقابل ایک ٹیلہ پر آ کر بیٹھتا تاکہ افشین کی کوئی فوج بذ کے دروازے تک نہ بڑھ سکے اور افشین کا ہمیشہ یہی قصد ہوتا کہ وہ بذ کے دروازے تک پہنچے مگر سردست وہ اپنی فوج کو یہی حکم دیتا کہ جب وہ وادی کو عبور کر لیں تو پھر آگے نہ بڑھیں وہیں ٹھہر جائیں۔ اور جنگ نہ کریں۔

بابک کو افشین کی نقل وحرکت کا علم:

بابک کو جب معلوم ہوتا کہ افشین کی فوجیں اپنی خندق سے نکل کر اس کی طرف نقل وحرکت کر رہی ہیں وہ فوراً اپنی فوج کو پوشیدہ مقامات میں گھات بٹھا دیتا اور اس کی وجہ سے اس کے پاس بہت تھوڑے آدمی رہ جاتے افشین کو بھی اس کی خبر ہوتی۔ مگر اسے گھات کے مقام معلوم نہ تھے۔ ایک مرتبہ اسے معلوم ہوا کہ خرمیہ سب کے سب نکل آئے ہیں۔ اور بابک کے پاس بہت ہی تھوڑی جماعت رہ گئی ہے۔

افشین کا دستورِ عمل:

افشین کا دستور تھا کہ وہ جب اس مقام پر چڑھ آتا تو وہاں اس کے لیے پوستین بچھا دی جاتی۔ اور ایک کرسی رکھ دی جاتی وہ ایک ایسے بلند مقام پر آ کر بیٹھتا جہاں سے بذ کا دروازہ سامنے نظر آتا۔ اور تمام اس کی فوج دستوں میں تقسیم ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑی ہوتی ان میں سے جو اس کے ہمراہ وادی کی اس جانب ہوتی۔ جدھر افشین ہوتا وہ اس سپاہ کو گھوڑوں سے اترنے کی اجازت دیتا البتہ جو فوجیں ابوسعید جعفر الخیاط اور احمد بن خلیل کے ہمراہ وادی کی دوسری جانب نکل چکی ہوتیں۔ ان کو دشمن کے خیال سے گھوڑوں سے اترنے کی اجازت نہ ہوتی۔ وہ اپنی کوہبانی پیدل سپاہ کو دشمن کے گھاتوں کی تلاش کے لیے پہاڑ کی وادیوں میں پھیلا دیتا۔ کہ شاید کسی کمین گاہ کا پتہ چل جائے۔ یہ تلاش ہر کے بعد تک جاری رہتی۔ اس اثناء میں خرمیہ بابک کے سامنے بیٹھے ہوئے نبیذ پیتے رہتے۔ اور نوبت بجتی رہتی۔ نماز ظہر پڑھ کر افشین اپنے مقام سے اٹھ کر اپنی روذالروذ والی خندق کو چل دیتا۔ سب سے پہلے ابوسعید ادھر روانہ ہوتا۔ اس کے بعد احمد بن خلیل پھر جعفر بن دینار اور ان کے بعد افشین پلٹ جاتا اس کی اس آمد ورفت سے بابک بہت چڑ جاتا اور

جب وہ واپس جانے لگتا تو بابک کی فوج ان کا استہزا کرتی اور چنگ و بگل بجانے لگتی۔ تاوقتیکہ تمام فوج بخارا خذاہ کے مقام سے بخیریت گذر نہ جاتی وہ گھاٹی سے نہ ہٹتا سب کے بعد وہ پلٹ کر چلا جاتا۔

چند روز جب اور اسی طرح بغیر لڑائی کے گذرے۔ تو اس نقل و حرکت اور صف بندی اور تلاش و تفتیش سے خرمیہ تنگ آ گئے۔

خرمیوں کا جعفر کے دستہ پر حملہ:

ایک دن اور اسی طرح بغیر لڑائی کے افشین حسب عادت واپس ہو گیا اور سب دستے اپنی اپنی ترتیب سے پلٹنے لگے ابوسعید نے وادی کو عبور کر لیا تھا اور جعفر کے دستے کے کچھ لوگ عبور کر چکے تھے۔ کہ خرمیہ نے اپنی خندق کا پھاٹک کھولا۔ اس میں سے دس شہسواروں نے برآمد ہو کر جعفر کی بقیہ فوج پر اس جگہ حملہ کر دیا۔ فوج میں ہنگامہ برپا ہوا۔ جعفر خود اپنے دستے کو لے کر پھر مقابلہ پر پلٹ آیا۔ اور اس نے بذاتِ خود ان سواروں پر حملہ کر کے ان کو بذ کے دروازے تک پسپا کر دیا۔ اس کے بعد پھر فوج میں ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ اب افشین اور جعفر اور ان کی فوجیں اس طرف سے لڑتی ہوئی پلٹ آئیں۔ اس سے پہلے جعفر کے دستے کے بعض لوگ نکل کر جا چکے تھے خود بابک بھی چند سواروں کے ساتھ لڑنے کو نکل آیا۔ اس وقت نہ افشین کے ساتھ پیدل سپاہ تھی اور نہ بابک کے ساتھ پیادے تھے۔ صرف سوار ہی لڑ رہے تھے۔ کبھی یہ ان پر حملہ آور ہوتے اور کبھی وہ ان پر حملہ کرتے۔ بہت سے آدمی طرفین کے زخمی ہوئے۔

افشین کی جعفر سے برہمی:

افشین پلٹ کر پھر اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا۔ اس کے لیے حسب دستور چمڑا اور کرسی رکھا دی گئی۔ وہ اسی مقام پر جہاں بیٹھا کرتا پھر بیٹھ گیا اور جعفر پر برہم ہونے لگا۔ کہ تم نے میری تمام تیاری اور منصوبے غارت کر دیئے اتنے میں اور شور سنائی دیا ابودلف کے دستے میں بصرے وغیرہ کے مجاہد رضا کاروں کی بھی ایک جماعت تھی جب انہوں نے جعفر کو مصروف پیکار دیکھا۔ تو یہ رضا کار افشین کے حکم کے بغیر وادی میں اتر کر اسے عبور کر کے بذ کی سمت اتر گئے تھے اور خود شہر بذ سے چمٹ کر انہوں نے اسے کچھ نقصان بھی پہنچایا تھا بلکہ قریب تھا کہ فصیل پر چڑھ کر بذ میں داخل ہو جائیں۔

جعفر کا افشین کو پیغام:

جعفر نے افشین سے کہلا کر بھیجا کہ آپ مجھے پانچ سو پیدل قادرانداز بھیج دیں۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میں بذ میں داخل ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں اپنے سامنے سوائے اس آذین کے دستے کے جسے آپ بھی دیکھ رہے ہیں اور کوئی فوج مزاحمت کرنے والی نہیں دیکھتا۔

جعفر کو مراجعت کا حکم:

افشین نے اسے کہلا کر بھیجا کہ تم نے میری تمام تجویز برباد کر دی رفتہ رفتہ تم اس مقام سے اپنے کو اور اپنی فوج کو باہر لے آؤ اور پلٹ آؤ۔ اسی اثنا میں جب رضا کاروں نے خود پذیر ہو کر یورش کر دی۔ تو ایک شور برپا ہو گیا۔ بابک کی گھات والی فوجوں نے خیال کیا کہ اب تو جنگ پوری طرح شروع ہو چکی ہے انہوں نے نعرے بلند کیے اور بخارا خذاہ کی فوج کے نیچے سے ایک دم وہ برآمد ہوئے۔ اسی طرح سے بابک کی ایک دوسری گھات اس کنوئیں کے عقب سے جس پر افشین بیٹھا کرتا تھا نکل آئی ان کو دیکھ کر خرمیہ

جماعت سب کی سب حرکت میں آ گئی مگر مسلمانوں کی فوجیں اب تک بغیر کسی اضطراب کے اور بے چینی کے اطمینان کے ساتھ اپنی اپنی جگہ توں کی جوں کھڑی رہیں۔ یہ دیکھ کر افشین نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس طرح ہمیں دشمن کے چھپنے کا مقامات کا پتہ چل گیا۔

جعفر کی افشین سے شکایت:

جعفر پلٹ آیا اس کی فوج اور رضا کار بھی واپس آئے۔ جعفر افشین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے آقا امیر المومنین نے مجھے اس جنگ کے لیے جس کا موقع آ گیا تھا بھیجا ہے نہ اس کے لیے بھیجا ہے کہ یہاں آرام سے بیٹھا رہوں۔ آپ نے عین ضرورت کے وقت میری امداد سے دست کشی کی۔ اگر آپ صرف پانچ سو پیدل قادر انداز مجھے بھیج دیتے تو میں نہ صرف بذ بلکہ بابک کے گھر کے اندر داخل ہو جاتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے سامنے بہت تھوڑی فوج مقابلہ کے لیے تھی۔

جعفر اور فضل بن کاوس میں تلخ کلامی:

افشین نے کہا اسے مت دیکھو کہ سامنے کون ہے یہ دیکھو کہ پیچھے کس قدر ہیں۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ بخارا خذاہ اور اس کی فوج پر دشمن کی ایک پوشیدہ فوج نے اپنی گھات سے نکل کر اچانک حملہ کیا تھا اس پر فضل بن کاوس نے جعفر سے کہا اگر اس لڑائی کا انتظام تمہارے ہاتھ میں ہوتا تو تم سے یہ بھی نہ ہو سکتا کہ تم اس مقام پر چڑھ آتے جہاں تم اب کھڑے ہو یہ کیا باتیں بناتے ہو کہ میں یہ کرتا اور یہ کرتا۔ جعفر نے کہا یہ جنگ ہے اور جس کا جی چاہے آ جائے ہم اس کے لیے یہاں موجود ہیں۔ فضل نے غصے میں کہا اگر امیر یہاں نہ ہوتے تو میں تم کو بتاتا کہ تم کون ہو اس پر افشین نے دونوں کو ڈانٹا اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

رضا کاروں کی واپسی کا حکم:

افشین نے ابو دلف کو حکم دیا کہ رضا کاروں کو شہر کی فصیل سے واپس لے آئے۔ اس نے ان کو واپسی کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک شخص ایک پتھر لیے ہوئے آیا۔ اور کہنے لگا کہ اب تم ہم کو یہاں سے واپسی کا حکم دیتے ہو جب کہ میں نے خود فصیل کی شہر سے یہ پتھر اکھیڑ لیا ہے اس نے کہا جس وقت واپس چلو گے تم کو معلوم ہوگا کہ ہمارے راستے میں کون دشمن حائل ہے اس سے اس کی مراد بابک کی وہ فوج ہے جس نے بخارا خذاہ کے عقب سے نکل کر اس پر حملہ کیا تھا۔

ابو سعید کی افشین کی حکمتِ عملی کی تعریف:

افشین نے ابو سعید سے جعفر کے روبرو کہا اللہ تم کو اس کی' تمہاری اپنی اور امیر المومنین کی خیر خواہی کی جزائے خیر دے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم جنگی امور اور اس کی سیاست سے اس قدر باخبر ہو کہ ہر عمامہ باندھنے والا اس کا مستحق نہیں کہ وہ رائے زنی کرے کہ کس اہم اور ضروری مقام میں محض وقوف کرنا غیر ضروری مقام میں جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ یہ آسان کام نہیں اس نے اس گھات کی طرف جو پہاڑ کے نیچے تھی اشارہ کر کے کہا کہ بتاؤ اگر یہ فوج ان رضا کاروں پر جو محض کرتے پہنے ہوئے ہیں۔ نکل پڑی تو ان کو سرداروں کی کیا گت بنی اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کو دشمن سے بچا لیا۔ یہاں ٹھہرے رہو۔ اور جب تک یہاں ایک آدمی بھی ہو یہاں سے حرکت نہ آنا۔

افشین کی مقام مصاف سے مراجعت:

یہ کہہ کر افشین پلٹا۔ اس کی عادت تھی کہ جب وہ مراجعت کرتا تو پوری فوج کا علم اور خود اس کے سوار اور پیدل واپس ہوتے

اس اثناء میں دوسرا دستہ اس کے سامنے کھڑا رہتا۔ اور ان دونوں کے درمیان صرف ایک تیر کا فاصلہ رہتا وہ اس وقت تک اس گھاٹی اور تنگ درے کے قریب نہ جاتا جب تک کہ وہ یہ نہ دیکھ لیتا کہ سامنے جانے والے دستے کے تمام آدمی وہاں سے عبور کر گئے ہیں اور اس کے لیے راستہ صاف کر چکے ہیں اس کے بعد وہ گھاٹی کے قریب جاتا اور پھر وہ اپنے دوسرے دستہ سپاہ کے ساتھ اپنی سوار اور پیادہ جمعیت کے ساتھ اس گھاٹی میں اترتا ہمیشہ اس کا یہی دستور رہا اس نے تمام دستوں کو یہ بتا دیا تھا کہ وہ کس کے پیچھے واپس ہوا کریں۔ اس وجہ سے کوئی دستہ اپنی نوبت کے بغیر کسی پر نہ مقدم ہوتا۔ اور نہ اس سے مؤخر رہتا۔ اور اس طرح جب بخاراخذاہ کے دستہ کے علاوہ اور تمام فوجیں اس گھاٹی سے گذر جاتیں تو اب بخاراخذاہ اس گھاٹی کو چھوڑ کر اپنی خندق کو پلٹتا۔ چنانچہ آج بھی وہ اسی ترتیب سے مقام مصاف سے پلٹا۔ ابوسعید سب کے آخر میں تھا ہر فوج جو بخاراخذاہ کے مورچے سے گذرتی اسے وہ گھاتا۔ نظر آتی جہاں دشمن ان کی تاک میں چھپا ہوا تھا ان کو اب معلوم ہوا کہ ان کے پھانسنے کے لیے کیا جال بچھایا گیا ہے وہ کفار بھی اپنی اپنی راہ ہو گئے جو چاہتے تھے کہ اس مقام کو جس کی حفاظت بخاراخذاہ کے ذمے تھی اپنے قبضے میں کر لیں۔

رضا کاروں کی افشین سے شکایت:

چند روز افشین اپنی روز الروذ والی خندق میں بغیر کسی جنگی کارروائی کے خاموش بیٹھا رہا۔ رضا کاروں نے چارہ کی قلت اور خرچ اور نوشتہ کی کمی کی اس سے شکایت کی اس نے ان سے کہا جو تم میں سے صبر کر سکتا ہے وہ صبر کرے اور جو نہ کر سکتا ہو وہ خوشی سے چلا جائے میرے ساتھ سرکاری فوج موجود ہے وہ بہر حال اپنی معاشوں میں سردی اور گرمی ہر حالت میں میرے ساتھ ہیں برف پڑنے تک میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔

رضا کاروں کی افشین کے طرز عمل پر تنقید:

اس جواب کو سن کر رضا کار اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے آئے اور کہنے لگے کہ اگر افشین ہم کو اور جعفر کو ہمارے حال پر چھوڑ دیتا تو ہم نے بذ کا فتح کر لیا ہوتا۔ یہ تو جنگ میں صرف ٹال مٹول کر رہا ہے۔ افشین کو بھی اس بات کی اطلاع ہوئی کہ یہ رضا کار اس پر خوب زبان درازیاں کر رہے ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں کہ افشین ان سے لڑنا ہی نہیں چاہتا۔ وہ تو معاملہ کو طول دینا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی نے یہ بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ میں افشین سے کہہ دوں کہ یا تم فوراً اس شخص سے پوری مستعدی سے لڑو۔ ورنہ میں پہاڑوں کو حکم دوں گا کہ وہ تم کو سنگسار کریں۔ اس خواب کو لوگوں نے راز سمجھ کر چھاؤنی میں علانیہ طور پر بیان کرنا شروع کر دیا۔

رضا کاروں کے افسروں کی طلبی:

افشین نے رضا کاروں کے سرداروں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا ہے اسے میرے سامنے پیش کیا جائے کیونکہ اس کی وجہ سے اب دوسروں کو بھی بڑے بڑے خواب نظر آنے لگے ہیں وہ اس شخص کو ایک جماعت کے ساتھ افشین کے پاس لائے افشین نے اسے سلام کیا اور اپنے قریب بلا کر بٹھایا اور کہا کہ تم بغیر کسی لحاظ اور باک کے صاف صاف اپنا خواب مجھ سے بیان کرو۔ کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہوگا وہی تم کہو گے اس نے اپنا خواب بیان کر دیا۔ افشین نے کہا ہر شخص سے پہلے اللہ ہر بات سے واقف ہے اور وہی اس بات کو جانتا ہے کہ اس مخلوق سے اس کا کیا ارادہ ہے اگر اللہ کا یہ ارادہ ہو کہ وہ پہاڑوں کو

کسی پر سنگساری کا حکم دے تو سب سے پہلے وہ اس کافر کو سنگسار کرا کر ہمیں اس کی طرف سے مطمئن کر دیتا تاوقتیکہ میں اس کافر کی زبان درازی اور تکلیف سے اللہ کو بےفکر نہ کروں۔ تا کہ اسے پھر اس بات کی ضرورت ہی نہ رہے۔ کہ میں اس سے لڑتا پھروں اس وقت تک وہ تجھے کیوں سنگسار کرنے لگا۔ اللہ پر کوئی خفی سی خفی بات بھی پوشیدہ نہیں ہے وہ میرے قلب سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ اے مساکین! میں تمہارے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہوں۔

ایک مجاہد کا جذبہ شہادت:

اس پر ایک دیندار مجاہد نے کہا جناب والا اگر شہادت کا موقع آ گیا ہے تو آپ ہمیں اس سے محروم نہ کریں۔ ہم محض اللہ کے لیے اس کی رضا جوئی اور ثواب کے لیے آئے ہیں آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم آگے بڑھیں۔ مگر آپ کی اجازت کے بعد شاید اللہ تعالیٰ ہمیں فتح عطا کر دے۔

افشین کا حملہ کرنے کا فیصلہ:

افشین نے کہا مجھے آپ کی نیت صادق معلوم ہوتی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو بات اللہ آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہے وہ ان شاء اللہ بہتر ہوگی۔ آپ بھی جوشیلے ہیں اور سب لوگوں میں بھی جوش موجزن ہے۔ مگر اللہ واقف ہے کہ میری رائے یہ نہیں تھی جو اس وقت آپ کے کلام سے مترشح ہوتی ہے اب البتہ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس بات کا موقع آ گیا ہے۔ کہ یہ جذبہ پورا ہو جائے۔ آپ اللہ کا نام لے کر جس روز چاہیں اس کام کے لیے آمادہ ہوں ہم سب چلیں گے وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

اس گفتگو کے بعد مجاہدین ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھ آئے۔ اور انہوں نے چھاؤنی میں آ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کو بشارت دی اسے سن کر جو لوگ واپسی کا ارادہ کر چکے تھے وہ ٹھہر گئے اور جو لوگ چھاؤنی سے چل کر چند دن کی مسافت پر چلے گئے تھے۔ وہ بھی اسے سن کر واپس آ گئے۔

افشین کی بذ پر فوج کشی:

افشین نے ایک دن کے لیے وعدہ کیا کہ اس روز دشمن کے مقابلہ پر کوچ ہوگا۔ اس نے تمام فوج کو رسالہ پیدل اور تمام لوگوں کو کوچ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور ظاہر کیا کہ اس مرتبہ وہ ضرور دشمن سے لڑے گا۔ چنانچہ اس ارادے سے وہ مال و متاع لے کر اپنی قیام گاہ سے چلا چھاؤنی میں جس قدر خچر تھے۔ ان پر اس نے زخمیوں کے لیے محمل رکھوائے۔ طبیبوں کو ساتھ لیا بسکٹ، ستو اور دوسری تمام ضروریات جنگ اور معیشت ساتھ لیں۔ اب سب نے مشترکہ طور پر بذ پر چڑھائی کی۔ اس نے بخارا خذاہ کو گھاٹی پر اسی جگہ جہاں وہ پہلے اسے متعین کیا کرتا تھا متعین کرو۔

افشین کو ابودلف کو پیش قدمی کا حکم:

اس کے بعد اس کے مقررہ مقام پر حسب دستور سابق چمڑہ اور کرسی اس کے لیے بچھا دی گئی۔ اور وہ حسب عادت کرسی پر بیٹھ گیا ابودلف سے کہا کہ رضا کاروں سے کہو کہ جو سمت تم کو سب سے سہل معلوم ہو تم صرف اسی پر اکتفا کرو اور جعفر سے کہا کہ تمام فوج تمہارے سامنے موجود ہے۔ قادر انداز اور آگ لگانے والے بھی تمہارے سامنے ہیں۔ اگر تم کو ان کی ضرورت ہو تو میں یہ تم کو دیئے دیتا ہوں تمہاری جو حاجت ہو یا جو کچھ تم چاہو وہ میں پورا کر دیتا ہوں۔ تم اللہ کا نام لے کر جس جگہ سے جانا چاہو بڑھو۔ جعفر نے کہا میں

اس مقام پر پہنچنا چاہتا ہوں جہاں میں متعین ہوتا تھا افشین نے کہا بسم اللہ جائیے۔ اس کے بعد اس نے ابوسعید کو بلایا اور کہا کہ تم اور تمہاری فوج میرے سامنے کھڑے رہے۔ اور یہاں سے تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اس نے احمد بن خلیل کو بھی بلا کر یہی حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ جما رہے اور جعفر اور اس کی جماعت کو وادی عبور کر کے آگے بڑھنے دے۔ خود اپنی جگہ کھڑا رہے تاکہ اگر جعفر کو پیدل سپاہ یا سواروں کی امداد کی ضرورت ہو تو تم ان کو کمک بھیج دیں۔

رضا کاروں کا بذ پر حملہ:

اس نے ابودلف اور اس کے رضا کار مجاہدین کو پیش قدمی کا حکم دیا یہ وادی میں اتر کر پہلی مرتبہ جس جگہ اور سمت سے چڑھے تھے اس مرتبہ بھی بذ کی فصیل کی طرف چڑھنے لگے اور وہاں پہنچ کر حسب سابق فصیل سے جا پلٹے۔ جعفر نے ایک شدید حملہ کر کے اس مرتبہ بھی پہلے حملہ کی طرح شہر کے دروازے پر جا کر ضرب لگائی اور وہیں تھمیں کیا خاصی دیر تک کفار بھی وہیں اس کے مقابلہ پر جمے رہے۔ افشین نے ایک آدمی کے ہاتھ دیناروں کی ایک تھیلی یہاں بھیجی اور اس سے کہا کہ تو جعفر کے مجاہدین کے پاس جا اور کہہ کہ جو آگے بڑھے گا اسے ایک مٹھی بھر اشرفیاں دی جائیں گی اس نے اپنے ایک دوسرے آدمی کو ایک اور تھیلی دی۔ اور کہا کہ تم یہ روپیہ، طوق اور کنگن لے کر رضا کاروں کے پاس جاؤ اور ابودلف سے کہو کہ رضا کاروں اور دوسرے مجاہدوں میں تم کو جو ایسا نظر آئے۔ جس نے جنگ میں اچھی خدمات انجام دی ہوں اسے جو مناسب سمجھو اس میں سے دو۔ نیز اس نے مہتمم آبدار خانہ کو بلا کر حکم دیا کہ ستو اور پانی لے کر عین لڑائی میں فوج کے ساتھ جا ملو۔ اور جسے ضرورت ہو اسے یہ چیزیں دو۔ تاکہ سپاہیوں کو پیاس کی وجہ سے واپس نہ آنا پڑے۔

رضا کاروں کے لیے ستو اور پانی کی فراہمی:

نیز افشین نے جعفر کی جمعیت کو بھی پانی اور ستو مہیا کرا دیا۔ اس نے کلغر یہ فوج کے سردار کو بلا کر اس سے کہا کہ دوران جنگ میں جس رضا کار کے ہاتھ میں تم کو تیر نظر آئے میں اسے پچاس درہم عطا کروں گا اس کے لیے اس نے درہموں کی ایک تھیلی اس کے حوالے کی جعفر کی جمعیت کے ساتھ بھی اس نے اسی سلوک کا حکم دیا۔ اور فوج کے پاس اس نے کلغر یہ دستے کو روانہ کیا جن کے پاس تیر تھے۔ اس نے طوق اور کنگنوں سے بھرا ہوا ایک صندوق جعفر کو بھیجا اور کہا کہ اپنے آدمیوں میں سے جسے چاہو یہ انعام دو۔ اس کے علاوہ میں بعد میں اور بھی انعام واکرام اپنے پاس سے ان کو دوں گا۔ نیز جس کسی نے تم معاش کے اضافہ کا اقرار کرو۔ میں اسے بھی پورا کروں گا اور امیر المومنین کو ان کے نام لکھ بھیجوں گا۔

خرمیوں کا جعفر پر حملہ:

بذ کے دروازے پر دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار خرمیہ دروازہ کھول کر جعفر کی جمعیت پر حملہ آور ہوئے اور ان کو دروازے سے ہٹا دیا نیز انہوں نے ایک دوسری سمت سے رضا کاروں پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے دو علم چھین لیے ان کو فصیل سے دھکیل دیا اور پتھروں سے ان کو اس قدر زخمی کیا کہ وہ متاثر ہو کر جنگ سے دور ہٹ کر ٹھہر گئے جعفر نے اپنی جماعت کو للکارا آگے بڑھو ان میں سے تقریباً سو آدمی جھپٹ کر آگے بڑھے اور وہ اپنی ڈھالوں کی آڑ میں گھٹنوں کے بل دشمن کو روک کر کھڑے ہو گئے۔

خرمیوں کی شدید مدافعت:

اب یہ شکل ہوئی کہ نہ یہ ان پر بڑھتے تھے۔ اور نہ وہ ان پر پیش قدمی کرتے تھے نماز ظہر تو لڑائی کی یہی صورت قائم رہی افشین عرادے بھی ساتھ لایا تھا اس نے ایک عرادہ جعفر کے مقابل دروازے کے سامنے نصب کیا اور ایک وادی کی جانب سے رضا کاروں کی جمعیت کے قریب نصب کیا تھا۔ جعفر کی سمت والے عرادہ کی اس نے پوری طرح مدافعت کی مگر وہ کسی طرح جعفر کی فوج اور خرمیہ کے درمیان جا پڑا۔ اور دیر تک دونوں کے بیچ میں پڑا رہا مگر آخر کار جعفر کی جمعیت نے سخت جدوجہد کے بعد اسے دشمن کے نرغے سے نکالا اور پھر اسے اکھاڑ کر اصل فرودگاہ کو واپس کر دیا۔ اب تک دونوں فریق ایک دوسرے کو روکے ہوئے تھے۔ کسی کو پیش قدمی کا موقع نہ ملا۔ البتہ تیر اور پتھر ایک دوسرے پر چلا رہے تھے۔ جعفر کے تیر اور پتھر ان کی فصیل اور دروازے پر پڑے۔ اور یہ لوگ میدان میں ڈھالوں کی آڑ لیے ہوئے تھے۔

پیدل فوج کی کمک:

اس کے بعد پھر لڑائی ہونے لگی پھر افشین کو یہ بات بری معلوم ہوئی کہ دشمن اس کی فوج پر دست آزدراز کرے اب اس نے اس پیدل فوج کو جسے اس نے پہلے سے تیار کر رکھا ہے اور وہ رضا کاروں کی جگہ مورچہ زن تھے کمک کے لیے بھیجا اور جعفر کی کمک کے لیے ایک پیدل کا دستہ روانہ کیا۔ جعفر نے کہا فوج کی کمی کی وجہ سے مجھ پر یہ یورش نہیں ہے میرے ساتھ بڑے چابک دست بہادر ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان کو آگے بڑھنے کا موقع محل ہی نہیں ہے یہ جگہ اس قدر تنگ ہے کہ یہاں صرف ایک یا دو آدمی اچھی طرح سے نقل وحرکت کر سکتے ہیں جنگ رک گئی افشین نے کہلا کر بھیجا کہ واپس آ جاؤ جعفر پلٹ آیا۔

افشین کا فوج کو مراجعت کا حکم:

افشین نے اپنے محمل بردار خچر میدان میں بھیجے وہ زخمیوں کو اور ان لوگوں کو جو پتھروں کی چوٹوں سے خود چلنے سے معذور تھے۔ ان محملوں میں بٹھا کر لے آئے اب افشین نے ساری فوج کو مراجعت کا حکم دیا۔ اور یہ سب اپنی روذ الروذ والی خندق میں چلے آئے۔ لوگ اس سال فتح سے مایوس ہو گئے۔ اور اس وجہ سے رضا کاروں کی ایک بڑی جماعت چھاؤنی سے چلی گئی۔

پیدل تیراندازوں کو پہاڑ پر چڑھائی کا حکم:

دو جمعوں کے بعد افشین نے پھر حملہ کی تیاری کی۔ وسط شب میں اس نے ایک ہزار پیدل قادر اندازوں کو طلب کر کے ان میں سے ہر ایک کو چھاگل اور بسکٹ دیئے اور ان میں سے بعض کو سیاہ اور دوسرے رنگ کے جھنڈے بھی دیئے اس تیاری کے بعد اس نے اس فوج کو غروب آفتاب کے وقت رہنماؤں کے ساتھ آگے روانہ کیا۔ وہ ساری رات نہایت دشوار گزار اور مکلف پہاڑوں پر عام راستے سے ہٹ کر چلتے رہے اور اس طرح ان پہاڑوں کو گھوم کر وہ اس بلند پہاڑ کے پیچھے پہنچ گئے جس پر آذین آ کر ٹھہرتا تھا افشین نے انہیں حکم دیا تھا کہ اس قدر خاموشی سے نقل وحرکت کریں کہ کسی کو ان کی خبر نہ ہونے پائے۔ اور جب ہمارے علم تم کو نظر آئیں۔ اور تم صبح کی نماز پڑھ چکو۔ اور جنگ بھی ہونے لگے اس وقت تم ان جھنڈوں کو اپنے نیزوں کے سروں پر باندھ کر ہلانا۔ نقارے بجانا اور پہاڑ پر سے اتر کر دشمن پر پتھر اور تیر کا مینہ برسا دینا اور اگر تم کو ہمارے علم نظر نہ آئیں تو تم اپنی جگہ سے اس وقت تک جنبش نہ کرنا۔ جب تک کہ میری اطلاع تم کو نہ موصول ہو۔

بشیر ترکی کو زیریں حصہ پر قبضہ کرنے کی ہدایت:

اس جماعت نے حسب عمل کیا وہ طلوع فجر کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے وادی میں سے ان مشکیزوں کو بھر لے گئے اور چوٹی پہاڑ کی پر پہنچے۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ افشین نے اپنے افسروں کو حکم بھیجا کہ سب مسلح ہو جائیں میں علی الصباح پیش قدمی کروں گا۔ نیز ابھی رات باقی تھی کہ اس نے بشیر الترکی اور اس کے ساتھی فراغنہ جمعیت کے ایک سردار کو آگے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ اس وادی کے سب سے زیریں حصے میں جہاں سے لوگوں نے پانی لیا تھا اور جو اس پہاڑ کے نیچے واقع تھی۔ جہاں آذین آکر ٹھہرتا تھا۔ مسلسل چل کر پہنچ جائیں افشین کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی کہ جب کبھی ہماری فوج بابک پر حملہ آور ہوتی ہے وہ ہمیشہ اس مقام میں اپنی جمعیت کو گھات میں بٹھا دیتا اس ہدایت کے بموجب بشیر اور فراغنہ اس مقام کی طرف جس کے متعلق معلوم تھا کہ وہاں بابک کی ایک فوج گھات میں بیٹھا کرتی ہے رات ہی میں چل دیئے ان کی اس روانگی کا علم خود چھاؤنی کے اکثر لوگوں کو نہ ہو سکا۔

افشین کی پیش قدمی:

ان کے جانے کے بعد افشین نے تمام افسروں کو حکم بھیجا کہ وہ مسلح ہو کر سواری کے لیے تیار ہو جائیں کیونکہ میں علی الصباح پیش قدمی کروں گا۔ چنانچہ علی الصباح وہ اور تمام فوج فرودگاہ سے مسلح ہو کر چلی اس نے دستور کے مطابق مشعلیں اور مشعلچیوں کو بھی ساتھ لیا۔ نماز صبح ادا کی۔ اس کے بعد نقارے پر چوٹ پڑی وہ سوار ہو کر اسی جگہ آیا جہاں وہ ہر دفعہ آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ حسب عادت وہاں اس کے لیے کھال اور کرسی رکھ دی گئی۔ بخارا خذاہ اپنی عادت کے مطابق اس کھاٹی پر آکر کھڑا ہوتا جہاں وہ ہر روز کھڑا ہوتا تھا۔ مگر آج افشین نے اسے مقدمۃ الجیش میں ابوسعید' جعفر الخیاط اور احمد بن خلیل کے ساتھ کر دیا۔ ایسے وقت میں اس تبدیلی کو دیکھ کر تمام فوج اچنبھے میں پڑ گئی۔

آذین والے ٹیلے کا محاصرہ:

افشین نے ان سب سرداروں کو حکم دیا کہ تم اس ٹیلہ کو جس پر آذین مقیم ہے چاروں طرف سے حلقے میں لے لو حالانکہ آج سے پہلے وہ ان کو اس بات سے روکا کرتا تھا یہ تمام دستہ اپنے مذکورہ بالا چاروں سرداروں کی قیادت میں بڑھا۔ اور اس نے اس ٹیلے کو گھیر لیا جعفر الخیاط بذ کے دروازے کے قریب تھا۔ ابوسعید اس سے ملا ہوا تھا اور بخارا خذاہ اس سے متصل تھا اور احمد بن خلیل بن ہشام بخارا خذاہ کے متصل تھا۔ اس طرح انہوں نے اس ٹیلے کو چاروں طرف سے اپنے حلقہ میں لے لیا۔

خرمیوں کا بشیر و فراغنہ پر حملہ:

اتنے میں وادی کے اسفل سے ایک شور اٹھا کیونکہ آذین والے ٹیلے کے نیچے جو گھات تھی اس نے بشیر اور فراغنہ پر اپنی کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا تھا۔ بشیر اور اس کے ساتھی ان سے لڑنے لگے۔ اور تھوڑی دیر تک خوب گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اصل فوج نے جب شور سنا تو ان میں اضطراب پیدا ہوا۔ افشین نے حکم دیا کہ منادی کرا دی جائے کہ یہ بشیر الترکی اور فراغنہ ہیں۔ جن کو میں نے ہی اس سمت کو بھیجا ہے۔ اور انہوں نے دشمن کی گھات کو برآمد کیا ہے یہ وہی شور ہے لہٰذا تم لوگ اپنی جگہ اطمینان سے رہو۔ مگر جب ان قادر انداز پیدلوں نے جو پہلے سے پہاڑوں پر بھیج دیئے گئے تھے اس شور کو سنا انہوں نے افشین کی ہدایت کے مطابق اپنے علم جوڑے لوگوں نے دیکھا کہ بلند پہاڑ سے سیاہ علم آ رہے ہیں اس فوج اور اس پہاڑ کے درمیان تقریباً ایک فرسخ کا فاصلہ تھا۔

جعفر الخیاط کا حملہ:

اب ان پیدل قادر اندازوں نے آذین کی سمت اترنا شروع کیا آذین کی فوج والوں کی نظر ان پر پڑی اس نے اپنی ہمراہی بعض خرمی پیادوں کو دریافت حال کے لیے ان کی طرف بھیجا ادھر افشین کی فوج میں ان کو دیکھ کر خوف و اضطراب پیدا ہوا۔ افشین نے اپنی فوج کو مطلع کیا کہ یہ ہمارے اپنے آدمی ہیں ان کو ہم نے آذین پر عقب سے حملہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اب جعفر الخیاط اور اس کی جمعیت نے آذین اور اس کی فوج پر یورش کر دی۔ یہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور ان پر جا پڑے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ آذین اور اس کی فوج کو وادی میں الٹ دیا۔

ابوسعید کے فوجی دستہ کی یورش:

ابوسعید کی سمت سے ایک شخص معاذ بن محمد یا محمد بن معاذ نے چند آدمیوں کے ساتھ آذین پر حملہ کیا۔ حملہ کے اثناء میں ان کو معلوم ہوا کہ ان کے گھوڑے کے سم تلے کنوئیں کھدے ہوئے ہیں گھوڑوں کے اگلے پاؤں ان میں پڑتے ہی ابوسعید کے شہسوار ان میں گر پڑے افشین نے کلغر یہ جماعت کو بھیجا تاکہ دشمنوں کے مکانوں کی دیواروں کو گرا کر ان کنوؤں کو پاٹ دیں۔ کلغر یہ نے حسبہ عمل کیا اور ان کے پٹ جانے کے بعد اب تمام فوج نے مل کر ایک دم ان پر حملہ کر دیا۔ پہاڑ کے اوپر حملہ آوروں کے لیے آذین نے ایک چرخ تیار کر رکھا تھا۔ جس پر ایک بہت بڑا پتھر بار تھا۔ جب فوج نے ان پر حملہ کیا اس نے اس چرخی سے وہ پتھر ان پر لڑھکا دیا۔ تمام لوگ اس کا راستہ چھوڑ کر ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا گزر گیا۔ اس کے بعد سب نے ہر طرف سے اس پر یورش کر دی۔ بابک نے جب یہ دیکھا' کہ میری سپاہ گھر گئی ہے وہ بذ سے افشین کی سمت والے دروازے سے جہاں سے افشین کا ٹیلہ ایک میل فاصلہ پر رہا ہوگا۔ نکلا۔

بابک کی امان طلبی:

بابک ایک جماعت کے ساتھ افشین کو دریافت کرتا ہوا سامنے آیا ابودلف کے سپاہیوں نے پوچھا یہ کون ہے جو افشین کو دریافت کرتا ہے خرمیہ نے کہا بابک ہے یہ افشین سے ملنا چاہتے ہیں۔ ابودلف نے افشین کو اس کی اطلاع بھیجی اس نے شناخت کے لیے ایک ایسے شخص کو جو بابک کو پہچانتا تھا اس کے پاس بھیجا اس نے بابک کو دیکھ کر افشین سے آ کر کہا کہ بے شک وہ بابک ہے اب افشین گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے اس قدر قریب چلا آیا جہاں سے اسے بابک اور اس کے ہمراہیوں کی گفتگو سنائی دیتی تھی اس اثناء میں آذین کی سمت میں خوب جنگ ہو رہی تھی۔ بابک نے افشین سے کہا میں امیر المومنین سے امان کی درخواست کرتا ہوں۔ افشین نے کہا جب چاہو میں امان دینے کے لیے تیار ہوں اس نے کہا آپ اسی وقت مجھے امان دیں اور اتنی مہلت بھی دیں کہ میں اپنے اہل وعیال کو سوار کروں اور سفر کی تیاری کر لوں۔

بابک کو افشین کی امان:

افشین نے کہا میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ تمہاری بھلائی کی بات کہی مگر تم نے میری نصیحت آج تک نہیں مانی اور میں اب بھی تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج امان لے کر تمہارا یہاں سے چلا جانا اس سے بہتر ہے کہ تم کل جاؤ۔ بابک نے کہا جناب والا میں نے آپ کی نصیحت قبول کی اور میں اس پر قائم ہوں افشین نے کہا اچھا تو وہ یرغمال ہمارے پاس بھیج دو جن کا میں نے مطالبہ کیا ہے اس

نے کہا بہتر ہے ان میں سے فلاں اور فلاں تو اسی ٹیلے پر موجود ہیں آپ اپنی فوج کو حکم دیں کہ وہ ذرا توقف کرے۔

افشین کا بذ پر قبضہ:

افشین نے فوج کو واپس بلانے کے لیے اپنا آدمی بھیجا مگر جب اس سے کہا گیا کہ فراغنہ کے جھنڈے بذ میں داخل ہو چکے ہیں اور انہوں نے وہ جھنڈے محلوں پر چڑھا دیئے ہیں افشین خود گھوڑے پر سوار ہو کر للکارتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اور تمام فوج شہر کے اندر گھس پڑی۔ اور لوگ علم لے کر بابک کے محلوں پر چڑھ گئے بابک نے اپنے ان چار محلوں میں چھ سو آدمی چھپا رکھے تھے حملہ آوروں نے ان کو جالیا اور اپنے علم ان محلوں پر بلند کر دیئے۔ بذ کی تمام سڑکیں اور میدان آدمیوں سے بھر گئے اور اب ان لوگوں نے جو ان محلوں میں چھپے بیٹھے تھے ان کے دروازے کھولے اور پیدل نکل کر ان سے لڑنا شروع کیا اس اثنا میں بابک اس وادی میں جو ہشتادسر سے متصل ہے چلا گیا۔ اور افشین اور اس کے دوسرے تمام سردار محلوں کے دروازوں پر لڑنے میں مشغول رہے۔

بذ کی تاراجی:

یہاں خرمیہ نے نہایت شدید مقابلہ اور مقاتلہ کیا افشین نے آتش زن طلب کیے انہوں نے ان پر آگ برسانا شروع کی اور دوسرے لوگ قصر ڈھانے لگے یہاں تک کہ وہ سب کے سب اس مقام پر قتل کر دیئے گئے۔ ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ افشین نے بابک کی اولاد اور متعلقین کو جو بذ میں تھی گرفتار کر لیا اتنے میں شام ہوگئی اس نے فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ تمام فوج پلٹ آئی اس وقت خرمیہ جماعت اکثر گھروں میں چھپی بیٹھی تھی افشین اپنی روذالروذ والی خندق میں واپس چلا آیا۔

افشین کی بذ سے مراجعت:

بیان کیا گیا ہے کہ بابک اور اس کے ساتھ وادی میں اترنے والے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ افشین اپنی خندق کو واپس چلا گیا ہے وہ بذ میں پلٹ آئے اور یہاں آ کر انہوں نے جس قدر زادراہ ہوسکا اور مال اپنے ساتھ لیا اور پھر ہشتادسر سے ملی ہوئی وادی میں اتر گئے۔

افشین کا قصروں کے انہدام کا حکم:

دوسرے دن افشین اپنی خندق سے چل کر بذ آیا وہ قریہ میں ٹھہر گیا اور اس نے تمام قصروں کے انہدام کا حکم دیا اس نے اپنے پیادے قریہ کے اطراف میں بیگار پکڑنے کے لیے بھیجے مگر ان کو کوئی گنوار ہم دست نہ ہوا۔ اب افشین نے اپنی کلغریہ جماعت کو اس کام کے لیے حکم دیا انہوں نے قصروں کو منہدم کر کے ان کو جلا ڈالا۔ تین دن تک وہ اس کام کو کرتے رہے جس سے بابک کے تمام قصر اور دفینے جل کر خاک ہو گئے ان میں سے ایک حجرہ یا مکان بھی بربادی سے نہ بچا۔ اس کے بعد افشین اپنی فرودگاہ کو واپس آ گیا۔

بابک کا فرار:

افشین کو معلوم ہوا کہ بابک اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ بچ کر نکل گیا اس نے آرمینیا کے رؤسا اور زمین داروں کو لکھا کہ بابک چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ گیا ہے اور وہ وادی میں سے ہو کر آرمینیا کی سمت جا رہا ہے اور ضرور تمہارے قریب سے گذرے گا۔ لہٰذا تم تمام راستوں کی اچھی طرح نگہداشت کرو۔ کسی کو وہاں سے گذرنے نہ دو۔ جو گذرے اسے پکڑ لو۔ اور جب تک شناخت نہ کر و آگے نہ جانے دو۔ اسی اثناء میں جاسوسوں نے افشین سے آ کر کہا کہ بابک وادی میں فلاں مقام پر موجود ہے اس مقام میں

گھاس اور جنگل بہت ہی گھنا تھا اس کا ایک طرف آرمینیا سے اور دوسرا آذربائیجان سے ملا ہوا تھا اور یہ ممکن نہ تھا کہ رسالہ وہاں جا سکے نیز وادیوں اور جنگل کی کثرت کی وجہ سے وہاں چھپنے والا نظر بھی نہیں آتا تھا یہ مسلسل ایک جھاڑی تھی جسے غیضہ کہتے تھے افشین نے ایسے ہر مقام پر جہاں سے اس جنگل میں راستہ جاتا تھا یا جہاں سے اس بات کا امکان تھا کہ اس سمت سے بابک نکل جائے گا۔ ایک ایک دستہ فوج میں چار سو سے پانچ سو تک جنگجو تھے متعین کر دیا۔ نیز ان سب کے ساتھ راستہ بتانے کے لیے کوہبانیوں کو بھی متعین کیا اور حکم دیا کہ وہ راستوں پر ٹھہریں اور رات کے وقت ان کی اچھی طرح نگہداشت کرتے رہیں تا کہ وہیں سے کوئی نکلنے نہ پائے افشین نے ان تمام فوجوں کو اپنی مرکزی فرودگاہ سے اشیاء معیشت مہیا کر دیں۔

معتصم کا بابک کے لیے امان نامہ:

یہ پندرہ دستے تھے یہ اسی طرح جھاڑی کو گھیرے ہوئے پڑے تھے کہ امیر المومنین معتصم کا سونے سے مہر شدہ مراسلہ جس میں بابک کے لیے امان تھی۔ افشین کو موصول ہوا اس نے بابک کے ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے ہاں پناہ لی تھی اور جس میں بابک کا سب سے بڑا لڑکا بھی تھا۔ اسے اپنے پاس بلایا اور اس سے دوسرے قیدیوں سے کہا کہ مجھے تو اس بات کی توقع نہ تھی کہ اس حال میں امیر المومنین سے اس طرح امان دے دیں گے تم میں سے جو جا سکے اس مراسلہ کو لے کر بابک کے پاس جائے اس بات کے لیے ان میں سے کوئی بھی تیار نہ ہوا اور کسی نے کہا جناب والا ہم میں سے کسی کی یہ جراءت نہیں کہ وہ اس وعدہ امان کو لے کر اس کے سامنے جائے۔

افشین کے قاصدوں کی روانگی:

افشین نے کہا اس میں کیا ہرج ہے وہ تو اس سے خوش ہوگا۔ انہوں نے کہا جناب والا یہ صرف آپ کہتے ہیں افشین نے کہا مگر بہر حال تم کو یہ کام میری خاطر انجام دینا ہوگا۔ چاہے اس میں تمہاری جان جائے یہ سن کر ان میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے افشین سے کہا آپ اس بات کی ضمانت کریں کہ ہمارے بیوی بچوں کی پرورش کریں گے اس نے باقاعدہ اس بات کا وعدہ کیا اب وہ دونوں خط لے کر بابک کی تلاش میں چلے اور اس جنگل میں پھرتے پھرتے کسی نہ کسی طرح بابک کے پاس پہنچ گئے اور وہ خط اسے دے دیا۔

افشین کے قاصدوں کی بابک سے ملاقات:

معتصم کے اس خط کے علاوہ خود بابک کے لڑکے نے بھی ایک خط ان دونوں کے ہاتھ اپنے باپ کو بھیجا تھا جس سے اسے پوری کیفیت سے مطلع کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ وہ امان قبول کر کے مقابلہ سے باز آئیں۔ یہ ان کے لیے بہتر ہے ان دونوں نے اس کے لڑکے کا خط بابک کو دیا۔ بابک نے اسے پڑھا پھر ان سے سوال کیا کہ اب تک تم کیا کرتے رہے انہوں نے کہا جناب والا آج رات میں ہمارے تمام اہل وعیال گرفتار کر لیے گئے۔ ہمیں آپ کا پتہ معلوم نہ تھا۔ کہ خدمت میں حاضر ہو جاتے جب ہم ایسے مقام میں ٹھہر گئے جہاں خود ہمیں اپنے قید ہونے کا اندیشہ ہو گیا تو ہم نے ان سے امان لے لی۔

افشین کے ایک قاصد کا قتل:

بابک نے اس شخص سے جس کے پاس خط تھا کہا یہ میں کچھ نہیں جانتا مگر یہ بتا کہ تجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تو اس فاحشہ زادے کا خط لے کر میرے پاس آیا پھر بابک نے اسے پکڑ کر اس کی گردن اڑا دی اور اس خط کو ویسے ہی مہر زدہ اس کے سینے پر

باندھ دیا اسے کھول کر بھی اس نے نہ دیکھا۔

بابک کا اپنے بیٹے کو پیغام:

اور اس کے بعد اس نے دوسرے سے کہا کہ تو جا اور اس فاحشہ زادے سے جس سے اس کی مراد اس کا بیٹا تھا جا کر کہہ دے کہ اب تیری یہ مجال ہوئی کہ تو مجھے خط لکھنے لگا۔ نیز بابک نے اسے یہ بھی لکھا کہ اگر تو مجھے آملتا اور اس تحریک کی اس وقت تک اتباع کرتا جب کہ کسی دن تجھے حکومت ہی مل جاتی تو بے شک تو میرا بیٹا ہے مگر آج مجھے معلوم ہو گیا کہ تیری ماں چھنال تھی اور تو اسی چھنال کی اولاد ہے۔ حرامی ہے ممکن ہے کہ میں کل مر جاؤں تو اس وقت تو ہی رئیس کہلاتا اور جہاں ہوتا یا جہاں تیرا ذکر ہوتا وہاں بادشاہ کے لقب سے پکارا جاتا۔ مگر معلوم ہو گیا کہ تیری اصل ہی ٹھیک نہیں ہے میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ ایک دن کی ریاست چالیس سال کی ذلت کی حالت میں زندگی سے بہتر ہے۔

بابک کی روپوشی:

بابک اس کے بعد فوراً اس جگہ سے چلا گیا۔ اس نے تین آدمی اس پیامبر کے ساتھ کر دیئے۔ جو اسے بہت سی جگہوں میں سے ایک جگہ چڑھا آئے۔ اور پھر بابک سے آملے جب تک سامان معیشت ختم نہ ہو گیا وہ اسی جنگل میں چھپا رہا۔ اس کے بعد مجبوراً وہاں سے سفر کرنا پڑا وہ ایک ایسے راستے کے قریب سے چلا جس پر افشین کا لشکر متعین تھا مگر چونکہ یہ راستہ ایک پہاڑ پر سے گذرتا تھا جہاں پانی بالکل میسر نہ تھا۔ اس لیے وہ فوج اس مقام سے پانی کے دور ہونے کی وجہ سے وہاں قیام نہ کر سکی اور اسے چھوڑ کر پانی کے قریب ہٹ گئی۔ اس فوج نے اس راستہ کی نگہداشت کے لیے دو نگہبانی اور دو سوار وہاں مقرر کر دیئے۔ اس مقام اور اصل فوج میں تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ تھا اور اس کے لیے روزانہ نوبت بدلتی رہتی تھی۔

بابک کی والدہ اور بیوی کی گرفتاری:

انہیں ایام میں ایک دن عین دوپہر کے وقت بابک اور اس کی جماعت اپنی دے پناہ سے برآمد ہوئی چونکہ ان کو یہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ اور نہ پہرے کے سوار اور کوہبانی دکھائی دیئے اس لیے انہوں نے خیال کیا کہ یہاں اب کوئی فوج نہیں ہے لہٰذا اب بے خطر وہ اور اس کے بھائی عبداللہ اور معاویہ اس کی ماں اس کی ایک بیوی جسے ابنۃ الکلدانیہ کہتے تھے۔ اس راستے سے برآمد ہوئے اور آرمینیا کی سمت ہو گئے۔ اب ان پہرے والوں نے ان کو دیکھا اور اپنی اصل فوج میں جو ابوالساج کی قیادت میں تھی کہلا کر بھیجا کہ ہم نے کچھ شہسوار جاتے دیکھے ہیں۔ مگر یہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کون لوگ ہیں اس خبر کے معلوم ہوتے ہی تمام فوج گھوڑوں پر سوار ہو کر اس سمت چلی اور دور سے انہوں نے ان کو دیکھ لیا۔ وہ اس وقت پانی کے ایک چشمہ پر اترے ہوئے دن کا کھانا کھا رہے تھے۔ جب انہوں نے اس فوج کو دیکھا۔ تو بابک فوراً لپک کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اس کے اور ہمراہی بھی سوار ہو گئے اور اس طرح وہ نکل کر بچ گیا البتہ معاویہ بابک کی ماں اور اس کی بیوی گرفتار کر لی گئیں بابک کے ساتھ صرف ایک غلام رہ گیا ابوالساج نے ان دونوں عورتوں کو چھاؤنی میں بھیج دیا۔

بابک کی آرمینیا کے پہاڑوں میں روپوشی:

بابک چلتے چلتے آرمینیا کے پہاڑوں میں داخل ہوا وہ اس وقت تمام سفر میں پہاڑوں میں چھپتا رہا اب اسے سامان خوراک

کی ضرورت ہوئی۔ آرمیبیا کے تمام بطریقوں نے اپنے اپنے راستوں اور ناکوں پر پہرے بٹھا دیئے تھے۔ اور تھانوں کو حکم دے دیا تھا کہ جو گذرے اسے گرفتار کر لیا جائے اور جب تک اس کی شناخت نہ ہو جائے اسے قید رکھا جائے ان ہدایات اور احکام کی وجہ سے تمام چوکی دار اور تھانیدار ہر وقت مستعد اور ہوشیار تھے۔ جب بابک کو سخت بھوک معلوم ہوتی وہ اپنے کمین سے برآمد ہوا وہاں ایک کسان ایک ترائی میں ہل چلا رہا تھا بابک نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ تو دینار و درہم لے کر اس کسان کے پاس جا اور اگر اس کے پاس روٹی ہو تو اسے لے کر یہ روپیہ اسے دے دے۔

بابک کے غلام کے خلاف شکایت:

اس کسان کا ایک دوسرا شریک بھی تھا جو اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے گیا ہوا تھا بابک کا غلام اس کسان کے پاس اتر کر آیا اس کے شریک نے بھی غور سے اس غلام کو دیکھا۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھی کے پاس آتا وہ خوفزدہ دور ہی کھڑا رہا۔ اور دیکھتا رہا کہ دوسرا کسان کیا کرتا ہے غلام نے اس کسان کو کچھ دیا۔ کسان وہاں سے آیا اور اس نے اپنی روٹی لے جا کر غلام کو دی اس کا شریک دور سے یہ معاملہ دیکھتا رہا۔ اور اسے یہ گمان ہوا کہ یہ شخص میرے ساتھی کی روٹی زبردستی غصب کر کے لے گیا ہے اسے اس کی خبر نہ تھی کہ غلام نے اسے کچھ دیا۔ اس خیال کے تحت وہ سیدھا دوڑتا ہوا تھانے گیا اور اس نے آ کر اطلاع دی کہ ایک مسلح شخص نے آ کر ترائی میں میرے شریک کی روٹی چھین لی۔ یہ سنتے ہی تھانیدار گھوڑے پر سوار ہو کر اس سمت لپکا یہ پہاڑ ابن سنباط کے تھے۔

سہل بن سنباط اور بابک کی ملاقات:

نیز اس نے سہل بن سنباط کو اس واقعہ کی اطلاع بھیج دی وہ خود بھی اپنی جمعیت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار جھپٹتا ہوا اس کسان کے پاس آ گیا اس وقت تک غلام وہاں موجود تھا۔ اس نے کسان سے دریافت کیا کیا ہوا؟ اس نے کہا اس غلام نے آ کر مجھ سے روٹی مانگی میں نے اسے روٹی دے دی۔ ابن سنباط نے غلام سے پوچھا تمہارے مالک کہاں ہیں اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہاں موجود ہیں۔ ابن سنباط اس کے ساتھ ہو لیا اور بابک کے پاس جو کہ ٹھہرا ہوا تھا پہنچا۔ اس کی صورت ہی سے اس نے بابک کو پہچان لیا اور اس کے اعزاز میں وہ گھوڑے سے اتر کر اس کے قریب گیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور کہا اے ہمارے سردار! آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں بابک نے کہا میں رومی علاقہ میں یا کسی اور مقام کا اس نے نام لے کر کہا کہ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔

سہل بن سنباط کی بابک سے درخواست:

ابن سنباط نے کہا آپ کو کوئی مقام یا کوئی اور شخص ایسا نہ ملے گا جو مجھ سے زیادہ آپ کی خاطر اور حفاظت کر سکے گا۔ میں سرکار کا ماتحت نہیں ہوں اور نہ کوئی سرکاری عہدے دار میرے ہاں دخل دیتا ہے آپ میری آزاد حالت اور میرے علاقہ سے خوب واقف ہیں جتنے بطریق یہاں ہیں وہ سب آپ کے رشتہ دار ہیں ان سے آپ کی اولاد ہوئی ہے واقعہ یہ تھا کہ بابک کی یہ عادت تھی کہ جب اسے یہ معلوم ہوتا کہ کسی بطریق کی بیٹی یا بہن خوبصورت ہے وہ اسے اس سے طلب کرتا اگر وہ بطریق اس مطالبہ میں عورت کو بھیج دیتا تو خیر تھی ورنہ بابک اس پر اچانک حملہ کر کے اسے زبردستی چھین لیتا۔ نیز اس کے تمام مال و متاع کو لوٹ لیتا۔ اور اس طرح غصب کر کے اپنے شہر لے آتا۔

ابن سنباط کی بابک کو قلعہ میں قیام کی دعوت:

ابن سنباط نے اس سے کہا آپ میرے پاس میرے قلعہ میں قیام کریں وہ آپ ہی کا مکان ہے اور میں آپ کا غلام ہوں۔ سردی تو آپ یہاں بسر کریں اس کے بعد جیسی رائے ہو چونکہ بابک بھی مصائب وشدائد سفر سے خستہ وناتواں ہو رہا تھا وہ ابن سنباط کی دعوت پر مائل ہو گیا مگر اس نے کہا یہ تو مناسب نہیں کہ میں اور بھائی دونوں ایک جگہ رہیں ممکن ہے کہ ہم میں سے ایک گرفتار ہو جائے تو دوسرا تو باقی رہے میں تمہارے پاس ٹھہر جاتا ہوں اور میرا بھائی عبداللہ بن اصطفا توس کے پاس چلا جائے ہم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوگا ہمارے خلف بھی کچھ ایسے نہیں کہ جو ہماری اس تحریک کو پھر زندہ رکھیں۔ ابن سنباط نے کہا آپ کے تو بہت سی اولاد ہے بابک نے کہا ان میں سے کوئی کارآمد نہیں ہے۔

ابن سنباط کی بابک کے متعلق افشین کو اطلاع:

اب اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ اپنے بھائی کو اصطفا توس کے قلعہ میں بھیج دے کیونکہ یہ اس پر پورا اعتماد رکھتا تھا اور خود وہ ابن سنباط کے ساتھ اس کے قلعہ میں رہ گیا۔ دوسرے دن صبح کو عبداللہ ابن اصطفا توس کے قلعہ روانہ ہو گیا۔ اور بابک ابن سنباط کے ساتھ ٹھہر گیا۔ ابن سنباط نے افشین کو بابک کے آنے کی خبر بھیج دی۔ افشین نے اسے لکھا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو میں اور خود امیر المومنین تم کو خوش کر دیں گے۔ اللہ تم کو اس کی جزائے خیر دے۔ افشین نے بابک کا حلیہ اپنے ایک خاص معتمد شخص سے بیان کر کے اسے ابن سنباط کے پاس بھیجا اور اسے لکھا کہ میں اپنے اس معتمد کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ یہ بابک کو خود دیکھ کر مجھے اطلاع دے۔ ابن سنباط نے اس بات کو نامناسب سمجھا کہ وہ ایک اجنبی کی موجودگی سے بابک کو پریشان خاطر کر دے اس لیے اس شخص سے کہا کہ تم اسے صرف اس وقت دیکھ سکتے ہو جب وہ سرنیچا کیے دن کا کھانا کھاتا ہو اور یوں اچانک سامنے جانا ممکن نہیں لہٰذا جب ہم کھانا مانگیں تم ہمارے گنوار باورچیوں کا لباس پہن کر دسترخوان پر سربراہی کے لیے حاضر ہو جانا اور جب وہ کھانا کھانے کے لیے جھکے اس وقت بغور اسے دیکھ لینا اور پھر اپنے امیر سے جا کر بیان کر دینا۔

بابک کی شناخت:

اس شخص نے کھانے کے وقت حسبہ عمل کیا بابک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو اس کے دل میں اس کی طرف سے شبہ پیدا ہو گیا اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ ابن سنباط نے کہا کہ یہ خراسان کا ایک نصرانی ہے جو عرصہ دراز سے ہمارے ہاں آ کر رہ گیا ہے ابن سنباط نے یہ بات اس اشروسنی سے پہلے سے کہہ دی تھی کہ میں تمہارے متعلق ایسا کہوں گا۔

بابک نے اس شخص سے پوچھا کتنے عرصہ سے تم یہاں ہو اس نے کہا فلاں سنہ سے یہاں ہوں اس نے پوچھا پھر اتنے عرصہ سے یہاں کیسے مقیم ہو۔ اس نے کہا میں نے یہاں شادی کر لی ہے۔ بابک نے کہا تم نے سچ کہا جب کسی سے پوچھا جائے کہ اس کا وطن کہاں ہے اور وہ کہے کہ جہاں میری بیوی ہے وہی میرا مقام ہے تو یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔

ابوسعید اور بوزبارہ کو افشین کی ہدایت:

اب اس نے افشین سے آ کر پورا واقعہ بیان کر دیا افشین نے ابوسعید اور بوزبارہ کو اپنے ایک خط کے ساتھ ابن سنباط کے پاس بھیجا اور ہدایت کر دی کہ جب تم ابن سنباط سے کچھ فاصلہ پر رہ جاؤ تو اپنے جانے سے پہلے یہ خط اسے بھجوا دینا اور جو مشورہ اور

ہدایت ابن سنباط تم کو دے اس کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرنا ان ہدایات کے ساتھ یہ دونوں چلے اور انہوں نے اس پر عمل کیا ابن سنباط نے ان کو لکھا کہ تم فلاں مقام میں میرے پیامبر کے آنے تک قیام کرو۔ چنانچہ یہ دونوں ابن سنباط کے بتائے ہوئے مقام میں ٹھہرے رہے اس نے ان کو سامان و ضروریات زندگی اپنے ہاں سے بھجوادیں۔

بابک کی گرفتاری کا منصوبہ:

ایک دن بابک کا جی شکار کھیلنے کے لیے چاہا ابن سنباط نے کہا آپ اس قلعہ کی چار دیواری میں مغموم رہتے ہیں باہر ایک بہت خوش فضا وادی ہے مناسب ہوگا کہ ہم آپ باز اور شاہین اور شکار کی دوسری ضروریات لے کر تفریحاً صبح کے وقت اس وادی میں چلیں اور کھانے کے وقت پر قلعہ میں واپس آجائیں بابک نے کہا جب چاہو چلو۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو شکار کی ٹھہر گئی۔ ابن سنباط نے ابوسعید اور بوزبارہ کو اطلاع دے دی کہ ہم کل شکار کو آئیں گے تم میں سے ایک پہاڑ کی اس جانب سے اور دوسرا دوسری جانب سے اپنی فوجوں کے ساتھ ہم کو آکر گھیر لے تم لوگ نماز صبح کے ساتھ چھپتے چلے آؤ۔ اور جب میرا آدمی تمہارے پاس آئے تم وادی کے اوپر آجانا اور ہمیں دیکھتے ہی اس میں اتر پڑنا چنانچہ جب ابن سنباط اور بابک دن نکلنے شکار کے لیے قلعہ سے چلے اس نے اپنا ایک آدمی ابوسعید کے پاس اور ایک بوزبارہ کے پاس بھیج دیا اور ہر ایک سے کہہ دیا کہ جا کر ان سے کہہ دو کہ تم اس مقام پر آجاؤ اور تم اس مقام پر آؤ۔ اور پھر ہمارے سامنے برآمد ہونا۔ اور جب تم ہمیں دیکھو تو کہنا یہی ہیں ان کو پکڑلو۔ اس چال سے اس کا مطلب یہ تھا کہ بابک کو اصل سازش کا راز کبھی بھی معلوم نہ ہوسکے بلکہ ابن سنباط کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ ہم کیا کریں رسالہ نے آکر ایک دم ہم کو گرفتار کرلیا وہ اپنی بدنامی کی وجہ سے یہ نہ چاہتا تھا کہ وہ خود بابک کو اپنے گھر سے ان کے حوالے کردیتا اس لیے اس نے یہ تمام جال بچھایا تھا۔

بابک کی گرفتاری:

اس کے دونوں پیامبر ابوسعید اور بوزبارہ کے پاس پہنچے اور وہی ان کو وادی کے اوپر لے آئے جہاں بابک اور ابن سنباط موجود تھے بابک کو دیکھتے ہی وہ دونوں اپنی جمعیتوں کو لیے ہوئے ایک اس طرف سے اور دوسرا دوسری سمت سے بابک کے لیے وادی میں اترے اور انہوں نے اسے اور ابن سنباط کو گرفتار کرلیا۔ شاہین ان کے ساتھ تھے بابک اس وقت ایک سفید کرتا پہنے اور سفید عمامہ پہنے تھا۔ اور ایک چھوٹا موزہ پہنے تھا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خود بابک کے ہاتھ پر شاہین تھا جب اس نے فوجوں کو دیکھا کہ انہوں نے اسے اب گھیر لیا ہے وہ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ اور دونوں امیروں کو غور سے دیکھا انہوں نے کہا اتر و اس نے کہا تم کون ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا میں ابوسعید ہوں اور دوسرے نے کہا میں بوزبارہ ہوں اس نے کہا اچھا اور پھر وہ پاؤں موڑ کر گھوڑے سے اتر گیا۔ ابن سنباط اسے دیکھ رہا تھا اس نے ابن سنباط کی طرف دیکھا اور اسے گالیاں دیں اور کہا تو نے مجھے تھوڑے سے مال کے عوض یہودیوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ اگر تجھے ایسی ہی روپیہ کی خواہش تھی اور مجھ سے طلب کرتا تو میں تجھے اس سے کہیں زیادہ دے دیتا۔ جو یہ دینے والے ہوں گے ابوسعید نے کہا کھڑا ہو اور گھوڑے پر بیٹھ جا۔ اس نے کہا اچھا چنانچہ یہ اسے قید کر کے افشین کے پاس لے آئے جب وہ اس کی فرودگاہ کے قریب آ گیا۔

بابک کی افشین سے ملاقات:

افشین برزند پر چڑھا وہاں اس کے لیے ایک خیمہ نصب کردیا گیا اور اس نے تمام فوج کو حاضری کا حکم دیا۔ جو دو صفوں میں

مرتبہ ہو گئی۔ افشین ایک میدان میں بیٹھا۔ اب بابک کو اس کی خدمت میں پیش کیا گیا اس نے اس موقع پر حکم دیا کہ کسی عرب کو دونوں صفوں کے درمیان نہ آنے دیا جائے کہ مبادا ان میں سے کوئی اپنے کسی عزیز کی جان کے بدلے میں یا کسی اور اذیت کے عوض اسے قتل یا مجروح کر دے اس سے پہلے افشین کے پاس بہت سی عورتیں اور بچے آ گئے تھے۔ اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں بابک نے اسیر کر لیا تھا۔ ہم عرب اور مقامی زمینداروں کی شریف زادیاں ہیں۔ افشین نے ان کے لیے ایک علیحدہ باڑ بنا کر اس میں ان کو ٹھہرایا۔ اور ان کا کھانا مقرر کر دیا اور کہا کہ تم اپنے اولیاء کو جہاں ہوں اپنی حالت لکھ بھیجو۔ اس اطلاع کے بغیر جو شخص آ کر ان کا دعویٰ کرتا اور دو آدمیوں کی شہادت پیش کرتا کہ وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ عورت یا بچہ یا لونڈی اسی کی ہے یا یہ اس کی محرمات میں ہے۔ یا قرابت دار ہے افشین ان کو اس کے حوالے کر دیتا اس طرح بہت سے آدمی تو اپنے متعلقین کو شناخت کر کے لے جا چکے تھے اور بہت سی اب بھی باقی تھیں جو اپنے اولیاء کے آنے کی منتظر تھیں جب یہ دن آیا جس میں افشین نے اپنی فوج کو صف بندی کا حکم دیا تھا اور بابک کے اور اس کے درمیان نصف میل کا فاصلہ رہ گیا۔ بابک کو گھوڑے سے اتار دیا گیا اور اب وہ پیادہ اپنے کرتے عمامے اور دونوں موزوں میں دونوں صفوں کے بیچ میں چلتا ہوا افشین کے سامنے پیش کیا گیا۔

بابک کی اسیری:

افشین نے اسے دیکھ کر کہا کہ اسے ہماری فرودگاہ لے جاؤ لوگ اسے سوار کر کے وہاں لائے جب ان عورتوں نے اور بچوں نے جو باڑے میں فروکش تھے بابک کو اس حال میں دیکھا انہوں نے اپنے منہ پیٹ لیے اور آہ و بکا کا ایک شور بلند کر دیا۔ اس پر افشین نے کہا کہ کل تک تم یہ کہہ رہی تھیں۔ کہ اس نے ہمیں اسیر کر لیا تھا۔ اور آج اس پر روتی ہو۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے کہا وہ ہمارے ساتھ احسان کرتا تھا افشین نے ان کے قید کر دینے کا حکم دے دیا وہ ایک کوٹھری میں ٹھہرا دیا گیا اور کچھ آدمی نگران مقرر کر دیئے گئے۔

بابک کے بھائی عبداللہ کی گرفتاری:

اس کا بھائی عبداللہ اس کے ابن اصطفا کے پاس قیام کے زمانے میں عیسیٰ بن یوسف بن اصطفا کے پاس چلا گیا تھا افشین نے اسے لکھا کہ تم عبداللہ کو میرے پاس بھیج دو اس نے اسے بھی افشین کے پاس بھیج دیا جب وہ بھی اس کے قابو میں آ گیا۔ افشین نے اسے بھی بابک کے ساتھ ایک ہی حجرے میں قید کر دیا اور پہرہ بٹھا دیا اس کے بعد اس نے معتصم کو ان دونوں کی گرفتاری کی اطلاع دی۔

بابک کی آخری خواہش:

معتصم نے اسے لکھا کہ تم دونوں کو لے کر میرے پاس آؤ اور جب افشین نے عراق جانے کا ارادہ کیا بابکؑ کو کہلا بھیجا کہ میں تم کو لے کر جانے والا ہوں لہٰذا علاقہ آذربائیجان میں جس بات کی آرزو ہو پوری کر لو۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے اپنے شہر کو ایک مرتبہ اور دیکھ لوں۔ افشین نے چاندنی رات میں ایک جماعت کے ساتھ اسے بذ بھیج دیا۔ وہ ساری رات صبح تک شہر میں پھرتا رہا۔ اور وہاں اس نے مقتولین اور اپنے محلوں کو دیکھا۔ پھر یہ لوگ اسے افشین کے پاس لے آئے جب پہلے افشین نے اپنے ایک آدمی کو بابک پر متعین کیا تو بابک نے افشین سے درخواست کی کہ آپ اس سے مجھے معاف کر دیں۔ افشین نے پوچھا تم

اسے کیوں گوارا نہیں کرتے۔ اس نے کہا یہ میرے پاس آتا ہے اور اس کے ہاتھ چکنائی سے بھرے ہوتے ہیں اور میرے سرہانے سوتا ہے اس کی بدبو سے مجھے تکلیف ہوتی ہے افشین نے اس کی درخواست قبول کی اور اس شخص کو وہاں متعین نہ رہنے دیا۔

امیر حج محمد بن داؤد:

۱۰/شوال کو بابک برزند میں افشین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بوزبارہ اور دیوزاد اسے اپنے بیچ میں لیے ہوئے تھے۔ اس سال محمد بن داؤد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۳ھ کے واقعات

افشین کی روانگی سامرا:

اس سال افشین ۳/صفر جمعرات کی رات کو بابک اور اس کے بھائی کو لے کر سامرا میں معتصم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت سے افشین برزند سے روانہ ہوا تھا اس کے سامرا پہنچنے تک معتصم روزانہ ایک گھوڑا اور خلعت فاخرہ اسے بھیجا کرتے تھے۔

معتصم کا خبر رسانی کا انتظام:

چونکہ معتصم کو بابک کے معاملہ سے خاص تعلق خاطر تھا وہ چاہتے تھے کہ اس کی خبریں ان کو جلد سے جلد معلوم ہو جایا کریں۔ اور برف وغیرہ کی وجہ سے بھی چونکہ راستہ خراب تھا اس لیے انہوں نے سامرا سے حلوان کی گھاٹی تک ہر فرسخ پر تیز رو گھوڑوں کی خبر کے لیے ڈاک بٹھا دی تھی۔ اور ہر منزل پر ایک ہرکارہ مقرر تھا جو خبر کے موصول ہوتے ہی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دوسرے ڈاک رساں کو دست بدست اطلاع دے دیتا تھا اور حلوان کے اس طرف سے آذربائیجان تک خبر رسانی کے لیے پہاڑی گھوڑے مقرر تھے جو ایک دن یا دو دن مسلسل سفر کر کے بدل دیئے جاتے تھے ان پر پہاڑی نوجوان ہر فرسخ پر باری باری سے سوار ہو کر خبر لے جاتے تھے۔ ان کی حفاظت کے لیے پہاڑوں پر پہرے مقرر تھے جو دن اور رات ہوشیار رہتے تھے اور ان کو یہ حکم تھا کہ جب خبر ان کو ملے وہ نہایت بلند آواز سے پکار دیں تا کہ اس کی آواز کو سن کر دوسری چوکی والا خبر رسانی کے لیے مستعد ہو جائے اور خبر کی نقل میں دیر نہ ہونے پائے چنانچہ ابھی یہ ڈاکیہ دوسری منزل پر نہیں پہنچتا کہ وہاں کا ہرکارہ رستے ہی میں تیار کھڑا ہوتا اور خریطہ لے کر اپنی دوڑ پر دوڑ جاتا اس انتظام سے افشین کی فرودگاہ سے سامرا میں چار دن یا اس سے بھی کم مدت میں خبر پہنچ جاتی۔

افشین کا سامرا میں استقبال:

جب افشین حذیفہ کے پلوں کے پاس پہنچا یہاں ہارون بن المعتصم اور معتصم کے کنبے والوں نے اس کا استقبال کیا بابک کو لے کر سامرا آ جانے کے بعد افشین نے اسے اپنے مطیرہ کے قصر میں فروکش کیا عین وسط شب میں احمد بن ابی داؤد ہیئت بدل کر بابک کو دیکھنے آیا۔ اور اس نے جا کر معتصم سے اس کی اطلاع کی اور شکل وصورت بیان کی ان کو صبر نہیں آیا اور وہ خود ہی اسی وقت سوار ہو کر حیر میں دونوں فصیلوں کے درمیان سے گزر کر صورت بدل کر بابک کے پاس آئے اور اسے خوب غور سے دیکھا بابک ان کو پہچانتا نہ تھا۔

بابک کی تشہیر:

دوسرے دن صبح کو جو دوشنبہ یا جمعرات کا دن تھا۔ معتصم نے اس کی حاضری کے لیے دربار کیا۔ باب العامہ سے مطیرہ تک

تمام لوگ صف بستہ ہوئے۔ معتصم چاہتے تھے کہ اس کی تشہیر کی جائے۔ اور سب لوگ اسے دیکھ لیں۔ انہوں نے اپنے مصاحبین سے پوچھا کہ تشہیر کے لیے مناسب طریقہ کیا ہوگا؟ حزام نے کہا امیر المومنین ہاتھی سے بڑھ کر کوئی شے اس کام کے لیے مناسب نہیں معتصم نے کہا ٹھیک ہے انہوں نے حکم دیا اس کام کے لیے ایک ہاتھی تیار کیا جائے نیز ان کے حکم سے بابک کو دیبا کی قبا اور سمور کی گول ٹوپی پہنائی گئی۔ مطیرہ سے باب العامہ تک تمام لوگ اس کو دیکھنے کے لیے برآمد ہوئے۔

بابک کا قتل:

وہ دربار میں امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ایک قصائی اس کے دست و پا قطع کرنے کے لیے بلایا گیا۔ پھر انہوں نے حکم دیا کہ جلاد حاضر کیا جائے حاجب نے باب العامہ سے باہر آ کر نودنود کو آواز دی۔ بابک کے جلاد کا یہی نام تھا۔ اب نودنود کا ایک شور برپا ہوگیا۔ یہاں تک کہ وہ دربار عام میں حاضر ہوگیا۔ امیر المومنین نے اسے بابک کے دست و پا قطع کر دینے کا حکم دیا۔ اس نے حکم کی بجا آوری کی بابک گر پڑا۔ پھر ان کے حکم سے ایک نے اسے ذبح کر کے اس کا پیٹ چاک کر دیا معتصم نے اس کا سر خراسان بھیج دیا اور سامرا میں گھاٹی کے پاس اس کے بدن کو سولی دے دی۔ جہاں اسے سولی دی گئی وہ جگہ مشہور ہے۔

عبداللہ کی روانگی مدینۃ السلام:

اس کے بھائی عبداللہ کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ اسے ابن الشروین الطبری کی حفاظت میں اسحٰق بن ابراہیم مدینۃ السلام میں ہمارے نائب کے پاس پہنچا دیا جائے اور وہ اس کی گردن مار دے۔ اور اس کے ساتھ وہی عمل ہو جو اس کے بھائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور پھر اسے سولی دے دی جائے۔ جب طبری اسے لے کر بردان آیا۔ تو اس نے اسے وہاں کے قصر میں ٹھہرایا۔ عبداللہ نے ابن شروین سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں طبرستان کے بادشاہ شروین کا بیٹا ہوں۔ اس پر عبداللہ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میرا قتل ایک میرے ہم قوم رئیس سے متعلق کیا گیا ہے اس نے کہا یہ نودنود تمہارے قتل کے لیے متعین کیا گیا ہے اسی نے بابک کو قتل کیا تھا۔

عبداللہ کی فالودہ و شربت کی خواہش:

عبداللہ نے کہا یہ تو گنوار ہے مگر میں تو تمہیں کو سمجھتا ہوں اچھا یہ کہو کہ تمہیں اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ تم مجھے کچھ کھلاؤ اس نے کہا ہاں جو چاہو کھا سکتے ہو اس نے کہا میرے لیے فالودہ بنواؤ شروین کے حکم سے وسط شب میں اس کے لیے فالودہ تیار ہوا جسے اس نے شکم سیر ہو کر کھا لیا اور کہا کہ اے ابوفلاں انشاء اللہ کل تم کو ثابت ہو جائے گا کہ میں پکا دہقان ہوں۔ پھر اس نے کہا کیا آپ مجھے نبیذ پلا سکتے ہیں۔ اس نے کہا ہاں مگر زیادہ نہیں۔ عبداللہ نے کہا زیادہ تو میں بھی نہیں پیا کرتا۔ چار رطل شراب منگوائی گئی وہ اسے پینے بیٹھ گیا۔ اور وقفہ وقفہ سے صبح ہونے تک سب پی گیا۔

عبداللہ کا قتل:

علی الصباح یہ سب یہاں سے روانہ ہو کر مدینۃ السلام پہنچے اور ابن شروین اسے پل پر لے آیا۔ اسحٰق بن ابراہیم کے حکم سے اس کے دست و پا کاٹے گئے مگر اس نے آہ تک نہ کی۔ اور ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا۔ پھر اس کے حکم سے دونوں پلوں کے درمیان مدینۃ السلام کی شرقی جانب میں اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

سہل بن سنباط کو اعزاز و انعام:

طوق بن احمد کہتا ہے کہ جب بابک سہل بن سنباط کے پاس بھاگ کر پہنچا افشین نے ابوسعید اور بوزبارہ کو اس کے پاس بھیجا

انہوں نے بابک کو اس سے چھین لیا۔ سہل نے بابک کے ساتھ اپنے بیٹے معاویہ کو بھی افشین کے پاس بھیجا۔ افشین نے معاویہ کو ایک لاکھ درہم اور سہل کو دس لاکھ۔ جن کے لیے اس نے امیر المومنین سے پہلے ہی اجازت حاصل کر لی تھی ایک جواہر سے مرصع ٹیکہ اور بطریقوں کا ایک تاج صلہ میں دیا۔ اسی وجہ سے سہل رؤسا میں شامل ہوا۔ بابک کا بھائی عبداللہ عیسیٰ بن یوسف رئیس بیلقان کے پاس تھا۔ جو ابن اخت اصطفا توس کے نام سے مشہور ہے۔

بابک کے متعلق علی بن مر کا بیان:

علی بن مر کہتا ہے کہ ایک عرب ڈاکو مطر نام نے مجھ سے کہا کہ ابوالحسن بخدا! بابک میرا بیٹا ہے میں نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا ہم ابن الرواد کے ہمراہ تھے۔ اس کی ماں رومیہ کانی اس کی رعایا میں سے تھی میں اس کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا وہ نہایت تنومند تھی۔ میری خدمت کرتی تھی اور میرے کپڑے دھوتی تھی۔ ایک دن میری اس پر نظر پڑی ایک مدت تک سفر میں رہنے اور وطن سے دور ہونے کی وجہ سے میں شہوت کی وجہ سے بے تاب ہوگیا۔ اور اس پر چڑھ بیٹھا جس سے حمل رہ گیا۔ اس کے بعد میں ایک عرصہ تک پھر وہاں نہ رہا۔ پھر جب ہم وہاں آئے تو میں نے دیکھا کہ اس کا زمانہ ولادت قریب ہے میں ایک دوسرے مکان میں ٹھہر گیا۔ وہ ایک دن میرے پاس آئی اور کہنے لگی مجھے حاملہ کر کے اب تم یہاں فروکش ہوئے ہو اور مجھے چھوڑ بیٹھے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے حاملہ ہوگئی ہے میں نے کہا اگر میرا نام لیا تو میں مار ڈالوں گا۔ اس دھمکی سے وہ خاموش ہوگئی۔ اس طرح بخدا وہ میرا بیٹا ہے۔

جب تک افشین نے بابک کے مقابلہ پر قیام کیا علاوہ معاش مراعات اور دوسرے اخراجات کے جس روز وہ سوار ہو کر مقابلہ پر بڑھتا سرکار سے اس کو دس ہزار درہم یومیہ کے حساب سے دیئے جاتے اور جس روز وہ اپنی فرودگاہ میں مقیم رہتا اس روز پانچ ہزار درہم دیئے جاتے۔

بابک کی کارگزاری:

بابک نے اپنی بیس سالہ مدت میں دو لاکھ پچپن ہزار پانچ سو آدمی قتل کیے تھے یحییٰ بن معاذ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد پر اس نے فتح پائی۔ اور احمد بن جنید کو اس نے شکست دی۔ اور قید کر لیا۔ اور زریق بن علی بن صدقہ محمد بن حمید الطوسی اور ابراہیم بن اللیث بھی اس سے مغلوب ہوئے۔ بابک کے ہمراہ تین ہزار تین سو نو آدمی قید کیے گئے۔ اور جن مسلمان عورتوں اور ان کے بچوں کو اس کے ہاتھ سے رہائی ملی۔ ان کی تعداد سات ہزار چھ سو تھی۔ بابک کے سترہ بیٹے اور تئیس بہو بیٹیاں گرفتار ہوئیں۔

افشین کو اعزاز و انعام:

معتصم نے حسن خدمت کے صلہ میں افشین کو تاج پہنایا اور دو جواہر ہار عطا کیے دو کروڑ درہم نقد انعام دیا اس میں سے ایک کروڑ فوج کو انعام دینے کے لیے اور ایک کروڑ خود اس کی ذات کے لیے مخصوص تھا۔ نیز اسے سندھ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور شعراء سے کہا کہ وہ جا کر اس کی شان میں قصائد پڑھیں۔ اور ان کے مدحوں کے صلے اپنے پاس سے دیئے یہ ۱۳/ ربیع الآخر جمعرات کے دن ہوا۔

توفیل کی زبطرہ و ملطیہ میں غارت گری:

اس سال توفیل بن میخائیل شاہ روم نے اہل زبطرہ پر یورش کر کے ان کو اسیر کر لیا اور ان کے شہر کو برباد کر ڈالا اور اس کے

بعد ہی اس نے فوراً وہاں سے ملطیہ جا کر اس کے باشندوں پر غارت گری کی۔ نیز اس کے علاوہ مسلمانوں کے دوسرے قلعوں میں سے بھی چند قلعوں کے باشندوں پر غارت گری کی۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان یورشوں میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان عورتوں کو رومیوں نے لونڈی بنالیا اور جو مسلمان ان کے قبضے میں آئے ان کے دست و پا قطع کرا دیئے۔ ان کو اندھا کر دیا اور ان کے کان ناک کاٹ لیے۔

بابک کی توفیل کو بلاد اسلامیہ پر حملہ کی ترغیب:

جب افشین نے بابک کو ہر طرف سے بالکل تنگ کر دیا اور وہ اسے ہلاکت کے قریب لے آیا۔ اور اب خود بابک کو بھی اس کے مقابلہ میں اپنی کمزوری اور ہلاکت کا یقین آ گیا۔ اس نے توفیل بن میخائیل بن جور جس بادشاہ روم کو لکھا کہ ملک العرب نے اپنی تمام فوجیں اور جنگ جو میرے مقابلہ پر بھیج دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے اپنا درزی جس سے اس کی مراد جعفر بن دینار تھی اور باورچی بھی۔ جس سے اس کی مراد ایتاخ تھا۔ میرے مقابلہ پر بھیج دیا ہے اور اب اس کے دروازے پر کوئی باقی نہیں ہے اس لیے اگر تم اس پر چڑھائی کرنا چاہو تو تمہارے لیے یہ بہت اچھا موقع ہے۔ کیونکہ کوئی تمہاری مزاحمت کرنے والا نہیں ہے۔ اس خط کے لکھنے سے اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر روم کے بادشاہ نے اس وقت فوجی نقل وحرکت شروع کی۔ تو اس کے مقابلہ پر جو فوجیں ہیں۔ ان میں سے معتصم بعض کو بادشاہ روم کے مقابلہ کے لیے منتقل کر دیں گے اور اس طرح اس پر سے دباؤ کم ہو جاؤ گا۔

زبطرہ میں عیسائیوں کا ظلم وستم:

توفیل ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ فوج کے ساتھ حملہ کے لیے بڑھا۔ اس فوج میں ستر ہزار سے کچھ زیادہ تو باقاعدہ سپاہی تھے باقی شاگرد پیشہ وغیرہ تھے۔ یہ اس لشکر کے ساتھ زبطرہ آیا۔ اس کے ہمراہ وہ محمرہ جماعت بھی تھی۔ جس نے علاقہ جبال میں اسلامی حکومت کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور جب اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب نے ان کو خوب مارا تو وہاں سے بھاگ کر وہ رومی علاقہ میں چلے گئے تھے۔ بارسیس ان کا سردار تھا بادشاہ روم نے ان کے وظائف مقرر کر دیئے تھے۔ اور وہیں انہوں نے شادیاں کر لی تھیں۔ اور ان کو جنگجو سپاہ میں شمار کر کے ان سے اپنے اہم امور میں مدد لیتا تھا۔ زبطرہ میں داخل ہو کر اس نے وہاں کے مردوں کو قتل کر دیا عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا اور پھر اسے جلا ڈالا۔

معتصم کا رومیوں پر فوج کشی کا عزم:

اس واقعہ کی اطلاع فوراً سامرا پہنچی۔ نیز اس واقعہ کی اطلاع پر سوائے ان کے جن کے پاس سواری یا اسلحہ نہ تھے۔ شام اور جزیرہ کی سرحدی آبادی اور تمام اہل جزیرہ دشمن کے مقابلہ پر نکل کھڑے ہوئے۔ خود معتصم اس واقعہ سے بہت متفکر ہوئے۔ اور جب ان کو اس کی نفیر پہنچی۔ انہوں نے خود اپنے قصر میں اس کی بانگ دی۔ اور فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور اپنے پیچھے باگ ڈور لوہے کی میخ اور توبرہ باندھ لیا۔ مگر یہ بات نامناسب معلوم ہوئی۔ کہ وہ بغیر پوری تیاری کے جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوں۔ اس لیے انہوں نے اب دربار عام کیا۔ اور اس میں مدینۃ السلام کے دونوں قاضی عبدالرحمٰن بن اسحٰق اور شعیب بن سہل کو طلب کیا نیز ان کے ہمراہ انہوں نے تین سو اٹھائیس اہل عدل و ورع کو دربار میں بلایا۔ اور ان کو اپنی جائیداد اور املاک کے وقف پر شاہد بنایا۔ اس کے تین حصے کیے ایک ثلث اپنی اولاد کو دیا۔ ایک ثلث اللہ کی راہ میں وقف لیا اور ایک ثلث اپنے موالیوں کو دیا۔

اہل زبطرہ کے لیے امدادی دستہ:

اس کے بعد انہوں نے جہاد کے لیے دجلہ کے مغرب میں اپنی چھاؤنی قائم کی یہ ۲/ جمادی الاوّل دوشنبہ کا دن تھا۔ انہوں نے عجیف بن عنبہ عمر الفرقانی اور محمد کوتہ کو دوسرے اولزواران سب فوج کے ساتھ زبطرہ کے باشندوں کی مدد کے لیے بھیجا جب یہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ روم زبطرہ کو تباہ و برباد کر کے اپنے علاقہ میں واپس چلا گیا ہے یہ سردار چند روز وہاں ٹھہرے یہاں تک کہ اس نواح کے باشندے اپنے اپنے قریوں میں آ گئے۔

حملہ کے لیے عموریہ کا انتخاب:

جب معتصم نے بابک کا خاتمہ کر دیا تو انہوں نے پوچھا کہ رومی شہروں میں سب سے زیادہ مستحکم اور ناقابل تسخیر کون سا شہر ہے۔ لوگوں نے عموریہ کا نام لیا اور کہا کہ ابتدائے اسلام سے آج تک کسی مسلمان نے اس شہر سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی ہے۔ یہ نصرانیت کی اصل اور جان ہے۔ اور عیسائی اسے قسطنطنیہ سے بھی زیادہ اشراف سمجھتے ہیں۔

اس سال معتصم رومی علاقے میں جہاد کے لیے گئے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ۲۲۴ھ میں سامرا سے روانہ ہوئے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ۲۲۲ھ میں بابک کو قتل کرنے کے بعد جہاد کے لیے گئے۔

باب ۱۴

خلیفہ معتصم باللہ کا جہاد

اس جہاد کے لیے جس ساز و سامان' اسلحہ' آلات حرب' پکھالیں' خچر' مشک' چھاگلیں فولادی آلات اور نفط اور کثرت سپاہ کا جو انتظام اور سربراہی معتصم نے کی تھی کسی خلیفہ نے اس سے پہلے نہیں انھوں نے اشناس کو اپنے مقدمہ پر مقرر کیا۔ اس کے پیچھے محمد بن ابراہیم کو کیا۔ اپنے میمنہ پر ایتاخ کو اور میسرہ پر جعفر بن دینار بن عبداللہ الخیاط کو اور قلب میں عجیف بن عنبسہ کو مقرر کیا۔

افشین حیدر کو پیش قدمی کا حکم:

بلاد روم میں داخل ہو کر معتصم نہر السمس پر جو سلجوقیہ پر سمندر سے قریب واقع ہے اور اس کے اور اس طرسوس کے درمیان ایک دن کی مسافت ہے معتصم ہوئے۔ یہ وہی نہر ہے جس پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ معتصم نے افشین حیدر بن کاؤس کو سروج بھیجا۔ اور حکم دیا کہ تم وہاں سے بڑھ کر درۂ حدث کی راہ فلاں دن رومی علاقہ میں داخل ہونا اور اس مسافت کا اندازہ کر کے جوان فوجوں اور انقرہ کے درمیان تھی' جہاں اس سب کا اجتماع مقصود تھا۔

انقرہ کی تسخیر کا منصوبہ:

انھوں نے افشین اور اشناس کی پیش قدمی کے لیے ایک ایک دن مقرر کر دیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ اگر اللہ انقرہ کو فتح کرا دے تو پھر وہاں سے سب مل کر عموریہ پر دھاوا کریں۔ کیونکہ بلاد روم میں یہی دو شہر اس قدر اہم اور بڑے تھے کہ جن کی تسخیر کو وہ اپنی غرض و غایت بناتے۔ انھوں نے اشناس کو طرسوس کے درے سے بڑھنے کا حکم دیا اور ہدایت کر دی کہ وہ صفصمافت میں ان کا انتظار کرے۔ چنانچہ اشناس بدھ کے دن جب کہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں آٹھ راتیں باقی تھیں اپنے مقام سے روانہ ہوا معتصم نے ایک خدمت گار کو اس کے پیچھے اپنے مقدموں پر قائد بنا کر روانہ کیا۔ اور وہ خود جمعہ کے دن جب کہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں چھ راتیں باقی تھیں اپنی فرودگاہ سے روانہ ہو گئے۔

اشناس کو مرج الاسقف میں قیام کا حکم:

اشناس مرج الاسقف پہنچا تھا کہ اسے مطامیر سے معتصم کا خط ملا جس میں اسے اطلاع دی گئی تھی کہ بادشاہ روم میرے سامنے ہے وہ چاہتا ہے کہ جب ہماری فوجیں لمس سے گزر جائیں تو وہ دریا کے عمیق حصے پر ٹھہر کر ایک دم ان پر حملہ کر دے۔ لہٰذا تم مرج الاسقف میں تاحکم ثانی ٹھہرے رہو۔ جعفر بن دینار معتصم کے ساقہ پر متعین تھا۔ انھوں نے اشناس کو یہ بھی اپنے خط میں لکھا کہ وہ فوج کے ساقہ کے آنے کا انتظار کرے۔ کیونکہ تمام سامان منجنیقیں اور زاد راہ وغیرہ اسی فوج کے ساتھ ہے اور وہ اب تک درے کے تنگ مقام میں ہے۔ جہاں سے وہ نکل نہیں سکی ہے۔ لہٰذا تم اس وقت تک وہیں ٹھہرے رہو۔ جب تک کہ ساقہ کا سردار اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ درے کے تنگ مقام سے نکل نہ آئے اور پھر صحرا کے راستے بلاد روم میں داخل ہو۔

معتصم کی اشناس کو ہدایت:

اس حکم کی وجہ سے اشناس تین دن تک مرج الاسقف میں ٹھہرا رہا۔ پھر معتصم کا ایک اور خط اسے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ایک سردار کو تھوڑی جمعیت کے ساتھ ایسے کسی رومی کی تلاش میں بھیجے جس سے وہ بادشاہ روم اور اس کی فوج کی کیفیت دریافت کرسکیں۔

عمر الفرغانی کی مہم:

اشناس نے عمر الفرغانی کو دوسو سواروں کے ساتھ اس غرض سے دشمن کے علاقے میں بھیج دیا۔ یہ جماعت ساری رات چل کر حصین قرہ پہنچی اور وہاں انھوں نے قلعہ کے گرد ایسے شخص کی تلاش کی مگر ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ قلعد اران کو بھانپ گیا۔ وہ ان کے مقابلہ کے لیے اپنے ان تمام سواروں کو لے کر جو قلعہ میں اس کے تحت موجود تھے نکلا اور قرۃ درہ کے درمیان والے اس بڑے پہاڑ میں جو رستاق قرۃ کو محیط ہے' حریف کی تاک میں گھات میں بیٹھ گیا۔ عمر الفرغانی کو بھی اس بات کا علم ہو گیا کہ دشمن نے ہمیں تاڑ لیا ہے۔ لہٰذا وہ فوراً اور وہ بڑھ کر وہاں رات بھر کمین گاہ میں بیٹھا رہا۔ علامات صبح نمودار ہوتے ہی اس نے اپنی جمعیت کو تین دستوں میں تقسیم کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ تم نہایت تیزی سے اڑے ہوئے جاؤ۔ اور کسی ایسے شخص کو گرفتار کر کے حاضر کرو۔ جس سے بادشاہ روم کی خبر و حالت معلوم ہو سکے۔ اور ان سے کہہ دیا کہ اس کام کو انجام دے کر تم میرے پاس فلاں مقام میں جس کی رہنماؤں نے پہلے سے نشان دہی کر دی تھی۔ اس اسیر کو لے آنا۔

شاہ روم کے متعلق عمر کو اطلاع:

اس نے ہر دستے کے ساتھ دو راہنما بھی کیے۔ صبح ہوتے ہی یہ تینوں دستے تین طرف چل دیئے۔ اور انھوں نے اس دوڑ میں کئی آدمی پکڑے۔ جن میں بعض ان کے متعلقین میں سے تھے' خود عمر نے ایک رومی کو گرفتار کیا۔ جو قرہ کے بہادروں میں تھا اور اس سے خبر پوچھی اس نے بیان کیا بادشاہ اور اس کی فوج تمہارے قریب ہے وہ لمس کے پیچھے چار فرسخ پر فروکش ہیں۔ اور اسی نے یہ بات بھی عمر سے کہی کہ قرہ کا قلعد اران کو تاڑ گیا تھا اور وہ ان کی تاک میں اس پہاڑ کی چوٹیوں پر کہیں چھپا بیٹھا ہے۔

عمر کی فوجی دستوں کی طلبی:

عمر اسی جگہ ٹھہرا رہا جہاں اس نے اپنی دوسری جماعتوں سے آ کر ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے اپنے ہمراہی راہنماؤں کو حکم دیا کہ وہ ان پہاڑوں کو چوٹیوں میں پھیل جائیں۔ اور ان دستوں کو دشمن کی گھات سے باخبر کر دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ قرہ کا قلعد اران میں سے کسی ایک دستے پر اچانک نکل کر حملہ کر دے۔ ان رہنماؤں نے انھیں دیکھ لیا اور واپسی کا اشارہ کر دیا۔ وہ سب کے سب عمر کے پاس چلے آئے۔ مگر عمر کا یہ وہ مقام نہ تھا جہاں ملنے کا اس نے پہلے وعدہ کیا تھا۔

رومی فوجیوں کی گرفتاری:

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد یہ دستے اپنے اصل مرکز کی طرف چل دیئے۔ خود شاہ روم کی فوج کے کئی آدمی انہوں نے پکڑ لیے تھے یہ ان کو لے کر اشناس کے پاس لمس آئے اشناس نے ان سے خبر پوچھی۔ انھوں نے بتایا کہ بادشاہ تیس دن سے زیادہ ہو گئے ہیں کہ اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ معتصم دریا عبور کر کے آگے بڑھیں۔ اور پھر وہ ان پر ایک دم یورش کرے۔ اس کا مقدمۃ الجیش لمس میں موجود ہے۔ نیز بادشاہ کو یہ بھی اطلاع ہو چکی ہے کہ آرمینا سے ایک زبردست فوج اس کے علاقے میں در آئی ہے۔ اس سے مراد

افشین کی فوج تھی۔ اور وہ بادشاہ کے عقب میں پہنچ گئی ہے بادشاہ نے اپنے مامون زادہ بھائی کو اپنی فوج پر اپنا نائب بنایا ہے۔ اور وہ خود اپنی اصل فوج کے ایک دستے کے ساتھ افشین کی سمت چلا گیا ہے۔

معتصم کا افشین کے نام خط:

اشناس نے یہ خبر سنتے ہی اس شخص کو معتصم کی خدمت میں بھیجا اس نے معتصم کو ساری بات سنا دی۔ انھوں نے اپنی فوج کے راہنماؤں سے چند کو اپنا خط دے کر افشین کے پاس بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر یہ خط اسے پہنچ گیا تو میں تم میں سے ہر شخص کو دس دس ہزار درہم انعام دوں گا۔

معتصم نے اس خط میں افشین کو لکھا کہ میں بھی مقیم ہوں اور تم بھی سر دست اپنی جگہ ٹھہر جاؤ ان کو اندشیہ یہ تھا کہ مبادا شاہ روم افشینکو اچانک جا لے۔ نیز انھوں نے اشناس کو لکھا کہ تم اپنے پاس سے ان راہنماؤں میں سے جو پہاڑوں اور راستوں سے واقف ہیں اور جو صورت وشکل میں رومیوں سے مشابہت رکھتے ہیں ایک قاصد بھیج دو۔ اور میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر یہ خط مرسل الیہ کو پہنچا دیا گیا تو میں ان میں سے ہر شخص کو دس ہزار درہم انعام دوں گا۔ نیز انہوں نے خود اشناس کو لکھا کہ بادشاہ روم تمہارے سامنے آ گیا ہے۔ لہٰذا جب تک ہمارا دوسرا خط تم کو نہ ملے تم وہیں اپنی جگہ ٹھہر جاؤ۔

پیامبر افشین کی سمت چل دیئے مگر چونکہ وہ رومی علاقہ میں بہت دور تک گھس گیا تھا۔ اس لیے ان میں سے ایک بھی ان کے پاس نہ پہنچ سکا۔

ایک بوڑھے رومی کی پیشکش:

اب معتصم کے تمام آلات حرب اور دوسرے ساز وسامان ساقہ فوج کے افسر کے ساتھ ان کے چھاؤنی میں پہنچ گیا۔ انہوں نے اشناس کو پیش قدمی کا حکم بھیجا۔ وہ آگے بڑھا اس کے پیچھے ایک منزل کے فاصلہ سے معتصم چلے جس مقام میں یہ منزل کرتے اشناس وہاں سے کوچ کرتا۔ جب تک کہ وہ انقرہ سے تین منزل نہ رہ گئے ان کو افشین کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس سفر میں ان کی فوج کو پانی اور چارہ کی سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ اپنی پیش قدمی کے اثناء میں اشناس نے چند رومیوں کو گرفتار کیا تھا۔ اس کے حکم سے ان سب کو قتل کر دیا گیا صرف ایک بہت بوڑھا شخص باقی رہا۔ اس نے اشناس سے کہا کہ مجھے مار کر تم کو کیا فائدہ ہوگا تم خود اس وقت پریشان ہو اور تمہاری فوج کو بھی پانی اور خوراک کی تکلیف ہے۔ یہاں کچھ لوگ بادشاہ عرب کی یورش کے خوف سے انقرہ سے چلے آئے ہیں وہ ہمارے قریب ہی فروکش ہیں' ان کے ساتھ چارہ' اشیائے خوراک اور جو کثرت سے ہے۔ آپ میرے ساتھ کچھ لوگ کر دیجیے میں ان کو ان کے حوالے کر دوں گا اور مجھے چھوڑ دیجیے۔

مالک بن اکیدر کی مہم:

اشناس کے نقیب نے اعلان کیا کہ جو خوشی سے اس کام کے لیے جانا چاہے وہ سوار ہو کر چلے تقریباً پانچ سو شہسوار اس غرض کے لیے روانہ ہوئے اشناس اپنی فرودگاہ سے چل کر ایک میل فاصلہ پر آیا اس کے ساتھ یہ جماعت بھی روانہ ہوئی وہاں سے اس نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا اور تقریباً دو میل تک وہ اسی طرح نہایت تیز دوڑتا ہو چلا گیا۔ اس کے اس نے ٹھہر کر اپنے پیچھے نظر دوڑائی اور جو اور جو سوار اپنی سواری کی کمزوری کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دے سکے اس نے ان کو اصل مرکز میں واپس بھیج دیا اور اب اس قیدی کو

اس نے مالک بن اکیدر کے حوالے کیا اور کہا جب یہ تم کو اس قید ہونے والی جماعت اور کثیر غنیمت دکھا دے تم ہمارے وعدہ کے مطابق اسے چھوڑ دینا وہ بڈھا اس جماعت کو لے کر عشا تک چلتا رہا۔ ایک وادی میں لے کر اترا۔ جہاں کثرت سے گھاس تھی۔ لوگوں نے اپنے جانور چرانے کے لیے اس میں چھوڑ دیئے اور وہ خوب شکم سیر ہو گئے۔ خود سواروں نے بھی رات کا کھانا کھا لیا اور پانی سے سیراب ہو گئے۔

بوڑھے رومی کی حکمتِ عملی:

پھر وہ بڈھا ان کو اس بیڑے سے لے کر آگے بڑھا دوسری طرف اشناس اپنے مقام سے انقرہ کی طرف چلا اس نے مالک بن اکیدر اور اس کے ہمراہ راہنماؤں کو یہ کہہ دیا تھا کہ وہ انقرہ میں اس سے آ ملیں وہ رومی بڈھا بقیہ رات ان کو پہار میں لیے پھرتا رہا اس پر مالک بن اکیدر کے راہنماؤں نے اس کی شکایت کی۔ مالک نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ میرے راہنما یہ کہتے ہیں اس نے کہا ہاں وہ سچے ہیں۔ یہ بات یہ ہے کہ جس جماعت پر ہم چھاپہ مارنا چاہتے ہیں وہ پہاڑ کے باہر ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر ہم رات ہی میں پہاڑ سے اترے تو ہمارے گھوڑوں کی چٹانوں پر ٹاپوں کی آواز سے وہ بھاگ جائیں گے آپ اطمینان رکھیں اگر پہاڑ سے نکلنے کے بعد کوئی ہمیں دکھائی نہ دے تو آپ سے مجھے قتل کر دیں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ رات بھر اسی پہاڑ میں آپ کو پھر اتار ہوں اور صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل کر میں اس جماعت کو دکھا دوں تا کہ اپنے قتل سے بچ جاؤں۔ مالک نے کہا تو فضول چکر لگانے سے کیا فائدہ بہتر یہ ہے کہ تم ہم کو اسی پہاڑ میں ٹھہراؤ تا کہ ہم آرام کر لیں۔ اس نے کہا آپ کی مرضی۔

مالک بن اکیدر کا انقرہ کے لشکر کا تعاقب:

مالک اور اس کی فوج ایک بڑی چٹان پر اتر پڑی اور انھوں نے اپنے گھوڑوں کی لگام تھامے رکھی۔ طلوع فجر کے بعد اس بڈھے نے کہا دو شخصوں کو بھیجو کہ وہ اس پہاڑ پر چڑھ کر دیکھیں کہ وہاں کیا ہے اور جو وہاں ہو اسے پکڑ لائیں۔ چار پیادے اس کام کے لیے چڑھے وہاں ان کو ایک مرد اور ایک عورت ملی۔ انھوں نے ان کو نیچے بلا لیا۔ اور اس بڈھے ان سے پوچھا کہ انقرہ والوں نے کس جگہ رات بسر کی انھوں نے وہ مقام بتا دیا۔ اس نے مالک سے کہا کہ چونکہ ہم ان سے معافی کا وعدہ کر چکے ہیں اور اسی بنا پر انھوں نے ہمیں پتہ دیا ہے۔ آپ ان کو چھوڑ دیں مالک نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب وہ بڈھا اس فوج کو لے کر نشان داوہ مقام کی طرف لے چلا اور ایسے مقام پر لے آیا جہاں سے انقرہ والوں کا لشکر نظر آ رہا تھا وہ ایک نمک کے کارخانے کے کونے میں مقیم تھے۔ اس فوج کو دیکھتے ہی انھوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو للکارا کہ بھاگو وہ تو کارخانے میں گھس گئیں اور یہ حملہ آوروں کے مقابلہ کے کے لیے بانس کے ڈنڈے لے کر اس کارخانے کے کھڑے ہو گئے وہاں نہ پتھر تھے کہ ان سے لڑتے اور نہ میدان تھا کہ رسالہ کام کرتا ان میں سے انھوں نے کئی قیدی گرفتار کیے۔

مالک بن اکیدر کا اسیر رومیوں سے استفسار:

ان میں سے ایسے بھی تھے جو پہلے سے زخمی تھے مسلمانوں نے ان سے ان زخموں کو دریافت کیا انھوں نے کہا کہ ہم بادشاہ کے ساتھ افشین کے مقابل بازو آزما ہوئے تھے اسی لڑائی میں ہمیں زخم آئے ہیں انھوں نے ان سے کہا کہ اس جنگ کی پوری کیفیت تو بیان کرو۔ قیدیوں نے کہا کہ بادشاہ لمس سے چار فرسخ کے فاصلہ پر فروکش تھا۔ ایک قاصد نے آ کر اس سے بیان کیا کہ آرمیناق کی

سمت سے ایک زبردست فوج ہمارے علاقہ میں درآئی ہے۔

افشین کا رومیوں پر حملہ:

بادشاہ نے اپنے ایک عزیز قریب کو اپنی چھاؤنی پر اپنا نائب مقرر کر دیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ وہ یہیں ٹھہرا رہے اگر ملک عرب کا مقدمۃ الجیش اس پر حملہ آور ہو تو وہ اس کا مقابلہ کرے تاکہ اس طرح خود بادشاہ بلا مزاحمت اس فوج کے مقابلہ پر جائے جو آرمیناق میں داخل ہوگئی ہے اس سے مراد افشین کی سپاہ تھی۔ اس بات کو ہمارے اس سردار نے تسلیم کر لیا۔ میں اس فوج میں جو بادشاہ کے ہمراہ اس مہم پر روانہ ہوگئی تھی تھا۔ نماز صبح کے وقت ہم نے ان کو جالیا۔ ان کو شکست دی ان کی تمام پیادہ فوج کو قتل کر دیا۔ ہماری فوجیں ان کے تعاقب میں غیر مرتب ہوگئیں۔

رومیوں کی شکست:

ظہر کے وقت ان کے شہسواروں نے پلٹ کر ہم سے اس قدر شدید جنگ کی ہمارے چھکے چھوٹ گئے انہوں نے ہماری فوج کو چیر دیا اور وہ ہم میں گڈمڈ ہوگئے ہمیں اب یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارا بادشاہ کس دستہ فوج میں ہے۔ عصر تک اسی طرح گھمسان لڑائی ہوتی رہی۔ اس کے بعد ہم اس مقام پر پلٹ کر چلے آئے جہاں بادشاہ کی فرودگاہ تھی۔ مگر چونکہ ہم نے اسے یہاں نہیں پایا اس لیے ہم اس چھاؤنی میں آئے جو لسں پر تھی۔ مگر یہاں آ کر بھی ہم نے دیکھا کہ چھاؤنی درہم برہم ہو چکی ہے اور تمام لوگ بادشاہ کے اس عزیز کا جسے وہ اپنا نائب بنا آیا تھا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اس رات تو ہم وہیں رہے۔ صبح کے وقت خود بادشاہ ایک چھوٹی سی جماعت کے ہمراہ ہم سے آملا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی فرودگاہ بالکل خراب ہو چکی ہے اس نے اپنے نائب کو پکڑ کر اس کی گردن مار دی اور تمام شہروں اور قلعوں کو حکم بھیج دیا کہ ہماری فوج کا جو مفرور وہاں آئے اسے کوڑوں سے ہٹوا کر ہمارے پاس فلاں مقام میں واپس کر دیا جائے اس کے لیے اس نے ایک مقام متعین کر دیا تھا۔ تاکہ سب فوج وہاں جمع ہو جائے۔ اور پھر وہ ان کو لے کر بادشاہ عرب سے لڑے اس کے علاوہ اس نے اپنے ایک خدمت گار کو جو خصی تھا اس لیے انقرہ بھیجا اگر ملک العرب اس مقام پر حملہ آور ہو تو یہ وہاں کے باشندوں کی حفاظت کرے اور اس کے لیے وہیں قیام کرے۔

وہ خصی انقرہ آیا۔ ہم بھی اس کے ہمراہ تھے ہم نے آ کر دیکھا کہ باشندوں نے شہر خالی کر دیا ہے اور وہ وہاں سے بھاگ ہیں خصی نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی اس کے جواب میں بادشاہ نے اسے عموریہ چلے جانے کا حکم دیا۔

مالک بن اکیدر کی مراجعت:

مالک بن اکیدر کہتا ہے کہ میں نے ان قیدیوں سے دریافت کیا کہ انقرہ والے کہاں چلے گئے انھوں نے بتایا کہ وہ نمک کے کارخانے میں چلے آئے۔ چنانچہ ہم نے وہیں ان کو جالیا۔ میں نے فوج میں منادی کرادی کہ جتنے آدمی تم نے پکڑے ہیں بس ان کو لے لو اور باقی چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے غلام چھوڑے اور لڑائی بھی ختم کر دی اور اشناس کے پاس آنے کے وہاں سے پلٹے اور راستے میں سے انھوں نے بہت سی بھیڑ بکریاں اور گائے بیل پکڑ کر اپنے ساتھ لے لیے۔

معتصم کی عموریہ کی جانب پیش قدمی:

اس بڈھے کو مالک نے رہا کر دیا اور وہ قیدیوں کو لے کر اشناس کی فوج سے آملا اور انقرہ پہنچ گیا۔ ایک دن اشناس نے قیام

کیا دوسرے دن معتصم بھی وہاں آ گئے۔ اس نے قیدی کے بیان کو معتصم سے نقل کیا وہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ تیسرے دن خود افشین کے ہاں سے اس کی خیریت کی اطلاع ان کو مل گئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خود انقرہ میں ان کی خدمت میں آ رہا ہے۔ اس کے ایک دن کے بعد وہ معتصم کے پاس آ گیا۔ چند روز یہ سب یہیں ٹھہرے رہے اس کے بعد انھوں نے اپنی طاقت تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ میسرہ کی فوج میں اشناس میمنہ میں افشین اور خود معتصم قلب میں رہے۔ ان فوجوں کے درمیان انھوں نے دو دو فرسخ کا فاصلہ قائم رکھا اور خود ان فوجوں کو بھی میمنہ اور میسرہ قائم کرنے کی ہدایت کی اور حکم دیا کہ اپنے راستے کے تمام دیہات جلا ڈالیں اور ان کو برباد کر دیں اور جو ملے اسے پکڑ کر غلام بنالیں۔ اقامت کے وقت تمام دستے اپنے اپنے سرداروں اور قائدوں سے آ ملیں۔ انقرہ سے عموریہ تک جن کے درمیان سات منزل فاصلہ تھا۔ یہی انتظام عمل پذیر رہا۔ اب یہ سب فوجیں عموریہ جا پہنچیں۔

اہل عموریہ کی قلعہ بندی:

سب سے پہلے اشناس آیا۔ یہ جمعرات کو دن چڑھے وہاں پہنچا یہ عموریہ کے گرد چکر لگا کر اس سے دو میل کے فاصلہ پر ایک ایسے مقام میں جہاں پانی اور چارہ وافر تھا اتر پڑا۔ اس کے تیسرے دن افشین وہاں پہنچا امیر المومنین نے شہر پر حملہ کرنے کے لیے اپنے سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ ان کی فوج کی تعداد کو پیش نظر رکھ کر اس کے برج ان کے سپرد کر دیئے۔ اس طرح دو برجوں سے لے کر بیس برجوں تک ایک قائد کے تفویض تھے۔ اہل عموریہ نے بھی قلعہ بندی کر کے مدافعت کی تیاری کی۔

قلعہ عموریہ کے متعلق ایک مسلمان کی اطلاع:

اس سے پہلے کا یہ واقعہ ہے کہ اہل عموریہ نے ایک مسلمان کو اسیر بنالیا تھا اس نے نصرانی ہو کر وہیں شادی کر لی تھی۔ اس موقع پر لڑنے کے بجائے وہ علیحدہ ہو کر چھپ گیا تھا۔ جب اس نے امیر المومنین کو دیکھا وہ نکل کر مسلمانوں میں آ ملا اور اس نے معتصم سے آ کر بیان کیا شہر کا ایک موقع ایسا ہے یہاں فصیل کو دریا کے ایک مرتبہ شدید سیلاب نے منہدم کر دیا تھا اور بادشاہ نے عامل کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کی مرمت کر دے۔ مگر اس نے اس کی دوبارہ تعمیر میں تساہل برتا۔ مگر جب بادشاہ قسطنطنیہ سے چل کر آگے بڑھا تو اب اس عامل کو یہ خوف ہوا کہ ممکن ہے کہ اس کا گزر یہاں بھی ہو اور وہ اس حصہ فصیل کو منہدم حالت میں دیکھے اور ناراض ہو جائے اس ڈر سے اسی نے خلف معمار کو اس کی فوری تعمیر پر مقرر کیا۔ اس نے باہر کے رخ ایک پتھر کی فصیل تیار کر دی اور شہر کے رخ اس میں ملبہ بھر دیا اور اس فصیل پر اسی طرح کنگرے بنا دیئے جیسے پہلے تھے۔

قلعہ عموریہ پر سنگباری:

اس شخص نے معتصم کو فصیل کا وہ حصہ اچھی طرح بتا دیا۔ معتصم نے اسی کے سامنے اپنا خیمہ نصب کرایا اور وہیں منجنیقیں لگا دیں ان کی وجہ سے وہاں سے فصیل کھل گئی۔ یہ دیکھ کر اہل شہر نے وہاں بڑے بڑے شہتیر ایک دوسرے سے آویزاں کر کے نصب کر دیئے۔ جب منجنیق کا پتھر ان پر گرتا اور اس شہتیر کو توڑ ڈالتا تو وہ دوسرا شہتیر اس کی بجائے رکھ دیتے۔ فصیل کی حفاظت کے لیے انھوں نے ان شہتیروں پر موٹے موٹے نمدے چڑھائے تھے۔ مگر منجنیقوں کی مسلسل ضرب سے اس مقام کی فصیل آخر کار بالکل پاش پاش ہو گئی۔

اہل عموریہ کے قاصدوں کی گرفتاری:

یاطس اور خصی نے اس کی اطلاع بادشاہ کو لکھی اور اپنا خط ایک رومی غلام اور ایک ایسے شخص کے ہاتھ روانہ کیا جو عربی خوب

بولتا تھا۔ ان دونوں کو انھوں نے فصیل سے چلتا کیا یہ خندق کو طے کر کے مسلمانوں کی فوج کے اس مقام میں بڑھے جہاں عمر الفرغانی کے ساتھ سلاطین زادے تھے۔ جب یہ خندق سے اگے نکلے انھوں نے مشتبہ نظروں سے دیکھا اور پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم تمہارے ہی آدمی ہیں۔ انہوں نے پوچھا کس جمعیت سے تعلق ہے چونکہ ان کو مسلمانوں کے کسی سردار کا نام معلوم نہ تھا کہ اس کا نام بتاتے وہ چپ ہو گئے۔ اس پر سمجھ لیا کہ یہ دشمن کی جماعت کے ہیں۔ ان کو عمر الفرغانی بن ازنجا کے پاس پیش کیا گیا۔ عمر نے ان کو اشناس کے پاس بھیجا اور اس نے ان کو معتصم کی خدمت میں بھیج دیا۔ معتصم نے ان سے استفسار کیا' اور ان کی تلاشی لی۔ ان کے پاس سے وہ خط برآمد ہوا جو یاطس نے بادشاہ روم کو لکھا تھا اور جس میں اسے مطلع کیا تھا کہ دشمن کی ایک کثیر فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے اور اب ہمارے لیے یہ مقام تنگ ہے۔ میرا یہاں آنا ہی غلط تھا بہر حال اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ خود اور اپنے خاص آدمیوں کو ان گھوڑوں پر جو قلعہ میں ہیں سوار کر کے رات کے وقت چپکے سے قلعہ کے دروازے کھول کر نکلوں اور پھر دشمن پر حملہ کروں۔ اب چاہے اس میں کچھ بھی ہو جائے۔ جو بچ کر نکل جائیں گے وہ نکل جائیں گے اور جو مارے جائیں گے وہ مارے جائیں۔ اس طرح اس محاصرہ سے نکل کر آپ کے پاس آ جاؤں۔

رومی قاصدوں کا قبول اسلام:

خط پڑھ کر معتصم نے اس شخص کو جو عربی بول رہا تھا اور اس رومی غلام کو اس کے ساتھ تھا ایک تھیلی دلوائی۔ وہ دونوں اسلام لے آئے۔ معتصم نے ان کو خلعت سے سرفراز کیا۔ اور طلوع آفتاب کے بعد ان کے حکم سے ان کو عموریہ کے گرد گھمایا گیا۔ انھوں نے اس برج کو بتایا جہاں یاطس رہا کرتا تھا۔ معتصم کے حکم سے اسی برج کے سامنے ان دونوں کو بہت دیر تک ٹھہرا رکھا گیا۔ دو آدمی ان درہموں کی تھیلیاں لیے ہوں ان کے ساتھ رہے۔ معتصم کا عطا کردہ خلعت ان کے زیب تن تھا۔ اور یاطس کا خط بھی ان کے ساتھ اس ہیئت سے یاطس اور تمام رومی اصل واقعہ سمجھ گئے کہ راز افشا ہو گیا۔ اس پر فصیل سے انہوں نے ان دونوں کو گالیاں دیں۔ معتصم کے حکم سے وہ اب دونوں وہاں سے ہٹا دیئے گئے۔

قلعہ عموریہ کی فصیل کا انہدام:

معتصم نے حکم دیا کہ اس مقام پر رات کے وقت پہرہ متعین کر دیا جائے۔ اس طرح کہ مسلح پہرہ دار گھوڑوں پر سوار رہ کر پہرہ دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ رات کے وقت شہر دروازہ کھول کر کوئی بھی شہر سے نکل جائے چنانچہ پہرہ متعین ہو گیا اور لوگ نوبت بہ نوبت اسلحہ لگائے گھوڑوں پر زین کے ساتھ رات بھر جاگتے رہے یہاں تک کہ فصیل کا وہ حصہ جو دونوں برجوں کے درمیان تھا' اور جس کی کمزوری کی معتصم کو نشان دہی کی گئی تھی بالکل منہدم ہو گیا۔ ملبہ کے گرنے کی آواز سے فوج والے سمجھے کہ شاید دشمن نے اچانک شہر سے نکل کر ہمارے کسی دستہ پر یورش کی ہے اصل حقیقت معلوم کرنے اور فوج کو مطمئن کرنے کے لیے معتصم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ تمام چھاؤنی کی گشت کر کے لوگوں کو بتائے کہ یہ فصیل کے گرنے کی آواز تھی یہ معلوم کر کے وہ سب مطمئن ہو گئے۔

قلعہ عموریہ کے خندق کو پاٹنے کی کوشش:

عموریہ آ کر معتصم نے دیکھا کہ اس کی خندق بہت وسیع اور فصیل بہت بڑی ہے۔ راستے میں سے وہ بے شمار بھیڑ بکریاں ساتھ لائے تھے اس لیے انھوں نے اس معاملہ میں یہ تدبیر کی کہ فصیل کی بلندی کے برابر بڑی منجنیقیں جن میں چار چار آدمی سما سکتے

تھے اور جو نہایت درجہ مضبوط اور مستحکم بنائی گئی تھیں اور پہلے دار تخت پر فعب تھیں وہاں طلب کیں۔ ان بھیڑوں کو تمام فوج میں ہر شخص کو ایک کے حساب سے تقسیم کر دیا اور کہا کہ اسے ذبح کر کے گوشت کھالیں اور اس کی کھال میں مٹی بھر کر لائیں تا کہ ان سے خندق کو پاٹ دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا اسی طرح انھوں نے بڑے بڑے گھروندے جن میں دس آدمیوں کی گنجائش تھی اور بہت ہی مستحکم بنائے گئے تھے اس کام کے لیے طلب کیے کہ ان کو مٹی بھری کھالوں پر لڑھکا دیا جائے۔ اور اس طرح خندق پٹ جائے یہ تدبیر بھی کی گئی اور اب وہ کھالیں خندق میں ڈالی گئیں مگر رومیوں کی پتھروں کی زد کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ اوپر تلے ڈالی جاسکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ علیحدہ علیحدہ پڑیں ان کو برابر نہیں کیا جاسکا اس کے لیے معتصم نے حکم دیا کہ ان پر اس قدر مٹی ڈال دی جائے کہ وہ برابر ہو جائیں۔ اس کے بعد گھروندے کو آگے لا کر ان کو دھکیلا گیا اس نے نصف خندق طے کی تھی کہ اس کے پہیے ان کھالوں میں الجھ گئے اور وہ وہیں رہ گیا جو لوگ اس میں تھے وہ بڑی مشکل سے وہاں سے نکل سکے۔ اور وہ گاڑی عموریہ کی فتح تک پھر وہیں پھنسی رہی۔ کسی طرح وہاں سے نکالی نہ جاسکی۔ البتہ فتح کے بعد جب تمام منجنیقیں' سیڑھیاں اور دوسرے گھروندے وغیرہ توڑ کر جلا دیئے گئے تو اسے بھی جلا دیا گیا۔

قلعہ کے شگاف پر سنگباری:

دوسرے دن معتصم نے رومیوں سے شگاف پر لڑائی شروع کی۔ آج سب سے پہلے اشناس اور اس کی فوج نے جنگ کی ابتداء کی چونکہ یہ جگہ بہت ہی تنگ تھی اس لیے وہ اچھی طرح یہاں نہ لڑ سکے۔ معتصم نے ان تمام منجنیقوں کو جو فصیل کے گرد مختلف مقامات پر نصب تھیں اسی شگاف پر جمع کیا اور برابر برابر لگا کر حکم دیا کہ اس شگاف پر سنگباری کی جائے۔

معتصم کی افشین کی جنگ کی تعریف:

اس کے دوسرے دن افشین اور اس کی فوج کو لڑنا پڑا انہوں نے بہت عمدہ لڑائی لڑی اور کچھ آگے بھی بڑھے۔ معتصم اسی شگاف کے مقابل اپنے گھوڑے پر سوار کھڑے تھے۔ اشناس' افشین اور ان کے دوسرے خاص خاص فوجی سردار بھی وہاں موجود تھے۔ اور سوار تھے البتہ ان کے علاوہ دوسرے اور سردار پیادہ کھڑے تھے۔ معتصم نے کہا آج کی لڑائی خوب ہوئی اس پر عمر الفرغانی نے کہا بے شک آج کی لڑائی کل کے مقابلہ میں بہت اچھی لڑی گئی ہے اس جملہ کو اشناس نے بھی سنا مگر وہ خاموش رہا۔ دوپہر کو معتصم معرکہ سے اپنے خیمہ میں چلے آئے اور انہوں نے کھانا کھایا۔ دوسرے سردار بھی کھانے کے لیے اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔

اشناس کی برہمی:

جب اشناس اپنے خیمہ کی طرف پہنچا تو تعظیماً حسب دستور تمام سردار اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ ان میں عمر الفرغانی اور احمد بن خلیل بھی تھے یہ اتر کر حسب عادت اشناس کے آگے آگے خیمہ کے قریب تک چلے۔ اشناس نے ان سے کہا اے حرامزادو آج تو تم اس طرح ادب کے ساتھ میرے سامنے چلتے ہو یہ نہ ہو کہ کل دل کھول کر جنگ میں کوشش کرتے اور پھر امیر المومنین کی جناب میں حاضری کے وقت کہتے ہو کہ آج کی لڑائی کل سے بہتر ہوئی ہے گویا کل تمہارے علاوہ کوئی اور لڑنے آیا تھا۔ اپنے خیموں کو جاؤ۔

عمرو الفرغانی اور احمد بن خلیل کی گفتگو:

وہ دونوں وہاں سے پلٹے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگا دیکھا آج اس حرامزادے نے ہمارے ساتھ کیا گستاخی کی ہے کیا ان

آج کی گالیوں کے سننے سے یہ بہتر نہیں کہ ہم رومیوں کے علاقہ میں جا کر پناہ گزین ہو جائیں۔

عمرو الفرغانی نے جسے راز کی بات معلوم تھی احمد بن خلیل سے کہا عنقریب اللہ اس حالت سے نجات دے گا۔ اطمینان رکھو۔ احمد کو گمان ہوا کہ ضرور عمر کسی بات سے واقف ہے اس نے باصرار اس سے پوچھا کہ بتاؤ کیا بات ہے۔ عمرو نے اسے سازش کی اطلاع دی جس میں وہ خود شریک تھا اور کہا کہ عباس بن مامون کا معاملہ پختہ ہو چکا ہے ہم عنقریب علانیہ اس کی بیعت کر کے معتصم اور اشناس وغیرہ کو قتل کر دیں گے میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ تم پہلے سے عباس سے جا ملو۔ تا کہ تم بھی اس کے اور جانبداروں میں ابھی سے شریک ہو جاؤ۔ احمد نے کہا میرا خیال ہے کہ اس معاملہ میں کامیابی نہ ہوگی۔ عمر کہنے لگا ابھی سب کچھ ہو چکا ہے تم ذرا حارث السمر قندی سے تو جا کر ملو۔ یہ سلمہ بن عبیداللہ بن الوضاح کے اقربا میں تھا۔ اور یہی شخص اس کام پر متعین تھا۔ کہ وہ لوگوں کو عباس کی خدمت میں پیش کر کے اس کے لیے ان سے بیعت لے تم عمر نے کہا میں تم کو اس شخص سے ملاتا ہوں تا کہ تم ہماری تحریک میں شریک ہو جاؤ۔ احمد نے کہا اچھی بات ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بشرطیکہ یہ معاملہ ہمارے درمیان آج سے دس دن کے اندر تکمیل کو پہنچ جائے اور اگر اس مدت میں یہ بات نہ ہوسکی تو پھر میں بری الذمہ ہوں۔ تمہاری شرکت مجھ پر لازم نہ رہے گی۔ حارث نے عباس سے آ کر کہا کہ عمر نے احمد سے ہماری تحریک بیان کر دی ہے۔ عباس نے کہا میں نہیں چاہتا کہ وہ ہماری کسی بات سے واقف ہو۔ تم خاموش رہو اور اسے ہرگز اپنے معاملہ میں ذرا سا بھی شریک نہ کرو۔ اب اس معاملہ کو انہیں دونوں میں رہنے دو۔ اس کے بعد انہوں نے احمد سے کوئی بات نہیں کہی۔

رومی سردار دندوا کی امداد طلبی:

تیسرے دن خود امیر المومنین کی فوج خاصہ کو لڑنا پڑا ان کے ساتھ اہل مغرب اور ترک بھی تھے۔ ایتاخ اس فوج کا منتظم تھا۔ انھوں نے خوب ہی داد مردانگی دی اور لڑ کر فصیل کے شگاف کو اور وسیع کر دیا۔ جنگ اسی طرح ہوتی رہی رومیوں کے ہزار ہا آدمی مجروح ہو گئے۔ معتصم کے عموریہ پر حملہ کرنے کے وقت بادشاہ روم کے سپہ سالاروں نے شہر کی مدافعت کے لیے اس کے برج آپس میں بانٹ لیے تھے ایک سردار اور اس کی جمعیت کے تفویض کئی کئی برج تھیں۔ جس مقام پر فصیل میں شگاف پڑا تھا۔ وہ مقام دندوا نام جس کے معنی عربی میں ثور (بیل) کے ہیں' ایک رومی سردار کے تفویض تھا اس نے اور اس کی فوج نے دن ورات نہایت بہادری اور جانفشانی سے اس مقام پر جنگ کی اور حملہ کا اصل دباؤ اس پر اور اس کی فوج پر ہی تھا نہ یاطس نے اور نہ کسی اور رومی سردار نے اس کی کسی قسم کی مدد کی۔ وہ اکیلا لڑتا رہا۔ جب رات ہوگئی وہ سردار رومیوں کے پاس گیا۔ اور اس نے کہا کہ جنگ کا سارا زور مجھ پر اور میری فوج پر پڑا ہے اب میرے پاس کوئی سپاہی ایسا نہیں رہا جو زخمی نہ ہو چکا ہو۔ لہٰذا تم اپنی فوجوں کو فصیل کے شگاف پر بھیجو تا کہ یہ کچھ دیر سنگباری کریں اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب رسوا ہو جاؤ گے اور شہر سے نکل جائے گا۔ مگر سب نے صاف جواب دے دیا کہ ہم ایک آدمی بھی تمہاری مدد کو نہیں دیتے۔ اور اس سے کہا کہ ہمارے پاس کی فصیل تو سالم ہے اور ہم اس کے لیے تم سے مدد نہیں مانگتے۔ لہٰذا تم جانو اور تمہارا کام ہم کچھ نہیں جانتے۔

سردار دندوا کا امان طلبی کا فیصلہ:

اس کورے جواب پر اس نے اور اس کی جمعیت نے تہیہ کر لیا کہ وہ امیر المومنین معتصم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی بچوں اور متعلقین کے لیے امان لے لے۔ اور اس کے معاوضہ میں قلعہ کو مع تمام سامان نقد وجنس اور اسلحہ وغیرہ کے ان کے

حوالے کر دے۔ چنانچہ صبح کو اس نے اپنی فوج کو شگاف کے دونوں پہلوؤں پر کھڑا کیا اور خود وہاں سے نکل کر اس نے کہا کہ میں امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہوں اور اپنی فوج کو ہدایت کر دی کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں وہ نہ لڑیں۔ وہ شہر سے نکل کر معتصم کی خدمت میں باریاب ہوا۔ حملہ آور اس شگاف پر بڑھتے تھے رومیوں نے ان کی مدافعت نہیں کی بلکہ ہاتھ کے اشارے سے کہتے تھے کہ آگے نہ آؤ انہوں نے نہ مانا۔ اصل فصیل تک جا پہنچے۔ اور اس وقت رومی سردار دندوا معتصم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا معتصم نے ایک گھوڑا اس کے لیے منگوایا اسے اس پر سوار کیا اور وہ خود آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ تمام فوج ان کے ہمراہ شگاف کے کنارے پہنچ گئی۔

معتصم اور دندوا میں معاہدہ:

عبدالوہاب بن علی معتصم کے آگے آگے تھا۔ اس نے ہاتھ سے لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کا اشارہ کیا تمام فوج شہر میں در آئی۔ دندوا نے مڑ کر دیکھا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ مارا۔ معتصم نے کہا۔ کیوں اس نے کہا کہ میں تو آپ سے گفتگو کرنے آیا تھا۔ کہ آپ پہلے میری بات سنتے اور مجھے اس کا جواب دیتے مگر آپ نے میرے ساتھ بدعہدی کی۔ معتصم نے کہا جو تم کہو میں اسے منظور کروں گا کہو کیا چاہتے ہو۔ میں تمہارے کسی مطالبہ کی مخالفت نہیں کروں گا۔ اس نے کہا جب کہ تمام فوج شہر میں داخل ہوگئی ہے اب میں کیا کہوں۔ اور کس بات کی آپ مخالفت نہ کریں گے۔ معتصم نے کہا لاؤ ہاتھ پر ہاتھ مارو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب بھی جو تم چاہو مجھے منظور ہے۔ میں تمہارے ہر مطالبہ کو قبول کرتا ہوں۔ کہو کیا چاہتے ہو۔ یہ سن کر وہ معتصم کے خیمہ میں ٹھہر گیا۔

یاطس کی طلبی:

یاطس اپنے ہی برج میں موجود تھا اور رومیوں کی ایک جماعت اس کے پاس تھی' اور ان کی ایک جماعت ایک بڑے کنبہ میں جو عموریہ کے ایک زاویہ میں واقع تھا جمع تھی۔ انہوں نے حملہ آوروں کا سخت مقابلہ کیا اور خوب بہادری سے لڑے۔ مسلمانوں نے اس کنبہ میں آگ لگا دی۔ جس سے وہاں کے تمام لوگ جل مرے۔ اس اثناء میں یاطس اپنے برج میں رہا۔ اس کی فوج والے اور دوسرے رومی اس کے گرد جمع تھے۔ یہاں مسلمانوں کی تلواریں ان پر بری طرح پڑ رہی تھیں جس سے وہ مقتول و مجروح ہو رہے تھے۔ اس وقت خود معتصم سوار ہو کر یہاں آئے اور یاطس کے مقابل آ کر کھڑے ہوگئے جو اشناس کی فوج کے قریب مقیم تھا۔ لوگوں نے یاطس کو پکارا کہ امیر المومنین تشریف فرمائیں رومیوں نے برج پر سے کہا کہ یہاں یاطس نہیں ہے۔ حملہ آوروں نے کہا وہ یہیں ہے اس سے جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس پر پھر رومیوں نے یہی کہا کہ یاطس یہاں نہیں ہے۔ یہ سن کر معتصم غضبناک ہو کر آگے بڑھے۔ وہ آگے بڑھے ہی تھے کہ اب رومیوں نے شور مچایا کہ یاطس ہے یاطس یہ معتصم پھر اس جگہ پلٹ آئے اور برج کے گرد پہنچ کر کھڑے ہوگئے۔

یاطس کی گرفتاری:

پھر انھوں نے ان نردبانوں کے لانے کا حکم دیا جو پہلے سے تیار تھیں ایک سیڑھی اٹھا کر لائی گئی اور وہ اسی برج پر رکھی گئی۔ حسن الرومی ابوسعید محمد بن یوسف کا غلام اس پر چڑھا۔ یاطس نے اس سے باتیں کیں۔ حسن نے اس سے کہا کہ یہ دیکھو امیر المومنین موجود ہیں۔ تم ان کے حکم پر اپنے کو ان کے حوالے کر دو۔ نیز حسن نے سیڑھی سے اتر کر معتصم سے کہا کہ میں نے یاطس کو دیکھا اور اس

سے باتیں بھی کی ہیں۔ معتصم نے اس سے کہا کہ جا کر کہو کہ وہ ہتھیار رکھ دے حسن دوبارہ چڑھا۔ یاطس برج کے اندر سے تلوار لگائے برآمد ہوا۔ معتصم اسے دیکھ رہے تھے اب اس نے اپنی گردن سے تلوار نکال کر حسن کو دے دی اور پھر خود وہاں سے اتر کر معتصم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا معتصم نے کوڑے کو صرف اس کے سر پر اٹھایا۔ اس کے بعد وہ اپنے خیمہ میں چلے آئے۔ اور کہا کہ اسے لے آؤ وہ تھوڑی دور پیدل چلا تھا کہ ان کا دوسرا آدمی اس حکم کے ساتھ آیا کہ اسے سواری پر لایا جائے۔ چنانچہ یاطس گھوڑے پر سوار معتصم کے خیمہ میں آ گیا۔

مال غنیمت کی نیلامی:

اس کے بعد دوسرے مجاہدین اپنے اپنے جنگی قیدیوں اور لونڈی غلاموں کو لے کر ہر سمت سے چھاؤنی میں آنے لگے۔ جس سے پوری چھاؤنی پر ہو گئی۔ معتصم نے بسیل مترجم کو حکم دیا کہ وہ قیدیوں کو شناخت کرے تاکہ جو ان میں ذی وجاہت اور شریف ہوں ان کو دوسرے رومیوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بسیل نے اس حکم کی بجا آوری کی اور ان کو شناخت کر کے علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ پھر ان کے حکم سے تمام مال واسباب غنیمت ان کے سپہ سالاروں کے سپرد کیا گیا۔ اشناس' افشین' جعفر الخیاط اور ایتاخ کے سپرد وہ سامان کیا گیا جو ان کی سمت سے برآمد ہوا اور ان کو حکم دیا گیا کہ اسے نیلام کر دیں۔ احمد بن داؤد کی طرف سے ایک ایک شخص ان سب سپہ سالاروں کے ساتھ اس لیے مقرر کیا گیا کہ وہ تمام سامان واسباب شمار کرے پانچ روز میں جس قدر فروخت ہو سکا وہ بیچ دیا گیا باقی کو آگ لگا دی گئی اس کے بعد معتصم وہاں سے بہر زمین طرسوس کی طرف پلٹے۔

معتصم کی فوج میں ہنگامہ:

معتصم کے روانہ ہونے سے پہلے جو دن ایتاخ کے لیے متعین کیا گیا تھا کہ اس روز وہ مال غنیمت کو فروخت کرے لوگ اس کے مفوضہ غنیمت گاہ پر لوٹنے کے لیے چڑھ دوڑے۔ یہی وہ دن بھی تھا جس دن کے لیے عجیف نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم معتصم کو قتل کر دیں گے۔ اس ہنگامہ کو سن کر خود معتصم گھوڑا دوڑاتے ہوئے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے اس ہنگامہ آئے۔ لوگ ان کو دیکھ کر ان کے سامنے سے ہٹ گئے اور انہوں نے اس غنیمت گاہ کو لوٹنے سے اپنے ہاتھ روک لیے۔ اس بندوبست کے بعد معتصم اپنے خیمہ میں پلٹ آئے۔ دوسرے دن انہوں نے حکم دیا کہ لونڈی غلاموں کو نیلام کر دیا جائے اور صرف تین آوازیں ان پر کر دی جائیں۔ تین کے بعد جو اضافہ کرے وہ لے لے۔ ورنہ بیع معلق رہے یہ حکم انہوں نے اس لیے دیا تھا کہ بیع میں سہولت اور عجلت ہو۔ چنانچہ پانچویں دن اب اسی طرح سے بیع ہوئی۔ لونڈی غلاموں پر پانچ پانچ اور دس دس کر کے بولی ہوتی تھی۔ اور سامان اور اسباب کے بڑے بڑے انبار کو ایک دم نیلام کر دیا جاتا تھا۔

شاہ روم کے قاصد کی واپسی:

عموریہ کا محاصرہ کرنے کے ابتداء ہی میں شاہ روم نے اپنا ایک نمائندہ ان کے پاس بھیجا تھا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ ان کے پاس آئے انہوں نے اسے اس چشمہ آب کے کنارے جہاں سے ان کی فوج پانی لیتی تھی اور جو عموریہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا ٹھہرا دیا تھا اور جب تک انہوں نے شہر فتح نہ کر لیا اسے اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی۔ اب عموریہ کی فتح کے بعد انہوں نے اسے واپس جانے کی اجازت دی۔ وہ بادشاہ کے پاس چلا گیا۔

وادی الجور میں رومی اسیروں کا قتل:

معتصم وہاں سے اپنے سرحدی استحکامات کی طرف پلٹے۔ ان کو اطلاع ملی تھی کہ بادشاہ روم ان کے تعاقب میں بڑھتا چاہتا ہے۔ یا اس کا ارادہ ہے کہ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو وہ فوج کو دق کرے وہ شاہراہ عام پر صرف ایک منزل طے کر چکے تھے کہ عموریہ پلٹ آئے اور دوسری فوجوں کو مراجعت کا حکم دیا اور اب کی مرتبہ شاہراہ چھوڑ کر وادی الجور کے راستے سے واپس روانہ ہوئے۔ انہوں نے تمام قیدیوں کو اپنے سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان کا ایک ایک گروہ ایک ایک قائد کے حوالے کر دیا تھا۔ تاکہ وہ ان کی حفاظت کرتے رہیں۔ سرداروں نے حفاظت کے لیے سپاہیوں کے سپرد کر دیا تھا۔ جس راستے سے یہ تمام فوج واپس آنے لگی اس میں چالیس میل ایسے آئے جہاں پانی میسر نہ تھا۔ پیاس کی شدت سے اس علاقے میں جس قیدی نے پیادہ چلنے سے انکار کیا اس کی گردن ماردی گئی۔ اس وادی الجور کے راستے میں یہ تمام فوج ایک ایسے صحرا میں پہنچی جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ آدمی اور جانور پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر راستے میں گر پڑے۔ بلکہ بعض قیدیوں نے اپنے محافظ سپاہیوں کو قتل کر دیا اور بھاگ گئے۔ معتصم اصل فوج سے کچھ آگے نکل آئے تھے۔ وہ اپنی منزل سے پانی لے کر فوج کے پاس آگے بڑھ کر آئے بہت سے آدمی پیاس سے اس وادی میں ہلاک ہو گئے۔ فوج نے آکر معتصم سے شکایت کی کہ ان قیدیوں نے بعض سپاہیوں کو قتل کر دیا ہے۔ معتصم نے بسیل الرومی کو حکم دیا کہ ان میں جو صاحب قدر و منزلت ہوں وہ علیحدہ کر دیئے جائیں چنانچہ وہ علیحدہ کر لیے گئے باقیوں کو ان کے حکم سے پہاڑوں پر چڑھا کر کھڈوں میں دھکیل دیا گیا۔ جس سے وہ سب کے سب جن کی تعداد چھ ہزار تھی ہلاک ہو گئے ان کو دو جگہ قتل کیا گیا۔ ایک وادی الجور میں اور ایک دوسرے مقام میں۔

معتصم کی طرسوس میں آمد:

یہاں سے چل کر معتصم اپنی سرحدوں کی طرف چلے اور طرسوس میں داخل ہوئے۔ یہاں ان کی چھاؤنی کے گرد چمڑے کے حوض لگائے گئے تھے' جو پانی سے بھرے ہوئے تھے' اور یہ انتظام اب ان کے عموریہ کی فرودگاہ تک کیا گیا تھا جہاں سے سپاہی آزادی سے سیر ہو کر پانی پی لیتے اور اب ان کو پانی کی تلاش میں کوئی دقت اور زحمت باقی نہ رہی تھی۔

اس سال ماہ شعبان کے ختم ہونے میں ابھی پانچ راتیں باقی تھیں کہ جمعرات کے دن افشین اور بادشاہ روم میں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ معتصم نے چھ رمضان جمعہ کے دن عموریہ پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا اور پچپن دن کے بعد اسے فتح کر کے واپس آئے۔ حسین بن الضحاک الباہلی نے اس موقع پر افشین کی مدح میں ایک قصیدہ کہا اور اس میں اس لڑائی کا ذکر کیا ہے جو اس کی بادشاہ روم سے ہوئی ہے اس سال معتصم نے عباس بن مامون کو قید کر دیا اور حکم دیا کہ اس پر لعنت بھیجی جایا کرے۔

فوجی امراء کا افشین سے حسد:

اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اسلامی شہر زبطرہ کی بادشاہ روم کے ہاتھوں تباہی اور قتل و غارت گری کے بعد جب معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو رومی علاقہ میں عمر بن اریخا الفرغانی اور محمد کوتہ کے ہمراہ روانہ کیا تو اسے اخراجات جنگ کے صرف کرنے میں وہ آزادی نہ دی تھی جو افشین کو حاصل تھی۔ نیز معتصم کو اس کے اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی بھی نظر آئی اور انہوں نے اس کے افعال کو غیر اطمینان بخش محسوس کیا اس بات کی اطلاع عجیف کو بھی ہو گئی کہ امیر المومنین اس کی طرف سے اب حسن ظن نہیں رکھتے۔

فوجی امراء کی عباس بن مامون کی حمایت:

اس لیے اس نے عباس کو خوب برا بھلا کہا اور اس بات پر ملامت کی کہ کیوں اس نے مامون کی وفات کے وقت ابو اسحٰق کی بیعت کی اور اس بات پر جرأت و ہمت دلائی کہ وہ اپنے کیے کی تلافی کرے۔ عباس نے یہ بات مان لی اور ایک شخص حارث السمر قندی جو عبید اللہ بن الوضاح کے قرابت داروں میں تھا اور جس سے عباس مانوس تھا اس نے اس کام کے لیے اپنے ساتھ لیا یہ شخص بڑا ادیب فرزانہ اور با اخلاق اور متواضع تھا۔ عباس نے اس کو امرائے فوج کے پاس نامہ و پیام بری کے لیے اپنا قاصد بنایا۔ یہ چھاؤنی میں گشت لگاتا تھا۔ رفتہ رفتہ امراء کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہوگئی اور اس کے خاص خاص لوگوں نے اس کی بیعت کر لی۔

معتصم اور اس کے فوجی امراء کے قتل کا منصوبہ:

عباس نے معتصم کے تمام سرداروں کو ایک ایک کر کے ان بیعت کرنے والے دوستوں سے نامزد کر دیا۔ اور سپرد کر دیا اور ہدایت کر دی کہ جب میں حکم دوں تم فوراً اپنے اپنے آدمی کو اچانک قتل کر دینا۔ ان سب نے اس کا عہد کر لیا اور سب بیعت اس طرح لی جاتی کہ بیعت کرنے والے سے یہ اقرار لیا جاتا کہ تم فلاں کو قتل کرو گے جب وہ اس کا اقرار کر لیتا تو بیعت کرتا معتصم کے خاص مصاحبین میں سے جس نے عباس کی بیعت کی تھی' اس نے اسی کو معتصم کے قتل کا کفیل بنایا۔ اسی طرح افشین کے خاص لوگوں میں سے حسن نے عباس کی بیعت کی عباس نے اس کو افشین کے قتل کا ذمہ دیا اور اشناس کے ترکوں میں سے جنہوں نے اس کی بیعت کی' عباس نے اشناس کے قتل کو انہیں کے سپرد کر دیا۔ ان سب نے اپنے مفوضہ کام کا اقرار کر لیا۔

عجیف کا معتصم کو قتل کرنے پر اصرار:

جب تمام فوج انقرہ اور عموریہ آنے کے ارادے سے درے میں داخل ہوئی اور افشین ملطیہ کی سمت سے بلاد روم میں داخل ہونے لگا عجیف نے اس موقع پر عباس کو معتصم کے اچانک حملہ کر کے قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ اس وقت بہت تھوڑی فوج اس کے ساتھ ہے دوسری تمام فوجیں اس سے دور جا پڑی ہیں' یہاں اس کا کام تمام کر کے بغداد پلٹ چلو۔ جہاد سے بچ کر اس واپسی کو تمام فوج خوشی سے قبول کرے گی۔ عباس نے نہ مانا اور کہا کہ میں اس جہاد میں فساد نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ سب لوگ رومی علاقہ میں در آئے اور عموریہ فتح ہوگیا۔

عباس بن مامون کا عجیف کی رائے سے اختلاف:

عجیف نے عباس سے اب پھر کہا کہ کب تک پڑے سوتے رہو گے عموریہ فتح ہوگیا ہے اور اب معتصم کا قتل کرنا آسان ہے۔ ایک جماعت کو چپکے سے سمجھا دو کہ وہ اس مال غنیمت کے انبار کو لوٹنے لگیں۔ معتصم اس ہنگامے کی خبر پاتے ہی فوراً یہاں آئیں گے۔ اسی وقت تم ان کو قتل کرا دینا۔ عباس نے اسے بھی نہ مانا اور کہا کہ پھر درے کا موقع آنے دو جب وہاں وہ پھر حسب سابق تنہا رہ جائیں گے اس وقت ان کا قتل کر دینا یہاں سے سہل تر ہوگا۔ مگر خود عجیف نے کچھ لوگ سامان کے انبار کو لوٹنے کے لیے متعین کر دیئے تھے۔ ایتاخ کی چھاؤنی کا کچھ سامان لٹا۔ معتصم گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں آئے۔ ان کو دیکھ کر سب لوگ ٹھنڈے پڑ گئے۔ جن لوگوں کو ان پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا عباس نے ان کو ان پر ہاتھ چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔ اس لیے انہوں نے کوئی

حرکت نہیں کی اور اس بات کو نامناسب سمجھا کہ عباس کے حکم کے بغیر کچھ کر گزریں۔

عمر الفرغانی کی ایک عزیز کو نصیحت:

عمرو الفرغانی کو آج کے واقعہ کی اطلاع ملی۔ اس کا ایک کمسن نوجوان عزیز معتصم کے ملازمین خاص میں تھا۔ وہ اس کے بیٹوں کے پاس آ کر اس رات میخواری کرنے لگا اور ان سے کہا کہ آج امیر المومنین بڑی ضرورت سے جلد سوار ہو کر برآمد ہوئے میں ان کے آگے آگے دوڑتا ہوا چلا وہ بہت ناراض تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ تلوار نیام سے باہر نکال لوں اور جو سامنے آئے اسے قتل کر دوں۔ عمر نے اس نوجوان کی گفتگو سن پائی اور اس ڈر سے کہ کہیں مفت میں نہ مارا جائے اس نے کہا۔ اے میرے بچے تم احمق ہو۔ تم رات میں امیر المومنین کے پاس نہ رہو۔ بلکہ اپنے خیمہ میں شب باش ہوا کرو۔ اور اگر تم کو کبھی پھر آج کا سا شور و غوغا سنائی دے تم چپ چاپ اپنے خیمہ میں بیٹھے رہنا۔ تم ابھی بالکل ناسمجھ نوجوان ہو۔ تم کو اب تک فوجی نقل و حرکت کا حال معلوم نہیں۔ وہ نوجوان عمر کی بات کو اچھی طرح سمجھ گیا۔

اشناس کی علالت:

معتصم عموریہ سے اپنی سرحد کی طرف پلٹے۔ افشین نے ابن الاقطع کو معتصم کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے پر روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ فلاں موضع پر غارت گری کر کے تم پھر مجھ سے اثنائے راہ میں آ ملو۔ وہ اپنی مہم پر چل دیا۔ معتصم چلتے چلتے ایک مقام پر آئے جہاں وہ ذرا دم لینے کے لیے ٹھہر گئے اور اس لیے بھی کہ تمام فوج درے کے دشوار گذار حصے سے نکل آئے ٹھہرے رہے۔ ابن الاقطع بھیڑ بکریاں لوٹ کر پھر افشین کے ساتھ آ ملا۔ معتصم کی فرودگاہ علیحدہ تھی اور افشین کی علیحدہ اور دونوں کے درمیان دو میل کی یا کچھ زیادہ کی مسافت تھی۔ اشناس بیمار ہو گیا۔

معتصم و افشین کی عیادت:

معتصم صبح کی نماز کے وقت خود اس کی عیادت کو اس کے خیمہ آئے اور اس کی مزاج پرسی کی۔ اب تک افشین ان سے آ کر نہ مل سکا تھا۔ یہ واپس جا رہے تھے کہ راستے میں وہ آتا ہوا ملا انہوں نے کہا کیا ابو جعفر کی عیادت کو جاتے ہو۔ معتصم جب اشناس کی عیادت کر کے واپس آئے تو عمر الفرغانی اور احمد بن الفضل افشین کی فرودگاہ کی طرف چلے تاکہ ابن الاقطع کی غنیمت میں لائی ہوئی لونڈیوں کو دیکھیں اور جو پسند آئے خرید یں۔ یہ دونوں افشین کی فرودگاہ کی طرف جا رہے تھے افشین اشناس کی عیادت کے لیے جا رہا تھا اسے دیکھ کر وہ دونوں گھوڑوں سے اتر پڑے اور سلام کیا۔ اشناس کے حاجب نے ان کو دور ہی سے دیکھ لیا افشین اشناس کے پاس ہو کر چلا گیا۔ وہ دونوں سیدھے اس کی فرودگاہ کو ہو گئے۔ چونکہ اب تک لونڈیاں باہر نہیں لائی گئی تھیں اس لیے وہ دونوں ایک طرف کو کھڑے ہو گئے کہ ان کا نیلام شروع ہو گیا تو جو پسند آئے گی خرید لیں گے۔ اشناس کے صاحب نے اس سے جا کر کہا کہ عمر الفرغانی اور احمد بن خلیل دونوں کا افشین سے آمنا سامنا ہوا وہ اس کی فرودگاہ کو جا رہے تھے مگر اسے دیکھ کر تعظیماً گھوڑوں سے اترے اور سلام کر کے پھر اپنی راہ چلے گئے۔

عمر الفرغانی اور احمد بن خلیل کی اشناس سے کشیدگی:

اشناس نے محمد بن سعید السعدی کو بلا کر حکم دیا کہ تم افشین کے لشکر میں جاؤ اور دیکھو کہ عمر الفرغانی اور احمد بن خلیل کہاں ہیں

کس کے پاس مقیم ہیں اور کیوں گئے ہیں اس نے دیکھا کہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار کھڑے ہوئے ہیں اس نے پوچھا آپ یہاں کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ابن الاقطع کی لائی ہوئی باندیوں کی خریداری کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہیں اس نے کہا کسی اور شخص کو اس کام پر مقرر کر دیجیے کہ وہ آپ کے لیے خریدے۔ انہوں نے کہا نہیں ہم چاہتے کہ خود دیکھ کر پسند کر کے خریدیں۔ محمد بن سعید نے واپس آ کر اشناس سے یہ بات کہی۔ اس نے اپنے حاجب سے کہا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ ادھر ادھر مارے مارے پھرنے سے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے لشکر میں رہو حاجب نے جا کر ان کو اس کی اطلاع کر دی۔ جسے سن کر وہ رنجیدہ ہوئے اور دونوں نے یہ تصفیہ کیا کہ صاحب الخبر کے پاس چل کر درخواست کریں کہ وہ ان کو اشناس کی ماتحتی سے نکال دے۔

عمر الفرغانی اور احمد بن خلیل کی اشناس سے علیحدگی کی درخواست:

چنانچہ انھوں نے اس سے جا کر کہا کہ ہم امیر المومنین کے غلام جاں نثار ہیں وہ ہمیں کسی دوسرے کے ماتحت کر دیں۔ اس شخص نے ہماری اہانت کی اور ہمیں گالیاں دیں اور دھمکی دی ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر اقدام کرے گا۔ ہماری درخواست ہے کہ امیر المومنین دوسرے جس شخص کو پسند کریں ہمیں اس کے ماتحت کر دیں۔ صاحب الخبر نے اسی دن یہ اطلاع معتصم کو دی۔ نماز صبح کا وقت کوچ کا متعین تھا۔ اور قاعدہ یہ تھا کہ جب تمام فوج چلتی تو مختلف فوجیں اپنے اپنے دور میں بڑھتیں مگر اشناس افشین اور دوسرے سپہ سالار خود تو امیر المومنین کی فوج میں ہوتے اور ان کے نائب ان کی فوجوں کی قیادت کر دے۔ افشین میسرہ اور اشناس میمنہ میں ہوتا۔

عمر الفرغانی کی گرفتاری:

جب اشناس آج امیر المومنین کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ عمرو الفرغانی اور احمد بن خلیل کو ذرا ٹھیک کر دو وہ پاگل ہو گئے ہیں۔ اشناس دوڑتا ہوا اپنی فرودگاہ میں آیا اور اس نے ان دونوں کو دریافت کیا۔ عمرو تو ملا' مگر ابن الخلیل میسرہ کے ساتھ رومیوں سے آگے نکل جانے کے لیے جا چکا تھا۔ لوگ عمرو کو اس کے پاس لائے اس نے کوڑا منگوایا۔ عمرو بہت دیر تک ننگا کھڑا رہا۔ کوڑا ہی کوئی لا کر نہیں دیتا آخر اس کے چچا نے بڑھ کر اشناس سے اس کی سفارش کی۔ اس کا چچا عجمی تھا۔ اس وقت تک عمرو کھڑا ہوا تھا۔ اس کی سفارش پر اشناس نے حکم دیا کہ اسے لا دلیا جائے اور ایک کرتا پہنا دیا جائے ایک خچر پر قبہ میں اسے سوار کیا گیا اور لشکر کی طرف لے چلے۔

احمد بن خلیل کی اسیری:

اتنے میں احمد بن الخلیل بھی گھوڑا دوڑاتا ہوا آ پہنچا۔ اشناس نے حکم دیا کہ اسے بھی عمرو کے ساتھ قید کر دو۔ اسے بھی گھوڑے سے اتار کر خچر پر عمرو کے مقابل بٹھا دیا گیا اور دونوں کو محمد بن سعید السعدی کی حفاظت میں دے دیا گیا۔ یہ ان کے لیے میدان میں لشکر الگ تھلگ ڈیرہ لگا دیتا اور وہاں ایک حجرہ بنا دیتا دستر خوان لگا دیتا۔ گدے بچھاتا اور پانی کا حوض بنا دیتا اور ان کا اپنا سارا سامان اور غلام خود اصل چھاؤنی میں رہے۔ ان میں سے کسی چیز کو چھیڑا نہیں گیا اسی حالت میں وہ جبل الصفصاف آئے۔ اشناس ساقہ میں تھا اور بغا معتصم کے ساقہ میں تھا۔ صفصاف آ کر اس نوجوان فرغانی کو جو عمرو کا رشتہ دار تھا۔ عمرو کے قید کیے جانے کی خبر ہوئی اس نے معتصم سے وہ گفتگو دہرائی جو اس رات کو جب یہ اس کے ہاں گیا تھا اس کی عمرو سے ہوئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ اگر تجھے شور وغوغا سنائی دے تو اپنے خیمہ میں چپ بیٹھے رہنا باہر نہ نکلنا۔

عمرو الفرغانی کی ایتاخ کو حوالگی:

یہ سن کر معتصم نے بغا سے کہا کہ کل صبح کو تم اس وقت تک کوچ نہ کرنا جب تک کہ اشناس یہاں نہ آ جائے اور اس سے عمرو کو لے کر میرے پاس پیش کرنا۔ یہ حکم صفصاف میں دیا گیا۔ حسبہ بغا کوچ کے لیے تیار اپنے نشان لیے اشناس کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ محمد بن سعید جس کے ہمراہ عمرو اور احمد بن الخلیل تھے آ گیا۔ بغا نے اشناس سے کہا کہ امیر المومنین نے مجھے حکم دیا کہ میں اسی وقت عمرو کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں وہ خچر سے اتار لیا گیا اور احمد بن الخلیل کے مقابل دوسرے طرف ایک اور شخص تبہ میں بٹھا دیا گیا۔ بغا عمرو کو معتصم کے پاس لے چلا۔ احمد بن الخلیل نے اپنے ایک غلام کو عمرو کے پاس بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اس نے واپس آ کر احمد سے بیان کیا کہ عمرو کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ ان کے روبرو کھڑا رہا پھر اسے ایتاخ کے سپرد کیا گیا اس کے آنے کے بعد امیر المومنین نے اس گفتگو کو جو اس کی اس نوجوان رشتہ دار سے ہوئی تھی دریافت کیا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ وہ نشہ میں بالکل سرشار تھا اس لیے وہ میری بات نہیں سمجھا اور میں نے کبھی وہ بات نہیں کہی جو اس نے مجھ سے منسوب کی ہے اس پر انھوں نے اسے ایتاخ کے سپرد کر دیا۔

احمد بن خلیل کا اشناس کے نام خط:

آتے آتے معتصم بدندون کی گھاٹیوں کے منہ پر آئے۔ تین دن تک اشناس چونکہ ساقہ پر تھا بدندون کی گھاٹی میں اس لیے ٹھہرا کہ امیر المومنین کی تمام فوجیں ان تنگ مقامات سے بحفاظت گزر آئیں۔ احمد بن الخلیل نے اشناس کو ایک پرچہ لکھا کہ مجھے امیر المومنین کی خیر خواہی کی ایک بات معلوم ہے۔ اشناس اب تک بدندون کی تنگ گھاٹیوں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے جواب میں اس نے احمد بن الخصیب اور ابوسعید محمد بن یوسف کو اس کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس بات کو اس سے پوچھ لیں۔ مگر اس نے ان کو بتانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں صرف امیر المومنین ہی سے بیان کروں گا۔ ان دونوں نے اشناس سے آ کر یہ بات کہہ دی اس نے ان کو پھر اس کے پاس بھیجا کہ جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین کی جان کی قسم اگر تم مجھ سے وہ بات بیان نہ کر دو گے تو میں اس قدر کوڑوں سے پٹواؤں گا کہ تم مر جاؤ گے۔

معتصم کے خلاف سازش کا انکشاف:

انھوں نے پھر احمد بن الخلیل سے آ کر یہ پیام سنایا اب اس نے ان سے معتصم کے خلاف سازش کی پوری کیفیت بیان کر دی۔ عباس کی شرکت اور حارث السمرقندی کی کارروائی تفصیل سے کہہ دی انھوں نے اشناس سے آ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ اشناس نے لوہار طلب کیے۔ فوج کے لوہار حاضر ہوئے اس نے ان کو لوہا دیا اور کہا کہ تم ابھی ایک بیڑی احمد بن الخلیل کی بیڑی کے مماثل اس میں سے بنا دو انھوں نے وہ تیار کر دی۔ رات کے وقت اشناس کا حاجب محمد بن سعید السعدی کے ساتھ احمد بن الخلیل کے پاس شب بسر کرتا تھا۔

حارث سمرقندی کی گرفتاری و رہائی:

اس رات کو جب عشا کا وقت ہوا حاجب السمرقندی کے خیمہ میں گیا اور اسے وہاں سے لے کر اشناس کے پاس لایا۔ اشناس نے اسے اسی وقت مقید کر کے حاجب کو حکم دیا کہ اسے ابھی امیر المومنین کے پاس لے جاؤ حاجب نے حسبہ بجا آوری کی

دوسرے دن نماز صبح کے وقت اشناس اپنے مقام سے روانہ ہو کر معتصم کی فرودگاہ آیا۔ یہاں اسے حارث معتصم کے ایک آدمی کے ہمراہ خلعت پہنے ملا۔ اشناس نے پوچھا یہ کیا ہوا۔ اس نے کہا جو بیڑی میرے پاؤں میں ڈالی گئی تھی وہ اب عباس کے ڈال دی گئی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب وہ معتصم کے پاس آیا انہوں نے اس سے اصل واقعہ دریافت کیا اس نے صاف صاف اقرار کر لیا کہ بے شک میں عباس کا مخبر خاص تھا۔ نیز اس نے تمام کارروائی من وعن بیان کر دی اور جن امرا نے اس میں شرکت کی تھی ان سب کے نام ظاہر کر دیئے۔ معتصم نے اسے نہ صرف رہا کر دیا بلکہ خلعت سے بھی سرفراز کیا۔ اسی کے ساتھ چونکہ حارث نے اس قدر کثرت سے امرا اور سرداروں کو اس سازش میں ملوث بنایا تھا کہ محض ان کے نام اور کثرت تعداد ہی سے معتصم کو ان کی شرکت کا یقین نہیں آیا وہ عباس کے معاملہ میں متحیر ہو گئے کہ کیا کریں۔

عباس بن مامون کی گرفتاری:

درے سے روانہ ہوتے ہوئے انہوں نے عباس کو بلایا اسے قید سے آزاد کیا اسے ممنون کیا اور اشارۃً بتا دیا کہ میں نے تمہاری خطا معاف کر دی ہے۔ نیز انہوں نے اسی کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اس کے خیمہ میں بھیج دیا۔ رات کو پھر بلایا اور نبیذ پینے میں شریک کیا اور اس قدر پلا دی کہ وہ بالکل بے ہوش ہو گیا اور اب اسے قسم دی کہ وہ اپنی اس سازش کی کوئی بات پوشیدہ نہ رکھے۔ عباس نے پورا واقعہ بیان کر دیا اور ان تمام لوگوں کے نام بتا دیئے جنہوں نے اس معاملہ میں تگ و دو کی تھی اور یہ بھی بتا دیا کہ کس وجہ سے ان میں سے فرداً فرداً ہر شخص اس سازش میں شریک ہوا معتصم نے اس کے بیان کو قلمبند کر کے محفوظ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حارث السمر قندی کو طلب کر کے اس سے سازش کے اسباب پوچھے اس نے وہی بیان کیا جو عباس نے کہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر عباس کو قید کر دینے کا حکم دیا اور حارث سے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ تیری زبان سے کوئی جھوٹ بات نکلے اور پھر میں اس کی پاداش میں تجھے قتل کر دوں مگر تو صاف بچ گیا۔ اس نے کہا جناب والا میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ معتصم نے عباس کو افشین کے سپرد کر دیا۔

عجیف بن عنبسہ کی گرفتاری:

اب معتصم نے ان سرداروں کا تعاقب شروع کیا جو اس سازش میں شریک تھے اور سب کو پکڑ لیا۔ احمد بن الخلیل کے متعلق حکم دیا کہ اسے ننگی پیٹھ بغیر زین کے خچر پر سوار کیا جائے اور جب مقام ہو اسے بغیر سایہ کے دھوپ میں ڈال دیا جایا کرے اور روزانہ صرف ایک روٹی دی جائے۔ اور سرداروں کے ساتھ عجیف بن عنبسہ بھی گرفتار ہوا یہ ان کے ساتھ ایتاخ کے حوالے ہوا اور ابن الخلیل اشناس کے حوالے ہوا عجیف اور اس کے ساتھ تمام دوسرے قیدی اثنائے سفر میں بغیر گدے اور نمدے کی زین کے خچروں پر لاد دیئے جاتے تھے۔

عجیف بن عنبسہ کا قتل:

شاہ بن سہل اور یہی راس بن الراس ہے' جو خراسان کے قریہ بحستان کا رہنے والا تھا' گرفتار کر کے معتصم کی جناب میں پیش ہوا اس وقت عباس وہاں موجود تھا۔ معتصم نے اس سے کہا اے فاحشہ زادے! میں نے تیرے ساتھ احسان اور نیکی کی مگر تو نے اس کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس نے کہا اس عباس نے اگر مجھے اجازت دے دی ہوتی تو آج تجھے یہ موقع نہ ملتا کہ اس طرح دربار میں بیٹھ کر مجھے فاحشہ زادے کہتا۔ معتصم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اس کی گردن مار دی گئی۔ اس سازش میں سب سے پہلے یہی سردار قتل ہوا۔

حالانکہ اس کے ساتھ اس کی جمعیت والے موجود تھے۔

عباس بن مامون کی ہلاکت:

معتصم نے عجیف کو ایتاخ کے حوالے کر دیا تھا اس نے عجیف کو خوب بیڑیاں پہنا کر بغیر گدے کی محمل میں خچر پر سوار کر لیا۔ عباس افشین کے ہاتھ میں تھا۔ جب منج آئے اس نے بھوکا ہونے کی وجہ سے کھانا مانگا بہت سا کھانا اس کے سامنے رکھا گیا جسے اس نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ مگر جب اس نے پانی مانگا تو اس سے انکار کر دیا گیا۔ اور اسے موٹے کمبل میں لپیٹ دیا اور اسی طرح دم گھٹ جانے سے منج ہی میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے کسی بھائی نے اس کی نماز جنازہ پڑھ دی۔

عمرو الفرغانی کا انجام:

عمرو الفرغانی کا یہ حشر ہوا کہ جب نصیبین کے ایک باغ میں فروکش ہوئے انہوں نے باغ والے کو بلا کر ہاتھ کے اشارے ایک مقام پر قد آدم گڑھا کھودنے کا حکم دیا اس نے کھودنا شروع کر دیا اس کے بعد انھوں نے عمرو کو بلایا وہ باغ میں بیٹھے ہوئے تھے اور کئی قدح نبیذ پی چکے تھے۔ نہ انہوں نے اس سے کوئی بات کی اور نہ عمرو نے کوئی لفظ زبان سے کہا جب یہ ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ اسے برہنہ کر دیا جائے اسے برہنہ کیا گیا۔ ترک اسے کوڑے مارنے لگے وہ گڑھا اس اثناء میں کھدر ہا تھا۔ مکمل ہونے کے بعد باغ والے نے معتصم کو اس کی اطلاع کی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ اس کے منہ اور بدن پر ڈنڈے مارے جائیں۔ اتنے ڈنڈے لگے کہ وہ گر پڑا۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور گڑھے میں ڈال دو۔ آج اس تمام واقعہ کے اثنا میں عمرو نے ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا اور مر گیا اور اس گڑھے میں ڈال کر اسے توپ دیا گیا۔

عجیف بن عنبسہ کا خاتمہ:

عجیف کا یہ حشر ہوا کہ وہ ملد سے کچھ ہی اوپر مقام باغنینا پہنچنے پایا تھا کہ اپنی محمل میں مر گیا۔ اسے تھانیدار کے پاس پٹک دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اسے دفن کر دے۔ اس نے ایک ویرانے کی دیوار کے پہلو میں اسے ڈال دیا اور پھر اسے قبر میں دفن کر دیا گیا۔

علی بن حسن الریدانی کہتا ہے کہ عجیف' محمد بن ابراہیم بن مصعب کے پاس قید تھا۔ معتصم نے اسے دریافت کیا اور کہا کہ اب تک وہ زندہ ہے محمد نے کہا امیر المومنین آج اس کا خاتمہ ہے وہ اس کے خیمہ میں آیا اور پوچھا۔ ابو صالح کس چیز کی خواہش ہے' اس نے کہا اسفید باج اور حلوائی فالودج محمد نے کہا یہ دونوں چیزیں تیار کر دی جائیں۔ عجیف نے ان کو کھایا اور پانی مانگا مگر پانی اسے نہ دیا گیا اس کا پیٹ پھول گیا۔ وہ پانی مانگتا ہی رہا آخر اسی حالت میں مر گیا اور باغنیناثا میں دفن کر دیا گیا۔

ترکی کی خودکشی:

ترکی کا جسے عباس نے اشناس کے قتل کا ضامن بنایا تھا یہ حشر ہوا کہ اشناس اس کی بہت عزت کرتا تھا اور وہ اس کا ایسا ندیم خاص تھا کہ دن اور رات کسی وقت اس کے لیے روک ٹوک نہ تھی' معتصم کے حکم سے اشناس نے اسے اپنے ہی پاس قید کر کے اسے ایک کوٹھری میں دروازہ تیغہ کر کے بند کر دیا۔ روزانہ ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی کا اوپر سے اسے دے دیا جاتا تھا۔ اسی قید کے اثناء میں اس کا بیٹا ایک دن وہاں آیا اور ترکی نے اس سے دیوار کے پیچھے سے کہا کہ اگر تو مجھے ایک چھری لا کر دے سکے تو میں اس قید سے رہائی پا سکوں گا۔ اس کے بیٹے نے اس کام سے اسے باز رکھنے کے لیے بہت خوشامد کی مگر اس نے نہ مانا۔ اس کے بیٹے نے ایک

چھری اسے پہنچا دی۔ جس سے اس نے خودکشی کر لی۔

سندی بن بختاشہ کو معافی:

سندی بن بختاشہ کو معتصم نے اس کے باپ بختاشہ کی وفاداری اور جان نثاری کی وجہ سے معاف کر دیا کیونکہ بختاشہ نے عباس کی سازش میں قطعی شرکت نہیں کی تھی۔ اس لیے معتصم کہنے لگے کہ اس کے بیٹے کی وجہ سے اسے کیوں تکلیف دی جائے۔ لہٰذا انھوں نے اسے رہا کر دیا۔

احمد بن خلیل کی ہلاکت:

احمد بن الخلیل کو اشناس نے محمد بن سعید السعدی کے سپرد کیا تھا اس نے سامرا کے جزیرہ میں اس کے لیے ایک گڑھا کھدوایا تھا۔ ایک دن معتصم نے اسے دریافت کیا۔ اشناس نے کہا وہ محمد بن سعید السعدی کے پاس ہے۔ اس نے اسے ایک کنویں میں بند کر رکھا ہے۔ اور اس کے منہ پر صرف اس قدر سوراخ باقی رکھا گیا ہے کہ اس میں سے اسے روٹی اور پانی دے دیا جاتا کرے۔ معتصم کہنے لگے میں سمجھتا ہوں کہ باوجود اس کے وہ موٹا ہو گیا ہے۔ اشناس نے محمد بن سعید کو اس کی اطلاع کی محمد نے حکم دیا کہ اس کنویں میں اس پر اس قدر پانی ڈالا جائے جس سے وہ مر جائے اور کنواں بھر جائے پانی ڈالا جانے لگا۔ مگر جتنا پانی پڑتا ریت اسے جذب کر لیتی۔ جس سے نہ وہ غرق ہوا اور نہ کنواں پر ہوا۔ اشناس نے حکم دیا کہ اسے خطریف النجندی کے سپرد کر دیا جائے وہ اس کے حوالے ہوا اور چند روز زندہ رہ کر مر گیا۔

ہرثمہ بن نصر کی بحالی:

ہرثمہ بن نصر الختلی والی مراغہ کے متعلق جسے عباس نے اپنا شریک بتایا تھا' معتصم نے حکم دیا کہ اسے لوہے کی بیڑیاں پہنا کر حاضر کیا جائے۔ مگر افشین نے اس کی سفارش کر کے ان سے اس کے لیے معافی حاصل کر لی اور اسے لکھا کہ امیر المومنین نے تم کو میرے لیے بخش دیا ہے۔ جہاں تم کو میرا یہ خط ملے وہاں کی ولایت تم کو عطا کی ہے۔ یہ خط عشا کے وقت اسے دینور میں ملا۔ وہ اس وقت بیڑیوں میں جکڑا ہوا کسی سرائے میں پڑا تھا۔ رات کی تاریکی میں اسے وہ خط ملا اور صبح کو وہ دینور کا والی ہوا۔

عباس بن مامون کو لعین کا خطاب:

باقی اور فراغنہ' ترک اور دوسرے سردار جن کے نام یاد نہیں سب کے سب قتل کیے گئے۔ معتصم صحیح وسالم نہایت اطمینان اور خوشی کے ساتھ سامرا آ گئے۔ اور اسی روز عباس کو لعین کا خطاب دیا گیا' مامون کے وہ بیٹے جو سندس سے تھے' ایتاخ کے حوالے کیے گئے۔ اس نے ان کو اپنے مکان کے سرداب میں قید کر دیا۔ اس کے بعد وہ مر گئے۔

اس سال کے ماہ شوال میں اسحٰق بن ابراہیم اپنے ایک خدمت گار کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس سال محمد بن داؤد کی امارت میں حج ہوا۔

باب ۱۵

مازیار اور افشین کا زوال

۲۲۴ھ کے واقعات

مازیار کی بغاوت:

اس سال مازیار بن قارن بن ونداہرمز نے طبرستان میں معتصم کے خلاف بغاوت برپا کر دی۔ اور دامن کوہ کے باشندوں اور وہاں کے شہریوں سے جنگ کی۔

مازیار اور آل طاہر میں مخاصمت:

اس بغاوت کا سبب یہ ہوا کہ مازیار آل طاہر سے نفرت کرتا تھا اور ان کو خراج لا کر نہیں دیتا تھا معتصم اسے لکھتے بھی تھے کہ تم عبداللہ بن طاہر کو خراج لے جا کر دو۔ مگر وہ کہتا تھا کہ میں اس کے پاس لے کر نہیں جاتا۔ امیرالمومنین کو دینے کے لیے تیار ہوں چنانچہ جب وہ زر خراج ان کو بھیجتا اور وہ ان سے وصول کر کے پھر عبداللہ بن طاہر کے آدمی کو دے دیتا جو اسے خراسان بھیج دیتا ہر سال یہی ہوتا رہا۔ جس کی وجہ سے آل طاہر کے اور اس کے تعلقات نہایت ہی خراب ہو گئے افشین کبھی کبھی معتصم کی زبان سے ایسے الفاظ سنا کرتا جس سے یہ پتہ چلتا کہ وہ آل طاہر کو برطرف کرنا چاہتے ہیں جب اس نے بابک کو شکست دے کر اسے پکڑ لیا تو اب اس کی قدر و منزلت معتصم کے ہاں اس قدر بڑھ گئی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی۔

مازیار کے خلاف عبداللہ بن طاہر کی شکایت:

اس کے دل میں خراسان کی آرزو پیدا ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مازیار اور آل طاہر کے تعلقات کشیدہ ہیں۔ اس سے اس نے یہ توقع کی کہ شاید اسی وجہ سے عبداللہ بن طاہر برطرف کیا جائے۔ افشین نے خوشامد کی اور لطف آمیز خط مازیار کو لکھے اور ان میں اپنی مودت جتائی اور لکھا کہ مجھ سے خراسان کی ولایت کا وعدہ ہو چکا ہے اس وجہ سے اب مازیار نے عبداللہ بن طاہر کو خراج ارسال کرنا بھی ترک کر دیا اس نے معتصم کو متواتر کئی خط مازیار کی شکایت میں لکھے جس سے معتصم بہت ہی پریشان ہوئے اور مازیار پر بگڑے اب مازیار نے علانیہ بغاوت ہی کر دی۔ طبرستان کے تمام کوہستان اور اس کے اطراف کے سارے علاقہ پر اپنا انتظام قائم کر دیا۔ ان تمام واقعات سے افشین دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا اور اپنے والی خراسان مقرر ہونے کی آرزو کر رہا تھا۔ معتصم نے عبداللہ بن طاہر کو مازیار سے لڑنے کا حکم دیا اور افشین نے مازیار کو عبداللہ بن طاہر سے لڑنے کی ہدایت کی اور وعدہ کیا کہ معتصم کے ہاں تمام معاملہ کو میں سنبھال لوں گا تم کچھ فکر نہ کرو مازیار نے بھی اس پر اپنی آمادگی اسے لکھ بھیجی۔ جس سے اب افشین کو یقین تھا کہ وہ ضرور عبداللہ کا مقابلہ کرے گا اور پھر مجبوراً معتصم کو اسے یا کسی دوسرے کو اس کے مقابلہ پر بھیجنا پڑ جائے گا۔

زمینداروں کی املاک کی ضبطی:

محمد بن حفص الثقفی الطبری بیان کرتا ہے کہ جب مازیار نے حکومت سے بغاوت کا عزم کر لیا اس نے تمام لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے طلب کیا۔ لوگوں نے باکراہ بیعت کی اس نے نیک چلنی کے لیے ان سے یرغمال لیے اور ان کو اصبہذ کے برج میں مقید کر دیا کاشتکاروں کو حکم دیا کہ تم زمینداروں کو قتل کر کے ان کی تمام املاک پر قبضہ کر لو اس نے بابک سے بھی مراسلت کی اور اسے مقابلہ پر جمے رہنے کی ترغیب دی اور امداد کا وعدہ کیا۔

لگان کی شرح میں اضافہ:

جب معتصم بابک کے قضیے سے فارغ ہوئے لوگوں نے مشہور کیا کہ وہ قرماسین جا کر افشین کو مازیار سے لڑنے کے لیے رہے بھیج رہے ہیں۔ مازیار کو ان افواہوں کی اطلاع ہوئی اس نے جدید بندوبست کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ استمراری کاشتکاروں کے علاوہ اور سب پر تیس فیصدی لگان بڑھا دیا جائے۔ لہٰذا جو اس شرح سے کم ادا کرتے تھے ان پر اضافہ کر دیا گیا جو پہلے سے زیادہ ادا کرتے تھے ان کے ساتھ کمی نہیں کی گئی۔

مازیار کا شاذان بن الفضل کے نام خط:

اس کے بعد اس نے اپنے عامل خراج شاذان بن الفضل کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''مجھے بہ تواتر معلوم ہوا ہے کہ خراسان اور طبرستان کے جاہل ہمارے متعلق جھوٹی افواہیں مشہور کر رہے ہیں اور اپنی طرف سے بھی خبریں بنا کر ان کو شہرت دیتے ہیں اور منتظر ہیں کہ ہماری حکومت ختم ہو۔ اور ہمارا نظام بگڑے۔ وہ لوگ فتنہ وفساد کی توقع اور ہماری حالت کے برے انقلاب کے لیے ہمارے دشمنوں سے مراسلت کر رہے ہیں اس طرح وہ ہماری نعمتوں کے منکر ہیں اور اس امن وسلامتی اور دولت وفراغت کی بھی قدر نہیں کرتے۔ جو اللہ نے ہماری حکومت کی بدولت ان کو دے رکھی ہے جو سردار با مشرف کرتا جاتا ہے یا جو چھوٹا بڑا آدمی ہمارے پاس آتا ہے اس کے آتے ہی یہ لوگ عجیب وغریب خبریں اڑاتے ہیں اور اس کی طرف اپنی گردنیں اٹھاتے ہیں انھوں نے فتنہ وفساد برپا کرنے کی کوشش کی مگر اللہ نے بار باران کی بری نیتوں اور امیدوں کو ملیامیٹ کر دیا مگر پھر بھی ان سے یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک مثال سے آئندہ کے لیے سبق لیں اور اللہ سے ڈر کر اور خود اس کے عواقب کے خوف سے آئندہ کے لیے احتراز نہ کریں۔

ہم ان سب باتوں کو طرح دیتے ہیں اور اس کے تلخ جرعے محض اس لیے پیتے جاتے ہیں کہ ہم نہیں چاہتے کہ عام خونریزی کی جائے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ سب ہی صحیح وسالم امن وامان سے رہیں مگر ہماری اس مروت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے اس برے طرز عمل پر زیادہ مصر ہیں۔ اور ہم نے ان کی تادیب سے اب تک جو احتراز کیا اس سے وہ اور زیادہ آمادہ فساد ہو گئے۔ اگر ہم ان کی سہولت اور آسانی کی خاطر تحصیل لگان میں تاخیر کرتے ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ شخص معزول ہو گیا ہے اور اگر تحصیل میں مستعدی کرتے ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ اس پر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے اس کی وجہ سے یہ خراج وصول کر رہا ہے۔ غرضیکہ سختی ونرمی کسی بات کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔

اب ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کی طرف اپنے معاملات رجوع کرتے ہیں اسی لیے ہم نے آمل اور رویان کے عہدیداروں کو لکھوا دیا ہے کہ وہ اپنے علاقہ کے خراج کی تشخیص کر کے ختم ماہ تیر تک بے باق کر دیں تم بھی اس بات کو سمجھ لو اور اپنے ہاں کی تمام و کمال مال گزاری اس مدت میں وصول کر لو ختم تیر تک ایک درہم بقایا نہ رہنے پائے۔ اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی تو ہم تم کو سولی کی سزا دیں گے۔ لہٰذا اپنی جان کے خیال سے تم نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض کو سرانجام دو۔ اور اسی کے مطابق تم خود عباس کو بھی خط لکھ دو اس کی بجا آوری میں مشکلات پیش کرنے سے احتراز نہ کرنا اس حکم کی بجا آوری میں تمہاری مستعدی اور عجلت کا جو اثر نمایاں ہو اس سے اطلاع دو۔

میں سمجھتا ہوں کہ ادائی لگان کے مشغلہ میں پڑ کر ان لوگوں کو اس قسم کی بری اور جھوٹی افواہیں اڑانے کا موقع نہ ملے گا۔ جس میں اب تک وہ مصروف رہے ہیں۔ آج کل انہوں نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ امیر المومنین اکرمہ اللہ فرماسین آ کر افشین کو رے بھیجنے والے ہیں۔ بخدا! اگر وہ ایسا کریں تو یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کا باعث ہوگا اور ان کی تشریف آوری باعث اطمینان ہوگی۔ ان کی سخاوت وعنایت سے جس کے ہم خوگر ہیں ہم کو اور فوائد ہوں گے اور ان کے اور ہمارے دشمنوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور کسی چغل خور یا جھوٹی خبروں کے اڑانے والے کی وجہ سے جو ان کے عاملوں اور خاص عہدیداروں کے لیے افوائیں شائع کرتا ہے وہ اپنے علاقوں اور سرحدوں کے انتظام اور تصرف میں کوئی کمی اور سستی گوارا نہ کریں گے۔ کیونکہ جب وہ کسی اپنی فوج یا امیر کو کسی مہم پر بھیجتے ہیں تو وہ ہمیشہ اسی کے مقابلہ پر بھیجا کرتے ہیں جو ان کا مخالف ہوتا ہے''۔

تم ہمارے اس خط کو ان مال گزاروں کو جو تمہارے پاس موجود ہوں پڑھ کر سنا دو تا کہ وہ دوسروں کو اس لیں مطلع کر دیں کہ وہ اپنی کل واجب بے باق کر دیں اور جو کل نہ ادا کر سکے وہ اس کی وجہ بیان کر دے۔ تا کہ اس کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق وہ عمل کیا جا سکے۔ جو اس ایسے دوسروں کے ساتھ مرعی رکھا گیا ہے۔ ان کے لیے اہل رے جرجان اور ان کے متعلقہ علاقوں کے باشندوں کی مثال موجود ہے کہ چونکہ خلفاء کو اہل جبال کی جنگ اور گمراہ دیلموں کے جہاد میں ان سے امداد لینا پڑی اس لیے انہوں نے خراج اور دوسرے ابواب مال گزاری ان کو معاف کر دیئے تھے مگر اب جب کہ یہ تمام لوگ امیر المومنین کی فوج اور سپاہ ہو گئے ہیں اس لیے اب اس کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔

علی بن یزداد کا فرار:

مازیار کا یہ خط شاذان بن الفضل اس کے عامل خراج کو موصول ہوا اس نے مال گزاری کی وصول یابی شروع کی اور دو ماہ میں ایک سال کا پورا لگان وصول کر لیا پہلے یہ قاعدہ تھا کہ چار تاہ میں ایک ثلث وصول کیا جاتا تھا اسی موقع پر علی بن یزداد العطار جس سے ضمانت میں یرغمال لے لیے گئے مازیار کے علاقہ سے بھاگ کر چلا گیا ابو صالح سرخاستان کو جو مازیار کا ساریہ پر نائب تھا اس کی اطلاع دی گئی۔

علی بن یزداد کے فرار پر ابو صالح کی برہمی:

اس نے شہر ساریہ کے تمام اعیان واکابر کو جمع کیا ان کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگا اور کہنے لگا حکومت تمہارے سہارے کیسے چل سکتی ہے

اور تم پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ دیکھو علی بن یزداد نے دوسروں کی طرح ادائی کا حلف کیا تھا بیعت کی تھی اور ضمانت داخل کی تھی مگر پھر بھی اس نے نقض عہد کیا اور یہاں سے نکل کر بھاگ گیا۔ اس نے اپنے مرہون کو بھی چھوڑا۔ اب بتاؤ ایسی حالت میں ملک کا انتظام کیسے برقرار رہے گا تم لوگ اپنی قسموں کو پورا نہیں کرتے خلاف ورزی عہد کو برا نہیں جانتے تم پر کیسے اعتماد ہو اور اس حالت میں سلطنت سے جن فوائد کو تم چاہتے ہو وہ کیسے تم کو حاصل ہو سکتے ہیں ان میں سے کسی نے کہا ہم اس کے ضامن کو قتل کیے ہیں تا کہ آئندہ کسی دوسرے کو بھاگنے کی جرأت نہ ہو سکے عامل نے کہا کیا واقعی تم اس کے لیے تیار ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اس نے صاحب الربائن کو لکھا کہ حسن بن یزداد کو بھیج دو یہ اپنے باپ کا یرغمال تھا جب اسے ساریہ لایا گیا تو اب اہل ساریہ اپنے اس مشورہ پر جو انہوں نے ابو صالح کو دیا تھا نادم ہوئے اور اس شخص کو برا بھلا کہنے لگے جس نے اس کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔

عبدالکریم بن عبدالرحمٰن کی حسن بن علی کی سفارش:

سرخستان نے پھر اسے طلب کیا وہاں وہ یرغمال بھی موجود تھا اس نے شہر والوں سے کہا کہ تم نے ایک بات کی ضمانت کی تھی یہ ضمانت موجود ہے اسے قتل کرو۔ عبدالکریم بن عبدالرحمٰن الکاتب نے عرض کیا کہ آپ نے ان لوگوں کو جو اس علاقہ سے باہر گئے ہیں دو ماہ کی مہلت دی ہے یہ ضمانت آپ کے پاس موجود ہے۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اسے بھی دو ماہ کی مہلت دے دیں۔ اگر اس اثنا میں اس کا باپ پلٹ آئے تو خیر ورنہ پھر آپ جو چاہئیں اس کے ساتھ عمل کریں۔

حسن بن علی بن یزداد کا خاتمہ:

اس جواب پر وہ سب پر برہم ہوا اس نے اپنے کوتوال رستم بن بارویہ کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو سولی پر چڑھا دے اس نے درخواست کی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دینی چاہیے اس کی اجازت ملی۔ اس نے نماز کو بہت طول دیا وہ خوف سے کانپ رہا تھا اور سولی کا تختہ اس کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ ابھی اس کی نماز ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اسے گھسیٹ کر سولی پر چڑھا دیا اس کی گردن اس سے باندھ دی جس سے اس کا دم گھٹا اور وہ مر گیا۔

اہل ساریہ کی روانگی:

سرخستان نے اہل ساریہ کو حکم دیا کہ تم سب آمل جاؤ اس نے تھانیداروں کو احکام بھیج دیئے تھے کہ خندقوں کے ابناء اور عرب حاضر کیے جائیں چنانچہ وہ سب بھی بلائے گئے۔ سرخستان اہل ساریہ کو لے کر آمل چلا۔ اس نے ان سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اہل آمل کا اور ان کو تمہارا شاہد بناؤں اور تمہاری تمام زمینیں اور مال تم کو دے دوں۔ نیز اگر تم وفادار اور سچے خیر خواہ رہو تو تم کو اپنے پاس سے اس سے دو چند دوں کہ جس قدر تم سے ہم نے لے لیا ہے۔

اہل ساریہ کی اسیری:

آمل آ کر اس نے ان سب کو خلیل بن وند اسنجان کے قصر میں جمع کیا اہل ساریہ کو دوسروں سے علیحدہ رکھا اور ان الکوز جان کے حوالے کر دیا۔ اس نے تمام آمل والوں کے نام لکھ لیے جس سے وہ ہر شخص سے واقف ہو گیا۔ پھر اس نے اسم وار سب کو طلب کر کے ان کی حاضری لی۔ جب سب ہی آ گئے اور کوئی باقی نہ رہا اس نے مسلح فوج سے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا ان کی صف باندھی گئی اور ایک ایک آدمی پر دو مسلح سپاہی متعین کر دیئے اور محافظ کو حکم دیا کہ جو پیدل چلنے سے رہ جائے اس کا سر ساتھ لے لے۔ اب وہ ان کی

مشکیں بند ہوا کر ایک پہاڑ پر جس کا نام ہرمزدا باز تھا' اور جو ساریہ اور آمل سے آٹھ آٹھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع تھا۔ لے کر آیا اس نے ان کو بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ محمد بن حفص کے بیان کے مطابق یہ ۲۲۵ھ کا واقعہ ہے مگر دوسرے ارباب سیر و تاریخ نے ۲۲۴ھ کہے ہیں اور ہمارے نزدیک یہ دوسرا بیان زیادہ صحیح ہے کیونکہ مازیار ۲۲۵ھ میں قتل کر دیا گیا۔ لہٰذا اس نے اہل طبرستان کے ساتھ جو حرکت کی وہ اپنے قتل سے ایک سال قبل کی ہوگی۔

آمل کی فصیل کا انہدام:

محمد بن حفص کی بیان کے مطابق اس نے دری کو لکھا کہ تمہارے ساتھ مرو میں جو ابناء اور عرب ہوں ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔ اس نے ان سب کو بیڑیاں ڈلوا کر قید کر دیا اور پہرے مقرر کر دیئے جب اسے پورا تسلط حاصل ہو گیا اور اس نے ان سب کا انتظام کر لیا۔ اس نے اپنے آدمی جمع کیے اور سرخستان کو آمل کی فصیل کی بربادی کا حکم بھیجا۔ سرخستان نے ببانگ دہل اور مزامیر فصیل کو ڈھا دیا۔ پھر وہ ساریہ آیا اور اس کے ساتھ بھی اس نے وہی سلوک کیا اس کے بعد مازیار نے اپنے بھائی قوہیار کو شہر طمیس بھیجا جو طبرستان ہی کے علاقہ میں جرجان کی سرحد پر واقع تھا اس نے اس شہر کی فصیل منہدم کر کے شہر کو برباد کر دیا اور اہل شہر کو لوٹ لیا۔ ان میں سے کچھ بھاگ گئے اور کچھ مارے اس کے بعد سرخاستان طمیس آیا اور قوہیار وہاں سے اپنے بھائی مازیار کے پاس پلٹ آیا۔

طمیس سے سمندر تک فصیل کی تعمیر:

سرخستان نے طمیس سے سمندر تک بلکہ سمندر کے اندر تک تین میل لمبی فصیل بنوائی اس سے پہلے اس کو اکاسرہ نے اپنے اور ترکوں کے درمیان حد فاصل کے طور پر بنایا تھا۔ کیونکہ ان کے عہد میں ترک اہل طبرستان پر اکثر غارت گری کرتے رہتے تھے اس کو بنا کر سرخستان نے طمیس کو اپنی چھاؤنی قرار دیا اس کے گرد مستحکم خندق بنائی اور نگہبانی کے لیے کئی برج بنائے۔ فصیل میں ایک مضبوط دروازہ قائم کیا اور پہرہ بٹھایا۔

اہل جرجان کی مدافعت کے لیے امدادی فوج:

اہل جرجان کو اپنی جان و مال کا خطرہ پیدا ہوا اور اندیشہ ہوا کہ ان کے شہر کو بھی برباد کر دیا جائے گا۔ وہاں سے کچھ لوگ بھاگ کر نیساپور آئے۔ ان کی خبر عبداللہ بن طاہر اور معتصم کو ہوئی۔ عبداللہ نے اپنے چچا حسن بن الحسین بن مصعب کو اس کے مقابلے اور جرجان کی مدافعت کے لیے ایک بڑی زبردست فوج کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ ہمیشہ خندق بنا کر فروکش ہو حسن بن الحسین نے سرخاستان کی تیار کردہ خندق پر آ کر چھاؤنی ڈالی اور اس طرح دونوں فوجوں میں صرف خندق حائل رہ گئی نیز عبداللہ بن طاہر نے حسیان بن جبلہ کو چار ہزار فوج کے ساتھ قومس بھیجا۔ تاکہ وہ شروین کی پہاڑوں کی سرحد پر جا کر فروکش ہو۔

امرائے عساکر کی پیش قدمی:

معتصم نے اپنے ہاں سے اسحٰق بن ابراہیم کے بھائی محمد بن ابراہیم کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس سمت بھیجا اور سپہ سالار حسن بن قارن الطبری کو مع اس طبریہ سیاہ کے جو بات میں تھی اس کے ساتھ کر دیا انہوں نے منصور بن حسن ہار صاحب دنباوند کو رے بھیجا تاکہ وہ رے سے طبرستان میں داخل ہو انہوں نے ابوالسارج کو لاند اور دنباوند بھیجا۔

مازیار کا قیدیوں سے مطالبہ:

جب رسالہ نے ہر سمت سے مازیار کو گھیر لیا اس نے اب ابراہیم بن مہران اپنے کوتوال شہر اور علی ابن الکاتب نصرانی کے

ذریعہ ان مختلف شہروں کے باشندوں کے پاس جو اس کی قید میں تھے' یہ کہلا کر بھیجا کہ رسالہ نے مجھے ہر سمت سے آ لیا ہے میں نے تو تم کو صرف اس لیے قید کیا تھا کہ معتصم تمہارے بارے میں مجھے کوئی ہدایت دیں گے مگر انہوں نے کوئی ہدایت نہیں بھیجی اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ حجاج بن یوسف رئیس سندھ سے ایک مسلمان عورت کے بارے میں جو مسلمانوں کے ہاں سے بھگا کر سندھ کے اندرون میں پہنچا دی گئی تھی ناراض ہوا اور اس نے سندھ پر چڑھائی کر دی اس کے لیے تمام خزانے خرچ ہو گئے۔ آخر کار اس نے عورت کو چھڑا کر اس کے شہر بھجوا دیا ایک عورت کی خاطر تو انہوں نے یہ کچھ کیا مگر تم بیس ہزار کی ان کو کچھ پروا نہیں اور نہ اب تک انہوں نے تمہارے بارے میں مجھ سے مراسلت کی ہے میں تمہارے اپنے ہاں ہونے کی وجہ سے ان کے مقابلہ میں جنگ کی ابتداء نہیں کرنا چاہتا بہتر ہے کہ تم دو سال کا خراج دے دو اور میں تم کو رہا کر دیتا ہوں۔ تم میں جو جوان قوی اور مضبوط ہوگا اس سے لڑائی میں کام لوں گا جو جنگ میں میری وفاداری اور جاں نثاری کا حق ادا کرے گا اس کا تمام مال واپس کر دوں گا اور جو ایسا نہ کرے گا اس مال کو میں اس کا زر فدیہ سمجھ لوں گا۔ تم میں جو بڈھے اور ضعیف ہوں گے ان سے میں پہرہ داری اور دربانی کا کام لوں گا۔

موسیٰ بن ہرمز کی خراج کی ادائیگی کی ضمانت:

موسیٰ بن ہرمز اہد نے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے بیس سال سے پانی نہیں پیا تھا کہ میں دو سال کا خراج تم کو لا دیتا ہوں اور اس کی ضمانت کرتا ہوں کہ صاحب الحرس کے نائب نے احمد بن الصقیر سے کہا تم کیوں کچھ نہیں کہتے حالانکہ تمہارا اصبہذ کے ہاں بہت رسوخ ہے اور میں نے تم کو اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور مسند لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے اور اس قدر عزت بادشاہ نے کسی اور کی کبھی نہیں کی تم اس معاملہ کو سرانجام دینے کے لیے موسیٰ سے زیادہ اہلیت رکھتے ہو۔

احمد بن الصیقر کی پیشکش:

احمد نے کہا موسیٰ ایک درہم کے وصول کرنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا اس نے نادانی سے اس کا اقرار کر لیا ہے اسے معلوم نہیں کہ اس پر اور ہم سب پر کیا مصیبت آنے والی ہے اگر تمہارے آقا کو یہ معلوم ہو جاتا کہ ہمارے پاس ایک درہم بھی ہے تو وہ ہمیں قید ہی نہ کرتا اس نے ہمیں قید اس وقت کیا ہے جب اس نے ہماری تمام املاک اور ذخائر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ البتہ اگر وہ اس روپیہ کے عوض ہماری زمین لینا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ دے دیں علی بن ابن نے جو بادشاہ کا پٹواری تھا اس سے کہا کہ تمہارے ساتھ وہ یہ سلوک کرنا نہیں چاہتا ابراہیم بن مہران نے اس سے کہا اے ابو محمد مناسب تھا کہ تم یہ بات نہ کہتے اس نے کہا میں تو پہلے ہی خاموش تھا مگر کیا کروں اس شخص کی اس بات سے مجھے بھی بولنا پڑا۔

موسیٰ بن ہرمز کی ضمانت کا مقصد:

موسیٰ زاہد کی ضمانت کو قبول کر کے بادشاہ کے فرستادے اس کے پاس چلے آئے انہوں نے مازیار کو اس کی اطلاع دی بہت سے ساعی موسیٰ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ فلاں دس ہزار اور فلاں بیس ہزار اور دوسرے اس سے کم یا زیادہ رقم ادا کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور اس طرح انہوں نے زمینداروں وغیرہ سے رقموں کا وعدہ لینا شروع کیا اس کے چند روز کے بعد مازیار نے پھر اپنے آدمی موسیٰ الزاہد کی ضمانت کے مطابق روپیہ کی وصولیابی کے لیے ان کے پاس بھیجے۔ مگر یہاں روپیہ کی فراہمی کا کوئی پتہ نشان نہ تھا اور معلوم ہو گیا کہ احمد کی بات سچ تھی اس کا الزام موسیٰ پر عائد کیا گیا۔ مازیار کو معلوم ہو گیا کہ ان کے پاس دینے کو حبہ بھی نہیں ہے

اور اس ضمانت سے موسیٰ کا مطلب یہ تھا کہ مال گذار اور غیر مالگذار تاجروں اور دستگاروں میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا جائے۔

آمل کے امیر زادوں کا قتل:

سرخاستان نے اہل آمل کے ان نوجوان امیر زادوں اور دوسرے اصحاب میں سے جو بڑے دلاور اور بہادر تھے اور جن کو چن چن کر اس نے اپنے پاس نظر بند کر رکھا تھا' دوسو ساٹھ ایسے جوانمردوں کو جن کی قربت سے وہ خائف تھا اپنے محل میں مناظرہ کے بہانے سے بلایا نیز دہقانوں میں سے منتخبہ زمینداروں کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا کہ ابناء عرب اور مسودہ جماعت سے لگاؤ رکھتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ یہ غدر اور مکر کریں گے میں نے ایسے تمام مشتبہ اشخاص کو جن کی قربت سے مجھے خوف تھا یہاں بلا لیا ہے تم ان سب کو قتل کر دو تا کہ تم کو چین ملے اور تمہارے ہاں کوئی ایسا نہ رہے جس کی غرض تمہارے خلاف ہو اس نے ان سب کی مشکیں بندھوا دیں اور رات کے وقت انہیں زمینداروں کے حوالے کر دیا انہوں نے ان کو ایک قنات میں لا کر جو وہاں تھی قتل کر دیا اور اسی قنات کے اندر والے کنوؤں میں ان کی لاشیں ڈال دیں اور چلے آئے جب ان کو عقل آئی تو وہ اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور عواقب سے دہشت زدہ ہوئے۔

مازیار کا زمینداروں کے قتل کا حکم:

مازیار کو جب معلوم ہو گیا کہ اس جماعت کے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے اس نے پھر ان زمینداروں کو دوسو ساٹھ جوانوں کو قتل کر چکے تھے' طلب کیا اور کہا کہ ان نادہندوں میں جو صاحب جائداد ہیں ان کے مکان اور بیویاں تم کو دیتا ہوں البتہ ان کی لڑکیوں میں اگر کوئی خوب صورت لڑکی ہو گی وہ بادشاہ کی ملک سمجھی جائے تم جبل جا کر پہلے ان سب زمینداروں کو قتل کر دو اور اس کے بعد ان کے مکانات اور بیویوں پر جو میں تم کو دے چکا ہوں قبضہ کر لو مگر ان میں سے کسی کو اس بات کی جرأت نہ ہو سکی وہ خوفزدہ اور متنبہ ہو گئے اور انہوں نے اس حکم کی بجا آوری نہیں کی۔

حسن بن حسین کا فصیل پر قبضہ:

سرخاستان کے جو سپاہی فصیل کی حفاظت کے لیے متعین تھے۔ وہ رات کو حسن بن الحسین بن مصعب کے سپاہیوں سے جن کے درمیان صرف خندق کا عرض حائل تھا۔ باتیں کیا کرتے تھے۔ اس طرح ان میں سے بعض میں ایک دوسرے سے موانست ہو گئی اور ان سے اور سرخستان کے آدمیوں سے یہ مشورہ ہو گیا کہ وہ فصیل کے ان کے حوالے کر دیں گے چنانچہ انہوں نے فصیل حوالے کر دی حسن بن الحسین کے سپاہی اس جگہ سے سرخستان کی فرودگاہ میں داخل ہو گئے۔ اس کی اطلاع اب تک نہ حسن کو تھی نہ سرخستان کو ہونے پائی تھی۔ حسن کی فوج نے جب ایک جماعت کو اندر جاتے دیکھا وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئی اور وہاں جا کر جب انھوں نے ایک سرے کو دیکھا تو اب یلغار کر دی۔ حسن کو اس کی خبر ہوئی وہ فوراً وہاں آیا اور اس نے اپنے آدمیوں کو للکارنا شروع کیا اور منع کیا کہ ،رنہ جائیں۔ کہنے لگا مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں تمہاری وہی گت نہ بنے جو داوندان کی جماعت کی ہوئی تھی۔ مگر تیس بن رنجویہ کی جمعیت جو خود حسن کی فوج میں شامل تھی آگے بڑھتی چلی گئی اور انہوں نے سرخستان کی فرودگاہ میں پہنچ کر فصیل پر اپنا علم نصب ہی کر دیا سرخستان کو معلوم ہوا کہ عرب اچانک فصیل توڑ کر اندر گھس آئے ہیں۔ بھاگنے کے سوا اب اور کسی بات کی اس میں ہمت نہ تھی وہ اس وقت حمام کر رہا تھا۔ فوج کے داخلہ کا شور سنتے ہی وہ صرف کرتا پہنے حمام سے نکل کر بھاگا حسن جب اپنی فوج واپس نہ لا سکا اس نے

دعا مانگی کہ خداوندا انہوں نے میرے حکم سے سرتابی کی تیرے حکم کی فرمان برداری کی ہے تو ان کو محفوظ رکھ اور ان کی مدد کر۔

ابو صالح سرخستان کی قیام گاہ پر قبضہ:

حسن کی سپاہ دشمن کا تعاقب کرتی ہوئی فصیل کے دروازے تک آئی اور اسے توڑ کر کھول دیا۔ اب کیا تھا حملہ آور بغیر کسی مزاحم کے اندر گھس آئے اور انہوں نے سرخاستان کی تمام فرودگاہ پر قبضہ کر لیا ایک البتہ دشمن کے تعاقب میں چلی گئی۔

شہریار کی گرفتاری:

زرارہ بن یوسف السجزی کہتا ہے کہ میں تعاقب میں چلا ہم چلے جا رہے تھے کہ میں راستے کے بائیں جانب ایک مقام پر آیا اس میں چونکہ اندر جانے کا راستہ بنا ہوا تھا اس سے مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ یہاں کیا ہوگا بغیر اس کے کہ مجھے وہاں کوئی نظر آیا ہو میں نے اس میں اپنا نیزہ ڈالا اور اسے ہر طرف سے پھرایا وہ نیزہ کسی کے لگا میں نے للکارا کون ہے اس پر ایک فربہ شیخ چلا اٹھا زنہار یعنی امان دو۔ میں نے اس پر بڑھ کر اسے پکڑ لیا اور اس کی مشکیں باندھ لیں۔ یہ ابو صالح سرخستان سپہ سالار کا بھائی شہریار تھا۔ میں نے اسے اپنے افسر یعقوب بن منصور کے حوالے کر دیا۔ اب رات حائل ہوگئی اس لیے تعاقب چھوڑ کر ہم سب اپنی چھاؤنی میں آئے۔ شہریار کو حسن بن الحسین کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اسے قتل کر دیا۔

ابو صالح کی گرفتاری:

ابو صالح اپنی فرودگاہ سے فرار ہو کر پانچ فرسنگ فاصلہ پر جا رہا تھا وہ بیمار تھا۔ اسے سخت پیاس اور کرب و بے چینی ہونے لگی وہ راستے کے داہنے جانب پہاڑ کے پہلو میں ایک گھنی جھاڑی میں اتر پڑا اس نے اپنا گھوڑا باندھ دیا۔ اور لیٹ گیا اس کے ایک غلام اور ایک اور شخص جعفر بن دندامیر نے اسے دیکھ لیا اور سرخستان نے بھی نیم خواب کی حالت میں اسے دیکھا اور کہا جعفر مجھے سخت پیاس ہے پانی پلاؤ۔ جعفر نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ اس میں یہاں سے پانی لاؤں۔ سرخستان نے کہا میرے ترکش کا ڈھکنا لے جاؤ۔ جعفر کہتا ہے میں اپنے چند ساتھیوں کے پاس آیا اور میں نے کہا ہمیں اس شیطان نے برباد کیا ہے کیوں نہ ہم اسے پکڑ کر سرکار کے حوالے کر دیں اور اس طرح سرخروئی حاصل کر کے اپنے لیے امان لے لیں۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہوگا میں نے کہا وہ دیکھو سرخستان موجود ہے۔ تم تھوڑی دیر کے لیے میری مدد کرو اور پھر ہم اس پر حملہ کر کے پکڑے لیتے ہیں۔ جعفر نے ایک بہت بڑی شہ تیر تی۔ سرخستان لیٹا ہوا تھا یہ خود اس پر چڑھ گیا۔ اور سب نے اسے قابو میں کر کے شہ تیر سے اس کی مشکیں باندھ دیں۔

ابو صالح کا قتل:

ابو صالح نے ان سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں اس کے عوض میں ایک لاکھ درہم دیتا ہوں۔ عرب کچھ نہ دیں گے انہوں نے کہا لاؤ اس نے کہا تو پھر روپیہ یہاں کہاں ترازو لاؤ۔ انہوں نے کہا وہ یہاں کہاں اس نے کہا تو پھر روپیہ یہاں کہاں میرے مکان لے چلو وہاں میں تم کو باقاعدہ دستاویز اور تحریر لکھے دیتا ہوں کہ یہ بھی دوں گا بلکہ اس سے زیادہ دے دوں گا مگر انہوں نے نہ مانا اسے حسن بن الحسین کے پاس چلے جانا۔ حسن کے رسالے نے اثنائے راہ ہی میں ان کو آ لیا اور ان کے سروں پر تلواریں مار کر مہ خاستان کو ان کے ہاتھ سے چھڑا لے گئے۔ جس پر بعد میں ان لوگوں کو بہت رنج ہوا۔ حسن کا رسالہ اسے حسن کے پاس لے آیا۔ جب اس نے ابو صالح کو حسن کے سامنے لا کھڑا کیا اس نے طبرستان کے سرداروں کو مثلاً محمد بن المغیرہ بن شعبۃ الازدی عبداللہ بن

القصفطی الضبی اور الفقیح بن قراط وغیرہ کو بلا کر ان سے شناخت کرایا انہوں نے کہا بے شک انہوں نے کہا بے شک یہی سرختان ہے نے محمد بن المغیرہ سے کہا کہ کھڑے ہو اور اپنے بیٹے اور بھائی کے بدلے میں اسے قتل کر دو محمد نے اس کے پاس جا کر اس پر تلوار ماری کے بعد ہی اور کئی تلواریں اس پر پڑیں اور قتل کر دیا گیا۔

ابوالشاس شاعر:

ابوالشاس الشاعر جس کا نام الغطریف بن حصین بن حنش ہے اہل عراق سے تھا اس نے خراسان میں نشو ونما پائی تھی۔ یہ ایک سمجھدار اور ادیب آدمی تھا۔ سرخاستان نے اسے اپنا مصاحب بنالیا تھا۔ اور وہ اس سے عربوں کے اخلاق اور آداب معلوم کیا کرتا تھا۔ جب سرختان گرفتار ہو کر مارا گیا تو ابوالشاس اس وقت اس کی فرودگاہ میں تھا اور سواری کے جانور اور مال واسباب اس کے ساتھ تھا۔ حسن کی فوج کی ایک بخاری جماعت نے اس پر حملہ کر کے اس تمام مال واسباب پر جوان کے ساتھ قبضہ کرلیا اس ہنگامے میں اسے بہت سے زخم آئے۔ اس نے اپنے جرہ کو اپنے شانہ پر بٹھایا اور کاسہ گدائی لے کر پانی مانگتا ہوا دشمن کی آنکھ بچا کر اپنے خیمہ سے نکل بھاگا۔ مگر زخمی تھا۔

حسن بن حسین کی ابوالشاس سے فرمائش:

جب وہ حسن بن الحسین کے پاس کے کاتب عبداللہ بن حمید القططفی الطبری کے پاس گزرا ایک غلام نے اسے دیکھ لیا اور عبداللہ بن محمد کے خادموں نے اسے پہنچان لیا۔ جرہ اس کے شانے پر تھا۔ اور وہ پانی پی رہا تھا۔ خدمت گار اسے اپنے خیمے میں لے آئے اور انہوں نے اپنے مالک سے جا کر اس کی اطلاع کی۔ وہ اس کے پاس پیش کیا گیا۔ عبداللہ نے اسے سواری دی۔ خلعت دیا۔ اور نہایت درجہ تعظیم وتکریم کی اور حسن بن الحسین نے اس کی تعریف کی اور اس سے کہا کہ تم امیر کی شان میں ایک قصیدہ لکھو ابوالشاس نے کہا کہ بخدا خوف کی وجہ سے میں کلام اللہ بھول گیا ہوں شعر کیا کہوں گا۔

حسن نے ابوصالح سرخاستان کے سر کو عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا مگر وہ خود اپنی فرودگاہ میں مقیم رہا۔

قارن بن شہریار کو حیان بن جبلہ کی پیشکش:

محمد بن حفص نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن طاہر کا مولیٰ حیان بن جبلہ بن الحسین کے ہمراہ طمیس کی سمت آیا اس نے قارن بن شہریار سے مراسلت شروع کی اور اطاعت قبول کرنے کی ترغیب دی اور اس بات کا وعدہ کیا کہ اس کے باپ دادا کے کوہستان اس کے تفویض کر دیئے جائیں گے یہ مازیار کا بھتیجا اور اس کے سرداروں میں تھا مازیار نے اسے اپنے بھائی عبداللہ بن قارن کے ساتھ کر کے اپنے کئی معتمد علیہ سرداروں اور رشتہ داروں کو ان دونوں کے ساتھ کر دیا تھا۔

عبداللہ بن قارن کی گرفتاری:

جب حیان نے اسے اپنے ساتھ ملانا چاہا تو قارن نے اس بات کی ضمانت کی کہ وہ جرجان کی تک جبال کو اور شہرسار یہ کو حیان کے حوالے کر دے گا۔ بشرطیکہ اس کے باپ اور دادا کے کوہستان اس کے قبضے میں آجائیں۔ حیان نے یہ تمام معاملہ عبداللہ بن طاہر کو لکھ بھیجا اس نے اس کے لیے باضابطہ عہد نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ مگر ساتھ ہی حیان کو لکھا کہ تاوقتیکہ قارن کی نیک نیتی کا پورا ثبوت نہ مل جائے تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پہاڑوں میں نہ جاؤ۔ شاید قارن نے اس معاملہ کو کر کے کوئی چال کی ہو حیان نے اس کی اطلاع

قارن کو لکھ بھیجی۔ اس نے مازیار کے بھائی عبداللہ بن قارن کو بلایا اور تمام دوسرے سرداروں کو بھی کھانے کی دعوت دی کھانے سے فارغ ہو کر جب انھوں نے ہتھیار اتار دیئے اور مطمئن ہو بیٹھے اس وقت اس کے مسلح جوانوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر کر پکڑ لیا۔ اور ان کی مشکیں باندھ لیں قارن نے ان کو حیان کے پاس بھیج دیا اس نے ان کو بیڑیاں ڈال دیں۔ اب حیان اپنی فوج کے ساتھ سوار ہو کر قارن کے پہاڑوں میں آیا۔ مازیار کو جب اس تمام واقعہ کی خبر ہوئی اسے بہت رنج ہوا اس کے بھائی قوہیار نے اس سے کہا کہ تمہارے پاس بیس ہزار مسلمان جن میں موچی اور درزی ہیں قید ہیں تم کو ان کی بھی فکر رہتی ہے۔ اب اس وقت تو خود تمہارے گھر والے اور عزیزوں نے تمہارے ساتھ یہ غدر کیا ہے اب ان کو قید میں رکھنے سے کیا ہوگا۔

مازیار کا قیدیوں کی رہائی کا حکم:

مازیار نے حکم دیا کہ جس قدر قیدی ہمارے پاس ہیں وہ سب رہا کر دیئے جائیں اس نے اپنے کوتوال ابراہیم بن مہران' اپنے کاتب علی بن ابن النصرانی اپنے افسر خراج شاذان بن الفضل اور میر سامان یحییٰ بن الروز بہار کو جو اہل میدان سے تھا بلا کر کہا کہ تمہاری حرم' تمہارے مکان اور زمینیں سب میدان میں واقع ہیں عرب وہاں پہنچ جائیں گے میں نہیں چاہتا کہ تم کو مصیبت میں ڈالوں۔ تم اپنے مکان چلے جاؤ اور امان لے لو۔ اس کے بعد اس نے ان سب کو صلہ دیا اور واپس جانے کی بخوشی اجازت دے دی یہ اپنے اپنے گھر آ گئے اور انہوں نے امان لے لی۔

عامل ساریہ مہربستان کا فرار:

جب ساریہ کے باشندوں کو معلوم ہوا کہ سرخستان پکڑا گیا اس کی چھاؤنی غارت ہوئی اور حیان بن جبلہ شروین کے پہاڑوں میں گھس آیا ہے۔ انہوں نے مازیار کے ساریہ کے عامل مہربستان بن شہریز پر ایک دم حملہ کر دیا اس نے بھاگ کر جان بچائی۔ لوگوں نے جیل کا دروازہ توڑ کر تمام قیدی چھوڑ دیئے اس کے بعد حیان شہر ساریہ آیا۔

قوہیار کی حیان سے امان طلبی:

مازیار کے بھائی قوہیار کو معلوم ہوا کہ حیان ساریہ پہنچ گیا ہے اس نے محمد بن موسیٰ بن حفص کو جو طبرستان کا عامل اور اس کے پاس قید تھا اپنی قید سے رہا کر کے زین کے ساتھ ایک خچر پر سوار کر کے حیان کے پاس بھیجا۔ تاکہ یہ اس کے لیے اس شرط پر امان لے لے کہ اس کے باپ اور دادا کے پہاڑ اس کے قبضہ میں دے دیئے جائیں گے اور وہ مازیار کو اس کے حوالے کر دے گا۔ اور اس معاہدہ کے ایفا کے لیے میں محمد بن موسیٰ بن حفص اور احمد بن الصقیر کی ضمانت پیش کرتا ہوں۔ محمد بن موسیٰ نے حیان کو آ کر قوہیار کا یہ پیام پہنچایا۔ حیان نے پوچھا یہ احمد کون ہے اس نے کہا یہ اس تمام علاقہ کا بہت ہی معزز آدمی ہے۔ جسے خلفا اور امیر عبداللہ بن طاہر بھی جانتے ہیں۔ حیان نے اسے بلا بھیجا اور حکم دیا کہ تم محمد بن موسیٰ کے ساتھ خرتاباذ کے تھانے جاؤ۔ احمد کا ایک بیٹا اسحٰق تھا وہ مازیار سے بھاگ کر دن میں جنگلوں میں پھرتا اور رات کو ساوا شریاں نام جاگیر میں چلا جاتا جو اس راستے پر واقع تھا جو اصبہذ کے اس احاطہ سے جہاں مازیار کا قصر تھا گزرتا تھا۔

اسحٰق بن احمد کا بیان:

یہ اسحٰق بیان کرتا ہے اسی جاگیر میں تھا کہ مازیار کے کچھ آدمی جو گھوڑے وغیرہ لے جا رہے تھے میرے پاس سے گزرے میں

سے ایک بہت ہی عمدہ اور تنومند گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر کود کر اُس پر سوار ہو گیا اور اسے شہر ساریہ میں لے آیا۔ یہاں میں نے اس گھوڑے کو اپنے باپ کو دے دیا۔ جب احمد خرتا باز جانے لگے وہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر چلے حیان کی نظر اس پر پڑی۔ اسے وہ گھوڑا بہت پسند آیا اس نے نور جان سے جو قارن کے ساتھیوں میں تھا مڑ کر کہا۔ یہ شیخ کیسے عمدہ گھوڑے پر سوار ہے بہت کم گھوڑے ایسے عمدہ میری نظر سے گزرے ہیں اس نے کہا یہ مازیار کا گھوڑا تھا حیان نے احمد کے پاس آدمی بھیجا کہ ذرا دیکھنے کے لیے گھوڑا بھیج دو۔ اس نے بھیج دیا جب اس نے غور سے دیکھا اور اس کے حسن و فتح پر نگاہ بصیرت دوڑائی تو اسے اس کے دونوں اگلے پیروں میں سقم نظر آیا اس لیے اس نے اسے نہیں لیا۔ بلکہ ثوز جان کے حوالے کر دیا۔ اور احمد کے آدمی سے کہہ دیا کہ یہ گھوڑا مازیار کا ہے اور اس کا اور اس کا تمام مال اب امیر المومنین کی ملکیت ہے اس آدمی نے واپس جا کر احمد سے یہ بات کہہ دی اس بنا پر احمد ثوز جان سے ناراض ہو گیا اور اسے گالیاں کہلا بھیجیں۔ ثوز جان نے کہا اس میں میری کوئی خطا نہیں ہے۔ میں کیا کرتا۔ اس نے نہ صرف وہ گھوڑا اسے واپس کر دیا بلکہ اور خراسانی اور شہری اسے بھیج دیئے اور اس کے قاصد سے کہا کہ ان کو لے جاؤ اس نے وہ دونوں احمد کو لا کر دے دیئے۔

احمد بن الصقیر کی حیان سے برہمی:

اب احمد کو حیان کی اس حرکت پر غصہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ جلاہا مجھ ایسے معزز کے ساتھ یہ حرکت کرتا ہے اس نے قوہیار کو لکھا کہ تم کیوں اپنے معاملہ میں یہ غلطی کر رہے ہو کہ براہ راست حسن بن الحسین سے جو امیر عبداللہ بن طاہر کا چچا زاد بھائی ہے یہ معاملہ نہیں کرتے اور اس رذیل جلاہے کو امان دیتے ہو اور اپنے بھائی کو اس کے حوالے کر کے اپنی اہانت کر رہے ہو نیز خود حسن بن الحسین کو چھوڑ کر اس کے ایک ادنیٰ ملازم سے توسل کر کے اسے بھی اپنا دشمن بناتے ہو۔

احمد بن الصقیر کا قوہیار کو مشورہ:

قوہیار نے لکھا کیا کروں پہلے ہی مجھ سے غلطی ہو چکی ہے میں نے اس شخص سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں پرسوں اس کے پاس حاضر ہو جاؤں گا اب اگر اس کی مخالفت کروں تو اندیشہ ہے کہ وہ مجھ پر یورش کر کے لڑنے لگے۔ اور میرے مکان غارت کر دے اور تمام مال و املاک کو غصب کرے اور اس سے لڑوں اور اس کے سپاہیوں کو قتل کر دوں تو باقاعدہ ہم میں پھر لڑائی شروع ہو جائے گی۔ اور جس مقصد کے لیے میں نے یہ ساری کوشش کی ہے وہ رائیگاں جائے گی احمد نے اسے لکھا کہ جو دن مقرر ہے اس میں تم اپنے ایک رشتہ دار کو اس کے ہاں بھیج دینا اور کہلا بھیجنا کہ میری طبیعت ناساز ہو گئی ہے میں آج نہیں آسکتا۔ تین دن تک علاج کروں گا اگر وہ معاف کر دے فبہا ورنہ محمل میں سوار ہو کر اس کے پاس جانا اور ہم اس سے کہیں گے کہ وہ تمہارے عذر کو قبول کرے اور پھر تین دن کے بعد تم اس کے ہاں جاؤ۔

احمد بن الصیقر کا حسن بن حسین کے نام خط:

دوسری طرف احمد بن الصیقر اور محمد بن موسیٰ بن حفص نے حسن بن الحسین کو جو طمس میں اپنی فرودگاہ میں عبداللہ بن طاہر کے حکم اور اپنے اس خط کے جواب کے انتظار میں جو اس نے سرخاستان کے قتل اور طمیس کی فتح کے اطلاع کے لیے اسے لکھا تھا مقیم تھا۔ لکھا کہ تم فوراً ہمارے پاس آؤ ہم مازیار اور کوہستان کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اگر فوراً یہاں نہ آجاؤ گے تو مازیار نکل جائے گا اور پھر ہم کسی بات کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

حسن بن حسین کی ساریہ میں آمد:

انھوں نے یہ خط شاذان بن الفضل کاتب کے ہاتھ روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ فوراً اسے لے جا کر پہنچا دے جب یہ خط حسن کو ملا وہ اسی وقت چل کھڑا ہوا اور تین دن کی مسافت ایک رات میں ختم کر کے ساریہ آیا اور صبح ہو جانے کے بعد خرما باز گیا یہ وہ دن تھا جو قوہیار نے اطاعت قبول کرنے کے لیے مقرر کیا تھا حیان کو حسن کے نقاروں کی آواز آئی وہ ایک فرسنگ فاصلہ پر اس کے استقبال کے لیے آیا۔

حیان کو پہاڑ پر چوکیاں قائم کرنے کا حکم:

حسن نے اس سے کہا کہ تم یہاں پڑے کیا کر رہے ہو اور کیوں یہاں تک آئے ہو تم نے شروین کے کوہستانوں کو فتح کیا اور پھر ان کو چھوڑ کر یہاں آ رہے کیا اس بات کا تم کو اذلت کے ایفا کے لیے عہد واثق کرالیا ہے اس کے مقابلہ میں حسن بن قارن نے محمد بن ابراہیم بن مصعب کی سمت سے قوہیار سے مراسلت کی تھی اور ضمانت بھی کی تھی کہ جو تم چاہو گے اسے امیر المومنین پورا کریں گے۔ قوہیار نے اس کی بات مان لی اور جو اس نے دوسروں سے وعدے کیے تھے وہی اس سے بھی کر لیے اور اس کی طرف جھک پڑا چنانچہ اس قرارداد کے مطابق محمد بن ابراہیم آمل سے روانہ ہوا حسن بن الحسین کو بھی اس معاملہ کی خبر ہو گئی۔

حسن بن حسین کی روانگی ہرمزآباد:

ابراہیم بن مہران کہتا ہے کہ میں ابوالعدی کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا جب زوال کا وقت ہوا میں اپنی قیام گاہ جانے لگا۔ میرا رستہ حسن کے خیمہ کے دروازے کے سامنے سے گزرتا تھا جب میں اس کے مقابل آیا تو میں نے دیکھا کہ حسن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور اس کے تین ترک غلاموں کے علاوہ اور کوئی اس کے ساتھ نہیں اسے دیکھ کر تعظیماً میں گھوڑے پر سے کودا اور میں نے سلام کیا۔ حسن نے کہا سوار ہو لو میں سوار ہو گیا۔ اس نے پوچھا آرم کا رستہ کون سا ہے میں نے کہا اس وادی پر سے ہے اس نے کہا اچھا تم میرے آگے چلو میں حسب الحکم آگے ہو گیا۔ چلتے چلتے میں اس درے پر پہنچا جہاں سے آرم دو میل فاصلہ پر تھا وہاں مجھ پر وحشت طاری ہوئی اور میں نے اس سے کہا جناب والا یہ بہت ہی خطرناک جگہ ہے۔ یہاں سے صرف ایک ہزار شہسوار گزرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ آپ واپس چلیں اور اس کے اندر داخل نہ ہوں اس نے مجھے للکارا آگے بڑھ۔ میں مجبوراً آگے بڑھا۔ خوف کی وجہ سے میرے حواس گم تھے۔ مگر آرم تک ہمیں رستے میں کوئی بھی نہ ملا۔

حسن بن حسین کی ہرمزآباد میں آمد:

وہاں پہنچ کر حسن نے مجھ سے پوچھا کہ ہرمزآباد کی راہ کون سی ہے میں نے کہا کہ اس پہاڑ پر سے یہ راستہ ہے مجھ سے کہا ادھر چلو میں نے کہا اللہ امیر کو ہمیشہ غالب و منصور رکھے۔ آپ اپنی ہماری اور اس مخلوق کی جانوں کا جو آپ کے ہمراہ ہے کچھ تو لحاظ کیجیے انھوں نے مجھے ڈانٹا کہ اے فاحشہ زادے! چل میں نے کہا جناب والا آپ میری گردن کاٹ دیں میں اس بات کو اس پر ترجیح دوں گا کہ مازیار کے ہاتھوں قتل ہوں اور امیر عبداللہ بن طاہر اس تمام واقعہ کی ذمہ داری میرے سر عائد کریں گے اس نے مجھے بہت سخت ڈانٹا جس سے میں سمجھا کہ زیادہ بولنا ٹھیک نہیں۔ ورنہ مار بیٹھے گا۔ اب میں نہایت خوفزدہ آگے بڑھا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابھی ہم سب پکڑے جائیں گے اور مجھے مازیار کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ مجھے دھتکارے گا اور طعنے دے گا کہ میں ہی اس

تک پہنچانے کا راہبر بنا۔ انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ دھوپ میں زردی ہے کہ دشمن کے دل میں برائی پیدا ہو اور وہ تمہارے ساتھ بدعہدی کر گزرے اور اس طرح اب تک جو کام تم نے کیا ہے وہ سب برباد جائے۔ تم پہاڑ کو جاؤ وہاں اس کے اطراف واکناف میں چوکیاں بٹھاؤ اور ایسے بلند مقام پر اپنی فرودگاہ قائم کرو جہاں سے دشمن نیچے ہو اور نظر آتا ہو۔ تاکہ اگر اس کے دل میں بدی کا خیال بھی آئے تو وہ اسے بروئے کار نہ لا سکے۔ حیان نے کہا میں خود واپس جانے والا ہوں اور اپنے تمام مال و اسباب کو بھی لے جانا چاہتا ہوں اور پیدل سپاہ کو پہلے کوچ کا حکم دیتا ہوں حسن نے کہا تم چلے جاؤ اور میں تمہارا مال واسباب اور آدمی تمہارے پیچھے ہی بعد میں بھیجے دے رہا ہوں۔ آج رات تم ساریہ میں بسر کرو اور جب وہ سب تمہارے پاس پہنچ جائیں تم پھر علی الصباح روانہ ہو جانا۔ چنانچہ حیان حسن کے حکم کے مطابق اسی وقت ساریہ روانہ ہوا۔

حیان کو قارن کے متعلق ہدایات:

اس کے بعد عبداللہ بن طاہر حکم اسے ملا کہ تم لیورہ میں فروکش ہو جاؤ یہ مقام کوہستان ہو جاؤ یہ مقام کوہستان ونداہرمز میں واقع ہے اور اس نام پہاڑی سلسلہ کا سب سے مستحکم اور ناقابل تسخیر مقام ہے مازیار کا اکثر مال یہیں تھا۔ عبداللہ نے اسے یہ بھی حکم دیا تھا کہ ان پہاڑوں اور مال میں سے قارن جو چاہے لے اس سے کسی بات کا انکار نہ کیا جائے۔ چنانچہ مازیار کا جس قدر مال وہاں تھا۔ اس سب کو قارن اٹھا لے گیا۔ اسی طرح اسپاندرہ میں مازیار کے جو ذخیرے تھے ان سب پر اس نے قبضہ کر لیا اور مسلتان کے احاطہ میں سرخستان کا جو کچھ تھا وہ بھی قارن نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس طرح اس ایک گھوڑے کی وجہ سے حیان کی ساری امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔

حیان بن جبلہ کی وفات:

اس کے بعد حیان کا انتقال ہو گیا۔ عبداللہ نے اس کی جگہ محمد بن الحسین بن مصعب کو اس کی فوج کا امیر مقرر کیا اور اسے بھی یہ ہدایت کی کہ وہ قارن کے ہاتھ کو کسی چیز میں نہ روکے۔

قوہیار کی حسن بن حسین سے ملاقات:

حسن بن الحسین خرماباز آیا۔ محمد بن موسیٰ بن حفص اور احمد بن الصیقر اس کے پاس آئے اور خلوت میں اس سے ملے اس نے ان کی کارروائی کو سراہا نیز قوہیار کو لکھا کہ مجھ سے آکر ملو۔ وہ خرماباذ میں حسن کے پاس آیا۔ حسن نے اس کی بہت تعظیم وتکریم اور خاطر مدارات کی اور جو اس نے سوال کیا اسے منظور کیا ایک دن دونوں کے درمیان طے پا گیا اس نے قوہیار کو پلٹا دیا۔ وہ مازیار کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے تمہارے لیے امان لے لی ہے اور اس آ گئی اور ہم ہرمزآباذ پہنچ گئے حسن نے مجھ سے پوچھا وہ جیل کہاں ہے جس میں مسلمان قید تھے میں نے وہ مقام بتا دیا۔ حسن اتر پڑا اور بیٹھ گیا ہم سب روزے سے تھے۔ سوار یکہ اور متفرق جماعتوں یکے بعد دیگرے وہاں پہنچنے لگے اس بے ترتیبی کی وجہ یہ تھی کہ حسن بغیر اطلاع کیے اکیلا چل کھڑا ہوا تھا اس کے آنے کے بعد جیسے جیسے فوج کو معلوم ہوتا گیا وہ اس کی سمت روانہ ہوئی گئی۔

یعقوب بن منصور کو طالقانیہ جانے کا حکم:

یہاں حسن نے یعقوب بن منصور کو بلا کر اس سے کہا کہ اے ابوطلحہ میں چاہتا ہوں کہ تم طالقانیہ جاؤ اور ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم

بن مصعب کے لشکر کو اپنے لطائف الحیل سے دو تین گھنٹے یا زیادہ وہ جس قدر تم سے بن آئے روک لو حسن اور طالقانیہ کے درمیان دو یا تین فرسنگ کا فاصلہ تھا۔

مازیار کی گرفتاری:

ہم حسن کے سامنے ایستادہ تھے اس نے قیس بن رنجویہ کو بلا کر اسے حکم دیا کہ تم کو تم ابھی لبورہ کے درے جاؤ یہ ایک فرسنگ سے بھی کم فاصلہ پر تھا اور اپنی فوج کے ساتھ اس کے سامنے مشعلیں روشن تھیں اپنی طرف آتے دیکھے جس نے مجھ سے پوچھا ابراہیم لبورہ کا راستہ کہاں ہے میں نے کہا اسی راہ سے مجھے شہسوار اور روشنی آتی دکھائی دی ہے میں اب تک خوف زدہ تھا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ دراصل بات کیا ہے اتنے میں وہ مشعلیں پاس آ پہنچیں میں نے دیکھا کہ مازیار اور قوہیار آ رہے ہیں اتنے میں وہ آئے اور اترے مازیار نے بڑھ کر حسن کو امیر کہہ کر سلام کیا مگر حسن نے اس کا جواب نہیں دیا اور طاہر بن ابراہیم اور اوس البلخی کا حکم دیا کہ اسے اپنے پاس گرفتار رکھو۔

زمیدوار بن خواہت کا قوہیار کو مشورہ:

زمیدوار بن خواہت جیلان کے بھائی نے بیان کیا ہے کہ اس رات کو میں چند آدمیوں کے ہمراہ قوہیار سے جا کر ملا اور میں نے اس سے کہا اللہ سے ڈرو تم نے ہمارے سرداروں کی طرز عمل کو بالکل چھوڑ دیا مجھے اجازت دو تو میں ابھی ان سب عربوں کو پکڑ لیتا ہوں میری جمعیت انتقام لینے کی بھوکی ہے اور عربوں کو بھاگنے کی بھی کوئی راہ نہیں اگر تم اس کی اجازت دو تو عمر بھر تمہارا نام عزت کے ساتھ زندہ رہے گا اس پر ہرگز اعتماد نہ کرو کہ عربوں کو تیار کر کے ہم پر چڑھا لایا ہے اس نے مازیار اور اس کے متعلقین کو محض اس لیے حسن کے حوالے کر دیا تا کہ بغیر کسی کی مخالفت اور خصومت کے ریاست و سرداری صرف تنہا اسی کو مل جائے۔

محمد بن ابراہیم کی حسن سے ملاقات:

صبح کے وقت حسن نے مازیار کو طاہر بن ابراہیم اور اوس البلخی کی نگرانی میں خرماباذ روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ اسے ساریہ لے جائیں اس کے بعد خود حسن سوار ہو کر وادی بابک کی راہ کانیہ کی سمت چلا گیا تا کہ محمد بن ابراہیم بن مصعب سے اثنائے راہ میں مل لے۔ دونوں کی ملاقات ہوئی محمد ہرمزآباد کے قصد سے جا رہا تھا تا کہ وہاں جا کر مازیار کو قبضہ میں کرے۔ حسن نے اس سے پوچھا اے ابوعبداللہ! کہاں اس نے کہا مازیار کے پاس حسن نے کہا وہ تو ساریہ پہنچا۔ وہ میرے پاس آ گیا تھا۔ میں نے اسے ساریہ بھجوا دیا ہے یہ سن کر محمد متحیر ہو گیا واقعہ یہ تھا کہ قوہیار حسن سے عذر کر کے مازیار کو محمد بن ابراہیم کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ مگر اطلاع ہونے کی وجہ سے حسن پہلے آ موجود ہوا۔ اس کے آ جانے کی وجہ سے قوہیار کو بدعہدی کی جرأت نہ ہو سکی جب اس نے دیکھا کہ حسن پہاڑ کے بیچ میں آ پہنچا ہے اسے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کی مخالفت کی تو وہ مجھ سے لڑ پڑے گا اس لیے اس نے چپکے سے مازیار کو حسب قرار اس کے حوالے کر دیا احمد بن الصیقر نے بھی قوہیار کو متنبہ کر دیا تھا کہ عبداللہ بن طاہر کے ساتھ بدمعاملگی اور دورخی تمہارے لیے مناسب نہیں کیونکہ اس قرارداد کی جو تم سے ہوئی ہے اسے باقاعدہ اطلاع ہو چکی ہے اس بنا پر قوہیار اپنے ارادے سے باز آ گیا اور اس نے مازیار کو حسن ہی کے حوالے کر دیا اس کے بعد محمد بن ابراہیم اور حسن بن الحسین ہرمزآباد میں آئے انہوں نے مازیار کے قصر کو جو یہاں تھا جلا ڈالا اور اس کے مال کو ضبط کر کے وہ دونوں حسن کی خرماباذ کی فرودگاہ میں چلے آئے انہوں نے مازیار اس کے بھائیو

کو بلا کر وہیں مازیار کے محل میں ان سب کو قید کر دیا اور پہرے بٹھا دیئے۔

حسن شہر ساریہ آ کر وہاں قیام پذیر ہو گیا اور مازیار اس کے خیمہ کے قریب ہی قید کر دیا گیا۔ حسن نے محمد بن موسیٰ بن حفص سے دریافت کیا کہ وہ بیڑی کہاں ہے جو مازیار نے تم کو پہنائی تھی۔ محمد نے بیڑی حسن کو بھیج دی۔ حسن نے وہی اب مازیار کو ڈلوادی۔

مازیار کی دولت واملاک کی فہرست تیار کرنے کا حکم:

محمد بن ابراہیم ساریہ میں حسن کے پاس آیا تا کہ مازیار کی دولت اور اس کے خاندان کے متعلق دونوں مشورہ کریں انھوں نے اس تمام معاملہ کو عبداللہ بن طاہر کے پاس لکھ کر بھیج دیا اور اس کے حکم کے منتظر رہے عبداللہ نے حسن کو لکھا کہ تم مازیار اس کے بھائیوں اور متعلقین کو محمد بن ابراہیم کے حوالے کر دو تا کہ وہ ان کو امیرالمومنین معتصم کی خدمت میں لے جائے عبداللہ نے ان کی دولت کے متعلق کچھ تعارض نہیں کیا صرف یہ لکھا کہ تم مازیار کی املاک کو اپنے قبضہ میں کرلو۔ اور ان کی فہرست بناؤ۔ حسن نے مازیار کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ جو تمہارے پاس ہو وہ کہہ دو۔ اس نے اہل ساریہ کے دس عمائد اور اصلحا کا نام بتایا کہ میرا روپیہ ان لوگوں کے پاس امانت ہے۔ قوہیار کو طلب کیا گیا اور ایک تحریر لکھی گئی جس میں قوہیار کو اس بات کا ضامن بنایا گیا کہ وہ اس روپیہ کو وصول کر کے داخل کر دے گا جس کی نشاندہی مازیار نے کی ہے مازیار نے اس کی ضمانت کی اور تحریر پر دستخط کر دیئے۔ اس کے بعد حسن نے دوسرے گواہوں کو جو وہاں بلائے گئے تھے حکم دیا کہ تم مازیار کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے اس کے بیان پر شہادت ثابت کرو ان شاہدوں میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ جب ہم اس کے پاس آئے تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ احمد بن الصیقر ضرور اسے برا بھلا کہے گا میں نے احمد سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے خلاف کچھ نہ کہیں اور اس مشورہ کا ذکر نہ کریں جو آپ نے اسے دیا تھا۔ یہ سن کر احمد خاموش ہو رہا۔

مازیار کی دولت:

مازیار نے کہا آپ سب لوگ شاہد رہیں کہ میرے پاس کل ۹۶ ہزار دینا ہیں سترہ دانے زمرد کے ہیں سولہ والے یا موت سرخ کے ہیں اور اٹھارہ چمڑے کے پٹارے ہیں جن میں مختلف قسم کے پیش بہا کپڑے ہیں تاج ہے تلوار ہے جس پر سونا اور جواہر لگے ہوئے ہیں طلائی مرصع خنجر ہے ایک بڑا پٹارہ ہے اس میں جواہر بھرے ہیں مازیار نے اسے ہمارے سامنے رکھ دیا تھا اور پھر نے کہا کہ میں اس نے کہا کہ میں اسے محمد بن الصباح اور قوہیار کے حوالے کرتا ہوں یہ محمد بن الصباح عبداللہ بن طاہر کا خزانچی اور فوج کا وقائع نگار تھا اس معاملہ کی تکمیل کے بعد اب ہم سب پھر حسن کے پاس آئے اس نے پوچھا آپ نے دیکھ لیا ہم نے کہا جی ہاں اس نے کہا میں نے ارادتاً یہ طرز عمل اختیار کیا ہے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی فرومائگی اور بے قدری مجھے معلوم ہو۔

مازیار کے جواہرات کی قیمت:

علی بن ابن النصرانی کاتب نے بیان کیا ہے کہ اس پٹارے جس قدر جوہر تھے وہ میں نے مازیار کے لیے اس کے دادا کے لیے اور شروین اور شہریار کے لیے ایک کروڑ اسی لاکھ درہم میں خریدے تھے مازیار نے یہ سب حسن بن الحسین کو لا کر دیئے تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ امان لے کر اس کے پاس آیا ہے۔ اور حسن نے اسے کے مال اور اولاد کو امان دے دی ہو اور اس کے باپ کے کوہستان اسی کے تفویض کیے ہیں مگر حسن اس میں سے مطلقاً کچھ نہیں لیا حسن تمام لوگوں میں درہم و دینار کے قبول کرنے میں نہایت

درجہ پاکباز تھا۔

مازیار کی روانگی:

صبح کو حسن نے مازیار کو طاہر بن ابراہیم اور علی بن ابراہیم الحربی کی معیت میں عبداللہ بن طاہر کے پاس روانہ کیا۔ مگر عبداللہ نے لکھا کہ اسے یعقوب بن منصور کے ساتھ روانہ کیا جائے وہ لوگ برباد کو لے کر نیں منزل نکل گئے تھے حسن نے آدمی بھیج کر اسے واپس بلالیا۔ اور اب یعقوب بن منصور کے ساتھ اسے روانہ کیا۔

قوہیار کا قتل:

حسن نے مازیار کے بھائی قوہیار کو حکم دیا کہ اب تم وہ مال لے کر پیش کرو جس کے تم ضامن ہو اور اس کے لیے اس نے چھاؤنی سے خچر دیئے اور یہ بھی حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ حفاظت کے لیے ساتھ بھیج دیا جائے مگر قوہیار نے اسے نہ مانا۔ اور کہا کہ مجھے فوج کی کچھ ضرورت نہیں ہے وہ اور اس کے آدمی خچر لے کر چلے اور پہاڑ میں آ کر انہوں نے خزانے کھول کر مال نکالا۔ ابھی انھوں نے اسے بار کرنے کے لیے آراستہ کیا تھا کہ مازیار کے دیلم غلام جو بارہ سو تھے اس پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے کہا تو نے ہمارے آقا کے ساتھ غدر کیا ان کو عربوں کے حوالے کر دیا اور اب تو ان کا مال لینے آیا ہے انھوں نے اسے پکڑ کر بیڑیوں میں جکڑ لیا اور رات ہونے کے بعد اسے قتل کر کے اس کا تمام مال اور خچر لوٹ لیا اس کی اطلاع حسن کو ہوئی۔ اس نے قوہیار کے قاتلوں کی سرکوبی کے لیے ایک فوج روانہ کی۔

قاتلین قوہیار کی گرفتاری:

قارن نے اپنی طرف سے ایک دوسری فوج ان کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجی قارن کے سردار نے ان میں سے کئی آدمی پکڑے جن میں مازیار کا چچیرا بھائی شہریار بن المصمغان بھی تھا یہی ان غلاموں کا سرغنہ اور محرک تھا۔ قارن نے اسے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا یہ قومس پہنچ کر مر گیا ان دیلموں کی جو پہاڑ کے دامن اور جنگل میں پکڑے گئے تھے ایک جماعت دیلم جا رہی تھی۔ محمد بن ابراہیم بن مصعب نے ان کو تاڑا اور اپنے پاس سے طبریہ وغیرہ کی ایک جماعت ان کو روکنے بھیجی۔ انھوں نے اشارے راہ میں آگے بڑھ کر ان کا سامنا کیا اور ان کی راہ مسدود کر دی اس طرح وہ سب کے سب گرفتار کر لیے گئے محمد نے ان کو علی بن ابراہیم کے ساتھ ساریہ بھیجا محمد بن ابراہیم ان پہاڑوں میں سلنبہ سے اس راستے سے داخل ہوا تھا جو روزبار ہوتا ہوا رویان جاتا ہے۔

مازیار کی بربادی کی وجہ:

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مازیار کی بربادی و ہلاکت اس کے چچیرے بھائی کی وجہ سے جو طبرستان کے کوہستانوں کا مالک تھا واقع ہوئی۔ مازیار کے قبضے میں کوہستان کے دامن تھے اور یہ تقسیم ان میں متوارث چلی آ رہی تھی۔

محمد بن حفص الطبری نے بیان کیا ہے کہ طبرستان میں تین کوہستان ہیں ایک دندا ہرمز کا پہاڑ جو طبرستان کے پہاڑوں کے بالکل وسط میں واقع ہے ایک اس کے بھائی ونداسنجان بن الانداد بن قارن کا پہاڑ اور تیسرا شروین بن سرخاب بن باب کا پہاڑ۔

قوہیار کی نظر بندی و رہائی:

جب مازیار کی قوت وشوکت بڑھ گئی اس نے اپنے اسی چچیرے بھائی کو جس کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اصل میں

اس کا بھائی قوہیار بے بلا بھیجا اور اپنے ہاں نظر بند کر لیا اور اس کے پہاڑ پر اپنی طرف سے دری کو والی بنا دیا جب اسے عبداللہ بن طاہر کے مقابلہ کے لیے سپاہ کی ضرورت ہوئی اس نے اپنے چچازاد بھائی یا حقیقی بھائی قوہیار کو بلا کر اس سے کہا کہ تم اپنے پہاڑ سے سب سے زیادہ واقف ہو نیز یہ بھی کہا کہ افشین ہمارے ساتھ ہے اور میری اس سے مراسلت ہو رہی ہے تم پہاڑ کی سمت میں ہو جاؤ اور میرے لیے اس کی حفاظت کرو۔ مازیار نے دری کو لکھا کہ میرے پاس آ جاؤ وہ آیا اس نے فوجیں دے کر اسے عبداللہ بن طاہر کے مقابلہ میں بھیج دیا اپنی جگہ اسے بالکل اطمینان تھا کہ پہاڑ کی حفاظت کا میں اپنے چچیرے یا حقیقی بھائی قوہیار کے ذریعہ پورا بندوبست کر چکا ہوں کیونکہ نہایت تنگ دروں اور گھنے جنگل کی وجہ سے چونکہ وہاں کسی بڑی فوج کی نقل وحرکت ممکن نہ تھی اس لیے یہ خیال تھا کہ اس سمت سے کوئی اس پر کامیاب یورش نہ کر سکے گا۔ البتہ جن دوسرے مقامات سے دشمن کی دراندازی کا اندیشہ تھا وہاں اس نے دری اور اس کی فوج کو متعین کر کے اس سمت سے اطمینان کر لیا تھا اس نے دری کے پاس دوسرے جنگ جو اور خود اپنی فرودگاہ کی فوج بھیج دی تھی۔

قوہیار کی مازیار سے مخاصمت:

عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچا حسن بن الحسین بن مصعب کو خراسان سے ایک زبردست فوج کے ساتھ مازیار سے لڑنے کے لیے بھیجے اور معتصم نے محمد بن ابراہیم بن مصعب کو بھیجا اس کے ساتھ انھوں نے ہادی کے مولی یعقوب بن ابراہیم البوشنجی کو جو قوصرہ کے لقب سے مشہور تھا فوج کا وقائع نگار مقرر کر کے ساتھ کیا۔ محمد بن ابراہیم حسن بن الحسین سے آ ملا۔ اور اب یہ سب فوجیں مازیار کی طرف بڑھیں۔ پیش قدمی کرتے ہوئے یہ اس کے قریب جا پہنچے مگر اب تک وہ اسی اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ کہ میں نے اس مقام کی حفاظت کا جہاں سے ان کو پہاڑ ملے گا پورا انتظام کر دیا ہے مازیار اپنے شہر میں تھوڑی سی جماعت کے ساتھ مقیم تھا اب اس کے چچازاد بھائی کے قلب میں اس کینہ اور عداوت کی آگ جو مازیار کی اس کے ساتھ بدسلوکی اور اس کے پہاڑ سے اس کی علیحدگی کی وجہ سے دبی ہوئی تھی پھر روشن ہوئی۔

قوہیار کی مازیار کے خلاف کارروائی:

اس نے حسن بن الحسین سے مراسلت کی اور مازیار کی فوجوں کی تمام حالت اور حقیقت سے اسے آگاہ کر دیا اور یہ بھی لکھا کہ افشین نے مازیار سے مراسلت کے ذریعہ ساز باز کی ہے حسن نے وہ خط عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ نے اسے اپنے ایک معتمد شخص کے ہاتھ معتصم کے پاس بھیج دیا اور عبداللہ اور حسن مازیار کے چچازاد بھائی سے جس کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قوہیار تھا مراسلت کے ذریعہ ایک سمجھوتہ کر لیا اور وعدہ کیا کہ جو وہ چاہے گا اسے منظور کر لیا جائے گا۔ اس نے عبداللہ بن کو بتایا کہ جس پہاڑ پر وہ اب فروکش ہے یہ دراصل اس کا اور اس کے آباواجداد کا ہے اور مازیار کی طرف سے ان کو ملا ہے البتہ جب مازیار نے فضل بن سہل کو طبرستان کا والی مقرر کیا۔ اس وقت اس نے اس پہاڑ سے مجھے بے دخل کر کے اپنے ہاں نظر بند کر لیا اور اس طرح میری توہین کی۔ عبداللہ نے اس سے یہ شرط کی کہ اگر کسی ترکیب سے مازیار کو پکڑے تو حسب سابق وہ پہاڑ پھر اسی کو دے دیا جائے گا۔ نیز اس کے علاوہ بھی جو کچھ مانگے گا اس کے دینے میں دریغ نہ کیا جائے گا اور نہ مخالفت کی جائے گی۔ مازیار کے بھائی نے اسے مان لیا اور اس کی بجا آوری کے لیے اس نے ایک باقاعدہ تحریر عبداللہ بن طاہر کو دے دی جس میں اس شرط کو تسلیم کر کے اس

کی بجا آوری کا عہد کر لیا۔

مازیار کا محاصرہ:

مازیار کے چچازاد بھائی نے حسن بن الحسین اور ان کے آدمیوں سے وعدہ کیا کہ میں تم کو پہاڑ میں لے جاؤں گا چنانچہ وقت مقررہ پر عبداللہ بن طاہر نے حسن کو دری کے مقابلہ پر پیش قدمی کرنے کا حکم دیا اور ایک بڑی کثیر التعداد فوج اپنے ایک سپہ سالار کی قیادت میں وسط شب میں اس غرض سے بھیجی یہ سب مازیار کے بھائی کے پاس پہاڑ میں پہنچے۔ اس نے تمام کوہستان ان کے حوالے کر کے ان کو اس میں داخل کر دیا۔ دری اپنے فوج کے سامنے صف بستہ ہوا مازیار کو اس تمام کارروائی کی اب تک کچھ خبر نہ تھی۔ وہ اطمینان سے اپنے قصر میں مقیم تھا۔ کہ یکا یک پیدل و رسالہ اس کے قصر کے دروازے پر آ کر ٹھہرا۔ دری دوسری فوج سے مصروف پیکار تھا۔ حملہ آوروں نے مازیار کا محاصرہ کر کے اس سے امیر المومنین معتصم کے تصفیہ پر ہتھیار رکھوا لیے اور اس نے خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

دری کی شکست وقتل:

عمرو بن سعید الطبری نے بیان کیا ہے کہ مازیار شکار کھیل رہا تھا اسی حالت میں سارلہ نے اسے جا پکڑا۔ پھر بزور شمشیر وہ اس کے قلعہ میں گھس گئے۔ اور ہر چیز پر جو وہاں تھی قبضہ کر لیا۔ اب حسن بن الحسین مازیار کو لے کر چلا۔ اس وقت تک دری اپنی مقابل فوج سے مصروف پیکار تھا اور اسے معلوم نہ تھا کہ مازیار دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو چکا ہے وہ لڑائی میں اسی طرح مشغول تھا کہ یکا یک عبداللہ بن طاہر کی فوج اس کے عقب میں پہنچ گئی اس کی وجہ سے دری کی تمام فوجیں درہم برہم ہوگئیں اس نے شکست کھائی وہ معرکہ سے دیلم کے علاقہ میں جانے کے لیے بھاگا۔ اس کے تمام ساتھی قتل کر دیئے گئے خود اس کے تعاقب میں فوج چلی اور انھوں نے اسے جالیا اس وقت اس کے ہمراہ بہت کم آدمی رہ گئے تھے وہ پلٹ کر ان سے لڑنے لگا اور مارا گیا اس کے سر کو کاٹ کر عبداللہ بن طاہر کو بھیج دیا گیا۔

افشین کے خطوط کے معاوضہ میں سفارش کا وعدہ:

اس سے پہلے ہی مازیار اس کے قبضہ میں آ چکا تھا عبداللہ بن طاہر نے اس سے کہا کہ اگر تم افشین کے خط مجھے دکھا دو تو میں امیر المومنین سے سفارش کروں گا کہ وہ تم کو معاف کر دیں اور میں اس بات کو بتائے دیتا ہوں کہ مجھے ان خطوں کا علم ہے کہ وہ تمہارے پاس ہیں۔ مازیار نے ان کا اقرار کر لیا تلاش کے بعد وہ مل گئے یہ کئی خط تھے۔ عبداللہ بن طاہر نے ان پر قبضہ کر کے انہیں مازیار کے ساتھ اسحٰق بن ابراہیم کے پاس روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ سوائے امیر المومنین کے ہاتھ میں دینے کے وہ ان خطوں اور مازیار کو ہرگز اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ تا کہ کسی طرح بھی وہ کسی اور کے ہاتھ نہ پڑ جائیں چنانچہ اسحٰق نے اس کی بہت احتیاط رکھی۔ اور ان خطوں کو خود معتصم کے ہاتھ میں دے دیا انہوں نے مازیار سے ان کی تصدیق چاہی اس نے اقرار نہیں کیا۔ معتصم نے اسے خوب پٹوایا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اسے بھی بابک کے پہلو میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔

مامون جب مازیار کو خط لکھتے تو اس طرح شروع کرتے یہ خط عبداللہ المامون کی جانب سے جیل جیلان اصبہذ ان بشوار خرشاد محمد بن قارن مولیٰ امیر المومنین کے نام لکھا جاتا ہے۔

بزرجشنس کی گرفتاری:

بیان کیا گیا ہے کہ دری کی زوال قوت کی ابتدایوں ہوئی کہ مازیار کی فوج کے اس کے ساتھ آ مطنے کے صدا سے معلوم ہوا کہ محمد بن ابراہیم کا لشکر دنباوند پر فروکش ہوا ہے اس نے اپنے بھائی بزرجشنس کو اس سمت بھیجا اور رستم الکلاری کے بیٹے محمد اور جعفر اور بعض سرحدی اور اہل رویان والوں کو اس کے ساتھ کیا اور ان کو حکم دیا کہ تم رویان اور رے کی سرحد پر جا کر ٹھہر و اور محمد بن ابراہیم کی فوج کو روکو حسن بن قارن نے رستم کے بیٹے محمد اور جعفر کو مراسلت کے ذریعہ لالچ دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا یہ دونوں دری کے خاص امرا میں تھے غرض کہ جب دری اور محمد بن ابراہیم کی فوجوں کا مقابلہ ہوا یہ دونوں بھائی دونوں سرحدوں والے اور اہل رویان دری کے بھائی بزرجشنس پر پلٹ پڑے اسے پکڑ کر قید کر لیا اور پھر محمد بن ابراہیم کے ساتھ شریک ہو کر اس کے مقدمہ میں متعین ہو گئے۔

محمد بن ابراہیم اور دری میں معرکہ:

اس وقت دری مرد نام ایک موضع میں اپنے قصر میں اہل وعیال اور اپنی پوری فوج کے ساتھ مقیم تھا جب اسے معلوم ہوا کہ خود میرے سرداروں اور فوج نے اس طرف میرے بھائی کے ساتھ دھوکہ کیا اور اسے اس کا سخت رنج واندوہ ہوا اس واقعہ کا اس کی فوج پر بہت ہی اثر ہوا انہوں نے ہمت ہار دی اور ان کے دل اس قدر مرعوب اور پست ہوئے کہ وہ سب کے سب اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی فکر کرنے کے لیے چلتے بنے۔ دری نے دیلموں کو بلا بھیجا۔ چار ہزار اس کے دروازے پر اکٹھا ہو گئے اس نے ان کو بہت لالچ دلائی۔ انعام واکرام دیا اور اب سوار ہو کر چلا۔ روپیہ بھی ساتھ لادا۔ اور اس طرح بڑھا کہ معلوم ہو کہ وہ اپنے بھائی کو محمد کے ہاتھ سے چھڑانے جا رہا ہے حالانکہ دراصل اس کا ارادہ تھا کہ جس طرح ہو سکے دیلم کے علاقہ میں چلا آئے اور وہاں ان سے محمد کے خلاف مدد لے۔ مگر خود محمد ہی آگے بڑھ کر اس کے سامنے آ گیا۔ اور یہاں دونوں میں ایک نہایت شدید معرکہ ہو گیا۔

قیدیوں کا جیل سے فرار:

دری کے چلے جانے کے بعد جیل کے محافظ بھاگ گئے قیدیوں نے اپنی بیڑیاں توڑیں اور نکل بھاگے اور اپنے اپنے وطن چلے گئے۔ جس روز اہل ساریہ جو مازیار کی قید میں تھے جیل خانے سے نکلے تھے عین اسی دن یہ لوگ جو دری کے ہاں قید تھے نکل گئے یہ واقعہ محمد بن حفص کے بیان کے مطابق ۱۳/ شعبان ۲۲۵ھ کا ہے دوسرے راویوں نے ۲۲۴ھ بتایا ہے۔

دری کا انجام:

داؤد بن قحذم محمد بن رستم کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ پہاڑ اور جنگل کے درمیان جھیل کے کنارے جو دیلم سے بالکل ملی ہوئی تھی محمد بن ابراہیم اور دری کا مقابلہ ہوا۔ دری ایک نہایت ہی دلاور بہادر تھا وہ بذات خود محمد کی فوج پر اس بے جگری سے حملے کر رہا تھا کہ ان کو اپنے سامنے سے ہٹا دیتا تھا اس کے بعد کنائی کاٹتا ہوا شکست کھائے بغیر اس گھنے جنگل میں گھسنے کے ارادے سے اس نے پھر ان پر حملہ کیا۔ مگر اس مرتبہ محمد بن ابراہیم کے ایک سپاہی فند بن حاجبہ نے اس پر حملہ کر کے اسے زندہ پکڑ لیا اور پلٹا لایا۔ فوج نے اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا اور جس قدر مال اسباب جانور اور اسلحہ اس کے پاس تھے' سب پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن ابراہیم نے دری کے بھائی بزرجشنس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد دری کو آواز دی گئی اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا وہ کہنی سے قطع کر دیا گیا اس نے پاؤں پھیلایا اسے گھٹنے پر سے کاٹ دیا گیا۔ اسی طرح دونوں دوسرے ہاتھ پاؤں قطع کیے گئے اب وہ اپنے جوتڑ پر بیٹھ گیا مگر اس

کے ضبط و تحمل کا یہ عالم تھا کہ اس تمام قطع و برید میں نہ اس نے ایک لفظ زبان سے نکالا اور نہ وہ بے چین و بے قرار نظر آیا۔ محمد کے حکم سے اس کی گردن مار دی گئی۔ محمد نے اس کے تمام ساتھیوں کو پکڑ کر ان کے بیڑیاں ڈلوا دیں۔

متفرق واقعات:

اس سال جعفر بن دینار یمن کا والی مقرر ہوا اس سال حسن بن الافشین کی شادی اترنجہ بنت اشناس سے ہوئی اور وہ جمادی الآخر کے آخر میں معتصم کے قصر عمری میں اپنی بیوی کے پاس گیا اترنجہ کی شادی میں سامرا کے تمام باشندے مدعو تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ جاڑی کے ایک بڑی گڑھاؤ میں غالیہ بھرا ہوا تھا۔ جو تمام براتیوں کے لگایا جاتا تھا خود معتصم مہمانوں کی خاطر میں عملاً شریک تھے۔

منکجور الاشروسنی کی بغاوت:

اس سال عبداللہ الورثانی نے ورثان میں حکومت کے مقابلہ میں سرتابی کی نیز اسی سال منکجور الاشروسنی نے جو افشین کا رشتہ دار تھا آذربائیجان میں علم بغاوت بلند کیا۔

افشین جب بابک کے قضیئے سے فارغ ہو کر جبال سے واپس آیا اس نے آذربائیجان پر جو اس کے تحت تھا اس منکجور کو والی مقرر کیا اسے بابک کے قریہ میں اس کے ایک مکان میں بہت بڑی دولت ملی جسے اس نے خود ہی رکھ لیا۔ نہ افشین کو اس کی اطلاع کی اور نہ معتصم کو عبداللہ بن عبدالرحمٰن ایک شیعہ آذربائیجان کا عامل پٹہ تھا اس نے معتصم کو اس مال کی خبر لکھ بھیجی۔ منکجور نے اس کی تکذیب کی اس طرح اس میں اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن میں مناظرہ ہو گیا۔ منکجور نے اسے قتل کر دینا چاہا۔ اس نے اہل اردبیل کے ہاں پناہ لی۔ انہوں نے اس کے دینے سے انکار کر دیا منکجور ان سے لڑ پڑا معتصم کو اس کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے افشین کو حکم دیا کہ وہ کسی شخص کو بھیج کر اسے برطرف کر دے افشین نے اپنے ایک سردار کو زبردست فوج کے ساتھ اس غرض سے بھیجا۔ منکجور کو اس فوج کی آمد کا علم ہوا۔ اس نے بغاوت کا اعلان کر دیا اور بہت سے ڈاکو اس کے پاس جمع ہوئے یہ اردبیل سے نکلا تھا کہ اس سردار نے اسے دیکھ لیا اور فوراً حملہ کر دیا۔ منکجور نے شکست کھائی۔

منکجور کی گرفتاری:

وہ بھاگ کر آذربائیجان کے ایک مستحکم قلعہ میں جو ایک بلند اور دشوار گزار پہاڑ میں واقع تھا اور جسے بابک نے برباد کر دیا تھا۔ پناہ گزیں ہوا اس نے قلعہ کی مرمت کی اسے پھر بنا لیا۔ اور وہیں قلعہ بند ہو گیا ایک ماہ سے کم گزرا تھا کہ خود اس کے ہمراہیوں نے اسے پکڑ کر افشین کے سردار کے حوالے کر دیا۔ وہ اسے سامرا لایا معتصم نے اسے قید کر دیا اور اس کے معاملہ کی وجہ سے وہ افشین سے بدظن ہو گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ جس سردار کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ خود بغاء الکبیر تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسے دیکھتے ہی خود منکجور امان لے کر اس کے پاس چلا آیا تھا۔

متفرق واقعات:

اس سال یاطس الرومی مر گیا اسے بابک کے پہلو میں سامرا میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اس سال رمضان میں ابراہیم بن المہدی کا انتقال ہوا معتصم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس سال محمد بن داؤد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۵ھ کے واقعات

متفرق واقعات:

اس سال محرم میں ورثانی امان لے کر معتصم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اس سال بغا کبیر کو سامرا لے آیا۔ اس سال معتصم سن گئے اور انھوں نے اشناس کو اپنا نائب بنایا اس سال ربیع الاول میں انھوں نے اشناس کو ایک کرسی پر بٹھایا۔ خود اس کے روبرو ہوئے اور اپنے ہاتھ سے بکلوس باندھا اس سال غناء مرتد کو جلایا گیا۔

جعفر بن دینار پر عتاب:

اس سال معتصم جعفر بن دینار سے اس لیے خفا ہو گئے کہ اس نے ان کے ایک خاص خدمت گار پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ انہوں نے اسے پندرہ دن اشناس کے ہاں قید رکھا۔ اسے یمن کی ولایت سے علیحدہ کر کے اس کی جگہ ایتاخ کو والی یمن مقرر کیا مگر پھر انہوں نے جعفر کی خطا معاف کر دی اور خوش ہو گئے۔ اس سال افشین فوج خاصہ کی امارت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ معتصم نے اس منصب پر اسحٰق بن معاذ کو مقرر کیا۔

دربار عام میں مازیار اور افشین کی طلبی:

اس سال عبداللہ بن طاہر نے مازیار کو بارگاہ خلافت میں روانہ کیا اسحٰق بن ابراہیم دسکرہ تک لینے آئے اور شوال میں وہ مازیار کو سامرا میں لے کر آیا۔ معتصم میں لے کر آیا۔ معتصم نے حکم دیا کہ اسے ہاتھی پر سوار کر کے لایا جائے مگر۔ مازیار نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور اب وہ خچر پر پالان میں بٹھا کو لایا گیا۔ ۵ ذی قعدہ کو معتصم نے دربار عام کیا اور حکم دیا کہ اسے اور افشین کو ایک وقت میں حاضر کیا جائے۔ اس سے ایک روز پہلے افشین قید کر دیا گیا تھا۔ مازیار نے اس بات کا اقرار کیا کہ افشین سے میری مراسلت ہوتی تھی اور افشین میری بغاوت کو حق بجانب ٹھہراتا تھا اور اغوا کرتا تھا۔ معتصم نے افشین کے متعلق حکم دیا کہ اسے پھر اس کے قید خانے میں واپس لے جاؤ اور مازیار کو پٹوایا۔ چار سو پچاس کوڑے اس کے لگے۔ اس نے پانی مانگا اور پیتے ہی اس وقت وہ مر گیا۔ اس سال معتصم افشین سے ناراض ہوئے اور انہوں نے اسے قید کر دیا۔ افشین کی یہ عادت تھی کہ بابک کی جنگ اور اس کے علاقہ میں قیام کے زمانے میں اہل آرمینیا جو ہدایا اسے بھیجتے وہ اسے براہ راست اشروسنہ روانہ کر دیتا۔

افشین کے قاصدوں کی جامہ تلاشی:

چونکہ وہ چیزیں عبداللہ بن طاہر کے ہاں سے گزرتیں اس کو ان کا علم ہو جاتا وہ معتصم کو اس اطلاع لکھ بھیجتا۔ معتصم ہدایت کرتے کہ افشین جس قدر ہدایا اشروسنہ بھیجے تم ان سب کو قلم بند کر لو۔ عبداللہ اس پر کاربند ہوا۔ افشین کا یہ طریقہ تھا کہ جب اس کے پاس رقم مہیا ہو جاتی وہ دیناروں کی ہمیانیاں بقدر برداشت اپنے آدمیوں کی کمر میں بندھوا دیتا۔ اس طرح ایک شخص ایک ہزار یا اس سے زیادہ دینار اپنی کمر میں باندھ کر لے جاتا۔ عبداللہ کو اس کی بھی خبر کر دی گئی انہیں دنوں میں افشین کے قاصد مال لیے ہوئے

نیشا پور اترے تھے۔ عبداللہ بن طاہر نے ان کو گرفتار کرا کر ان کی جامہ تلاشی لی ان کی کمر میں ہمیانیاں پائی گئیں۔ عبداللہ نے ان پر قبضہ کرلیا اور پوچھا کہاں سے ملیں انہوں نے کہا یہ افشین کے نذرانے اور اس کا مال ہے۔

عبداللہ بن طاہر کا افشین کے مال پر قبضہ:

عبداللہ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو اگر میرے بھائی افشین اس قدر روپیہ بھیجنا چاہتے تو وہ مجھے ضرور اس کے متعلق لکھ دیتے تا کہ میں اس کی حفاظت اور بدرقہ کا انتظام کرتا۔ یہ تو بڑی رقم ہے۔ تم چور معلوم ہوتے ہو۔ عبداللہ بن طاہر نے وہ روپیہ لے کر اپنی فوج میں جو اس کے پاس اس وقت تھی تقسیم کر دیا۔

مال کے متعلق افشین سے استفسار:

اور افشین کو لکھا کہ اس روپیہ کے متعلق ان لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔ کہ وہ تم نے بھیجا ہے میں اس بات کو باور نہیں کرتا کہ تم اس قدر کثیر رقم اشروسنہ بھیجو اور اس کے متعلق مجھے نہ لکھو۔ اور نہ اس کی حفاظت کے لیے کو بدرقہ ساتھ کرو اگر وہ تمہارا نہ تھا تو میں نے اسے اس روپیے کے بجائے جو سالانہ امیر المومنین مجھے بھیجا کرتے ہیں فوج میں تقسیم کر دیا ہے اگر وہ تمہارا ہے' جیسا کہ ان لانے والوں کا بیان ہے تو جب امیر المومنین کے ہاں سے رقم آئے گی میں تم کو واپس کر دوں گا ورنہ اگر اس کے علاوہ کچھ اور بات ہے تو امیر المومنین اس مال کے سب سے زیادہ مستحق ہیں میں نے اسے ان کی فوج کو دیئے دیا ہے کیونکہ میں اسے ترکوں کے علاقے میں بھیجنا چاہتا ہوں۔ افشین نے جواب میں لکھا کہ میرا اور امیر المومنین کا ایک ہی مال ہے۔

افشین کی قاصدوں کو رہا کرنے کی سفارش:

اس میں کچھ فرق نہیں۔ تم ان لوگوں کو چھوڑ دو کہ وہ اشروسنہ چلے جائیں عبداللہ نے ان جانے دیا وہ چلے گئے اس واقعہ سے افشین اور عبداللہ کے تعلقات خراب ہو گئے۔ اور اب عبداللہ اس کی کمزوریوں کی تلاش میں لگ گیا۔

افشین کی سازش کا انکشاف:

افشین گاہے معتصم کی زبان سے کچھ ایسی باتیں سنا کرتا جس سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ آل طاہر سے بددل ہو گئے ہیں اور ان کو خراسان سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں اس سے خود اس کے دل میں خراسان کی ولایت کی طمع پیدا ہوئی۔ اسی منصوبہ کی وجہ سے اس نے مازیار سے ساز باز شروع کی اسے حکومت کی مخالفت پر برانگیختہ کیا اور اطمینان دلایا کہ خلیفہ کو میں تمہاری طرف سے ہموار کر کے باز رکھوں گا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر مازیار نے بغاوت کر دی تو معتصم مجبوراً اسی کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجیں گے اور عبداللہ بن طاہر کو خراسان کی ولایت سے علیحدہ کر کے اس کو مقرر کر دیں گے۔ مگر مازیار کا جو حشر ہوا وہ گزر چکا ہے۔ منکجور کا نہ آذربائیجان میں جو حشر ہوا اسے بھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ ان تمام واقعات سے معتصم کو افشین کی خفیہ سازش مازیار سے مراسلت اور منکجور کا اغوا اچھی طرح ثابت ہو گیا اور ان کو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ درپردہ افشین کے حکم اور اشارے سے ہوا ہے وہ افشین سے کبیدہ خاطر ہو گئے اسے بھی اس تغیر کا احساس ہوا۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کرے۔

افشین کا فرار ہونے کا منصوبہ:

آخر کار اس نے ارادہ کر لیا کہ اپنے قصر میں بہت سے پیپے تیار رکھے اور جس وقت معتصم اور ان کے امرا شغل میں ہوں وہ

کسی حیلہ سے موصل کی راہ لے اور دریائے نساب کو ان پیپوں پر عبور کر کے آرمینا ہوتا ہوا بلا دخرز میں جا پہنچے۔ مگر یہ بات بھی اس سے نہ بن پڑی۔ اس کے بعد اس نے بہت ساز ہر مہیا کیا اور ارادہ کیا کہ معتصم اور ان کے امراء کی کھانے کی دعوت کرے اور پھر ان کو زہر دے دے اور اگر معتصم خود دعوت قبول نہ کریں تو جس روز وہ شغل میں ہوں اس روز ان سے اجازت لے کر ان کے ترک امرا اشناس اور ایتاخ وغیرہ کو کھانے کی دعوت میں بلائے ان کو کھلا پلا کر زہر دے۔ جب وہ اس کے پاس سے چلے جائیں وہ اوّل شب میں روانہ ہوا اور پیپے دریا کے عبور کرنے کے اور سامان کو جانوروں پر بار کر کے ساتھ لئے دریائے زاب پہنچ کر اپنا تمام اسباب وسامان تو ان پیپوں پر عبور کرائے اور ممکن ہو تو سواری کے جانور دریا کو تیر کر عبور کریں پھر ان پیپوں کو آگے بھیجے تا کہ انھیں کے ذریعہ وہ دجلہ کو عبور کر سکے۔ اور وہاں سے وہ آرمینیا میں جس کی ولایت اسی کے تفویض تھی داخل ہو اور وہاں سے ان کو لے کر خزر کے علاقے میں آئے اور وہاں سے گھوم کر بلا دترک ہوتا ہوا بلا د اشروسنہ پہنچ جائے۔ اور پھر وہ خزر کو مسلمانوں کے خلاف اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔

داجس کو افشین سے خطرہ:

وہ اس ارادے کی تکمیل میں مصروف رہا مگر اس میں دیر لگی جس کی وجہ سے اس سے یہ بھی نہ ہو سکا افشین کے سردار حسب دستور دربار نوبت بہ نوبت معتصم کے ہاں حاضر رہتے تھے داجس الاشروسنی اور ایک دوسرے سردار کے درمیان جو افشین کے منصوبے سے آگاہ تھا' اس کے متعلق گفتگو ہوئی اور داجس نے سن کر کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ وہ ایسا کر سکے گا اور یہ بات پوری نہ ہوگی اس نے داجس کا یہ قول افشین سے جا کر بیان کیا افشین کے ان خدمت گاروں میں سے جو داجس سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ ایک شخص نے وہ بات سن لی جو داجس کے متعلق کہی داجس اپنی نوبت سے گھر واپس آیا افشین کے خدمت گار نے اس کے پاس آ کر اس سے بیان کیا کہ تمہاری بات افشین کو پہنچ گئی ہے۔ داجس کو اپنی جان خطرہ میں نظر آئی۔

ایتاخ کو داجس کی حوالگی:

وہ اسی وقت سوار ہو کر نصف شب میں امیر المومنین کے محل آیا معتصم سو چکے تھے وہ ایتاخ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں امیر المومنین کے فائدے کی ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ ایتاخ نے کہا ابھی تو تم یہاں سے گئے ہو امیر المومنین سو چکے ہیں اس نے کہا میں صبح تک انتظار نہیں کر سکتا ایتاخ نے ایک شخص کو دستک دے کر بیدار کیا اس نے داجس کی بات معتصم سے جا کر کہہ دی۔ معتصم نے کہا داجس سے کہو کہ اب تو وہ گھر جائے علی الصباح حاضر ہو داجس نے کہا۔ اگر اب رات کو میں واپس ہوا میری جان جائے گی۔ معتصم نے ایتاخ کو حکم بھیجا کہ تم آج رات اسے اپنے پاس رکھو۔ ایتاخ نے اسے سلا دیا۔ صبح تڑکے نماز کے وقت اس نے داجس کو پیش کر دیا۔ اس نے معتصم سے پورا واقعہ جس کی اسے اطلاع تھی بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن حماد بن دنقش اپنے کاتب کو افشین کے بلانے کے لیے بھیجا۔

افشین کی گرفتاری:

افشین سیاہ لباس پہن کر حاضر ہوا۔ معتصم نے حکم دیا کہ یہ لباس اتار لیا جائے اور اسے قید کر دیا جائے۔ اسے محل میں قید کر دیا گیا پھر محل کے اندر ہی اس کے لیے ایک مرتفع منزل بنائی گئی لولوہ اس کا نام رکھا جو لولوہ افشین کے نام سے مشہور ہے معتصم نے عبداللہ بن طاہر کو لکھا کہ تم کسی طرح حسن بن الافشین کو گرفتار کرو۔ حسن کے متعدد خط عبداللہ کے پاس آ چکے تھے۔ جس میں اس نے

نوح بن اسد کی شکایت کی تھی کہ وہ میری جائداد اور علاقے پر چیرہ دستی کرتا ہے آپ اس کا تدارک کریں۔

حسن بن افشین کی گرفتاری:

عبداللہ نے نوح بن اسد کو حسن کے متعلق ابن الافشین کے خط سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ تم اپنی تمام جمعیت اکٹھا کر کے تیار رہو جب حسن بن الافشین اپنی ولایت کا پروانہ لے کر آئے اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ دوسری طرف اس نے حسن بن الافشین کو لکھا کہ میں نوح بن اسد کو برطرف کر کے اس کی جگہ تم کو مقرر کرتا ہوں یہ اس کی برطرفی کا مراسلہ ہے۔ حسن اس اطمینان پر صرف چند آدمیوں اور معمولی طور پر مسلح ہو کر نوح بن اسد کے پاس آیا اسے یقین تو تھا کہ اب میں اس علاقہ کا والی ہوں مگر نوح نے اسے پکڑ کر بیڑیاں ڈال دیں۔ اور عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا اس نے انسے معتصم کے پاس بھجوا دیا۔

افشین کے لیے جو قید خانہ بنایا گیا تھا وہ منارہ کے مشابہ تھا اس کے وسط میں صرف اتنی وسعت تھی کہ وہ بیٹھ سکے اس کے نیچے سپاہیوں کا پہرہ مقرر تھا۔ جب وہ گھومتا تھا تو پہرہ بدل دیا جاتا تھا۔

افشین کا مقدمہ:

ہارون بن عیسیٰ بن المنصور کہتا ہے کہ میں معتصم کے ہاں آیا وہاں احمد بن ابی داؤد اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب اور محمد بن عبدالملک الزیات موجود تھے۔ افشین کو حاضر کیا گیا۔ جواب بہت سخت قسم کے قید میں نہ تھا۔ کچھ اعیان وعمائد بلائے گئے تاکہ افشین سے مقابلہ کرایا جائے منصور کے بیٹوں کے علاوہ اہل مراتب میں سے کسی کو محل میں ٹھہرنے نہیں دیا گیا۔ سب لوگ اٹھا دیئے گئے۔ محمد بن عبدالملک الزیات نے اس سے جواب وسوال شروع کیا جن لوگوں کو تحقیق الزامات کے لیے بلایا گیا تھا' ان میں طبرستان کا رئیس مازیار تھا۔ موبذ تھا۔ مرزبان بن ترکش سغد کا ایک رئیس اور اہل سغد کے دو اور آدمی تھے۔ محمد بن عبدالملک نے ان آخر الذکر سغدیوں کو آواز دی ان پر روئی کے موٹے لبادے پڑے تھے۔ اس نے پوچھا یہ کیوں پہنے۔

سغدی امام وموذن کی گواہی:

انھوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی جس پر گوشت مطلق نہ تھا۔ محمد نے افشین سے پوچھا ان کو جانتے ہو اس نے کہا ہاں ایک موذن ہے اور ایک امام ہے اور دونوں نے اشروسنہ میں ایک مسجد بنائی تھی۔ میں نے ان دونوں کو ہزار ہزار کوڑے لگوائے کیونکہ میرے اور روساء سغد کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کی جائے جو جس مذہب کا پیرو ہے وہ آزادانہ طریقہ پر اس پر عمل پیرا رہے۔ مگر ان دونوں نے اہل اشروسنہ کے بت خانے میں گھس کر بتوں کو نکال پھینکا اور اسے مسجد بنا لیا۔ اس قانون اور معاہدہ سے تجاوز اور اہل اشروسنہ کو ان کے بت خانے سے بے دخل کرنے کی پاداش میں میں نے ان کو یہ سزا دی۔

کتاب کے متعلق افشین سے استفسار:

محمد بن عبدالملک الزیات نے پوچھا وہ کتاب کیا ہے جسے تم نے مذہب اور مرصع کر کے دیباج میں اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے جس میں اللہ کا انکار ہے۔ افشین نے کہا یہ کتاب مجھے اپنے باپ سے ورثہ میں ملی ہے۔ اس میں عجم کے آداب میں سے ایک ایک ادب کا ذکر ہے۔ تم نے کفر کا ذکر کیا ہے تو صرف اس کے ادب سے مستفید ہوتا ہوں مجھے اس کے ماسوا اسے کیا مطلب۔ جب وہ کتاب مجھے ملی تھی اسی حالت میں ملی تھی۔ مجھے اس کی ضرورت کبھی داعی نہ ہوئی کہ میں ایسی بیش قیمت اشیا کو فروخت کرتا۔ اس لیے

جس طرح کلیلہ ومنہ اور مزدک کی بات تمہارے مکان میں موجود ہے اسی طرح یہ کتاب میرے پاس رہی میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

موبذ مجوسی کے افشین پر الزامات:

اس کے بعد موبذ آگے بڑھا اس نے کہا کہ یہ گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت کھایا کرتا تھا اور مجھے بھی اس کے کھانے کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ذبیحہ سے یہ زیادہ لذیذ ہے یہ ہر چہار شنبہ کے دن ایک سیاہ بکری مارتا تھا اس کی کمر پر تلوار مار کر اس کے دو حصے کر دیتا اور پھر انہیں روند کر اس کا گوشت کھاتا۔ اس نے ایک دن مجھ سے یہ بات بھی کہی کہ ان مسلمانوں کی وجہ سے مجھے وہ تمام کام کرنا پڑے جن کو میں ناپسند کرتا ہوں ان کی وجہ سے میں نے زیتون کھایا اونٹ پر بیٹھا اور جوتا پہنا حالانکہ اب تک نہ میں نے بال مونڈے اور نہ ختنہ کرائی۔

افشین کی موبذ سے جرح:

افشین نے کہا مجھے یہ بتایئے کہ جو شخص ان باتوں کو بیان کر رہا ہے کیا وہ اپنے مذہب کی وجہ سے ثقہ ہے یہ موبذ مجوسی تھا اس کے بعد متوکل کے ہاتھ پر اسلام لایا اور ان کا ندیم ہوا لوگوں نے کہا ہم اسے قابل وثوق نہیں سمجھتے افشین نے کہا تو پھر اس کی شہادت کے قبول کرنے کا کیا مطلب ہوا جس شخص کو نہ تم قابل وثوق سمجھتے ہو اور نہ اسے عادل جانتے ہو اس کی شہادت کیوں قبول کرتے ہو اس کے بعد اس نے موبذ کو خطاب کر کے کہا کیا کبھی میرے اور تمہارے گھر کے بیچ میں کوئی دروازہ یا کھڑکی تھی جہاں سے تم میری خانگی زندگی کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اس نے کہا نہیں افشین نے کہا کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ میں تم کو اپنے پاس بلاتا تھا اپنا دلی راز کہتا۔ عجمی مذہب کو بیان کرتا اور اس مذہب اور اہل مذہب سے اپنے میلان طبع کا اظہار کرتا۔ اس نے کہا ہاں افشین نے کہا تو جب تم نے میرے راز کو جس کا میں نے تم کو امین بنایا تھا افشا کر دیا تو معلوم ہوا کہ نہ تم اپنے دین میں پکے ہو اور نہ اپنے عہد کے ایفا میں پورے ہو اس کے بعد موبذ الگ ہو گیا۔ اور اب مرزبان بن ترکش آگے بڑھا۔

مرزبان بن ترکش کا افشین پر الزام:

لوگوں نے افشین سے پوچھا اسے جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں مرزبان سے پوچھا گیا تم اسے پہنچانتے ہو اس نے کہا ہاں یہ افشین ہے لوگوں نے افشین سے کہا یہ مرزبان ہے مرزبان نے اس سے کہا اے زمانے بھر کے عیار تو کب تک نفاق اور ظاہر داری برتے گا۔ افشین نے کہا اے دراز ریش کیا کہتا ہے اس نے کہا بتاؤ۔ تمہاری رعایا کس طرح تم کو خطاب کرتی ہے۔ افشین نے کہا اے دراز ریش کیا کہتا ہے اس نے اور داوا کو کرتے تھے۔ مرزبان نے کہا تو زبان سے کہا ہاں۔ مرزبان نے کہا کیا عربی میں اس کے معنی یہ نہیں ہیں الی الہ الالھتہ من عبدہ فلاں بن فلاں اس نے کہا ہاں محمد بن عبدالملک الزیات نے کہا کہ جب مسلمان اس بات کو گوارا کرنے لگے کہ ان کو یہ الفاظ لکھے جائیں تو اب فرعون کی کیا خطا رہ گئی۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ انا ربکم الاعلی۔ افشین نے کہا میرے باپ دادا کا یہی دستور تھا۔ اور اسلام لانے سے پہلے خود میرا یہی آئین تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد میں نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا کہ اپنے کو ان کے سامنے فروتر کروں کیونکہ پھر وہ میرے قابو میں نہ رہتے۔ اسحٰق بن ابراہیم نے اس سے کہا حیدر جب تم کو بھی وہی دعویٰ ہے جو فرعون کا تھا تو پھر کیوں تم ہمارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہو اور تمہاری قسم کو باور کریں۔ افشین

نے کہا اے ابوالحسین اسی سورہ کو عجیف نے علی بن ہشام کے سامنے پڑھا تھا۔ آج اسے تم مجھے سنا رہے ہو تو اب دیکھو کہ کل کون تم کو یہ سناتا ہے۔

افشین کے خلاف مازیار کی گواہی:

اس کے بعد طبرستان کا رئیس مازیار آگے بڑھا افشین سے پوچھا گیا تم اسے جانتے ہو' اس نے کہا ہاں یہ افشین ہے اب افشین کو بتایا گیا کہ یہ مازیار ہے افشین نے کہا ہاں اب میں نے اسے پہچانا۔ افشین سے سوال ہوا کیا تم نے اس سے خط و کتابت کی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مازیار سے پوچھا گیا اس نے تم کو خط لکھا تھا اس نے کہا ہاں! افشین کے بھائی خاش نے میرے بھائی قوہیار کو یہ بات لکھی تھی کہ اس ہمارے دین بیضا کو مدد میرے تمہارے اور بابک کے سوا کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ ہم میں سے بابک تو اپنی حماقت کی وجہ سے مارا گیا حالانکہ میں نے کوشش کی تھی کہ وہ موت سے بچ سکے مگر اس کی حماقت نے نہ مانا اور آخر کار اسی وجہ سے مارا گیا۔ اب اگر تم نے مخالفت کا اعلان کر دیا تو یہ ہمارے دشمن ضرور سمجھے تمہارے مقابلہ پر بھیجیں گے۔ میرے ساتھ نہایت جوان مرد اور شہسوار شجاع ہیں اگر میں تمہارے پاس چلا آیا تو اب یہاں یہ صرف تین قومیں ہم سے لڑنے کے لیے رہ جائیں گے۔ عرب مغربی اور ترک' عربوں کو میں کتے کے برابر سمجھتا ہوں ہڈی کا ٹکڑا ڈال کر ڈنڈے سے سر کچل دوں گا۔ یہ مکھیاں یعنی مغربی ان کی کیا حقیقت ہے۔ یہ ایک لقمہ ہیں۔ اب رہ گئے یہ شیاطین کے بچے ترک تو یہ صرف ایک گھڑی کے مرد ہیں جہاں ان کے تیر ختم ہوئے رسالہ کے ایک ہی حملہ میں ان کا بالکل صفایا سمجھو پھر ہمارے دین کو وہی عروج حاصل ہو جائے گا جو عجم کے عہد میں تھا۔

مازیار کے متعلق افشین کا بیان:

افشین نے کہا اس کا دعویٰ اس کے اپنے بھائی اور میرے بھائی پر ہے۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر کیسے عاید ہو سکتی ہے اگر خود میں نے یہ بھی خط اسے اس غرض سے لکھا ہوتا کہ وہ میری طرف مائل ہو کر مجھ پر اعتماد کرنے لگے تو اس میں بھی کوئی حرج نہ تھا۔ جب کہ میں اپنے زور بازو سے خلیفہ کی مدد کی تو میرے لیے یہ بات بالکل زیبا ہوتی کہ میں اپنے تدبیر اور ہوشیاری سے اب بھی ان کی مدد کروں اس طرح میں اس کی گدی پکڑ کر اسے ان کی خدمت میں حاضر کر دیتا اور جس طرح عبداللہ بن طاہر نے اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے ہاں اپنی بات بڑھائی ہے میں بھی اپنا رسوخ اور اثر بڑھاتا۔ اب مازیار کو ہٹا دیا گیا۔

افشین کا غیر مختون ہونے کا اعتراف:

جب افشین نے مرزبان الترکشی اور اسحٰق بن ابراہیم کو دندان شکن جواب دیئے تو ابن ابی داؤد نے افشین کو ڈانٹا۔ افشین نے اس سے کہا اے ابوعبداللہ جب تم اپنا چوغا ہاتھ سے اٹھاؤ اپنے شانے پر ڈالتے ہو' تو ایک جماعت کو قتل کر دیتے ہو۔ ابن ابی داؤد نے اس سے پوچھا تم مطہر ہو اس نے کہا نہیں۔ ابن ابی داؤد نے پوچھا اب تک تم نے یہ کیوں نہیں کیا حالانکہ اس سے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے اور اسی سے نجاست سے کامل طہارت حاصل ہوتی ہے۔ افشین نے کہا کیا اسلام میں تقیہ جاری نہیں۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ افشین نے کہا تو اس وجہ سے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنے اس عضو کو اپنے بدن سے قطع کر دوں گا تو مر جاؤں گا۔ اس نے کہا یوں تو تم نیزہ زنی اور شمشیر زنی کے خوف سے کبھی لڑائی سے باز نہیں رہتے اور محض ایک زاہد کھال کے کٹوا دینے سے اس قدر خائف ہو افشین نے کہا جنگ ایک ضرورت ہے کہ جب مجھ پر پڑ جاتی ہے مجھے لامحالہ لڑنا پڑتا ہے اور ختنہ ایسی بات ہے کہ اس کی تکلیف میں خود

اپنے ہاتھوں لوں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے ساتھ ہی میری جان نکل جائے گی اور اس بات کا مجھے علم نہیں کہ اگر میں غیر مختون رہوں تو اسلام سے خارج ہو جاؤں گا۔

افشین کی قید خانہ میں واپسی:

ابن ابی داؤد نے بغاء الکبیر ابوموسیٰ الترکی کو آواز دی کہ بغا اب اس کا سارا حال تم پر منکشف ہو چکا ہے تم اسے سنبھالو۔ بغا نے ہاتھ بڑھا کر افشین کا کمر بند کھینچ لیا۔ اس نے کہا میں آج سے پہلے سے تمہارے اس سلوک کا متوقع تھا۔ بغا نے اس کی قبا کا دامن پلٹ کر اس کے سر پر ڈالا۔ قبا کے دونوں حصوں کے ملنے کی جگہ سے اس کی گردن تھامی اور پھر باب الوزیری سے نکال کر اسے اس کے محبس میں لے آئے۔

اس سال عبداللہ بن طاہر نے حسن بن الافشین اور اترنجہ بنت اشناس کو گرفتار کر کے سامرا بھیج دیا۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس سال محمد بن داؤد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۶ھ کے واقعات

رجاء ابن ابی الضحاک کا قتل:

اس سال علی بن اسحٰق بن یحییٰ بن معاذ نے جو صول اور ارتکین کی جانب سے دمشق میں ناظم کوتوالی تھا اچانک رجاء ابن ابی الضحاک پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور پھر پاگل بن گیا۔ احمد بن ابی داؤد نے اس کی سفارش کی اور وہ جیل سے رہا کر دیا گیا۔ حسن بن رجاء سامرا کے راستے میں اسے حالت جنون میں دیکھا کرتا تھا۔

اس سال محمد بن عبداللہ بن طاہر بن الحسین کا انتقال ہوا محمد کے مکان میں معتصم نے اس کی نماز پڑھی۔

افشین کو نئے پھلوں کا تحفہ:

حمدون بن اسمٰعیل نے بیان کیا ہے کہ جب نئے پھل آئے معتصم نے فصل کے ان نئے پھلوں کو ایک طباق میں رکھ کر اپنے بیٹے ہارون الواثق سے کہا کہ تم خود ان کو افشین کے پاس لے کر جاؤ اور اسے دو۔ واثق ان پھلوں کو اٹھوا کر لولوۃ لایا۔ جہاں افشین قید تھا۔ افشین نے طباق دیکھا اس میں پلم یا آلو بخارے میں سے کوئی ایک پھل موجود نہ تھا افشین نے واثق سے کہا کہ طباق تو بہت ہی عمدہ ہے مگر اس میں نہ آلو بخارہ ہے اور نہ پلم واثق نے کہا میں اب جا کر وہ بھی بھیج دوں گا۔

افشین کی معتصم کے معتمد علیہ سے ملاقات کی خواہش:

اس سال افشین مر گیا افشین نے ان پھلوں میں سے کسی کو ہاتھ نہ لگایا اور جب وہ جانے لگا افشین نے اس سے کہا۔ آپ میرے آقا کو اسلام کہیں اور عرض کریں کہ وہ اپنے ایک معتمد علیہ کو میرے پاس بھیج دیں تاکہ جو میں کہوں اسے وہ ان کے گوشگزار کر دے۔ معتصم نے حمدون بن اسمٰعیل کو حکم دیا کہ تم اس کے پاس جاؤ۔ یہ حمدون بن اسمٰعیل متوکل کے عہد میں اسی افشین کے محبس میں سلیمان بن وہب کی نگرانی میں قید ہوا اور قید ہی کے زمانے میں اس نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے حمدون نے بیان کیا کہ معتصم نے مجھے

اس کے پاس بھیجا اور کہہ دیا کہ وہ طول طویل گفتگو کرے گا۔ تم زیادہ نہ ٹھہرنا میں اس کے پاس آیا۔ پھلوں کا طباق سامنے رکھا تھا۔ ان میں سے اس نے اب تک کسی کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔ کھانا تو درکنار رہا۔ مجھ سے کہا بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا۔ اب اس نے خوشامدانہ طویل تقریر شروع کی۔ میں نے کہا کلام کو طول نہ دو۔ امیر المومنین نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں زیادہ دیر تک یہاں نہ ٹھہروں جو کہنا ہو مختصر کہہ دو۔ اس نے کہا امیر المومنین سے کہو کہ آپ نے میرے اوپر بڑے احسانات کیے ہیں میری عزت افزائی کی ہے۔

افشین کی معتصم سے رحم کی درخواست:

اور مجھے تمام امراء پر مقدم کیا۔ مگر پھر آپ نے میری شکایت میں جو باتیں آپ نے بیان کی گئیں ان کو بغیر تحقیق کے اور خود سوچے سمجھے ہوئے کہ بھلا میں کیونکر ان کا ارتکاب کر سکتا تھا باور کر لیا۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ میں نے منکجور کو بغاوت پر اندرونی طور پر ابھارا آپ نے اسے باور کر لیا۔ آپ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس سپہ سالار کو میں نے اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا اسے ہدایت کر دی تھی کہ وہ منکجور سے جنگ نہ کرے اور کوئی بہانہ کر دے اور یہ کہ اگر ہماری قوم کا کوئی شخص اس کے مقابل آ جائے تو وہ اس کے سامنے بغیر لڑنے ہوئے خود پسپا ہو جائے آپ خود جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں آپ لڑ چکے ہیں' آپ نے فوجوں کی قیادت اور سیادت کی ہے کیا کسی سپہ سالار کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی فوج سے یہ کہہ دے کہ دشمن کے مقابل آتے ہی تم یہ کرنا اور یہ کرنا اور وہ بات ایسی جو کسی سپاہی کو بھی گوارا نہ ہو اور اگر یہ ممکن بھی ہوتا تب بھی اس الزام کو آپ کا میرے دشمن کی زبان سے سن کر جس کے سبب سے آپ خود واقف ہیں قبول کرنا زیبا نہ تھا۔

آپ میرے مالک اور آقا ہیں میں آپ کا ادنیٰ غلام اور ساختہ پرداختہ ہوں میری اور آپ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گوسالہ پالا تھا اسے خوب کھلا کر موٹا کیا وہ بڑا ہوا ہے اور اب اس کی حالت بہت عمدہ ہوگئی اس شخص کے دوست بھی تھے جو اس گوسالہ کے گوشت کو کھانا چاہتے تھے انہوں نے اس سے کہا کہ اسے ذبح کر دو مگر اس شخص نے نہ مانا تب ان سب نے آپس میں سازش کر کے ایک دن اس شخص سے کہا کہ آپ اس شیر کو کیوں پال رہے ہیں یہ تو خونخوار درندہ ہے اور درندہ جب بڑا ہو جاتا ہے وہ پھر درندوں میں مل جاتا ہے۔ اس شخص نے کہا یہ کیا کہتے ہو یہ تو گوسالہ ہے درندہ نہیں ہے انہوں نے کہا جناب والا یہ درندہ ہے آپ ہم میں سے جس سے چاہیں دریافت کر سکتے ہیں اور اس سے پہلے ہی انہوں نے آپس میں ساز باز کر لیا تھا جس سے دریافت کیا جائے وہ اس گوسالہ کو درندہ بنائے۔ چنانچہ اس شخص نے اب جس سے پوچھا کہ دیکھو یہ کیسا خوبصورت گوسالہ ہے اس نے کہا آپ یہ کیا کہتے ہیں یہ تو درندہ ہے' شیر ہے۔ آخر کار اس شخص نے اسے ذبح کرا دیا۔ میں وہی گوسالہ ہوں۔ میں شیر کیونکر ہو سکتا ہوں۔ میں اپنے معاملہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اس پر غور فرمائیں میں آپ ہی کا ساختہ پرداختہ ہوں۔ آپ میرے آقا اور مالک ہیں میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آپ کے قلب کو میرے لیے نرم کر دے۔

اس گفتگو کے بعد میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ وہ پھلوں کا طباق اسی طرح اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے کسی پھل کو بھی اس نے ہاتھ نہ لگایا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد کسی نے کہا کہ وہ دم توڑ رہا ہے۔ یا ختم ہو چکا ہے۔ معتصم نے کہا کہ اسے اس کے بیٹے کو دکھا دو۔ اسے قید خانے سے نکال کر اس کے بیٹے کے سامنے رکھا گیا۔ اس نے اس کے داڑھی اور سر کے بال نوچ لیے پھر معتصم کے حکم سے اسے ایتاخ کے مکان میں پہنچا دیا گیا۔ یہی راوی بیان کرتا ہے کہ اس سے پہلے احمد بن ابی داؤد نے اس کو دیوان

عام میں طلب کر کے پوچھا:

افشین کے غیر مختون ہونے کے اعتراف کی وجہ:

جب امیر المومنین کو اطلاع ملی ہے کہ تم اب تک غیر مختون ہو۔ اس نے کہا جی ہاں! اس سے ابو احمد بن ابی داؤد کا مقصد یہ تھا کہ اس کے خلاف ایک جرم ثابت کیا جائے اور توہین کی جائے اگر انکار کر کے اپنا ستر کھولے تو اس سے اس کی بے حیائی اور بے شرمی ظاہر ہو اور اگر اپنا ستر نہ کھولے تو یہ ثابت ہو جائے کہ وہ غیر مختون ہے۔ افشین نے جواب دیا کہ ہاں میں غیر مختون ہوں۔ اس روز دیوان عام میں تمام فوجی سردار اور عام لوگ جمع تھے۔ یہ واقعہ واثق کے اس کے پاس پھل لے جانے اور میرے اس کے پاس جانے سے پہلے کا ہے۔

میں نے اپنی ملاقات کے وقت اس سے پوچھا کیا واقعی تم اب تک غیر مختون ہو جیسا کہ تم نے سب کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا مجھے ایسی مشکل میں دیدہ دانستہ ڈالا گیا تھا کہ اس کے اقرار کے سوا چارہ نہ تھا تمام امراء اور عوام الناس جمع تھے ان کے سامنے مجھ سے یہ سوال ہوا۔ مقصد یہ تھا کہ میری فضیحت ہو۔ اگر میں کہتا کہ میں مختون ہوں تو میری بات مانی نہ جاتی۔ اور کہا جاتا کہ ستر کھول کر دکھاؤ۔ اس طرح سب کے سامنے میری فضیحت ہوتی۔ اس سے تو موت بہتر ہے کہ میں ایسے مجمع میں ننگا ہوں۔ البتہ اگر تم دیکھنا چاہتے ہو تو میں برہنہ ہو کر دکھا سکتا ہوں کہ میں مختون ہوں۔ مگر میں نے اس سے کہا کہ چونکہ میں تم کو صادق القول سمجھتا ہوں اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم ستر کھولو۔

افشین کا انتقال:

اس کی ملاقات سے واپس آ کر حمدون نے اس کا پیام معتصم کو پہنچایا۔ انہوں نے قدر قلیل کے سوا اس کا کھانا بند کرا دیا۔ چنانچہ اب روزانہ صرف ایک روٹی اسے دی جاتی تھی۔ اسی حالت میں وہ مر گیا مرنے کے بعد اسے ایتاخ کے گھر لے گئے وہاں سے اسے باہر لا کر باب العامہ پر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ تا کہ سب لوگ دیکھ لیں۔ اس کے بعد مع سولی کی لکڑی کے باب العامہ پر سے گرا دیا گیا اور اسے جلا کر اس کی راکھ دجلہ میں بہا دی گئی۔

افشین کے قصر کے مال و متاع کی فہرست تیار کرنے کا حکم:

معتصم نے افشین کو قید کر دیا انہوں نے ایک شب میں سلیمان بن وہب الکاتب کو اس لیے بھیجا کہ وہ افشین کے قصر میں جس قدر مال و متاع ہو اسے قلمبند کر لے۔ افشین کا قصر مطیرہ میں تھا۔ اس کے قصر میں انسان کی شکل کا ایک لکڑی کا بت ملا۔ جس پر کثرت سے زیور اور جواہر لدے ہوئے تھے اس کے کانوں میں دو سفید پتھر جن پر سونا جڑا تھا۔ آویزاں تھے۔ سلیمان کے ہمراہیوں میں سے کسی ایک نے ان پتھروں کو جواہر سمجھ کر لے لیا۔ چونکہ رات تھی اسے اس کی اصلیت معلوم نہ ہو سکی۔ صبح کو جب اس نے اس پر سے سونے کا پرت اتارا تو اسے سیپ کی قسم کا ایک پتھر جسے جرون کہتے ہیں ملا۔ یہ سیپ کی قسم بوق کا ایک پتھر تھا۔ اس کے مکان سے بھیانک شکل کے پیکر ابت' دوسری مورتیں اور لکڑی کے وہ کٹھرے جن کو اس نے بھاگنے کے لیے تیار کیا تھا برآمد ہوئے۔ وزیریہ میں اس کی کچھ سلک تھی وہاں سے بھی ایک دوسرا بت برآمد ہوا۔ اس کی کتابوں میں مجوسیوں کی مذہبی کتاب زراوۃ برآمد ہوئی تیر اور کئی کتابیں برآمد ہوئیں جن وہ عبادت کے طریقے اور منتر درج تھے۔ جس سے وہ اپنے دیوتا کہ پوجا کرتا تھا۔ شعبان ۲۲۶ھ میں افشین

کی موت واقع ہوئی۔

اشناس کی سامرا سے حرمین تک کی ولایت:

اس سال محمد بن داؤد نے اشناس کے حکم سے حج میں امارت کی اشناس خود اس سال حج کرنے گیا تھا۔ معتصم نے اسے ہر اس شہر کا جہاں وہ جائے والی مقرر کیا تھا اس وجہ سے سامرا سے حرمین تک جتنی بستیوں سے وہ گزرا وہاں نماز میں منبر پر اس کے لیے دعا مانگی گئی۔ کوفہ میں محمد بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ نے اس کے لیے دعا مانگی۔ فید کے منبر پر ہارون بن محمد بن ابی خالد المرد روزی نے اس کے لیے دعا مانگی۔ مدینہ کے منبر پر محمد بن ایوب بن جعفر بن سلیمان نے اور مکہ کے منبر پر محمد بن داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ نے اس کے لیے دعا مانگی۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس تمام علاقہ میں امیر کہہ کر اسے سلام کیا گیا۔ یہ ولایت اس کی سامرا کی واپسی تک تھی۔

۲۲۷ھ کے واقعات

ابوحرب مبرقع کا خروج:

اس سال ابوحرب المبرقع الیمانی نے فلسطین میں خروج کیا اور حکومت سے بغاوت کی حکومت سے اس کی بغاوت کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کی عدم موجودگی میں ایک سپاہی نے اس کے گھر میں اترنا چاہا۔ مکان میں اس وقت اس کی بیوی یا بہن تھی اس نے سپاہی کو منع کیا۔ سپاہی نے عورت کے کوڑا مارا اس نے اسے ہاتھ پر روکا اور اس طرح کوڑے کا نشان ہاتھ پر پڑ گیا۔ جب ابوحرب مکان آیا۔ عورت روئی اور اس نے اس حرکت کی شکایت کی اور وہ نشان دکھایا۔ ابوحرب اپنی تلوار لے کر اس سپاہی کی طرف چلا وہ اس وقت گھوڑا دوڑا رہا تھا ابوحرب نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا اور بھاگ گیا۔ نیز شناخت سے بچنے کے لیے اس نے اپنے چہرے پر برقع ڈال لیا یہ بھاگ کر اردن کے ایک پہاڑ میں گھس گیا اگرچہ حکومت نے اس سے اس کی تلاش اور جستجو کی مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ اب اس نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ دن کے وقت وہ اسی پہاڑ پر نقاب ڈالے کسی نمایاں مقام میں بیٹھ جاتا۔ کوئی شخص اسے دیکھ کر آ کر اس کے پاس آتا یہ اسے پند و وعظ کرتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیتا حکومت کی اپنی رعایا کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم کی شکایت کر کے ان کو بغاوت پر ابھارتا۔

ابوحرب مبرقع کی جماعت میں اضافہ:

ایک مدت کی کوشش کے بعد اس نواح کے کچھ کاشتکار اور دیہاتی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے اپنے اموی ہونے کا ادعا کیا تھا اس وجہ سے اس کے پیرو کہتے ہیں کہ یہی وہ سفیانی ہے جب ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کے ساتھ ہو گئی تب اس نے اس نواح کے شرفا اور عمائد کو اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی۔ یمانی سرداروں کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ ان میں ایک شخص ابن بہیس تھا۔ اس کا یمنیوں پر بڑا اثر اور اقتدار تھا۔ وہ شخص اور دمشق کے رہنے والے تھے۔ اس کی اطلاع معتصم کو ہوئی وہ اپنے مرض الموت میں مبتلا تھے۔

رجاء بن ایوب کی ابوحرب مبرقع پر فوج کشی:

انہوں نے رجاء بن ایوب الحصاری کو تقریباً ایک ہزار باقاعدہ سپاہ کے ساتھ اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ اس کے پاس پہنچ کر رجاء نے دیکھا کہ ایک خلقت اس کے ساتھ ہے اپنی قلت تعداد کو محسوس کر کے رجاء نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا کہ وہ خود اس پر حملہ کرتا مگر وہ اس کے سامنے فروکش ہو گیا اور مقابلہ کو ٹالتا رہا جب زمینداروں اور کاشتکاروں کے لیے زراعت کی پہلی فصل آئی تو وہ سب کے سب ابوحرب کا ساتھ چھوڑ کر اپنی کاشت کرنے چلے گئے ابوحرب کے پاس اب تقریباً ایک ہزار یا دو ہزار آدمی رہ گئے اب موقع پا کر رجاء نے اس پر یورش کی اور دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ مڈبھیڑ کے بعد رجاء نے مبرقع کی فوج کو غور سے جانچا اور پھر اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہا۔ مجھے اس کی تمام فوج میں اس کے سوا اور کوئی بہادر نظر نہیں آتا میں سمجھتا ہوں کہ وہ خود ہی اپنی فوج پر اپنی شجاعت کا سکہ بٹھانے کے لیے کچھ مردانگی دکھائے گا۔ لہٰذا تم لوگ تھوڑی دیر ذرا چپ رہو اور عجلت کر کے اس پر حملہ نہ کرو۔

ابوحرب مبرقع کی گرفتاری:

رجاء کے خیال کے مطابق اب خود حرب نے اس کی فوج پر بڑھ کر حملہ کیا۔ رجاء نے اپنی فوج سے کہا کہ سامنے سے ہٹ گئے وہ ان کو چیرتا ہوا آگے نکل گیا۔ جب اس نے واپسی میں پھر یورش کی تو رجاء نے پھر اپنی فوج سے کہا کہ اسے نہ روکو راستہ دے دو۔ چنانچہ وہ ان سے گذر کر اپنی فوج میں چلا گیا۔ رجاء نے پھر تاخیر کی اور اپنی فوج سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ دوبارہ تم پر حملہ کرے گا۔ جب سامنے آئے ہٹ جانا۔ اور جب واپس جانے لگے تو راستہ روک لینا اور پکڑ لینا مبرقع نے اس مرتبہ بھی حملہ کیا۔ رجاء کی فوج سامنے سے ہٹ گئی وہ ان سے گزر کر آگے نکل گیا اور واپس حملہ آور ہوا۔ اس مرتبہ رجاء کی فوج نے ہر طرف اسے گھیر کر پکڑ لیا اور گھوڑے سے اتار لیا۔

معتصم کے قاصد کی گرفتاری:

جب رجاء نے مبرقع سے آتے ہی جنگ شروع نہ کی اور وقت ٹالنے کے لیے اس کے مقابل فروکش ہوا تو اس وقت معتصم نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ اسے جنگ پر آمادہ کرے مگر رجاء نے اس کی بات نہ مانی بلکہ اسے اپنے پاس قید کر لیا۔ البتہ جب اسے ابوحرب کے مقابلہ میں کامیابی ہوگئی جس کو ہم بیان کر چکے ہیں تب اس نے معتصم کو فرستادے کو رہائی دی۔

رجاء بن ایوب کی حملہ میں تاخیر کی وضاحت:

رجاء ابوحرب کو لے کر معتصم کی خدمت میں حاضر ہوا معتصم نے اسے اس سلوک پر جو اس نے ان کے قاصد کے ساتھ کیا تھا ملامت کی۔ رجاء نے کہا امیر المومنین میں آپ پر نثار آپ نے مجھے ایک ہزار فوج کے ساتھ ایک لاکھ کے مقابلہ پر بھیجا تھا میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اس حالت میں دشمن سے جنگ چھیڑوں ورنہ میں بھی ہلاک ہو جاتا اور میری فوج بھی ہلاک ہوتی۔ اور اس سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ میں نے ارادتاً تاخیر کی جب اس کے ساتھیوں کی تعداد کم ہوگئی تب مجھے اس سے لڑنے کا موقع اور محل نظر آیا میں نے اس پر یورش کی اب اس کی طاقت کمزور ہو چکی تھی اور مجھے قوت حاصل تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں اسے اسیر کر کے آپ کے پاس لے آیا ہوں۔

رجاء اور مبرقع کی جنگ کی دوسری روایت:

اس واقعہ کے متعلق مذکورہ بالا بیان کے علاوہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حرب نے ۲۲۶ھ میں فلسطین یا رملہ میں خروج کیا تھا۔ لوگوں نے کہا یہی سفیانی ہے پچاس ہزار یمنی اور دوسرے قبائل اس کے ساتھ ہو گئے تھے ابن بیہس اور دو اور دمشقیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ معتصم نے رجاء الحضاری کو ایک بڑی زبردست فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ اس نے دمشق میں ان پر حملہ کیا۔ ابن بیہس اور اس کے دونوں دوستوں کے پانچ ہزار آدمی جنگ میں کام آئے۔ ابن بیہس پکڑ لیا۔ اس کے دونوں ساتھی مارے گئے اس کے بعد رجاء نے رملہ میں ابو حرب پر حملہ کیا تقریباً بیس ہزار آدمی قتل کر دیئے اور ابو حرب کو پکڑ کر سامرا لے آیا۔ ابن بیہس جیل میں قید کر دیا گیا۔

متفرق واقعات:

اس سال جعفر بن مہر جش الکروی نے بغاوت کی معتصم نے ماہ محرم میں ایتاخ کو اس کی سرکوبی کے لیے موصل کے پہاڑوں میں بھیجا۔ مگر خود جعفر کے ایک آدمی نے اچانک اسے قتل کر دیا۔ اس سال ماہ ربیع الاول میں بشر بن حارث الحافی نے انتقال کیا ان کا اصل وطن مرو تھا اس سال ۱۸ ربیع الاول جمعرات کے دن دو گھڑی دن چڑھے معتصم کا انتقال ہو گیا۔

معتصم کی علالت:

یکم محرم کو انہوں نے سینگیاں لی تھیں۔ اسی وقت وہ بیمار پڑ گئے۔ زنام فن موسیقی کے ماہر نے بیان کیا کہ اسی علالت کے اثناء میں جس میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک دن معتصم کی طبیعت ذرا سنبھلی انہوں نے حکم دیا کہ زلال تیار کی جائے ہم کل اس میں سوار ہوں گے۔

معتصم کی زنام سے گانے کی فرمائش:

وہ اس میں بیٹھے میں بھی ان کے ساتھ ہوا ہم دجلہ میں سیر کرتے ہوئے ان کے محلات کے سامنے سے گزرنے لگے مجھ سے فرمایا کہ یہ اشعار باجہ میں ادا کرو:

یا منزلاً لم تبل اطلاله — حاشی لا طلالك ان یبلی

ترجمہ: ''اے فرودگاہ جس کے بلند پائے اب تک پرانے نہیں ہوئے اور خدا کرے کہ کبھی وہ ایسے نہ ہوں۔

لم ابك اطلالك لكنني — بكيت عيشي منكبك اولى

ترجمہ: میں نے تیرے بلند ٹیلوں پر گریہ نہیں کیا ہے بلکہ میں نے اپنے اس عیش پر کیا ہے جس کا لطف میں نے تجھ میں اٹھایا ہے اور چونکہ اب وہ گزر گیا۔

والعيش اولى مابكاه الفتى — لابد للمحزون ان يسلى

ترجمہ: ایک شریف کو حرف عیش گزشتہ ہی پر رونا زیبا ہے مگر اس سے کیا محزون کو صبر کے سوا چارہ نہیں''۔

میں ان کو بجاتا رہا۔ انہوں نے ایک رطلیہ صراحی منگوائی اس میں سے ایک پیاز انھوں نے نوش کیا میں اب تک برابر وہی گت بجاتا رہا۔ اور بار بار اسے ادا کرتا۔ انہوں نے رومال اٹھایا جو سامنے رکھا تھا۔ اب وہ زار و قطار رو رہے تھے اور رومال سے

آنسو پونچھتے جاتے تھے اسی حالت میں وہ اپنے مکان پلٹ آئے اور اس صراحی کو پورا نہ پی سکے۔

معتصم کی وفات:

علی بن الجعد کہتا ہے کہ جب معتصم پر عالم احتضار طاری ہوا کہنے لگے اب کوئی حیلہ دفعیہ کا نہیں رہا یہ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔ اس راوی کے علاوہ دوسرے صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ کہہ رہے تھے کہ اس سب خلقت میں سے مجھی کو لے لیا گیا۔ خود معتصم سے یہ بات مروی ہے کہ آخر وقت میں انہوں نے کہا اگر میں جانتا کہ میری عمر اس قدر کم ہے تو کبھی میں یہ اور یہ نہ کرتا۔

مدتِ خلافت:

مرنے کے بعد سامرا میں دفن کیے گئے۔ آٹھ سال آٹھ ماہ دو دن مدت خلافت ہوئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شعبان ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ۱۷۹ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

معتصم کا حلیہ و عمر:

پہلے بیان کے مطابق ان کی عمر ۴۶ سال ۸ ماہ اور ۱۸ دن ہوئی۔ دوسرے بیان کے مطابق ان کی عمر ۴۷ سال ۲ ماہ ۱۸ دن ہوئی۔ ان کا رنگ گورا مائل بسرخی تھا۔ سرخ داڑھی تھی اور طویل تھی۔ نیچے سے چوکور تھی۔ خوب صورت آنکھیں تھیں خلد میں پیدا ہوئے تھے۔

ایک راوی کہتا ہے کہ وہ ۱۸۰ھ میں آٹھویں مہینے پیدا ہوئے تھے وہ خلفائے عباسیہ میں آٹھویں تھے' اور عباس کی آٹھویں پشت میں تھے اڑتالیس سال عمر ہوئی آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں چھوڑیں اور ۸ سال ۸ ماہ خلیفہ رہے۔

محمد بن عبدالملک الزیات اور مروان بن ابی الجنوب ابن ابی حفصہ نے ان کے مرثیے لکھے۔

معتصم باللہ کی سیرت:

ایک مرتبہ ابن ابی داؤد نے معتصم باللہ کا ذکر شروع کیا پھر دیر تک ان کا ذکر کرتا رہا۔ ان کی بہت تعریف و توصیف کی ان کی وسعت اخلاق' شرافت' طینت' خوبی مزاج' تواضع اور مروت کی تعریف کی اور کہا کہ جب ہم عموریہ میں تھے' انہوں نے مجھ سے پوچھا اے ابو عبداللہ گدرے کھجوروں کو کیسا سمجھتے ہو۔ میں نے کہا امیر المومنین ہم رومی علاقہ میں ہیں اور نیم پختہ کھجور عراق میں ہیں یہاں کہاں میسر آ سکتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ ہاں ٹھیک کہتے ہو میں نے مدینۃ السلام آدمی بھیجے تھے وہ دو ٹوکریاں کھجوروں کی لائے ہیں۔ اور میں یہ جانتا تھا کہ تم ان کو بہت شوق سے کھاتے ہو۔ ایتاخ ان میں سے ایک ٹوکری لا۔ ایتاخ ٹوکری لے آیا۔ انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے ٹوکری میں سے کھجور نکالے اور مجھ سے کہا تم کو میری زندگی کی قسم ہے تم ان کو میرے ہی ہاتھ سے کھاؤ میں نے کہا میں آپ پر نثار آپ ان کو رکھ دیں میں جب جی چاہے گا کھا لوں گا۔ کہنے لگے یہ نہ ہوگا تم کو میرے ہاتھ سے کھانا پڑے گا۔ چنانچہ اب وہ برابر کلائی تک کھولے ہتھیلی پھیلا رہے۔ میں اس سے کھجور لے کر کھاتا رہا۔ اور جب اس میں کوئی کھجور باقی نہ رہا تب انہوں نے ہاتھ اٹھایا۔ جب وہ سفر کرتے میں اکثر ان کے ساتھ سواری میں دوسری طرف سوار ہوتا۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ اپنے کسی مولیٰ یا خاص بے تکلف کو اپنا شریک بنالیں' تو مناسب ہو۔ اس طرح کبھی آپ ان کی صحبت سے لطف اندوز ہوں اور کبھی مجھ سے۔ اس سے آپ کا دل بھی خوش ہوگا آپ مسرور ہوں گے اور آپ کو زیادہ آرام ملے گا کہنے لگے سیما الدمشقی آج میرے ساتھ

سواری میں شریک ہوگا۔تمہارے ساتھ کون بیٹھے گا میں نے کہا حسن بن یورش کہنے لگے مناسب ہے۔

میں نے حسن کو بلایا اور وہ میرے ساتھ سواری میں بیٹھ گیا۔اس روز معتصم خچر پر سوار ہوئے اور تنہا ہی بیٹھے۔اب وہ میرے اونٹ کی چال سے چلنے لگے۔جب مجھ سے وہ کوئی بات کرنا چاہتے تو اپنا سر میری طرف اٹھاتے اور میں ان سے باتیں کرنا چاہتا تو اپنے سر کو جھکا دیتا۔اسی طرح ہم ایک ندی پر آئے جس کی گہرائی سے ہم واقف نہ تھے۔فوج کو ہم نے پیچھے چھوڑ دیا' معتصم نے مجھ سے کہا اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔میں آگے جاتا ہوں اور پہلے' پانی کا عمق دریافت کرتا ہوں۔تم میرے پیچھے آنا وہ بڑھ کر ندی میں گھسے اور ایسے مقام کو پہنچے جہاں پانی کم ہو کبھی وہ اپنے داہنی جانب مڑتے کبھی بائیں جانب اور کبھی سامنے چلتے۔میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔اسی طرح ہم نے اس ندی کو عبور کیا۔

اہل شاش کے لیے ابن ابی داؤد کی سفارش:

میں نے ان سے اہل شاش کے بیس لاکھ درہم لیے تا کہ اس نہر کو پھر کھد وادوں جو ابتدائے اسلام میں پٹ گئی تھی اور اس کی خرابی سے ان کو تکلیف تھی مجھ سے کہنے لگے۔اے ابوعبداللہ تم کو کیا ہو گیا ہے تم اہل شاش اور فرغانہ کے لیے میرا مال لے رہے ہو۔میں نے کہا امیر المومنین وہ آپ کی رعایا ہیں اور امام کی نظر عطوفت میں دور و قریب کے یکساں ہیں۔

معتصم کا غصہ:

ابن ابی داؤد کے علاوہ ایک اور شخص نے بیان کیا ہے کہ جب معتصم کو غصہ آتا تھا۔اس وقت ان کو بالکل خیال نہ رہتا تھا کہ انہوں نے قتل کیا یا کیا کام کر گزرے۔

فضل بن مروان کہتا ہے کہ عمارت کی آرائش اور زیبائش سے ان کو دلچسپی نہ تھی۔وہ استحکام چاہتے تھے کسی کام میں وہ اس قدر بے دریغ روپیہ صرف نہ کرتے تھے جس قدر کہ لڑائی میں خرچ کر ڈالتے تھے۔

معتصم کی اسحٰق بن ابراہیم سے چوگان کھیلنے کی فرمائش:

ابوالحسین اسحٰق بن ابراہیم سے مروی ہے کہ ایک دن امیر المومنین معتصم نے مجھے بلایا۔میں حاضر ہوا اس وقت وہ ایک کام کی ہوئی صدری پہنے تھے۔سونے کا ٹپکہ لگائے تھے اور سرخ جوتا پہنے تھے۔مجھ سے کہا۔اسحٰق میں تمہارے ساتھ چوگان کھیلنا چاہتا ہوں مگر میری زندگی کی قسم ہے تم کو بھی ایسا ہی لباس جیسا کہ میں پہنے ہوں پہننا پڑے گا میں نے اس کے پہننے سے معافی مانگی مگر انہوں نے نہ مانا۔میں نے ان کا لباس پہن لیا۔ایک گھوڑا جس پر سونے کا زین اور سامان تھا ان کے لیے لایا گیا۔وہ سوار ہوئے۔اب ہم دونوں میدان میں کھیلنے آئے۔

معتصم اور اسحٰق بن ابراہیم کا غسل:

تھوڑی دیر کھیلنے کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا میں تم کو کسلمند پاتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ یہ لباس تم کو پسند نہیں۔میں نے کہا جی ہاں واقعہ تو یہی ہے۔یہ سن کر وہ اتر پڑے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے ساتھ لیے ہوئے حمام کے حجرے میں آئے مجھ سے کہا اسحٰق میرے کپڑے اتارو۔میں نے کپڑے اتارے وہ برہنہ ہو گئے۔پھر مجھے کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔میں نے اس کی بجا آوری کی۔اب ہم دونوں حمام میں داخل ہوئے ہمارے ساتھ کوئی غلام بھی نہ تھا۔میں نے ان کا بدن ملا۔اور پھر انہوں نے میرا بدن ملا۔اگر چہ میں

برابر یہ کہتا رہا کہ آپ ایسا نہ کریں مگر انہوں نے نہ مانا۔ حمام سے نکلے تو میں نے ان کے کپڑے ان کو دیئے اور خود اپنے کپڑے پہن لیے۔ اب پھر انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور چلے۔ اسی طرح ہم ان کے ایوان میں آئے۔ مجھ سے کہا اسحٰق دو تکئے اور مصلی لا دو۔ میں نے لا دیئے۔ وہ تکیے رکھ کر لیٹ گئے پھر مجھ سے کہا ایک مصلی اور دو تکیے اور لاؤ۔ میں لے آیا۔ مجھ سے کہا۔ تکیے رکھ کر میرے برابر تم بھی سو جاؤ میں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ایتاخ الترکی اور اشناس آئے۔ معتصم نے ان سے کہا۔ اس وقت یہاں سے جاؤ۔ میں آواز دوں تو آ جانا۔

معتصم کے اپنے امراء کے متعلق تاثرات:

اس کے بعد مجھ سے کہا اسحٰق میرے دل میں ایک بات ہے میں عرصہ سے اس پر غور وفکر کر رہا ہوں۔ آج میں نے تم کو خواب گاہ میں اسی لیے بلایا ہے کہ تم سے وہ بات کہہ دوں۔ میں نے کہا شوق سے فرمایئے۔ میں آپ کا ادنیٰ غلام زادہ ہوں انہوں نے کہا میں نے اپنے بھائی مامون کی حالت پر غور کیا۔ انہوں نے چار آدمیوں کو خاص طور پر اپنا بنایا تھا وہ اپنی وفاداری میں پورے اترے۔ میں نے بھی چار آدمیوں کو اپنا بنایا مگر ان میں سے ایک بھی کارآمد ثابت نہ ہوا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے بھائی نے کن آدمیوں کو اپنا بنایا تھا۔ کہنے لگے طاہر بن الحسین جسے تم دیکھ چکے ہو۔ اور جس کے حالات سن چکے ہو۔ عبداللہ بن طاہر وہ ایسا شخص ہے جس کی نظیر نہیں۔ تیسرے تم خود بخدا! سلطان کو تمہارا مثل نہیں مل سکتا۔ اور تمہارے بھائی محمد بن ابراہیم جس کی نظیر نہیں اس کے مقابلہ میں نے افشین کو اپنا بنایا تم کو اس کا انجام معلوم ہے۔ اشناس وہ نہایت نکما اور بزدل ہے۔ ایتاخ وہ کچھ نہیں اور وصیف وہ بھی ناکارہ ہے۔ میں نے کہا امیر المومنین میں آپ پر نثار اگر آپ خفا نہ ہوں تو عرض کروں انہوں نے کہا کہو۔ میں نے کہا امیر المومنین آپ کے بھائی نے اصول کو دیکھا اس سے کام لیا اس کا پھل اچھا ملا۔ آپ نے محض فروع سے کام لیا۔ چونکہ ان کی اصلی اچھی نہ تھی اس لیے وہ بارآور نہ ہو سکے۔ کہنے لگے اسحٰق اس تمام مدت میں جو تکلیف مجھے اس خیال سے ہوئی ہے وہ بخدا! تمہارے اس جواب سے میرے لیے سہل تھی۔

اسحٰق بن ابراہیم الموصلی کی معتصم کی مغنیہ باندی کی تعریف:

اسحٰق موصلی نے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں امیر المومنین معتصم باللہ کی خدمت میں حاضر ہوا ایک جوان باندی جسے وہ بہت چاہتے تھے ان کے پاس تھی اور گانا گا رہی تھی میں جب سلام کر کے اپنی جگہ بیٹھ گیا تو اس سے کہا جو اس سے پہلے گا رہی تھی پھر سناوہ گانے لگی۔ مجھ سے کہا اسحٰق اس کا گانا پسند آیا؟ میں نے کہا امیر المومنین کیوں نہیں اس کی تانیں اور گٹکری نہایت عمدہ ہیں۔ وہ ایک سے دوسری راگنی کی طرف ترقی کرتی ہے اس کی آواز کے ٹکرے مروارید کے ہار سے جو خوبصورت سینے پر پڑا ہو زیادہ خوب صورت دلفریب ہیں کہنے لگے اسحٰق تمہاری یہ تعریف اس سے اور اس کے گانے سے کہیں بہتر ہے۔ پھر اپنے بیٹے ہارون سے کہا اس کلام کو غور سے سن لو۔

اسحٰق بن ابراہیم موصلی کا بیان:

اسحٰق بن ابراہیم الموصلی نے بیان کیا کہ میں نے معتصم سے ایک بات کے متعلق کچھ کہا تھا انہوں نے مجھ سے کہا اسحٰق جب انسان پر خواہش غالب ہوتی ہے اس کی عقل معطل ہو جاتی ہے میں نے عرض کیا امیر المومنین میں چاہتا تھا کہ کاش میری جوانی ہوتی تو

میں آپ کی وہ خدمت کر سکتا جو میں چاہتا ہوں۔ کہنے لگے تم اب بھی اپنی کوشش سے میری خدمت کرتے ہو لہٰذا تمہاری جوانی اور پیری میں کچھ فرق نہیں۔

معتصم کی والدہ:

ابوحسان نے بیان کیا ہے کہ ابو اسحٰق المعتصم کی ماں مارو نام کرنے کی پیدائش تھی۔

فضل بن مروان نے بیان کیا ہے کہ ان کی ماں ماروہ سغد یہ تھی اس کے باپ نے جس کا نام غابا بند تخین تھا۔ سواد میں نشو ونما پائی تھی۔ ان کے علاوہ ماروہ سے رشید کی اور بھی اولاد تھی ابو اسمٰعیل اور ام حبیب اور دو اور تھیں جن کے نام معلوم نہیں۔

معتصم کی سخاوت:

ابن ابی داؤد نے بیان کیا ہے کہ معتصم نے میرے ذریعہ سے صدقے اور خیرات میں ایک کروڑ روپے خرچ کیے۔

باب ۱۶

خلیفہ ہارون الواثق باللہ

بیعت خلافت:

معتصم کے انتقال کے دن یعنی چہار شنبہ ۸/ ربیع الاوّل ۲۲۷ھ ان کے بیٹے ہارون الواثق بن محمد المعتصم کی بیعت خلافت ہوئی۔ ابوجعفر ان کی کنیت تھی۔ ان کی ماں ایک رومی ام ولد قراطیس نام تھی۔

اس سال توفیل بادشاہ روم مر گیا۔ بارہ سال اس نے حکومت کی تھی۔ اس کے بعد چونکہ اس کا لڑکا میخائیل بالکل بچہ تھا۔ اس کی بیوی تدورہ روم کی ملکہ بنی۔

امیر حج جعفر بن المعتصم:

اس سال جعفر بن المعتصم کی امارت میں حج ہوا واثق کی ماں بھی حج کے لیے اس کے ہمراہ تھی مگر ۴/ ذی قعدہ کو حیرہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ کوفہ میں داؤد بن عیسیٰ کے محل میں دفن کر دی گئی۔

۲۲۸ھ کے واقعات

متفرق واقعات:

اس سال کے رمضان میں واثق نے اشناس کی یہ عزت افزائی کی کہ اسے سامنے بٹھا کر دو ہار جواہر کے پہنائے اس سال ابو الحسن المدائنی کا اسحٰق بن ابراہیم الموصلی کے گھر میں انتقال ہوا نیز اس سال مشہور شاعر حبیب بن اوس ابوتمام الطائی کا انتقال ہوا۔

اس سال عبداللہ بن طاہر نے حج کیا۔ اس سال مکہ کے راستے میں اشیائے خوراک کا نرخ بہت گراں ہو گیا ایک رطل روئی ایک درہم میں اور پانی کی ایک مشکل چالیس درہم میں ملنے لگی۔ عرفات میں پہلے نہایت شدید گرمی ہوئی جس سے حاجیوں کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی اسی گھڑی پھر شدید بارش اور ژالہ باری سے حاجیوں کو سخت مصیبت اٹھانا پڑی قربانی کے دن منیٰ میں اس قدر شدید بارش ہوئی کہ اس کی نظیر نہیں جمرہ عقبہ میں پہاڑ کے ایک ٹکڑے کے گر جانے سے کئی حاجی ہلاک ہو گئے۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس سال محمد بن داؤد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۲۹ھ کے واقعات

واثق کا اہلکاروں پر عتاب:

اس سال واثق نے اپنے اہلکاروں کو قید کر دیا اور ان کے ذمے بہت سا روپیہ عائد کیا انہوں نے احمد بن اسرائیل کو اسحٰق بن یحییٰ بن معاذ فوج خاصہ کے سردار کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ اسے روزانہ دس کوڑے مارے جائیں۔ چنانچہ تقریباً ایک ہزار کوڑے

مارے گئے تو اس نے اسی ہزار دینار ادا کیے۔ سلیمان بن وہب ایتاخ کے میر منشی سے چار لاکھ دینار وصول کیے گئے۔ حسن بن وہب سے چودہ ہزار دینار' احمد بن الخصیب اور اس کے ماتحت اہلکاروں سے دس لاکھ دینار ابراہیم بن رباح اور اس کے تحت منشیوں سے ایک لاکھ دینار نجاح سے ساٹھ ہزار دینار اور ابوالوزیر سے سمجھوتہ کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار دینار وصول کیے گئے عاملوں سے ان کی خدمت کے نذرانے میں جو وصول کیا گیا وہ ان رقموں سے علاوہ تھا۔

ابن ابی داؤد نظماء فوجداری کے خلاف مقدمہ:

محمد بن عبدالملک نے ابن ابی داؤد اور دوسرے تمام نظماء فوجداری سے عداوت ٹھان لی۔ ان کی تحقیقات ہوئی اور وہ قید کیے گئے۔ اسحٰق بن ابراہیم کو ان کے حالات کی تحقیقات کے لیے عدالت عام میں اجلاس کا حکم ہوا۔ اس نے ان کی تحقیقات کی ان کو سب کے سامنے ملزم کی حیثیت سے کھڑا کیا۔ اس طرح ان کو ہر طرح کی تکلیف اور ذلت اٹھانا پڑی۔

عزون بن عبدالعزیز انصاری کا بیان:

عزون بن عبدالعزیز الانصاری نے بیان کیا کہ اس سال ہم ایک شب میں واثق کی خدمت میں حاضر تھے' انہوں نے خود ہی کہا آج مجھے نبیذ کی خواہش نہیں ہے مگر آؤ آج ہم باتیں کریں وہ ایوان ہارونی کے بیچ کے دالان میں اس پہلی بنی ہوئی عمارت میں جسے ابراہیم بن رباح نے بنوایا تھا بیٹھ گئے اس دالان کی ایک شق میں ایک سر بفلک سفید گنبد تھا۔ جو سوائے ایک گز کے جس میں نظر گھوم سکتی تھی بالکل انڈا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے وسط میں منقش ساگوان جس پر لاجوردی اور سنہرا کام تھا لگا ہوا تھا۔ اسے قبہ منطقہ کہتے تھے اسی مناسبت سے اس دالان کو قبہ منطقہ والا دالان کہتے تھے۔

برامکہ کے زوال کے متعلق واثق کا استفسار:

ہم تمام رات بیٹھے باتیں کرتے رہے واثق نے کہا تم میں سے کون اس سبب سے واقف ہے جس کی وجہ سے میرے دادا رشید نے برامکہ کا خاتمہ کیا۔ میں نے کہا میں اس کا پورا قصہ بیان کرتا ہوں۔ رشید کو معلوم ہوا کہ فرعون درزی کی ایک بہت عمدہ جاریہ ہے رشید نے اسے بلا بھیجا اور اسے بغور دیکھا اس کا حسن و جمال عقل و تمیز ان کو پسند آئی انہوں نے فرعون سے اس کی قیمت دریافت کی اس نے کہا امیر المومنین میں نے جو قیمت اس کی مشخص کی ہے اسے سب جانتے ہیں میں نے قسم کھائی ہے کہ ایک لاکھ دینار سے ایک پیسہ کم نہ لوں گا ورنہ میرے تمام مملوک اور یہ آزاد ہے۔ اور میرا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہوگا۔ اس کے لیے میں نے ایسی قسم کھائی ہے کہ اس سے مجال مفر نہیں۔ اور اس پر میں نے صادق القول اور نیک کرداروں کو شاہد کیا ہے۔ تا کہ میں کسی طرح اس عہد کی خلاف ورزی نہ کرسکوں۔ لہٰذا اب میرے پاس کوئی حیلہ اس قسم کی خلاف ورزی کرنے کا نہیں ہے۔ یہ اس کی قیمت ہے ہارون نے کہا اچھا ہم نے ایک لاکھ دینار میں اسے خرید لیا۔

یحییٰ کو جاریہ کی قیمت ادا کرنے کا حکم:

اس کے بعد انہوں نے یحییٰ بن خالد کو اس واقعہ کی اطلاع بھیجی اور حکم دیا کہ ایک لاکھ دینار بھیج دو۔ یحییٰ نے سن کر کہا یہ برائی کی ابتداء ہے اگر وہ صرف ایک جاریہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے ایک لاکھ درہم طلب کرتے ہیں تو آئندہ اسی طرح اور مانگتے رہیں گے اس خیال سے اس نے رشید کو اطلاع دی کہ اس قدر ممکن نہیں۔ رشید اس پر برہم ہو گئے اور کہنے لگے کیا میرے خزانے میں ایک

لا کھ دینار بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے دوبارہ یحییٰ سے اس رقم کا مطالبہ کیا اور کہا جس طرح ممکن ہو بھیج دی جائے۔ یحییٰ نے اپنے ماتحت اہلکاروں سے کہا اس رقم کو درہموں کی شکل میں ان کے پاس لے جاؤ تا کہ اسے دیکھ کر ان کو معلوم ہو کہ ایک لاکھ دینار کیا ہوتے ہیں۔ اور شاید وہ اتنی بڑی رقم دیکھ کر اس جاریہ کو پلٹا دیں اور نہ خریدیں۔ چنانچہ اب اس ایک لاکھ دینار کے درہم ان کو بھیجے۔ اور کہا کہ یہ لاکھ دینار کی قیمت ہے۔ اس نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ اس روپے کو اس دلان میں رکھا جائے جہاں سے وہ نماز ظہر کے لیے وضو کرنے نکلیں گے تا کہ خود دیکھ لیں۔

بیت المال العروس تعمیر کرنے کا حکم:

رشید ظہر کے وقت برآمد ہوئے تو ان کو تھیلیوں کے پہاڑ نظر آئے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اس جاریہ کی قیمت ہے۔ چونکہ دینار موجود نہ تھے اس لیے ان کی قیمت کے درہم حاضر ہیں۔ رشید کو وہ رقم بہت کثیر معلوم ہوئی۔ انہوں نے اپنے ایک خادم کو آواز دی اور کہا کہ اس کو لے کر میرے لیے ایک خاص توشہ خانہ بنا دو تا کہ جس قدر رقم میں چاہوں وہاں رکھ سکوں اور اس کا نام انہوں نے بیت مال العروس رکھا اور حکم دیا کہ وہ جاریہ عون کو واپس کر دی جائے۔

ہارون الرشید کا ابوالعود کو انعام دینے کا حکم:

اب انہوں نے روپیہ کی تفتیش شروع کی معلوم ہوا کہ تمام سرکاری روپیہ کو برامکہ برباد کر چکے ہیں انہوں نے برامکہ کی جانب سے بے رخی شروع کی اور ان کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ برامکہ کے علاوہ اپنے دوسرے مصاحبین اور ادبا کو اپنے پاس بلا کر ان سے باتیں کرتے اور انھیں کے ہمراہ رات کا کھانا کھاتے ان لوگوں میں ایک ایسا شخص تھا جو ادیب مشہور تھا اور اپنی کنیت ابوالعود سے معروف تھا۔ دوسرے درباریوں کے ساتھ ایک رات وہ بھی حاضر ہوا اس کی گفتگو رشید کو بہت پسند آئی انہوں نے اپنے ایک خدمت گار کو حکم دیا کہ تم صبح کو یحییٰ بن خالد کے پاس جا کوئی ہماری طرف سے کہنا کہ ابوالعود کو تیس ہزار درہم دے دیئے جائیں خدمت گار نے یحییٰ سے کہہ دیا اس نے ابوالعود سے کہا کہ میں تم کو دوں گا مگر آج کچھ نہیں ہے۔ روپیہ آ جائے تو ان شاء اللہ تم کو دوں گا۔

ابوالعود کی یحییٰ سے مخاصمت:

اس کے بعد یحییٰ اس سے وعدے کر کے ٹالتا رہا اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ اب ابوالعود کے دل میں برامکہ کی عداوت پیدا ہوئی اور وہ ایسے موقع کی تلاش میں لگ گیا کہ جب وہ رشید کو ان کے خلاف برہم کرے اس سے پہلے ہی لوگوں میں اس بات کی شہرت ہو چکی تھی کہ رشید برامکہ کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ابوالعود ایک رات ان کی خدمت میں حاضر ہوا باتیں ہونے لگیں سلسلہ کلام کو وہ اپنی چال سے عمرو بن ابی ربیعہ کے ان اشعار پر لے آیا جو اس نے ان کو سنا دیئے:

وعدت هند وما كانت تعد ۔۔۔ ليت هندا انجزتنا ما تعد

و استبدت مرة واحدة ۔۔۔ انـمـا الـعـاجـز مـن لا

ترجمہ: ''ہند نے وعدہ کر لیا حالانکہ وہ کسی سے وعدہ نہیں کرتی۔ کاش! وہ اس وعدہ کو ہمارے لیے ایفا کرے۔ اور صرف ایک مرتبہ اس نے اپنی رائے پر اصرار کیا اور جو شخص اپنی رائے پر عمل نہیں کرا سکتا عاجز ہوا کرتا ہے''۔

رشید نے کہا ہاں نکما ہی اپنی رائے پر عمل نہیں کرا سکتا۔ جلسہ برخاست ہو گیا۔

ابوالعود کو رقم کی ادائیگی:

یحییٰ نے رشید کے خدمت گاروں میں سے ایک خدمت گار کو دربار کی خبریں پہنچانے کے لیے متعین کیا تھا' صبح کو یحییٰ رشید کے پاس گیا۔ رشید نے کہا کل شب حاضرین میں سے ایک صاحب نے مجھے بعض شعر سنائے میرا ارادہ تھا کہ اسی وقت تم کو بلا بھیجوں مگر پھر میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم کو دق کروں۔ اب وہ شعر سنو یحییٰ نے کہا کیا خوب کہا ہے مگر وہ اپنے دل میں سمجھ گیا کہ ان اشعار سے کیا مراد ہے۔ گھر آ کر اس نے اپنے مخبر خدمت گار کو بلایا اور پوچھا کہ یہ شعر کس نے پڑھے تھے اس نے کہا ابوالعود نے یحییٰ نے اسے بلایا اور کہا کہ آپ کے روپے کی ادائی میں بے شک ہم نے دیر کی مگر اب روپیہ آ گیا ہے پھر اپنے ایک خادم سے کہا کہ ان کو تیس ہزار درہم تو امیر المومنین کے خزانے سے دو اور بیس ہزار میری طرف سے اس تاخیر کے معاوضہ میں دو جوان کی رقم ادائی میں ہم نے کی ہے فضل اور جعفر سے جا کر کہو کہ یہ شخص احسان کا مستحق ہے امیر المومنین نے ان کو روپیہ دلوایا تھا میں نے دینے میں تاخیر کی اب روپیہ آ گیا ہے تو میں نے نہ صرف امیر المومنین کا عطیہ بے باق کیا بلکہ اپنے پاس سے بھی صلہ دیا میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں بھی ان کو صلہ دو انہوں نے پوچھا یحییٰ نے کیا دیا ہے؟ اس نے وہ رقم بتائی جو یحییٰ نے دی تھی۔ ان دونوں نے بھی بیس بیس ہزار درہم دے دیئے یہ اس سب روپیہ کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔

رشید نے ان کی گرفت میں پوری کوشش کی اور ایک دم سب کو گرفتار کر لیا ان کا اقتدار اور اقبال تمام ختم ہو گیا۔ رشید نے جعفر کو قتل کر دیا اور جو کچھ کیا وہ سب کو معلوم ہے۔

کاتبوں کے خلاف کارروائی:

قصہ سن کر واثق کہنے لگے میرے دادا سچے ہیں۔ بے شک جو شخص اپنی رائے پر عمل نہ کرا سکتا ہو وہ عاجز ہے اس کے بعد وہ خیانت کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ خائن اس سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ عزون کہتا ہے کہ اسی وقت میرے دل میں یہ بات جم گئی تھی کہ یہ بہت جلد اپنے کاتبوں کے خلاف سخت کارروائی کریں گے۔ چنانچہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے ان سب کو پکڑ لیا۔ ابراہیم بن رباح' سلیمان بن وہب' ابوالوزیر' احمد بن الخصیب اور ان کی ساری جماعت گرفتار کر لی گئی۔

سلیمان بن وہب سے مطالبہ کی وصولی:

واثق نے ایتاخ کے کاتب سلیمان بن وہب کو گرفتار کر کے اس پر دو لاکھ درہم یا دینار کا مطالبہ عائد کیا۔ اسے قید کر دیا گیا اور ملاحوں کا کرتا پہنا دیا گیا۔ اس نے ایک لاکھ درہم تو اسی وقت دے دیئے اور باقی کے لیے بیس ماہ کی مہلت مانگی۔ واثق نے اس کی یہ بات مان لی اسے رہا کر کے پھر ایتاخ کی معتمدی پر بحال کر دیا اور حسب دستور سیاہ لباس پہننے کی اجازت دی۔

امارت یمن پر شار بامیاں کا تقرر:

اس سال ایتاخ کی طرف سے شار بامیاں یمن کا والی ہو کر ربیع الآخر میں یمن کو روانہ ہوا۔

امیر حج محمد بن داؤد:

اس سال محمد بن صالح بن العباس مدینہ کا والی ہوا۔ اس سال محمد بن داؤد کی امارت میں حج ہوا۔

۲۳۰ھ کے واقعات

اس سال واثق نے بغاء الکبیر کو ان بدویوں کی سرزنش کے لیے جنہوں نے حوالی مدینہ میں ہنگامہ برپا کر رکھا مدینہ بھیجا۔

بنی سلیم کے اطراف مدینہ میں شورش:

بنی سلیم نے مدینہ کے اطراف میں عرصہ سے ایک اودھم مچا رکھا تھا اور لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا حجاز کے جس ہاٹ میں ان کا گزر ہوتا وہ جس طرح چاہتے اجناس کو لے لیتے۔ رفتہ رفتہ ان کی جرات اتنی بڑھی کہ انہوں نے جمادی الآخر ۲۳۰ھ میں مقام جار' میں بنی کنانہ اور باہلہ کی ایک جماعت پر حملہ کر کے ان کو لوٹ لیا اور ان سے بعض کو قتل بھی کر دیا۔ ان کا سرغنہ غریزہ بن قطاب السلمی تھا۔ محمد بن صالح بن العباس الہاشمی اس وقت کے عامل مدینہ نے حماد بن جریر الطبری کو جسے واثق نے دوسو چندارمہ کے ساتھ مدینہ کی بدویوں کی دستبرد سے چوکیداری کے لیے مدینہ بھیجا تھا۔ ان کی سرزنش کے لیے بھیجا۔

حماد بن جریر کا بنی سلیم پر حملہ:

حماد باقاعدہ سپاہ' اہل مدینہ کے قریش' انصار ان کے سوالیوں اور دوسرے رضا کاروں کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے چلا ان کے طلائع اسے ملے۔ اگرچہ بنی سلیم لڑائی سے کترا رہے تھے' مگر حماد بن جریر نے ان سے لڑنے کے لیے اپنی فوج کو حکم دے دیا اور مقام رویثہ پر جو مدینہ سے تین منزل فاصلہ پر ہے' ان پر حملہ آور ہوا بنی سلیم اور ان کی کمک کی جو انھیں صحرا سے ملی تھی' کل تعداد چھ سو پچاس تھی۔ ان میں زیادہ تعداد جو لڑنے آئی تھی' وہ بنی سلیم کے قبیلہ بنی عوف کے لوگ تھے۔ اشہب بن دیکل بن یحییٰ بن حمیر العونی اس کا چچا سلمہ بن یحییٰ اور بنی لبید کا غریزہ بن القطاب اللبیدی ان کے ساتھ اور ان کے قائد تھے۔ ان میں کل ایک سو پچاس سوار تھے۔ حماد اور اس کی جماعت نے ان سے جنگ شروع کی۔ اثناء جنگ میں بنی سلیم کے اصل وطن سے جس کا نام اعلی الرویثہ تھا اور جو مقام جنگ سے چار میل تھا پانچ سو کی اور کمک ان کو پہنچ گئی۔ اب وہ نہایت بے جگری سے لڑے۔

حماد بن جریر کا قتل:

مدینہ کے حبشی تمام لوگوں کو لے کر میدان کارزار سے بھاگ گئے۔ مگر حماد اس کی جمعیت والے' قریش اور انصار پر بدستور مقابلہ پر جمے رہے۔ اور انہوں نے آتش جنگ کا پورا مزا چکھا۔ حماد اور اس کی جمعیت قتل ہوگئی۔ قریش اور انصار نے جو لوگ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے تھے ان کی ایک معقول تعداد تھی۔ بنو سلیم نے تمام مویشی اسلحہ اور کپڑوں پر قبضہ کر لیا اس جنگ سے ان کی شوکت بہت بڑھ گئی۔ انہوں نے مکہ اور مدینہ کے درمیان کے تمام قریوں اور پانی کے چشموں کو لوٹ لیا۔ کوئی شخص اس راہ سے گزر نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے آس پاس کے دوسرے قبائل عرب پر بھی شبخون مارے۔

بغاء الکبیر کی بنی سلیم پر فوج کشی:

واثق نے بغا الکبیر ابوموسیٰ الترکی کو زرہ پوش فوج ترکوں اور مغربیوں کے ساتھ ان کی سرزنش کے لیے حجاز بھیجا وہ شعبان ۲۳۰ھ میں وہاں آ گیا۔ ابھی شعبان کے کچھ دن باقی تھے' کہ وہ حرہ بنی سلیم کی طرف چلا اس کے مقدمۃ الجیش پر طردوالترکی سردار تھا۔ اس نے ان کو حرہ کے ایک چشمہ پر آ لیا۔ اور اس کے ایک پہلو میں سوارقیہ سے ادھر جوان کا وہ قصبہ تھا' جہاں وہ دشمن سے بھاگ

کر پناہ گزیں ہوتے تھے اور یہ بہت سے قلعے تھے' جنگ ہوئی جو جماعتیں ان کے مقابل ہوئیں ان میں سے بیشتر حصہ بنی عوف کا تھا۔ ان میں غریزہ بن القطاب اور اشہب بھی تھے جو دونوں سپہ سالاری کر رہے تھے۔

بنی عوف کی شکست و فرار:

بغا نے ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل کر دیئے اور اتنے ہی قید کر لیے۔ بقیہ نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ اس واقعہ سے بنو سلیم زد میں آ گئے لڑائی کے بعد بغا نے ان کو امیر المومنین واثق کی خدمت میں منظوری کی شرط پر امان کی دعوت دی اور خود وہ سوارقیہ میں قیام پذیر ہو گیا۔

بنو سلیم کی اطاعت:

بنو سلیم اس کے پاس آنے لگے اور جمع ہوئے۔ اس نے ان کو دس دو پانچ اور ایک کر کے جمع کیا ان کے علاوہ جو دوسرے لوگ وہاں جمع ہوئے اس نے ان کو گرفتار کر لیا۔ البتہ بنی سلیم کے بدمعاش اکثر بھاگ گئے اور بہت کم اس کے ہاتھ آئے ان میں اپنی ثابت قدمی کی وجہ سے زیادہ تر بنی عوف تھے۔ آخری آدمی جو پکڑا گیا وہ بنی سلیم کے خاندان بنی حیش کا ایک شخص تھا۔ اس طرح جس جس کے شریر اور مفسد ہونے کی اسے اطلاع ملی تھی' اس نے ان سب کو پکڑ لیا۔ ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تک پہنچی۔ ان کے علاوہ اس نے دوسروں کو رہا کر دیا۔

بغاء الکبیر کی مدینہ میں آمد:

اب بغا سوارقیہ سے بنی سلیم کے قیدی اور دوسرے امان گیروں کو لے کر ذی القعدہ ۲۳۰ھ میں مدینہ آیا۔ یہاں اس نے ان سب کو یزید بن معاویہ کے مکان میں قید کر دیا۔ اور ذی الحجہ میں حج کے ارادے سے مکہ روانہ ہوا۔ حج کے بعد ذات عرق آیا۔ اس نے بنی ہلال کو بھی بنی سلیم کی طرح امان کی دعوت بھیجی وہ اس کے پاس آئے اس نے ان کے تقریباً تین سو بدمعاش سرکشوں کو گرفتار کر کے باقی چھوڑ دیئے۔ پھر وہ ذات عرق سے جولستان سے ایک منزل اور مکہ سے دو منزل ہے چلا آیا۔

عبداللہ بن طاہر کا انتقال:

اس سال دوشنبہ کے دن ۱۱/ ربیع الاوّل کو نیساپور میں ابو العباس عبداللہ بن طاہر کا اشناس کی موت سے صرف نو دن بعد انتقال ہوا مرنے کے وقت وہ جنگ' شرط' علاقہ سواد' خراسان اس کے توابع' رے' طبرستان اور اس کا ملحقہ علاقہ اور کرمان کا والی تھا۔ اس تمام علاقہ کا خراج چار کروڑ اسی لاکھ تھا۔ اس کے بعد واثق نے ان تمام ذمتوں پر اس کے بیٹے طاہر کو سرفراز کر دیا۔

امیر حج اسحٰق بن ابراہیم:

اس سال اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب نے حج کیا اور اس کا انتظام اسی کے تفویض تھا مگر حج محمد بن داؤد کی امارت میں ادا ہوا۔

۲۳۱ھ کے واقعات

اس سال محرم میں مسلمانوں اور رومیوں میں زرفدیہ کی ادائی کے بعد قیدیوں کا تبادلہ خاقان خادم کے ہاتھ سرانجام پایا مسلمانوں کی تعداد ۴۳۶۲ ہو گئی تھیں اس سال وہ تمام بنی سلیم جن کو بغا نے قید کیا تھا مارے گئے۔

بنو ہلال کی گرفتاری:

جب ذات عرق میں بنو ہلال بغا کے پاس آئے اور اس نے ان میں سے اتنے لوگوں کو جو ہم بیان کر چکے ہیں پکڑ لیا تو وہ محرم کے عمرہ کو ادا کرنے روانہ ہوا۔ اور پھر مدینہ پلٹ آیا۔ اور یہاں اس نے ان بنو ہلال کو بھی جن کو اس نے پکڑ لیا تھا' مدینہ آ کر بنی سلیم ہی کے ساتھ یزید بن معاویہ کے محل میں قید کر دیا۔ اور سب کو بیڑیاں ڈلوا دیں۔ بنو سلیم اس سے چند ماہ پہلے پکڑے جا چکے تھے۔

بنو سلیم اور بنو ہلال کی فرار ہونے کی کوشش:

اس کے بعد اب بغا بنو مرہ کی طرف چلا اس وقت مدینہ میں تقریباً تیرہ سو آدمی بنی سلیم اور بنو ہلال کے قید تھے انہوں نے بھاگنے کے لیے اس محل میں نقب لگائی اہل مدینہ کی ایک عورت نے اس کو دیکھ لیا اور سب کو آواز دی۔ تمام اہل مدینہ وہاں آ گئے دیکھا کہ قیدیوں نے پہرہ داروں پر حملہ کر کے ایک یا دو کو قتل بھی کر دیا ہے۔ اور کچھ یا ایک بڑی تعداد نے جیل سے نکل کر اپنے پہرہ داروں کے ہتھیار سنبھال لیے ہیں۔

بنو سلیم و بنو ہلال کے قیدیوں کا قتل:

اس خطرناک حالت کو محسوس کر کے تمام مدینہ والے جن میں شرفا اور غلام سب تھے' ان کے مقام میں آمادہ ہو گئے' عبداللہ بن داؤد الہاشمی اور اس وقت مدینہ کا عامل تھا' مدینہ والوں نے ان کو قید سے نکل بھاگنے سے روک دیا اور ساری رات صبح تک اس محل کا محاصرہ کیے رہے۔ ان قیدیوں نے جمعہ کی رات میں یہ اقدام کیا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ عزیزہ بن القطاب نے ان سے کہا تھا کہ میں سنیچر کو اپنے لیے منحوس مانتا ہوں اہل مدینہ برابر ان سے چٹ کر لڑتے رہے بنو سلیم نے بھی مقابلہ کیا مگر مدینہ والوں کو ان غلبہ حاصل ہوا اور اب انہوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ عزیزہ یہ رجز پڑھ رہا تھا:

لابد من زحم و ان صاق الباب	انــی انــا غــریزة بن القطاب
لـلـموت خیر لـلـفتی من العاب	مـذ او ربـی عـمـل لـلبواب

ترجمہ: ''اگر چہ دروازہ تنگ ہو مگر اس میں گھسنا ضرور ہے۔ میں غریزۃ بن القطاب ہوں نامردی سے جوان مرد کے لیے موت بہتر ہے۔ بخدا! میں پہرہ داروں کے ساتھ یہی کرتا ہوں''۔

بیڑی جسے اس نے توڑ لیا تھا میں تھی' وہی اس نے ایک شخص کو پھینک ماری جس سے وہ بہوش ہو کر گر پڑا۔ جس قدر قیدی اس گھر میں تھے' وہ بلا استثنا' سب ہی قتل کر دیئے گئے۔ مدینہ کے حبشیوں نے اس موقع سے بہت فائدہ اٹھایا کہ جو بدوی سامان معیشت خریدنے مدینہ آئے تھے ان میں سے جسے انہوں نے شہر کی گلی کوچوں میں پایا قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک اعرابی جو قبر نبی سے نکل رہا تھا' اسے بھی ان حبشیوں نے قتل کر دیا یہ بنی ابوبکر بن کلاب کے خاندان میں عبدالعزیز بن زرارہ کی اولاد میں تھا۔ بغا وہاں موجود نہ تھا جب واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ سب کے سب قتل ہوئے پڑے ہیں۔ یہ بات اسے بہت ہی ناگوار معلوم ہوئی اور اسے قتل عام کا نہایت ہی سخت رنج ہوا۔

قیدیوں کے رجزیہ اشعار:

بیان کیا گیا ہے کہ محافظ نے رشوت لے کر ان سے دروازہ کھول دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اس کی معیار سے پہلے ہی یہ لوگ نکل

پڑے۔ وہ لڑتے جاتے تھے اور رجز میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

الموت خیر للفتی من العار قد اخذ البواب الف دینار

ترجمہ: ''جوانمرد کے لیے موت ذلت سے بہتر ہے۔ محافظ جیل نے ایک ہزار دینار لیے ہیں''۔

جب بغا نے ان کو پکڑا تھا اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے:

یا بغیة الخیر و سیف المنتبه و جانب الجور البعید المشتبه

ترجمہ: ''اے امید گاہ خیر اور چونکا دینے والی تلوار اور ایسے افعال سے علیحدہ رہنے والے جس میں دور دراز کا بھی ظلم کا شبہ ہوتا ہے۔

من کان مناجات افلست به افعل هداك الله ما امرت به

ترجمہ: ہم میں جو مجرم ہو میں اس کے ساتھ نہیں ہوں۔ اللہ تم کو ہدایت دے جو تم کو حکم دیا گیا ہے اس کی بجا آوری کرو''۔

بغا نے کہا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم کو قتل کر دوں۔

غریزۃ بن القطاب کا قتل:

غریزۃ بن القطاب بنی سلیم کا سرکردہ اپنے ساتھیوں کے قتل کے بعد ایک کنوئیں میں جا چھپا تھا ایک مدنی نے وہاں پہنچ کر اسے قتل کر دیا۔

مؤذن کی قبل از وقت اذان:

جس رات مدینہ والے بنی سلیم کی نگہبانی کے لیے بیدار رہے تھے ان کے موذن نے رات ہی میں صبح کی اذان کہہ دی تا کہ طلوع فجر سے بنی سلیم ڈر جائیں اس پر اعرابی ہنسنے لگے اور کہنے لگے۔ اے ستو پینے والو! تم ہمیں رات کے متعلق وقت بتاتے ہو' ہم رات کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

بنی فزارہ اور بنی مرہ پر بغاء الکبیر کی فوج کشی:

چونکہ بغا بنی فزارہ اور بنی مرہ کی ان جماعتوں سے لڑنے جنہوں نے فدک پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا گیا ہوا تھا اس لیے وہ یہاں ان لوگوں کی نگرانی کے لیے موجود نہ تھا۔ فدک کے غاصبین کے سامنے پہنچ کر اس نے بنی فزارہ کے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا تا کہ اس کی طرف سے وہ امان پیش کر دے اور اس کے نتیجہ سے آ کر اطلاع دے اس فزاری نے ان کے پاس آ کر انھیں بغا کی سطوت سے ڈرایا اور کہا کہ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ ان میں سے اکثر تو فدک کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور صحرا میں چلے گئے۔ چند رہ گئے ان کا قصد تھا کہ خیبر جنفا اور اس کے اطراف میں بھاگ کر چھپ جائیں ان میں سے بعض کو اس نے گرفتار کر لیا بعض کو امان دی اور بقیہ اپنے سردار رکاض کی قیادت میں یہاں سے بھاگ کر بلقا چلے گئے۔ جو دمشق کے علاقہ میں ہے۔ بغا موضع جنفاء میں جو شام اور حجاز کی سرحد پر واقع ہے تقریباً چالیس راتیں مقیم رہا اور پھر ان بنی مرہ اور فزارہ کو لے جو اس کے ہاتھ آ گئے تھے مدینہ پلٹا۔

بنی کلاب کی گرفتاری:

اس سال بنی غطفان' فزارہ اور اشجع کے خاندانوں کی ایک جماعت بغا کے پاس آئی' اس نے ان کے پاس اور بنی ثعلبہ کے

پاس اپنے آدمی بھیجے تھے' ان کے آنے کے بعد بغا نے محمد بن یوسف الجعفری کو حکم دیا کہ وہ ان سے سخت حلف دے کر اس بات کا عہد لے کر جب وہ ان کو طلب کرے گا وہ آنے سے انکار نہ کریں گے۔ انہوں نے قسمیں کھا کر یہ عہد کر لیا اس کے بعد بغا بنی کلاب کی تلاش میں خیر سیتہ روانہ ہوا اس نے اپنے پیامبران کے پاس بھیجے۔ ان کے تقریباً تین ہزار آدمی اس کے پاس آ گئے۔ ان میں سے اس نے تیرہ سو بغاروں کو پکڑ کر باقی کو چھوڑ دیا وہ ان کو لے کر رمضان ۲۳۱ھ میں مدینہ آیا اور یہاں آ کر اس نے ان کو یزید بن معاویہ کے مکان میں قید کر دیا۔ اس کے بعد بغا مکہ روانہ ہوا اور وہاں حج کے زمانے تک قیام پذیر رہا۔ بغاء کی غیر موجودگی کے زمانے میں بنی کلاب جیل میں پڑے رہے اور اس مدت میں کسی قسم کی معاش ان کو نہیں دی گئی مدینہ واپس آ کر اس نے ثعلبہ' اشجع اور فزارہ کے ان لوگوں کو جنہوں نے قسمیں کھا کر اطاعت کا عہد کیا تھا' طلب کیا' مگر وہ نہ آئے اور متفرق علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ بغا نے ان کی گرفتاری کے لیے مہم بھیجی۔ مگر ان میں سے کچھ زیادہ ہاتھ نہ لگے۔

احمد بن نصر کی بغاوت:

اس سال بغداد میں عمرو بن العطا کے محلہ میں ایک جماعت نے حکومت کے خلاف حرکت کی اور انہوں نے احمد بن نصر الخزاعی کے لیے بیعت کی۔

احمد بن نصر مالک بن الہیثم الخزاعی کا جو بنی عباس کا ایک نقیب تھا پوتا تھا۔ محدثین میں سے یحییٰ بن معین' ابن الدورقی اور ابن خیثمہ جیسے اصحاب اس سے ملنے جاتے تھے' باوجود اس بات کے کہ اس کے باپ کا بنی عباس کی حکومت سے خاص تعلق تھا اور اسے حکومت میں خاص منزلت حاصل تھی' مگر یہ قرآن کو مخلوق ماننے والوں کے سخت مخالف تھا اور ان کے خلاف بہت نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا۔ اس کے برخلاف واثق ایسے لوگوں کے بہت ہی مخالف تھے انہوں نے ایسے سب لوگوں کا امتحان لیا تھا اور احمد بن داؤد نے احمد بن نصر پر مباحثہ میں غلبہ پایا تھا۔

احمد بن نصر کی خلق قرآن ماننے والوں سے مخالفت:

ایک صاحب نے بیان کیا کہ میں ایک دن اسی زمانے میں احمد بن نصر کے پاس گیا۔ بہت سے لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے۔ کسی نے واثق کا ذکر کیا نام سنتے ہی احمد بن نصر کہنے لگا اس خنزیر نے ایسا کیا یا اس نے کافر کہا۔ یہ بات ظاہر ہو گئی اسے لوگوں نے حکومت کی گرفت سے ڈرایا۔ اور کہا امیر المومنین کو تمہارے کاموں کی اطلاع ہو چکی ہے۔ احمد بن نصر ان کی طرف سے خوفزدہ ہو گیا۔ جو لوگ اس سے ملنے آیا کرتے تھے' ان میں ایک ابو ہارون السراج تھا' دوسرے کا نام طالب تھا' اور ایک اور خراسانی تھا۔ جو اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب کوتوال کی جمعیت سے تعلق رکھتا تھا۔ اور یہ بھی عقائد میں اس کا ہم خیال تھا۔ بغداد کے جو محدث اور خلق قرآن کے منکر اس کے پاس آمدورفت رکھتے تھے انہوں نے احمد کو ترغیب دی کہ وہ خلق قرآن سے علانیہ انکار کرے۔

احمد کو خلق قرآن کی علانیہ انکار کرنے کی ترغیب:

چونکہ اس کے باپ دادا کا دولت بنی عباس میں ایک خاص اثر تھا اور خود اس کا بغداد میں بہت اثر و نفوذ تھا اس لیے دوسروں کو چھوڑ کر صرف اسی کو اس مقصد کے لیے آمادہ کیا گیا۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ ۲۰۱ھ میں جب مدینہ السلام میں بدمعاشوں کی کثرت ہوتی اور اس وقت فتنہ و فساد برپا ہوا جب کہ مامون ابھی تک خراسان میں تھے' اس کے ہاتھ پر بھی بغداد کے سمت مشرقی والوں نے

نیکی کی تلقین کی اور برائی سے بچنے کے لیے بیعت کی تھی۔ اس تمام واقعہ کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اس وقت مامون کے ۲۰۴ ہجری میں بغداد آنے تک اس کے اثر کا وہی حال تھا انھیں اسباب کی وجہ سے لوگوں نے اب بھی یہ امید کی کہ اگر یہ متحرک ہوگا تو عوام اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔

واثق کے خلاف بغاوت کرنے کا منصوبہ:

چنانچہ جب اس سے یہ بات کہی گئی اس نے اسے مان لیا۔ مذکورہ بالا دونوں شخص لوگوں میں اس کی تحریک پھیلاتے پھرتے تھے انہوں نے ایک قوم کو بہت سارو پیہ بھی دیا۔ ان کے ہر شخص کو ایک ایک دینار تقسیم کیا۔ اور یہ قرارداد ہوگئی کہ فلاں رات نقارہ بجے اس کی صبح میں سب لوگ جمع ہو کر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں' طالب بغداد کی سمت غربی میں اپنے ساتھ دینے والوں کے ساتھ اور ابو ہارون جانب شرقی میں مقیم تھا۔ جہاں ان دونوں نے دوسروں کو دینار دیئے تھے۔ وہاں ابو ہارون نے تقسیم کرنے کے لیے ابوالاشرس القائد کے خاندان کے دو شخصوں کو بہت سے دینار دیئے تھے۔ تاکہ وہ اسے اپنے ہمسایوں میں بانٹ دیں۔

سازش کا انکشاف:

ان میں سے ایک نے خوب نبیذ پی تھی اور بھی کئی شخص نبیذ پینے کے لیے اس کے پاس جمع ہو گئے اور جب نشہ نے ان کو مدہوش کر دیا انہوں نے بدھ کی رات میں شب معیار سے ایک رات قبل ہی اجتماع کے لیے نقارہ بجا دیا۔ حالانکہ اس کے لیے ۳/ شوال ۲۳۱ھ جمعرات کی رات مقرر کی گئی تھی' مگر یہ بے ہوش اسی خیال میں رہے کہ آج ہی وہ رات ہے جو خروج کے لیے مقرر ہے اس لیے وہ مسلسل نقارہ بجاتے رہے۔ مگر کوئی بھی ان کی بانگ پر برآمد نہ ہوا۔ اس وقت اسحٰق بن ابراہیم کوتوال شہر بغداد سے باہر گیا ہوا تھا۔ اور اس کا بھائی محمد بن ابراہیم اس کی نیابت کر رہا تھا اس نے اپنے غلام رخش کو ان کے پاس بھیجا اس نے ان کے پاس آ کر پوچھا یہ کیا ہے اور کون نقارہ بجا رہا ہے مگر کسی نے ان کا پتہ نہیں دیا۔

عیسیٰ الاعور کی گرفتاری:

آخر کار اس نے پتہ چلا کر ایک کانے عیسیٰ الاعور کو جو اکثر حماموں میں پھرا کرتا تھا گرفتار کیا اور اسے مار کی دھمکی دی اس نے بنی اشرس کے دونوں شخصوں' احمد بن نصر بن مالک اور بعض اور لوگوں کے نام بتائے کہ یہ ان کی سازش ہے رخش نے اسی رات ان سب کی تلاش کی اور ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا۔

طالب اور ابو ہارون کی گرفتاری:

اس نے طالب کو جس کا مکان سمت شرقی میں تھا اور ابو ہارون السراج کو جس کا مکان سمت غربی میں تھا گرفتار کیا۔ اور جن کے نام عیسیٰ الاعور نے بتائے تھے ان کو انھیں دنوں اور راتوں میں تلاش کر کے پکڑا اور جو جس سمت کا تھا اور جہاں گرفتار ہوا تھا اسے اسی سمت میں قید کر دیا۔ اس نے ابو ہارون اور طالب کے پیروں میں ستر ستر رطل کی فولادی بیڑیاں ڈلوائیں اشرس کے دونوں بیٹوں کے مکانوں میں اثنائے تفتیش میں دو سبز علم ملے جو ایک کنویں میں چھپائے گئے تھے۔ محمد بن عیاش عامل سمت غربی کے ایک سپاہی نے اسے کنویں سے نکالا۔ اس وقت سمت شرقی کا عامل عباس محمد بن جبرئیل القائد الخراسانی تھا۔

احمد بن نصر کی گرفتاری:

پھر احمد بن نصر کا ایک خواجہ سرا گرفتار کیا گیا اور جب اس کو سزا کی دھمکی دی گئی اس نے عیسیٰ الاعور کے بیان کی تصدیق کی

رخش احمد بن نصر کے پاس آیا وہ حمام میں تھا۔ اس نے حکومت کے ملازمین سے کہا میرا یہ مکان موجود ہے اس کی تلاشی لے لو۔ اگر یہاں تم کو کوئی نشان سامان یا ہتھوڑا جس سے فتنہ کی تیاری ثابت ہوتی ہو دستیاب ہو تو میرے مکان کی ضبطی اور میرا قتل تمہارے لیے حلال ہے۔ اس کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ مگر کوئی مشتبہ شے وہاں سے برآمد نہ ہوئی۔ یہ اسے محمد بن ابراہیم بن مصعب کے پاس لائے انہوں نے اس کے دو خواجہ سرا دو بیٹے اور ایک اور شخص اسماعیل بن محمد بن معاویہ بن بکر الباہلی کو جس کا مکان سمت شرقی میں تھا اور جو اس کے پاس آمد و رفت رکھتا تھا' گرفتار کر لیا۔ یہ چھ آدمی امیر المومنین واثق کی خدمت میں بغیر نمدے کی زین کے خچروں پر سوار کر کے سامرا بھیج دیئے گئے۔ احمد بن نصر کو دُہری بیڑیاں ڈالی گئی تھیں یہ بغداد سے جمعرات کے دن جبکہ ماہ شعبان ۲۳۱ھ کے ختم ہونے میں صرف ایک شب رہ گئی تھی' سامرا پہنچے۔

احمد بن نصر سے خلق قرآن کے متعلق استفسار:

واثق کو ان کی گرفتاری کی اطلاع ہو چکی تھی اور انہوں نے ابن ابی داؤد اور ان کے دوستوں کو اپنے پاس بلا لیا تھا ان کے آنے کے بعد انہوں نے ان کے عقائد کے امتحان اور تحقیقات کے لیے دربار عام منعقد کیا۔ سب لوگ حاضر ہو گئے۔ احمد بن ابی داؤد ظاہر میں اس کے قتل سے پہلو بچانا چاہتا تھا۔ اسی لیے جب احمد بن نصر کو دربار میں پیش کیا گیا تو واثق نے اس سے اس کی غداری یا بغاوت کے ارادہ کے متعلق جس کی ان کو شکایت پہنچی کوئی سوال نہیں کیا۔ بلکہ پوچھا احمد قرآن کے متعلق کیا کہتے ہو اس نے کہا وہ اللہ کا کلام ہے۔ احمد نہا دھو کر خوشبو لگا کر اس یقین کے ساتھ کہ ضرور قتل کیا جاؤں گا دربار میں آیا تھا واثق نے پوچھا یہ بتاؤ کہ قرآن مخلوق ہے اس نے کہا میں صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔

احمد بن نصر کی بے باکی:

واثق نے پوچھا اس مسئلہ میں تمہاری کیا رائے ہے کیا تم اپنے رب کو قیامت میں دیکھو گے اس نے کہا امیر المومنین رسول اللہ ﷺ سے یہ اثر مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو قیامت میں اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو بغیر کسی تکلیف کے دیکھتے ہو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی اس خبر کو مانتے ہیں۔ مجھ سے سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث مرفوع بیان کی کہ انسان کا قلب اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جسے وہ پھیرتا رہتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے اے مقلب القلوب تو میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ اسحٰق بن ابراہیم نے اس سے کہا ذرا سوچ کر بات کہو۔ اس نے کہا جو تم نے ہدایت کی تھی وہی کہہ رہا ہوں۔ اسحٰق نے کہا یہ کیا کہا۔ میں نے کہا کب تجھے اس بات کے کہنے کی ہدایت کی تھی۔ اس نے کہا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ امیر المومنین سے خلوص برتوں اور صحیح بات کہوں۔ میں امیر المومنین کی بھلائی اس میں سمجھتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی مخالفت نہ کریں۔

عبدالرحمٰن اور عبداللہ کا احمد کے قتل پر اصرار:

واثق نے پاس والوں سے پوچھا اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ لوگوں نے خوب خوب دل کھول کر اس کے خلاف زہر اگلا۔ عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے جو جانب غربی کا پہلے قاضی تھا' اور پھر برطرف کر دیا گیا تھا' اور اس وقت دربار میں موجود تھا اور احمد بن نصر کا خاص دوست تھا کہا امیر المومنین اس کا خون حلال ہو گیا ابو عبداللہ الارمنی ابن ابی داؤد کے دوست نے کہا امیر المومنین اس کا خون حلال مجھے پلایئے واثق نے کہا ہاں ایسا ہی ہو گا۔ اطمینان رکھو۔ ابن ابی داؤد نے جو اس بات کو نہ چاہتا تھا کہ محض ایک عقیدے کی وجہ

اسے قتل کر دیا جائے کہا کہ امیر المومنین یہ کافر ہے اس سے توبہ کرائی جائے۔ ممکن ہے کہ کسی مرض یا تغیر عقل کی وجہ سے اس کا یہ خیال ہو۔ واثق نے کہا جب میں اس کی طرف بڑھوں تو تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہ بڑھے۔ کیونکہ میں ان تک چل کر اپنے قدم شمار کروں گا۔

صمصامہ شمشیر کی طلبی:

انہوں نے عمرو بن معدی کرب الزبیدی کی مشہور تلوار صمصامہ طلب کی یہ تلوار سرکاری توشہ خانے میں موجود تھی یہ موسیٰ لہادی کو کسی نے تحفہ میں دی تھی انہوں نے مشہور شاعر سلم الخاسر سے کہا کہ اس کی تعریف میں شعر کہو اس نے شعر کہے۔ ہادی نے اس کا صلہ دیا۔

احمد بن نصر کا قتل:

واثق نے صمصامہ اٹھالی۔ وہ چوڑی تھی نیچے کے حصے میں جوڑ لگا ہوا تھا جو تین کیلوں سے جڑا ہوا تھا۔ واثق تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے وہ صحن کے وسط میں تھا۔ انہوں نے چمڑا منگوایا جو اس کی کمر میں لپیٹ دیا گیا اور رسی منگوائی جس سے اس کا سر باندھا گیا۔ اب رسی کھینچی گئی۔ واثق نے خود تلوار ماری۔ مگر وہ شانے پر پڑی اس کے بعد انہوں نے دوسرا ہاتھ مارا۔ پھر سیما الدمشقی نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اس کی گردن مار کر سر کاٹ لیا۔

احمد بن نصر کے قتل کی دوسری روایت:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بغاء الترابی نے دوسرا مارا تھا اور واثق نے تلوار کی نوک کو اس کے پیٹ میں بھونک دیا۔ پھر اسے لپیٹ کر اٹھا کر اس احاطہ میں لے آئے جہاں بابک مصلوب تھا اسے بھی یہاں سولی پر لٹکا دیا گیا اس وقت تک دہری بیڑیاں اس کے پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں اور پاجامہ اور کرتا اس کے بدن میں تھا۔

احمد بن نصر کے سر کی تشہیر:

اس کے سر کو بغداد لا کر پہلے چند روز تک سمت شرقی میں نصب کر دیا گیا پھر سمت غربی میں چند روز نصب رہا اس کے بعد پھر اسے سمت شرقی ہی میں منتقل کر دیا گیا۔ اس کے گرد ایک احاطہ گھیر دیا گیا اور وہاں خیمہ نصب کر کے پہرہ بٹھا دیا گیا۔ یہ مقام راس احمد بن نصر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ایک پرچہ پر یہ عبارت لکھ کر اسے اس کے کان میں آویزاں کر دیا گیا۔

یہ سر کافر مشرک گمراہ احمد بن نصر کا ہے۔ اللہ نے اسے عبداللہ ہارون الامام واثق باللہ امیر المومنین کے ہاتھ سے خلق قرآن اور ذات الٰہی سے نفی تشبیہ پر اس کے خلاف حجت قائم کرنے اور اسے توبہ کرنے اور رجوع الی الحق کا موقع دینے کے بعد جس سے اس نے انکار کر کے صاف طور پر اپنے معاندانہ عقائد کا اقرار کیا قتل کرایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے جلد ہی اپنی دوزخ اور دردناک عذاب کی طرف کھینچ لیا امیر المومنین نے ان امور کا اس سے استفسار کر لیا تھا اور جب اس نے تشبیہ کا اقرار کر لیا اور کفر بکا امیر المومنین نے اس کا خون حلال سمجھا اور اس پر لعنت کی۔

احمد بن نصر کے ساتھیوں کی گرفتاری:

واثق حکم دیا کہ جن لوگوں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ اس کے پیرو اور مصاحب تھے ان سب کو پکڑ لیا جائے چنانچہ ان سب کو

قید کر دیا گیا اس طرح تقریباً بیس آدمی جرائم کے جیل میں ڈال دیئے گئے اور قیدیوں کو ان سے ملنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ اور بھاری بیڑیاں ان کے ڈلوادی گئیں۔ ابو ہارون السراج اور ایک دوسرے شخص کو اس کے ہمراہ سامرا لائے۔ پھر ان کو بغداد واپس کر کے جیل میں قید کر دیا گیا۔

ایک دھوبی کی مخبری:

احمد بن نصر کے سلسلے میں اتنے اشخاص کی گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اس محلے کے ایک دھوبی نے اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب سے آ کر کہا کہ میں آپ کو احمد بن نصر کے دوستوں کا پتہ بتاتا ہوں۔ اس نے اپنے آدمی ان لوگوں کی تلاش اور گرفتاری کے لیے اس دھوبی کے ساتھ کر دیئے۔ مگر جب سب اکٹھا ہو گئے تو خود اس دھوبی کا ایسا جرم ثابت ہوا کہ اس پاداش میں وہ بھی ان کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ مہزار میں اس کے کھجور تھے' وہ قطع کر دیئے گئے اور اس کے مکان کو ضبط کر لیا گیا اور کی وجہ سے عمرو بن اسفندیار کی اولاد میں کچھ لوگ قید کیے گئے تھے۔ یہ سب قید ہی میں ہلاک ہو گئے۔

واثق کا ارادہ حج و التواء:

اس سال واثق نے حج کا ارادہ کیا اور اس کے لیے تیار ہوئے انہوں نے عمرو بن الفرج کو راستے کو دیکھ کر اس کی درستی کے لیے آگے روانہ کیا اس نے واپس آ کر اطلاع دی کہ راستہ میں پانی کی قلت ہے۔ اس خیال سے واثق نے حج کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

بغاء الکبیر کا حج:

اس سال واثق نے جعفر بن دینار کو یمن کا والی مقرر کیا۔ جعفر شعبان میں یمن روانہ ہوا اس نے اور بغاء الکبیر نے اس سال حج کیا۔ اس زمانے میں موسم حج میں قیام امن وامان کا والی بغاء الکبیر تھا۔ جعفر چار ہزار شہسوار دو ہزار پیدل سپاہ کے ساتھ یمن روانہ ہوا۔ ایسے ۶ ماہ کی معاش دی گئی تھی۔

امارت یمامہ و بحرین پر اسحٰق بن ابراہیم کا تقرر:

اس سال محمد بن عبدالملک الزیات نے اسحٰق بن ابراہیم بن ابی خمیصہ اہل اضاخ کے بنی قشیر کے مولیٰ کو یمامہ بحرین اور اس مکہ کے راستے کا جو بصرہ سے ملا ہوا ہے۔ دارالخلافہ میں بیٹھ کر والی مقرر کیا۔ محمد بن عبدالملک الزیات کے علاوہ کسی اور شخص کے متعلق یہ بات اب تک نہیں سنی گئی تھی جس نے خلیفہ کے سوا دارالخلافہ میں ایسا منصب کسی کو دیا ہو۔

دیوان عام کے خزانے میں چوری:

اس سال چوروں نے دیوان عام کے خزانے میں جو قصر کے بالکل وسط میں واقع ہے نقب زنی کر کے ۴۳ ہزار درہم اور کچھ دینار چرا لیے۔ مگر وہ پکڑ لیے گئے۔ ایتاخ کے خلیفہ یزید الحلوانی کوتوال نے ان کو ڈھونڈ کر گرفتار کیا تھا۔

اس سال محمد بن عمرو الخارجی نے جو بنی زید بن تغلب سے تھا' تیرہ آدمیوں کے ساتھ دیار ربیعہ میں خروج کیا غانم بن ابی مسلم بن حمید الطوسی موصل کا سپہ سالار اتنے ہی آدمی ساتھ لے کر اس کے مقابلہ کے لیے نکلا اس نے خارجیوں کے چار آدمی قتل کر دیئے اور محمد بن عمرو کو زندہ گرفتار کر لیا اور سامرا بھیج دیا۔ پھر اسے بغداد کے سرکاری جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھیوں کے سر اور ان کے نشان بابک کی سولی کے تختے کے پاس نصب کر دیئے گئے۔

وصیف الترکی کی کارگزاری:

اس سال وصیف الترکی اصبہان جبال اور فارس سے دارالخلافہ آیا یہ ان کردوں کی تلاش میں لگا تھا جنہوں نے ان اطراف میں لوٹ مار مچا رکھی تھی یہ اپنے ساتھ پانچ سو نفوس قیدی جن میں چھوٹے چھوٹے بچے بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنا کر لایا تھا۔ واثق نے ان سب کو قید کر دیا اور ۷۵ ہزار دینار نقد ایک تلوار اور خلعت وصیف کو انعام دیا۔

اس سال مسلمانوں اور بادشاہ روم کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ بہ ادائی زر فدیہ سرانجام پایا مسلمان اور رومی دریائے لامس پر جو سلوقیہ پر طرسوس سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے جمع ہوئے۔

ابو وہب ناظم فوجداری کی برطرفی:

احمد بن ابی قحطبہ رشید کے خادم خاقان کے دوست نے جس نے سرحد میں نشو و نما پائی تھی بیان کیا کہ یہ خلقان واثق کے پاس آیا اس کے ساتھ اہل طرسوس وغیرہ کے چند عمائد بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ناظم فوجداری کی جس کی کنیت ابو وہب تھی شکایت کی اسے دربار میں بلایا گیا۔ محمد بن عبدالملک الزیات دربار برخاست ہونے کے بعد دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اسے اور انہیں دیوان عام میں سماعت مقدمہ کے لیے بلاتا تھا۔ اور ظہر تک اجلاس کرنے کے بعد عدالت برخاست ہو جاتی تھی۔ طویل کارروائی کے بعد وہ شخص اپنی خدمت سے برطرف کر دیا گیا۔

سرحدی وفد کی مراجعت:

واثق نے حکم دیا کہ ان اہالی سرحد کا قرآن کے متعلق عقیدہ پوچھ لیا جائے چار آدمیوں کے سوا اور سب نے قرآن کے ہونے کا قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کیا۔ جن چار آدمیوں نے اس کا اقرار نہیں کیا تھا واثق نے ان کو قتل کرا دیا۔ واثق نے ان لوگوں کو خاقان کی رائے کے مطابق انعام و خلعت سے سرفراز کیا۔ وہ لوگ تو جلدی اپنی سرحدوں کو پلٹ گئے۔ خاقان ان کے بعد کچھ روز امیر المومنین کے ہاں ٹھہرا رہا۔

شاہ روم کی قیدیوں کے تبادلہ کی تجویز:

اسی اثناء میں بادشاہ روم میخائیل بن توفیل بن میخائیل بن الیون بن جور جس کے سفرا واثق کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے پاس جو مسلمان قیدی ہیں ان کا تبادلہ کر لیجیے۔ واثق نے خاقان کو اس کام کے لیے بھیج دیا۔ چونکہ اس نے رومی سفرا سے اس کام کے لیے محرم کی دس تاریخ کو ملاقات کرنے کا اقرار کیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ۲۳۱ھ کے آخر میں اس کام کے لیے دارالخلافہ سے روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد واثق نے احمد بن سعید بن سلم بن قتیبۃ الباہلی کو سرحدی چوکیوں اور قلعہ بند شہروں کا والی مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ بھی قیدیوں کے تبادلہ کے وقت موجود ہے۔ چنانچہ وہ سترہ ڈاک کے گھوڑوں پر اس کام کے لیے چلا۔

جو سفراء تبادلہ کے لیے آئے تھے ان میں اور ابن الزیات میں اس معاملہ میں اختلاف رائے ہو گیا تھا وہ یہ کہتے تھے کہ ہم بوڑھوں اور بچوں کو معاوضہ میں قبول نہ کریں گے چند روز یہ بحث رہی آخر کار انہوں نے اس بات کو مان لیا کہ ایک نفس کو ایک کے عوض میں دیا جائے۔

واثق کی ابن ابی داؤد کو ہدایت:

واثق نے بغداد اور رقہ اپنے آدمی روانہ کیے تاکہ وہاں جو غلام بکنے آئیں یہ ان کو خرید لیں۔ اس طرح بہت سے بھی تعداد پوری نہ ہوسکی تو واثق نے اپنے قصر سے رومی بڑھیوں وغیرہ کو نکالا اور اس طرح تعداد پوری ہوسکی انہوں نے ابن ابی داؤد کے ہمراہ یحییٰ بن آدم الکرخی ابورملہ اور جعفر بن العدا کو ساتھ کیا اور ان کے ساتھ پیشی کے کاتب طالب بن داؤد کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ اور جعفر مسلمان قیدیوں کا امتحان لیں جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو اسے فدیہ دے کر رہا کر دیا جائے اور جو اس سے انکار کرے اسے رومیوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے۔ واثق نے پانچ ہزار درہم طالب کو دلوائے اور حکم دیا کہ فدیہ کے معاوضہ میں جو لوگ آزاد کیے جائیں ان میں ہر شخص کو جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو ایک ایک دینار اس روپے میں سے دیا جائے جو اس غرض سے اس کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ہدایات کے بعد یہ جماعت اب اس کام کے لیے روانہ ہوئی۔

مسلم قیدیوں کے عقائد کا امتحان لینے کا حکم:

خدمت گار خاقان کے دوست ابن ابی قحطبہ نے جو مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان تبادلہ ساری کے لیے سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جو معاوضہ کے سرانجام ہونے سے پہلے مسلمان قیدوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے روم بھیجا گیا تھا۔ بیان کیا ہے کہ میں بادشاہ روم کے پاس آیا اور میں نے مسلمانوں کی تعداد دریافت کی ان کی تعداد تین ہزار مرد اور پانچ سو عورتیں ہوئی۔ واثق نے ان کے تبادلہ کا حکم دیا اور احمد بن سعید کو فوراً ڈاک کے ذریعہ اس غرض سے روانہ کر دیا تاکہ تبادلہ کی کارروائی اس کے ہاتھوں عمل پائے نیز انہوں نے بعض لوگوں کو مسلمانوں کے عقائد کا امتحان لینے کی غرض سے بھی اس وفد کے ساتھ کیا کہ یہ سب کا امتحان لیں۔ جو قرآن کے ہونے کا قائل ہو۔ اور اس بات کو مانتا ہو کہ اللہ عزوجل کو آخرت میں دیکھا نہ جائے گا اس کا معاوضہ دے کر تبادلہ کرالیا جائے اور جو ان عقائد کا قائل نہ ہو اسے بدستور رومیوں کے پاس چھوڑ لیا جائے۔ محمد بن زبیدہ کے زمانے ۱۹۴ھ یا ۱۹۵ھ کے بعد سے اب تک اور کوئی معاوضہ کی کارروائی نہیں ہوئی تھیں۔

رومی مسلم وفود کا لامس میں اجتماع:

۱۰/محرم ۲۳۱ھ کے دن مسلمان اپنے ساتھ کے کافروں کو لیے ہوئے اور رومیوں کے دو سردار انقاس اور طلسوس مقام لامس پر جمع ہوئے۔ مسلمانوں کی تعداد مع رضا کاروں کے چار ہزار تھی جس میں سوار اور پیدل دونوں تھے۔ محمد بن احمد بن سعید بن سلم بن قتیبۃ الباہلی نے بیان کیا کہ میرے باپ کا خط میرے پاس آیا جس میں انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں کے چار ہزار چھ سو آدمی رومیوں سے رہا کرائے گئے ان میں مسلمانوں کے ذمی بھی تھے چھ سو عورتیں اور بچے تھے اور پانچ سے کم ذمی تھی' باقی تمام ممالک کے مرد تھے۔

قیدیوں کی تعداد:

ابوقحطبہ نے جسے خاقان نے بادشاہ روم کے پاس مسلمان قیدیوں کی تعداد معلوم کرنے اور میخائیل بادشاہ روم کی اس کارروائی کے اصل مقصد وغرض کو دریافت کرنے روم بھیجا تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ تبادلہ سے قبل قسطنطنیہ وغیرہ میں تین ہزار مرد اور پانچ سو عورتیں اور بچے رومیوں کے ہاں قید تھے' ان میں محمد بن عبداللہ الطرسوسی اور دوسرے وہ لوگ جن کو رومی پہلے ہی لے آئے تھے' شامل نہیں احمد بن سعید بن سلم اور خاقان نے محمد بن عبداللہ الطرسوسی کو اور عمائد کے ساتھ جو رومیوں کے ہاں قید تھے اور اب آزما ہو کر

آئے تھے۔ وفد کی شکل میں واثق کی خدمت میں بھیجا انہوں نے ان میں سے ہر شخص کو ایک گھوڑا اور ایک ہزار درہم عطا کیے۔

محمد بن عبداللہ کا بیان:

خود یہ محمد بن عبداللہ بیان کرتا ہے کہ میں تیس سال رومیوں کے ہاں قید رہا میں راسیہ کے جہاد میں قید ہوا۔ چونکہ میں بہمر سانی کی جمعیت میں تھا پکڑ لیا گیا اور اب اس معاوضہ کے وقت مجھے بھی رہائی ملی ۱۰/محرم کو لامس کے کنارے جو سلجوقیہ پر سمندر سے قریب واقع ہے' ہمارا تبادلہ ہوا ہم کل چار ہزار چار سو ساٹھ آدمی تھے۔ ان میں آٹھ عورتیں' بیویاں اور بچے اور سو سے کچھ زیادہ ذمی تھے۔ ایک شخص کے عوض ایک نفس کا تبادلہ عمل میں آیا۔ اب اس میں چاہے کوئی بڑا ہو یا چھوٹا اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ خاقان نے جس قدر مسلمان تمام رومی سلطنتوں میں تھے' اور جن کا پتہ اسے معلوم ہو سکا تھا ان سب کو آزاد کرا لیا۔

قیدیوں کا تبادلہ:

جب باہمی تبادلے لیے سب جمع ہو گئے مسلمان دریا کے مشرقی کنارے اور رومی دریا کے مغربی کنارے پر ٹھہر گئے دریا پایاب تھا۔ اب یہ طریقہ کیا گیا کہ ایک طرف سے مسلمان رومیوں کی جانب سے اور دوسری طرف سے رومی مسلمانوں کی جانب سے دریا میں گھستے اور دریا کے وسط میں ملاقی ہوتے جب مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ میں آتا وہ نعرہ تکبیر بلند کرتے اس کے مقابلہ رومی بھی تکبیر کی طرح کوئی نعرہ لگاتے۔

حسین خدمت گار کے مولیٰ سندی نے بیان کیا کہ اس دریا پر مسلمانوں نے ایک پل باندھا تھا اور نہ رومیوں نے ایک پل باندھا تھا۔ ہم رومی کو ادھر سے اپنے پل سے روانہ کرتے اور رومی مسلمانوں کو اپنے پل سے ہمارے پاس بھیج دیتے اس کا حقدار عمل میں آیا۔

اس راوی نے لوگوں کے دربار میں سمجھ کر اسے عبور کرنے سے انکار کیا ہے۔

مسلم قیدیوں کے عقائد کا امتحان:

محمد بن کریم کہتا ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے پاس آ گئے جعفر اور یحییٰ نے ہمارے متاہرہ امتحان لیا۔ ہم نے اظہار کر دیا۔ اس پر ہمیں دو دینار دیئے گئے جو دو بطریق مسلمان قیدیوں کو معاوضہ کے لیے لے کر آئے تھے۔ ان کے برتاؤ میں کوئی بات قابل اعتراض نہ تھی۔ پہلے تو رومی اپنی قلت اور مسلمانوں کی کثرت دیکھ کر خائف تھے مگر خاقان نے ان کو اس سے بالکل اطمینان دلایا اور معاہدہ کیا کہ چالیس دن تک جب تک کہ رومی اطمینان سے اپنے مقامات کو واپس نہ چلے جائیں گے مسلمانوں کی جانب سے کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔ چار دن میں تبادلہ سرانجام پایا جن رومیوں کو مسلمانوں نے معاوضہ میں دینے کے لیے امیر المومنین نے مہیا کیا تھا ان کی ایک بڑی تعداد تبادلہ کے بعد خاقان کے پاس فاضل بچ گئی۔ ان میں سے خاقان نے سو رومی اپنی طرف سے بلا معاوضہ اس لیے رومی سردار کو دے دیئے تاکہ انقضائے مدت تک اب وہ کسی مسلمان کو قید نہ کریں۔ بقیہ طرسوس لا کر فروخت کر دیئے۔ تبادلہ کے لیے ہمارے ساتھ تیس مسلمان ایسے ابھی آئے تھے جو رومیوں کے علاقہ میں نصرانی ہو گئے۔ ان کا بھی تبادلہ کیا گیا۔

احمد بن سعید کی مہم کی ناکامی:

جب چالیس دن کی عارضی صلح کی مدت ختم ہوئی احمد بن سعید بن سلم بن قتیبہ نے موسم سرما میں جہاد شروع کر دیا۔ مگر برف و

بارش نے ان کو آ لیا۔ اور تقریباً دو سو نفوس اس سے ہلاک ہو گئے۔ بہت سے دریا بدندون میں غرق ہو گئے تقریباً دو سو رومیوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے۔ امیر المومنین واثق باللہ اس وجہ سے اس سے سخت ناراض ہوئے اس تمام کارروائی میں پانچ سو آدمی مختلف اسباب سے ہلاک ہو گئے۔

احمد بن سعید کی برطرفی:

احمد بن سعید جس کے ہمراہ سات ہزار فوج تھی جب اس کے مقابلہ پر رومیوں کا ایک بڑا بطریق آیا وہ اس کے مقابلہ سے کنائی کاٹ گیا اس پر فوج کے عمائد نے اس سے کہا کہ جس لشکر میں سات ہزار جوانمرد ہوں اس کے لیے کوئی خوف نہیں۔ اگر آپ اس کے سامنے نہیں بڑھتے تو دوسری سمت سے ان کے علاقوں پر یورش کیجیے۔ یہ یوں ہی لیت ولعل میں رہا۔ وہ بطریق اس کی تقریباً ایک ہزار گائیں اور دس ہزار بکریاں پکڑ کر چلتا بنا۔ واثق نے اسے برطرف کر کے سہ شنبہ کو جب کہ اس سال کے ماہ جمادی الاولیٰ کے ختم میں چودہ راتیں باقی رہ گئی تھیں' نصر بن حمزۃ الخزاعی کو سپہ سالار مقرر کیا۔

متفرق واقعات:

اس سال رمضان میں طاہر بن الحسین کے بھائی حسن بن الحسین کا طبرستان انتقال ہوا۔ اس سال خطاب بن وجہ الفلس کا انتقال ہوا۔ اس سال ابو عبداللہ ابن الاعرابی راویہ نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں بدھ کے دن ۱۳/ شعبان کو نشات پائی۔ اس سال علی بن موسیٰ الرضا کی بہن ام ربیھا بنت موسیٰ نے انتقال کیا۔ اس سال مشہور گویا مخارق' ابو نصر احمد بن حاتم اصمعی کے راوی عمرو بن ابی عمرو الشیبانی اور محمد بن سعد النحوی نے انتقال کیا۔

۲۳۲ھ کے واقعات

اس سال بغا نے بنی نمیر پر یورش کر کے ان کو سخت سزا دی۔

عمارہ بن عقیل کی بنی نمیر کے خلاف شکایت:

اس سلسلہ میں ہمارا اپنا سلسلہ بیان تو کچھ اور ہے البتہ احمد بن محمد بن خالد نے جو اس مہم میں بغا کے ہمراہ رہا تھا اور جس نے اس کارروائی کی سب سے زیادہ تفصیل وہی ہے یہ بیان کیا کہ بنی نمیر کے خلاف بغا کی یورش کا سبب یہ ہوا کہ عمارہ بن عقیل بن بلال بن جریر بن الخطفی نے واثق کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور دربار میں بار پا کر اسے ان کو سنایا واثق نے تیس ہزار درہم انعام دیا اور سرں مہمان بنایا اس سے بنی نمیر کی واثق سے شکایت کی گئی اور کہا کہ انہوں نے اپنے نواح میں ایک اودھم مچا رکھا ہے۔ فساد برپا کر رکھا ہے لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں اور خود یمامہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ پر غارت گری کرتے رہتے ہیں۔ اس شکایت پر واثق نے بغا کو حکم بھیجا کہ تم بنی نمیر کو جا کر سزا دو۔

بغا کی بنی نمیر پر فوج کشی:

مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے راہبری کے لیے محمد بن یوسف الجعفری کو ساتھ لے لیا اور اب یمامہ روانہ ہو گیا۔ شریف پر ان کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی۔ طرفین میں لڑائی ہوئی بغا نے ان کے پچاس سے زیادہ آدمی قتل ہو گئے اور تقریباً

چالیس گرفتار کر لیے۔ وہاں سے حظیاں آیا اور پھر یمامہ کے علاقہ میں بنی تمیم کے قریہ مراۃ نام آ کر وہاں فروکش ہو گیا اب اس نے مسلسل کئی سفیر بنی تمیم کے پاس بھیجے۔ تاکہ وہ ان کو وعدہ امان دے کر حکومت کی اطاعت وفرماں برداری کی دعوت دیں مگر وہ برابر اس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کرتے اور اس کے سفراء کو گالیاں دیتے رہتے۔ اور ادھر ادھر سے اس سے لڑنے کے لیے جمع ہوتے رہے۔

بغا کے قاصد کا قتل:

سب کے آخر میں بغا نے دو آدمیوں کو جن میں ایک قبیلہ تمیم کے خاندان بنی عدی سے تعلق رکھتا تھا اور دوسرا بنی نمیر سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کے پاس سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے تمیمی کو قتل کر ڈالا اور نمیری کو زخمی کر دیا۔ اس کے بغداد مراہ سے یکم صفر ۲۳۲ھ کو ان کی طرف چلا اور بطن نخل میں ٹھہرتا ہوا نخیلہ آیا۔ یہاں سے پھر اس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے تاکہ تم میرے پاس چلے آؤ' مگر بنی نمیر کے بنی ضبہ نے اس کے حکم کو نہ مانا اور اپنے پہاڑوں پر جو جبال السود کے جو یمامہ کے پیچھے واقع ہے بائیں جانب واقع تھے چڑھ گئے اس کے اکثر باشندے باہلہ تھے۔ بغا نے ان کو بلا بھیجا مگر انہوں نے آنے سے انکار کیا۔ بغا نے ایک سریہ ان کے مقابلہ پر بھیجا مگر ان کو نہ پا سکا پھر اس نے کئی مہمیں روانہ کیں جنہوں نے ان کو قتل بھی کیا اور قید بھی کیا اس کے بعد خود بغا نے ہمراہی جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی ان میں وہ ناتواں اور خدمت گار شامل نہ تھے جو پڑاؤ میں رہ گئے تھے۔

بغا کی پیش قدمی:

بغا نے پیش قدمی کی اس کے مقابلہ کے لیے بنی نمیر بھی بڑی تعداد میں سب طرف سے سمٹ کر تقریباً تین ہزار کی تعداد میں روضۃ الابان اور بطن السر میں جو القرنین سے دو منزل کے فاصلہ پر اور اضاح سے ایک منزل پر ہے جمع ہوئے تھے۔ انھوں نے بغا کے مقدمہ کو مار بھگایا۔ اور اس کے میسرہ کو ہٹا دیا۔ اور اس کے ایک سو بیس یا ایک سو تیس آدمی قتل کر دیئے اس کی چھاؤنی کے تقریباً سات سو اونٹ اور سو گھوڑے ذبح کر ڈالے اس کے سامان کو لوٹ لے گئے۔ نیز اس کثیر روپیہ میں سے جو اس کے ساتھ تھا کچھ لے گئے۔

بغا اور بنی نمیر کی جنگ:

بغا کی اس ناکامی کی وجہ احمد نے یہ بیان کی ہے کہ مقابلہ ہوتے ہی بغا نے ان پر حملہ کر دیا اتنے میں رات ہو گئی بغا ان کو اللہ کا واسطہ دے کر امیر المومنین کی اطاعت قبول کرنے کی دعوت دینے لگا محمد بن یوسف الجعفری ان سے تقریر کرتا تھا انہوں نے اس کے جواب میں کہا اے محمد بن یوسف بخدا! تم ہماری اولاد ہو مگر تم نے اپنی اس قرابت کا کوئی خیال نہیں کیا اور پھر تم ان غلاموں اور گنواروں کو ساتھ لے کر ہم سے لڑنے آئے ہو۔ بخدا ہم تم کو اس کی قابل عبرت سزا دیں گے۔ یا اسی مفہوم کا کوئی جملہ کہا صبح کے قریب محمد بن یوسف نے بغا سے کہا صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے ہی تم کو ان پر حملہ کر دو ورنہ یہ ہماری تعداد کی کمی دیکھ کر ہم پر چیرہ دست ہو جائیں گے۔ بغا نے یہ بات نہ مانی جب صبح ہوئی ان کو بغا کی جمعیت نفرہ آ گئی۔ انہوں نے اپنی جماعت کی ترتیب یہ رکھی تھی کہ سب سے آگے پیدل تھے' ان کے پیچھے سوار ان کے پیچھے ان کے جانور اور مویشی تھے اب انہوں نے ہم پر حملہ کیا اور شکست دی ہم بھاگے اور وہ بڑھتے ہوئے ہماری فرودگاہ تک چلے آئے نوبت یہ آئی کہ ہم کو اپنی ہلاکت کا یقین آ گیا۔

بنی نمیر کا فرار:

بغا کو اطلاع ملی تھی کہ ان کا رسالہ ان کے علاقہ کے کسی مقام میں موجود ہے اس نے اپنے تقریباً دو سو شہسوار اس کے مقابلہ کے لیے تھے ہم اسی مایوسی کی حالت میں تھے' بغا اور اس کی فوج کو شکست ہو چکی تھی' عین اسی وقت یہ دو شہسواروں کی جماعت جن کو بغا نے بنی نمیر کے رسالہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ وہاں سے پلٹ کر عین ان کے عقب میں برآمد ہوئی وہ بغا اور اس کی جمعیت کو مار کر بھگا چکے تھے مگر اس رسالہ نے وہاں آتے ہی اپنے بگل بجائے۔ ان کی آواز سن کر جب بنی نمیر نے دیکھا کہ دشمن نے ان کو عقب سے آلیا ہے وہ کہنے لگے بخدا اس غلام (بغا) نے اپنی شکست کی تلافی کر دی اور اب وہ بغیر لڑے منہ موڑ کر میدان سے فرار ہو گئے ان کا رسالہ جو اب تک پوری طرح اپنے پیادوں کی حفاظت کرتا رہا تھا ایک دم ان کو دشمن کی زد میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ چنانچہ پیادوں میں سے کوئی بھی نہ بچ کر بھاگ سکا۔ سب کے سب وہیں کھیت رہے البتہ سوار گھوڑوں پر بیٹھ کر چلتے بنے۔

بنی نمیر کے مقتولین کی تعداد:

احمد بن محمد کے علاوہ دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے کہ ۱۳/ جمادی الآخر ۲۳۲ ہجری سہ شنبہ کے دن صبح سے نصف النہار تک بغا اور اس کی جمعیت شکست کھاتی رہی اس کے بعد بنی نمیر لوٹ مار اور اونٹ گھوڑوں کے ذبح کرنے میں مصروف ہو گئے اتنے میں بغا کی شکست خوردہ جماعتیں اور وہ لوگ جو اس سے دور ہو گئے تھے پھر اس کے پاس اکٹھا ہو گئے۔ اب اس نے اپنی جمعیت کے ساتھ دشمن پر جوابی حملہ کیا۔ اور مار بھگایا اس نے زوال سے لے کر عصر کے وقت تک بنی نمیر کے پندرہ سو آدمی قتل کر دیئے۔ اس کے بعد بغا موقع کارزار پر جو پانی پر واقع اور بطن السر کے نام سے مشہور تھا ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ بنی نمیر کے مقتولین کے تمام سر اس کے پاس جمع کیے گئے اور تین دن تک اس نے اور اس کی فوج نے یہاں آرام کر لیا۔

بنی نمیر کے قیدی:

احمد بن محمد کہتا ہے کہ بنی نمیر کے ان سواروں نے جو اس لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ بغا کے پاس امن کی درخواست بھیجی۔ جسے اس نے قبول کر لیا اور اس کے پاس چلے آئے اور اس نے ان کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے لیا۔

اس راوی کے علاوہ دوسروں نے یہ بات بیان کی ہے کہ موقع جنگ سے بغا لوگوں کی تلاش میں جو اس سے علیحدہ ہو گئے تھے' چلا مگر اسے صرف کمزور اور ناتواں جن میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی' اور کچھ مویشی اور اونٹ دستیاب ہوئے۔ اور وہ حصن باہلہ پلٹ آیا۔ بنی نمیر میں سے بنو عبداللہ بن نمیر' بنو بسرہ' بنو حجاج' بنو قطن' بنو سلاۃ' بنو شریح اور ان کے جانشینوں کے دوسرے خاندان بغا سے لڑنے آئے تھے' اس جنگ میں اس قبیلہ بنو نمیر کے بنو عامر کی بہت ذرا سی جماعت تھی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ بنو عامر کاشت کار اور چرواہے تھے۔ غارتگر نہ تھے۔ بنو نمیر میں قبیلہ بنو عبداللہ بن نمیر سے عربوں کی ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔

بنی نمیر کے قیدیوں پر عتاب:

احمد بن محمد کہتا ہے کہ بنو نمیر کے ان لوگوں نے جو بغا کی امان لے کر اس کے پاس آ گئے تھے' اور جن کو قید کر کے بغا نے اپنے ہمراہ لیا تھا' راستے میں ہنگامہ برپا کیا اور بیڑیاں توڑ کر فرار ہو جانا چاہا۔ بغا نے حکم دیا کہ ان کو ایک ایک کر کے میرے پاس پیش کیا جائے چنانچہ جب ان میں سے کوئی سامنے آتا وہ اسے چار سو سے پانچ سو تک یا اس سے کم کوڑے لگواتا۔ اس کے متعلق ایک ایسے

شخص نے جو اس وقت موجود تھا۔ بیان کیا ہے کہ باوجود اس قدر مار کے ان میں سے ایک نے بھی تکلیف سے اف نہیں کیا۔ اسی سلسلہ میں ان کا ایک ضعیف العمر شخص جس کے گلے میں قرآن پڑا ہوا تھا پیش کیا گیا۔ محمد بن یوسف بغا کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر خوب ہنسا اور اس نے بغا سے کہا اللہ آپ کو توفیق دے یہ اپنے گلے میں قرآن لٹکا کر آیا ہے ان میں سب سے زیادہ پاجی معلوم ہوتا ہے۔ بغا نے اسے چار سو یا پانچ سو کوڑے لگوائے مگر اس نے آہ کی نہ فریاد۔

اس لڑائی میں بنی نمیر کے ایک بہادر کا جو مجنون کہلاتا تھا' بغا سے مقابلہ ہو گیا۔ اس نے بغا کے نیزہ مارا۔ مگر ایک ترک نے اس کو تیر مار کر میدان جنگ سے بھگا دیا مگر وہ تین دن زندہ رہ کر اس تیر کے زخم سے ہلاک ہو گیا۔

بغا کا حصن باہلہ میں قیام:

داعس الاشروسنی الصغدی سات سو اشروسنی اور اشتیخنی سپاہیوں کے ساتھ اس کی مدد کے لیے آ گیا۔ بغا نے اسے اور محمد بن یوسف الجعفری کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ بنی نمیر دور دراز علاقہ میں بھاگ گئے تبادلہ اور اس کے متصل یمن کے حدود میں جا گھسے اور داعس کے ہاتھ نہ آئے۔ وہ پلٹ آیا۔ صرف چھ سات بنی نمیر کے آدمی اس کے ہاتھ لگ سکے تھے۔ اور اب بغا حصن باہلہ میں مقیم ہو گیا۔ یہاں سے بنی نمیر کے کوہستان اور میدان ہلان اور السود وغیرہ کو جو یمامہ کے علاقہ میں واقع ہیں ان لوگوں سے لڑنے کے لیے جنھوں نے باوجود امان حاصل کرنے کے اب تک اطاعت قبول نہیں کی تھی' مہمیں روانہ کیں۔ انہوں نے ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قید کر لیا۔

بنی نمیر کے چند سرداروں کی امان طلبی:

ان کے چند سردار صرف اپنے خاندان کے لیے امان لینے بغا کی خدمت میں آئے۔ بغا نے ان کو امان دی۔ اور ان کو آئندہ کے لیے بالکل مطمئن کر دیا۔ وہ اس وقت تک وہاں ٹھہرا رہا' جب تک کہ وہ تمام اشخاص جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ اس نواح میں تھے اس کے پاس آ نہ گئے۔ اس نے ان کے تقریباً آٹھ سو آدمی پکڑ لیے اور ان کو فولادی بیڑیاں پہنا کر ذی القعدہ ۲۳۲ھ میں بصرہ بھیج دیا اور صالح العباسی کو مدینہ لکھا کہ تمہارے پاس وہاں جو بنی کلاب' مرہ فزارہ اور ثعلبہ وغیرہ قید ہیں ان کو لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ چنانچہ صالح العباسی بغداد میں بغا سے آ ملا۔ اور اب یہ سب محرم ۲۳۲ھ میں سامرا آ گئے۔ صرف ان عربوں کی تعداد جن کو بغا اور صالح العباسی زندہ گرفتار کر کے اپنے ساتھ لائے تھے دو ہزار دو سو تھی ان میں بنو نمیر' کلاب' مرہ فزارہ ثعلبہ اور طے تھے۔ اور جو لوگ ان لڑائیوں میں جن کو ہم بیان کر آئے ہیں مارے گئے۔ بھاگ گئے یا اپنی موت مرے وہ اس کے علاوہ تھے۔

متفرق واقعات:

اس سال حاجیوں کو واپسی میں ربذہ تک چار منزل میں پانی کی کمیابی سے سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ ایک پیاس پانی کی قیمت کئی کئی دینار ہو گئی۔ اور بے شمار مخلوق پیاس سے ہلاک ہو گئی۔ اس سال محمد بن ابراہیم بن مصعب فارس کا والی مقرر ہوا۔ اس سال واثق نے سمندر کی کشتیوں سے عشر کی تحصیل موقوف کر دی۔ اس سال پانچ مارچ کو اس قدر شدید سردی ہوئی کہ پانی جم گیا اس سال واثق کا انتقال ہو گیا۔

واثق کی وفات:

واثق کو استقا ہو گیا تھا ان کا علاج یہ کیا گیا کہ گرم تنور میں ان کو بٹھا لیا گیا اس سے ان کے مرض میں کچھ کمی ہوئی دوسرے دن

پھر یہی عمل کیا گیا۔ مگر آج تنور کو زیادہ گرم کیا گیا اور کل کے مقابلہ میں آج ان کو اور زیادہ دیر تک اس میں بٹھا لیا گیا۔ جس سے ان کے دماغ پر گرمی چڑھ گئی اس سے نکل کر ان کو لحاف میں لٹا دیا گیا۔ فضل بن اسحٰق الہاشمی اور عمر بن فوج وغیرہ تو پہلے سے ان کے پاس موجود تھے۔ پھر ابن الزیات اور ابن ابی داؤد بھی آ گئے کسی کو اب تک علم نہ تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے البتہ جب لحاف چہرے پر سے ہٹا دیا گیا تب سب کو معلوم ہو گیا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

واثق کی تجہیز و تکفین:

بیان کیا گیا ہے کہ احمد بن ابی داؤد ان کے پاس موجود تھا' ان کی پتلی اوپر چڑھ گئی اور ان کا وقت تمام ہو گیا۔ اس نے ان کی آنکھیں بند کیں اور ان کو سیدھا کر دیا ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چھ راتیں باقی تھیں کہ ان کا انتقال ہوا۔ وہ اپنے ہارونی والے قصر میں دفن کیے گئے۔ اسی نے ان کے دفن کا سہارا انتظام کیا نماز جنازہ پڑھی اور قبر میں اتارا۔

احمد بن داؤد کی امامت:

چونکہ واثق بہت بیمار تھے اور عید گاہ نہ جا سکے اور اسی علالت سے ان کا انتقال ہوا انہوں نے اس سال عید الاضحیٰ کی نماز میں امامت کے لیے احمد بن داؤد کو حکم دیا اور اسی نے اس سال عید گاہ میں نماز پڑھائی۔

واثق کا حلیہ' عمر اور عہد خلافت:

سرخی مائل گورا رنگ تھا۔ خوب صورت چہرہ' سڈول اور خوب صورت جسم تھا۔ بائیں آنکھ ابھری ہوئی تھی اس میں سفید نکتے تھے۔ ۳۶/ سال عمر ہوئی۔ بعض نے ۳۲ سال بتائی ہے پہلے بیان کے مطابق ۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال پانچ ماہ نو دن خلافت کی بعض نے سات دن بارہ گھنٹے بیان کیے ہیں۔ یہ مکہ کے راستے میں پیدا ہوئے تھے ان کی ماں ایک ام ولد رومیہ قراطیس نام تھی نام ہارون تھا۔ کنیت ابو جعفر تھی۔

واثق کی عمر کے متعلق نجومیوں کی پیشین گوئی:

بیان کیا گیا ہے جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور استسقاء ہو گیا' نجومیوں کو طلب کیا۔ حسن بن سہل' فضل بن سہل کا بھائی الفضل بن اسحٰق الہاشمی' اسمٰعیل بن نونجت' محمد بن موسیٰ الخوارزمی المجوسی القطر بلی محمد بن الہیثم کا دوست سند اور دوسرے نجوم دیکھنے والے حاضر ہوئے اور انہوں ان کی بیماری' طالع اور پیدائش کو دیکھ کر کہا یہ ابھی بہت عرصہ تک زندہ رہیں گے۔ بلکہ ابھی پچاس سال ان کی زندگی کے اور بتائے مگر اس حکم کو ابھی صرف دس دن گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

واثق کے دربار کا پہلا دن:

حسن بن ضحاک نے بیان کیا کہ میں واثق کی خدمت میں حاضر ہوا معتصم کو مرے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے' اور واثق نے آج پہلا دربار کیا تھا۔ سب سے پہلے جو گانا ان کو سنایا گیا وہ یہ شعر تھے جو ابراہیم بن المہدی کی جاریہ شاریہ نے گا کر سنائے:

ماوری الحاملون برم استقلوا نعشہ للثوا ام للفناء

ترجمہ: ''جس روز اٹھانے والے اس کی نعش کو اٹھا لے گئے ان کو معلوم نہ تھا کہ وہ اسے قیام و دوام کے لیے لے جا رہے ہیں یا فنا کے لیے۔

فلیقل فیك باکیما تك ما شئن صباحا و وقت کل ساء

ترجمہ: اب صبح شام تیری ز دنے والیاں جو چاہیں تیرے بارے میں کہتی رہیں''۔

ان اشعار کو سن کر واثق رونے لگے ہم ان کے ساتھ رو پڑے اور اس قدر ماتم ہوا کہ کسی کو اس کا خیال ہی نہ رہا کہ ہم کیوں جمع ہوئے تھے' پھر کسی اور گویے نے یہ شعر گایا:

ودع هريرة ان الركب تحل وهل تطين وداعا ايها الرجل

ترجمہ: ''قافلہ جانے والا ہے اب ہریرہ کو وداع کر دے مگر یہ وداع تجھ سے ہو سکتا ہے''۔

یہ شعر سن کر واثق اور زیادہ رونے لگے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی باپ کی موت ایسی دل پذیر تعزیت نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد واثق مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

علی بن الجہم کا قصیدہ:

واثق کے خلیفہ ہونے کے بعد علی بن الجہم نے ان کی شان میں یہ شعر کہے:

قد فازذ و الدنيا و ذوالدين بدولة الواثق الهارون

ترجمہ: ''دین دار اور دنیا دار دونوں الواثق کی حکومت میں کامیاب ہوئے۔

افاض من عدل و من نائل ما احسن الدنيا مع الدين

ترجمہ: اس نے عدل وجود کو بہا دیا ہے۔ دین کے ساتھ اس کی دنیا کس قدر عمدہ ہے۔

قد عم بالاحسان فی فضله فالناس فی خفض و فی الدین

ترجمہ: اس کے فضل میں احسان شریک ہے اور اس وجہ سے تمام لوگ عیش و راحت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ما اکثر الداعی له بالبقا و اکثر التالی بآمین

ترجمہ: کس قدر لوگ اس کی بقائے عمر کے لیے دعا گو ہیں اور کس قدر اس دعا پر آمین کہہ رہے ہیں''۔

اسی شاعر نے یہ شعر بھی ان کی شان میں کہے تھے:

و ثقت بالملك الوا ثق بالله النفوس

ترجمہ: ''واثق باللہ نے لاکھوں جانیں بچالیں۔

ملك يشقى به المال و لا يشقى الجليس

ترجمہ: وہ بادشاہ ہے جو مال کو جدا کر دیتا ہے مگر دوست کو محروم نہیں کرتا۔

انس السيف به و استوحش العلق النفيس

ترجمہ: تلوار ہر وقت اس کی انیس ہے مگر بیش بہا مال کو اس سے وحشت ہے کہ کبھی پاس نہیں ٹھہرتا۔

اشد تضحك عن شداته الحرب العبوس

ترجمہ: وہ ایسا بہادر ہے کہ نہایت سخت لڑائی اس کے حملوں سے کھسیانی ہو جاتی ہے۔

یا بنی العباس یابی اللہ الا ان تسوسوا

ترجمہ: اے بنی عباس اللہ کو صرف مقصود ہی یہ ہے کہ تم جہانبانی کرو"۔

صالح بن عبدالوہاب کی جاریہ قلم نے حسب ذیل دو شعر اور محمد بن کناسہ کے شعروں کو راگ میں بٹھا کر ادا کیا:

فی انقباض و حشمۃ فاذا جالست اھل الوفا و الکرم

ترجمہ: "حالت انقباض اور شرم میں جب میں اہل وفا اور اہل کرم کی محبت میں ہوتا ہوں۔

ارسلت نفسی علی سجینھا و قلت ما شئت غیر محتشم

ترجمہ: میں اپنی طبیعت کو آزادی دے دیتا ہوں اور بے باکانہ جو چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں"۔

واثق نے ان کو گا کر سنا اور پسند کیا۔ ابن الزیات کو بلا کر پوچھا جانتے ہو یہ صالح بن عبدالوہاب کون ہے۔

صالح بن عبدالوہاب اور اس کی طلبی:

تم اس بلا کر ہمارے سامنے بھیجو اور کہو کہ وہ اپنی جاریہ کو بھی ساتھ لائے۔ دوسرے دن صبح کو صالح جاریہ کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ان کے سامنے پیش ہوئی اس نے گانا سنایا واثق نے اسے پسند کیا اور صالح سے پچھوایا کہو اس کی کیا قیمت ہے اس نے کہا ایک لاکھ دینار اور مصر کی ولایت اس قیمت کو انہوں نے نہ مانا اور اس جاریہ کو واپس کر دیا۔

احمد بن عبدالوہاب کے اشعار:

صالح کے بھائی احمد بن عبدالوہاب نے یہ شعر واثق کے لیے کہے:

ابت دار الاحبۃ ان تبینا احدک ما رایت لھا معینا

ترجمہ: "مجلس احباب اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ وہ جدا ہو مگر تم اس بات میں اس کی اعانت نہیں کرتے۔

تقطع حسرۃ من حب لیلی نفوس ما اثبن و لا جزینا

ترجمہ: لیلیٰ کی محبت میں بہت سے نفوس جن کو کوئی صلہ اور اجر نہیں ملا ہے حسرت سے پاش پاش ہو رہے ہیں"۔

صالح بن عبدالوہاب کا واثق کو اپنی جاریہ کا نذرانہ:

صالح کی جاریہ قلم نے اسے خاص راگ میں بٹھا کر ادا کیا اور پھر زرزالکبیر نے وہ راگ واثق کو گا کر سنایا۔ واثق نے پوچھا یہ کس کا گانا ہے اس نے کہا قلم نے گایا ہے واثق نے ابن الزیات کو حکم بھیجا اس نے صالح اور اس کی جاریہ کو ملا بھیجا جب وہ اس کے پاس پیش ہوئی انہوں نے پوچھا کیا یہ تمہارے اشعار ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں واثق نے کہا اللہ تجھے برکت دے۔ اور صالح سے کہلا کر بھیجا کہ یہ معاملہ ختم کرو اور اتنی قیمت کہو کہ جو آسانی سے تم کو مل جائے۔ اس نے کہلا کر بھیجا کہ میں اس جاریہ کو امیر المومنین کی نذر کرتا ہوں کہ وہ آپ کو مبارک ہو۔ واثق نے کہا میں نے اسے قبول کر لیا اور پھر محمد بن عبدالملک کو کہا کہ اسے پانچ ہزار دینار دو۔

اغتباط کی صالح کو رقم نہ ملنے کی شکایت:

واثق نے اس کا نام اغتباط رکھا۔ ابن الزیات نے اس قیمت کے ادا کرنے میں تاخیر کی۔ اس جاریہ نے دوبارہ یہ راگ ابت

دار لاجیۃ واثق کو سنایا۔ خوش ہو کر انہوں نے کہا تجھ پر اور تیرے پرورش اور تربیت کرنے والے پر اللہ کی برکت نازل ہوا اس نے کہا اے میرے مالک میرے پرورش کرنے والے کو کیا نفع ہوگا آپ نے اسے کچھ دلوایا تھا مگر اب تک وہ اسے نہیں ملا۔ واثق نے سیمانہ سے کہا دوات دینا اور پھر اسی وقت اپنے ہاتھ سے ابن الزیات کو لکھا کہ صالح بن عبدالوہاب کو وہ پانچ ہزار دینار جو ہم نے اغتباط کی قیمت میں اسے دلوائے ہیں ابھی اسے مضاعف کر کے دے دو۔

صالح کو رقم کی ادائیگی:

صالح کہتا ہے کہ میں ابن الزیات کے پاس گیا اس نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ یہ پانچ ہزار سابقہ تو ابھی لے لو دوسرے پانچ ہزار جمعہ کے بعد میں تم کو دیئے دیتا ہوں اگر اس اثناء میں اس کے متعلق تم سے پوچھا جائے تو تم یہی کہہ دینا کہ وہ رقم مجھے وصول ہوگئی ہے مگر اس بات کو اچھا نہ سمجھ کر کہ مجھے خلاف واقعہ اقرار کرنا پڑے میں اپنے گھر میں چھپا بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس نے وہ بقیہ رقم بھی مجھے دے دی سیمانہ نے مجھ سے پوچھا کہ وہ روپیہ تم کو وصول ہوگیا میں نے کہا ہاں واثق کو اغتباط سے اس قدر لطف اور دلچسپی ہوئی کہ انہوں نے سلطنت کا کام چھوڑ دیا اور اب جو کسی امر میں حصہ نہ لیتے تھے۔ اسی طرح ان کا انتقال ہوگیا۔